

نظر المحصلين باحوال المصنِّفين

يعنى

# حالات مصنفين در س نظامی

مع قرّة العيون فی تذکرة الفنون

مع إضافات جدیده

حضرت مولانا محمد طیف گنگوہی

فہم دارالعلوم دیوبند

دارالترقیات کراچی

ظفر المصّليين باحوال المصنّفين

يعنى

حالات مصنّفين در نظامى

مع قرة العيون فى تذكرة الفنون

مع اضافات جديدة

حضرت مولانا محمد ظيف گنگوہى  
فاضل دارالعلوم دہلہ

دارالاسلام

اردو بازار، ایم تارے، جناح روڈ، کراچی۔

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر : 3793

جملہ حقوق محفوظ

طباعت : مارچ 2000ء  
باہتمام : خلیل اشرف عثمانی  
پریس : احمد پرنٹنگ کارپوریشن

### ملنے کے پتے

بیت القرآن اردو بازار کراچی	ادارۃ المعارف کورنگی کراچی نمبر ۱۳
بیت العلوم ۲۶ ناٹھ روڈ، پرانی انارکلی لاہور	ادارۃ الاسلامیات ۱۹۰، انارکلی لاہور
مکتبہ رحمانیہ ۱۸ اردو بازار لاہور	ادارۃ القرآن 437/D کارڈن ایسٹ سیدہ کراچی
مکتبہ سید احمد شہید الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور	مکتبہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۳
مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار راولپنڈی	کشمیر بک ڈپو، چنیوٹ بازار فیصل آباد
الفیصل تاجران کتب اردو بازار لاہور	یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور



## الاهداء

نیل ومعدن اور تحفہ سابقہ کی طرح

تحفہ لاحقہ یعنی نظراً لمحصلین باحوال المصنفین

بھی مرکز علم وادب

دارالعلوم دیوبند

کی طرف منسوب کرینگے

سعادت حاصل کر رہا ہوں جس کے دامن

تہیت میں پل کر میں اس علمی کاوش

کے قابل ہوا

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

## فہرست کتب جن سے پیش نظر تالیف میں استفادہ کیا گیا

نمبر شمار الف	اسماء کتب	مجلدات	مصنف	سنہ وفات
	ابن ماجہ اور علم حدیث		مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی	بد ضلع
	اتحاف النبلاء		نواب صدیق حسن خاں بمبئی	۱۳۰۷ھ
	آثار الصنادید		جواد الدولہ مرید احمد خاں	
	احوال و اشعار شیخ برہانی		علامہ سعید نقوی	
	اخبار الکھلاء		وزیر جمال الدین قلعلی	
	استاذ العلماء		مولانا حبیب الرحمن خاں شردانی	
	امام رازی		مولانا عبد السلام صاحب ندوی	
	المناسبت سمعانی	۳	حافظ ابو سعید عبدالکریم بن محمد مروزی	۵۵۲ھ
	انفاس العارفین	۱	شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
	اتوار العارفین		حافظ محمد حسین مراد آبادی	
	آئینہ اودھ		سید محمد ابوالحسن مائچھوری	
	بانی ہندوستان	۱	مولوی عبدالشاہد خاں شردانی	
	بستان الجہتین	۱	شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ
	غیبت اوعاء		علامہ جلال الدین سیوطی	۵۹۱ھ
	تاریخ الاطباء	۱	شمس الاطباء حکیم غلام حیدرانی	
	تذکرہ ساری		شیخ سام مرزائی صفوی	
	تذکرہ اولاد اعزاز		مولانا محمد انظر شاہ بن محمد انور شاہ کشمیری	بد ضلع
	تذکرہ الصالحین		مولانا عبدالهادی کھنوی	
	تذکرہ علماء فرنگی محل		مولوی عنایت اللہ فرنگی محلی	
	تذکرہ علماء ہند		مولوی عبدالشکور عرفہ رحمان علی بن شیر علی	
	تذکرہ غوثیہ		مولوی گل حسن شاہ پانی پتی	
	الصلیقات المسنیہ	۱	مولانا عبدالرحمن صاحب کھنوی	۱۳۰۷ھ
	تقریب التہذیب		حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
	انوار الغیبیہ		شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن ابی الوفا قرظی	۷۷۵ھ
	حبیب المسیر	۳	علامہ غیاث الدین حسینی	
	حجرت اللہ الباقیہ	۲	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
	حدائق حنفیہ	۱	مولوی فقیر محمد بن حافظ محمد سفارش	بعد ۱۳۰۲ھ
	حسن الحاضرہ		علامہ جلال الدین سیوطی	۵۹۱ھ
	حیات دلی		حافظ رحیم بخش دہلوی	
	خ			

نمبر شمار	اسماء کتب	مجلدات	مصنف	سزوفات
	خزیدۃ الاصفاء	۲	مفتی نظام سرور لاہوری	
	خلاصۃ الاثر	۳	محمد بن فضل اللہ محی مدنی	۱۱۱۱ھ
	داثرۃ المعارف	۱۲	بطرس بن یونس بن عبداللہ بن کرمہستانی	۱۸۸۳ھ
	درۃ النواص	۱	ابو محمد قاسم بن علی حریری	۵۵۱۵ھ
	در شحات میں الخیرۃ		شیخ صفی عطاء اللہ بن واعظ کاشفی	
	روح البیان	۳	شیخ اسماعیل حقی آقندی	
	روضات الجنات	۱	شیخ محمد باقر بن امیر زین العابدین	
	سلسلۃ المسجد	۱	نواب صدیق حسن خاں صوبالی	۱۳۰۷ھ
	سکک اللہ در	۳	شیخ ابوالفضل سید محمد خطیب احمدی	
	سیر العلماء		حکیم سیاد الدین صدیقی کرپاسوی	۱
	شاہ ولی اللہ	۱	مولوی عبدالقیوم مظاہری	
	شذرات الذہب	۷	شیخ عبدالرحمن بن محمد حنبلی	۱۰۸۹ھ
	الصفات النبیہ	۲	احمد بن مصطفیٰ خاش کبریٰ زلوه روی	۵۹۶۲ھ
	النصۃ صلاح	۱۲	شیخ شمس الدین بن محمد بن عبدالرحمن سخاوی	۵۹۰۲ھ
	الطبقات الکبریٰ	۶	قاضی حاج الدین بن ابوالوہاب بن السبکی	۵۷۷۱ھ
	طرب الامثال	۱	مولانا عبدالحی صاحب کھنوی	۱۳۰۷ھ
	علماء ہند کا شاندار ماضی	۳	مولانا محمد میاں صاحب	
	قوات الوفیات	۲	شیخ محمد شاکر بن احمد التتبی	۵۷۶۳ھ
	القوائد الہیہ	۱	مولانا عبدالحی صاحب کھنوی	۱۳۰۷ھ
	کتاب الاعلام	۱۰	علامہ خیر الدین زرنکی	
	کشف الظنون	۲	حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ معروف	۱۰۶۷ھ
	محمد بن عظام	۱	مولانا تقی الدین ندوی	
	مولانا محمد احسن خان نوری		محمد ایوب قادری	
	مجموعہ المبدان		شیخ ابو عبداللہ یاقوت حموی	۵۶۲۶ھ
	مجموعہ العظمیٰ			
	مجموعہ الموفین	۱۳	شیخ عمر رضا کمال	

سنة وفات	مصنف	مجلدات	اسماء کتب	نمبر شمار
۵۹۶۲	احمد بن حنبلہ طاش کبری زادہ رومی	۲	مفتاح السعادت	
۵۸۰۸	قاضی القضاة عبدالرحمن بن محمد خلدون حضری	۱	مقدمہ ابن خلدون	
۵۳۰۷	مولوی احمد رضا صاحب بجنوری	۲	مقدمہ انوار الہدی	
۵۳۰۷	مولانا عیدالحی صاحب گھنوی	۱	مقدمہ عمدۃ العالیہ	
	علامہ عبدالحی بن فخر الدین حسنی	۵	نزہۃ الخواطر	
	مولوی سید مناظر احسن گیلانی	۲	نظام تعلیم و تربیت	
۵۳۰۷	نواب صدیق حسن خاں بھوپالی	۱	الوشی لہر قوم	
	شیخ محمد یحییٰ بن محمد امین عباسی الہ آبادی		وفیات الانعام	
۵۶۸۱	قاضی شمس الدین احمد بن محمد معروف بابن خلکان	۲	وفیات الامعیان	
	شیخ امین احمد رازی	۱	ہفتہ اکبر	

# فہرست مضامین کتاب نظر المحصلین باحوال المصنفین

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۰	(۷) صاحب الفوز الکبیر	۳۳	تحصیل علوم	۳۱	دیباچہ
۳۱	۴۴ نمب اور کنیت	۳۴	درس و تدریس	۳۵	انقرآن الکریم
۳۱	ولادت با سعادت	۳۴	تصانیف		نزول قرآن
۳۱	والد ماجد	۳۴	جلالین شریف		نزول کے لحاظ سے آیات و
۳۱	تعلیم و تربیت	۳۴	علامہ اللورد و مخالف		سور کی تفسیر
۳۱	تحصیل علوم کی تفصیل	۳۴	لور ہیاؤ کی شکل!		حفظ قرآن و کتابت فرمان
۳۱	عقد نکاح	۳۴	جلالین اور اس کا ماخذ	۳۶	جمع و ترتیب
۳۱	بیعت و دستار بندی	۳۴	خواشی جلالین		جمع و ترتیب میں غایت احتیاط
۳۱	اجازت تجرید قرأت	۳۵	(۵) صاحب جلالین (اول)		جمع قرآن بدور عثمانی
۳۳	اجازت بیعت و وقت دالہ	۳۵	ہام و نسب اور سکونت		سور قرآنی کی تعداد
۳۳	درس و تدریس	۳۶	تحصیل علوم		آیات و کلمات اور حروف
۳۳	طریقہ تعلیم	۳۶	علماء قول کی فہم ترین غلطی	۳۷	کی تعداد
۳۳	طریقہ سرحدیث	۳۶	درس و تدریس اور افتاء		(۱) صاحب تفسیر بیضاوی
۳۳	علمی استفہان	۳۶	قوت حافظہ		ہام و نسب اور سکونت
۳۳	سفر تجاز	۳۶	گزشتہ گوشت نشینی		تحقیق بیضاوی
۳۳	نیوٹن جرمین	۳۶	استغناء و بے نیازی		علمی مقام و جلالت شان
۳۳	شاہ صاحب کے تجازی اساتذہ	۳۶	کراماتہ خرق عادات	۳۸	علمی کارنامے
۳۵	فراہمی کتب	۳۷	زیارت رسالت		تفسیر بیضاوی اور اس کا ماخذ
۳۵	تجازت و انہی	۳۷	لور شیخ لہ کا خطاب		تفسیر بیضاوی کی اہمیت
۳۵	انتخاب و تلامذہ	۳۷	علمی کارنامے		قاضی صاحب کی تعریف پر
۳۵	شاہ صاحب کے ہم عصر سلاطین معنی	۳۷	سیو ملی دامن سرزد کلامیہ		نواب صاحب کا بیجا اعتراض
۳۶	شاہ صاحب کے زمانے میں	۳۷	سے بے وارغ ہے		دنیاے فانی سے رحلت
۳۶	ہندوستان کی عام حالت	۳۸	جلالین شریف	۳۹	خواشی بیضاوی
۳۷	شاہ صاحب کے اصلاحی کارنامے	۳۸	وفات	۳۰	بیضاوی پر تعلیقات
۳۷	شاہ صاحب موجد علوم ہیں	۳۸	(۶) صاحب تفسیر منظری	۳۱	تخارج احادیث بیضاوی
۳۷	شان مجددیت	۳۸	ہام و نسب اور سند پیدائش		علمی بیانات بیضاوی
۳۷	شاہ صاحب کا مقام عظمت	۳۸	تحصیل علوم		(۲) صاحب تفسیر ابن کثیر
۳۸	تحدیث نعت و تحمید الہی	۳۸	مقالہ کتب		ہام و نسب اور پیدائش
۳۹	آہ اے ظالم یہ تو نے کیا کیا؟	۳۹	تحصیل علوم ہائلی	۳۲	تحصیل علوم
۳۹	وفات حسرت آیات	۳۹	جلالت شان علوم مقام		علمی مقام اور درس و تدریس
۳۹	الہامیات الصالحات	۳۹	طاعت و زہد و خدمت خلق	۳۳	علمی خدمات
۳۹	اخلاق و عادات	۳۹	تصنیفات و تالیفات		تفسیر ابن کثیر
۵۰	شاہ صاحب کا مسلک	۳۹	وفات		ادب
۵۱	تعلیم حقیقہ کا داغ شہوت	۳۹	بارکت نصن		(۳) صاحب لورک
۵۱	طرز تحریر لور تصنیفی خصوصیات	۳۹	الہامیات الصالحات		(۴) صاحب جلالین (ثانی)
۵۲	شعر و شاعری	۳۹			ہام و نسب سکونت



صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۷۱	شیوخ و اساتذہ	۵۲	تحصیل علوم	۷۱	علمی خدمات
۷۲	درس و تدریس	۵۵	درس و تدریس	۷۲	(۸) صاحب شاطبیہ
۷۳	علمی تفتیش	۵۶	حلقہ تلاذہ	۷۳	ہام و نسب اور پیدائش
۷۴	تجدد اور استیلا	۵۷	وفات	۷۴	تحصیل علوم
۷۵	اصحاب و تلاذہ	۵۸	(۱۳) صاحب مؤطا	۷۵	قوت حافظہ
۷۶	خصوصی تلاذہ	۵۹	ہام و نسب	۷۶	اعتراف علوم و کثرت فیض
۷۷	مالی امداد	۶۰	سنہ پیدائش	۷۷	سفر مصر اور شاہی اعزاز
۷۸	حسن اعتراف	۶۱	جلد مبارکہ	۷۸	کشف و کرامات
۷۹	عام طلباء کے ساتھ	۶۲	تحصیل علوم	۷۹	تصفیفات
۸۰	حسن سلوک	۶۳	اساتذہ و شیوخ	۸۰	زیارت نبی کریم ﷺ
۸۱	معمولات زندگی	۶۴	علوشان و علمی مقام	۸۱	وفات و مدفن
۸۲	وفات	۶۵	جامع اوصاف کمال	۸۲	قصیدہ و لامیہ و راسیہ
۸۳	وفات کے بعد	۶۶	تخریج علمی کے باوجود لاعلمی	۸۳	شرح شاطبیہ
۸۴	حسن خداداد	۶۷	کا اعتراف	۸۴	شاطبیہ پر تفسیر
۸۵	تصفیفات	۶۸	درس و تدریس	۸۵	تخصیصات شاطبیہ اور
۸۶	مؤطا امام محمد	۶۹	وقار مجلس	۸۶	اس کے خلاصے
۸۷	(۱۵) صاحب الجراح صحیح	۷۰	تلاذہ و اصحاب	۸۷	(۹) صاحب طیبہ
۸۸	ہام و نسب	۷۱	سنہ نبویہ کی تنظیم و توثیق	۸۸	(۱۰) صاحب مقدمہ جزویہ
۸۹	تحقیق بروزپہ	۷۲	حب مدینہ	۸۹	ہام و نسب اور سکونت
۹۰	خانہ دینی حالات	۷۳	آپ کے فضل و کمال	۹۰	سن پیدائش
۹۱	والد بزرگوار اور جد امجد	۷۴	کا اعتراف	۹۱	تحصیل علوم
۹۲	سنہ پیدائش	۷۵	امام مالک کا ابتلاء	۹۲	درس و تدریس
۹۳	والدہ کی مستجاب دعا	۷۶	وفات	۹۳	کشف نبویہ
۹۴	امام صاحب کا بچپن	۷۷	وفات کے بعد	۹۴	عبادت الہی
۹۵	آغاز تعلیم نورابتدائی دور	۷۸	الباقیات الصالحات	۹۵	تصانیف و تالیفات
۹۶	زیارت حرمین	۷۹	تصفیفات	۹۶	شعر و شاعری
۹۷	سبع حدیث و طلب نقد	۸۰	مؤطا امام مالک	۹۷	وفات
۹۸	کے لئے اسفار	۸۱	زمانہ تالیف	۹۸	باقیات صالحات
۹۹	افخذ حدیث میں غایت احتیاط	۸۲	درجہ تسمیہ	۹۹	شرح و حواشی جزویہ
۱۰۰	شیوخ و اساتذہ	۸۳	کتب حدیث میں مؤطا کا مقام	۱۰۰	(۱۱) صاحب فوائد مکیہ
۱۰۱	درس و تدریس	۸۴	موطا کی مقبولیت	۱۰۱	ہام و نسب اور اصلی وطن
۱۰۲	اصحاب و تلاذہ	۸۵	روایات کی تعداد	۱۰۲	تصفیفات حالات
۱۰۳	غیر معمولی حافظہ	۸۶	مؤطا کے روات	۱۰۳	وفات
۱۰۴	بے نظیر حافظہ کے چند	۸۷	شرح و حواشی مؤطا مالک	۱۰۴	علمی یادگار
۱۰۵	ہوشربا واقعات	۸۸	(۱۳) امام محمد	۱۰۵	حواشی فوائد مکیہ
۱۰۶	علماء اہل علم کا حسن اعتراف	۸۹	ہام و نسب	۱۰۶	(۱۲) صاحب خلاصہ البیان
۱۰۷		۹۰	تحصیل علوم	۱۰۷	ہام و نسب اور اصلی وطن
۱۰۸		۹۱	شب بیداری اور لذت علم		

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۰۳	وفات	۹۲	حواشی و شروحات	۸۲	علماء کی نظر میں بخاری کی
۶	تصنیفات	۹۳	(۱۶) امام مسلم	۶	نظر ایک کسوٹی ہے
۶	سنن ابو داؤد	۶	ہامونب	۶	استفتاء دسبے نیازی
۶	وجہ تالیف	۶	متولد مسکن	۶	محل حسرت سے ثابت احتیاط
۱۱۰	زمانہ تالیف	۶	سنہ پیدائش	۶	امام بخاری کا زہد و تقویٰ
۶	تعداد روایات	۶	سبع حدیث کے لئے سنہ	۶	ان عبد اللہ کا تک ترہ
۶	ابو داؤد کی حواشیات	۶	شیوخ و اساتذہ	۶	کی عملی تفسیر
۶	حجیب	۶	اصحاب و تلامذہ	۶	اور حوا من فی الارض بر حکم
۶	سنن ابو داؤد کی	۹۵	اخلاق و عادات، زہد و تقویٰ	۶	من فی السماء کا عملی نمونہ
۶	طویل السند احادیث	۶	آپ کے فضل و کمال کا اعتراف	۸۳	خوردار و عزت نفس
۱۰۵	سنن میں امام ابو داؤد	۶	لام مسلم کا مسلک	۸۳	کمال تہ اندازی
۶	کا طرز تخریج احادیث	۶	وفات	۶	شہر کوئی
۱۰۶	روایت حدیث میں	۹۶	تصنیفات	۶	انتلاء و آزمائش
۶	صحیح کے لحاظ سے صحاح ستہ	۶	صحیح مسلم	۸۵	انت تردید و تارید و اللہ
۶	میں سنن ابو داؤد کا مقام	۶	وجہ تصنیف	۶	یعلل، ما یرید
۱۰۷	ناقصین اور دلوہور سنن	۶	تعداد روایات	۶	فتنہ کا آثار زہد و امام ذہبی کا فتویٰ
۶	ابو داؤد کے نسخے	۶	تراجم و ابواب	۶	ترک اقامت نیشاپور
۱۰۸	سنن ابو داؤد کی مقبولیت	۹۷	تصنیف جامع میں امام مسلم کا استیفاء	۶	اور واپسی بسوئے وطن
۶	بشیرت اور نبی تائید	۶	صحاح ستہ میں صحیح مسلم کا مقام	۶	بخارا سے خرنگ کی
۶	سنن ابو داؤد پر ابن جوزی	۶	روایان صحیح مسلم کا مقام	۶	طرف مراجعت
۶	کی تنقید	۹۸	شروحو حواشی صحیح مسلم	۶	وجہ ترک وطن
۶	سنن ابو داؤد کے حواشی و تخریج	۶	(۱۷) ابو داؤد	۹۶	ساقی عظیم الارض
۱۱۰	(۱۸) امام ابن ماجہ	۹۹	ہامونب	۶	بمراجعت
۶	ہامونب	۶	تحقیق جستان	۶	وفات حسرت آیات
۶	تحقیق ماجہ	۱۰۰	سنہ پیدائش	۸۷	وفات کے بعد
۱۱۱	تحقیق نزدین	۶	تحصیل علوم	۶	امام بخاری کا مسلک
۶	ولادت باسعادت	۶	اساتذہ و شیوخ	۶	تصنیفات
۶	عہد طالب علمی	۶	اصحاب و تلامذہ	۸۸	الجامع الصحیح
۶	طلب حدیث کیلئے رحلت	۶	فن حدیث میں کمال	۸۹	وجہ تالیف
۶	شیوخ و اساتذہ	۱۰۱	فتویٰ ذوق	۶	سنہ تالیف
۱۱۳	اصحاب و تلامذہ	۶	زہد و تقویٰ	۶	مقام تالیف
۶	علماء کا آپ کی خدمت	۶	قدر و انی اسلاف	۹۰	طریق تالیف
۶	میں تخریج حسین	۶	آپ کے فضل و کمال کا اعتراف	۶	جامع صحیح کی مقبولیت
۶	مسلک	۶	اہل اللہ کی جچی عقیدت	۶	تعداد روایات
۶	وفات	۶	امام ابو داؤد کا مسلک	۹۱	حواشیات
۶	تصانیف	۶	امام ابو داؤد کے چشم دید واقعات	۶	ناقصین و روایات
۱۱۳	اسنن	۱۰۲	اقامت بصرہ اور ورس حدیث	۶	تراجم و ابواب
۶	تعداد روایات	۶			

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۳۱	علوشان و علمی مقام	۱۲۳	(۲۰) امام نسائی	۱۱۳	باقین دروۃ
۱۳۲	طلوئی کا مرتبہ ارباب	۴	نام و نسب	۰	ملائیات
۴	حکومت کے یہاں	۴	تحقیق نسائی	۱۱۵	صحت کے اعتبار سے
۴	فن جرح و تعدیل اور امام طلوئی	۱۲۴	سند پیدائش	۰	سنن ابن ماجہ کا درجہ
۴	امام طلوئی کے کمالات کا اعتراف	۴	تحصیل علم	۴	ایک امام غلط فہمی
۱۳۳	وفات	۴	شیوخ و اساتذہ	۰	سنن ابن ماجہ کا شمار صحاح ستہ میں
۴	مدفن	۴	اصحاب و تلامذہ	۰	شروح و تعلیقات
۴	تصانیف و تالیفات	۰	زہد تقویٰ	۱۰۰	(۱۹) امام ترمذی
۱۳۶	معانی الآثار	۴	شجاعت و بہادری	۰	نام و نسب
۴	بی بی گلشن اور اس کا جواب	۴	عام حالات زندگی	۰	سند پیدائش اور تحقیق ترمذی
۴	کتب حدیث میں معانی الآثار	۱۲۵	حلیہ مبارکہ	۰	تحصیل علم
۴	کا مقام	۰	علماء و معاصرین کا اعتراف	۰	شیوخ و اساتذہ
۴	معانی الآثار کی خصوصیات	۰	باقین فن کے نزدیک	۱۱۸	امام بخاری و مسلم کا امام ترمذی
۱۳۷	شروح و تعلیقات معانی الآثار	۰	امام نسائی کا مقام	۰	سے سماع حدیث
۴	(۲۲) صاحب مصاحح	۰	امام نسائی کا مسلک	۰	اصحاب و تلامذہ
۴	نام و نسب اور سکونت	۱۲۶	امام نسائی پر تحقیق کا شعبہ غلط ہوا	۰	قوت حافظہ
۴	تحصیل علوم	۰	امام نسائی پر دور افتاء	۰	زہد تقویٰ
۱۳۸	زہد و ورع	۰	وفات	۱۱۹	ابو یوسفی کیفیت کی کراہت
۴	حجی السنۃ لقب کی وجہ	۰	تصانیف	۰	وفات
۴	وفات	۱۲۷	سنن نسائی	۰	تصانیف
۴	تصانیف	۰	تالیف سنن	۰	اشمال
۴	شروع مصاحح	۰	سنن نسائی کے بارے	۰	جامع ترمذی
۴	مختصرات و مختار تاج	۰	میں حافظہ ذہنی کی رائے	۱۲۰	جامع ترمذی چودہ علوم
۱۳۹	(۲۳) صاحب مشکوٰۃ	۱۲۸	امام اعظم اور امام نسائی	۰	پر مشتمل ہے۔
۴	نام و نسب	۰	سنن نسائی کی طویل السنہ حدیث	۰	ترمذی کی کتاب پر سنن و صحیح
۴	تصانیف	۰	راویان سنن نسائی	۰	اور جامع کا اطلاق۔
۴	حافظ مشکوٰۃ ہندوستان میں	۱۲۹	شروح و تعلیقات	۰	جامع ترمذی بڑوں کی نگاہ میں
۴	طرز تالیف	۰	(۲۱) امام طلوئی	۱۲۱	ترمذی کی ملائیات
۱۴۰	مصاحح کی تفصیل	۰	نام و نسب	۰	ملا علی قادری کا تسامع
۴	اور مشکوٰۃ میں اضافہ	۰	تحقیق طلوئی	۰	جامع ترمذی کی کل احادیث
۴	احادیث مشکوٰۃ مصاحح	۱۳۰	سند پیدائش	۰	معمول یہاں ہیں
۴	کی تعداد	۰	تحصیل علم	۰	جامع ترمذی پر ابن جوزی
۴	سند و وفات	۰	سماع حدیث کے لئے سفر	۰	کی بے جا تنقید
۴	شروح و حواشی مشکوٰۃ	۰	شیوخ و اساتذہ	۰	بعض ایشیائیوں کا تصدق
۱۴۱	(۲۴) صاحب مقدمہ فتح الباری	۱۳۱	اصحاب و تلامذہ	۱۲۲	امام ترمذی کے نزدیک امام
۴	(۲۵) صاحب مقدمہ	۰	امام طلوئی کا مسلک	۰	(اعظم کی شخصیت مسلم ہے)
۴	ابن الصلاح	۰	بے حقیقت افسانے اور	۰	جامع ترمذی کے روایات
۴	نام و نسب اور پیدائش	۰	بے بنیاد کہانیاں	۰	جامع ترمذی کی شروح

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۶۲	تجربیات احادیث ہدایہ	۱۵۲	شرح نزہۃ النکر	۱۴۱	تحصیل علوم
۴	تجارت صحیح احادیث ہدایہ	۴	(۲۷) ملامت قدوری	۴	سابع حدیث اور رحلت و سفر
۴	صاحب اکسیر براہ تصنیف	۴	ہام و نسب	۴	درس و تدریس
۱۶۳	(۲۹) صاحب کنز الدقائق	۱۵۳	تحقیق نکتہ	۴	اصحاب و خلفاء
۴	ہام و نسب اور سکونت	۴	قدوری نسبت کی تحقیق	۱۴۳	علمی مقام
۴	تحصیل علوم	۴	تحصیل علم	۴	زہد و روح
۴	صاحب جواہر کی غلطی	۴	ہام قدوری کی توثیق	۴	رحلت و وفات
۴	صاحب کنز کا فقہی مقام	۴	اہل کمال کی قدروانی	۴	منوعات و تصنیفات
۴	تاریخ وفات	۴	فقہی مقام	۱۴۴	(۲۶) صاحب قبۃ النکر
۴	علمی کارنامے	۴	رحلت و وفات	۴	ہام و نسب
۱۶۴	کنز الدقائق کی کاملیت	۴	تصانیف	۴	وجہ تہتیب
۴	کنز الدقائق اور اس کے	۱۵۴	مختصر القدوری	۴	تحقیق نسبت
۴	غیر ظاہر الروایہ و غیر مفتی ہا	۴	حفاظت قدوری	۴	ولادت باسعادت
۴	مسائل	۴	کرامت عجیبہ	۴	ایک شخص وقت کی مساجد و عا
۴	کنز الدقائق اور اس	۴	کتاب فقہیہ کی اہمیت	۱۴۵	تحصیل علم
۴	کی شروعات	۴	شروع و حواشی مختصر القدوری	۴	پہلی سفر
۴	فہرست شروعات و حواشی	۴	(۲۸) صاحب ہدایہ	۴	کتاب حدیث
۴	کتاب کنز الدقائق	۱۵۵	ہام و نسب اور پیدائش	۴	دیگر علوم کی تکمیل
۱۶۶	(۳۰) صاحب ہدایہ	۴	وطن عزیز	۴	بد والدین عینی سے کوشش مہینی
۴	(۳۱) شارح ہدایہ	۴	تحصیل علوم	۱۴۶	زہانت و حافظہ
۴	ہام و نسب	۴	اساتذہ شہیر	۴	سرعت قرأت
۴	رفع اشتیاء	۴	کھلی تصویر	۴	ذوق شعر و سخن
۴	تحصیل علوم	۱۵۶	صاحب ہدایہ کا عالمی مقام	۴	دیوان باین حجر
۴	ذوق علم و طرز تدریس	۴	درس و تدریس	۴	رنگ کلام ہوائی از بیان
۱۶۷	سہ فائدہ آرام گاہ	۴	ہدایت سنی میں صاحب	۱۴۷	لطافت و ظرافت
۴	تصنیفات و تالیفات	۱۵۷	ہدایہ کا خاص طرز عمل	۴	علمی مشغلہ اور مطالعہ کتب
۴	فہرست شروعات کتاب ہدایہ	۴	وفات حسرت آیات	۴	درس و تدریس
۱۶۸	فہرست حواشی شروع ہدایہ	۴	الباقیات الصالحات	۱۴۸	اصحاب و خلفاء
۴	(۳۲) صاحب نور الایضاح	۴	تصانیف و تالیفات	۴	تجربہ علمی اور جامعیت
۱۶۹	ہام و نسب	۱۵۸	ہدایہ کی اہمیت	۴	فاکساری و فردوسی
۴	تحصیل علوم	۴	حفاظت ہدایہ	۱۴۹	بدل اموال
۴	درس و تدریس	۴	احادیث ہدایہ کے متعلق	۴	منصب قضاء
۴	وفات	۴	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۴	تصعب ابن حجر الامان و الخذر
۴	تصانیف و تالیفات	۱۵۹	شروع و حواشی ہدایہ	۱۵۰	سہ وفات
۴	نور الایضاح	۴	تصانیف	۴	قبۃ النکر فی مصطلح الاثر
۱۷۱	(۳۳) صاحب منتخب حواشی	۴	شروع و حواشی قبۃ النکر	۱۵۲	منوعات قبۃ النکر
۴	ہام و نسب اور سکونت	۴	تصانیف	۴	منوعات قبۃ النکر
۴	تصانیف	۱۶۰			

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۸۷	صاحب مسابہ (۳۷)	۱۷۹	حجت اللہ الباقہ کا اجمالی تعارف	۱۷۱	شرح حسامی
۱۸۸	ہام و نسب	۱۸۰	حجت اللہ الباقہ ایک مجرہ ہے	۱۷۲	دقات
۱۸۹	سند پیدائش	۱۸۱	حجت اللہ الباقہ کے متعلق	۱۷۳	فہرست حواشی و شروع
۱۹۰	تحصیل علوم	۱۸۲	علماء قول کی آراء	۱۷۴	کتاب منتخب حسامی
۱۹۱	نقص مقام	۱۸۳	حجت اللہ الباقہ کا اولیٰ مقام	۱۷۵	صاحب منار الانوار (۳۳)
۱۹۲	درس و تدریس و اشاعت علم	۱۸۴	ایک عجیب و غریب واقعہ	۱۷۶	فہرست حواشی و شروع
۱۹۳	دقات	۱۸۵	حجت اللہ الباقہ کے اردو تراجم	۱۷۷	کتاب المنار
۱۹۴	تصنیفات و تالیفات	۱۸۶	صاحب الاشباہ والنظائر (۳۲)	۱۷۸	فہرست مختصرات و منظومات
۱۹۵	سائبرہ	۱۸۷	ہام و نسب اور پیدائش	۱۷۹	کتاب المنار
۱۹۶	شرح مسابہ	۱۸۸	تحصیل علوم	۱۸۰	صاحب اصول شامی (۳۵)
۱۹۷	صاحب ماشر خیالی (۳۸)	۱۸۹	ایک صاحب علم کی نقش ظلی	۱۸۱	شرح حواشی اصول الشامی
۱۹۸	ہام و نسب	۱۹۰	اصحاب و خلاصہ	۱۸۲	صاحب توضیح و تنبیح (۳۶)
۱۹۹	درس و تدریس	۱۹۱	اخلاق و عادات	۱۸۳	حواشی و شروع توضیح و تنبیح
۲۰۰	زبد تقویٰ	۱۹۲	رحلت و دقات	۱۸۴	صاحب تلوح شرح توحیح (۳۷)
۲۰۱	دقات	۱۹۳	تصنیفات و تالیفات	۱۸۵	فہرست حواشی کتاب تلوح
۲۰۲	تصانیف	۱۹۴	الاشباہ والنظائر	۱۸۶	شرح توحیح
۲۰۳	حواشی خیالی	۱۹۵	شرح حواشی الاشباہ والنظائر	۱۸۷	فہرست تعلیقات بر تلوح
۲۰۴	صاحب مسابہ (۳۹)	۱۹۶	صاحب عقود و سلم الصحتی (۳۳)	۱۸۸	شرح توحیح
۲۰۵	ہام و نسب	۱۹۷	ہام و نسب	۱۸۹	صاحب مسلم الشیوہ (۳۸)
۲۰۶	درس و تدریس اور پیدائش	۱۹۸	تحصیل علوم	۱۹۰	حواشی و شروع مسلم الشیوہ
۲۰۷	تحصیل علوم	۱۹۹	علمی ذخیرہ	۱۹۱	صاحب نور الانوار (۳۹)
۲۰۸	درس و تدریس اور تمام	۲۰۰	اساتذہ کلاب و احترام	۱۹۲	ہام و نسب
۲۰۹	دقات	۲۰۱	دقات	۱۹۳	پیدائش و سکونت
۲۱۰	تصانیف	۲۰۲	علمی خدمات	۱۹۴	تحصیل علوم
۲۱۱	صاحب امور عامہ (۵۰)	۲۰۳	صاحب بیان اللہ (۳۴)	۱۹۵	قوت حافظہ و سادگی مزاج
۲۱۲	ہام و نسب	۲۰۴	صاحب عقائد تصفیہ (۳۵)	۱۹۶	شاہ عالمگیر صاحب کے سامنے
۲۱۳	تحصیل علوم	۲۰۵	ہام و نسب اور پیدائش	۱۹۷	زیارت حرمین شریفین
۲۱۴	ملازمت اور درس و تدریس	۲۰۶	تحصیل علم و افتادہ	۱۹۸	تصوف و سلوک
۲۱۵	دیباچہ لکھنؤ اور پریز گاری	۲۰۷	لطیفہ بیچہ	۱۹۹	ایک عجیب و غریب خواب
۲۱۶	کرامت بزرگی	۲۰۸	سنلی اشعار	۲۰۰	دنیا سے رحلت
۲۱۷	دقات حسرت آیات	۲۰۹	تصانیف	۲۰۱	علمی کارنامے
۲۱۸	تصانیف	۲۱۰	ظلال تنساب	۲۰۲	صاحب فرائض سراجیہ (۴۰)
۲۱۹	فہرست حواشی کتاب امور عامہ	۲۱۱	تقلید غلط ہے اور انتساب صحیح	۲۰۳	ہام و نسب
۲۲۰	صاحب سیدہ معلکہ (۵۱)	۲۱۲	دقات	۲۰۴	فہرست شروع کتاب سراجیہ
۲۲۱	ہام و نسب	۲۱۳	فہرست شروعات کتاب	۲۰۵	منظومات کتاب سراجیہ
۲۲۲	تعارف	۲۱۴	العلقائد المنفیہ	۲۰۶	صاحب جتہ اللہ الباقہ (۴۱)
۲۲۳	رولویہ لقب کے ساتھ	۲۱۵	صاحب شرح عقائد (۴۲)		
۲۲۴	مطبوع ہوئے کی وجہ	۲۱۶	فہرست حواشی شرح عقائد		
۲۲۵	ولید بن یزید کا خیر				
۲۲۶	قوت حافظہ اور آزمائش				

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۳۰	الہامیات الصالحات	۲۱۷	حقیقی اور علویت	۱۹۳	حداد رویہ اور من گھڑت اشعار
	طیہ	۴	دعوی نبوت	۴	حداد کی کہانی خود اس کی زبانی
۲۳۱	تصنیفات و تالیفات	۴	دعوی نبوت کے بعد	۱۹۶	سب سے پہلے
۴	مقامات نویسی، مقامات نویسی کا ابتداء	۲۱۸	حقیقی لقب کے ساتھ	۱۹۷	پہلا قصیدہ
۲۳۲	مقامات حریری	۴	موسوم ہونے کی وجہ	۱۹۹	دوسرا قصیدہ
۴	زمان تالیف	۲۱۹	لغیفہ	۲۰۱	تیسرا قصیدہ
۴	طرز مقامات	۴	اخلاق و عادات	۲۰۲	چوتھا قصیدہ
۴	بظاہر غلط یا ظن صحیح	۴	آزاد خیالات	۲۰۵	پانچواں قصیدہ
۴	وجہ تالیف	۴	مردم شناسی اور اہل	۲۰۶	چھٹا قصیدہ
۲۳۳	علامہ ابن جوزی کا بیان	۴	کمال کی قدر دانی	۲۰۷	ساتواں قصیدہ
۴	مؤرخ ابن خلکان کی رائے	۴	حقیقی اور شعری	۲۰۸	شرح و تعلقات سب سے
۴	واقعہ کا دوسرا رخ	۴	بعض صنائع کا تذکرہ	۴	(۵۲) صاحب دیوان حصار
۴	افتراء پر دازی	۲۲۰	وجہ لغیفہ	۴	نام و نسب
۲۳۴	مقامات حریری کی روایت	۲۲۱	حقیقی کے ضمن عمدہ ترین اشعار	۴	سنہ پیدائش
۴	مقامات حریری الوفاء کی نظر میں	۴	حقیقی کی شاعری کے محبوب	۴	طیہ اور سیرت
۲۳۵	حریری اور درس مقامات	۲۲۲	حقیقی کے بعض بدترین	۴	عام حالات زندگی
۴	مقامات اور اس کی خدمات	۴	لور محبوب اشعار	۲۰۹	ابو تمام کی شاعری
۴	فہرست شروع کتاب مقامات	۴	ابن علی اور حسن عقیدت	۴	اس کی شاعری
۲۳۶	(۵۵) صاحب جلیا نین	۲۲۳	مجموع حیات و تاریخ و وفات	۴	کی بابت صحیح نظریہ
۴	تعارف	۴	دیوان حقیقی	۲۱۰	ابو تمام اور اس کی شاعری کا وزن
۲۳۷	تحقیق شروع	۲۲۴	فہرست شروع دیوان حقیقی	۴	ابو تمام کی شاعری کا نمونہ
۴	وفات =	۲۲۵	(۵۳) صاحب مقامات حریری	۲۱۳	ایک قصیدہ پر پچاس ہزار کا انعام
۴	تصانیف	۲۲۶	نام و نسب	۴	اشعار کی مثال اولاد کی سی ہے
۴	(۵۶) صاحب مفید اللطائفین	۴	تحصیل علوم	۴	حاضر جوابی
۴	نام و نسب اور سکونت	۴	اولی مطالعہ	۲۱۳	زور فنی و حاضری و دماغی
۴	خانہ ان	۴	ثروت و مال داری اور اونچا مقام	۴	دریادنی
۲۳۸	تاریخ پیدائش	۴	علمی فضل و کمال	۴	ابو تمام اپنے فن کا کامل انسان تھا
۴	تحصیل علوم	۴	نثر نگاری	۲۱۳	وفات
۴	فضل و کمال اور علوم مقام	۴	شعر گوئی	۴	تالیف دیوان حصار
۴	تعارف: حسن بزبان حسین	۲۲۸	حریری کے حکیمانہ اشعار	۴	جمع و ترتیب حصار
۴	قیام بیس	۲۲۹	حریری کے علم و فضل کا اعتراف	۲۱۵	فہرست شروع و خواہی دیوان حصار
۲۳۹	من احیائنی	۴	فاکساری اور دباری	۴	(۵۳) صاحب دیوان حقیقی
۴	فکا نوحیانی	۴	لور اعتراف حق	۴	نام و نسب
۴	بریلی کالج سے تعلق	۴	عراقت طبع	۲۱۶	سنہ پیدائش
۴	قیام بریلوی اور انقلاب ۱۸۵۷ء	۴	زہد دور اور معاصی سے نفرت	۴	نشوونما اور تحصیل ادب
۲۴۰	بریلی کوداہیسی	۲۳۰	وفات	۴	عمر علمی و اختصار
۴	منہج صدیقی بریلی	۴		۴	قوت حافظہ
۴	احسن الاخبار بریلی	۴		۴	حالات شان اور استاد اشراء کا اعتراف

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۵۷	(۲۷) صاحب کافیه	۲۵۱	(۵۸) صاحب میزان الصرف	۲۴۰	حج بیت اللہ
۱	ہم و نسب	۱	پہلا قول	۱	مدرسہ مصباح التہذیب بریلی
۱	سنہ پیدائش	۱	دوسرا قول	۲۴۱	دور مخالفت
۱	تحصیل علم	۱	تیسرا قول	۱	ترک سکونت بریلی
۱	جلالت شان	۱	چوتھا قول	۱	قیام ہانویہ
۲۵۸	درس و تدریس	۲۵۲	پانچواں قول	۲۴۲	احسن المدارس ہانویہ
۱	شعر و شاعری	۱	چھٹا قول	۱	بیعت و خلافت
۱	وفات	۱	شروع و حواشی میزان الصرف	۱	ذکر و شغل لوریادہ لہی
۱	تصانیف	۲۵۳	۵۹ صاحب شعب	۱	ذوق شعر و شاعری
۱	کافیه	۱	۶۰ صاحب شافیه	۲۴۳	فن تاریخ گوئی
۲۵۹	کافیہ اور علم تصوف	۱	۶۱ صاحب صرف میر	۱	وصال پر ملال
۱	فہرست شروع و حواشی کافیه	۱	۶۲ صاحب بیخ	۱	حلیہ
۲۶۱	معربات کافیه	۱	۶۳ صاحب علم الصیف	۱	لباس و پوشاک
۱	مختصرات کافیه	۱	۶۴ و نسب لوریہ پیدائش	۱	اولاد و امجاد
۱	منظومات کافیه	۱	سکونت کاکوری	۱	تصانیف و تراجم
۱	(۶۸) صاحب ہدایہ الکو	۱	تحصیل علم	۲۴۵	مفید الخائسین
۱	تعارف	۲۵۴	ملازمت	۱	حواشی و تصحیح
۱	ابتدائی حالات	۱	اجلاس میں سنی	۲۴۶	صاحب فقیر العرب
۲۶۱	آغاز تعلیم	۱	قیام بریلی	۱	ہم و نسب اور آبائی وطن
۲۶۲	تعلیم صرف	۱	انقلاب ۱۸۵۷	۱	تحصیل علوم
۱	تعلیم خود وقت	۱	قیام انڈمان	۱	دارالعلوم دہلی ہند میں
۱	عطاء خرقہ خلافت	۱	قیام کانپور	۱	بیمار پھور میں درس و تدریس
۱	انہی سران اور خدمت دین	۲۵۵	سفر =	۱	افضل المدارس شاہجہانپور
۲۶۳	وفات	۱	تہذیب	۱	میں مدرسہ
۱	تصانیف	۱	تصانیف	۲۴۷	بہشت مدرسہ دارالعلوم
۱	شروع و حواشی ہدایہ الکو	۱	علم الصیف	۱	دیوبند میں
۱	(۲۹) صاحب نحو میر	۱	(۶۳) صاحب مران اللارواح	۱	ریاست حیدر آباد
۱	ہم و نسب	۱	(۶۵) صاحب فضول اکبری	۱	درسی خصوصیات
۱	سنہ پیدائش	۱	ہم و نسب	۱	وقت کی پابندی
۱	تحصیل علم	۲۵۶	حالات زندگی	۲۴۸	عادات و اخلاق
۱	علمی نگرار سے استفادہ پر وجد	۱	تصانیف	۱	استغناء و خودداری
۲۶۴	اساتذہ و شیوخ	۱	فہرست شروع فضول اکبری	۱	زہد و دور
۱	میر صاحب اور سفر قرمان	۱	(۶۶) صاحب دائرہ حال	۱	یاد کی مزاج
۱	علم باطن	۱	تعارف	۲۴۹	شعر و شاعری
۱	شاہ شجاع الدین تک رسائی	۱	تحصیل علوم	۲۵۰	وفات حسرت آیات
۱	لوریہ میں درس و تدریس	۲۵۷	وفات	۱	حلیہ مبارک
۱	جرجانی و تفتازانی	۱	تصانیف	۱	تعلیمات و تالیفات
۱	میر صاحب کے پوتے	۱	شروع و تعلیمات لہیہ حال	۱	فقیر العرب
۱	ہندوستان میں	۱			

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۸۳	(۷۹) صاحب صغریٰ و کبریٰ	۲۷۵	فضل و کمال میں ممتازانی	۲۶۵	یوم و وفات
۲۸۳	حواشی و شرح	۲۷۵	فائق ہے یا جرجانی	۲۶۵	علمی کارنامے
۲۸۳	(۸۰) صاحب شرح تہذیب	۲۷۵	ممتازانی و جرجانی کے باہمی مناظرے	۲۶۵	(۷۰) صاحب شرح تہذیب
۲۸۳	تعارف	۲۷۵	وفات	۲۶۵	شرح و حواشی شرح تہذیب
۲۸۳	فہرست حواشی تہذیب	۲۷۵	مسکب	۲۶۶	(۷۱) صاحب شرح جہاں
۲۸۳	(۸۱) صاحب سلم العلوم	۲۷۵	الہا قیات الصالحات	۲۶۶	نام و نسب
۲۸۳	نام و نسب لوریڈائنس	۲۷۵	علمی کارنامے	۲۶۶	پیدائش اور وطن عزیز
۲۸۳	تحصیل علوم	۲۷۵	فہرست حواشی کتاب مطول	۲۶۶	تحصیل علوم
۲۸۳	قاضی صاحب کا اخترا اقبال	۲۷۵	فہرست حواشی کتاب مختصر المعانی	۲۶۶	تصوف اور سلوک
۲۸۳	یرلوج بھول	۲۷۵	(۷۳) صاحب ایسا غوثی	۲۶۶	سفر حج =
۲۸۵	محبت اللہ کی علمی یادداشت	۲۷۵	تعارف	۲۶۶	طلبہ حال
۲۸۵	محبت اللہ و اماں اللہ میں مباحث	۲۷۵	تصانیف	۲۶۶	شعر و شاعری
۲۸۵	علمی کارنامے	۲۷۵	تحقیق ایسا غوثی	۲۶۶	مشہوری جہاں
۲۸۶	علمی کارناموں نے ملا کو	۲۷۵	وفات	۲۶۶	وفات
۲۸۶	محمود اقران ملایا	۲۷۵	فہرست حواشی و شرح	۲۶۸	تصانیف
۲۸۶	لطیفہ	۲۷۵	کتاب ایسا غوثی	۲۶۸	شرح جہاں
۲۸۶	وفات	۲۷۵	منظومات کتاب ایسا غوثی	۲۶۹	فہرست حواشی شرح جہاں
۲۸۶	شرح و حواشی سلم	۲۷۵	(۷۵) صاحب رسالہ شمس	۲۶۹	(۷۲) صاحب تخلص لطیف
۲۸۶	(۸۲) ملا احمد اللہ	۲۷۵	تعارف	۲۶۹	نام و نسب لوریڈائنس
۲۸۶	نام و نسب	۲۷۵	تصانیف	۲۶۹	عام حالات زندگی
۲۸۶	درس و تدریس	۲۷۵	وفات	۲۶۹	شعر و شاعری
۲۸۶	علمی مقام	۲۷۵	ایک اہم اشتباہ	۲۶۹	وفات =
۲۸۶	قدرو منزلت	۲۷۵	فہرست حواشی و شرح رسالہ شمس	۲۶۹	تصانیف
۲۸۶	دستاویز بدل برادرانہ کا مطلب	۲۷۵	(۷۶) صاحب قطبی	۲۶۹	تخلص لطیف
۲۸۶	ملا کا مذہب	۲۷۵	نام و نسب	۲۶۹	شرح و تخلص المصلحت
۲۸۶	وفات	۲۷۵	قطب الدین کے ساتھ	۲۶۹	ترویج الہیات
۲۸۶	تصانیف	۲۷۵	انتخابی کی وجہ تسمیہ	۲۶۹	مختصرات التخصیص
۲۸۶	فہرست حواشی کتاب حمد اللہ	۲۷۵	تحصیل علوم	۲۶۹	منظومات التخصیص
۲۸۶	(۸۳) قاضی مبارک	۲۷۵	علمی مقام	۲۶۹	(۷۳) صاحب مختصر المعانی
۲۸۶	نام و نسب	۲۷۵	درس و تدریس	۲۶۹	نام و نسب
۲۸۶	تحصیل علوم	۲۷۵	دنیا سے رحلت	۲۶۹	ابتدائی حالت
۲۸۶	مختصر مگر جامع تعارف	۲۷۵	تصنیفات	۲۶۹	تحصیل علوم
۲۸۶	وفات	۲۷۵	قطبی	۲۶۹	درس و تدریس
۲۸۶	تصانیف	۲۷۵	حواشی قطبی	۲۶۹	تصنیف و تالیف
۲۸۶	فہرست حواشی قاضی مبارک	۲۷۵	(۷۸) صاحب تہذیب اللہ	۲۶۹	قبولیت عامہ
۲۸۶	(۸۳) ملا حسن	۲۷۵	فہرست شرح و حواشی	۲۶۹	شعر و شاعری
۲۸۶	نام و نسب	۲۷۵	کتاب تہذیب اللہ	۲۶۹	ممتازانی کی شخصیت علماء کا نظر میں
۲۸۶	تحصیل علم	۲۷۵		۲۶۹	ممتازانی کی جلالت شان
۲۸۶		۲۷۵		۲۶۹	ممتازانی بارگاہ تیموریہ میں



صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۰۰	درس و تدریس	۲۹۴	فہرست حواشی و شروع	۲۸۹	قوت حافظہ
۴	ملاحظہ	۴	ہدایۃ الحکمت	۴	درس و تدریس
۴	ملازمت	۲۹۵	(۸۹) فاضل بیہدی	۴	سفر شاہانہ ماہ پور
۳۰۱	دہلیت ہجرت وغیرہ	۴	ہام و نسب	۴	ضابطہ خاں کے یہاں
۴	برہمچری	۴	تحقیق بیہدی	۴	یا ضابطہ قیام
۴	مگر فزاری و قید و بند	۴	مختصر تعارف	۲۹۰	شہر رامپوری کو دلہی
۴	کسی قدر سہولت	۴	فارسی شعر و شاعری	۴	وفات
۴	پر وہ ربانی اور موت کا پیغام	۴	تصانیف	۴	الہامیات الصالحات
۳۰۲	تصانیف	۴	وفات =	۴	تصانیف
۴	حدیہ سعیدیہ	۴	فہرست حواشی کتاب بیہدی	۴	ملا حسن
۴	حواشی ہدیہ سعیدیہ	۲۹۶	(۹۰) صاحب مدارا	۴	حواشی ملا حسن
۴	(۹۳) صاحب فاضل	۴	ہام و نسب	۴	(۸۵) صاحب مرقات
۴	ہام و نسب اور سکونت	۴	تحصیل علوم	۴	ہام و نسب
۴	تعارف	۴	شاهی تقریب	۴	پیدائش اور وطن عزیز
۴	وفات	۴	زیارت حرمین شریفین	۲۹۱	آباء و اجداد
۴	فہرست شروع کتاب فاضل	۴	عقیدہ اور مسلک	۴	واجد ماجد
۳۰۳	(۹۳) شارح چغینی	۴	وفات	۴	تحصیل علم
۴	ہام و نسب	۴	تصانیف	۴	درس و تدریس
۴	تحصیل علوم	۲۹۷	فہرست حواشی کتاب مدارا	۴	طلباء کے ساتھ حسن سلوک
۳۰۳	شاهی دربار تک رسائی	۴	(۹۱) صاحب شمس بازغہ	۴	شفقت کا ساتھ ادبی نمونہ
۴	درس و تدریس	۴	ہام و نسب	۴	علمی قابلیت
۴	خیر خواہی اور بہ رومی	۴	تحصیل علوم	۲۹۲	ایک خواب اور اس کی
۴	تاش زار اور شوق ریاضی	۴	علوم مقام	۴	غیب و غریب تجرید
۴	وفات	۴	پختگی علم	۴	وفات
۴	تصانیف	۴	فن نانکا بھید	۴	تصانیف
۴	فہرست حواشی شرح چغینی	۲۹۸	شاهی تقریب	۲۹۳	شروع حواشی مرقات
۳۰۵	(۹۵) صاحب تشریح الافلاک	۴	تحریک قیام مدخانہ	۴	(۸۶) صاحب شریفیہ
۴	ہام و نسب	۴	درس و تدریس	۴	(۸۷) صاحب رشیدیہ
۴	تحقیق نسب	۴	تحصیل طریقت	۴	ہام و نسب
۴	تاریخ پیدائش	۴	وفات	۴	سند پیدائش
۴	آباء و اجداد	۴	تصانیف	۴	تحصیل علوم
۴	عام حالات زندگی	۴	فہرست حواشی کتاب شمس بازغہ	۴	درس و تدریس
۴	درس و تدریس	۳۹۹	(۹۲) صاحب ہدایہ سعیدیہ	۴	وقار علم و خودداری
۳۰۶	وفات	۴	ہام و نسب اور پیدائش	۲۹۴	طریقت و سلوک
۴	تصانیف	۴	تحصیل علوم	۴	وفات
۴	حواشی تشریح الافلاک	۴	نظائرت و زبانت	۴	تصانیف
۳۰۶	(۹۶) صاحب قمریہ	۳۰۰	ذوق شعر و شاعری	۴	حواشی رشیدیہ
۴	تعارف	۴	حقانی سینہ اشعار کا خزینہ	۴	(۸۸) صاحب ہدایۃ الحکمت

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۲۲	تالیفات و تصنیفات اور تحقیقی و تنقیدی مقالات	۳۱۳	القاب و صفات	۳۰۷	تصانیف
۳۲۳	(۱۱۳) صاحب کفایۃ المخط	۳۱۴	ابن خلدون لقب کی وجہ	۳۰۸	وفات
۳۲۴	مصنفین کتب امتحان عالم	۳۱۵	بعض متورخین کی سنگین غلطی	۳۰۹	(۹۷) صاحب بست باب
۳۲۵	(۱۱۴) صاحب مفصل	۳۱۶	تاریخ پیدائش	۳۱۰	ہم و نسب
۳۲۶	ہم و نسب اور سند پیدائش	۳۱۷	عظمت خاندان	۳۱۱	وطن عزیز
۳۲۷	تحصیل علم	۳۱۸	تعلیم و تربیت	۳۱۲	تحصیل علوم
۳۲۸	ایک کنش ترین غلطی	۳۱۹	رحلت والدین	۳۱۳	اخلاق و عادات
۳۲۹	قوت حافظہ اور علمی مقام	۳۲۰	کوچ از وطن ہانوف	۳۱۴	بنامہ و مد خانہ و تعمیر کتب خانہ
۳۳۰	اعراج لقب کے ساتھ	۳۲۱	سیر و سیاحت	۳۱۵	لطیفہ عجیبہ
۳۳۱	لقب ہونے کی وجہ	۳۲۲	ازرواجی زندگی	۳۱۶	وفات =
۳۳۲	شعر و شاعری	۳۲۳	درس و تدریس	۳۱۷	الباقیات الباقیات
۳۳۳	قانون خداندی کا مشاہدہ	۳۲۴	تصنیف و تالیف	۳۱۸	تصنیفات و تالیفات
۳۳۴	حکایت علمی و علمی و ہم	۳۲۵	مقدمہ اور تاریخ پر نظر ثانی	۳۱۹	شروع و خواہی بست باب
۳۳۵	رحلت و وفات	۳۲۶	مقدمہ ابن خلدون	۳۲۰	(۹۸) صاحب خلاصۃ الحساب
۳۳۶	علمی کارنامے	۳۲۷	رحلت و وفات	۳۲۱	(۹۹) صاحب تحریر اقلیدس
۳۳۷	کشف	۳۲۸	مصنفین کتب امتحان مولوی	۳۲۲	(۱۰۰) صاحب القانون
۳۳۸	لطیفہ عجیبہ	۳۲۹	(۱۰۵) صاحب لسانی الادب	۳۲۳	ہم و نسب
۳۳۹	(۱۱۵) صاحب الجینی	۳۳۰	(۱۰۶) صاحب دروس البلاغۃ	۳۲۴	تحصیل علوم
۳۴۰	ہم و نسب	۳۳۱	ہم و نسب اور جائے پیدائش	۳۲۵	تحصیل طب
۳۴۱	سند پیدائش اور تحصیل علم	۳۳۲	تحصیل علم اور حالات زندگی	۳۲۶	درس و تدریس
۳۴۲	عام حالات زندگی	۳۳۳	اخلاق و عادات	۳۲۷	شوق مطالعہ
۳۴۳	اخلاق و عادات	۳۳۴	شہر نگاری اور شاعری	۳۲۸	ابن سینا اور خاک مریب
۳۴۴	علمی مقام اور قوت حافظہ	۳۳۵	حقی شاعری کا نمونہ	۳۲۹	شہری دربار تک رسائی
۳۴۵	ابن درید کی شاعری	۳۳۶	وفات	۳۳۰	تجدد و بندہ اور مصائب و محن
۳۴۶	تصانیف	۳۳۷	تالیفات	۳۳۱	وفات =
۳۴۷	وفات	۳۳۸	(۱۰۷) صاحب الکافی	۳۳۲	الہیفہ =
۳۴۸	(۱۱۶) صاحب دول العرب	۳۳۹	(۱۰۸) صاحب اصول حدیث	۳۳۳	مسک شیخ
۳۴۹	(۱۱۷) صاحب محیط الدائرہ	۳۴۰	(۱۰۹) صاحب زبدۃ الاموال	۳۳۴	کمال شیخ و کرامت دلی
۳۵۰	(۱۱۸) صاحب فقہ اللغہ	۳۴۱	(۱۱۰) صاحب الموعز	۳۳۵	تصانیف
۳۵۱	ہم و نسب اور سند پیدائش	۳۴۲	(۱۱۱) صاحب کامل الصناء	۳۳۶	القانون
۳۵۲	علمی مقام	۳۴۳	(۱۱۲) صاحب ازہار العرب	۳۳۷	(۱۰۱) صاحب قانونی
۳۵۳	شعر و شاعری	۳۴۴	ہم و نسب اور حالات زندگی	۳۳۸	(۱۰۲) صاحب شرح اسباب
۳۵۴	رحلت و وفات	۳۴۵	جلات شانہ علمی مقام	۳۳۹	(۱۰۳) صاحب کفایت
۳۵۵	تصنیفات	۳۴۶	اخلاق و عادات	۳۴۰	تعارف
۳۵۶	(۱۱۹) صاحب الوجہ	۳۴۷	تعلیمی خدمات	۳۴۱	تصانیف
۳۵۷	(۱۲۰) صاحب تاریخ الاسلام	۳۴۸	شعر و شاعری	۳۴۲	وفات
		۳۴۹	نمونہ شاعری	۳۴۳	(۱۰۴) صاحب مقدمہ ابن خلدون
		۳۵۰	وفات حسرت آیات	۳۴۴	ہم و نسب

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۳۷	سلاطین وقت کی قدروانی	۳۳۰	ایک عجیب قصہ	۳۳۲	(۱۲۱) صاحب جوہر نیرہ
۳۳۸	درس و تدریس	"	وفات	"	(۱۲۲) صاحب شریعہ الاسلام
"	مشہور ائمہ	"	تصانیف	۳۳۳	(۱۲۳) صاحب حکیم العین
"	شان درس	"	حواشی مفتاح العلوم	"	مصنفین کتاب امتحان فاضل
"	وعظ و تذکیر	"	(۱۲۹) صاحب نقد الشعر	"	(۱۲۴) صاحب الکامل
"	پر شکوہ مجلس و عظ	۳۳۱	(۱۳۰) صاحب الحاضرات	"	نام و نسب اور تحصیل علم
۳۳۹	کتاب خانہ خیریت	"	(۱۳۱) صاحب تاریخ نثر لاسلامی	"	علمی مقام
"	شرح مجمع الدین کبری سے ملاقات	۳۳۲	(۱۳۲) صاحب تاریخ آداب	۳۳۳	مہر و لقب کے ساتھ
"	رجوع الی اللہ	"	الفہم العربیہ	"	ملقب ہونے کی وجہ
"	شعر و شاعری	"	(۱۳۳) صاحب المقدمہ	"	مہر اور لقب
۳۵۰	رحلت و وفات	"	نام و نسب اور سنہ پیدائش	"	تصانیف
"	مدفن و مزار	"	تحصیل علم	"	وفات
۳۵۱	سبب وفات	"	درس و تدریس	"	(۱۲۵) صاحب البیان و التبین
"	تاریخی لطیف	"	زہد و ورع	"	نام و نسب اور تحصیل علم
"	حلیہ	"	تصانیف	"	شوق مطالعہ
"	اوصاف و عقائد	"	وفات و مدفن	"	عام حالات زندگی
"	آل و اولاد	۳۳۳	(۱۳۴) صاحب بدایہ النہج	۳۳۵	اخلاق و عادات
۳۵۲	تصنیف و تالیف	"	نام و نسب اور جائے پیدائش	"	مسک
"	علمی کارنامے	"	تحصیل علم	"	شعر و شاعری
۳۵۳	کتاب المحصل	"	علمی کمال	"	حلیہ
"	مآخذ تصنیفات	"	حالات زندگی	"	علمی مقام
"	خصوصیات تصنیف	"	شہرہ آفاق	۳۳۶	تصانیف
۳۵۵	(۱۳۹) صاحب الملل و النحل	۳۳۴	واقعہ قید و بند	"	البیان و التبین
"	(۱۳۰) صاحب کتاب المعیر	"	وفات	"	وفات
۳۵۶	(۱۴۱) صاحب شرح اشارات	"	فلسفہ ابن رشد	"	(۱۲۶) صاحب نوح البلاغہ
"	(۱۴۲) صاحب شرح مواقف	۳۳۵	تصانیف	"	نام و نسب اور پیدائش
"	(۱۴۳) صاحب شرح تجرید	"	بدایہ النہج	"	تحصیل علم و عام حالات زندگی
"	تعارف مع تحقیق قونجی	"	(۱۳۵) صاحب منہاج الامول	۳۳۶	اخلاق و عادات
"	صاحب اکسیر کی غلطی	"	(۱۳۶) صاحب السیرۃ	"	خودداری و غیوری
"	تحصیل علوم	۳۳۶	(۱۳۷) صاحب تاریخ	۳۳۷	شعر و شاعری
"	مجموع حیات	"	التشریح الاسلامی	"	شرعی شاعری کا نمونہ
۳۵۷	وفات	"	(۱۳۸) صاحب المحصل	۳۳۸	وفات
"	تصانیف	"	نام و نسب اور پیدائش	"	انجوبہ شریف
"	(۱۴۳) صاحب رسالہ قسریہ	"	دفع اشتہار	"	تصانیف
۳۵۸	(۱۴۵) صاحب ارب الکاتب	"	تحقیق رائے	۳۳۹	(۱۲۷) صاحب مفتی الملوک
"	(۱۴۶) صاحب الاتقان	۳۳۶	تحصیل علوم	"	(۱۲۸) صاحب مفتاح العلوم
"	(۱۴۷) صاحب مجمع البیان	۳۳۷	سیاحت و سفر	"	نام و نسب اور تحقیق نسبت
"	(۱۴۸) صاحب معالم الامول	"	حصول دولت و جاہ	۳۳۰	سنہ پیدائش و تحصیل علم

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۷۲	ہم و نسب اور پیدائش	۳۶۵	(۱۶۱) صاحب ملاحلال	۳۵۹	(۱۳۹) صاحب علل الشرائع
"	تحقیق و حیران	"	ہم و نسب اور پیدائش	"	(۱۵۰) صاحب مروج الذهب
"	اصحابی کا ماحول	"	تحصیل علوم	"	(۱۵۱) صاحب الدیوان
"	استفادہ علوم	"	درس و تدریس اور	"	(۱۵۲) صاحب شرح حکمہ بلا شریح
"	اصحابی دور حیات	"	اصحابی طالبانہ	"	ہم و نسب اور تحصیل علم
۳۷۳	حالات شان و علوم مقام	"	علمی مقام	۳۶۰	درس و تدریس
"	قوت حافظہ	۳۶۶	تصانیف	"	جامعیت
"	اخلاق و عادات اور کردار	"	وفات	"	زہد و عبادت
"	نہ ہب و مسلک	"	حواشی حاشیہ ملاحلال	"	تصنیفات
"	ابوالفرج بختیہ شاعر	۳۶۷	(۱۶۲) صاحب سچ شہاد	"	وفات
۳۷۴	وصفہ شاعری	"	(۱۶۳) صاحب تقریب الاشدہ	"	مصنفین کتب متفرقہ
"	مدح سمرانی	"	(۱۶۴) صاحب قلبی	"	(۱۵۳) صاحب دستور الہندی
"	واقعہ ججوگونی	"	(۱۶۵) صاحب انخوان انصاف	"	(۱۵۴) صاحب شذائع
۳۷۵	داخلی اور وجدانی شاعری	۳۶۸	(۱۶۶) صاحب مقالات بدیع	۳۶۱	(۱۵۵) صاحب الخواص
"	ابوالفرج بختیہ شاعر	"	ہم و نسب اور تحصیل علوم	"	(۱۵۶) صاحب الفیہ
"	حکایت نگاری	"	عام حالات زندگی	"	ہم و نسب اور تحقیق کی نسبت
"	تاریخ نویسی	"	اخلاق و عادات اور	"	تحصیل علوم
۳۷۶	حالات و زندگی تصویر کشی	"	خدا اور صالحیتیں	"	علمی مقام و حالات شان
"	تقدیر نگاری	"	پدیر گونی	۳۶۲	درس و تدریس
"	اسلوب نگارش	"	بدیع الزمان کی شاعری	"	تصنیفات و تالیفات
"	اصحابی کی وفات	۳۶۹	مقالات بدیع	"	رحلت و وفات
"	اصحابی کے ادبی کارنامے	"	بدیع الزمان کی دیگر تصانیف	"	فرست حواشی و شروع کتب الفیہ
۳۷۷	کتاب الاغانی	"	وفات	۳۶۳	(۱۵۷) صاحب شرح الفیہ
"	مدح تالیف	"	وفات کا عجیب	"	ہم و نسب اور پیدائش
"	کتاب الاغانی کی قدر و قیمت	"	دغریب واقعہ	"	تحصیل علوم
۳۷۸	اغانی کی اہم خصوصیات	"	(۱۶۷) صاحب دیوان (حسری)	"	درس و تدریس
"	اغانی کا سلسلہ استاد	"	ہم و نسب اور پیدائش	۳۶۴	علمی مقام و عمدہ قضا
"	اغانی کے انتخابات	۳۷۰	حالات زندگی	"	وفات
"	(۱۶۹) صاحب جبرقا شہد العرب	"	حسری کا ادبی مقام	"	تصانیف
"	(۱۷۰) صاحب تعلیم المعلم	"	بڑے بڑے شعراء کا حسن اعتراف	"	شروع و تعلیقات شرح ابن عقیل
"	تعارف	"	اخلاق و عادات	"	(۱۵۸) صاحب شرح شذوذ الذهب
۳۷۹	شعر و اشعار	"	اہل کمال کی فضیلت کا اعتراف	"	(۱۵۹) صاحب تہ انعموس
۳۸۲	تصانیف	۳۷۱	حسری شاعری	"	(۱۶۰) صاحب تہ المنطق
۳۷۹	شروع و حواشی کتاب	"	حسری شاعری کا نمونہ	"	ہم و نسب اور پیدائش
"	تعلیم المعلم	"	حسری کے معاشی حالات	"	تحصیل علم
"	(۱۷۱) صاحب بیہ الصلے	۳۷۲	حسری کی وفات	۳۶۵	درس و تدریس
"	(۱۷۲) صاحب بلوغ المرام	"	تصانیف	"	وفات
"	(۱۷۳) صاحب ریاض الصالحین	"	(۱۶۸) صاحب الاغانی	"	تصانیف

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۸۷	(۱۸۲) صاحب شریعت کا	۳۸۳	پہونسا اور پیدائش	۳۷۹	پہونسا اور پیدائش
۳۸۸	(۱۸۳) صاحب سابق الحق	۳۸۳	تحصیل علوم	۳۸۰	تحصیل علوم
"	پہونسا اور پیدائش	"	قد و بند اور ابتداء مصاب	"	حالات زندگی
"	تحصیل علم	"	نصیب دینی قسمت	"	افضل انبیا و کلمہ حق
"	دوسرے واقعات	"	کی پوری	"	مدد سعادت اپنی
"	وفات	۳۸۵	طیہ اور اخلاق و عادات	"	آسانیاں
۳۸۹	(۱۸۴) صاحب اصول بزودی	"	اسلوب نگارش	۳۸۱	وفات
"	پہونسا	"	افسانہ مجری	"	(۳۱) صاحب نور الابد
"	امام حیات زندگی	"	دینی خانی لبر کو سی	"	پہونسا اور تحقیق نبوت
"	آسانیاں	"	وفات	"	تحصیل علوم
"	وفات	۳۸۶	آسانیاں تراجم	"	آسانیاں
۳۹۰	پہونسا و غلطی	"	(۱۸۵) صاحب شریعت	"	وفات
"		"	پہونسا اور پیدائش	۳۸۲	(۱۸۵) صاحب درختہ
"		"	تحصیل علوم و عادات زندگی	"	(۱۸۶) صاحب مشارق الانوار
"		"	قوت حافظہ	"	پہونسا اور تحقیق نبوت
"		"	آسانیاں	"	حالات زندگی
"		"	وفات	"	علم مقام
"		"	(۱۸۹) صاحب رسالہ حمید	"	وفات
"		۳۸۷	(۱۹۰) صاحب شریعت مقامہ طرابلس	۳۸۳	تفسیر تہذیبیاتیات
"		"	(۱۹۱) صاحب تدریب اولی	"	(۱۸۷) صاحب نجات الابرار

شعر: اے نام تو بہترین سر آغاز  
بے نام تو نامہ چوں گم باز

## دیباچہ

زواہر نطقی بلوح انوار العطاہ من مطالع الکتب والصحائف، و بواہر کلام یفوح ازہار اعطاہ علی صفحات العلوم والمعارف، حمد اللہ الذی نور انوار الکمال فی حدائق الازہان و ازہر فی ریاض الخیالات ازہار العرفان، بالصلوۃ والسلام علی من ہوا افضل الوسائل للفرز الی الدرجات، والایمان بہ اجل الذخائر والمعادات، اللہم فصل وسلم وبارک علی نیک محمد سید الرسل ولابرار، وعلی آلہ الاطہار وصحبہ الاخیار ماطلع شمس المعانی من وراء حجاب السطور والمدفاتر، وشرقت انوار المزایا من اشعت شحات الادلامو المحابر۔

اما بعد انداز بیان گرچہ بہت شوخ نہیں ہے شاید کہ از جائے ترے دل میں میری بات (اقبال)  
آج کل مسلمانوں کی علمی دنیا میں جو افسردگی اور تحصیل علم کے سلسلہ میں عزائم و ہم میں جو پڑمردگی چھائی ہوئی ہے اس کو دیکھتے ہوئے مشکل سے باور آسکتا ہے کہ کبھی ہم میں بھی ایسے لوگ تھے جو علم کی دھن میں برا عظیم اور سمندر کا طے کرنا، ایک ایک کتاب کی خاطر صد ہائیں پیادہ چلنا، صرف نیات کے حالات تحقیق کرنے کیلئے ملکوں ملکوں پھرنا، مطالعہ کے شغف میں پوری پوری رات کھڑے ہو کر گزار دینا، پختگی، علم کی خاطر مختلف مشائخ اور اساتذہ کی خدمت میں زانوئے لوب طے کرنا ایک بات سمجھتے تھے۔

اگر ان کے دلوں میں یہ جوش اور دماغوں میں یہ ولولہ نہ ہوتا تو ہم کو ابن بیطار اور جر جانی و تفتازانی نصیب نہ ہوتے اور نہ ابو حاتم رازی و حافظ ابن طاہر کے کارنامے ہمارے قومی خیالوں میں فخر پیدا کرتے۔

اگر آج ہمارے دلوں میں اس کا ایک شمرہ بھی ہو تا تو ہم علم و فن میں ہر قوم و ملت کے مقابلے میں پست نہ ہوتے۔

اپنا کیا حال ہے اسلاف کی حالت کیا تھی اپنی توقیر ہے کیا ان کی وجاہت کیا تھی

حقیقت یہ ہے کہ جب ہمارے ارادے پست، ہماری ہمتیں قاصر ہیں تو ہمارے اسلاف کے کارناموں پر اترا  
ان بزرگوں کے روشن نام کو دھبہ لگانا ہے اور اپنے آپ کو حقیر کرنا ہے

تو کے بدولت ایشیا رسی کہ نہ توانی جزیں دور کعت و آنیم بصد پریشانی

فضل و ہنر بڑوں کے گرم میں ہوں تو جانم گر یہ نمی تو باہوہ سب کمائیاں ہیں (حالی)

جس ملت کے پیشوا کا یہ مقولہ ہوا طلبوا العلم ولو بالصین اس ملت کے افراد کو سفر کا نام سن کر لرزہ چڑھے  
ع هذا بالعصری فی القیاس بلیع۔ اور جس قوم کے بچے بچے کے کان اس حکیمانہ مقولہ سے آشنا ہوں۔

تا بدکان خانہ در گردی ہر گز اے خام آدی نہ شوی

وہ گھر سے باہر قدم نہ نکالے ان هذا لشی عجاب

ترسم کزیں چمن نہ بری آستین گل کز گلشن حمل خدایے نمی کنی

ایک وہ گروہ قدسی تھا جس نے سیاحت کرتے کرتے خود لفظ میں تقدس پیدا کر دیا اور ایک ہم ہیں کہ گھر میں گھسے گھسے

سارے عالم کے یہ ذہن نشین کر دیا کہ مسلمان اور ستر سن دو توں لغتوں میں کوئی مناسبت ہی نہیں

عبد میں تفاوت دہا ز لباس است تا بہ کجا۔ اند کے با تو گویم از بسیار۔

صحیح بخاری کے مصنف امام بخاری نے چودہ برس کے سن میں سیاحت شروع کر دی، ان کی والدہ اور خواہر سفر میں

نگراں تھیں بخار اسے لے کر مصر تک سارے ممالک اس امام عالی مقام کے سفر میں ہیں، دور اسلام کا مشہور سیاح ابن حوقل بغداد سے سیاحت کیلئے اٹھتا ہے اور بلاد اسلامیہ، بلاد بربر، اندلس، عراق اور فارس کو طے کرتا ہوا اپنی عمر کے اٹھائیس سال صرف کر دیتا ہے یہی وہ ابن حوقل ہے جس کو آج پوری دنیا صاحب المسالک و الممالک و المغادر و الممالک سے یاد کرتی ہے۔

در حقیقت ہیں زمانہ میں وہی خوش تقدیر نام مرنے پہ بھی منتا نہیں جن کا زہار (عشرت)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی سن ۳۶۰ھ صاحب معجم ملاء طلب حدیث میں تینتیس ۳۳ سال گھومتے رہے اور ایک ہزار مشائخ سے علم حاصل کرنے کے باوجود علمی تشنگی دور نہ ہوئی۔

امام ابو حاتم رازی نے اپنی سرگذشت خود بیان کی ہے کہ میں نے تین ہزار فرسخ سے زیادہ مسافت پیادہ پاٹے کی تھی۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے لہذا ان کی پیادہ روی نو ہزار میل سے زیادہ ہوئی یہ ان کی سیاحت کی انتہاء تھیں بلکہ شمار کی حد ہے کیونکہ امام ممدوح فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے میلوں کا شمار چھوڑ دیا۔

ل ہی جائے گی کبھی منزل لیے اقبال کوئی دن اور ابھی باد یہ پائی کر

ابن المقری بیان فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک نسخہ ابن فضاہ کے خاطر ستر منزل کا سفر کیا تھا۔ اس نسخہ کی ظاہری حیثیت یہ ہے کہ اگر کسی نان بانی کو دیا جائے تو وہ ایک روٹی بھی اس کے عوض میں دینا گوارا نہ کرے گا۔ ایک منزل معمولی طور پر بارہ میل کی قرار دی گئی ہے بس اگلے علماء آٹھ سو چالیس میل ایک ایک کتاب کی خاطر طے کر ڈالتے تھے۔

بے محنت پیہم کوئی جو ہر نہیں کھلتا روشن شرر تیشہ سے ہے خانہ فرہاد (اقبال)

حافظ ابن طاہر مقدسی نے جتنے سفر طلب حدیث میں کئے ان میں کبھی انہوں نے سواری کا سہارا نہیں لیا سواری اور بار برداری دونوں کا کام وہ اپنے نفس ہی سے لیتے تھے سفر پیادہ کرتے اور کتابوں کا پشتا پشت پر ہوتا، مشقت پیادہ روی کبھی یہ رنگ لاتی تھی کہ پیشاب میں خون آنے لگتا تھا۔

ضعف ہو لاکھ گردشت نوری نہ چھنے حشر تک چاہیے مجنوں کی طرح نام چلے (راشد)

اس جھاکشی سے جو سیاحت حافظ ممدوح نے کی اس میں حسب ذیل مقامات مجملہ اور مقاموں کے تھے بغداد مکہ طرمہ، جزیرہ، تونس، دمشق، حلب، جزیرہ اصفہان، نیشاپور، ہرات، رجبہ، لوقان، مدینہ طیبہ، نہادند ہمدان، واسط، ساوا، اسد آباد، اسفرائن، آمل، اہواز، بسطام، خسرو جرد، جرجان، آمد، استر آباد، بولنجر، دیور، سرخس، شیراز، قزوین، کوفہ۔

حافظ ابو عبد اللہ اصفہانی ایک مرتبہ اپنے مقامات رحلت کی تفصیل بیان کرنے لگے کہ میں حدیث حاصل کرنے گیا ہوں طوس، ہرات، بلخ، بخارا، سمرقند، کرمان، نیشاپور، جرجان غرض اسی طرح ایک سو بیس مقامات کے نام لے ڈالے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر ان کے نام مسلسل لئے جائیں تو سننے والے گھبر جائیں گے۔ آفریں اس باہمت جو اس مرد پر جو اتنے مقاموں کا سفر کرتے کرتے نہیں گھبرایا۔

مکن زغصہ شکایت کہ در طریق طلب براحتی نہ رسید آنکہ زحمتی نہ کشید

امام لوب سیبویہ ابتداء طالب علمی میں فقہ اور حدیث پڑھا کرتے تھے نحو سے اس وقت تک ان کو چند ہی مناسبت نہ تھی۔ اس زمانہ میں وہ حملہ ابن سلمہ کے مسئلے بھی تھے ایک روز کسی حدیث کی روایت میں حملہ نے الفاظ "کیس ابا اللرداء" لہاں کئے سیبویہ نے ان کو ادا کرتے وقت "کیس ابو اللرداء" سامعین کو سنایا شیخ نے کہا غلط لفظ مت بتاؤ۔ "کیس ابا اللرداء" کہو۔ اس گرفت سے سیبویہ کو نہایت انفعال ہو اور انہوں نے دل میں کہا کہ میں وہ علم کیوں نہ سیکھوں جو ایسی غلطیوں سے محفوظ رکھے چنانچہ انہوں نے علم نحو سیکھنا شروع کیا اور اس جدوجہد سے سیکھا کہ سینکڑوں برس سے طلبہ ان کا نام لے کر نحو ہی دور ہے ہیں۔

اشد ہمزبان حق چوزبان کلیم سوخت

ہر محنت۔ مقدمہ راجت بود

سبط ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا (شیخ ابن جوزی) کو ایک بار سر منبر یہ کہتے سنا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ جس شیخ وقت نے ڈھائی سو کتابیں تصنیف کر ڈالی ہوں اس کا دو ہزار جلدیں لکھ لینا ناممکن نہیں۔ جن قلموں سے شیخ ابن جوزی نے حدیث شریف کی کتابیں لکھی تھیں ان کا تراشہ جمع کرتے گئے تھے جب وہ وفات پانے لگے تو وصیت کی کہ میرے غسل کا پانی اسی تراشہ سے گرم کیا جائے چنانچہ جس پانی سے ان کو غسل دیا گیا اس کے نیچے وہی پاک ایندھن جلا یا گیا تھا۔

عاجل حالت پر بسر کی زندگی تو نے تو کیا کچھ تو کرایا کہ عالم بھر میں افسانہ رہے۔ (جگر)

امام ادب ثعلب نقل ہیں کہ پچاس برس سے برابر میں ابراہیم حربی کو اپنی ہر مجلس لغت و ادب میں موجود پاتا ہوں امام رازی کو تاسف ہوتا تھا کہ کھانے کا وقت کیوں علمی مشاغل سے خالی جاتا ہے چنانچہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ واللہ انی اناسف فی الفوات عن الاشتغال بالعلم فی وقت الاکل فان الوقت و الزمان عزیز۔ بخدا مجھ کو کھانے کے وقت علمی مشاغل کے چھوٹ جانے پر افسوس ہوتا ہے کیونکہ فرصت وقت عزیز ہے۔

در بزم وصال تو بہنگام تاشہ نظارہ زجنید، مژگاں گد دارد

امام رازی اگر اوقات کو عزیز نہ سمجھتے تو نہ ان پر علوم کے راز کھلتے اور نہ کوئی ان کو امام کہتا۔

خاک درد سسٹس بود چوں باد ہنگام اجل ہر کہ اوقات گرامی صرف آب و گل کند

نقصان کا عوض ہو زمانے میں کس طرح جودن گذر گیا۔ کبھی عمر بھر ملا (منیر)

امام ادب ابو العباس ثعلب کی عمر اکانوے برس کی ہو چکی تھی کہ ایک دن جمعہ کے بعد مسجد سے دکان کو جانے لگے راستے میں کتاب دیکھتے جاتے تھے کتاب میں محویت اور نقل ساعت پھر اس پر آواز دیا سنتے ایک گھوڑے کا دھکا لگا اور اس کے صدمہ سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے، لوگ غشی کی حالت میں اٹھا کر مکان پر لائے ضعف پیری اتنے بڑے صدمہ کو کب برداشت کر سکتا تھا اسی حالت میں رحلت ہو گئی۔

نتیجہ زندگانی کا ہے کچھ دنیا میں کر جانا خیال موت بے جا ہے وہ جب آئے تو مر جانا (جگر لکھنوی)

جیتے ہو تو کچھ کیجئے زندوں کی طرح مردوں کی طرح جنے تو کیا خاک جنے۔ (حالی)

انتہائی پیری پر بھی ان کا شوق طلب اتا قوی تھا کہ رہ نور دی میں جو وقت گذر تا اس کا جاتا رہنا بھی گوارا نہ ہوا۔

چہ حالت سنت ندانم جمال سلمی را کہ پیش دیدنش افزوں کند تمنارا

سچ یہ ہے کہ اگر یہ تعلیمی تشنگی نہ ہوتی تو ابو العباس ادب میں امامت کے درجہ کو نہ پہنچتے۔

قدیم زمانہ میں درس کا یہ قاعدہ تھا کہ استلو مطالب علیہ پر جو تقریر کرتا تھا شاگرد اس کو قلم بند کرتے جاتے تھے اور نہایت احتیاط سے محفوظ رکھتے تھے ان یادداشتوں کو تعلیقات کہتے تھے۔ امام غزالی نے بھی تعلیقات کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا چند روز کے بعد وطن کو واپس آئے اتفاق سے رلو میں ڈاکہ پڑا اور آپ کے پاس جو کچھ سامان تھا سب لٹ گیا اس میں وہ تعلیقات بھی تھیں جو ان کو امام ابو نصر اسمعیلی نے لکھوائی تھیں۔ امام غزالی کو اس کے لٹنے کا نہایت صدمہ تھا چنانچہ ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور کہا میں اپنے اسباب میں سے صرف اس مجموعہ کو مانگتا ہوں کیونکہ میں نے انہیں کے سننے اور یاد کرنے کیلئے یہ سفر کیا تھا۔ وہ ہنس پڑا اور کہا کہ۔ ”تم نے خاک سیکھا جب کہ تمہاری یہ حالت ہے کہ ایک کاغذ نہ رہا تو تم کو رے رو گئے۔“ یہ کہہ کر اس نے وہ کاغذ واپس دے دئے۔ امام صاحب پر اس کے طعنہ آمیز فقرے نے ہاتھ نہیں کی آواز کا اثر کیا۔ چنانچہ وطن پہنچ کر وہ یادداشتیں زبانی یاد کرنی شروع کیں یہاں تک کہ پورے تین برس صرف کر دئے اور ان مسائل کے حافظ بن گئے۔

ع دست از طلب بندارم تا کام سن بر آید



قصہ مختصر اس قسم کے سینکڑوں نہیں ہزاروں واقعات سلف۔ تاریخی صفحات پر ثبت ہیں جن سے ان حضرات کی سیر، سیاحت، پیادہ روی و صحرا نوردی، تحصیل علم کی خاطر عرق ریزی و جفا کشی، شق طلب و فضل کتب بینی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ یہی وہ چیز تھی جس کے نتیجے میں یہ حضرات ہر علم و فن میں اپنے وقت کے شیخ و امام بنے اور اقلیم شہرت و عظمت کے تاج دار بن کر نمودار ہوئے۔

روئے زمیں یہ طلعت ایساں منور است      چوں آسماں بزم خورشید و مشتری  
اگر آج ہمارے دلوں میں اس کا ایک شہہ بھی ہوتا تو ہم بدنام کندہ کونامے چند۔ کا مصداق نہ ہوتے۔  
ہر چہ ہست از قامت نام سازو بے اندام باست      ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کو تاہ نیست  
عام ہیں اس کے تو اظاف شہیدی سب پر      تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا  
طالب لعل و گمر نیست و گرنہ خورشید      بچناں در عمل معدن و کان است کہ بود

علم تاریخ (جس کا ایک شعبہ تراجم الکبار و اخبار لاخیر بھی ہے۔ ہم کو اسلاف کے حالات و واقعات، مناقب و اوصاف، اقبال و افتادات، آثار و فیوض، امن کی نہایت و جلالت شان، مولید و وفیات اور ان کے اعصار و ازمان سے واقف کر کے دل و دماغ میں ایک پر جوش حرکت پیدا کرتا، حوصلہ کو جنگ ہمت کو بلند کرتا، نیکیوں کی ترغیب دیتا اور برائیوں سے روکتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے بصیرت و ادائیگی میں افزونی، خرم و احتیاط میں فراوانی، دل سے رنج و غم دور ہو کر مسرت و شادمانی اور دل و دماغ میں ہر وقت تازگی میسر ہوتی ہے۔ نیز تاریخی مطالعہ سے صبر و استقلال کی صفت میں اضافہ ہوتا ہے اور احقاق حق و ابطال باطل کی قوت ترقی پذیر ہوتی ہے۔ حاصل یہ کہ علم تاریخ اور اسلاف کے حالات و سوانح حیات انسان کیلئے عبرت و موعظت آموزی اور سیرت سازی کا بہترین ذریعہ ہے۔

ہمارے مدارس عربیہ میں جہاں مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں عموماً مصنف کی سوانح حیات صحیح معنی میں بیان نہیں ہوتی جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں اس موضوع پر نہ عربی میں کوئی تصنیف ہے نہ فارسی وارو میں کوئی تالیف جس میں مصنفین درس نظامی کے حالات کو یک جا جمع کیا گیا ہو۔

اس لئے عرصہ سے اس ضرورت کو محسوس کیا جا رہا تھا کہ ایک ایسی کتاب ہونی چاہیے جس میں مصنفین درس نظامی کا صحیح اور تفصیلی تعارف ہو۔ اس سلسلہ میں میرے چند محترم بزرگوں اور دوستوں نے مجھ سے بارہا اصرار کیا کہ یہ کام تو ہی کر لیا جائے کبھی کبھی خود میرے دل میں بھی یہ بات آتی تھی مگر مجھ جیسا بے بضاعت انسان جس کو اپنی تہی دامنہ کا ہر آن احسان ہی نہیں اعتراف بھی ہے۔

نہ شگوفہ ام نہ بر گم نہ نمر نہ سایہ دارم      ہمہ حیرتم کہ دہقان بچہ کار کشت مارا

اس اہم اور اچھے ہوئے موضوع پر خامہ فرسائی کے لئے کسی طرح بھی موزوں نہ تھا اس لئے میں ہمیشہ نال منول کرتا رہا اور آج سے کل، کل سے برسوں اور برسوں سے برسوں گزر گئے مگر احباب کا اصرار حد سے بڑھتا چلا گیا اس لئے چار، چار میں نے خدا کا نام لے کر اس اہم کام کو شروع کیا اور چار ماہ کے عرصہ میں اس کی تکمیل سے فراغت پائی۔ دینا

تقبل منا انک انت السميع العليم

لقد غر سوا حتی اکلنا وانا      لغرمس حتی تاکل الناس بعلنا

والعبدالرحمن محمد حنیف گنگوہی ۱۰ رجب المرجب سن ۱۳۸۹ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## القرآن الکریم

قرآن کریم خدائے لم یزل و لایزال و ایزد متعال کا وہ انزل الہی مقدس کلام معجز نظام ہے جو بذریعہ وحی افضل کائنات نازل ہو کر موجودات سید المرسلین رحمۃ اللعالمین محمد رسول اللہ ﷺ پر حسب ضرورت تیس ۲۳ سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا نازل ہو کر ہم تک ناقابل شک تو اتر کے ساتھ اس طرح پہنچا ہے کہ اس میں ایک لفظ کیا ایک نقطہ کا بھی تغیر و تبدل نہیں۔

نزول قرآن ..... اس کے نزول کی ابتداء لیلۃ القدر میں ہوئی۔ قال اللہ تعالیٰ انا انزلناه فی لیلۃ القدر جس وقت تاجدار مدینہ سرکار دو عالم ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو بروز دو شنبہ سب سے پہلی آیت اقراء باسم ربک نازل ہوئی اس وقت آپ غار حراء میں تشریف فرما تھے (جیسا کہ شیخین و دیگر محدثین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے) اس کے بعد حسب موقعہ آیتیں اور سورتیں نازل ہوتی رہیں جن میں مکہ، مدنی، سنری، حضری، لیلی، تماری، مرضی، سلوی مختلف حصے ہیں نزول کے لحاظ سے آیات دوسر کی قسمیں۔ ..... جو حصہ ہجرت سے پیشتر نازل ہوا اس کو مکہ کی کہتے ہیں اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوا اس کو مدنی کہتے ہیں۔ آیات دوسر کے مدنی وہ کی ہونے کے بارے میں مشہور قول یہی ہے۔ دو اصطلاحیں اور بھی ہیں۔ اول یہ کہ جس کا نزول مکہ میں ہوا ہے وہ مکہ کی ہے گو ہجرت کے بعد ہوا ہو اور جس کا نزول مدینہ میں ہوا ہے وہ مدنی ہے۔ دوم یہ کہ جس حصہ میں اہل مکہ سے خطاب ہے وہ مکہ کی ہے اور جس کا روئے سخن اہل مدینہ کی طرف ہے وہ مدنی ہے۔

حفظ قرآن و کتابت فرقان ..... اہل عرب کا حافظہ نہایت ہی قوی تھا وہ اپنے تمام شجرہائے نسب، اہم تاریخی واقعات، جنگی کارنامے، بڑے بڑے خطبے، لمبے لمبے قصیدے اور نظمیں سب زبانی یاد رکھتے تھے۔ جب قرآن پاک نازل ہوا تو عرب کی عام عادت کے مطابق خود آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے اس کو بزبان یاد رکھا اور ہمیشہ کیلئے یہ سلسلہ جاری فرمایا اسی لئے لڑنا ہے بل ہو آیات بینت فی صدور النین او تو العلم ساتھ ہی ساتھ اس کی کتابت کا بھی اہتمام فرمایا کہ جس وقت کوئی آیت نازل ہوئی اسی وقت آپ لوگوں کو یاد کراتے، بلحاظ ترتیب اس کا مقام بتاتے اور کسی کاتب کو بلا کر لکھوا لیتے تھے

جمع و ترتیب ..... مکہ چونکہ آپ کو اس کے بعض احکام باطلات کو صیح کرنے والے حکم کے نزول کا انتظار باقی تھا اس لئے عمد نبوی میں پورا قرآن ایک ہی جگہ سورتوں کی ترتیب کے ساتھ جمع نہ تھا بلکہ مختلف ٹکڑوں میں مرتب اور حفاظ کے سینوں میں محفوظ تھا جس کی تصریح حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں موجود ہے جب آپ ﷺ کی وفات کے باعث سلسلہ وحی اور نزول قرآن ختم ہو گیا تو خلفاء راشدین نے اس عظیم الشان کام کو انجام دیا صحیح بخاری میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جنگ یمامہ میں صحابہ کی ایک بڑی جماعت شہید ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور کہا معرکہ یمامہ میں ہمت سے قادیان قرآن کریم مقتول ہو گئے اور مجھے اندیشہ ہے اگر آئندہ معرکوں میں بھی وہ اسی طرح مقتول ہوتے گئے تو قرآن کا ہمت سا حصہ ہاتھوں سے جاتا رہے گا میری رائے یہ ہے کہ آپ جمع قرآن کا حکم دیں۔

حضرت ابو بکر صدیق نے جواب دیا۔ جس کام کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا میں اسے کس طرح کروں۔ حضرت عمر نے کہا واللہ یہ بات بہتر ہے۔ آپ بدبار کہتے رہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیق کو اس سلسلہ میں شرح صدر ہو گیا آپ نے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم سبھی دلوں جو ان ہو کاتب وحی بھی ہو تم قرآن کی تفتیش و تحقیق کر کے جمع کرو۔ آپ نے بھی لولا وہی عذر کیا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا مگر بعد میں آپ کو بھی ان حضرات کی رائے سے اتفاق ہو گیا چنانچہ آپ نے اس کی جستجو شروع کی اور کجور کی شاخوں، سفید پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کر دیا اور سورہ توبہ کی آخری آیتیں لکھ جہاں کم رسول لآیات صرف حضرت ابو خزیمہ

انصاری کے پاس پائیں۔ یہ منقول صحیفے ابو بکر صدیق کے پاس رہے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی محافظت کی اور حضرت عمر کے انتقال کے بعد وہ صحائف مجتہد حضرت حصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ رہے۔ جمع و ترتیب میں غایت احتیاط..... روایت میں اس کی بھی تصریح ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی شخص سے قرآن کا کوئی حصہ اس وقت تک تسلیم نہیں کرتے تھے جب تک کہ وہ اپنے دو گواہ لے آئے۔" پس حضرت زید بن ثابت کا خود حافظ قرآن ہونے کے باوجود و شہادتیں بہم پہنچا کر مصحف میں تحریر کرنا حد درجہ احتیاط تھی۔

جمع قرآن بدور عثمان رضی اللہ عنہ..... امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آرمینہ اور آذر بائیجان کی فتح کے موقع پر شامی اور عراقی دونوں ساتھ مل کر معرکہ آرائی میں شریک تھے وہاں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان دونوں ممالک کے مسلمانوں کا قرأت میں اختلاف دیکھ کر سخت پریشان ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آکر عرض کیا آپ امت مسلمہ کے یہود و نصاریٰ کی طرح باہم مختلف ہونے سے پہلے ہی اس کی خبر لے لیجئے۔ یہ سن کر آپ نے حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھلا بھیجا کہ جو صحیفے آپ کے پاس امانت رکھے ہیں انہیں بھیج دیجئے تاکہ میں ان کو مصحفوں میں نقل کرانے کے بعد پھر آپ کے پاس واپس ارسال کر دوں۔ حضرت حصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحائف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھجوادئے اور آپ نے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ عبد اللہ زبیر رضی اللہ عنہ سعد بن العاص رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمن بن الحارث رضی اللہ عنہ بن ہشام کو ان کے نقل کرنے پر مامور کیا اور کہا کہ جہاں کہیں قرآن کے تلفظ میں تمہارے اور زید بن ثابت کے درمیان اختلاف ہو وہاں اس لفظ کو خاص قریش ہی کی زبان میں لکھنا کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ قریشوں کی اس جماعت نے مل کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کی اور جب وہ ان صحیفوں کو مصاحف میں نقل کر چکے تو حضرت عثمان نے وہ صحائف بدستور حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس بھیج دئے اور اپنے لکھوائے ہوئے مصحفوں میں سے ایک ایک مصحف ممالک اسلامیہ کے ہر گوشہ میں ارسال کر دیا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ سن ۲۵ھ کا ہے۔ ہمارے دور کے بعض علماء نے یہ بات غالباً "سوا" کہی ہے کہ یہ واقعہ تقریباً سن ۳۰ھ کا ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

سور قرآنی کی تعداد..... جن لوگوں کا اجماع قابل تسلیم اور معتبر ہے ان کے نزدیک قرآن کی جملہ سورتیں ایک سو چودہ ۱۱۴ ہیں اور ایک قول میں "الانفال" اور "براءة" کو ایک ہی سورت ماننے کے باعث ایک سو تیرہ ۱۱۳ ہی بیان کی گئی ہیں۔ قرآن کو سورتوں میں تقسیم کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے ہر ایک سورہ کی کو معجزہ ثابت کرنا مقصود ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہر ایک سورہ ایک مستقل نوشتہ ہے چنانچہ سورہ یوسف حضرت یوسف کا قصہ بیان کرتی ہے اور سورہ بقرہ منافقین کے حالات اور ان کے مخفی راز وغیرہ کا پردہ فاش کرتی ہے۔

آیات و کلمات اور حروف کی تعداد..... ابن الفریس نے عثمان بن عطاء کے طریق پر بواسطہ عطاء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قرآن کی جملہ آیتیں چھ ہزار چھ سو سولہ (۶۶۱۶) ہیں اور قرآن کے تمام حروف کی تعداد تین لاکھ تیس ہزار چھ سو اکتتر (۳۲۳۶۷۱) حروف ہیں۔ الدالی کا قول ہے کہ تمام علماء سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن کی آیتوں کی تعداد چھ ہزار ہے مگر پھر اس تعداد پر اضافہ کے متعلق ان میں باہم اختلاف ہے علماء تعداد مذکورہ پر اضافہ کے قائل نہیں۔ اور کچھ علماء کا خیال ہے کہ دو سو چار آیتیں زیادہ ہیں اور دو سو سے لہذا آیتوں کی نسبت چودہ انیس۔ پچیس۔ اور تھتیس کے اقوال موجود ہیں۔ "بنت سے علماء نے قرآن کے کلمات کا شمار ستر ہزار نو سو تینتیس (۷۷۹۳۳) بتلایا ہے اور بعض مفسرین نے ستر ہزار چار سو تینتیس (۷۷۴۳۷) اور کچھ علماء نے ستر ہزار دو سو ستر (۷۷۲۷۷) ان کے علاوہ اور بھی کئی اقوال ہیں۔ تعداد میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کلمہ کی ایک حقیقت ہوتی ہے پھر اس کا مجاز بھی ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ اس کے لفظ اور رسم الخط کی بھی رعایت رکھی جاتی ہے اور ان سب ہی امور کا اعتبار کرنا جائز ہے چنانچہ ان علماء

میں سے جو باہم اختلاف رکھتے ہیں ہر ایک نے انہی میں سے کسی ایک بات کا اعتبار کیا ہے۔

## (۱) صاحب تفسیر بیضاوی

نام و نسب اور سکونت :- ..... نام عبد اللہ لقبہ ناصر الدین کنیت ابو الخیر لور ابو سعید ہے باپ کا نام عمر بن محمد بن علی ہے۔ بیضاء نامی بستی آپ کا اصلی مسکن ہے یہیں آپ پیدا ہوئے اور اسی کی طرف منسوب ہو کر بیضاوی کہلاتے ہیں یہاں آپ شافعی المذہب تھے۔

تحقیق بیضاء ..... ولایت فارس میں ایک شہر ہے جس کا علاقہ نہایت خوشگوار لور سر سبز و شاداب ہے جس میں سانپ بچھو وغیرہ موذی جانوروں کا نام تک نہیں ہے یہاں کے انگور کا ایک ایک دلہ دس دس مثقال کا ہوتا ہے لور ایک خاص قسم کا سیب ہوتا ہے جس کا دور ان دو باشت کا ہوتا ہے۔ اس کو شاہ گشتاسپ نے لور بقول بعض حضرت سلیمانؑ کے حکم سے جنات نے تعمیر کیا تھا۔ فارسیوں کے زمانہ میں اس کو ”در اسفید“ کہتے تھے تعریب کے بعد بیضاء ہو گیا۔ اصطخری کا قول ہے کہ یہاں ایک قلعہ تھا جو دور سے سفید نظر آتا تھا اس لئے اس کو بیضاء کہنے لگے مشہور زاہد حسین بن منصور الخلاج اسی شہر کے باشندے تھے

علمی مقام و جلالت شان ..... علامہ تاج الدین سبکی نے ”طبقات کبریٰ“ میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ قاضی صاحب عابد و زاہد، نیک و صالح اور یگانہ روزگار امام تھے۔ ابتداء میں قضاء شیراز کے عہدہ پر فائز رہے پھر وہاں سے معزول ہو کر تبریز تشریف لائے انفاق سے کسی فاضل کے حلقہ درس میں حاضری کا موقع ملا تو آپ سب سے آخر میں اس طرح خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے کہ حاضرین میں سے کسی کو بھی آپ کی آمد کی خبر نہ ہوئی۔ اثناء تقریر میں فاضل مذکور نے کوئی اشکال پیش کیا اور حاضرین سے اس کا حل چاہا اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ اگر کوئی حل کر سکتا ہو تو حل کرے ورنہ کم از کم میرے طرز پر نفس اشکال کا اعادہ ہی کر دکھائے یہ سن کر قاضی صاحب سے رہانہ گیا اور جواب کی تقریر شروع کی۔ فاضل مذکور نے کہا کہ جب تک مجھے تم یہ باور نہ کرو کہ میرا اشکال صحیح معنی میں سمجھ گئے ہو اس وقت تک میں جواب نہیں سنا چاہتا لہذا پہلے میرے اشکال کا اعادہ کرو۔ قاضی صاحب نے بلا تامل انہی الفاظ میں اشکال کا اعادہ کیا اس کے بعد اس کا تشفی بخش جواب دیا پھر فوراً اس پر اشکال قائم کر کے فاضل مذکور سے جواب طلب کیا وہ بیچارہ قاضی صاحب کے اشکال کا کہاں جواب دے سکتا تھا بغلیں جھانکتا رہ گیا۔

ہائے کیسی اس بھری مجلس میں رسوائی ہوئی

شیخ سعدی نے سچ کہا ہے

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست

اسی مجلس میں دزیر بھی موجود تھا وہ قاضی صاحب کے فضل و کمال کو تاڑ گیا چنانچہ اس نے قاضی صاحب کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا آپ کون ہیں۔ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا میں بیضاوی ہوں طلب تضاکی خاطر شیراز سے حاضر ہوا ہوں۔ دزیر نے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ خلعت فاخرہ سے نواز کر رخصت کیا۔

بعض حضرات نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک عرصہ تک آپ وہیں رہے لور شیخ محمد بن محمد سجستانی سے سفارش کی درخواست کی شیخ نے موقعہ پا کر ان کے متعلق سفارش بھی کی مگر قاضی صاحب کا رلوہ بدل گیا اور منصب دینویہ ترک کر کے شیخ کی خدمت میں رہ پڑے اور انہی کے ایماء سے آپ نے بیضاوی جیسی عظیم الشان کتاب تصنیف کی۔

علمی کارنامے ..... قاضی صاحب کو علوم دینیہ و فنون یقینیہ، حکمت و میزان، معانی و بیان غرض جملہ علوم میں مہارت نامہ اور کامل دسترس حاصل تھی، مختصر الوسیط یعنی الغایۃ القصوی (فقہ شافعی میں) منہاج الوصول الی علم الاصول لور شرح منہاج لور مرصاۃ الافہام الی مبادی الاحکام لابن حاجب لور شرح منتخب (اصول فقہ میں) طوابع الاصول (علم کلام میں) مصباح

الذراوع (اصول دین میں) شرح مصباح (حدیث میں) اور شرح کافیہ (نحو میں) اور شرح مطالع (منطق میں) مثنوی الہی بشرح اسماء الحسنى، لب الالباب فی علم الاعراب، نظام التواریخ آپ کے تبحر علمی کا بین ثبوت ہے اور آپ کی عظیم الشان تفسیر انوار التنزیل و اسرار التواریخ مستغنی عن البیان ہے، شرح تنبیہ اور تہذیب الاخلاق بھی آپ ہی کی ہے۔ تفسیر بیضاوی اور اس کا ماخذ..... قاضی صاحب کی یہ تفسیر حقائق کلام و حکمت، و قائل حدیث و سنت، اسرار معانی و بیان، رموز فلسفہ و میزاج، وجوہ قرأت و تفسیر آیات، منقول و مقبول تاویلات، غوامض صرف و نحو، مباحث لغات محاسن نظم قرآن، تمییز مقاصد تنزیل، کشف معانی مصحف جلیل۔ غرض صد ہا علوم و معارف کا خزینہ ہے جس میں اعراب و معانی اور امور بیان علامہ جبار اللہ زحشری کی تفسیر کشاف سے ماخوذ ہیں بلکہ قاضی بیضاوی کی تصنیفات کی فرست میں ہم اس کتاب کا نام عموماً "مختصر الکشاف ہی پاتے ہیں تفسیر بیضاوی کا نام تو طاش کبری زاوہ نے الاسوی کی طبقات سے نقل کیا ہے (دیکھو مفتاح السعادة صفحہ ۲۳۶) تاہم بیضاوی نے کشاف کے سوا دیگر تفاسیر سے بھی چیزیں چنی ہیں چنانچہ حقائق کلام و حکمت امام فخر الدین رازی کی تفسیر "مفتاح الغیب" اور غوامض اشتقاق و لطائف اشارات تفسیر راغب اصفہانی سے ماخوذ ہیں اور وجوہ مقولہ و تصرفات منقولہ سونے پر سہاگہ ہے جو اہل نرد میدان کا کام ہے

قال المولى المشي

بكشف فناع مانبلي

اولو الاباب لم يتقوا

بل بيضا لاتبلي

ولكن كان للقاضي

تفسیر بیضاوی کی اہمیت..... اگر کوئی شخص ایک نقرہ کے مختلف پہلوؤں پر اپنی نقطہ نظر سے ذہن کو منتقل کرنے کی مشق بہم پہنچانا چاہے تو اس کے لئے کشاف کے بعد قاضی بیضاوی ہی کی تفسیر ہے جس کی گرم بازاری کا حال شاہجہاں اور عالمگیر کے عہد تک تو یہ رہا ہے کہ بعض لوگ قرآن کے ساتھ پوری بیضاوی کو بھی زبانی یاد کر لیتے تھے، ملا عبد الحکیم، سیالکوٹی جن کا بیضاوی پر مشہور حاشیہ ہے ان کے ایک شاگرد مولانا محمد معظم ساکن بہت تھے مذکورہ علمائے ہند کے مصنف نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ "قرآن مجید مع تفسیر بیضاوی حفظ گرفتہ" مگر جب سے عقلی اور ذہنی کتابوں کا بوجھ بڑھا ہے اس وقت سے عام مدارس میں بیضاوی کے صرف ڈھالی پارے رہ گئے اور آج کل تو صرف سو پارہ ہی کو کافی سمجھ لیا گیا۔

قاضی صاحب کی تعریف پر نواب صاحب کا بیجا اعتراض..... ملاکاتب چلبلی نے "کشف الظنون" میں قاضی صاحب اور آپ کے کارناموں کو پر زور الفاظ میں سراہا ہے اس پر نواب صدیق حسن خاں اپنی کتاب "اکسیر فی اصول التفسیر" میں حد سے زیادہ برا بیچتے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ ملاکاتب چلبلی کا مدح بیضاوی میں مبالغہ اور تفسیر بیضاوی کی ثناء و توصیف میں غلو از قبیل جبنك الشی یعنی و یصم سے در نہ ظاہر ہے کہ قاضی بیضاوی کا فضائل سور کے سلسلہ میں بہت سی ضعیف بلکہ موضوع احادیث و رج کرنا نیز اہل کلام و حکمت کی پیروی میں آکر نصوص کو ان کے ظواہر سے پھراتے ہوئے معقولیوں کے مذاق پر ڈھالنا ایک ایسی بات ہے جس میں موافق و مخالف سب یک زبان ہیں میں کہتا ہوں اس میں ملا صاحب کا تصور نہیں، اس واسطے کہ علوم دینیہ و فنون یقینیہ ہر دو میں قاضی صاحب کی مہارت افاضل فنون اور علماء عقول سب کے نزدیک مسلم ہے رہا اعتراض سولول تو اس کا جواب خود ملاکاتب کے کلام میں مذکور ہے دوم یہ کہ اگر یہی بات ہے تو پھر قاضی شوکانی کی فتح القدر یعنی کون سی پاک ہے جس کے مطالعہ کی وصیت نواب صاحب کر رہے ہیں بلکہ خود نواب صاحب کی تفسیر خصوصاً اور جملہ تصانیف عموماً رطب و یابس سے بھر پور ہیں۔ سوم یہ کہ جملہ عیوب و نقائص سے پاک صاف تو صرف ذات ایزد متعالی ہے اس قسم کی قدر بے چیزوں کو سامنے رکھ کر جملہ خوبیوں کو پائی کی نذر کرنا ہمیں نا انصافی ہے۔

دنیا عالی سے رحلت..... تاج الدین سبکی نے "طبقات کبری" میں کہا ہے کہ قاضی صاحب نے سن ۶۸۵ھ میں تبریز

مقام میں وفات پائی، صلاح صدیقی نے بھی اپنی تاریخ میں یہی سن مانا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ تبریزی میں مدفون ہیں۔ کثکول بہائی میں بھی یہی مذکور ہے۔ بعض حضرات نے سنہ وفات سن ۶۸۲ھ ذکر کیا ہے مگر پہلا قول راجح ہے۔

و بعضہم فی تاریخ

نصرت حق ناصر دین نبی

شد چو از دنیا بفرودس بریں

گو فرید

تاریخش دگر

العصر

۶۸۵

یقین

اکل

سید

دین

ناصر

۶۸۵

حواشی بیضادی..... (۱) حاشیہ محی الدین محمد بن شیخ مصلح الدین مصطفیٰ توجوی متوفی سن ۹۵۱ھ، یہ حاشیہ عظیم المنافع کثیر الفوائد اور بہت سہل العبادت ہے یہ پوری تفسیر آٹھ جلدوں میں ہے، بعد میں موصوف نے اس میں کچھ ترمیم بھی کی ہے۔ (۲) حاشیہ ابن التجدد مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم، استاذ سلطان محمد خاں فاتح قسطنطنیہ، یہ تین جلدوں میں ہے جو حواشی کشاف سے مفصل ہے یہ بھی مفید اور جامع ہے۔

(۳) فتح الجلیل بیان حنفی انوار التزیل، لڑکریا بن محمد انصار، مصری متوفی سن ۹۱۰ھ، ایک جلد میں ہے آغاز بایں

الفاظ ہے۔ "الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب اه" اور آخر بیضادی میں جو احادیث موضوعہ ہیں موصوف نے ان پر بھی تفسیر کی ہے۔

(۴) حاشیہ کمال الدین اسماعیل بن بابی القرمانی مشہور بقرہ کمال۔

(۵) نوادہ الابکار فی شواہد الانکار، شیخ جلال الدین سیوطی متوفی سن ۹۱۱ھ یہ بھی ایک جلد میں ہے۔

(۶) حاشیہ ابوالفضل صدیقی قریشی مشہور بگا زرونی متوفی سن ۹۲۰ھ۔ اس کا آغاز بایں الفاظ ہے "الحمد لله الذي

انزل آیات بینات محکمات" یہ بھی ایک جلد میں ہے مگر حقائق و دقائق سے بھرپور ہے۔

(۷) حاشیہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن سعید کرمانی شافعی متوفی سن ۸۶۷ھ اس کی بھی سورۃ یوسف تک

ایک جلد ہے آغاز بایں الفاظ ہے "الحمد لله الذي وفقنا للخوض اه"

(۸) حاشیہ محمد بن جلال الدین بن رمضان شروانی متوفی سن ۹۰۰ھ اس کی دو جلدیں ہیں آغاز بایں الفاظ ہے۔ "قال

الفقیہ بعد حمد لله العلیم العلام اه"

(۹) حاشیہ جمال الدین اسحاق قرمانی متوفی سن ۹۲۳ھ

(۱۰) حاشیہ بابا نعمت اللہ بن محمد متوفی سن ۹۰۰ھ

(۱۱) حاشیہ مصطفیٰ بن شعبان سروری متوفی سن ۹۶۹ھ آغاز بایں الفاظ ہے "الحمد لله الذي جعلني كشاف القرآن اه"

(۱۲) حاشیہ ملا عوض متوفی سن ۹۹۳ھ کلانی ضخیم ہے تقریباً تیس جلدوں میں ہے۔

(۱۳) الحام الماضی ایضاح غریب القاضی شیخ ابی بکر بن احمد بن یحییٰ صانع حلبی متوفی سن ۷۱۳ھ۔

(۱۴) حاشیہ شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین علوی گجراتی متوفی سن ۹۹۸ھ۔

(۱۵) حاشیہ شیخ شمس الدین احمد بن سلیمان رومی (ابن کمال پاشا) متوفی سن ۹۲۰ھ۔

(۱۶) حاشیہ شیخ اسماعیل شروان متوفی سن ۹۳۲ھ۔

(۱۷) حاشیہ شیخ محی الدین محمد آفندی بن پیر علی برکلی رومی متوفی سن ۹۸۱ھ۔

(۱۸) حاشیہ ملا عبد السلام دیوی (لاہور دہلی)۔

(۱۹) حاشیہ لمان اللہ بن نور اللہ بن حسین بناری متوفی سن ۱۱۳۳ھ۔

(۲۰) حاشیہ شیخ محمد بن علی حصکفی متوفی سن ۱۰۸۸ھ۔

(۲۱) حاشیہ شیخ ابی یوسف یعقوب البنائی متوفی سن ۱۰۹۸ھ۔

(۲۲) حاشیہ علامہ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی متوفی سن ۱۱۵۵ھ۔

(۲۳) ہدایۃ الرواد الی الفاروق المدادی للجزیر عن تفسیر المیعنادی للشیخ محمود بن حسن الفضلی مشہور بصادق گیلانی متوفی

سن ۹۷۰ھ سورۃ اعراف سے آخر قرآن تک ہے۔

(۲۴) حاشیہ محمد بن فراموز مشہور بسلا خسر و متوفی ۸۸۵ھ صرف سیقول السفہاء تک ہے مگر نہایت عمدہ ہے۔

(۲۵) حاشیہ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ سیقول کے ثلث تک ہے۔

(۲۶) حاشیہ محمد عبد الملک بغدادی حنفی متوفی ۱۰۰۶ھ یہ ملا خسر و کے حاشیہ کا ذیل ہے جو آخر بقرہ تک ہے۔ آغاز

بایں الفاظ ہے الحمد لله هادی المتقين ۱

(۲۷) تفسیر التفسیر لنور الدین حمزہ قرظانی متوفی ۸۷۱ھ یہ صرف زہر ادین پر ہے۔

(۲۸) حاشیہ عصام الدین ابراہیم بن محمد عرب شاہ اسراہلی متوفی ۹۳۳ھ اول سے آخر اعراف تک ہے اور

تصرفات لا ائقہ و تحقیقات فائقہ سے مشہور ہے آغاز بایں الفاظ ہے۔ "الحمد لله الذي غم بارفاد ارشاد الفرقان كل لسان

۱" اس کو سلطان سلیم خان کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا۔

(۲۹) حاشیہ سعد اللہ بن عیسیٰ مشہور لسعدی آفندی متوفی ۹۳۵ھ سورۃ ہود سے آخر تک ہے اور اس کے اول کے

حصہ ان کے فرزند پیر محمد کا ہے جو حواشی کشاف سے اخذ کردہ تحقیقات لطیفہ و مباحث شریفہ سے مزین ہے۔

(۳۰) حاشیہ استاد شان الدین یوسف بن حسام الدین متوفی ۹۸۶ھ سورۃ انعام سے کف تک اور سورۃ ملک و مدثر

اور قمر مختلف مقامات پر عمدہ حاشیہ ہے جو سلطان سلیم خان ثانی کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

(۳۱) حاشیہ محمد بن عبد الوہاب مشہور بعبد الکریم زادہ متوفی ۹۷۵ھ اول سے آخر طہ تک ہے۔

(۳۲) حاشیہ شیخ احمد شہاب بن محمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ آٹھ جلدوں میں ہے اور اچھا ہے۔

(۳۳) حاشیہ شیخ عثمان بن عیسیٰ بن ابراہیم السندی برہانپوری متوفی ۱۰۰۸ھ

(۳۴) حاشیہ شیخ ابویوسف یعقوب البیانی لاہوری متوفی ۱۰۹۸ھ

(۳۵) التقریر الخوی شرح اردو بیضادی۔ از حضرت الاستاذ مولانا سید فخر الحسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند

بیضادی پر تعلیقات..... (۳۶) تعلیق شان الدین یوسف بروعی مشہور بجم شان محشی شرح فرائض اول سے "وما کادو

ایفعلون" تک ہے۔

(۳۷) تعلیق شیخ محی الدین محمد الطیبی متوفی ۹۲۲ھ

(۳۸) تعلیق مصطفیٰ بن محمد مشہور بہ بستان آفندی متوفی ۹۷۷ھ صرف سورۃ انعام پر ہے۔

(۳۹) تعلیق محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسن متوفی ۹۱۱ھ یہ بھی صرف سورۃ انعام پر ہے۔

(۴۰) تعلیق شیخ صالح الدین محمد متوفی ۹۷۷ھ آخر زہر ادین تک ہے اور مباحث دقیقہ پر مشتمل ہے۔

(۴۱) تعلیق ملا حسین غلخانی متوفی ۱۰۱۳ھ سورۃ سین سے آخر تک ہے آغاز بایں الفاظ ہے۔ الحمد لله الذي

- تولہ المعروف فی کبریا ذلہ اہ
- (۴۲) تعلق نصر اللہ ردی
- (۴۳) تعلق غریب الدین حسبی طیب
- (۴۴) تعلق محی الدین محمد بن قاسم مشہور باخوین متوفی ۹۰۳ھ صرف زہرا دین پر ہے۔
- (۴۵) تعلق سید احمد بن عبداللہ قرہی متوفی ۹۵۰ھ
- (۴۶) تعلق محمد کمال الدین تاشقندی صرف سورۃ انعام پر ہے۔
- (۴۷) تعلق محمد بن عبدالغنی متوفی ۱۰۳۶ھ نصف بقرہ تک پچاس جز ہیں۔
- (۴۸) تعلق محمد امین مشہور بابین صدر الدین شروانی متوفی ۱۰۳۶ھ صرف ”الم ذلک الکتاب“ تک ہے۔
- (۴۹) تعلق ہدایت اللہ علانی متوفی ۱۰۳۹ھ
- (۵۰) تعلق محمد سرائسی
- (۵۱) تعلق محمد بن ابراہیم حنبلی متوفی ۹۷۱ھ
- (۵۲) تعلق محمد امین مشہور بامیر بادشاہ بخاری حسینی، سورۃ انعام تک ہے۔
- (۵۳) تعلق محمد بن موسیٰ متوفی ۱۰۳۶ھ آخر سورۃ انعام تک ہے۔ آغاز بایں الفاظ ہے ”الحمد لله الذی فضلہ للعالمین علی الجاہلین“ اس میں برہنہ ایجاز ہے۔
- (۵۴) تعلق شیخ قاسم بن قطوبغاغنی متوفی ۸۷۹ھ
- (۵۵) تعلق احمد بن روح اللہ انصاری متوفی ۱۰۰۹ھ آخر اعراف تک ہے۔
- (۵۶) الاتحاف بتیسرے ماتبع فیہ البیضاوی صاحب الکشاف، تعلق محمد بن یوسف شامی، آغاز بیاں الفاظ ہے۔
- ”الحمد لله الهادی للصواب اہ“
- (۵۷) تعلق کمال الدین محمد بن ابی شریف قدسی متوفی ۹۰۳ھ
- (۵۸) اصلین الحدادی علی تفسیر البیضاوی شیخ ابی الحدادی بن عبدالحق بن سیف الدین الحداد الدہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
- (۵۹) تعلق سید شریف علی بن محمد جانی متوفی ۸۱۶ھ
- (۶۰) تعلق شیخ رضی الدین محمد بن یوسف مشہور بابین ابی اللطف قدسی متوفی ۱۰۳۸ھ
- (۶۱) تعلق محمد بن محمد بن عبد الرحمن معروف بابام الکالمیہ قاہری متوفی ۸۷۳ھ
- تخارج احادیث بیضاوی..... (۶۲) تحفہ الراوی فی تخارج احادیث البیضاوی، شیخ محمد بن الحسن المعروف بہ ”ابن ہات“ حنفی متوفی ۱۱۷۵ھ (۶۳) لؤلؤ السماوی تخارج احادیث البیضاوی شیخ عبد الرؤف المناوی حل ابیات بیضاوی..... از مولانا فیض الحسن بن فخر الحسن سہارنپوری متوفی ۱۳۰۷ھ

## (۲) صاحب تفسیر ابن کثیر

نام و نسب اور پیدائش..... اسماعیل نام عماد الدین لقب ابو الفداء کنیت اور باپ کا نام عمر بن کثیر بن ضواء بن کثیر ہے اور قیسی الاصل میں ۷۰۰ھ ۷۰۱ھ اطراف بصری شام کی بستی ”مجدل“ میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد ماجد عمر خطیب تھے، زندگی کا اکثر حصہ دمشق میں گزارا اس لئے دمشق کلماتے ہیں، یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ابن کثیر کے ساتھ



ایک اور شخصیت بھی موزم ہے۔ یعنی صاحب "المختصر فی اخبار البشر" و صاحب "تقویم البلدان" وغیرہ۔ ان کا نام بھی اسماعیل ہے اور ابو الفطوح کنیت ہی سے مشہور ہیں لیکن یہ صاحب ترجمہ کے علاوہ ہیں جو دمشق کے امیر و حاکم تھے۔ ان کی وفات ۷۷۳ھ میں ہے۔

تحصیل علوم..... ۷۰۶ھ میں جب کہ آپ کی عمر چھ سال سے بھی کم تھی اپنے بھائی شیخ عبدالوہاب کے ساتھ دمشق آئے اور ان سے تعلیم لی اس وقت والد ماجد وفات پا چکے تھے۔ (دوسری روایت یہ ہے کہ ۷۰۶ھ میں اپنے والد ہی کے ہمراہ دمشق پہنچے تھے) یہاں آپ نے کتاب التنبیہ اور مختصر ابن حاجب حفظ یاد کی۔ برہان فزاری اور کمال الدین ابن قاضی شہب سے فقہ حاصل کیا۔ اصہبانی سے اصول کی تعلیم حاصل کی، ابن السوید اور قاسم بن عساکر وغیرہ شیوخ حدیث سے سماع اور روایت حدیث حاصل کی اور شیخ ابوالحجاج مزنی شافعی سے تکمیل کی جو آپ کے خسر بھی ہوئے تھے۔ علامہ تقی الدین ابن تیمیہ کی بھی شاگردی کی ہے اور باوجود شافعی المسلک ہونے کے علامہ موصوف سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ حتیٰ کہ طلاق اور دیگر مسائل میں علامہ ہی کے خیالات کی تائید کی۔ جس کی وجہ سے تکالیف بھی اٹھائیں، جب علامہ کا انتقال ہوا تو اپنے خسر کے ساتھ قید خانہ جا کر ان کے چہرے سے چادر اٹھائی اور پیشانی کو بوسہ دیا۔

علمی مقام اور درس و تدریس..... حافظ ابن کثیر اپنے زمانہ کے مشہور و معروف محدث، مفسر اور مورخ تھے۔ تفسیر و حدیث فقہ و نحو میں کمال اور فن رجال و علل حدیث میں گہری نظر رکھتے تھے۔ حافظ ذہبی نے مجہم میں آپ کو امام، مفتی، بارع، فقیہ، مشقن، مفسر اور صاحب تصانیف مفیدہ لکھا ہے، آپ کی زندگی افتاء و مناظرہ، تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں گزری۔ ایک عرصہ تک مدرسہ "ام الصالح" میں درس دیتے رہے اور علامہ ذہبی کی وفات کے بعد مدرسہ "سختویہ" میں بھی درس دیا ہے۔ علماء احناف کے مشہور فاضل صدر الدین علی بن محمد بن العز الازدرعی الدمشقی المتوفی ۷۴۶ھ صاحب شرح عقیدہ النحلوی اور شیخ محمود بن احمد بن مسعود قونوسی دمشقی متوفی ۷۷۰ھ شارح عقیدہ الطحاوی آپ کے شاگرد درشید ہیں۔ علمی خدمات..... آپ نے بہت سی کتب جلیلہ نافعہ تصنیف کیں جو آپ کی زندگی ہی میں دور دراز مقامات میں پھیل چکی تھیں۔

(۱) "التکمیل فی معرفۃ الثقات والضعفاء والمجاہل" یہ پانچ ضخیم جلدوں میں ہے۔

(۲) جامع المسانید والسنن الہادی لاقوم سنن۔ اس میں مسند امام احمد کو بترتیب حروف مدون کر کے ہر صاحب روایت صحابی کا ترجمہ ذکر کرتے ہوئے اس کی تمام روایات مرویہ اصول ستہ، مسند احمد، مسند بزاز، مسند ابی یعلیٰ، مجہم کبیر وغیرہ جمع کی ہیں اور بہت سے علمی حدیثی نوائد بڑھائے ہیں اور زوائد طبرانی و زوائد ابویعلیٰ کو بھی شامل کیا ہے۔

(۳) الاجتہاد فی طلب الجہاد۔ یہ ایک رسالہ ہے جو امیر شجک کے لئے اس وقت تصنیف کیا تھا جب فرنگیوں نے

قلعہ لیاں کا محاصرہ کیا۔

(۴) تخریج اولیۃ التنبیہ

(۵) مسند اکتبیین

(۶) طبقات الشافعیہ

(۷) مختصر علوم الحدیث

(۸) الکوکب الدروری

(۹) الاحکام الصغری، فروع و احکام میں ایک مبسوط کتاب کی تالیف بھی شروع کی تھی جو مکمل نہ ہو سکی۔

(۱۰) تاریخ الکامل۔ اس میں ۶۲۸ھ تک کے حالات ہیں۔

(۱۱) کتاب فضائل القرآن۔ یہ تفسیر ابن کثیر کا ذیل ہے جس پر تفسیر کی تکمیل ہے۔  
 (۱۲) تفسیر ابن کثیر..... آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ شہرت دو کتابوں کو حاصل ہوئی۔ ایک تفسیر ابن کثیر کو جس کے متعلق حافظ سیوطی لکھتے ہیں ”لم یولف مثله“ کہ اس جیسی تفسیر نہیں لکھی گئی، اس واسطے کہ آپ سے پہلے تفسیر نگار لوگ احادیث صحیحہ کے ساتھ روایات ضعیفہ بلکہ اسرائیلیات کو بھی جگہ دے دیتے تھے، حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب محمد ثین کے طرز پر تصنیف کی اور احادیث صحیحہ کو روایات ضعیفہ سے ممتاز کرنے میں بڑی حد تک کامیاب رہے، یہ کتاب مصر سے چار ضخیم جلدوں میں طبع ہوئی ہے اور اس کا کچھ حصہ داخل درس بھی ہے، آپ کی دوسری اہم کتاب (۱۳) البدایہ والنہایہ ہے جو چودہ ضخیم جلدوں میں مصر سے طبع ہوئی ہے، برنامہ الحروف نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ نہایت مفید علمی ذخیرہ ہے۔ جس میں ابتداء تخلیق سے ۷۶۷ھ تک کی تاریخ ہے۔ پس اس میں آپ کی کتاب الکامل کے لحاظ سے ایک سو اسی سال کی مزید تاریخ ہے۔

وفات..... آپ نے ۵ شعبان ۷۷۳ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ اب آپ دمشق کے مقربہ صوفیہ میں ابن حمیہ کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ لے

ہر آنک زار بنا چار باید ش نو شید ز جام دہرئے ”کل من علیہا فان“

### (۳) صاحب مدارک التزئیل

ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی کی تصنیف ہے۔ جن کے حالات کنز الدقائق کے ذیل میں آئیں گے انشاء اللہ تعالیٰ

### (۴) صاحب جلالین

#### (نصف ثانی)

نام و نسب اور سکونت..... نام محمد، لقب جلال الدین اور والد کا نام احمد ہے۔ پورا نسب یوں ہے جلال الدین محمد بن احمد بن محمد بن ابرہیم بن احمد بن ہاشم الجلال ابی عبداللہ بن الشہاب ابی العباس بن الکمال الانصاری الحلی، محلہ کبریٰ کی طرف منسوب ہیں جو مغربی مصر کا ایک شہر ہے، آپ ماہ شوال ۹۱ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما پائی۔

تحصیل علوم..... پہلے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور ابتدائی چند کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد فقہ علامہ بیجوری، جلال بلقینی، ولی عراقی، شمس برماوی سے اور اصول عربین جماعہ سے اور نحو شہاب نسفی، شمس شطنونی سے اور فرائض و حساب ناصر الدین بن انس مصری حنفی سے اور منطق، جدل، معانی، بیان، عروض، اصول فقہ بدر محمود اصرانی سے اور اصول دین اور تفسیر عالمہ شمس بساطی وغیرہ سے حاصل کیا۔ نظام صیرامی حنفی، شمس بن الدیری حنفی، مجد برماوی شافعی، شہاب احمد مغراوی مالکی اور بقول بعض کمال دیمیری، شہاب بن العماد، بدر طیبندی وغیرہ کے حلقہائے درس میں بھی شریک ہوئے اور حدیث ولی عراقی وغیرہ سے حاصل کی، بقول بعض علامہ بظلمی، ابن الملتن انباسی سے بھی روایت رکھتے ہیں۔

درس و تدریس..... شروع میں آپ کپڑے کی تجارت کرتے تھے کچھ عرصہ کے بعد ایک شخص کو اپنی جگہ قائم مقام کیا اور خود درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور خلق کثیر نے آپ سے علم حاصل کیا۔ بلکہ بہت سے فضلاء تو آپ کی زندگی

ہی میں مدرس ہو گئے تھے۔ ۸۴۴ھ میں کچھ عرصہ تک برقوقیہ میں شہاب کورانی کی جگہ بھی درسی خدمات انجام دیں۔ آپ پر عمدہ قضاء بھی پیش کیا گیا تو اس سے انکار کر دیا۔

تصانیف..... آپ نے جمع الجوامع، درقات (لامام الحرمین) منہاج فرعی، بردہ وغیرہ کی بہترین شرحیں لکھیں۔ مناسک حج پر کچھ کام کیا اور تفسیر قرآن نصف آخر سے فارغ ہوئے۔ نصف اول کا ارادہ تھا مگر عمر نے وفات کی، اسی طرح شرح اعراب بھی مکمل نہ ہو سکی اور شرح شیمیہ بھی ناقص رہی۔

وفات..... مرض اسہال میں مبتلا ہو کر ۱۵، رمضان کو سنچر کی صبح کے وقت ۸۶۴ھ میں طائر ملکوتی سے نفس قالب ناسوتی سے نجات پائی۔ باب نصر میں ایک عظیم مجمع کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی گئی اور اپنے آباء کے قریب اس قبرستان میں مدفون ہوئے جو جو شن کے سامنے بنایا تھا۔ آپ اپنی زندگی میں متعدد بار بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

جلالین شریف..... فن تفسیر کی ایک مختصر سی کتاب ہے۔ جس کے الفاظ قریب قریب قرآنی الفاظ کے ہم عددی ہیں۔ بلکہ یہ دراصل قرآن کے عربی ترجمہ کی ایک شکل ہے کہ مشکل الفاظ اور مشکل ترکیبوں کا حل اور آیات کے ساتھ مختصر سے جملے ایضاح مطالب کیلئے زیادہ کر دیئے جاتے ہیں۔ کہیں کہیں کوئی قصہ طلب بات ہوتی ہے تو اس کو بھی اجمالاً ذکر کر دیا جاتا ہے، جلالین اور اس جیسی دیگر کتابوں کو نصاب میں داخل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ میں ایسی استعداد اور ملکہ راسخ پیدا ہو جائے کہ تعلیمی زندگی سے الگ ہونے کے بعد اپنے متعلقہ فنون کے حقائق و مسائل تک اسناد کی اعانت کے بغیر رسائی ہونے لگے۔ اس مقصد کے لئے جلالین شریف بہت کامیاب تفسیر ہے۔

عامتہ الورد و مغالطہ اور بچاؤ کی شکل..... تفسیر مذکورہ کو جلالین اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دو بزرگوں کی تصنیف ہے۔ ایک جلال الدین محلی دوسرے جلال الدین سیوطی۔ مگر اس میں عام طور سے مغالطہ ہو جاتا ہے اور یاد نہیں رہتا ہے کہ کون سا حصہ کس کا ہے۔ حتیٰ کہ ملاکاتب چلبلی جیسا شخص بھی اس غلطی کا شکار ہو گیا، اس مغالطہ سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی نسبتوں کے پہلے حرف کو دیکھا جائے کہ سیوطی میں پہلا حرف سین ہے اور محلی میں پہلا حرف میم ہے اور حروف حجتی میں پہلے سین ہے پھر میم۔ پس پہلا حصہ سین والے کا ہے یعنی جلال الدین سیوطی کا اور آخری حصہ میم والے کا ہے یعنی جلال الدین محلی کا۔

جلالین اور اس کا ماخذ..... شیخ موفی الدین احمد بن یوسف بن حسن بن رافع کواشی نے دو تفسیریں لکھی ہیں۔ ایک کبیر جس کو تبصرہ کہتے ہیں، دوسری سفیر جس کو تفسیر کہتے ہیں۔ اس میں موصوف نے وجوہ اعراب اور انواع و قوف کو جمع کیا ہے، شیخ جلال الدین محلی کا اعتماد اسی تفسیر سفیر پر رہا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ تفسیر وحیہ، تفسیر بیضاوی اور ابن کثیر بھی پیش نظر رہی ہے۔

حواشی جلالین..... (۱) جمالین لسان نور الدین علی بن سلطان محمد البدری مشہور مہلا علی قاری متوفی ۱۰۱۳ھ بہت مفید حاشیہ ہے۔ آغاز بایں الفاظ ہے "الحمد لله ذی الجلال والجمال والکمال اھ" یہ ۱۰۰۴ھ کی تالیف ہے۔

(۲) قیس انیرین شیخ شمس الدین محمد بن انعمی یہ ۹۵۲ھ کی تالیف ہے۔ آغاز بایں الفاظ ہے۔ "احمدك اللہم حمد الانقطاع اھ"

(۳) مجمع البحرین، مطلع البدرین، لجلال الدین محمد بن محمد الکرخی، کئی جلدوں میں ہے۔

(۴) الفتوحات الالہیہ بتوضیح تفسیر الجلالین للذات القائل الخفیة شیخ سلیمان الحبل التونی ۱۲۰۳ھ میں علماء الازہر بہترین

حاشیہ ہے چار جلدوں میں ہے۔

۱۔ قال بعض علماء الیسین عدوت حروف القرآن و تفسیر جلالین فوجدہما قساویلیین الی سورۃ الملزل و من سورۃ المدثر الخصر زائد علی ہرقرآن فعلہ ہذا بجز حملہ بغیر الوضوء ۱۲۔

(۵) کمالین شیخ سلام اللہ بن شیخ الاسلام بن عبدالصمد فخر الدین حنفی متوفی ۱۲۲۹ھ (از احمد شیخ عبدالحق محدث دہلوی)  
(۶) تعلق برجلالین۔ از مولوی وصی علی بن حکیم محمد یوسف شیخ آبادی ل

## (۵) صاحب جلالین (نصف اول)

نام و نسب اور سکونت..... نام عبدالرحمن، لقب جلال الدین، کنیت ابو الفضل ہے۔ پورا نسب یوں ہے۔ عبدالرحمن جلال الدین بن ابی بکر محمد کمال الدین بن سائب الدین بن عثمان فخر الدین بن محمد ناظر الدین بن سیف الدین خضر بن ابی الصلاح ایوب نجم الدین بن محمد ناصر الدین بن شیخ ہمام الدین السیوطی۔ سیوط کی طرف منسوب ہیں۔ جس کو اسیوط بھی کہتے ہیں۔ نواح مصر میں دریائے نیل کے مغربی جانب ایک شہر ہے۔ ۲۔ یہیں محلہ خضر یہ جو سوق خضر کے ساتھ مشہور ہے۔ بعد مغرب یکم رجب ۸۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے عم کے نہایت باکمال ائمہ فن میں سے تھے۔ قدرت کی طرف سے ان کی ذات میں بہت سی خصوصیات اور خوبیاں ودیعت کی گئی تھیں۔

تحصیل علوم..... آپ پانچ سال سات ماہ کے تھے کہ ۸۵۵ھ میں سایہ پداری سے محروم ہو گئے۔ حسب وصیت والد ماجد چند بزرگوں کی سرپرستی میں آئے جن میں شیخ کمال الدین ابن الہمام حنفی بھی تھے۔ انہوں نے آپ کی طرف پوری توجہ کی۔ چنانچہ آپ نے آٹھ سال سے کم عمر میں حفظ قرآن سے فارغ ہو کر عمدہ، منہاج، اصول الفیہ، ابن مالک وغیرہ کتابیں حفظ کیں۔ شیخ شمس سیرفی اور شیخ شمس مرزبانی حنفی سے بہت سی درسی وغیر درسی کتابیں پڑھیں۔ شیخ شہاب الدین الشارح مساجی سے فرائض کی تحصیل کی۔ شیخ الاسلام علم الدین علامہ بلقینی، علامہ شرف الدین المنادی اور محقق دیار مصر سیف الدین محمد بن محمد حنفی کے حلقہائے درس سے بھی مدتوں استفادہ کیا۔ علامہ محی الدین کاشفی کی خدمت میں چودہ سال تک رہے۔ ۳

علمائی مقول کی فحش ترین غلطی..... صاحب ”حصول المامول من علم الاصول“ و ”الجنة فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ“ یعنی نواب صدیق حسن خاں نے ذکر کیا ہے کہ علامہ سیوطی، حافظ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد ہیں، لیکن یہ از روئے تاریخ بالکل غلط ہے کیونکہ اصحاب تاریخ و طبقات کی تصریح موجود ہے کہ حافظ ابن حجر کی وفات ۸۵۲ھ میں ہوئی ہے اور حافظ سیوطی کی پیدائش ۸۳۹ھ میں ہے تو حافظ ابن حجر کی وفات کے وقت حافظ سیوطی تین سال کے تھے۔ فانی یصح التلمذ، دراصل موصوف کو قاضی شوکانی اور ملا علی قاری کی عبارت سے دھوکا ہوا ہے۔ ملا علی قاری نے مرآة مشکوٰۃ کے شروع میں لکھا ہے قد حصل لی اجازت نامت و رخصت عامت من الشیخ العلامت علی بن محمد بن احمد الخبانی الازہری الاشعری الانصاری وقد قال قرأت علی شیخ الاسلام و امام الانتم الاعلام الشیخ جلال الدین السیوطی کتابن

۱۔ از مقان السعادة، الضوہ ۱۸۱، کشف الظنون وغیرہ۔ ۱۲

۲۔ فی المعجم العلمی سیوطی ہی مدینہ بعد فلیلا عن الشاطی الغریبی للنیل وہی ذات تجارة وصناعت وثروة وعمران یصنع فیہا الایبوس وقرن الخرتیب وبن القیل وفیہا آثار قدیمت وہی عاصمتہ ملبرینہا یسکنها نحو من ستین الفامن النفوس (مدیریتہ سیوطی صاحبہا) (۴۳۰۰۰۰) فدان و یسکنها اکثر من نصف ملیون نسمت، عدد مراکزہا سبت سیوط وانبوب وایوتج البداری و مصلوط و دیروط و ملوی، اشہر محصو لانہا القطن والکمان والعدس والقول و قصب السكر والحبوب ۱۲۔

۳۔ حاطب لیل وجارف سبل میں آپ نے اپنے اساتذہ کی تعداد ۱۵۱ گنتی ہے۔

الحديث وغيره من العلوم كالبخارى و مسلم و غيرهما من الكتب الست و غيرها البعض قراءة و البعض سماعا وقد اجازني بجمع مرفعيانه و بما اجازة به خاتمت المحدثين مولانا الشيخ ابن حجر العسقلاني "موصوف نے صحیح الوصول الی اصطلاح احایث الرسول" کے بعض مواضع میں ملا علی قاری کی مذکورہ بالا عبارات کے ساتھ منہیہ لکھ کر اس کے آخر میں کہا ہے۔ "و هذا يدل على ان السيوطي اخذ عن الحافظ ابن حجر صاحب الفتح فليعلم۔" حالانکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہ از روئے تاریخ بالکل محال ہے اس لئے ملا علی قاری اور قاضی شوکانی کے کلام کو تلمذ بالواسطہ پر محمول کیا جائے گا کہ کبھی تلمذ کا اطلاق تلمذ التلمذ پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ خود فاضل موصوف نے "هدایہ السائل الی ادلة المسائل" میں سیوطی کو ابن حجر کا تلمذ بتانے کے بعد جو منہیہ لکھا ہے اس کا حاصل یہی ہے۔ انہ ہکذا ذکرہ الشوکانی و لعل التلمذ بالواسطہ اوبالا اجازة، انہ علی ذلك كله للوئی عبدالحی اللکنوی فی التعليقات السنبہ۔"

درس و تدریس اور افتاء..... تحصیل و تکمیل کے بعد ۸۷۱ھ میں افتاء کا کام شروع کیا اور ۸۷۲ھ سے الماء حدیث میں مشغول ہوئے اور تدریس عربی کی اجازت تو آپ کو ۸۶۶ھ ہی میں مل گئی تھی۔ موصوف نے "حسن المحاضرہ" میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے سات علوم تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان، بدیع میں تبحر عطا فرمایا ہے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے حج کے موقع پر آب زمزم پیا اور یہ نیت کی کہ فقہ میں شیخ سراج الدین بلقینی کے رتبہ کو اور حدیث میں حافظ ابن حجر کے رتبہ کو پہنچ جاؤں، شمس الدین محمد بن علی بن احمد الدوادبی المالکی علامہ علی ابن محمد بن احمد البانی الاندلسی نے آپ سے پڑھنے سے قوت حافظہ..... آپ اپنے زمانہ میں علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ نے خود فرمایا ہے کہ "مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اور اگر مجھے اس سے زیادہ ملتیں تو ان کو بھی یاد کرتا۔ شاید اس وقت اس سے زیادہ دنیا میں موجود نہیں۔" عزت و گوشہ نشینی..... جب چالیس سال کی عمر ہوئی تو آپ نے درس و تدریس، افتاء و فتاویٰ تمام دنیوی تعلقات ختم کر کے تخرید گوشہ نشینی اختیار کی اور ریاضت و عبادت و رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔

موتے خواہم کہ دور ہسرخ چوں مرو باد : خاکدان و ہر دینار دنیا بجز من  
استغناء و بے نازی دنیاوی مال دولت کی موت سے آپ کی طبیعت میں اس قدر استغناء تھا کہ امراد و اغنیاء آپ کی زیارت کو آتے اور تھے مخالف عمر  
بایا اسواں پیش کرتے عمر آپ کسی کا بدیہ قبول نہ کرتے۔

حالی دل انساں میں ہے کم دولت کو نین شرمندہ ہوں کیوں غیر کے احسان و عطا سے

سلطان غوری نے ایک خصوصی غلام اور ایک ہزار اشرفیاں بھیجیں آپ نے اشرفیاں واپس کر دیں اور غلام کو آزاد کر کے حجرہ نبویہ (علی صاحبہ الف الف سلام و تحیۃ) کا خادم بنا دیا، اور خادم سے کہا کہ آئندہ ہمارے پاس کوئی بدیہ نہ آئے خدا نے ہمیں ان بدلیاؤں و تحائف دنیوی سے مستغنی کر دیا ہے۔

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے درویشی کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا  
بادشاہ نے کئی بار ملاقات کے لئے بلایا مگر آپ نہیں گئے

مرد بخانہ ارباب بے مردت دہر کہ سنج عافیت در سرائے خوشن مست (حافظ)

کرامات و خرق عادات..... آپ کے خدام خاص محمد بن علی حیاک کا بیان ہے کہ ایک روز قیلوہ کے وقت فرمایا۔ اگر تم میرے مرنے سے پہلے اس راز کا افشاء نہ کرو تو آج عصر کی نماز تک معظمہ پڑھو لو۔ عرض کیا ضرور! فرمایا! آنکھیں بند کر لو اور ہاتھ پکڑ کر تقریباً ۲ قدم چل کر فرمایا، آنکھیں کھول دو۔ دیکھا تو ہم باب معلاہ پر تھے، حرم پہنچ کر طواف کیا۔ زمزم پیا، پھر فرمایا کہ اس سے تعجب مت کرو کہ ہمارے لئے طی لارض ہو بلکہ زیادہ تعجب اس کا ہے کہ مصر کے سمت سے مجاورین حرم ہمارے متعارف یہاں موجود ہیں مگر ہمیں نہ پہچان سکے۔ پھر فرمایا۔ چاہو تو ساتھ چلو ورنہ حاجیوں کے ساتھ آجانا۔ عرض کیا ساتھ ہی چلوں گا۔ باب معلاہ تک گئے اور فرمایا آنکھیں بند کر لو اور مجھے سات قدم دوڑ لیا۔ آنکھیں کھولیں تو ہم مصر میں تھے۔

قال السيوطي في توير الحوايك وقد الفت في الاعتذار عن ترك الافاء والسير في كتاب سيرته التتميم ومقامه في المقامه اللولويه وصحف في العتفاء وال...

## بعد منزل نبود در سفر روحانی

زیارت رسالت ماب علیہ السلام اور شیخ السنہ کا خطاب..... آپ نے اور دوسرے لوگوں نے کئی بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یا شیخ السنہ، یا شیخ الحدیث کہہ کر خطاب فرمایا۔ شیخ شاذلی فرماتے ہیں "میں نے دریافت کیا کہ آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارکہ کتنی مرتبہ ہوئی۔" فرمایا "ستر مرتبہ سے زیادہ۔"

علمی کارنامے..... جن کی شمار بقول داؤد مالکی پانچ سو سے بھی لو ہے۔ آپ کی جہتداند بصیرت، وسعت نظر اور کثرت معلومات کے شاہد عدل ہیں۔ علامہ نووی نے بستان میں ایک مستند شخص سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام غزالی کی تصنیفات اور ان کی عمر کا حساب لگایا تو روزانہ اوسط چار کر اسہ پڑا، کر اسہ چار صفحوں کا ہوتا ہے اس حساب سے ۱۶ صفحے روزانہ ہوئے۔ لیکن علامہ طبری و ابن جوزی اور علامہ سیوطی کی تصنیفات کا روزانہ اوسط اس سے بھی زیادہ ہے۔

سب سے پہلے آپ نے شرح استعاذہ و ہملہ تالیف کی۔ اس کے بعد مسلسل لکھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہر فن میں آپ کی تصنیف بلکہ بعض علوم میں کئی کئی تالیف موجود ہیں، علوم قرآن پر آپ کی تالیف "الاقیان فی علوم القرآن" نہایت اہم اور مشہور کتاب ہے جو آپ نے سینکڑوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد کم و بیش چار سال کی طویل مدت میں پایہ تکمیل کو پہنچائی ہے۔ جس میں سینکڑوں متنتر اہم مفید اور نادر معلومات جمع کی ہیں۔ راقم الحروف نے اس کا کئی بار بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ (فہرست تصانیف کے کیلئے "حسن المحاضرہ" تالیف سیوطی از صفحہ ۱۵۶ تا ۱۶۱ ملاحظہ ہو۔)

سیوطی کا دامن سرفہ کلامیہ سے بے داغ ہے..... علامہ سیوطی کی جلالت شان و علوم مقام سے بعض ناواقف لوگ آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ جب موصوف مدارس کے کتب خانوں کی غیر مشہور اور نادر الوجود کتابوں پر مطلع ہوئے تو انہوں نے ان کتابوں سے بہت سے نادر مضامین نکال کر مستقل رسائل میں اپنے نام سے شائع کر کے شہرت عامہ حاصل کی ہے۔ لیکن علامہ سیوطی کی جانب سے اس طعن شنیع کی نسبت نہایت فصیح حرکت ہے کیونکہ موصوف تو اس قسم کی حرکت پر خود دوسروں سے نالاں رہتے تھے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بستان الحدیث میں شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی صاحب ارشاد السدی (شرح بخاری) کے متعلق لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطی کو ان سے بڑی شکایت تھی کہا کرتے تھے کہ انہوں نے مواہب لدنیہ میں میری کتابوں سے مدد لی ہے اور اس میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ میری کتابوں سے نقل کر رہے ہیں اور یہ بات ایک قسم کی خیانت ہے جو نقل میں معیوب ہے اور کچھ حق پوشی بھی ہے جب اس شکایت کا چرچا ہو اور یہ شیخ الاسلام زین الدین زکریا الانصاری کے حضور میں محاکمہ کی شکل میں پیش ہوئی تو علامہ سیوطی نے قسطلانی کو بہت سے مواضع میں الزام دیا۔ ان میں سے ایک یہ کہ مواہب کے وہ کتنے مواقع ہیں جو بہت سی نقل کئے گئے ہیں اور بہت سی مؤلفات اور تصنیفات میں سے کس قدر تصانیف ان کے پاس موجود ہیں اور ذرا یہ بتائیں کہ ان میں سے کن کن تصنیفات سے انہوں نے نقل کی ہے۔ جب قسطلانی مواضع نقل کی نشاندہی سے عاجز رہے تو سیوطی بولے کہ آپ نے میری کتابوں سے نقل کیا ہے اور میں نے بہت سی سے پس آپ کے لئے مناسب اور ضروری تھا کہ آپ اس طرح کہتے "نقل السیوطی عن البہیقی کذا" تاکہ مجھ سے استفادہ کا حق بھی لو اور تا اور تصحیح نقل کی ذمہ داری سے بھی بری ہو جائے، قسطلانی طرم ہو کر مجلس سے اٹھے اور یہ بات ہمیشہ دل میں رکھی کہ شیخ جلال الدین سیوطی کے دل سے اس کدورت کو دور کیا جائے مگر کام رہے، ایک روز اسی لڑاؤ سے شہر مصر (قاہرہ) سے روضہ تک باوہ پارونہ ہوئے جو دراز مسافت پر واقع تھا، شیخ سیوطی کے دروازہ پر پہنچ کر دستک دی۔ شیخ نے اندر سے دریافت کیا کون شخص ہے۔ قسطلانی نے عرض کیا، میں احمد ہوں برہنہ پالو برہنہ سر آپ کے دروازہ پر کھڑا ہوں کہ آپ کے دل سے کدورت دور کروں اور آپ راضی ہو جائیں، یہ سن کر شیخ جلال الدین نے اندر ہی سے کہا کہ میں نے دل سے کدورت کا ازالہ کر دیا، لیکن نہ دروازہ کھولا اور نہ ان سے ملاقات کی۔

سیلاب صاف شدز ہم آغوشی محیط باسینہ کشادہ کدورت چہ می کند

علاوہ ازیں علامہ سیوطی اپنی کتاب الاشیاء والنظار ص ۱۲۶۳ میں شیخ بہاء الدین ابن الخاس کی عبارت ”وحدت ذلك بخط لی بن عثمان بن جنی عن ایہ قال“ نقل کرنے کے بعد موصوف کی دیانت داری کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ والنظر الی دین الشیخ بہاؤ الدین وامانتہ کیف وجد فائدة بخط ولد ابن جنی نقلها عن ایہ ولم تسطر فی کتاب نقلها عنه ولم يستجز ذکرها من غیر عزو الیہ لا کالساق الذی اغار علی تصانیفی التی اہمت فی تبعها سین رہی کتاب المعجزات الکبیر و کتاب الخصائص الصغری وغیر ذلك نسوقها وضمها وغیرها مما سرقہ من کتب الخیضری والسخاوی فی مجموع وادعاه لنفسه ولم یعز الی کتبی وکتب الخیضری والسخاوی شیئا مما نقلہ منها ولبس هنا من اداء الامانت فی العلم.

شیخ بہاء الدین کی دیانت داری اور امانت داری دیکھو کہ انہوں نے بخط صاحبزادہ ابن جنی ایک فائدہ پایا جو اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے اور وہ کسی کتاب میں بھی مسطور نہ تھا کہ اس سے نقل کیا ہوا اس کے باوجود شیخ نے ابن جنی اور اس کے صاحبزادے کی طرف منسوب کئے بغیر اس کے ذکر کو جائز نہیں سمجھا ان کلام چوروں کی طرح نہیں جنہوں نے میری تصانیف معجزات الکبیر اور خصائص صغری وغیرہ پر جن کے تتبع میں، میں نے سالہا سال صرف کئے عادت گری کی ہے اور ان کوچہ اگر خیمہ صغری و سخاوی وغیرہ کی کتابوں سے کچھ مضامین منضم کر کے اپنی طرف منسوب کر لیا نہ میری کتابوں کا حوالہ دیا اور نہ خیمہ صغری و سخاوی کی طرف نسبت کی۔ جن کی کتابوں سے مضامین بڑھائے ہیں اور یہ چیز علمی دیانت داری کے بالکل خلاف ہے۔

نہیں خالی ضرر سے، حشیوں کی لوٹ بھی لیکن ضد اس لوٹ سے جو لوٹ ہے علمی و اخلاقی (حالی)

جلالین شریف ..... درس نظامی میں آپ کی تصنیف یعنی جلالین (کائنات اول) داخل ہے جو آپ نے علامہ محلی کی وفات کے چھ سال بعد مدت کلیم یعنی صرف ایک چلہ کے اندر بیس بائیس سال کی عمر میں تصنیف کی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کتنے سریع التالیف تھے۔ سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ یہ ازلول تا آخر بالکل علامہ محلی کے طرز و انداز پر ہے۔ وفات ..... ہاتھ کے درم میں مبتلا ہو کر آخر شب جمعہ ۱۹ جمادی الاول ۹۱۱ھ میں مرغ روح نفس غصری سے پرواز کر کے آشیانہ قدس میں پہنچ گیا۔

جانیت بجا دیت مراد او خدا تسلیم تم چو وقت تسلیم آید

## (۶) صاحب تفسیر مظہری

نام و نسب اور سن پیدائش ..... قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی، شیخ جمال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی کے خاندان میں تقریباً ۱۱۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ یہ خاندان ہمیشہ علم و فضل کا گہوارہ رہا اور اس خاندان میں کے بعد دیگرے بہت سے افراد زینت آراء منصب قضاء رہے جیسا کہ خود قاضی صاحب نے لکھا ہے۔ ”فقیر و پور فقیر و پور فقیر و پور فقیر بخدمت قضاء مبتلا شد۔“ تحصیل علوم ..... قاضی صاحب پر آغاز زندگی ہی سے وہ آثار نمایاں تھے جو ان کے علوم و فضل کا پتہ دے رہے تھے۔ ذہانت و ذکاوت، قوت فکر، سلامتی عقل میں قدرت نے آپ کو غیر معمولی حصہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے صرف سات سال کی عمر میں قرآن پاک سینہ میں محفوظ کیا اور سولہ سال کی عمر میں قاضی صاحب تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ

اور تمام علوم عقائید و فقہیہ کے عالم باعمل تھے۔ آپ نے حدیث کی تکمیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے کی تھی۔ مطالعہ کتب..... صرف یہی نہیں کہ درسی کتابوں سے فراغت حاصل کر لی بلکہ طالب علمی کے زمانہ ہی میں کتب

دوسرے کے علاوہ محقق مصنفین کی تقریباً ساڑھے تین سو خارجی کتابوں کا مطالعہ بھی فرمایا۔ تحصیل علوم باطنی..... علوم ظاہری کی تحصیل سے فراغت کے بعد باطنی علوم کی طرف توجہ فرمائی اور ابتداً شیخ محمد عابد ستانی سے بیعت سلوک کی اور انہوں نے اگرچہ جلد ہی سلوک کے تمام مراحل پچاس توجہ میں طے کر دیئے اور فناء قلب کے ذریعہ سے شرف بقالیاتاہم علوم ابھی تشنہ تکمیل تھے کہ شیخ موصوف کی وفات ہو گئی، قدرت ایسے طالبان حق کی تشنگی کب برداشت کرتی ہے، مرزا جان جاناں صیب اللہ مظہر شہید کا چشمہ فیض طالبان حق کیلئے چشمہ حیوان بنا ہوا تھا، قدرت نے اس کی طرف قاضی صاحب کی رہنمائی کی اور قاضی صاحب اس شیخ وقت کے دربار میں حاضر ہو کر آخری مقامات طریقہ نقشبندیہ مجددیہ تک پہنچ گئے۔ قاضی صاحب کی تفسیر مظہری اس تعلق کی آئینہ دار ہے، منامات مبارکہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی اور اپنے جد امجد شیخ جلال الدین عثمانی سے بھی روحانی تربیت و بشارات ملیں۔

جلالت شان کو علو مقام..... ایک طرف صلاحیت کے ساتھ طلب صادق دوسری طرف شیخ وقت کی توجہ کامل، اب مراتب کا اندازہ وہی اصحاب باطن لگا سکتے ہیں جن کا نفس مطہرہ خود عالم ملکوتی کی سیر کا شہساز رہا ہو، ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ خود شیخ نے قاضی صاحب کو ”علم الہدی“ کا لقب عنایت فرمایا اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے آپ کو ”بہیتی وقت“ قرار دیا، مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے دل میں ثناء اللہ کی بڑی ہیبت ہے۔ اس میں ملکوتی صفات ہیں، فرشتے اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ فیامت کے دن اگر خدا مجھ سے پوچھے گا کہ دنیا سے کیا تحفہ لایا تو میں ثناء اللہ کو پیش کر دوں گا۔

طاعت و زہد و خدمت تخلق..... آپ کا بیشتر وقت طاعت و عبادت اور یاد خداوندی میں گذرتا، روزانہ سو رکعت نماز اور منزل تہجد میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا معمول تھا، پوری عمر عمدہ قضاء کی مصروفیتوں کے ساتھ ظاہری و باطنی علوم کی نشر و اشاعت میں صرف کرتے اور خلق خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔ چنانچہ پیر محمد اور سید محمد وغیرہ نے سلوک و طریقت میں آپ سے تکمیل کی۔

تصنیفات و تالیفات..... تمیں کے لگ بھگ ہیں جن میں سے فقہ میں ایک نہایت مفصل و مبسوط کتاب ہے۔ جس میں ہر مسئلہ کے ماخذ و دلائل اور مختصرات امر اربعہ جمع کئے ہیں، نیز جو مسئلہ آپ کے نزدیک زیادہ قوی ہو اس کو ایک مستقل رسالہ میں ”الاخذ بالا قوی“ کے نام سے جمع کیا ہے، دیگر تصنیفات یہ ہیں۔

(۳) تفسیر مظہری۔ نہایت عمدہ کتاب ہے جس میں قدیم مفسرین کے اقوال اور جدید تاویلات اور فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ ندوۃ المصنفین دہلی سے دس ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

(۴) مالا بدت۔ یعنی وہ چیز جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ یہ فن فقہ میں فارسی زبان میں ہے اور چونکہ اس کتاب کے مسائل ہر مسلمان کے لئے جاننا ضروری ہیں اس لئے مصنف نے اس کتاب کا یہ نام رکھا ہے۔ یہ کتاب تمام مدارس میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

(۵) السیف السلوک۔ یہ شیعہ کے رد میں ہے۔

(۶) ارشاد الطالبین۔ سلوک میں ہے۔

(۷) تذکرۃ الموتی والقبور

(۸) تذکرۃ العباد

(۹) حقوق الاسلام



(۱۰) الشہاب الثاقب

(۱۱) رسالہ در حرمت متعہ

(۱۲) رسالہ در حرمت و اباحت سرور

(۱۳) بویت نامہ وغیرہ

وفات ..... ۱۲۲۵ھ میں آپ کی روح واصل تھی ہوئی اور آپ کا جسم ہمیشہ کے لئے پانی پت کی پاک سرزمین کے سپرد کر دیا گیا۔ ”فہم مکر مون فی جنت النعیم“ وفات کا تاریخ مادہ ہے۔

بابر گت کفن ..... کفن متبرک کپڑے میں کفن دینا سنت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی چادر صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کے کفن میں ڈلوائی تھی، اسی کے پیش نظر قاضی صاحب نے وصیت کی تھی کہ جو چادر اور رضائی حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کی عطا کردہ ہے اس کو میرے کفن میں شامل کیا جائے۔

الباقیات الصالحات ..... آپ کے تین صاحبزادے تھے۔

(۱) احمد اللہ۔ یہ آپ کے بڑے صاحبزادے تھے جو بہت بڑے عالم تھے اور قاضی صاحب کی حیات ہی میں وفات پا گئے تھے، قاضی صاحب نے وصیت نامہ میں ان کے متعلق لکھا ہے۔ ”در خاندان فقیر ہمیشہ علماء آمدہ اند کہ در ہم عصر ممتاز بودند از فرزندان فقیر احمد اللہ این دولت رسانیدہ بود خدایش بیامر زور حلت کرد۔“

باب کا علم نہ بیٹے کو اگر از بر ہو پھر پسر قابل میراث پدر کیونکر ہو

(۲) کلیم اللہ

(۳) بولیل اللہ۔ یہ قاضی صاحب کے چھوٹے بیٹے تھے۔

## (۷) صاحب الفواز لکبیر

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا فرزانہ بدل دیتا ہے جو بگڑا ہو لوستور میخانہ

لحب ولی اللہ خیر فانی بہ بیداء الذکو الجمیل ویختم

نام و نسب اور کنیت ..... احمد نام، ابو الفیاض کنیت، ولی اللہ عرف، بشارتی نام قطب الدین اور تاریخی نام عظیم الدین مشہور ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب والد ماجد کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک اور والدہ محترمہ کی طرف سے حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ خالص عربی النسل اور نسبا فاروقی ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ ولی اللہ احمد بن شاہ عبد الرحیم بن وجیہ الدین شہید بن معظم بن منصور بن احمد بن محمود بن قوام الدین (عرف قاضی قازن) بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر (عرف بدھا) بن عبد الملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین مفتی بن شیر ملک بن عطا ملک بن ابوالفتح ملک بن عمر والحاکم ملک بن عادل ملک بن فاروق بن جریمس بن احمد بن محمد شریار بن ہامان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ولادت باسعادت ..... آپ کی ولادت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے اسی سال بعد اور شہنشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے چار سال قبل ۳ شوال ۱۱۱۳ھ میں (۱۷۰۲ء) بروز چہار شنبہ بوقت طلوع آفتاب آپ کے نانہال قصبہ بھلت ضلع مظفر نگر میں ہوئی۔

والد ماجد ..... شاہ عبد الرحیم صاحب ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۶۳۳ء میں پیدا ہوئے اور فطری طور پر ذہین ہونے کے باعث

۱۔ از حدائق حنفیہ، نزہۃ الخواطر، پیش لفظ از قاضی سجاد حسین ۱۲۔

مروجہ کتابیں بہت جلد ختم کر لیں، انفاس العارفین میں حضرت شاہ صاحب نے تحریر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا "میں نے عربی کے ابتدائی رسائل سے لے کر شرح عقائد اور حاشیہ خیالی تک کی جملہ کتب اپنے (بڑے) بھائی شیخ ابو الرضا محمد ہلوی (مولود ۱۰۳۵ھ یا ۱۰۳۶ھ متوفی ۱۱۰۱ھ یا ۱۱۰۳ھ) سے پڑھی ہیں اور چند دیگر کتب مرزا زاہد ہروی سے۔"

شاہ عبدالرحیم صاحب فقہ حنفی کے جید علماء میں شمار کئے جاتے ہیں اور فقہی جزئیات پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے، آپ کے ایک دوست شیخ حامد جن کو اورنگزیب نے فتویٰ عالمگیری کی تدوین کا نگران مقرر کیا تھا وہ آپ کی تنگدستی سے واقف تھے۔ از رو دوستی فتویٰ کی تدوین میں اپنا شریک کار بنانا چاہا اور تنخواہ کی امید دلائی۔ آپ نے قبول نہ کیا اور صاف انکار کر دیا۔ لیکن جب اس کی خبر آپ کی بیویوں کو ہوئی تو برہم ہوئیں اور نوکری کر لینے کا حکم دیا۔ آپ نے محض بیویوں کی دلجوئی اور خاطر داری کیلئے شیخ حامد کا شریک بننا منظور فرمایا۔ جب اس ملازمت کی خبر آپ کے مرشد کو ہوئی تو انہوں نے نہ صرف اظہارِ ندامت کی بلکہ اس کے ترک کر دینے پر اصرار کیا، آپ نے والدہ کا عذر کیا مگر انہوں نے اس کا بالکل خیال نہ کیا اور برابر اصرار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ملازمت چھوڑ دینے کا حکم دے دیا۔ آپ نے اس موقع پر بڑی ہوشمندی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ آپ نے مرشد کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت آپ ہی دعا فرمادیں کہ نوکری خود بخود چھوٹ جائے کیونکہ میرے چھوڑنے سے والدہ کی آزر دگی کا اندیشہ ہے، چنانچہ انہوں نے دعا فرمائی اور وہ دعا اس طرح قبول ہوئی کہ ایک روز عالمگیری رحمۃ اللہ علیہ نے خلاف معمول اچانک تدوین قلم کے ملازمین کی فہرست طلب کی اور بلا وجہ شاہ عبدالرحیم کا نام قلم زد کر دیا اور پھر حکم دیا کہ "اگر خواستہ باشد میں قدر زمین پدہید" یعنی اگر شاہ عبدالرحیم چاہیں تو ان کو اتنی زمین دے دی جائے، گویا نوکری چھڑا کر اب جاگیر دار بنائے جانے کی تجویز ہوئی مگر آپ اس امتحان میں بھی کامیاب ہوئے، فرمان شاهی کے بموجب جب آپ سے رائے پوچھی گئی تو باوجود تنگی محاش کے جو جواب دیا وہ آپ کی شان توکل کا آئینہ دل ہے۔ فرماتے ہیں "قبول نہ کردم و شکر نہ بجا آوردم و حمد خدائے تعالیٰ قسم۔" نوکری چھوڑی جاگیر کو نظر انداز کیا اور صبر و شکر کے ساتھ اپنی اسی نان جوئیں پر خدمتِ خلق کرتے ہوئے زندگی گزار دی۔

چوں طمع خواہد ز من سلطان دین خاک بر فرق قناعت بعد ازین (خسرو)

تعلیم و تربیت..... جب آپ نے اپنی عمر کے پانچویں سال میں قدم رکھا تو والد ماجد نے تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا اور آپ نے سات سال کی عمر میں حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ بقدر ضرورت اراکان و فرائض بھی معلوم کر لئے۔ اسی سال والد بزرگوار نے نماز روزہ شروع کر لیا تاکہ پابندی فرائض کی عادت پڑے۔ شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ رسم سنت بھی اسی سال عمل میں آئی۔ ساتویں سال کے آخر میں آپ نے فارسی اور عربی کے ابتدائی رسائل پڑھنا شروع کر دیئے اور ایک سال کے اندر ان کو مکمل کر لیا، اس کے بعد آپ نے صرف و نحو کی طرف توجہ فرمائی اور دس برس کی عمر میں علم نحو کی معرکتہ آراء کتاب شرح ملا جامی تک پہنچ گئے اور نہ صرف فارسی کی نوشت و خواند میں مہارت پیدا کر لی بلکہ عربی کی صرف و نحو پر بھی عبور حاصل کر لیا۔ شاہ صاحب نے خود ہی ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ "دس سال کی عمر میں ایک حد تک مطالعہ کی راہ کھل گئی تھی۔" صاحب "حیات ولی" نے تو آپ کے متعلق یہاں تک لکھا ہے کہ "دس سال کی عمر میں صرف و نحو میں آپ کو اس درجہ قوت حاصل ہو گئی تھی کہ بڑے بڑے صوفی و نحوی جو کتاب کے کپڑے کھلائے جاتے تھے اور جنہوں نے ان علوم میں نہایت شہرت و نامور کے ساتھ عزت و رفعت کے تحفے حاصل کئے تھے وہ آپ سے مسائل صرفیہ و نحویہ میں گفتگو کرتے ہوئے جھکتے تھے بقول بعض اسی عمر میں آپ نے کافیہ کی شرح لکھنی شروع کر دی تھی۔"

صرف و نحو سے فراغت کے بعد آپ نے معقولات کی طرف توجہ فرمائی اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان سے فراغت پائی۔ پندرہ سال کی عمر میں تمام متداولہ درسی علوم کی تکمیل کر کے ارباب فضل و کمال کے زمرہ میں شامل ہو کر ایک مقام خاص کے مالک ہو گئے۔

تحصیل علوم کی تفصیل..... شاہ صاحب کی تعلیم اکثر اپنے والد بزرگوار کے پاس ہوئی جس کی تفصیل آپ نے اس طرح بیان کی ہے کہ علم حدیث میں مشکوٰۃ شریف تمام و کمال پڑھی لیکن چند روز علالت کی وجہ سے کتاب البیہ سے کتاب الادب تک کا حصہ چھوٹ گیا، شیخ بخاری شروع سے کتاب الطہارات تک، شمائل ترمذی اول سے آخر تک پڑھی۔ علم تفسیر میں بیضاوی اور تفسیر مدارک کے کچھ حصے باقاعدہ پڑھے اور باقی حصوں کا خود مطالعہ کیا۔ اس کے علاوہ کامل غور و فکر اور مختلف تفاسیر کے مطالعہ کے ساتھ والد ماجد کے درس قرآن میں مجھے حاضری کی توفیق ملی اور اس طرح کئی بار میں نے حضرت سے متن قرآن پڑھا اور یہی میرے حق میں ”فتح عظیم“ کا باعث ہوا۔ فالحمد لله علی ذلك۔ علم فقہ میں شرح وقایہ اور ہدایہ کی دو جلدیں تھوڑے حصے کے علاوہ پوری پڑھیں۔ اصول فقہ میں حسامی اور توضیح و تلوین کا درس لیا۔ منطق میں شرح شمشیر کامل اور شرح مطالب کا کچھ حصہ پڑھا، علم کلام میں شرح عقائد کامل اور خیالی و شرح موافقت کا کچھ حصہ پڑھا، علم طب میں موجز، فلسفہ میں شرح ہدایۃ الحکمتہ وغیرہ علم نحو میں کافیہ، شرح ملا جامی، علم معانی میں مطول کا اکثر حصہ اور مختصر المعانی کا وہ حصہ پڑھا جس پر ملازلوہ کا حاشیہ ہے۔ ہیئت و حساب میں بعض رسائل پڑھے۔ تصوف و سلوک میں عوارف المعارف اور رسائل نقشبندیہ پڑھے، علم الحقائق میں شرح رباعیات، مولانا جامی، مقدمہ شرح لمعات، مقدمہ نقد الفصوص، خواص اسماء و آیات میں والد صاحب کا ایک خاص مجموعہ پڑھا۔ جس کی انہوں نے چند مرتبہ اجازت بھی دی۔ اثناء تحصیل میں اپنے زمانہ کے امام حدیث شیخ محمد افضل سیالکوٹی کی خدمت میں بھی آتے جاتے اور علوم حدیث میں ان سے استفادہ کرتے رہے۔

عقد نکاح..... چودہ سال کی عمر میں آپ کی شادی آپ کے ماموں شیخ عبید اللہ پھلتی کی صاحبزادی سے ۱۱۲۸ھ میں ہوئی۔ ان سے ایک صاحبزادے شیخ محمد اور ایک صاحبزادی امۃ العزیز پیدا ہوئیں۔ اس معاملہ میں آپ کے والد صاحب نے بڑی عجلت سے کام لیا اور سسرال والوں کے سامان جینز فراہم نہ ہو سکنے کے عذر کو بھی نہ سنا اور کہلا بھیجا کہ یہ عجلت بے وجہ نہیں۔ اس کی مصلحت بعد میں ظاہر ہو گی۔ اصرار پر سسرال والے راضی ہو گئے اور اسی سال آپ کی شادی ہو گئی اور وہ مصلحت بعد میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ شادی کے چند ہی روز بعد شاہ صاحب کی خوش دامن کا انتقال ہو گیا۔ پھر تھوڑے ہی دن بعد خوش دامن کے والد کا وصال ہو گیا، ان کے غم سی فارغ بھی نہ ہو پائے تھے کہ شاہ صاحب کے بڑے چچا شیخ ابوالرضاء کے صاحبزادے شیخ فخر عالم رحلت کر گئے، اس کے بعد حضرت شاہ صاحب کی سوتیلی ماں وفات پا گئیں، ان متواتر صدمات کے بعد سبھی کو معلوم ہو گیا کہ اگر اس وقت شادی نہ ہو جاتی تو کئی سال بعد تک اس کا ہونا ممکن نہ تھا۔

بیعت و دستار بندی..... عقد نکاح کے تقریباً ایک سال بعد شاہ صاحب نے اپنے والد کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان کی زیر نگرانی اشغال صوفیہ میں مشغول ہوئے۔ خصوصاً نقشبندیہ سلسلہ کے ازکار کو از اول تا آخر پورا فرمایا اور کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا کہ آپ نے فن تصوف میں ودورک حاصل کر لیا کہ اس کے فنی غوامض آپ کیلئے پانی ہو گئے۔ یہی وہ زمانہ تھا جس میں والد صاحب سے تفسیر بیضاوی کا درس لیتے تھے، اس موقع پر والد ماجد نے بڑے پیمانہ پر شہر کے علماء، مشائخ، قضاة، فقہاء اور دیگر عوام کی ایک شاندار دعوت کی اور دستار بندی کی رقم ادا ہوئی، مصنف ”حیات ولی“ نے لکھا ہے کہ حاضرین مجلس نے اس زور سے مہاک بادوی کی ساری مجلس گونج اٹھی۔

اجازت تجوید و قرأت..... شاہ صاحب نے فن قرأت و تجوید کی تکمیل مشہور قاری مولانا محمد فاضل صاحب سندھی سے کی تھی جو دہلی کے شیخ القراء اور اپنے زمانہ کے ماہر فن شہد کئے جاتے تھے۔ شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں نے قرآن کو ازل سے آخر تک بروایت حفص عن عاصم (صالح، ثقہ) حاکمی محمد فاضل سندھی سے ۱۱۵۳ھ میں پڑھا اور انہوں نے دار السلطنت دہلی کے شیخ القراء شیخ عبدالحق سے پڑھا۔

اجازت بیعت و وفات والد..... آپ کی عمر کے سترہویں سال والد ماجد سخت بیمار ہوئے اور اسی حالت مرض میں

آپ کو بیعت دار شاد کی اجازت عطا فرمائی، مدرسہ رحیمہ اور خانقاہہ رحیمہ کی جو بساط بچھائی تھی اس کا انتظام شاہ صاحب کے سپرد فرمایا اور ۱۲ صفر ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۹ اے میں بروز بدھ اس مرتاض صوفی اور فقید المثال عالم نے درس دار شاد کی مسند اپنے بلند اقبال بیٹے (شاہ ولی اللہ) کے لئے خالی کر دی۔

درس و تدریس..... والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ نے مستقل طور پر مسند درس دار شاد کو رونق بخشی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے علم و فضل اور کمالات ظاہری و باطنی کا شرعہ دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ ہر طرف سے تشنگان علوم و معارف جوق در جوق آتے اور زانوئے تلمذ بچھاتے، تقریباً بارہ سال تک آپ کتب رحیمہ اور معقولات کا درس دینے میں مشغول رہے۔

طریقہ تعلیم..... شاہ صاحب کے زمانے میں جو طریقہ تعلیم رائج تھا آپ نے اس کے برخلاف دوسرا طریقہ اختیار فرمایا۔ کیونکہ جو ذہنی اور فکری انقلاب آپ لانا چاہتے تھے وہ اسی طریقہ تعلیم سے آسکتا تھا، پہلے آپ تین تین چار چار صرف و نحو کے ابتدائی رسائل حفظ کراتے اس کے بعد تاریخ حکمت کی کوئی عربی کتاب پڑھاتے۔ پھر موطا امام مالک کا درس دیتے اور قرآن مجید کا ترجمہ بلا تفسیر کے پڑھاتے۔ البتہ جہاں کہیں کسی قاعدہ نحوی کی مشکل یا شان نزول کی ضرورت پیش آتی اسے بخوبی حل فرمادیتے جس سے طالب علم کو اطمینان ہو جاتا اس کے بعد تفسیر جلالین پڑھاتے پھر ایک وقت حدیث کتب، فقہ اور عقائد و سلوک کا درس دیتے اور دوسرے وقت کتب حکمت کا، اس طریقہ تعلیم سے طلباء کے اندر غور و فکر کا مادہ پیدا ہو جاتا تھا اور وہ صحیح معنوں میں علم فقہ علم حدیث اور علم تفسیر کے عالم بن کر نکلتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ علوم عقلیہ سے بہرہ مند ہوتے تھے کہ شکوکہام باطلہ کا رد اچھی طرح حدیث و قرآن کی روشنی میں کر سکتے تھے۔

طریق سرحدیث..... ابتداء حدیث کی تعلیم کا طریقہ استملائی تھا جس میں علم حدیث کی تعظیم کے خیال سے درس دیتے وقت بہتر پوشاک پہنتا، وضو کرنا، خوشبو لگانا، بلند جگہ پر کھڑے ہو کر حمد و ثناء کے بعد حدیث کی سند بیان کرنا پھر اس کے متن کا ایک ایک فقرہ نہایت فصاحت سے ادا کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا لیکن جب شاہ صاحب مدینہ منورہ سے ہندوستان آئے تو آپ نے وہاں کے مطابق صحاح ستہ کی مشہور و مسلمہ کتابوں کو ایک سال میں ختم کرانے کا طریقہ جاری کیا، آپ ایک دن مشکوٰۃ شریف کی حدیثیں پڑھاتے اور دوسرے دن انہی حدیثوں کے متعلق علامہ طبری کی شرح کا درس طلبہ کو دیتے، اس طرح جب مشکوٰۃ شریف ختم ہو جاتی تو دوسرے سال رسول اللہ ﷺ سے صحاح ستہ کی حدیثوں کی سند کو متصل کرنے کیلئے مشکوٰۃ ہی کی حدیثوں کو جو اس میں سند کے بغیر پڑھائی گئی تھیں سند کے ساتھ اس طرح پڑھاتے کہ طالب علم حدیثوں کو پڑھتا جاتا اور استلو سنتا جاتا، درمیان میں خاص خاص نکات بھی بیان فرماتے جاتے۔

اس طرح ایک دن میں پانچ چھ ورق ہو جاتے تھے، حضرت شاہ صاحب نے درس حدیث کے اس طریق کا نام سرد رکھا تھا۔ لیکن حضرت شاہ صاحب کے زمانہ ہی میں طریقہ سرد میں ترمیم کر دی گئی تھی۔ (حیات انور صفحہ ۷۷۷ مضمون مع لانا مناظر احسن گیلانی)

علمی استغراق..... دوران درس و تدریس میں آپ کو ہر علم و فن میں غور کرنے کا موقع ملا، اسی زمانہ میں آپ نے مذاہب اربعہ کی فقہ اور ان کے اصول فقہ کی کتابوں کا بنظر عائر مطالعہ کیا اور ان احادیث کو بھی بامعان نظر دیکھا جن سے یہ حضرات ائمہ اپنے اقوال و مذاہب کی سند لاتے ہیں اور اسی وقت سے فقہائے محدثین کا طریقہ بھی آپ کے دل نشین ہوا آپ کا یہ زمانہ نہایت استغراق اور محویت کا گذرا، آپ نے نہایت تحقیق و کاوش سے کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور رات دن انتہائی انہماک و استغراق کے ساتھ کتب نبوی میں مشغول رہے، آپ ان دنوں کھانا بھی کم کھاتے اور آرام بھی کم کرتے اور درس و تدریس کے بعد جو وقت ملتا اسے صحت کتب میں صرف کرتے۔

سفر حجاز..... جب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ محسوس کیا تھا کہ اسلام کے ہندوستان آئے ہوئے صدیاں بیت چکیں مگر علم حدیث آج بھی ضرورت سے بہت کم ہے تو موصوف نے اس کمی کو محسوس کر کے مسلسل تین سال حجاز مقدس میں رہ کر علم حدیث حاصل کیا تھا اور پھر ہندوستان واپس آکر انہوں نے اور ان کے بعد ان کی اولاد نے اس کی اشاعت میں بڑی کوشش فرمائی تھی مگر ناساعدت حالات کی وجہ سے اپنے مقصد میں ناکام ہوئے۔

حضرت شاہ صاحب نے دیکھا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی استوار کردہ بنیادوں کے کچھ مٹے ہوئے نشانات ابھی باقی ہیں اگر جدوجہد کر کے ان بنیادوں پر مضبوط عمارت نہ تعمیر کی گئی تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ قائم بھی رہ سکیں گی۔ غور و فکر کے بعد آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ علم و حدیث اس کے معدن یعنی حجاز مقدس سے حاصل کرنا چاہیے۔ چنانچہ زیارت حرمین شریفین کا شوق دامن گیر ہوا اور ۱۱۳۳ھ مطابق ۱۷۳۱ء کے آخر میں حجاز روانہ ہو گئے۔

فیوض حرمین..... خانہ کعبہ اور روضہ اطہر ﷺ پر روحانی مشاہدات و مکاشفات کی صورت میں شاہ صاحب پر جو فیضان ہوا اس کو آپ نے ”فیوض الحرمین“ میں قلمبند کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ”اللہ پاک کی سب سے بڑی نعمت جس سے اس نے مجھے سرفراز فرمایا یہ ہے کہ ۱۱۳۳ھ اور اس کے بعد کے سال میں مجھے اپنے مقدس گھر کے حج کی اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی توفیق عطا فرمائی، لیکن اس سلسلہ میں اس نعمت سے کتنی کہیں زیادہ بڑی سعادت جو مجھے میسر آئی وہ یہ تھی کہ اللہ پاک نے اس حج کو میرے لئے مشاہدات باطنی اور معرفت حق کا ذریعہ بنایا اور اسی طرح اس نے نبی علیہ السلام کی اس زیارت کو میرے لئے بصیرت افروز بنایا۔ لہٰذا“

شاہ صاحب نے حرمین شریفین میں کل چودہ ماہ قیام فرمایا اور اس زمانہ قیام میں آپ نے اپنی اثراتی قوت سے روضہ انور ﷺ سے کسب فیض کیا اور بڑے بڑے علماء و مشائخ سے استفادہ بھی۔

شاہ صاحب کے حجازی اساتذہ..... یوں تو شاہ صاحب نے حجاز مقدس میں متعدد علماء و مشائخ سے علم حدیث اور باطنی فیض حاصل کیا۔ مثلاً شیخ ستادی، شیخ احمد تھاشی، سید عبدالرحمن لوریسی، شمس الدین محمد بن علا بابلی، شیخ نعیمی جعفری، شیخ حسن نعیمی، شیخ احمد علی اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری۔ لیکن اس سلسلہ میں جن مشائخ سے آپ بہت زیادہ قریب ہوئے وہ یہ ہیں۔

(۱) شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی۔ انہوں نے آپ کو سند حدیث بھی عطا فرمائی اور ایک خرقہ خلافت و اجازت بھی جو سارے سلاسل کو جامع تھا اور اپنے دست مبارک سے پہنایا۔ موصوف حضرت شاہ صاحب کی فطری ذہانت اور خدا داد بصیرت کے بڑے مداح تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”ولی اللہ الفاظ کی سند مجھ سے لیتے ہیں اور میں مستحق کی سند ان سے لیتا ہوں۔“ جب شاہ صاحب نے حجاز سے واپسی کا ارادہ کیا اور آخری بار خدمت میں حاضر ہوئے اور والہانہ انداز میں یہ شعر پڑھا۔

نسبت کل طریق کنت اعرفہ الا طریقاً یو دینی الی ربکم

تو شیخ بر ایک کیفیت طاری ہوئی، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”سبحر دشیدان آل بکابر شیخ غالب و بختاریت متاثر شدہ۔“ (سننے ہی شیخ بر کیفیت گریہ طاری ہوئی اور بہت متاثر ہوئے۔)

(۲) شیخ وفد اللہ بن شیخ سلیمان مغربی۔ شاہ صاحب نے ان کی مجلس درس میں موطا امام مالک بروایت حمی بن حمی اول سے آخر تک بڑھ کر تمام روایات کی سند نہایت قلیل عرصہ میں حاصل فرمائی۔

(۳) مفتی مکہ شیخ تاج الدین بن قاضی عبدالرحمن قلعی حنفی۔ ان کی مجلس درس میں شاہ صاحب نے صحیح بخاری، کتب صحاح کے مشکل مقامات موطا امام مالک، موطا امام محمد، کتاب الاثر اور مسند دارمی کی سماعت، شیخ نے خصوصیت کے ساتھ شاہ صاحب کو تحریری اجازت نامہ عنایت فرمایا۔

فراہمی کتب..... شاہ صاحب نے حجاز مقدس میں اس بات کی طرف خاص توجہ فرمائی کہ جو کتابیں ہندوستان میں نایاب تھیں آپ نے ان کو جس قیمت سے بھی دستیاب ہو سکیں خرید فرمائیں اور اس سلسلے میں آپ نے نہایت فراخ دلی کا ثبوت دیا، علامہ ابن کثیر کی کتاب ”التہامیہ فی غریب الحدیث والاثار“ مشہور ہے اس کا ایک کلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند کے پلور کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ نسخہ حضرت شاہ صاحب کی ملکیت رہ چکا ہے۔ اس کو آپ نے مکہ مکرمہ میں خرید اتھا۔ چنانچہ اسی کتاب کے آخری صفحہ پر حضرت شاہ صاحب کے دستخط کے ساتھ یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔ ”اس کتاب درمکہ مکرمہ بقیمت سے صدر و پیسہ از عبداللہ دمشقی خرید شد۔“ یعنی یہ نسخہ مکہ مکرمہ میں عبداللہ دمشقی سے تین سو روپیہ میں خرید آگیا۔

حجاز سے واپسی..... حجاز مقدس کے چودہ ماہ قیام میں علمی صحبتوں اور عمیق مطالعہ کتب و ادب کو بھیجی سے آپ نے حدیث و فقہ میں مجتہدانہ کمال پیدا کیا اور آخر ۱۲۴۲ھ مطابق ۱۷۳۲ء میں آپ نے دوبارہ ارکان حج کو فرمائے اور ۱۱۳۵ھ کے لوائل میں وطن مالوف دہلی کا رخ کیا۔ پورے چھ ماہ آتے آتے راستہ میں لگ گئے اور بتاریخ ۱۲۴۳ھ ٹھیک جمعہ کے دن بھکت و عافیت دہلی رونق افروز ہوئے۔ واپسی کی خبر سن کر تمام اہل شہر، علماء و فضلاء اور صوفیاء کرام نے آپ کا خیر مقدم کیا یہاں کچھ روز آرام کرنے کے بعد آپ نے سلسلہ درس شروع فرمایا۔ مدرسہ رحیمیہ کو آپ نے جدوجہد کامرکز بنایا۔ طلباء جوق درجوق اطراف ہند سے آکر مستفید ہونے لگے۔

اصحاب و تلامذہ..... شاہ صاحب کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ ملک کے اطراف و اکناف سے صد ہا طالب علم آتے اور آپ سے مستفید ہوتے حرمین شریفین سے بھی باندھن عالم آپ سے علم حاصل کرنے کیلئے آتے تھے اس لئے آپ کے تلامذہ کی بسیرت فرست ملنا مشکل ہے۔ البتہ چند ممتاز شاگردوں میں آپ کے پیروں صاحبزادوں کے علاوہ مندرجہ ذیل اسماء پیش کئے جاسکتے ہیں جو آپ کے رفقاء کار بھی رہے ہیں اور جنہوں نے آپ کے علوم و معارف کو ملک و بیرون ملک میں عام بھی کیا ہے۔

(۱) شیخ محمد عاشق پھلتی (شاہ صاحب کے ماموں زاد بھائی) متوفی ۱۱۸۷ھ

(۲) شاہ نور اللہ بڑھانوی

(۳) شاہ جمال الدین بن مولوی کفایت علی لاہوری متوفی ۱۱۳۱ھ

(۴) خواجہ محمد امین کشمیر متوفی ۱۱۸۷ھ

(۵) شاہ ابو سعید بریلوی متوفی ۱۱۹۳ھ

(۶) قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ

(۷) شاہ محمد نعمان بن سید محمد نور نصیر آبادی متوفی ۱۱۹۳ھ

(۸) علامہ مرتضیٰ حسینی متوفی ۱۲۰۵ھ

(۹) شیخ رفیع الدین بن فرید الدین مراد آبادی متوفی ۱۲۲۳ھ

(۱۰) شفیع محمد سعید افغانستان متوفی ۱۱۸۸ھ

(۱۱) علامہ محمد معین بن محمد امین سندی متوفی ۱۱۶۱ھ

(۱۲) میر قمر الدین منت دہلوی متوفی ۱۲۰۸ھ

ان کے علاوہ بابا فضل اللہ کشمیری، مولانا سید شاہ محمد معین رائے بریلوی، شاہ محمد واضح، مولانا چرخ محمد وغیرہ جیسی معمولی شخصیات نے آپ سے استفادہ کیا۔

شاہ صاحب کے ہم عصر سلاطین مغلیہ..... شاہ صاحب کی ولادت ۱۱۱۳ھ میں ہے اور وفات ۱۱۷۶ھ میں اس مدت میں مندرجہ ذیل شاہان مغلیہ سریر آرائے حکومت ہوئے۔

۱	۱۶۵۷ء	۱۷۰۷ء	نورنگ زیب عالمگیر
۲	۱۷۰۷ء	۱۷۱۲ء	بہادر شاہ اول
۳	۱۷۱۳ء	۱۷۱۳ء	معز الدین جماندر شاہ
۴	۱۷۱۳ء	۱۷۱۹ء	فرخ سیر
۵	۱۷۱۹ء		نیکو سیر
۶			رفیع الدرجات
۷	۱۷۱۹ء		رفیع الدولہ
۸	۱۷۱۹ء	۱۷۴۸ء	محمد شاہ
۹	۱۷۴۸ء	۱۷۵۳ء	احمد شاہ
۱۰	۱۷۵۳ء	۱۷۵۹ء	عالمگیر ثانی
۱۱	۱۷۵۹ء	۱۸۰۶ء	شاہ عالم

شاہ صاحب کے زمانہ میں ہندوستان کی عام حالت..... ہر لحاظ سے ابتر تھی۔ مذکورہ بالا سلاطین کے عہد میں ہندوستان کو جن مصیبت اور خونی واقعات اور لرزہ خیز حوادث و انقلابات سے گزرنا پڑا وہ سب پر عیاں ہیں۔ سادات بارہہ کا تسلط، فرخ سیر کا ان کے ہاتھوں بھد بیکسی قید میں مرنا، پھر توراتی امراء دربار کے ہاتھوں ان سادات بارہہ کا زوال، مرہٹوں کی بغاوت اور ان کا عروج، سکھوں کا نوئی فتنہ، نور شاہ کی یلغار اور دہلی میں قتل عام، احمد شاہ ابدالی کی معرکہ پانی پت میں فتح، روہیلوں کا ہندوستان کی سیاست میں شریک ہونا، ایرانی و توراتی امراء کی باہمی کش مکش، مغربی اقوام کا ملکی سیاست میں بتدریج داخل ہوتے جانا، انگریزوں کا بنگال و بہار وغیرہ پر اقتدار اور عمل دخل، تقریباً یہ تمام واقعات شاہ صاحب کی زندگی ہی میں پیش آئے۔

غرض پورا ملک عجیب بے کلی و بے چینی میں مبتلا تھا، قتل و غارتگری کا طوفان برپا تھا۔ بدامنی و بد نظمی ہر طرف آشکارا تھی۔ ایک طرف شاہان وقت اپنے اسلاف کی دولت رقص و سرور کی محفولوں اور حسن و جمال کے بازاروں میں لٹا رہے تھے تو دوسری طرف رعایا بد حال و پریشان، غربت و افلاس کے ہاتھوں برباد اور ستمگروں کے مظالم سے پامال ہو رہی تھی۔ عوام کی اخلاقی حالت بھی نہایت درجہ گری ہوئی تھی۔ بد عقیدگی و عملی کے تمام برا شیمن ان میں پیدا ہو چکے تھے۔ دینی لحاظ سے بھی ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ کتاب و سنت سے انہیں کوئی واسطہ نہ تھا۔ اہل ہنود نے تمام مراسم قبیلہ اور نیام جاہلیت کے تمام افعال شنیدہ انہوں نے اپنالئے تھے، تقلید و جمود میں ستمگ علماء و صوفیاء کا دور دورہ تھا۔ جنہیں نہ دینی امور سے ذوق تھا نہ دین کا درد نہ حق کا خیال نہ احقاق حق سے واسطہ، عوام و جدان پرستی، پیری مریدی اور خانقاہ پرستی میں بھنسے ہوئے تھے۔ پیر زادے مذہبی پیشوا بن کر لوگوں کو لوٹ رہے تھے۔ گدی نشین صوفیہ اور مستند آراء مشائخ سب اسی قسم کی دھڑے بند یوں میں مصروف تھے۔ متقیف و اعظمن، گمراہ صوفیہ خانقاہ نشین لوگوں کو موضوعات و باطل کی طرف ذکوت دے کر ان کے مال اور ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے تھے۔

مسلمانوں کی علمی و تعلیمی حالت بھی حد درجہ انحطاط پذیر تھی، درسگاہوں میں صداء قاضی مہدک، شمس بازنہ اور شرح مطالعہ کے حواشی و خروج بکثرت رائج تھے اور اصل علوم (کتاب و سنت) کی طرف کوئی توجہ نہ تھی، دینیات میں فقہ کے سوا کچھ نہ تھا، حدیث میں صرف بطور تبرک مشکوٰۃ شریف اور مشارق الانوار پڑھا دینا کافی سمجھتے تھے۔ قرآن مجید خارج از نصاب تھا۔

شاہ صاحب کے اصلاحی کارنامے خبیث مراجعت حرمین کے بعد آپ نے مسلمانوں کی یہ صورت حال دیکھ کر اپنی جدوجہد سے تقریر و تحریر ہر دو طریق پر جو انجام دیں وہ رہتی دنیا تک فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ آپ نے اس زمانہ کے طریقہ تعلیم کو بدل کرنے اسلوب پر درس دیا، تعلیمات اسلام میں جو خرافات اور بے سروپا باتیں شامل کر دی گئیں تھیں ان کو الگ کیا اور دین کو ایک منظم و مرتب نظام زندگی کی حیثیت سے پیش کیا۔ معاندین کے اعتراضات کا کماحقہ رد کیا اور مشتبہ مقامات کی صراحت فرمائی۔ عقل و نقل دونوں اعتبار سے دین اسلام کو مطابق فطرت ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ جمعی تصوف اور اس کی بے سروپا خرافات کی بجز قلم و جویں بکھیر دیں، معصوب فرقہ پرستوں اور مختلف مکتب خیال کے لوگوں کو ایک نقطہ عدل پر لا کر ان میں ہم آہنگی اور اتفاق پیدا کرنے کی کوشش فرمائی، کتاب و سنت کے احکام عوام تک پہنچانے کا انتظام بذریعہ ترجمہ قرآن فرمایا، شاہ صاحب ہی پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ساڑھے گیارہ سو برس کے بعد سر زمین ہند میں قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا اور اسی کے بعد ترجمہ قرآن کی بنیاد پڑی، آپ ہی کی انتھک کوشش اور مخلصانہ جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ آج کل ہم اس ملک میں علوم قرآن و حدیث کا چرچا دیکھ رہے ہیں۔

”چنانچہ راہ را گرگوں کو دیک مرد خود آگاہے“

مولانا نسیم احمد فریدی نے بالکل سچ کہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ”حضرت شاہ صاحب کے فیوض و برکات جو آج بھی پوری تابانی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ کہاں تک شمار کروں بس اس شعر پر اکتفا کرتا ہوں۔“

یک چراغی ست دریں بزم کو از پر تو آں ہر کجائی نگر م انجمنے ساختہ اند

شاہ صاحب موجد علوم ہیں..... حضرت مولانا ممدوح چند علوم کے جہیز ہیں۔ آپ سے پیشتر ان کو کسی نے مدون نہیں کیا تھا اول علم اسرار الدین۔ شاہ صاحب نے ”الجزء اللطیف“ میں اپنے دلائل اعمال کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”جو کام مجھ سے لئے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ فقہ میں جو مرضی (پسندیدہ نظریات) ہیں ان کو جمع کر دوں اور اس کے لئے فقہ حدیث کی از سر نو بنیاد رکھ کر اس فن کی پوری عمارت تیار کی گئی اور حضرت ﷺ کے تمام احکام و ترغیبات اور ان تعلیمات کے اسرار و مصالح کو اس طرح منضبط کیا گیا کہ اس فقیر سے پہلے اس کا کام عشر عشر بھی نہیں کیا گیا تھا۔“

دوم علم کمالات اربعہ یعنی ابداع، خلق، تدبیر اور تدلی سوم علم استعدادات نفوس انسانیہ و کمال و مال ہر شخص،

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کمالات اربعہ ابداع، خلق، تدبیر، اور تدلی کی حقیقت اور نفوس انسانیہ کی استعدادات

کا علم مجھے عطا فرمایا گیا اور یہ دونوں ایسے علم ہیں کہ اس فقیر سے پہلے کسی نے ان کے کوچہ میں قدم نہیں رکھا۔

شان مجددیت..... حضرت شاہ صاحب بارہویں صدی کے مجدد تھے۔ چنانچہ ”تعلیمات“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”جب میرا دور حکمت یعنی علم اسرار دین پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت مجددیت پہنائی۔ پس میں نے مسائل اختلافی میں جمع (و تطبیق) کو معلوم کر لیا۔“ ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”مجھے خدا نے یہ شرف بخشا ہے کہ میں اس زمانہ کا مجدد، وصی اور قطب ہوں، اگر خدا نے چاہا تو میری کوششوں سے مسلمانوں میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جائے گی۔“

مجدد کے منصب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شریعت کے قوانین کی توجیہ و تفسیر کتاب و سنت کے مطابق کرے اور اس میں قیاس کو ہرگز دخل نہ دے۔ تعلیمات و نظریات کو پیش کرے۔ وقت صحابہ و تابعین کے اعمال و افعال کو سامنے رکھے۔

وصی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دین کے ان قوانین کو جو بتاتے ہیں کہ حرام کیا ہے اور حلال کیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ اور ان کے ارشادات کی روشنی میں ترتیب دے۔ قطب وہ ہے جو خدا کی مرضی کو موجودہ حالات و ضروریات میں

بنی نوع انسان پر ظاہر کر دے۔

شاہ صاحب کا مقام عظمت..... بقول مولانا نسیم احمد فریدی بلاشک و شبہ حضرت شاہ صاحب اپنے وقت کے مجدد،



حکیم الامتہ، امام علم و فن، مصلح امت اور ہمدرد انسانیت ہیں۔ وہ بیک وقت ایک عظیم الشان عالم دین بھی ہیں اور درویش باسفا بھی، مفسر و محدث بھی ہیں اور مفکر و متکلم بھی۔ مدرس و معلم بھی ہیں اور مولف و مصنف بھی۔ ماہر سیاسیات بھی ہیں اور موز آشنائے معاشیات بھی، دریائے حکمت و معرفت کے غواص بھی ہیں اور اسرار شریعت کے عرم خاص بھی۔

ولیس علی اللہ بمستکر ان یجمع العالم فی واحد

آپ کے معاصر علماء نے جو علوم و معارف میں اپنی مثال آپ تھے آپ کے مقام عظمت کا اعتراف کیا ہے اور بڑی قدر و منزلت سے آپ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت مرزا جان جاناں فرماتے ہیں۔

مثل ایسوں در محققان صوفیاء کہ جامع اندوز علم ظاہر و باطن و علم نوییاں کردہ اند چند کس گزشتہ باشند (کلمات طیبات صفحہ ۸۴)

ان اہل تحقیق صوفیاء میں جو ظاہری اور باطنی علوم کے جامع ہیں اور نیا علم بیان کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب جیسے بس چند ہی لوگ گذرے ہوں گے۔

مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی اپنے رسالہ ”فخر الحسن“ میں آپ کو اس طرح یاد فرماتے ہیں۔ شیخ صاحب المقامات العالیہ والکرامات الجلیلہ الشیخ ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ وابقا۔

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں۔ آیت من آیات اللہ و معجز قلمی الکریم ﷺ یعنی شاہ صاحب اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت اور اس کے نبی ﷺ کا معجزہ ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں ”انحاف البلاء“ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اگر وجود لہو در صدر اول در زمانہ ماضی می بود امام الامتہ و تاج المجتہدین شردہ می شد

اگر شاہ صاحب کا وجود گزشتہ زمانہ میں صدر اول میں ہوتا تو تمام مجتہدوں کے پیشوا اور مقتدا مانے جاتے بلکہ ان کے سر تاج بنائے جاتے اور امام الامتہ کا اگر انقدر خطاب پاتے۔

علامہ شبلی ر قنطرازی ہیں کہ ”ابن حمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہیں کے زمانہ میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہ تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہوگا لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا کہ اخیر زمانہ میں شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہو جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی و رازی و ابن رشد کے کارنامے ماند پڑ گئے۔“

یہ تو آپ کے حلقہ بگوشوں اور عقیدت مندوں کا اظہار خیال تھا، ان کے علاوہ مولانا فضل حق خیر آبادی نے بھی آپ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بجائے عقیدت و نیاز کے اپنے آپ کو علم کے اس خالوادہ کا حریف

مقابل سمجھا کرتے تھے، چنانچہ ان کے شاگرد رشید مولانا محسن بہاری اپنی کتاب ”الینع الجن“ میں خود اپنی سنی ہوئی شہادت بیان کرتے ہیں جب کہ وہ اور میں مولانا سے درس لیا کرتے تھے فرماتے ہیں۔ ”مولانا فضل حق کے ہاتھ ”زال اللہنا“ کا ایک نسخہ کہیں

سے لگا، مولانا اس کے مطالعہ کے بڑے خواہشمند تھے۔ جب درس و تدریس یا دوسرے مشاغل سے فرصت ملتی تو بکثرت اسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف رہتے۔ جب مولانا اس کتاب کا بیشتر حصہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ نے سب کے سامنے جن

میں، میں بھی شریک تھا فرمایا کہ جس شخص نے یہ کتاب لکھی ہے وہ تو ایک بحر بیکراں ہے۔ جس کے ساحل کا پتہ نہیں چلا۔ تحذیرت نعمت و حمد اہی..... جس مقام و منصب اور عظمت و رفعت سے آپ کو سرفراز کیا گیا تھا اس سے آپ بخوبی

آگاہ تھے۔ جس کا اظہار بطور تحذیرت نعمت آپ نے متعدد جگہ فرمایا ہے۔ چند اقتباسات بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔ (۱) مجھ پر اللہ تعالیٰ کے خاص احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے مجھے اس آخری دور کا ”ناطق“، حکیم، قائم اور

زعم بنایا۔ (تلمیحات)

(۲) میرے ذہن میں ڈالا گیا کہ میں لوگوں تک یہ حقیقت پہنچا دوں کہ یہ زمانہ تیرا زمانہ ہے اور یہ وقت تیرا وقت ہے، افسوس اس پر جو تیرے جھنڈے کے نیچے نہ ہو۔ (ایضاً)

(۳) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قائم الزمان ہوں یعنی اللہ تعالیٰ جب خیر کے کسی نظام کا لہرہ فرماتے ہیں تو اپنے اس لہرہ کی تکمیل کئے مجھے آلہ کار بتاتے ہیں۔ (فیوض الحرمین)

(۴) حق تعالیٰ کا عظیم ترین انعام اس بندہ ضعیف پر یہ ہے کہ اس کو خلعت فاتحیہ بخشا گیا ہے اور اس آخری دور کا افتتاح اس سے کرایا گیا ہے۔ (حجتہ اللہ البالغہ)

(۵) خداوند تعالیٰ نے ایک وقت میں میرے قلب میں میزان پیدا کر دی جس کی وجہ سے میں ہر اس اختلاف کا سبب پہچان لیتا ہوں جو امت محمدیہ میں واقع ہو اور اس کو بھی پہچان لیتا ہوں جو خدا اور اس کے رسول کے نزدیک حق ہے، اور خدا نے مجھے یہ بھی قدرت دی ہے کہ امر حق کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اس طرح ثابت کر دوں کہ اس میں کسی قسم کا شبہ اور اشکال باقی نہ رہے۔ (ایضاً)

اس قسم کے بیسیوں اقوال آپ کی تصانیف میں ملتے ہیں جو نہ بطور تعلق و خود سنائی ہیں نہ بطریق فخر و غرور بلکہ یہ بطور تجدید نعمت و تحمید الہی ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔ "و اما بنعمت ربك فحدث"

آہ اے ظالم یہ تو نے کیا کیا..... حجتہ اللہ البالغہ مترجم کے شروع میں مولوی معراج محمد باریق کی تحریر کردہ مختصر سوانح حیات لگی ہے اس میں موصوف نے لکھا ہے کہ آپ کی آخری عمر میں دہلی پر ایک معصوب شیعہ نجف علی خان کا تسلط ہو گیا تھا یہ مغل دربار کا آخری امیر تھا اس نے بہت سے علماء کو دردناک سزائیں دیں، امیر شاہ خاں "امیر الروایات" میں بیان فرماتے ہیں کہ اس نے شاہ ولی اللہ کے منجھے اتروا کر ہاتھ بیکار کر دیئے تھے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون تحریر نہ کر سکیں۔ وفات حسرت آیات..... آپ بڑھانہ شقیق مظفر نگر میں قیام پذیر تھے کہ مرض الموت میں گرفتار ہو گئے۔ قلت غذا کی وجہ سے ضعف و نقاہت پہلے ہی لاحق تھی۔ اب اس میں اضافہ ہو گیا۔ ۹ ذی الحجہ ۱۱۷۵ھ کو بغرض علاج دہلی تشریف لائے لیکن تقدیر، تدبیر پر غالب ہوئی اور ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۳ء کو بوقت ظہر یہ علم و معرفت کا آفتاب جہاں تاب افق دہلی میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا اور اپنے پیچھے بے شمار کواکب و نجوم کو چمکتا دیکھتا چھوڑ گیا جو اس کی مستعار روشنی سے اب تک منور ہیں۔ تاریخ وفات "کو بود لام اعظم دیں" ہے حضرت شاہ عبدالرحیم کے مزار سے متصل "مندیان" کے قبرستان میں آپ کے جسد خاکی کو سپرد خاک کیا گیا۔

ارباب چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے  
ہر شاخ پر اپنا ہی نشان چھوڑ دیا ہے

الباقیات الصالحات..... حضرت شاہ صاحب کی پہلی الہیہ کے بطن سے ایک صاحبزادے شیخ محمد اور ایک صاحبزادی بی بی امت العزیز تھیں اور دوسری الہیہ یعنی شاہ ثناء اللہ کی صاحبزادی کے بطن سے چار صاحبزادے تھے۔ ان چار میں سب سے بڑے شاہ عبدالعزیز صاحب متوفی ۱۲۳۹ھ پھر شاہ رفیع الدین صاحب متوفی ۱۲۳۳ھ پھر شاہ عبدالقادر صاحب متوفی ۱۲۳۰ھ پھر شاہ عبدالغنی صاحب۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی وفات کے بعد شاہ عبدالعزیز صاحب آپ کے جانشین ہوئے اور اپنے موخر الذکر تینوں حضرات کی تربیت کی مگر تینوں حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب کی زندگی ہی میں وفات پا گئے۔ یہ سب حضرات تبحر علم و فضل اور افتادہ و افاضہ کی جہت سے نامور فضلاء عصر ہوئے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان نے اس خاندان کی بابت "اتحاف النبلاء" میں کیا خوب کہا ہے۔ ہر یکے از ایشان بے نظیر وقت و فرید دہر و جدید عصر در علم و عمل و عقل و فہم و قوت تقریر و فصاحت تحریر و تقوی و دیانت و کثرت و مراتب ولایت بود، وہم جنس لولاد و اولاد ہیں سلسلہ از طلایے ناب است۔

اخلاق و عادات..... شاہ صاحب نہایت سادہ طبیعت، منکسر المزاج، نفیس الطبع، بلند ہمت، فراخ حوصلہ، جفاکش، بہادر و

شیخ، مستقل بلراج، ہمدرد و غرباء، ریاد نمود سے عاری، ظاہری نمائش و شان و شوکت سے گریزاں اور بڑے مہمان نواز و فیاض تھے، معمول ہونے کے باوجود نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے، اکثر اوقات آپ کے خوان پر سادہ روٹی اور بعض اوقات معمولی مہزی ہوتی تھی۔ شان بے نیازی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے کبھی شاہان وقت کی طرف چشم ابروت سے نہ دیکھا۔

نظر ہے ابر کرم یہ درخت صحر اہوں کیا خدانے نہ محتاج باغباں مجھ کو (اقبال)

شاہ صاحب کا مسلک..... حضرت شاہ صاحب اپنی وسعت علم، وقت نظر، قوت استدلال، ملکہ استنباط، سلامت فہم صفائی قلب، اتباع سنت، جمع بین العلم والعمل وغیرہ کمالات ظاہری و باطنی کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کی وجہ سے اپنے لئے تقلید کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، اس کے باوجود فرماتے ہیں۔

استغدت منه صلے اللہ علیہ وسلم نلتہما مور خلاف ماکان عندی وماکانت طبعی تمیل الیہ اشملیل  
فصارت هذه الاستفادة من براہین الحق تعالیٰ علی احدھا الوصاة بترك الالتفات الی التسیب وناہیہا  
الوصاة بالتقلید بهذه المذاهب الاربع لا اخرج منها التوفیق ما استطعت و جبلتی تابی التقلید و تالف منه  
راسا ولكن شنی طلب التعبدیہ بخلاف نفسی وھنا نکتة طویت ذکرھا وقد تظقت بحمد اللہ بستر  
هذه الحيلة وھذه الوصاة (فیوض الحرمین)

میں نے اپنے عندیہ اور اپنے شدید میلان طبع کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے تین امور استفادہ کئے تو یہ استفادہ میرے لئے براہن حق بن گیا۔ ان میں سے ایک تو اس بات کی وصیت تھی کہ میں اسباب کی طرف سے توجہ ترک کروں اور دوسری وصیت یہ تھی کہ میں ان مذاہب اربعہ کا اپنے آپ کو پابند کروں اور ان سے نہ نکلوں اور تاہم امکان تطبیق و توفیق کروں لیکن یہ ایسی چیز تھی جو میری طبیعت کے خلاف مجھ سے بطور تعبد طلب کی گئی تھی اور یہاں پر ایک نکتہ ہے جسے میں نے ذکر نہیں کیا ہے اور الحمد للہ مجھے اس حیلہ اور اس وصیت کا بھیہد معلوم ہو گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ کو آپ کی طبیعت اور جبلت کے خلاف نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک کی جانب سے تقلید کرنے پر مامور کیا گیا اور دائرہ تقلید سے خارج ہونے سے منع کیا گیا۔ لیکن کسی خاص مذہب کو معین نہیں کیا گیا۔ بلکہ مذاہب اربعہ میں دائرہ منحصر رکھا گیا، البتہ مذاہب اربعہ کی تحقیق و تفتیش اور چھان بین کے بعد جب ترجیح کا وقت آیا اور اس کی جستجو کے لئے آپ کی روح مضطرب ہوئی تو دربار رسالت سے اس طور پر رہنمائی کی گئی۔

عرفنی رسول اللہ ﷺ ان فی المذہب الحنفی طریقته انیقتھی اوفق الطرق بالسنۃ المعروفۃ  
السی جمعت ونفحت فی زمان البخاری واصحابہ وذلك ان یوخذ من اقوال الثلث (ای الامام وصاحبہ)  
قول اقرہم بہا فی المسئلۃ ثم بعد ذلك یتبع اختیارات الفقہاء الحنفین الذین کانوا من علماء  
الحدیث قرب شنی سکت عنہ الثلث فی الاصول وما یرضو الفہ و ذلت الاحادیث علیہ فلیس بدمن  
اثباتہ والکل مذہب حنفی (فیوض الحرمین)

آنحضرت ﷺ نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک ایسا عمدہ طریق ہے جو دوسرے طریقوں کی بہ نسبت اس سنت معظمہ کے زیادہ موافق ہے جس کی تدوین اور تنقیح امام بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں ہوئی اور وہ یہ ہے کہ آئمہ ثلاثہ یعنی امام ابو حنیفہ، ابو یوسف محمدؒ میں سے جس کا قول سنت معروفہ سے قریب تر ہو، لے لیا جائے پھر اس کے بعد ان فقہاء حنفیہ کی پیروی کی جائے جو فقہ ہونے کے ساتھ حدیث کے بھی عالم تھے۔ کیونکہ بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ آئمہ ثلاثہ نے اصول میں ان کے متعلق کچھ نہیں کہا اور نفی بھی نہیں کی۔ لیکن احادیث انہیں بتلا رہی ہیں تو لازمی طور پر اس کو تسلیم کیا جائے اور یہ سب مذہب حنفی ہی ہے۔

اس عبارت سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ حضرت شاہ صاحب کو دربار رسالت سے کس مذہب کی طرف رہنمائی کی گئی۔ نیز سارے مذاہب میں کون لائق بالمسند المعروفہ ہے ظاہر ہے کہ وہ مذہب حنفی ہی ہے جیسا کہ فیوض الحرمین کی اس عبارت سے معلوم ہوا تو بلاشبہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک وہی قابل ترجیح اور لائق اجراع ہے۔

تقلید حنفیت کا واضح ثبوت..... خدا بخش لائبریری (پٹنہ) میں بخاری شریف کا ایک کلمی نسخہ موجود ہے جو شاہ صاحب کے درس میں رہا ہے۔ اس میں آپ کے تلمیذ محمد بن پیر محمد بن شیخ ابوالرحمن نے پڑھا ہے، تلمیذ کو دروس بخاری کے ختم کی تاریخ ۶ شوال ۱۱۵۹ھ لکھی ہے اور جتنا کہ قریب جامع فیروزی میں ختم ہونا لکھا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنے دست مبارک سے اپنی سند امام بخاری تک تحریر فرما کر تلمیذ کو دروس کے لئے سند اجازت تحدیث لکھی اور آخر میں اپنے نام کے ساتھ یہ کلمات تحریر فرمائے۔ "العمری نسا، الدہلوی ولہنا، الاشرعی عقیدہ، الصوفی طریقہ، الحنفی عملا والشافعی تدریسا خادم التفسیر والمحدثین والعربیۃ والکلام۔" ۲۳ شوال ۱۱۵۹ھ

اس تحریر کے نیچے شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی نے یہ عبارت لکھی ہے کہ "یشک یہ تحریر بالامیرے والد محترم کے قلم کے لکھی ہوئی ہے۔ نیز شاہ عالم کی مر بھی بطور تصدیق ثبت ہے۔"

طرز تحریر اور تصنیفی خصوصیات..... ایک مصنف کی حیثیت سے بھی شاہ صاحب کا درجہ نہایت بلند ہے۔ آپ نے مروجہ طرز نگارش کو جو محض ناموس اور پرشکوہ الفاظ کے طلسم اور فضول قافیہ پیمائی کے افسوں میں گھرا ہوا تھا وسعت بخشی اور اس قابل کر دیا کہ وہ ان لفظی گورکھ دھندوں اور بیجا ثقالت کی پابندیوں سے آزاد ہو کر حکیمانہ خیالات اور علمی مضامین کو بطریق احسن پیش کر سکے۔ زمانہ ماضی میں سب سے پہلے ابن خلدون نے یہ خدمت انجام دی تھی۔ ان کے بعد آپ ہی ایک ایسے مصنف ہیں جنہوں نے اس اسلوب کو زندہ کیا۔

بادجود بھی اور ہندوستانی ہونے کے آپ نے عربی فصاحت و بلاغت کا بے نظیر نمونہ پیش کیا جس کی عظمت کا اعتراف اہل زبان نے بھی کیا ہے، مولانا ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ "شاہ ولی اللہ صاحب پہلے ہندوستانی مصنف ہیں جن کی عربی تصانیف میں اہل زبان کی سی روانی و قدرت اور عرب کی سی عربیت ہے اور وہ ان بے اعتدالیوں سے پاک ہیں جو عجمی علماء کی عربی تحریر میں پائی جاتی ہیں۔"

اس کے علاوہ آپ ایک نئے اسلوب اور جداگانہ طرز کے بانی و موجد تھے جو جامعیت، زور بیان، تحکم و اعتماد اور فصاحت و بلاغت میں نبی کریم ﷺ کے طرز تکلم سے مشابہ ہے، مولانا مناظر احسن گیلانی اسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "عربی زبان میں انہوں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان میں ایک خاص قسم کی انشاء کی جو ان کا مخصوص اسلوب ہے پوری پابندی کی ہے، شاہ صاحب پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اپنی عبارتوں میں زیادہ تر "جوامع اللکم" النبی الخاتم ﷺ کے طرز گفتگو کی پیروی کی ہے، حتی الوسع وہ اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے مدعا کا اظہار انہی لغات اور انہی محاورات سے کریں جو لسان نبوت اور زبان رسالت سے خاص تعلق رکھتے ہیں۔"

آپ کی تحریر میں تحقیق و علم اور فکر و نظر کے ساتھ ساتھ سوز و اخلاص اور درمندی کے جوہر بھی پائے جاتے ہیں۔ جس کے باعث وہ محض ایک تحقیقی تصنیف ہی نہیں رہتی بلکہ ایک دینی مصلح کا پیغام اور اخلاقی معلم کا درس بن جاتا ہے۔ آپ نے اپنی اکثر کتب نہایت پر فتن و پر آشوب زمانہ میں تصنیف فرمائی ہیں۔ لیکن آپ حالات گرد و پیش سے متاثر ہو کر جذبات کی رو میں نہیں بہ جاتے اور نہ عام مصنفین کی طرح اپنی کتب میں زمانہ کار و بار دوتے ہیں بلکہ نہایت توازن و اعتدال کے ساتھ قلم کو رواں رکھتے ہیں اور مرکزی نقطہ خیال سے تجاوز نہیں فرماتے۔ آپ کی اسی خصوصیت کے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں کہ "شاہ صاحب کی تصنیفات کے ہزاروں صفحے پڑھ جائیے آپ کو یہ معلوم بھی نہ ہو گا کہ یہ بارہویں صدی ہجری کے پر آشوب

زمانہ کی پیدلوار ہے جب ہر چیز بے اطمینانی اور بد امنی کی نذر تھی صرف یہ معلوم ہو گا کہ فضل و علم کا ایک دریا ہے جو کسی شور و غل کے بغیر سکون و آرام کے ساتھ بہ رہا ہے جو زمان و مکان کے خس و خاشاک کی گندگی سے پاک صاف ہے۔  
شعر و شاعری..... شاہ صاحب جس طرح نثر نگاری میں یکتائے زمانہ تھے اسی طرح نظم لکھنے میں وہ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ عربی نظم میں ”الطیب العثم فی مدح سید العرب و انجم“ کے نام سے نبی کریم ﷺ کی مدح و نعت میں ایک بسیط قصیدہ ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

كان نجوما او مضت في الغياهب عيون الفاعی اور زوس العقارب

اس کے علاوہ تین قصیدے اور ہیں، دیوان عربی کا بھی پتہ چلتا ہے جس کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے جمع اور شاہ رفیع الدین صاحب نے مرتب کیا تھا، ہم یہاں ہر قصیدے کے پہلے شعر پر اکتفا کرتے ہیں۔

الا كل منى ما خلا الله زائل وكل وجود دون مجلاد باطل

الا انما هو للسلوب طعائن ومنهم انانين الوجود مان

اسم عرف الرضا من نسمة السحر لعلينا كسيت من بشره العطر

کلمات طہیبات اور حیات دلی و غیر دلی میں آپ کی فارسی غزلیں اور رباعیاں موجود ہیں جو تمام تر آپ کے قلبی التماس اور سوز و گداز کا عکس ہیں، فارسی میں آپ امین تخلص فرماتے تھے۔ ایک عربی کا مطلع ہے۔

دلے دارم ز تو و خالی جہا بش می توان گفتن در دخیفے جوش شرا بش می توان گفتن

ایک دوسری غزل کا شعر ہے۔

جہاں و جاں فدائے وضع شو شر آشوبت قیامت می نمائی دوم عیسیٰ دمر ہم ہم

ایک اور غزل کے دو شعر ملاحظہ ہو۔

بہ زلف تیغ در تیغائے تم دوام خود را خروش در دول شہنائی کردم چه کردم

دے پرورد، جاں افکار، یار تند خود ارم جمال را پر زیار یرمانی کردم چه کردم

ایک رباعی ملاحظہ ہو۔

در عشق تو از بلہ جہاں بگد شتم وز ہر چه بجز یاد تو از اں بگد شتم

مقصود من بندہ جزو صل تو نیست اندر طلبت از دل و جاں بگد شتم

ایک اور رباعی ملاحظہ ہو۔

ہر مدد کہ شد منظر آن یار عجیب ظاہر شدہ از صورتش آثار عجیب

در لوح دل از شبث کئی صورت او پیدا شد از لوح دل اسرار عجیب

علمی خدمات..... حضرت شاہ صاحب نے ایک طرف مدرسہ و خانقاہ کی بساط بچھائی جس سے ہزاروں تشنگان علوم و معرفت نے استفادہ کیا اور پھر ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر سارے ہندوستان میں فیوض کو تقسیم کیا۔ دوسری طرف اپنی بیش بہا تصنیفات کے ذریعہ ایک ایسا عظیم اور بے مثال علمی سرمایہ بہم پہنچایا جس کی مثال تاریخِ ملت میں شاذ و نادر ہے۔

آپ کی تصانیف بے شمار ہیں۔ بعض مورخین دو سو سے زائد بتاتے ہیں، مصنف ”حیات ولی“ نے ان کی تعداد لاکھوں بتائی ہے۔ لیکن آگے لکھا ہے کہ آپ کی تصانیف میں اور بھی بہت سی کتابیں قدیم کتب خانوں میں موجود ہیں مگر ہم نے صرف انہی کتابوں کا ذکر کیا ہے جو مطبوع ہو کر مشرق سے غرب تک نہایت وقعت کے ساتھ مشہور ہو چکی ہیں۔

شاہ صاحب کی تصنیفات کے سلسلہ میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ آپ نے یہ تمام کام جیسا کہ حساب لگانے سے

معلوم ہوتا ہے کل ستائیس اٹھائیس برس سے بھی کم مدت میں انجام دیا ہے اور وہ بھی نہایت پر آشوب اور پر فتن زمانہ میں جو آپ کی منزلت علمی اور کمال فن کا ایک واضح ثبوت ہے، آپ کی چند مشہور اور متداول تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

(۱) فتح الرحمن فی ترجمہ القرآن۔ قرآن پاک کا فارسی زبان میں ترجمہ ہے جو سب سے پہلے ہندوستان میں ہوا، یہ نہایت جامع مانع اور مطلب خیز ترجمہ ہے۔ ترجمہ کے ساتھ جا بجا فوائد بھی ہیں جو نہایت مختصر مگر جامعیت اور اشکال کی گرہ کشائی میں بے مثل ہیں۔ اتنی مدت گذر جانے کے باوجود اب تک اس کے مقابل کا کوئی ترجمہ نہیں ہو سکا۔

(۲) فتح النجیر بمالایہ من حطی فی علم التفسیر۔ عربی زبان میں قرآن پاک کی تفسیر کا نہایت مختصر اور بے نظیر رسالہ ہے جس میں شرح غریب القرآن اور اسباب نزول پر جا بجا روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۳) مصلیٰ شرح موطا، موطا امام مالک کی فارسی زبان میں بہترین شرح ہے۔ جس کے دیکھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ مصنف کو حدیث و فقہ نیز استخراج مسائل میں کتنا ملکہ تھا۔

(۴) مسویٰ شرح موطا۔ یہ عربی زبان میں ہے اور آپ کے اختیار کردہ طریقہ درس حدیث کا نمونہ ہے۔

(۵) عقد الجیدی احکام الاجتہاد والتقلید۔

(۶) تاویل الاحادیث۔ مکذبین انبیاء پر جو عذاب آئے اور رسولوں کے ذریعہ جن معجزات کا ظہور ہوا اس کتاب میں ان

کو مطابق فطرت ثابت کیا ہے اور بتلایا ہے کہ وہ مخفی اسباب ماریہ کے باعث ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ ان کا خارق عادت ہونا محض ہماری کوتاہ نظری کی بناء پر ہے اور خدا تعالیٰ کا نظام کائنات قابل تغیر ہے۔

(۷) چہل حدیث

(۸) حجۃ اللہ البالغہ۔ اس کا تعارف مستقل طور پر بعنوان ”صاحب حجۃ اللہ البالغہ“ آرہا ہے۔

(۹) اللانصاف فی بیان سبب الاختلاف

(۱۰) الارشاد الی مہمات الاسناد

(۱۱) شرح تراجم ابواب صحیح البخاری

(۱۲) از الیہ الخفاء عن خلافتہ الخلفاء۔ حجۃ اللہ البالغہ کی طرح یہ آپ کی دوسری معرکتہ لآراء تصنیف ہے، اس میں

آپ نے خلفاء راشدین کی خلافت قرآن مجید، احادیث، تاریخ وغیرہ دلائل و براہین پیش کر کے حق ثابت کی ہے اور شیعہ و سنی کے باہمی اختلاف کو نہایت عدل و انصاف سے حل کیا ہے۔ جس سے جانہن کی غلط فہمیاں اور شدت و تعصب دور ہو جاتا ہے۔ اثبات خلافت کے ساتھ ساتھ سیرت، تاریخ اور سیاست و خلافت کے بارے میں دیگر بیش بہا نکات بھی

بیان ہوئے ہیں۔ انداز بیان نہایت شگفتہ اور سلیس ہے۔ حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی فرماتے ہیں کہ ”اس موضوع پر پورے اسلامی لٹریچر میں ایسی کوئی کتاب موجود نہیں۔ مولانا فضل حق خیر آباد کا تاثر ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔“

(۱۳) قرۃ العینین فی تفہیم التفسیر۔ اس میں خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر ؓ اور فاروق اعظم ؓ کی افضلیت کا

بڑے حسین انداز میں بیان ہے اور اس سلسلہ میں آپ نے عقلی و نقلی دلائل سے کام لیا ہے۔ حضرت عثمان ؓ کے فضائل بھی بیان فرمائے ہیں۔

(۱۴) فیوض الحرمین۔ قیام حرمین کے دوران جو فیوض و برکات بصورت خواب یا بطریق القاء آپ کو حاصل

ہوئے یہ ان ہی کا مجموعہ ہے، بعض جگہ وحیوں گویاں، علم تصوف کی تصوف کی تحقیقات دوسرے مسائل کا بھی ذکر ہے۔ یہ عربی کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

(۱۵) تراجم بخاری (۱۶) مسلمات

(۱۷) الاختبایہ فی احادیث رسول اللہ۔ یہ تینوں عربی رسائل فن حدیث سے متعلق ہیں۔

(۱۸) الطائف القدس۔ یہ فارسی زبان میں ہے۔ جس میں اپنے الہامات کو بیان کیا ہے۔

(۱۹) الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین۔ عربی زبان میں ہے۔ جس میں ان بشارتوں کا بیان کیا ہے جو آپ کو یا آپ

کے نسبی یا روحانی بزرگوں کو نبی کریم ﷺ کی ہوئی ہیں۔

(۲۰) شرح رباعین اس میں خواجہ بانی باللہ کی دور باعیوں کی شرح نہایت تفصیل کے ساتھ فرمائی ہے۔

(۲۱) معات (۲۲) سلطعات (۲۳) لمعات

یہ تینوں رسالے فارسی زبانوں میں فن تصوف میں ہیں اور شاہ صاحب کی علمی بلندی کے آئینہ دار ہیں۔ مضامین

اتنے اونچے اور غامض ہیں کہ عام انہام سے بالاتر ہیں۔

(۲۴) ہوامع شرح حزب البحر

(۲۵) انفاص العارفین۔ اس میں اپنے بزرگوں کے حالات درج کئے ہیں۔ کتاب فارسی زبان میں ہے۔

(۲۶) الطیب العظم فی مدح سید العرب و انجم۔ نبی کریم ﷺ کی مدح میں عربی قصیدہ ہے۔

(۲۷) سرور الخزون۔ ابن سید الناس نے سیرت نبوی پر ایک ضخیم کتاب ”عیون الاثر فی فنون المغازی و المشاغل

والمسیر“ تالیف کی نور پھر اس کا ایک جامعہ خلاصہ ”نور العیون فی تلخیص سیر الامین و المامون“ کے نام سے لکھا، شاہ صاحب

نے بعض دوستوں اور بزرگوں کے اسرار پر اس خلاصہ کا فارسی میں ”سرور الخزون“ کے نام سے ترجمہ کیا ہے۔

(۲۸) الاختبایہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔ عربی زبان میں ہے جس میں اولیاء اللہ کے حالات ہیں۔

(۲۹) الخیر الكثير۔ تصوف و سیاست اور اسرار و حقائق پر بلند پایہ عربی تصنیف ہے۔

(۳۰) البدور البازغیہ۔ اس دقیق کتاب میں فلسفہ اور تصوف کے حقائق و معارف بیان کئے ہیں اور بعض ابواب

حجتہ اللہ البالغہ کے مضامین کا خلاصہ ہے۔

(۳۱) التعمیحات الالہیہ یہ کتاب بقول مولانا منظور صاحب نعمانی ”ولی الہی شکول“ ہے۔ اس میں زیادہ تر تصوف و

سلوک سے متعلق مقامات ہیں اور علوم شریعت کے بارے میں بھی مضامین ملتے ہیں۔ بعض باتیں ایسی ہیں جن کا تعلق

عالم بالا سے ہے۔ بعض مقامات پر اپنے دور میں پیدا شدہ خرابیوں اور لوگوں کے عیوب و نقائص کی نشاندہی کی ہے اور

معاشرہ کے ہر طبقہ کو مخاطب کر کے اصلاح پر ابھارا ہے۔ اصل کتاب کہیں عربی میں ہے اور کہیں فارسی میں، پوری کتاب

دو جلدوں میں ہے۔

(۳۲) مکتوبات مع فضائل ابوالعباس الخزازی و ابن تمیہ چند اہم مکاتیب اور امام بخاری و ابن تمیہ کے حالات پر

مجموعہ ہے۔

(۳۳) مکتوب العارف

(۳۴) الجز اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف۔ فارسی رسالہ ہے جس میں آپ نے اپنی سوانح لکھی ہے۔

(۳۵) القالۃ الوصیۃ فی الصحیحۃ والوصیۃ۔ اس میں اپنی اولاد، دوستوں، عقیدت مندوں اور شاگردوں کو آٹھ

نصیحتیں فرمائی ہیں۔

(۳۶) شفاء القلوب (۳۷) زہر لوین

(۳۸) القول الجمیل (۳۹) حسن العقیدہ

(۴۰) المقدمۃ المسیۃ (۴۱) فتح الودود فی معرفۃ الجود

(۴۲) مسلمات (۴۳) ماثر الاجداد (۴۴) اعراب القرآن

(۴۵) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر۔ فارسی زبان میں اصول تفسیر کا ایک مختصر مگر نہایت جامع رسالہ ہے۔ جس میں قرآن مجید کے علوم خمسہ، ہیویل حروف مقطعات، موزن قصص انبیاء اور اصول ناسخ و منسوخ پر نہایت مفید اور بصیرت افروز مقالات جس خوش اسلوبی سے بیان کئے ہیں وہ حضرت شاہ صاحب ہی کا حق ہے۔ مولانا عبید اللہ صاحب سندھی کو جب اس خاص فن سے دلچسپی ہوئی تو اس فن کی بعض بڑی بڑی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ لیکن جگہ جگہ وہ مشکلات میں پڑے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس بات کی شکایت حضرت المند سے کی۔ انہوں نے مجھے الفوز الکبیر کے مطالعہ کا مشورہ دیا۔ اس کے مطالعہ کے بعد میری تمام مشکلات آسان ہو گئیں۔ آپ کی یہ اصل تصنیف فارسی زبان میں ہے، علامہ محمد منیر الدین دمشقی نے افادیت کے پیش نظر اس کا عربی میں سلیس ترجمہ کیا ہے جو آج کل عام طور پر مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس کا ترجمہ اردو میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ ہم نے اردو میں ”الروض النضیر شرح الفوز الکبیر“ کے نام سے شرح لکھی ہے۔ حق تعالیٰ قبول فرما کر باعث نفع بنائے۔ (آمین) ۱

## (۸) صاحب شاطبیہ

نام و نسب اور پیدائش..... نام محمد قاسم، کنیت ابو القاسم اور ابو محمد ہے۔ والد کا نام فیروہ اور دادا کا نام خلف بن احمد ہے۔ شاطبیہ کے باشندے ہیں جو مشرقی اندلس کا بڑا مردم خیز شہر تھا۔ ۵۳۸ھ کے آخر میں پیدا ہوئے۔ آنکھوں سے معذور تھے لیکن کمال درجہ ذہین و فہیم ہونے کے سبب سے نابیناؤں کی سی حرکات آپ سے ظاہر نہیں ہوتی تھیں۔

دل چاہتا ہے غم دیدہ اگر نایاب است خانہ آئینہ اردو شہنشاہ از روزان نیست

تحصیل علوم..... آپ فن قرأت کے مشہور امام، تفسیر و حدیث کے زبردست عالم، لغت و نحو میں بے نظیر اور علم تعبیر میں ماہر تھے۔ فن قرأت قاری عبداللہ بن محمد بن ابی العاص متعری اور ابوالحسن علی بن محمد بزیل (ہذیل) اندلسی سے پور علم حدیث ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن سعادہ، ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحیم خزرجی اور حافظ ابوالحسن ابن السنعمہ وغیرہ سے حاصل کیا تھا۔ قوت حافظہ..... صحیح بخاری و صحیح مسلم اور موطا پر ایسا کامل عبور تھا کہ جب طلباء پڑھتے تو آپ قوت حافظہ سے ان کے نسخوں کی صحبت کراتے جاتے اور کثرت سے نکات بیان کرتے تھے۔

احترام علوم و کثرت فیض..... عظیم قرأت با وضو ہو کر پر تکلف لباس میں نہایت خشوع و خضوع اور انگہار کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کی ذات سے ایک عالم کو فیض پہنچایا۔ میں نے مصر میں ان کے بہت سے شاگرد دیکھے ہیں۔

سفر مصر اور شاہی اعزاز..... ۵۷۲ھ میں مصر گئے اور سلطان صلاح الدین کے باکمال وزیر قاضی فاضل کے مہمان ہوئے۔ وزیر نے عزیز مہمان کی یہ ضیافت کی کہ خاص ان کے لئے ایک مدرسہ تعمیر کر لیا اور آپ یہاں کلام مجید، قرأت، نحو و لغت پڑھاتے رہے کشف و کرامات..... آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے پاس بیٹھنے والے بغیر کسی موزن کے (یعنی طور پر) وزن کی آواز سن لیتے تھے۔ کشف کے سبب سے اپنے شاگردوں کو بہت سی پوشیدہ باتیں بھی بتا دیتے تھے، علامہ جزیری نے اپنے شیخ الشیوخ سے نقل کیا ہے کہ امام شاطبی نماز فجر فاضلیہ میں خوب سویرے پڑھ کر پڑھانے کے لئے

۱۔ شاہ صاحب کے حالات الجوز اللطیف ”مصنف شاہ صاحب“، القوال الجلی فی مناقب الولی ”مصنف شیخ محمد عاشق بھٹلی۔ ”حیات ولی“ مصنف حافظ رحیم بخش دہلوی۔ ”تذکرہ شاہ ولی اللہ“ مصنف مولانا محمد منظور نعمانی۔ ”شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک“ مصنف پروفیسر خلیق نظامی۔ ”شاہ ولی اللہ اور رد شیعیت“ مصنف مولانا محمد میاں، ”شاہ ولی اللہ“ مصنف عبدالقیوم مظاہری وغیرہ میں مرقوم ہیں۔ ہمارے مضمون مؤخر الذکر کتاب اور حیات ولی اور حجتہ اللہ مترجم کے پیش لفظ سے لکھے ہیں۔ ۱۲



بیٹھ جاتے اور صرف یہ کہہ کر کہ ”جو پہلے آیا ہے وہ پڑھے“ شروع کر دیتے تھے اس کے بعد الا سبق فالاسبق قرأت ہوتی تھی۔ ایک روز موصوف نے خلاف عادت یوں کہا کہ ”جو دوسرے نمبر پر آیا ہے وہ پڑھے۔“ اس نے قرأت شروع کر دی اور جو پہلے آیا تھا وہ پڑھنے سے رہ گیا۔ لب حاضرین میں سے کسی کو معلوم نہیں کہ اس سے کونسا تصور مرزد ہوا ہے، مگر اسے یوں آیا کہ رات احتلام ہو گیا جو شرکت درس کی تیزی کے باعث یا نہیں رہا۔ وہ پچھراہ فوراً غسل کر کے حاضر ہوا تو امام صاحب نے کہا جو سب سے پہلے آیا تھا وہ پڑھے، سبحان اللہ کتنی عجیب کرامت ہے، امام ترمذی نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتقوا فراسة المؤمن فانه بنظر بنور اللہ“ کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نور الہی سے دیکھتا ہے تصنیفات..... آپ کی تصانیف میں سے شاطبیہ اور راسیہ داخل درس ہیں، شاطبیہ میں ایک ہزار ایک سو تتر اشعار ہیں۔ جن میں علامہ دانی کی تیسیر کو اضافہ کے ساتھ نر الے طرز پر نظم کیا ہے، قصیدہ راسیہ جو صحف عثمانی کے رسم الخط میں ہے۔ اس میں دو سو اٹھانوے اشعار ہیں۔ تیسرا ناظمہ الزہر ہے جس میں آیات کا شمار اور ان کا اختلاف بیان کیا ہے۔ یہ دو سو ستانوے شعروں میں سے ہے۔ جو تھا قصیدہ دالیہ ہے جس کے پانچ سو اشعار ہیں۔ اس میں آپ نے ابن عبد البر کی تمہید کا خلاصہ کیا ہے جو بارہ جلدوں میں تھی، قرطبی سے منقول ہے کہ جب آپ قصیدہ شاطبیہ کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو اس کو ساتھ لے کر بیت اللہ کے گرد بارہ ہزار طواف کئے۔ جب دعا کے مقامات پر پہنچتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اللهم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشهادة رب هذا البيت العظیم انفع بھا کل من فراھا۔ آپ فرماتے تھے جو شخص بھی میرا یہ قصیدہ پڑھے گا حق تعالیٰ اس کو ضرور نفع دیں گے۔ کیونکہ میں نے یہ خالص اللہ نظم کیا ہے۔

زیارت نبی کریم ﷺ..... ناظم سے منقول ہے کہ آپ کو نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی تو سامنے کھڑے ہوئے خدمت بابرکت میں سلام عرض کیا اور کہا ”یا سیدی یا رسول اللہ! اس قصیدے پر نظر فرمائیے۔“ آپ نے اس کو دست مبارک میں لیا اور فرمایا ”ھی مبارکت من حفظھا دخل الجنة۔“

وفات ومدفن..... ۲۸ جمادی الاول (یا جمادی الثانی) بروز یکشنبہ ۵۹۰ھ میں بعد العصر باون یا تریچن برس کی عمر میں مصر کے شہر قاہرہ میں وفات پائی۔ ابو اسحاق خطیب جامع مصر نے نماز پڑھائی، وزیر مذکور قاضی فاضل نے بعد وفات بھی باکمال مہمان کی مفارقت گوارا نہیں کی۔ یعنی امام شاطبی پیر کی دن مقلم پہاڑ کے قریب قرائف صغریٰ میں اسی مقبرہ میں دفن ہوئے جو قاضی فاضل نے اپنے لئے بنوایا تھا۔ علی صباغ اپنی شرح ”ارشاد المرید“ میں فرماتے ہیں کہ آپ کی قبر اب بھی مشہور و معروف ہے، ملا علی قادری فرماتے ہیں کہ لوگ اب بھی آپ کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوتے اور برکات حاصل کرتے ہیں، علامہ جزری فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا آپ کی قبر کی زیارت کی ہے وہاں دعا بڑی جلدی قبول ہوتی ہے۔

مشہور برگ زاد اول دل نوید کہ خواب مردم آگاہ عین بیدار است

جو ہر انسال عدہ سے آشنا ہوتا نہیں آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں (اقبال)

قصیدہ لامیہ و راسیہ..... قصیدہ لامیہ جو شاطبیہ کے ساتھ مشہور ہے اور قصیدہ راسیہ دونوں ایسے مشہور و متداول ہیں کہ ان کے تعارف کی ضرورت نہیں۔ شاطبیہ کے متعلق طاش کبریٰ زاوہ لکھتے ہیں۔

ھی قصیدہ النی سارت فی الامصار و طارت فی الاقطاد و صار الی قبولھا علماء الاعصار

یہ وہ قصیدہ ہے جو تمام ملکوں اور شہروں میں پھیلا اور ہر زمانہ کے علماء نے اس کو قبول کیا۔

علامہ جزری فرماتے ہیں کہ جس شخص نے آپ کے دونوں قصیدے پڑھے اس نے آپ کے وہی علوم سے غیر معمولی

فائدہ اٹھایا۔

شروح شاطبیہ..... (۱) شرح شاطبیہ۔ علم الدین ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الصمد سخاوی متوفی ۶۴۳ھ کی ہے اور سب

سے پہلی شرح ہے۔

(۲) کنز المعانی۔ کمال الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد موصلی متوفی ۶۵۶ھ کی مختصری شرح ہے۔

(۳) المفید۔ علم الدین ابو محمد قاسم بن احمد بن موفق اندلسی متوفی ۶۶۱ھ کی مختصری شرح ہے۔

(۴) ابراز المعانی

(۵) شرح شاطبیہ (کبیر) یہ دونوں ابو القاسم عبدالرحمن بن اسماعیل بن ابراہیم بن عثمان مقدسی معروف بابو شامہ متوفی ۶۶۵ھ کی تفسیر شرحیں ہیں۔

(۶) شرح شاطبیہ از ابو العباس احمد بن علی اندلسی متوفی ۶۳۰ھ

(۷) شرح شاطبیہ۔ از مجیب الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمود بن نجار متوفی ۶۴۳ھ

(۸) شرح شاطبیہ۔ از منتخب الدین حسین بن ابی الغریب رشید ہمدانی متوفی ۶۴۳ھ

(۹) شرح شاطبیہ از ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن محمد فارسی متوفی ۶۷۲ھ

(۱۰) شرح شاطبیہ از عماد الدین ابو الحسن علی بن یعقوب بن شجاع بن زہران موصلی متوفی ۶۸۲ھ

(۱۱) شرح شاطبیہ از تقی الدین یعقوب بن بدران جرائندی متوفی ۶۸۸ھ

(۱۲) شرح شاطبیہ از علامہ جبری برہان الدین ابو اسحاق ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن خلیل متوفی ۷۳۲ھ شاطبیہ کی سب سے بہتر شرح ہے جو ۶۹۱ھ میں لکھی گئی ہے۔

(۱۳) شرح شاطبیہ۔ از شرف الدین ابو القاسم ہیبت اللہ بن عبدالرحیم بارزی حموی متوفی ۷۳۸ھ

(۱۴) سراج القاری۔ از نور الدین ابو البقاء علی بن عثمان بن محمد بن احمد بن حسن عذری متوفی ۸۰۱ھ

(۱۵) شرح شاطبیہ از جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

(۱۶) شرح شاطبیہ۔ از شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ

(۱۷) الغایہ شرح شاطبیہ از جمال الدین حسین بن علی حصنی متوفی ۹۶۳ھ

(۱۸) شرح شاطبیہ از ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۳ھ عجیب اور محققانہ شرح ہے اس کے مضامین سخاوی، جبری اور ابو

شامہ کی شرح سے لئے گئے ہیں۔ ہر شعر کی صریح اور نحوی تحقیق کے بعد فن کے لحاظ سے اس کا خلاصہ بیان کیا ہے۔

(۱۹) ارشاد المرید۔ از علی بن محمد معروف بصبغ، مختصر اور محققانہ شرح ہے۔

(۲۰) عنایات رحمانی۔ از قاری فتح محمد بن محمد اسماعیل پانی پتی۔ اردو زبان میں بہترین مفصل شرح ہے۔

شاطبیہ پر تکمیلے..... (۱) التکملۃ المفیدہ از ابو الحسن علی بن عمر بن ابراہیم کتابی متوفی ۷۲۳ھ اس میں علی کی تیسرا ابن شرح کی کافی اور ابو ازی کی وجیز سے منتخب کر کے زیادات نظم کی ہیں۔

(۲) کملہ شاطبیہ۔ از شہاب الدین احمد بن محمد بن سعید یعنی متوفی بعد از ۸۲۰ھ

مختصرات شاطبیہ اور اس کے خلاصے..... (۱) اختصار شاطبیہ۔ از عبدالصمد تبریزی متوفی ۷۶۵ھ

(۲) الدرر الجلائیہ خلاصہ شاطبیہ۔ از امین الدین عبد الوہاب بن احمد بن وہبان دمشقی متوفی ۷۶۸ھ

## (۹) صاحب طیبہ

فن قرأت میں دوسری داخل درس کتاب ”طیبہ“ ہے جو علامہ ابو الخیر شمس الدین جزیری کی تصنیف ہے۔ ان کے

حالات ”مقدمہ جزیریہ“ کے ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ از مفتاح السعاده، ابن کمال، کشف الظنون، مقدمہ عنایات رحمانی ۱۲

## (۱۰) صاحب مقدمہ جزیریہ

نام و نسبت اور سکونت..... نام شمس الدین محمد، کنیت ابو الخیر اور لقب قاضی القضاة ہے۔ والد اور دادا کا نام بھی محمد ہے، سلسلہ نسب یوں ہے۔ شمس الدین محمد بن محمد بن علی بن یوسف بن عمر الجزری۔

اصل میں دمشق کے رہنے والے ہیں۔ بعد میں شیراز میں سکونت اختیار کر لی تھی، ملک دیار بکر میں موصل کے قریب دجلہ اور فرات کے مابین دریا شور کا جو ”جزیرہ ابن عمر“ ہے اس کی طرف نسبت کر کے الجزری مشہور ہیں۔

سنہ پیدائش..... ان کے والد محمد تاجر پیشہ آدمی تھے مدت دراز تک اولاد نہیں ہوئی تھی جب یہ خانہ کعبہ پہنچے اور آب زمزم پی کر اولاد کی دعا مانگی تو حق تعالیٰ نے انہیں یہ بزرگوار فرزند عنایت فرمایا۔ ۲۵ رمضان ۵۱۷ھ کو بمقام دمشق شنبہ کی رات میں نماز تراویح کے بعد پیدا ہوئے اور اسی شہر میں نشوونما پائی۔

تحصیل علوم..... ۶۳ھ میں سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا اور ۶۵ھ میں محراب سنائی پھر بعض شیوخ سے حدیث کی سماعت کی اور فرات پڑھی ۶۸ھ میں قرأت سب کو جمع کیا اور اسی سال حج بیت اللہ کی سعادت میسر آئی ۶۹ھ میں دیار مصر پہنچے اور قرأت عشر وائس عشر وثلث عشر کو جمع کیا اس کے بعد پھر دمشق آئے اور علامہ دمیاطی ابرقوی سے حدیث اور امام اسنوی سے فقہ حاصل کیا اس کے بعد پھر دیار مصر پہنچے اور یہاں اصول و معانی اور بیان وغیرہ کی تعلیم حاصل کی پھر اسکندر پہنچے اور ابن عبد السلام کے اصحاب سے سماع کیا۔ ۷۳ھ میں حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر نے اور ۸۵ھ میں علامہ بلقینی نے آپ کو اجازت دی نیر عزالدین بن جہاد اور محمد بن اسماعیل بخاری سے بھی اجازت حاصل ہے اور قاہرہ اسکندر یہ اور بلاد مغرب میں گشت کر کے قرأت کی تکمیل اور اس میں مہارت کلی پیدا کی۔

درس و تدریس..... اس کے بعد آپ مصر میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جس کا نام دارالقرآن رکھا اور درس کا سلسلہ شروع کیا ۹۳ھ میں قضا شام کے عہدہ سر فرما کر گئے ۹۸ھ میں جب آپ پر ظلم و زیادتی کی گئی تو آپ بلاد روم میں تشریف لے گئے اور شہر بروسا میں قیام کر کے علم قرأت اور علم حدیث کی اشاعت کی اور مخلوق کو نفع عظیم پہنچایا۔ تمام ممالک اسلامیہ میں خصوصیت کے ساتھ علم قرأت کے امام تسلیم کئے گئے اور ملک روم میں آپ کو امام اعظم کا لقب دیا گیا۔

فتنہ تیموریہ..... ۸۰۵ھ کے آغاز میں جب فتنہ تیموریہ برپا ہوا تو شاہ تیمور آپ کو اپنے ساتھ ماورالنہر لے آیا یہاں آپ شہر کش میں فروکش ہوئے کچھ دن کے بعد سمرقند تشریف لے گئے اور اسی علاقہ میں شرح مصابح تصنیف کی جب شعبان ۸۰۷ھ میں شاہ تیمور کا انتقال ہوا تو آپ یہاں سے خراسان کی طرف نکل گئے ہر آئے پھر یزد پہنچے اس کے بعد اصبہان گئے آخر میں شیرازہ پڑے اور ایک مدت تک یہیں قیام پذیر رہے ۸۲۳ھ میں حرین شریفین کی مجاورت نصیب ہوئی اور ۸۲۷ھ میں پھر شیراز واپس ہوئی۔

عبادت الہی

باوجودیکہ طالبان حدیث و تجوید کا ہجوم رہتا تھا مگر اولاد و خائف، عبادت، سفر و حضر میں قائم اہل اور شب بیدار رہتے تھے دو شنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ بھی کبھی فوت نہ ہوتا تھا اس کے علاوہ ہر ماہ میں تین روزے برابر رکھتے تھے۔

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے جو ہر عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے (اقبال)

تصانیف و تالیفات..... تصنیف و تالیف کا دائرہ بھی نہایت وسیع تھا ہر روز اس قدر تصنیف فرمایا کرتے تھے جس قدر ایک عہدہ زود نویس کا تب لکھ سکتا ہے، علامہ ابو القاسم عمر بن محمد نے اپنے والد حافظ تقی الدین کے بیچم شیوخ میں ان کی اتالیف تصانیف کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔

- (۱) حصن حصین
- (۲) مفتاح الحصن (حاشیہ حصن)
- (۳) عدد الحصن الحصین (مختصر الحصن)
- (۴) النشر فی قرأت العشر
- (۵) تقریب العشر
- (۶) طلیب العشر (منظومہ نشر)
- (۷) الادلہ الواضحہ فی تفسیر سورۃ الفاتحہ
- (۸) الجہال فی اسماء الرجال
- (۹) توضیح المصائب (مصائب کی شرح تین جلدوں میں ہے)
- (۱۰) المسند فیہا۔ تعلق بمسند احمد
- (۱۱) فی مناقب علی ابن ابی طالب
- (۱۲) ہدایۃ الہدایۃ فی علوم الحدیث والروایۃ مقدمہ جزریہ اور طیبہ دونوں متداول و مروج اور داخل درس ہیں۔

## طبقات القراء

شعر و شاعری..... شعر و شاعری سے بھی کافی دلچسپی تھی اور قصائد لکھتے تھے۔ قصیدہ نبویہ کے دو شعر یہ ہیں۔

وبیضت السنون سواد شعری

الا ای سودا لوجه الخطایا

خبردار ہو کہ میرے چہرے کو میری خطاؤں نے سیاہ کر دیا اور میرے بالوں کی سیاہی کو سلین عمر نے سفید کر دیا

وما بعد المصلی غیر قبوی

فما بعد التقی الا المعطی

تقوی کے بعد مصلی کے سوا کچھ نہیں اور مصلی کے بعد میری قبر کے سوا اور کچھ نہیں

ایک روز ان کی مجلس میں جب شائل ترمذی کا ختم ہو اور شاگرد اس کے پڑھنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے یہ دو لطیف شعر نغم فرمائے۔

وعز للاقبہ و ناعت منازلہ

اخلائی وان شط الحیب و ربہ

دوستو اگر حیب اور مکان دور ہو گیا اس سے ملاقات کرنا دشوار ہو گیا اس کی منزلیں بعید ہو گئیں

فما فاتکم بالسمع ہذی شمانلہ

فان فاتکم ان تبصروہ بعینہ

اگر تم سے اس کا دیکھنا فوت ہو گیا تو اس کی خبروں کا سنا تو فوت نہیں ہوا۔ یہ ہیں اس کی پاک عادتیں

وفات..... ۸۲۷ھ میں شیراز واپسی ہوئی اور شیراز ہی میں ۵ ربیع الاول ۸۳۳ھ میں جمعہ کے دن آفتاب عمر شریف آفل مغرب عدم ہو گیا اور دہر لقرآن میں مد فون ہوئے۔ آپ کے جنازہ کو بہت سے اشراف نے برکت کے خیال سے بوسہ اور کاندھا دیا۔

باقیات صالحات..... آپ کی لولاد میں پانچ صاحبزادے ہیں۔ یعنی ابوالفتح محمد، مولود ۷۷۷ھ، ابو بکر احمد، مولود ۷۸۰ھ، ابوالخیر محمد مولود ۷۸۹ھ، ابوالبقاء اسمعیل، ابوالفضل اسحاق اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ فاطمہ، عائشہ، سلمیٰ، احمد بن مصطفیٰ مشہور بطاش کبری زلواہ نے "الذائق السعائیہ" میں لکھا ہے۔ "وکلہم کانوا من القراء المجودین والحفاظ المحمدین۔"

شرح و حواشی جزریہ..... (۱) الحواشی بالمعنی شرح المقدمہ۔ از ابو بکر احمد بن محمد بن محمد ابن الجزری

(۲) الذائق السعائیہ فی شرح المقدمہ۔ از شیخ الاسلام زین الدین ابو حمی زکریا بن محمد خزرجی متوفی ۹۲۶ھ

(۳) لعلوم السیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ۔ از شیخ ابو العباس احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۳۳ھ  
(۴) الفوائد السریہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ۔ از شیخ رضی الدین محمد بن ابراہیم معروف بابن الحلبي  
متوفی ۹۷۱ھ

- (۵) مخ الفکر یہ شرح المقدمۃ الجزریہ از ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۳ھ  
(۶) شرح الجزریہ از شمس الدین محمد بن محمد دمی شارح قضاء متوفی ۹۳۷ھ  
(۷) شرح الجزریہ۔ از شیخ محمد بن عمر معروف بقدر آفندہ متوفی ۹۹۶ھ (شرح فی التریبہ)  
(۸) شرح الجزریہ۔ از عصام الدین احمد بن مصطفیٰ معروف بطاس کبریٰ زلہ متوفی ۹۶۸ھ  
(۹) شرح الجزریہ۔ از شیخ زین الدین عبدالدائم بن علی الجدی متوفی ۸۷۰ھ  
(۱۰) شرح الجزریہ از شیخ خالد بن عبداللہ ازہری متوفی ۹۰۵ھ  
(۱۱) القلائد الجوزیہ لشرح المقدمۃ الجزریہ از سعید احمد  
(۱۲) فوائد مرضیہ شرح جزریہ۔ از قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی  
(۱۳) شرح ہندی جزری از مولانا کرامت علی جوپوری۔ ل

## (۱۱) صاحب فوائد مکیہ

نام و نسب اور اصلی وطن..... آپ کا نام عبدالرحمن ہے اور والد کا نام محمد بشیر خان، شیخ الشیوخ، محقق وقت اور امام فن  
تھے۔ آپ کا اصلی وطن قائم گنج ہے جو ضلع فرخ آباد کا ایک قصبہ ہے۔  
تفصیلی حالات..... جب آپ کے والد ماجد ہجرت کر کے عرب تشریف لے گئے تو ان کے ساتھ آپ اور آپ کے بڑے  
بھائی قاری عبداللہ صاحب مکہ پہنچے۔ آپ اپنے بھائی سے تجوید و قرأت کی تکمیل کر کے ہندوستان تشریف لائے اور کانپور  
مولانا احمد حسین صاحب کے مدرسہ میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی اور کئی سال تک اسی مدرسہ میں تجوید و قرأت کے  
مدرس رہے۔ پھر شیخ عبداللہ رئیس الہ آباد آپ کو الہ آباد لے گئے وہاں ان کے مدرسہ احیاء العلوم میں سالہا سال درس و  
تدریس فرماتے رہے۔ یہ مدرسہ طویل عرصہ علم قرأت کا مرکز رہا۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں میں آپ کے شاگرد بہت  
سے ہیں۔ ان میں سے مشہور و معروف یہ ہیں۔ مولانا قاری ضیاء الدین احمد صاحب الہ آبادی اور مولانا قاری عبدالوحید  
صاحب،

وفات..... کسی رنجیدگی کی وجہ سے مولانا عین القضاة صاحب کی طلبی پر احیاء العلوم سے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ  
تشریف لے آئے تھے۔ یہاں ایک ہفتہ علیل رہ کر ۱۳۴۹ھ میں وفات پا گئے۔ یہاں کے قیام کی مدت تقریباً دو سال ہے۔  
علمی یادگار..... تجویز کی مشہور و معروف اور جامع کتاب ”فوائد مکیہ“ آپ ہی کی تصنیف ہے جو اکثر جگہ داخل نصاب ہے۔  
دوسری تصنیف ”فضل الدرر“ ہے جو علامہ شاطبی کے قصیدہ رائیہ کی نہایت نفیس اور محققانہ شرح ہے۔  
حواشی فوائد مکیہ..... تعلیقات مکیہ۔ از مولانا قاری عبدالملک صاحب علی گڑھی، حواشی مرضیہ۔ از مولانا قاری حافظ  
محب الدین احمد بن قاری ضیاء الدین احمد الہ آبادی

## (۱۲) صاحب خلاصۃ البیان

۱۔ از مفتاح السعادة، اللغات العنایہ، التعلیقات السیہ، بستان الحدیث، مقدمہ عنایات رحمانی ۱۲

نام و نسب اور اصلی وطن..... اسم گرامی ضیاء الدین احمد بن شیخ عبدالرزاق ہے۔ بارہ مقام کے رہنے والے ہیں۔ حوالہ آباد کا ایک قصبہ ہے، سن پیدائش ۱۲۹۰ھ ہے۔  
تحصیل علوم..... پہلے قرآن پاک حفظ کیا، حفظ قرأت سے فراغت کے بعد قاری عبدالرحمن صاحب کی خدمت میں کانپور حاضر ہوئے اور تجوید و قرأت کی تکمیل کے ساتھ ہی اپنے چچا مولانا منیر الدین صاحب سے درس نظامی کی کتابیں متوسطات تک پڑھیں۔ پھر امر وہہ تشریف لے گئے اور مدرسہ عربیہ جامع مسجد میں مولانا احمد حسن صاحب امر وہوی سے درسیات کی تکمیل کی۔ یہاں طلباء آپ سے قرأت اور تجوید کی تکمیل کرتے رہے اور ہمیں سے آپ کو کافی شہرت حاصل ہو گئی۔

درس و تدریس..... مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور، مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ، قراۃ القرآن کانپور، مدرسہ فاروقیہ جامعہ مسجد جوپور، ان مختلف مدارس میں کتاب اللہ کی خدمت انجام دیتے رہے، مولانا عبدالکافی صاحب کی طلبی پر مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں بھی ایک عرصہ تک اس خدمت پر فائز رہے اور یہاں سے بہت سے طلباء فارغ ہو کر جا بجا مدرسے بنے۔ پھر مولانا ابو بکر صاحب کی طلبی پر علی گڑھ کالج میں تشریف لے گئے اور یہاں انگریزی کے طلباء ایک عرصہ تک فیض حاصل کرتے رہے، یہاں مغرب بعد ایک گھنٹہ تعلیم ہوتی تھی۔

حلقہ تلامذہ..... آپ کے خوشہ چینان علم کی فہرست بڑی طویل ہے۔ چند مشہور تلامذہ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔  
قاری عبدالملک صاحب علی گڑھی، قاری عبداللہ صاحب، قاری محمد صدیق صاحب بنگالی، قاری عبدالملک صاحب، قاری محمد عنایت اللہ صاحب، قاری محمد نذر صاحب، قاری محمد سلیمان صاحب، شیخ القراۃ مظاہر العلوم سہارنپور، قاری غلام مصطفیٰ صاحب جیلپوری (پروفیسر سندھ یونیورسٹی پاکستان)

وفات..... آخر عمر میں معذور ہو جانے کی بناء پر گوشہ نشینی اختیار کی اور رائیہ و خلاصہ البیان کی شرح کے مکمل کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔ لیکن پوری نہ ہو سکی۔ کیونکہ بینائی بھی نہیں رہی تھی۔ عرصہ تک علیل رہ کر ۱۷ رجب الثانی ۱۳۷۱ھ میں شنبہ کے دن قبل مغرب وفات پائی اور دوسرے دن جمعہ و عقیقین ہوئی اور نماز جنازہ حکیم سید محمد احسن نے پڑھائی۔

### (۱۳) صاحب موطا

نام و نسب..... مالک نام، کنیت ابو عبداللہ، امام دارالجزیرہ لقب اور والد کا نام انس ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ مالک بن انس بن مالک بن انس ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن غیمان بن خثیل الاصبی۔ حافظ سوطی فرماتے ہیں کہ آپ کا نسب بصر بن شجب بن قحطان پر منتہی ہوتا ہے۔ وساقہ بعضہم بکنذ ازواج الحارث بن مالک بن زید بن عوث بن سعد بن عوف بن عدی بن مالک بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس بن داہل بن العوث بن قطن بن عریب بن ذہیر بن ایمن بن عیس بن حمیر بن سبا بن شجب بن بصر بن قحطان، آپ کی والدہ کا نام عالیہ بنت شریک بن عبدالرحمن الازدی ہے۔  
بزرگوں کا وطن یمن تھا۔ سب سے پہلے ان کے پردادا ابو عامر نے مدینۃ النبی ﷺ میں آکر سکونت اختیار کی۔ چونکہ

۱۔ و لیس فی الرواۃ مالک بن انس غیرہ سوی مالک بن انس المکونی ردی عنہ حدیث واحد عن ہانی بن حرام و غلط من ادخل حدیثہ فی حدیث الامام بہ علیہ الخطیب فی کتابہ المتفق والمفترق ۱۲. وقیل عثمان واختار ابن فرحون الاول وقال ذکرہ غیر و احدوہ کذا ضبطہ ابن ماکولا ۱۲. وقیل جنیل جرم بہ ابن خلکان قال ابن فرحون دہکذا قالہ الدار قطنی وحکاه عن الزبیر، والاول ضبط الحافظ فی الاصابۃ قال ابن فرحون کذا فیہ الامر ابو نصر وحکاه عن محمد بن سعید عن ابی بکر بن ابی اویس قال و امامن قال عثمان بن جمیل او ابن حنبل فقد صحف ۱۲ (۱) از مقدمہ عنایات رحمانی.

یعن کے شاہی خاندان حمیر کی شاخ ”اصح“ سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کے مورث اعلیٰ حارث اس خاندان کے شیخ تھے اس لئے حارث کا لقب ذوالاصح تھا۔ اسی وجہ سے امام مالک کو اصحی کہتے ہیں۔ آپ کے خاندان میں سب سے پہلے آپ کے پردادا ابو عامر مشرف باسلام ہوئے، قاضی ابو بکر بن علاء قشیری نے ان کو جلیل القدر صحابی بتلایا ہے۔ وقال السیوطی ”ابو عامر صحابی جلیل شہد المغازی کلہا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلا بئر“ لیکن ذہبی فرماتے ہیں ”لم ارا احدًا ذکرہ فی الصحابۃ“

سن پیدائش..... حافظ ذہبی، سمعانی اور ابن فرحون وغیرہ کے نزدیک صحیح و معتبر روایات کے لحاظ سے امام مالک ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ حمی بن کبیر نے جو امام مالک کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں یہی بیان کیا ہے۔ بعض حضرات نے ۹۰ھ اور بعض نے ۹۵ھ ذکر کیا ہے اور یافعی نے طبقات القہباء میں ۹۴ھ لکھا ہے۔ امام مالک ششم مادر میں معمول سے زیادہ رہے۔ اس مدت کو بعض نے دو سال بیان کیا ہے اور بعض نے تین سال کہا ہے۔

حلیہ مبارک..... مطرف بن عبد اللہ الیساری کہتے ہیں کہ آپ دراز قد، فربہ جسم، سفید رنگ مائل بہ زردی، کشادہ چشم، بلند و خوبصورت ناک رکھتے تھے، ان کی پیشانی میں سر کے بال کی کے ساتھ تھے۔ جس کو عربی میں اصلع کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اصلع تھے لہذا ہی گنجان اور اس قدر لمبی تھی کہ سینہ تک پہنچتی تھی۔ مونچھوں کے بال جو لبوں کے کنارے ہوتے تھے ان کو کترواتے تھے اور منڈوانے کو مکروہ سمجھتے تھے اور اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ کسی معاملہ میں متفکر ہوتے تو اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی مونچھوں کے دو طرفہ بال دراز تھے۔ امام مالک نہایت خوش پوشاک عدنان کے بیٹے ہوئے نہایت نفیس اور بیش قیمت کپڑے پہنتے تھے۔ لباس اکثر سفید تھا اور اکثر اوقات عطر لگایا کرتے تھے۔

تحصیل علم..... امام مالک نے آنکھ کھولی تو مدینہ باغ و بہار تھا۔ آپ کا گھرانہ خود علوم کا مرجع تھا۔ آپ نے قرآن مجید کی قرأت و سند مدینہ کے امام القراء نافع بن عبد الرحمن متوفی ۱۶۹ھ سے حاصل کی۔ جن کی قرأت پر آج تمام دنیا اسلام کی بنیاد ہے۔ دیگر علوم کی خواہش کے جذبات غیر معمولی طور پر ودیعت تھے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ کے پاس ظاہری سرمایہ کچھ نہ تھا۔ مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کر کے کتب وغیرہ کے صرف میں خرچ کرتے تھے۔ اس کے بعد دولت کا دروازہ کھل گیا۔ حافظ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ فرماتے تھے کہ جس چیز کو میں نے محفوظ کر لیا اس کو پھر کبھی نہیں بھولتا۔

اساتذہ و شیوخ..... امام مالک نے صرف انہیں شیوخ سے استفادہ کیا جو صدق و طہارت میں معروف اور حفظ و فقہ میں ممتاز تھے۔ آپ نے جن شیوخ سے موطا میں روایت کی ہے ان کی تعداد پچانوے ہے۔ یہ سب اساتذہ مدنی ہیں۔ اس طرح مدینہ کا جو علم متفرق سینوں میں پر آگندہ تھا وہ اب صرف ایک سینہ میں مجتمع ہو گیا۔ اسی لئے آپ کا لقب ”امام دبر الجبرہ“ ہوا۔ آپ کے شیوخ میں صرف چھ حضرات غیر مدنی ہیں۔ یہ صرف موطا کے شیوخ کی تعداد ہے ورنہ علامہ زر قانی دودلعی نے لکھا ہے کہ آپ نے نو سو سے زائد شیوخ سے اخذ علم کیا ہے۔ نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کہ امام مالک کے شیوخ کی تعداد نو سو تھی۔ جن میں تین سو تابعین اور چھ سو تابعین تھے۔ حضرت نافع جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام اور حدیث و روایت کے شیخ تھے جب تک وہ زندہ رہے تقریباً بارہ برس تک امام مالک ان کے درس میں شریک رہے۔ موطا میں بکثرت روایات انہیں سے ہیں۔ نیز اصح الاسانید میں سے ”مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما“ کو قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ اس کو سلسلہ الذہب کہا گیا ہے، شاہ ابی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ہارون رشید نے امام صاحب سے کہا کہ ہم نے آپ کی کتاب میں حضرت علی و ابن عباس کا ذکر بہت کم پایا۔ فرمایا وہ میرے شہر میں نہ تھے اور نہ میں ان کے اصحاب سے مل سکا (یہ نثر امام

ابو حنیفہ کو حاصل ہے) اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایات ان دونوں حضرات سے بھی کم ہیں۔ مثلًا نوح اعلام اور مشہور اساتذہ یہ ہیں۔ زید بن اسلم، زہری، ابو الزناد، عبدالرحمن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق، ایوب سختیانی، ثور بن زید دہلی، ابراہیم بن ابی عبلہ، مقدسی، حمید طویل، ربیعہ بن ابی عبدالرحمن، ہشام بن عروہ، حمی بن سعید انصاری، عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص وغیر ہم ہر تمہم اللہ تعالیٰ

علو شان و علمی مقام..... خلف بن عمر کہتے ہیں کہ میں امام مالک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مدینہ کے قاری ابن کثیر نے امام مالک کو ایک پرچہ دیا، آپ نے اس کو پڑھنے کے بعد اپنی جا نماز کے نیچے رکھ لیا۔ جب آپ کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہی چلنے لگا تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور وہ پرچہ مجھے دیا، دیکھتا کیا ہوں کہ اس میں یہ خواب لکھا ہوا تھا کہ لوگ آنحضرت ﷺ کے ارد گرد جمع ہیں اور آپ سے کچھ مانگ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس منبر کے نیچے ایک بہت بڑا خزانہ دفن کیا ہے اور مالک سے کہہ دیا ہے وہ تمہیں تقسیم کر دیں گے۔ لہذا مالک کے پاس جاؤ، لوگ یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے، بتاؤ مالک تقسیم کریں گے یا نہیں۔ کسی نے جواب دیا جس بات کا مالک کو حکم دیا گیا ہے وہ ضرور اسے پورا کریں گے۔ اس خواب سے مالک پر گریہ طاری ہو گیا اور اتار دئے کہ میں تو انہیں رو تائی چھوڑ آیا۔

محمد بن روح کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں حضور پر نور ﷺ کو دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، بعض مسائل میں جہاں مالک اور لیث کا اختلاف ہوتا ہے وہاں کیا کیا جائے۔ ارشاد فرمایا "مالک، مالک، مالک، مالک دریشہ جدی ابراہیم" میرے دو ابراہیم کا دریشہ علم مالک کو ملا ہے۔

شیخ عمر بکر علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے عالم رویا میں بہشت کو دیکھا وہاں امام اوزاعی اور سفیان ثوری سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے دریافت کیا، امام مالک کہاں ہیں؟ دونوں نے جواب دیا "مالک یہاں کہاں، مالک تو بہت بلندی پر ہیں" اور تین مرتبہ سر اٹھا کر یہی الفاظ دہرائے یہاں تک کہ ان کی ٹوپیاں سر سے نیچے گر گئیں۔ جامع اوصاف کمال..... حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ پانچ باتیں جیسی امام مالک کے حق میں جمع ہو گئیں ہیں۔ میرے علم کے مطابق کسی اور شیخ میں جمع نہیں ہوئیں۔

(۱) اتنی دراز عمر اور ایسی عالی سند

(۲) ایسی عمدہ فہم اور اتنا وسیع علم

(۳) آپ کے حجت اور صحیح الروایت ہونے پر ائمہ کا اتفاق

(۵) آپ کی خدمت، اتباع سنت اور دینداری پر محدثین کا اتفاق

(۶) فقہ اور فتویٰ میں آپ کی مسلمہ مہارت

تجربہ علمی کے باوجود لا علمی کا اعتراف..... عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں کہ ہم امام مالک کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا میں چھ ماہ کی مسافت سے ایک مسئلہ دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا، کہو کیا ہے۔ اس نے بیان فرمایا، آپ نے فرمایا۔ مجھے اچھی طرح علم نہیں۔ وہ حیران ہو کر بولا۔ اچھا تو اپنے شہر والوں سے کیا کہوں۔ آپ نے فرمایا کہہ دینا کہ مالک نے اپنی لا علمی کا اقرار کیا ہے۔

درس و تدریس..... مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بعد ان کی علمی درسگاہ کے جانشین حضرت نافع ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد امام مالک ان کے جانشین ہوئے اور سترہ سال کی عمر میں مجلس افتادہ و تعلیم کی ابتداء فرمائی اور تقریباً پانچ سال مسلسل فقہ و فتویٰ، درس و تدریس میں مشغول رہے۔ جب حدیث نبوی کے اٹا کا وقت آتا تو پہلے وضو یا غسل کر کے عمدہ اور بیش قیمت پوشاک زیب تن فرماتے۔ بالوں میں کھجور کے تے، خوشبو لگاتے اور اس اہتمام کے بعد مجلس



علمی کی صدارت کے لئے باہر تشریف لاتے اور جب تک اس مجلس میں حدیث کا ذکر رہتا مگر یعنی انگلیٹھی میں عود و لوبان ڈالتے تھے۔

وقار مجلس..... امام صاحب کی مجلس درس ہمیشہ بر تکلف فرش اور بیش قیمت قالینوں سے آراستہ اور ایسی ہیبت و وقار کی ہوتی تھی کہ اس میں شور و شغب ہوتا تو درکنار کسی شخص کو با آواز بلند گفتگو کرنے کی مجال اور طاقت نہ ہوتی تھی۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے مجلس درس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

”جادو جلال اور شان و شکوہ سے کاشانہ امامت پر بارگاہ شاہی کا دھوکہ ہوتا تھا، طلبہ کا ہجوم، مستفتیوں کا ازدہام، امراء کا ورود، علماء کی تشریف آوری، سیاحوں کا گذر، حاضرین کی مودب نشست، درخانہ بر سوار یون کا انبوہ دیکھنے والوں پر رعب و وقار طاری کر دیتا تھا۔“ ایک روز سفیان ثوری آپ کی مجلس میں تشریف لائے تو مجلس کی عظمت و جلال اور اس کی شان و شوکت دیکھ کر امام صاحب کی مدح میں یہ قطعہ نظم فرمایا۔

یابیی لہ الجواب فلا یراجع ہتہ  
ادب الوفار و عز سلطان الضی  
والسائلون نو اکس الاذقان  
فہو المطاع ولیس ذا سلطان

تلامذہ و اصحاب..... آپ کے تلامذہ کی فرست بڑی طویل ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ ”حدث عن خلق من الامتہ - حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔“ وحدث عنہ امم لایکادون یحصون“ (آپ سے اتنے لوگوں نے روایت کی ہے جن کا شمار تقریباً ناممکن ہے۔ قاضی عیاض نے اپنے ایک رسالہ میں آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد تیرہ سو سے بھی زیادہ گنائی ہے۔ حافظ دارقطنی نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں امام مالک سے روایت کرنے والوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔ حافظ ابو بکر خطیب بغدادی کے ایک رسالہ میں نو سو تیرانوے روایت کو درج ہے۔ خود آپ کے بعض شیوخ نے آپ سے روایت کی ہے۔ مثلاً زہر، ابو الاسود، ایوب سختیانی، ربیعہ الرائی، حسی ابن سعید انصاری، محمد بن ابی ذئب، ابن جریج اعمش، وغیرہ لہل علم و فضل تلامذہ میں سے امام محمد، امام شافعی، عبد اللہ ابن مبارک، لیث بن سعد، شعبہ، سفیان ثوری، ابن جریج، ابن عیینہ، حسی الطحان، ابن مہدی، ابو عاصم النبیل، عبد الرحمن لوزاعی میں علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ حافظ دارقطنی نے ایک رسالہ میں امام مالک سے امام ابو حنیفہ کی روایات کو جمع کیا ہے لیکن شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ امام مالک سے امام ابو حنیفہ کا روایت کرنا ثابت نہیں۔

سنت نبویہ کی تعظیم و توقیر..... عبد اللہ بن مبارک جو امام مالک کے شاگرد ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ روایت حدیث فرما رہے تھے۔ ایک بچہ نے نمش زنی شروع کی اور اس نے آپ کو تقریباً مرتبہ کاٹا۔ اس تکلیف کی وجہ سے آپ کا چہرہ کچھ متغیر ہو کر مائل بزرگی ہو جاتا تھا۔ مگر آپ نے حدیث کو قطع نہیں فرمایا اور نہ آپ کے کلام میں کوئی لغزش ظاہر ہوئی۔ جب مجلس ختم ہو گئی اور سب آدمی چلے تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ فرمایا کہ میرا اس قدر صبر کرنا اپنی طاقت و شکیبائی کی بناء پر نہ تھا بلکہ پیغمبر ﷺ کی حدیث کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔ باوجود ضعف و کبر سن بھی مدینہ طیبہ میں بھی سوار ہو کر نہیں چلے۔ جس ارض مقدس کے اندر جسم مبارک ﷺ ہو اس کے اوپر سوار ہو کر چلنا خلاف ادب جانتے تھے امام شافعی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کے دروازہ پر خراسانی گھوڑے اور مصری خچر دیکھے تو میں نے امام صاحب سے کہا بہت عمدہ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہیں یہ سب ہدیہ کر دیئے ہیں۔ میں نے کہا سواری کے لئے آپ بھی رکھ لیجئے۔ فرمایا مجھے شرم آئی ہے کہ جس ارض مقدس میں حضور ﷺ ہوں میں اس کی مٹی کو سواری

لے (اگر امام مالک) جواب دینا چھوڑ دیں تو سب سائل اپنا سر نچا کئے بیٹھے رہیں اور آپ کی ہیبت سے دوبارہ نہ پوچھ سکیں۔ وقار آپ کا ادب کرتا ہے اور پرہیزگاری کی بادشاہت پر عزت کے ساتھ ممکن ہیں (عجیب بات یہ ہے کہ) آپ کی اطاعت کی جاتی ہے حالانکہ آپ بادشاہ نہیں ہیں۔ ۱۲ لے بن لیل ان سلاطین و عن احد الاروی عنہ ذلک الشیخ بعد ذلک الامام شیخ بن ابی نعیم المقری ۱۲

کے کھروں سے روندوں۔

حسب مدینہ..... ایک مرتبہ ہارون الرشید نے آپ سے دریافت کیا، آپ کے پاس مکان ہے۔ آپ نے فرمایا میں تو اس نے آپ کو تین ہزار اشرفیاں دے کر کہا ”مکان خرید لیجئے۔“ آپ نے اشرفیاں لے لیں۔ جب ہارون الرشید مجلس سے اٹھنے لگا تو اس نے کہا ”اگر آپ ہمارے ساتھ چلیں تو بہت اچھا ہو کیونکہ میں نے یہ عزم کر لیا ہے کہ لوگوں کو موٹا کا حامل بناؤں جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حامل قرآن بنایا تھا۔“ آپ نے فرمایا کہ ”اس کی کوئی صورت نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ مختلف شہروں میں اقامت پذیر ہوئے اور ہر اہل شہر کے پاس علم ہے، رہا میرا تمہارے ساتھ چلنا سو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”المدینۃ خیر لہم لو کانوا یعلمون۔“ رہی اشرفیاں سو یہ موجود ہیں چاہو لے لو۔“ یعنی تم جو یہ احسان کر کے مدینہ سے جدا کرنا چاہتے ہو یہ نہیں ہو سکتا۔

ونحن من طرب الی ذکر اھا

دار الحیب احق ان تھواھا

آپ کے فضل و کمال کا اعتراف..... مصعب زبیری فرماتے ہیں کہ امام مالک رضی اللہ عنہ، مامون، شہت، عالم فقیہ، حجت، درس ہیں۔ حمی بن معین، لور حسی بن سعید القحطان جو حدیث و رجال کے ناقد ہیں وہ فرماتے ہیں کہ امام مالک امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ عبدالرحمن بن ممدی کا قول ہے کہ روئے زمین پر امام مالک سے بڑھ کر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی امامت دار نہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری امام حدیث ہیں امام سنت نہیں اور اوزاعی امام سنت ہیں امام حدیث نہیں اور امام مالک امام سنت بھی ہیں اور امام حدیث بھی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے زیادہ جلد اور صحیح جواب دینے والا اور اچھی پرکھ والا نہیں دیکھا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ تابعین کے بعد امام مالک مخلوق پر خدا کی حجت تھے۔ نیز فرماتے ہیں کہ علم تین آدمیوں پر دائر ہے۔ مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، اور لیث بن سعد۔ امام احمد سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر کوئی کسی کی حدیث زبانی یاد کرنا چاہے تو کس کی کرے۔ فرمایا مالک بن انس کی۔ امام بخاری سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ صحیح سند کو کسی سے۔ فرمایا مالک عن نافع عن ابن عمر۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ تابعین کے بعد میرے نزدیک امام مالک سے زیادہ دانشمند، بزرگ، قابل وثوق اور ضعفاء سے کم روایت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ موصوف نے ابو امیہ عبدالکریم کے علاوہ کسی متروک سے روایت کی ہو۔ امام احمد، ترمذی، نسائی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ ”یوشک ان یضرب الناس واکبوا والابلی یطلبون العلم فلا یجدون عالم اعلم من عالم المدینۃ“ قریب ہے کہ لوگ طلب علم کے لئے اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں اور عالم مدینہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہ پائیں۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ عالم مدینہ کے مصداق امام مالک ہیں۔

امام مالک کا ابتلاء..... والی مدینہ جعفر بن سلیمان سے کسی نے شکایت کر دی کہ امام مالک آپ لوگوں کی بیعت کو صحیح نہیں سمجھتے۔ اس پر اس کو غصہ آیا اور آپ کو بلوا کر کوڑے لگوائے، آپ کو کھینچا گیا۔ دونوں ہاتھوں کو کھنچوا کر موٹھے سے اتروا دیئے گئے، ان باتوں سے آپ کی عزت و وقعت اور شہرت اور بڑھ گئی۔ بعض حضرات نے وجہ ابتلاء طلاق مکہ کا مسئلہ بیان کیا ہے اور بعض نے تقدیم عثمان بر علی رضی اللہ عنہما، جب خلیفہ منصور حج کے لئے حرمین حاضر ہو تو اس نے جعفر سے امام مالک کا قصاص لینا چاہا مگر آپ نے رد کر دیا اور فرمایا، واللہ، جب بھی مجھ پر کوڑا پڑتا تھا تو میں اس کو اسی وقت حلال اور جائز کر دیتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کے سبب۔

وفات..... امام صاحب کی عمر چوراسی یا چھیالیس یا ستاسی یا نوے برس کو پہنچی تھی کہ اتوار کے روز بیمار پڑ گئے اور تقریباً تین ہفتے بیمار رہے۔ مرض کی شدت میں کوئی تخفیف نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ۱۱ یا ۱۳ ربیع الاول ۷۹ھ میں یہ نفس قدی صفات مضیق زمان و مکان سے سعادت اعلیٰ علیین و جوار قدس رب العالمین کی طرف انتقال کر گیا۔ جسد مبارک جنت البقیع میں

مذہبوں کی پیدائش اور انتقال کی تاریخ کو ایک بزرگ نے اس قطعہ میں نظم کیا ہے اور اسی سے آپ کی عمر کی مدت بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

فخر الانتم مالک نعم الامام المالک

مولدہ نجم عدی وفاته فاز مالک

وقات کے بعد..... قاضی عیاض نے ”امدارک“ میں ذکر کیا ہے کہ جس رات امام صاحب کا انتقال ہوا اسی رات عمر بن سعد انصاری نے خواب دیکھا کہ ایک کتے والا کہہ رہا ہے۔

لوی

غدا الهادی لدی ملحد القدر

علیہ سلام اللہ فی آخر اندھ

من المزن مرعاد السحاب مبراق

اقالیم فی الدنیا فراح و آفاق

لہ حذر من ان بضام و اشفاق

فللکل منہ حین یرویہ اطراق

بہم انہم ان انت مالت حذاق

کفاه الا ان السعادة ارزاق

لقد اصبح الاسلام زعزع رکن

امام الہدی لازال للعلم صینا

آپ کے انتقال پر ابو محمد جعفر بن احمد بن الحسین السراج نے ذیل کے اشعار میں مرثیہ پڑھا۔

مقی جلدنا ضم البقیع لمالک

امام موطاہ الذی طبقت بہ

اقام بہ شرع النبی محمد ﷺ

لہ سند عال صحیح و ہیبتہ

واصحاب صدق کلہم علم نسل

ولولہم یکن الا ابن ادویس وحده

الباقیات الصالحات..... آپ نے اپنے اولاد اجداد میں تین صاحبزادے چھوڑے۔ حنی، محمد اور حماد۔ آپ کا ترکہ تین ہزار تین سواٹریاں تھیں۔

تصنیفات..... موطا کے علاوہ امام صاحب کے بہت سے رسائل ہیں۔ جن کی تفصیل مقدمہ اجزا مالک میں موجود ہیں۔ ہم یہاں صرف موطا کا جو ان کی سب سے اہم اور مشہور اور مقبول ترین کتاب ہے تفصیلی تعارف کراتے ہیں۔

موطا امام مالک..... کتب خانہ اسلام کی وہ دوسری کتاب جو قرآن مجید کے بعد باقاعدہ طور پر فقہی ترتیب سے مرتب و مرتب ہو کر تصنیف ہوئی، علامہ ابو بکر بن العربی فرماتے ہیں ”موطای نقش لولہ بنیادی کتاب ہے، بخاری کی حیثیت تو اس باب میں نقش ثانی کی ہے اور انیس دونوں کتابوں پر مسلم و ترمذی جیسے بعد کے مؤلفین نے اپنی کتابوں کی بنیاد رکھی ہے۔“

زمانہ تالیف..... اس کی تالیف کا مقام مدینہ طیبہ ہے۔ کیونکہ امام مالک کا قیام ہمیشہ وہیں رہا۔ البتہ تالیف کا صحیح زمانہ معلوم نہیں ہو سکا۔ صرف قرآن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، محدث قاضی عیاض نے مدارک میں امام مالک کے شاگرد خاص ابو مصعب کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ موطا کی تالیف خلیفہ ابو منصور عباسی کی فرمائش پر خود اسی کے عہد میں شروع ہوئی تھی۔ لیکن پایہ تکمیل کو اس کی وفات کے بعد پہنچی۔ منصور نے ۶ ذی الحجہ ۱۵۸ھ میں وفات پائی اور اس کی جگہ اس کا بیٹا مہدی مستخلف ہوا اور اس کی خلافت کے ابتدائی دور میں اس کی تالیف پوری ہوئی۔ ابتداء تالیف کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ ابن حزم نے صراحت کی ہے کہ امام مالک نے موطا کی تالیف حنی بن سعید انصاری متوفی ۱۳۳ھ کی وفات کے بعد کی ہے۔

وجہ تسمیہ..... لفظ ”موطا“ توطیہ کا مفعول ہے۔ صاحب قاموس نے اس کے لغوی معنی ”روندنے، تیار کرنے، نرم و سل بتانے“ کے بیان کئے ہیں تو موطا کے لغوی معنی روندنا ہوا، تیار کیا ہوا، نرم و سہل بتلایا ہوا کے ہیں۔ یہاں یہ تمام معانی بطور استعارہ مرلوئے جاسکتے ہیں۔ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم اصبہانی کہتے ہیں کہ میں نے ابو حاتم سے دریافت کیا کہ اس کا نام

موطا کیوں رکھا گیا۔ فرمایا کہ امام مالک نے اس کو مرتب کر کے لوگوں کے لئے سہل اور آسان بنا دیا ہے اس لئے اس کو موطا مالک کہتے ہیں۔ کماثل۔ جامع سفیان..... امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو لکھ کر میں نے فقہاء مدینہ میں ستر فقہیوں کے سامنے پیش کیا۔ سب نے ہی مجھ سے اتفاق کیا اس لئے میں نے اس کا نام موطا رکھا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اپنی شرح مسوی میں اس معنی کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ یہ معنی صاحب کتاب سے منقول ہیں۔ ابن فرہ کہتے ہیں کہ امام مالک سے پہلے کسی نے یہ نام نہیں رکھا۔ بلکہ آپ کے ہم عصر مصنفین میں سے بعض نے جامع کے ساتھ بعض نے مصنف کے ساتھ اور بعض نے مولف کے ساتھ موطا کہا ہے۔

کتب حدیث میں موطا کا مقام..... حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے کتب حدیث کے پانچ طبقات قائم کئے ہیں جن میں موطا کو طبقہ اولیٰ میں رکھا ہے۔ جمہور علماء کی رائے بھی یہی ہے۔ بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب تو موطا کو تمام کتابوں میں مقدم اور افضل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتاب "مفہم شرح موطا کے مقدمہ میں اس کی ترجیح کے دلائل و وجوہ کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

صاحب مفتاح السعادة نے بیان کیا ہے کہ جمہور کہتے ہیں کہ اس کا درجہ ترمذی کے بعد ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اس کو مسلم کے بعد تیسرے درجہ پر رکھنا چاہئے۔ موطا کی صحت اور اس کے مرتبہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں "روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد موطا مالک سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔" اگرچہ خود علماء شوافع میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ امام موصوف کا قول صحیحین کے عالم وجود میں آنے سے پہلے کا ہے۔

موطا کی مقبولیت..... امام مالک کے شیوخ اور آپ کے معاصرین نے موطا کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔ لو پر گذر چکا ہے کہ امام صاحب نے فقہائے مدینہ کے سامنے پیش کیا تو سب نے داؤد تھمینی وی اور بعد کے علماء کے نزدیک انتہائی مقبول رہی ہے۔ علامہ نووی شرح مسلم کے مقدمہ میں اپنے استاد کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "ایک کتاب مجھ کو ایسی ملی جو ان کتابوں (صحیحین، ترمذی وغیرہ) سے بہتر ہے۔ اگرچہ یہ کتابیں بھی اچھی ہیں اور وہ موطا ہے جس کے مصنف کا نام مالک ابن انس ہے جو تمام محدثین کے شیخ الشیوخ ہیں۔"

علامہ زر قالی شارح موطا فرماتے ہیں کہ جب امام مالک نے اس کتاب کو تصنیف کیا تو دوسرے علماء نے اسی طرز سے احادیث کے مجموعے تیار کئے۔ لوگوں نے امام مالک سے جا کر بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ صرف اخلاص و حسن نیت کو بقاء ہے۔ یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ آج ان کی تصانیف کا سوائے موطا ابن ابی ذئب کے نامہ نشان بھی معلوم نہیں ہوتا۔

اقول لمن یروی الحدیث ویکتب

ان اجبت ان تدعی لیدی الحق عالما

اترك دارا كان بين بيوتها

ومات رسول الله فيها وبعده

وفرقت عمل العلم في تابعهم

فخلصه بالسك للناس مالك

فابرى تصحيح الروايات كاه

ولو لم يلبح نور الموطا لمن سرى

فبادر موطا مالك قبل فوته

ودع للموطا كل علم تریده

ولنعم ما قال السعدون الورجيني في الموطا

ويسلك سبل الفقه فيه ويطلب

قلو تعد ماتحوى من العلم يشرب

یروح ویغندو جبرئیل المقرب

بنسنت أصحاب قلنا دبرا

وكل امری منهم له فيه مذهب

ومنہ صحیح فی المجلس و اجرب

وتصبحها فيه دواء مجرب

بلیل عماء مادری ابن یذهب

فما بعده ان فات للحق مطلب

فان الموطا الشمس والعلم کو کتب	هو الاصل طاب الفرع منه لطيبه
ولم لا يطيب الفرع والاصل طيب	هو العلم عند الله بعد كتابه
وفيه لسان الصدق بالحق معرب	لقد اعربت آثاره ببياتها
فليس لها في العالمين مكذب	وصحابه اهل الحجاز تفا خسروا
بان الموطا بالعراق محب	ومن لم تكن كتب الموطا بيته
فذاك من التوفيق بيته مخيب	اتعجب منه ارعلا في حياته
تعالیه من بعد المنیت اعجب	جزى الله عنافي موطاه مالكا
بالفضل ما يجزي اليب المهدب	لقد احسن التحصيل في كل ماروی
كنا فعل من يخشى الاله ويرهب	لقد فاق اهل العلم حيارمنا
فاضحت به الامثال في الناس تضرب،	وما فاقهم الا بقوى وخشب
واذ كان يرضى في الاله ويفض	فلا زال يسقى قبره كل عارض

## بمنطق طلت عزاليه تسكب

روایات کی تعداد..... ابن الہیاب نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک نے ایک لاکھ احادیث روایت کی تھیں۔ ان میں سے دس ہزار منتخب کر کے موطا میں درج کیں۔ پھر برابر ان کو کتاب و سنت اور آثار و اخبار صحابہ پر پیش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان سب کو قلمزد کر دیا اور صرف پانچ سو باقی رہ گئیں۔ ابو بکر ابہری کہتے ہیں کہ موطا کی کل احادیث ایک ہزار سات سو بیس ہیں جن میں مسند لور مرفوع چھ سو اور مرسل دو سو بائیس، موقف چھ سو تیرہ اور تابعین کے اقوال و فتاویٰ دو سو پچاسی ہیں۔ ابن حزم نے کتاب ”مراتب الدياتہ میں کہا ہے کہ میں نے احادیث موطا کو شمار کیا تو میں نے مسند احادیث کچھ اوپر پانچ سو اور احادیث مرسلہ کچھ اوپر تین سو پانچ۔ جن میں سے تقریباً ستر احادیث پر خود امام مالک نے بھی عمل نہیں کیا۔ موطا کے رواقہ..... امام مالک سے تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے موطا کو سن کر جمع کیا ہے اور لوگوں کے طبقہ سے فقہاء، محدثین، صوفیاء و امراء اور خلفاء نے تبرکاً اس امام عالی مقام سے اس کی سند حاصل کی ہے۔ اسی لئے اس کے بہت سے نسخے ہیں۔ چنانچہ امام صاحب سے تیس طریقوں سے مروی ہے۔ جن میں سولہ نسخے مشہور ہیں اور ان میں بھی چار نسخے زیادہ اہم ہیں۔ یعنی حنفی، ابن بکیر، ابو مصعب اور ابن وہب کے نسخے۔

(۱) ابو محمد حنفی بن حنفی کثیر بن وسلاس (یا وسلاس) بن شملل (یا شائل) بن مناقایا (یا منقلایا) مسمودی اندلسی مولود ۱۵۲ھ متوفی ۲۳۳ھ کانسخہ، یہ سب سے زیادہ مشہور و متداول ہے۔ علامہ سیوطی زر قانی، جابجی لور شاہ صاحب نے اسی نسخہ کی شرح لکھی ہے۔ موصوف بربر کے مشہور قبیلے مسمودہ کی طرف منسوب ہو کر مسمودی کہلاتے ہیں۔

(۲) عبد اللہ بن وہب بن مسلم الفہمی المصری مولود ۱۲۵ھ متوفی ۱۹۷ھ کانسخہ، چار سو محدثین سے روایت کرتے ہیں جن میں سے امام مالک، لیث بن سعد، ابن ابی ذؤب، سفیان بن عیینہ، ابن جریر اور یونس وغیرہ ہیں۔

(۳) ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن مسلم بن قعب الحارثی متوفی ۳۲۱ھ کانسخہ، امام مالک، لیث بن سعد، ابن ابی ذؤب، حماد بن شعبہ، سلمہ بن وردان وغیرہ بہت سے مشائخ سے روایت کرتے ہیں۔

(۴) ابو عبد اللہ عبد الرحمن بن القاسم بن خالد بن جنادہ الحنفی المصری مولود ۱۳۰ھ متوفی ۱۹۱ھ کانسخہ علم حدیث کی طلب میں بہت سال صرف کیا۔ پرہیزگاری اور تقویٰ میں عجائب روزگار تھے۔ صحت حدیث اور حسن روایت میں یگانہ آفاق اور نادر زمانہ تھے۔ اکثر لوقات آپ کی یہ دعا ہوتی تھی، اللهم امع الدنيا مني وامنعني منها۔

(۵) ابو حمی معن بن عیسیٰ بن دینار الدینی الاصحیحی القزازی متوفی ۱۹۸ھ کا نسخہ امام مالک کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ نے امام صاحب سے چالیس ہزار مسئلے سنے تھے۔ اپنے زمانہ کے محقق اور مفتی تھے۔ جب امام مالک اتنے بوڑھے ہو گئے کہ لاشعری رکھنے کی ضرورت پڑی تو بجائے لاشعری کے معن بن عیسیٰ ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے لوگ ان کو عصائے مالک بھی کہتے تھے۔

(۶) ابو محمد عبداللہ بن یوسف الکلاعی الدمشقی التمیمی کا نسخہ۔ نہایت بزرگ و پرہیزگار اور مخیر تھے۔ امام بخاری نے ان سے بہت سی روایات بلا واسطہ کی ہیں۔ بخاری اور ابو حاتم نے ان کے ثقہ و عادل ہونے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

(۷) ابو یزید کریا۔ حمی بن عبداللہ بن بکیر مخزومی متوفی ۲۳۱ھ کا نسخہ، بخاری نے بے واسطہ اور مسلم نے ایک واسطہ سے اپنی صحیحین میں ان سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں، جس محدث نے ان کی توثیق نہیں کی اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کو حال کی اطلاع نہیں ہو سکی۔ ورنہ صدق و امانت میں وہ مانند آفتاب ہیں۔

(۸) ابو عثمان سعید بن کثیر بن عفر بن مسلم انصاری مولود ۱۲۶ھ متوفی ۲۲۶ھ کا نسخہ بخاری اور دوسرے معتبر محدثین ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کو علم حدیث کے علاوہ دیگر علوم میں بھی کمال حاصل تھا۔ انساب، علم تاریخ اور واقعات عرب اور گزشتہ اخبار میں خصوصیت کے ساتھ دخل رکھتے تھے۔ فصاحت اور علوم ادبیہ میں بھی اپنے زمانہ کے سربر آوردہ علماء میں تھے۔ بہت زیادہ خوش کلام اور نیک صحبت تھے۔

(۹) ابو مصعب احمد بن ابی بکر القاسم بن الحدیث بن زرارہ بن مصعب بن عبدالرحمن بن عوف ذہری عوفی مولود ۱۵۰ھ متوفی ۲۴۲ھ کا نسخہ، مدینہ منورہ کے قاضی و مفتی تھے، اصحاب صحابہ سے ان سے روایت کرتے ہیں، البتہ نسائی نے ان سے بواسطہ روایت کی ہے، اہل مدینہ کو آپ پر بہت اعتماد تھا، ان کا نسخہ عام نسخوں سے ضخیم ہے۔ چنانچہ ابن حزم کہتے ہیں کہ ان کے نسخہ میں تقریباً ایک سو احادیث زائد ہیں۔

(۱۰) مصعب بن عبداللہ زبیری کا نسخہ

(۱۱) محمد بن مہدک صوری کا نسخہ

(۱۲) سلیمان بن برد کا نسخہ

(۱۳) حمی بن حمی بن بکیر بن عبدالرحمن تیمی حنظلی نیشاپوری متوفی ۲۴۲ھ کا نسخہ۔ صحیحین میں ان کی

روایت موجود ہے۔

(۱۴) ابو اھدافہ احمد بن اسماعیل سہمی متوفی ۲۵۹ھ کا نسخہ، شرائط کے لحاظ سے چنداں معتبر نہ تھے۔ اسی وجہ سے دار

قطنی ان کی تصنیف کرتے تھے، خطیب فرماتے ہیں کہ دانستہ جھوٹ نہیں بولتے تھے لیکن غفلت اور سادگی کی بناء پر اس بلا میں پڑ جاتے تھے۔

(۱۵) ابو محمد سوید بن سعید بروی متوفی ۲۳۰ھ کا نسخہ، مسلم اور ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے اور وہ انکو معتبر

جانتے ہیں۔ ابو القاسم لغوی تو ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے تھے۔ لیکن امام احمد ابن حنبل بعض امور میں ان پر گرفت فرمایا کرتے تھے۔ آخر عمر میں کبر سن، ضعف بصارت اور حافظہ میں خلل ہونے کے سبب سے قابل اعتماد نہیں رہے تھے۔

(۱۶) امام محمد بن الحسن شیبانی کا نسخہ، ان کے حالات عنقریب آرہے ہیں۔ قاضی عیاض نے "المدارک" میں ایک

مستقل باب قائم کیا ہے۔ جس میں مذکورہ بالا رواہ کے علاوہ ذیل کے اشخاص کو بھی رولان موطا میں شمار کیا ہے۔ امام شافعی، مطرف بن عبداللہ، عبداللہ بن عبدالحکم، بکیر بن عبداللہ زبیری، زیاد بن عبدالرحمن اندلسی، سبطون بن عبداللہ اندلسی، محمد بن شداد صفائی، ابو قرہ سکسی، احمد بن منصور تامرانی، کتبہ بن سعید، عقیق بن یعقوب زبیری، اسد بن الفرات قرظی،

اسحاق بن عیسیٰ صباغ، بدیر و لغنی بغدادی، حفص بن عبد السلام اندلسی، حسان بن عبد السلام اندلسی، حبیب بن ابی حبیب، خلف بن جریر بن فضالہ قروی، خالد بن حرازیلی، غازی بن قیس اندلسی، فرعوس بن عباس الاندلسی، محرز مدنی، الاء بن بدون بن عبد اللہ بدیری، سعید بن عبد الحکم اندلسی، سعید بن ابی ہند اندلسی، سعید بن عبدس اندلسی، عبد الاعلیٰ بن مسرود مشقی، عبد الرحیم بن خالد مصری، اسماعیل بن ابی اولیس، عیسیٰ بن شجرہ تونس، ایوب بن صالح مدنی، عبد الرحمن بن ہند ظنیطی، عبد الرحمن بن عبد اللہ اشبوی، عبید بن حیان و مشقی، سعید بن داؤد بن سعید بن ابی زبیر مدنی، حسی بن معین، ابن المدینی اور امام نسائی نے عبد اللہ بن مسلمہ قلعنی کو رواہ موطا میں اثبت النہاں مانا ہے۔ اس کے بعد عبد اللہ بن یوسف تنیس کا درجہ ہے اور ابو معین نے معن بن عیسیٰ کو اثبت اصحاب مالک کہا ہے۔ بعض حضرات کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں روایت عبد الرحمن بن صدی کو، امام بخاری نے روایت عبد اللہ بن یوسف تنیس کو، امام مسلم نے روایت حسی بن حسی تمیمی نیشاپوری کو، امام ابو داؤد نے روایت قلعنی کو اور امام نسائی نے روایت تمیمی بن سعید کو اختیار کیا ہے۔

شروح و حواشی موطا مالک..... موطا کی مقبولیت و ہر دلعزیزی کا یہ عالم ہے کہ اس کو شارحین معلقین و محققین کی ایک بڑی جماعت ہاتھ آئی ہے۔ قاضی عیاض نے اپنی معلومات کے مطابق ان کی تعدد ۹۶ بتائی ہے۔ ان کے بعد بھی اس میں ہر زمانہ میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ ہم یہاں چند شروح و تعلیقات ذکر کرتے ہیں۔ تفصیل کیلئے مقدمہ اوچر للمساک ملاحظہ ہو۔  
(۱) القلعنی۔ ابوالولید باجی متوفی ۴۷۳ھ کی شرح ہے، صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں کہ یہ ابن عبد البر کی شرح "التمہید" کا اختصار ہے۔

(۲) الاسماء

(۳) الاستیفاء۔ یہ دونوں بھی ابوالولید باجی کی ہیں۔

(۴) کتاب التہبید لمائی الموطا من المعانی والاسانید۔ حافظ بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ کی ہے۔ موطا کے معانی کی تشریح اور اس کے اسانید کی تحقیق نیز اس کے ضمن میں فقہ وحدیث کی بے شمار معلومات ترتیب رواہ اور بہ لحاظ حروف تہجی درج ہیں۔

(۵) الاستذکار۔ خود حافظ صاحب موصوف ہی نے اپنی شرح التہبید کا اختصار کیا ہے۔

(۶) القیس۔ ابو محمد بن السمد بطبری نحوی کی ہے۔

(۷) الموعب۔ ابوالولید بن صفاء کی ہے۔

(۸) المقتبس فی شرح موطا مالک بن انس۔ قاضی ابو بکر ابن العربی متوفی ۵۳۶ھ کی شرح ہے۔

(۹) کشف المغطا عن الموطا۔ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی شرح ہے۔ (۱۰) ترویج الحوائک حافظ جلال

الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کے کشف المغطا کا اختصار ہے۔

(۱۱) تجرید احادیث الموطا حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی شرح ہے۔

(۱۲) العرب۔ محمد بن ابی زینین کی ہے۔

(۱۳) المستقصیہ۔ حسی بن مزین کی ہے۔

(۱۴) الممالک۔ ابو بکر بن سابق صقلی کی ہے۔

(۱۵) شرح موطا۔ محمد ابن عبد الباقی زر قانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ کی نفیس شرح ہے، اکثر حصہ فتح الباری سے ماخوذ ہے، مصنف نے ۱۰۹۷ھ میں شروع کر کے ۱۱۱۲ھ میں مکمل کیا ہے۔

- (۱۶) المصنف۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی متوفی ۱۷۷۶ھ کی فارسی زبان میں تعلق ہے۔
- (۱۷) السوی۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی متوفی ۱۷۷۶ھ مصنفی کا عربی میں اختصار ہے۔
- (۱۸) الفتح الرحمانی۔ ابو محمد ابرہیم بن حسین معروف بہ شیخ سیری زادہ حنفی متوفی ۱۲۹۲ھ کی شرح ہے۔ انہوں نے اکثر علامہ عینی کی شرح سے استفادہ کیا ہے۔
- (۱۹) المصنفی شرح الموطا از شیخ ابو یوسف یعقوب البیہانی اللاہوری متوفی ۱۰۹۸ھ
- (۲۰) شرح موطا مالک۔ از ابو جعفر احمد بن سعید الداؤدی اللاسدی متوفی ۳۰۲ھ
- (۲۱) الحلی۔ شیخ سلام اللہ حنفی متوفی ۱۲۲۹ھ کی ہے جو حضرت عبدالحق محدث دہلوی کی لولاد میں سے ہیں۔
- (۲۲) او جز المسائل الی موطا مالک۔ حضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور کی گر انقدر شرح ہے جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ متقدمین کی شرح کا خلاصہ ہے، ہر باب میں ائمہ اربعہ کا مذہب معتبر کتب سے نقل کیا گیا ہے، حل لغات و مطالب اور مشکل مقامات کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔
- (۲۳) لتعلین المسجد علی موطا عم۔ مولانا عبدالحق لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ کا حاشیہ ہے۔

### (۱۴) امام محمدؒ

ہزاروں سال نرس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بہت مشکل سے ہوتا ہے جن میں دیدہ و در پیدا نام و نسب..... ابو عبد اللہ کنیت، محمد نام ہے، والد کا نام حسن اور دادا کا نام فرقد ہے اور شیبانی نسبت ہے۔ اصل مسکن جزیرہ شام ہے۔ آپ کی ولادت واسط میں ۱۳۲ھ میں ہوئی، آپ کے والدین وغیرہ مستقل طور پر کوفہ منتقل ہو گئے تھے۔ یہیں آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی۔

تحصیل علوم..... چودہ سال کی عمر میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کیا۔ چار سال تک خدمت میں رہے۔ پھر امام ابو یوسف سے تکمیل کی۔ ان کے علاوہ مسر، اوزاعی، سفیان، ثوری اور امام مالک وغیرہ سے بھی علم حدیث وغیرہ میں استفادہ فرمایا۔ یہاں تک کہ باتفاق اہل علم فقہ کے بلند پایہ امام، تفسیر و حدیث کے ماہر و حاذق اور لغت و ادب کے نازش روزگار مسلم استوائی، آپ نے خود فرمایا ہے کہ مجھے آبائی ترکہ سے تیس ہزار درہم یاد دانا میرے ملے تھے۔ جن میں سے آدھے میں نے لغت و شعر کی تحصیل میں صرف کئے اور آدھے فقہ و حدیث کی تحصیل میں صرف کئے۔

شب بیداری اور لذت علم..... امام محمدؒ راتوں کو بالکل نہیں سوتے تھے، ان کے پاس کتابوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ جب ایک فن کی کتابوں سے طبیعت گھبرا جاتی تو دوسرے فن کا مطالعہ شروع کر دیتے تھے۔ آپ راتوں کو جاگتے اور کوئی مشکل مسئلہ حل ہو جاتا تو فرماتے کہ بھلا شاہزادوں کو یہ لذت کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔

شیوخ و اساتذہ..... امام محمدؒ نے علماء کوفہ کے علاوہ مدینہ، مکہ، بصرہ، واسط، شام، خراسان اور یمامہ وغیرہ کے سینکڑوں مشائخ سے علوم کا استفادہ کیا ہے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

اہل کوفہ میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام زفر، سفیان ثوری، مسر بن کدام، مالک بن مغول، حسن بن عمارہ، غیرہ۔ اہل مدینہ میں امام مالک، ابراہیم، ضحاک بن عزالا وغیرہ۔ اہل مکہ میں سے سفیان بن عیینہ، طلحہ بن عمرو، زعمہ بن صالح، اہل بصرہ میں سے ابو العوام وغیرہ۔ اہل واسط میں سے عباد بن العوام، شعبہ بن الحجاج، ابو مالک عبد الملک عجمی۔ اہل شام میں سے ابو عمرو عبد الرحمن اوزاعی وغیرہ۔ اہل خراسان میں سے عبد اللہ بن مبارک۔ اہل یمامہ میں سے ایوب بن عقبہ تمیمی وغیرہ۔



درس و تدریس..... آپ نے بیس سال کی عمر میں درس دینا شروع کیا اور ہزاروں تشنگان علم کو سیراب کیا۔ جب آپ کو فہم میں موطا کا درس دیتے تھے تو اس کثرت سے لوگ آتے کہ راستے بند ہو جاتے تھے۔ اسی کو دیکھ کر سعدون مالکی نے کہا تھا۔

ومعاہ اهل الحجاز نفاخروا ان الموطافی العراق محب

(اور جملہ ان باتوں کے کہ جن پر اہل حجاز کو فخر ہے۔ ایک چیز یہ بھی ہے کہ موطا عراق میں محبوب ہے۔)

علمی تعقیق..... کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کو غیر معمولی تنگدستی پیش آئی۔ جس کی وجہ سے فقہائی کے پاس جانا پڑا۔ آپ نے اس سے کہا کہ اگر تو میرا مطالبہ پورا کرے تو میں تجھے فقہ کے دو مسئلے بتاؤں گا۔ اس نے انکار کر دیا۔

قیمت در گر انما یہ چہ دانند عوام حافظ گوہر یکد لاندہ جز خواص

اتفاق کی بات فقہائی نے قسم کھائی کہ اگر میں اپنی لڑکی کے جینز میں تمام وہ چیز نہ دوں جو دنیا میں ہے تو میری بیوی کو تین طلاق، اس کے بعد اس نے علماء سے حکم دریافت کیا تو سب نے یہی جواب دیا کہ حائض ہو گیا۔ کیونکہ یہ چیز ممکن ہی نہیں۔ اب وہ مجبور ہو کر امام محمد کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا کہ بوقت سوال میرا لہوہ یس تھا کہ میں تجھے یہ مسئلہ پورا اس کے ساتھ ایک اور مسئلہ بتاؤں گا۔ لیکن اب تو ایک ہزار اشرفیاں لوں محتب بتاؤں گا۔ تعظیماً الشان المسئلہ فقہائی نے ایک ہزار اشرفیاں دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ جینز میں قرآن پاک دے دے تو قسم سے نکل جائے گا۔ علماء نے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ”ولا تطب ولا یابس الا فی کتاب مبین“

فوقع هذا الجواب عند هم فی حیز القبول

علم در یست نیک باقیمت

جهل در دیست سخت بر در ما

تفقہ و استنباط..... امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کے یہاں رات میں قیام کیا اور صبح تک نماز پڑھتا رہا۔ لیکن امام محمد رات بھر پہلو پر لیٹے رہے اور صبح بونے پر بلا تجدید وضو نماز فجر ادا کر آئے۔ مجھے بات کھٹکی تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں سو گیا تھا۔ نہیں بلکہ میں نے کتاب اللہ سے تقریباً ایک ہزار مسائل کا استنباط کیا ہے۔ پس آپ نے رات بھر اپنے لئے کام کیا اور میں نے پوری امت کے لئے۔

اصحاب و تلامذہ..... آپ کے تلامذہ کی تعداد حد سے زیادہ ہے۔ بہت سے اکابر کے اسماء گرامی علامہ کوثری نے درج کئے ہیں۔ چند مخصوص تلامذہ کے نام یہ ہیں۔ ابو حفص کبیر احمد بن حفص عقیلی، ان سے امام بخاری نے امام اعظم اور ان کے اصحاب کا فقہ حاصل کیا ہے۔ ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان جوزجانی، ان سے صحاح ستہ کا سلسلہ مشرق سے مغرب تک پہنچا ہے ابو عبید قاسم بن سلام ہروی مشہور مجتہد کبیر ہیں۔ علی بن معبد جامع کبیر و جامع صغیر کے راویوں میں سے ہیں اور اصحاب صحاح ستہ کے استاذ ہیں۔ موسیٰ بن نصیر رازی، محمد بن ساعد، معطلی بن منصور، محمد بن مقاتل رازی، شیخ ابن جریر، حمی بن معین غطفانی، جرح و تعدیل کے مشہور امام ہیں۔ ابو زکریا، حمی بن صالح و حاطی حمصی امام بخاری کے شیوخ شام میں سے ہیں۔ ابو جعفر علی بن صالح جرجانی، شعیب بن سلیمان کیسانی، ابراہیم بن رستم، ہشام بن عبید اللہ، عیسیٰ بن ابان، شداد بن حکیم وغیرہ خصوصی تلامذہ..... امام محمد کے خصوصی تلامذہ میں سے اسد بن القرات متوفی ۲۱۳ھ ہیں جن کی امام محمد نے خصوصی اوقات میں تعلیم و تربیت کی ہے۔ ساری ساری رات ان کو تھالے کر بیٹھتے، پڑھاتے اور مالی امداد بھی کرتے تھے۔ آپ نے امام محمد سے امام ابو حنیفہ کے مسائل اور ابن القاسم سے امام مالک کے مسائل حاصل کر کے ۶۰ کتابوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس کا نام اسد یہ رکھا۔ علماء مصر نے اس مجموعہ کی نقل لینی چاہی اور قاضی مصر کے ذریعہ سفارش کی۔ آپ نے اس کی اجازت دی اور چڑے کے تین سو ٹکڑوں پر اس کی نقل کرائی گئی جو ابن القاسم کے پاس رہی۔ مدونہ نسخوں کی اصل بھی یہی اسد یہ۔ اسد

یہ ہے ان ہی اسد ابن الفرات نے افریقہ میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مذہب پھیلایا اور یہی فاتح صغیر ہیں۔ انہوں نے ہی وہاں اسلام کو پھیلایا ہے۔

دوسرے خصوصی تلمیذ امام شافعی ہیں۔ جن کو عام لوقات درس کے علاوہ بھی امام محمد نے خاص طور سے تعلیم دی ہے اور قسم قسم کے احسانات سے نوازا ہے۔ آپ نے امام محمد سے ایک سختی ٹونٹ کے بوجھ کی برابر کتابوں کا علم حاصل کیا ہے۔ مالی امداد..... حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ کبیر میں ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ امام محمد نے ان کو پچاس اشرفیاں دیں اور اس سے پہلے پچاس روپے اور دے چکے تھے اور کہا کہ اگر آپ علم حاصل کرنا چاہیں تو میرے ساتھ رہیں۔ ابن ساعد کا بیان ہے کہ امام محمد نے امام شافعی کے لئے کئی بار اپنے اصحاب سے ایک ایک لاکھ روپے جمع کر کے دیئے۔ امام مزنی سے منقول ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں عراق میں قرضہ کی وجہ سے محبوس ہو گیا۔ امام محمد کو معلوم ہوا تو آپ نے مجھ کو چھڑا لیا۔ ایک دفعہ امام شافعی نے امام محمد سے کچھ کتابیں عاریتہ طلب کیں آپ نے دینے میں دیر کی تو امام شافعی نے یہ اشعار لکھ کر آپ کے پاس بھیجے۔

ولس كان راه فداى من قبله

قل لمن لم نرعين من راه مثله

لعله بذله لاهله لعله

العلم ينهى اهله ان يسموه اهله

ابن جوزی نے ”منتظم“ میں نقل کیا ہے کہ امام محمد ان اشعار کو پڑھ کر اتنے مسرور و متاثر ہوئے کہ مطلوبہ کتابیں عاریتہ نہیں بلکہ ہدیہ امام شافعی کے پاس بھیج دیں۔ اس واقعہ کو مع ابیات ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں اور صمیری وغیرہ نے بھی مع سند کے نقل کیا ہے۔

یہی ہے عبادت نبی دین و ایمان کے کام آئے دنیا میں انساں کے انساں (اقبال)

حسن اعتراف..... نبی وجہ تھی کہ امام شافعی امام محمد کی حد سے زیادہ تعظیم اور نہایت واضح الفاظ میں ان کے علمی احسانات کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ محدث خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں امام شافعی سے ناقل ہیں۔ ”امن الناس علی فی الفقہ محمد بن الحسن“ فقہ کے بارے میں مجھ سے زیادہ احسان محمد بن حسن کا ہے، حافظ سمعانی بوطینی کی زبانی امام شافعی کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں۔ اعانسی اللہ برجلین بابن عیینہ فی الحدیث وبمحمد فی الفقہ ”اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کے ذریعہ میری معاونت فرمائی، ابن عیینہ کے ذریعہ حدیث میں اور امام محمد کے ذریعہ فقہ میں۔“ علامہ کردری نے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”علم اور اسباب و نبوی کے اعتبار سے مجھ پر کسی کا بھی اتنا بڑا احسان نہیں جس قدر امام محمد کا ہے۔“

عام طلباء کے ساتھ حسن سلوک..... امام محمد کے پاس مال کی اتنی فراوانی تھی کہ ٹین سو فیہ مال کی نگرانی کے لئے مقرر تھے۔ لیکن اس جلیل القدر امام نے اپنے تمام مال و متاع محتاج طلباء پر لٹا دیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس صاف ستھری پوشاک بھی نہ رہی۔ امام ابو یوسف نے جب ان کو میلے کچیلے کپڑوں میں دیکھا تو ان کیلئے ایک نئی پوشاک بھیج دی۔ لیکن امام محمد کی بلند ہمتی نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ نعمتیں تم کو پہلے دے دی گئیں اور مجھ کو بعد میں ملنے والی ہیں معمولات زندگی..... محمد بن سلمہ کا بیان ہے کہ امام محمد نے رات کے تین حصے کر دیئے تھے۔ ایک حصہ سونے کیلئے، ایک نماز کیلئے اور ایک درس کیلئے۔ وہ بہت زیادہ جاگتے تھے۔ کسی نے کہا، آپ سوتے کیوں نہیں۔ فرمایا، میں کس طرح سو جاؤں جب کہ مسلمانوں کی آنکھیں ہم لوگوں پر بھروسہ کر کے سوئی ہوئی ہیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ قاضی ابن ابی عمران سے سنا ہے کہ امام محمد رات دن میں تہائی قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

وفات..... امام محمد ستون سال کی عمر پر ۱۸۹ھ میں بزبان خسرو یہ کہتے ہوئے

دلہم بگرفت از غربت تمنائے وطن دارم

ز دنیا میر دو خسرو بزرگ لب ہی گوید

دنیا سے رخصت ہو گئے۔ جائے وفات شہر ری ہے۔

وفات کے بعد..... کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ نزع کے وقت آپ کی کیا حالت تھی۔ فرمایا میں اس وقت عبد مکاتب کے مسئلہ پر غور کر رہا تھا۔ اسی حالت میں میری روح نکل گئی اور مجھے محسوس بھی نہ ہو سکا۔ آپ سے جو یہ منقول ہے کہ آپ اپنی آخری عمر میں فرمایا کرتے تھے کہ مکاتب کے مسئلے نے مجھے اس دن کی تیرہی سے محروم رکھا یہ آپ تو اضعاف فرماتے تھے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ آپ جیسے متقیین کی ساری زندگی آخرت و عاقبت کی تیرہی ہی میں گذرتی ہے۔ حسن خداداد..... قدرت نے امام محمد کو جس طرح باطنی اور معنوی محاسن سے مزین کیا تھا اسی طرح ان کو حسن ظاہری کی دولت سے بھی بافراط نواز تھا۔ نہایت شکیل و جمیل اور انتہائی حسین و خوبصورت گویا قول صاحب کے صحیح مصداق تھے۔

ہلاک حسن خداداد او شوم کہ سرایا  
چو شعر حافظ شیرازی انتخاب ندمرد

اسی غایت حسن کی وجہ سے امام ابو حنیفہ ان کو مجلس درس میں اپنے پیچھے بٹھایا کرتے تھے۔

تصانیف..... آپ کی تصنیفات کی تعداد ایک ہزار کے قریب کہی جاتی ہے۔ اپنے کمرہ میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے رہتے اور رات دن کتابیں لکھتے تھے۔ دس رومی عورتیں نقل کتب پر مامور تھیں۔ اس طرح آپ نے ایک ادارہ کی برابر تصنیفی خدمت انجام دی ہے۔ آپ کی تصانیف میں حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں اور یہی کتابیں فقہ حنفی کی اصل اصول خیال کی جاتی ہیں۔ کیونکہ امام صاحب کے مسائل روایت ان میں مذکور ہیں۔ کل مسائل جو آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں استنباط کئے ہیں (۱۰۷۰۱۰۰) ہیں۔

مبسوط

اس میں آپ نے امام ابو یوسف کے جمع کردہ مسائل کو خوبی و وضاحت کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اس کو اصل بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے اس کو سب سے پہلے تصنیف کیا ہے۔

جامع سفیر

اس میں آپ نے امام ابو یوسف کی روایت سے امام اعظم کے تمام اقوال لکھے ہیں۔ کل (۱۵۳۲) مسائل ہیں۔ ان میں سے (۱۷۰) مسائل میں اختلاف رائے بھی کیا ہے۔ اس کی تقریباً چالیس شرح لکھی گئیں۔ متقدمین کے یہاں فقہ میں یہی کتاب درس میں پڑھائی جاتی تھی۔

جامع بیہ

اس میں آپ نے امام صاحب کے اقوال کے ساتھ امام ابو یوسف اور امام زفر کے اقوال بھی ذکر کئے ہیں اور ہر مسئلہ کی دلیل لکھی ہے۔ یہ جامع صغیر سے زیادہ شہور ہے۔ بعد کے فقہاء نے اصول فقہ کے مسائل بھی زیادہ تر اسی کتاب کی روشنی میں اخذ کئے ہیں۔ بڑے بڑے نامور فقہاء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ۴۲ کا ذکر شافعی اختلافات میں ہے۔

زیادات

جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروغ یا آتے رہے وہ اس میں درج کئے ہیں۔ اس لئے اس کو زیادات کہتے ہیں۔

کتاب بیح

امام محمد امام اعظم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور تین برس امام مالک کی خدمت میں رہے۔ ان سے موطا بھی پڑھی۔ اہل مدینہ کا طریق فقہ جدا تھا۔ بہت سے مسائل میں وہ لوگ امام ابو حنیفہ سے اختلاف رکھتے تھے امام محمد نے مدینہ طیبہ سے واپس ہو کر یہ کتاب لکھی، اس میں پہلے فقہی باب باندھتے ہیں۔ پھر اہل مدینہ کا قول نقل کرتے ہیں اور احادیث و آثار اور قیاس ثابت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب درج بالا صحیح ہے۔

سیر صغیر

یہ کتاب سیر پر ہے۔ امام اوزاعی نے اس کو دیکھا تو تعریف کی مگر بطور طنز یہ بھی کہا کہ ”اہل عراق کو فن سیر سے کیا نسبت۔“ امام محمد نے یہ جملہ سنا تو سیر کبیر لکھنی شروع کی۔

سیر کبیر۔ اس کو ساٹھ ضخیم اجزاء میں مرتب کیا اور تیاری کے بعد ایک فخر پر لدوا کر خلیفہ ہارون الرشید کے پاس لے جانے کا ارادہ کیا۔ خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے ازراہ قدر دانی شہزادوں کو استقبال کے لئے بھیجا اور ان کو ہدایت کی کہ امام محمد سے اس کی سند حاصل کریں۔ امام اوزاعی نے بھی اس محققانہ کتاب کی بہت تعریف کی۔

رقات وغیرہ۔ رقت کے قیام میں جو فقہ کا مجموعہ تیار کیا اور رقیات کہلاتا ہے۔ اسی طرح اور کتابیں کیسانیات، جرجانیات، ہارونیات وغیرہ۔ لیکن یہ کتابیں اصطلاح فقہاء میں ظاہر الروایۃ میں داخل نہیں۔ بلکہ کتاب الحج اس سلسلہ سے خارج ہے۔ الاحتماج علی مالک

موطام امام محمد..... حدیث کی مشہور کتاب ہے جو امام مالک کی دوسری موطاؤں سے علمی و فنی اعتبار سے زیادہ بلند پایہ ہے۔ اس میں احادیث مرفوعہ اور موقوفات صحابہ مسند و مرسل روایات کی مجموعی تعداد (۱۱۸۵) ہے۔ جس میں (۱۰۰۵) تو امام مالک سے اور (۱۷۵) دوسرے طریق سے ہیں۔ جن میں (۱۳) امام ابو حنیفہ سے ہیں اور (۴) قاضی ابو یوسف سے اور بقیہ دیگر حضرات سے مروی ہیں۔

چونکہ امام محمد نے اپنی موطا میں بہت سے آثار و روایات اور اہل کو امام مالک کے علاوہ دوسرے حضرات سے نقل کیا ہے اس لئے مجازاً اس کا انتساب امام محمد ہی کی طرف ہونے لگا۔

## (۱۵) صاحب الجامع الصحیح

سالما باید کہ تاجک سبک اصلی ز آفتاب  
نعل باشد در بد نشین یا عقیق اندر یمن

نام و نسب..... ابو عبد اللہ کنیت، محمد نام، امیر المؤمنین فی الحدیث لقب ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد بن اسماعیل، بن ابراہیم، بن المغیرہ، بن البرزذیہ الجعفی، بروز یہ فارسی کلمہ ہے۔ دہقان بخارا کی اہانت میں کاشتکار یا کارندہ کو کہتے ہیں۔ امام بخاری کو دلاء کی طرف نسبت کر کے جمععی کہتے ہیں۔

تحقیق بروز یہ..... بروز یہ صحیح باء و سکون راء و کسر وال و سکون زاء و فتح باء ہے۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں اسی طرح ضبط کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی مشہور ہے، ابن ماکولانے بھی اسی پر جزم ظاہر کیا ہے، مولانا بدر عالم صاحب ترجمان السنۃ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ عام طور پر مورخین و شارحین نے اس لفظ کو اسی طرح (بروزیہ) ضبط کیا ہے اور اس کے معنی کسان کہتے ہیں لیکن روس کے ایک مشہور عالم سے میر بی مکاتبہ ہوئی تو انہوں نے اس لفظ کی صحیح تعریف بروزیہ قرار دی۔ یعنی اہل کے بعد ائف اور زائد ہے اور اس کے معنی صیقل و ماہر کے بتاؤ۔ یہ تصریف و نحو کے بہت بڑے عالم ہیں اور ان بلاذکی زبانوں سے پورے طور پر واقف ہیں اس لئے ان کی تحقیق قابل اعتماد ہے۔ ابن خلکان نے بعض لوگوں سے بروزیہ کا نام ”ماگولاد“ بھی نقل کیا ہے۔

خاندانی حالات..... امام صاحب کا نسب ایک پارسی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کے لوازمین خسروان ایران کے عمد حکومت میں ممتاز اور جلیل القدر عمدوں پر مامور ہوتے رہے۔ آپ کے والد بزرگوار کے پردادا ”بروزیہ“ مجوسی مذہب

۱۔ تلخیص از محمد ثمن عظام و مقدمہ انور الباری، ابن خلکان، نوادہ یہی، حدائق حنفیہ، شذرات الذیہ۔ ۱۲

۲۔ ابن المغیرہ بن بروزیت و قیل ابن یزیدیہ و قیل ابن الاحصاف ۱۲

کے قبیح تھے اسی مجوسیت پر انہوں نے انتقال کیا۔ ان کے صاحبزادے مغیرہ پہلے شخص ہیں جو حاکم بخارا ایمان بن انصاری کے قبیح سے منسوب کرتے تھے۔ اس لئے امام موصوف جعفی مشہور ہوئے ورنہ جعفی خاندان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

والد بزرگوار اور جد امجد..... امام صاحب کے دادا اور ان کے والد کا حال بھی ”بردزبہ“ کے تفصیلی حالات کی طرح سے تاریخ کی میں ہے، آپ کے پردادا مغیرہ کے فرزند ”ابراہیم“ کے متعلق حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں اور انہی کی پیروی کرتے ہوئے علامہ قسطلانی شارح مقدمہ نے لکھا ہے کہ مجھے ان کی زندگی کے حالات معلوم نہیں ہو سکے البتہ ابراہیم کے صاحبزادے، امام موصوف کے والد ”اسماعیل“ کے بارے میں حافظ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں لکھا ہے کہ وہ علماء اقیانہ میں سے ایک متمول دستور اور جید عالم تھے جو ابو معاویہ سے راوی ہیں اور ان سے احمد بن جعفر اور نصر بن حسین وغیرہ راوی ہیں۔ حافظ نے ابن حبان کی کتاب اثبات سے نقل کیا ہے کہ طبقہ رابعہ کے مشہور محدثین میں سے تھے، ان کے شیوخ میں امام مالک اور حماد بن زید وغیرہ ہیں لیکن عبد اللہ بن مبارک کی خدمت میں رہنے کا زیادہ موقع ملا تھا۔ امام بخاری تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں کہ میرے والد اسماعیل نے امام مالک اور حماد بن زید کو دیکھا، ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور امام مالک سے حدیث سنی۔ علامہ قسطلانی نے احمد بن حفص سے نقل کیا ہے وہ آپ کے تورع کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں ابوالحسن اسماعیل بن ابراہیم کی خدمت میں ان کی حالت نزع کے وقت حاضر ہوا تو آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا ”لا اعلم فی جمیع مالی درہما من شہتہ“ کہ خدا کا شکر ہے میرے پاس ایک بھی مشکوک درہم نہیں ہے۔ اس پر احمد بن حفص کہتے ہیں ”

فصا عزت الی نفسی عند ذلک۔“

سن پیدائش..... امام بخاری ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے۔

زندگی گفت کہ در خاک تپیدم بمرہ عمر تا زیں گنبد: یہینہ در سے پیداشد

جائے پیدائش شہر بخارا ہے جو بقول علامہ قرمانی مجمع القہراء، معدن الفضلاء، منشاء العلماء، قبۃ الایمان، لری مطبک بنی سامان اور بلاد اسلام کا حسین ترین شہر ہے۔ آپ کمزور جسم کے تھے، نہ دراز قامت نہ کوتاہ قد بلکہ درمیانہ قدر رکھتے تھے۔

والد کی مستجاب دعا..... مورخ غنجان نے تاریخ خلدات میں لور لا کانی نے شرح السنہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ بچپن ہی سے نابینا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے ان کی والدہ کو سخت قلق رہتا تھا اور وہ نہایت گریہ و زاری سے خدائے تعالیٰ کی جناب میں ان کی بصارت کے لئے دعا کیا کرتی تھیں، ایک مرتبہ شب کو ان کی والدہ نے حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں دیکھا آپ فرما رہے ہیں کہ حق تعالیٰ نے تیری گریہ و زاری اور کثرت دعا کے سبب سے تیرے فرزند کو بصارت عطا فرمادی، جب وہ صبح کو اٹھیں تو اپنے لخت جگر کی آنکھوں کو روشن اور پیلایا۔

۱۔ صاحب مشاہد اسلام نے لکھا ہے کہ آفتاب اسلام کی شعا میں نے جب ایران کی سزمین کو اپنی تیر سے روشن کر دیا تو آپ کا سینہ بھی اس خورشید عالیاں کے الواء سے مستنیر ہوا اور آپ حلقہ بگوش ملت بیضاء ہو گئے۔ لیکن موصوف نے اس کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ ۱۲

قال الحافظ اسلم ولده المغیرہ علی ید الیمان الجعفی والی بخارا تنسب الیہ نسبہ ولاء عملا بمذہب من یری ان من اسلم علی یدہ شخص کان ولاء ہ لہ وانما قبل لہ الجعفی لذلك ۵۱ ۲ اس

عبد اللہ بن المبارک امام ابو حنیفہ کے تلامذہ میں سے ہیں لیکن تعجب ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ وقد ذکرہ لہم صاحب تہذیب الکمال ۱۲

بذلک جزم النووی فی الشرح والحافظ فی المقلدہ وجماعتہ من العلماء وقال ابن کثیر ”لیتہ الجمعۃ“ وقال ابو یعلی الخلیلی فی کتاب الارشاد ”لا تثنی عشرہ لیتہ“

امام صاحب کا بچپن..... امام بخاری ابھی کم عمر ہی تھے کہ سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا اور آپ درہم بن کر والدہ کے آغوش عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ آپ کے وہ افعال و حرکات جو عالم طفولیت میں صادر ہوئے ان تمام ہم جویوں سے بالکل جدا تھے جن میں آپ کو ولعب کی غرض سے شرکت فرماتے تھے۔ گویا شیخ سعدی نے یہ شعر آپ ہی کے حق میں کہا تھا۔

بالائے سرش ز ہوشمندی  
می تافت ستارہ بلندی

آغاز تعلیم اور ابتدائی دور..... آپ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ محترمہ کی تربیت و نگرانی میں حاصل کی۔ احادیث یاد کرنے کا شوق و شغف بچپن ہی سے تھا۔ جب عمر کے نو درجے طے کر چکے اور دسویں سال میں قدم رکھا تو تحصیل علم کا شوق آپ کو کشاں کشاں علمی درسگاہوں میں لے گیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ بخارا میں امام داخلی علماء حدیث میں سے ہیں تو ان کی خدمت میں آمد و رفت شروع کی، ایک روز کا واقعہ ہے کہ امام داخلی اپنے نسخے میں سے لوگوں کو احادیث سنارہے تھے۔ اثناء درس میں ان کی زبان سے نکلا ”سفیان عن ابی الزبیر عن ابی ابراہیم“ بخاری نور ابول پڑے، حضرت ابو الزبیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے، داخلی نے ان کی بات کو تسلیم نہ کیا تو آپ نے کہا کہ اصل بیاض ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ امام داخلی اپنے مکان تشریف لے گئے اور اصل نسخہ پر نظر ڈالی پھر بخاری کو بلا کر کہا کہ میں نے اس وقت جو پڑھا تھا بے شک وہ غلط تھا۔ اب آپ بتلائیں کہ صحیح کس طرح ہے۔ بخاری نے کہا، صحیح سفیان عن ابی الزبیر بن عدی عن ابراہیم ہے۔ امام داخلی یہ سن کر حیران رہ گئے اور کہا واقعی ایسا ہی ہے پھر قلم اٹھا کر داخلی نے قرآن کے نسخے کی تصحیح کی۔ یہ واقعہ امام بخاری کی عمر کے گیارہویں سال کا ہے۔

دلیچہ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا  
آسمان آنکھ کے فل میں ہے دکھائی دیتا (ذوق)

جب آپ سولہ سال کے ہوئے تو عبد اللہ بن المبارک کی تمام کتابیں یاد کر لیں اور وسیع کے نسخے بھی اذکر کر لئے۔ زیارت حرمین..... پھر اپنی والدہ محترمہ اور بھائی احمد کے ہمراہ برائے حج مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ حج سے فراغت پائی تو ان کی والدہ اور بھائی وطن واپس ہو گئے اور خود بلاد حجاز میں طلب حدیث کیلئے رک گئے۔ علامہ کرمانی نے جو یہ کہا ہے ”حج بہ ابوہ و ہوا قام بمکتہ فی طلب العلم“ یہ سبقت قلم یا تحریف ناخین ہے و کذا مافی تذکرۃ الحفاظ۔ جمع مع امہ و اختہ سماع حدیث و طلب فقہ کیلئے اسفار..... امام بخاری نے تحصیل حدیث اور زیارت علماء کے لئے دور دراز کے سفر کئے اور ہمیشہ سخت سے سخت مصیبتوں کو برداشت کرتے رہے لیکن آپ کی ہمت عالی نے راحت جسمانی کو علمی شوق پر غالب نہ ہونے دیا اور ایک روز ان مصائب کے معاوضہ میں انہیں آسمان علم و فضل کا روشن آفتاب بنا کر چھوڑا جس کی منور شعاعوں سے یہ دنیا قیامت تک روشن رہے گی۔

قاضی ابن خلکان اپنی مشہور تصنیف ”وقیات الاعیان“ میں رقم طراز ہیں کہ امام صاحب مصر و شام میں استفادہ حدیث کی غرض سے دوبارہ گئے۔ حجاز میں متوجہ چھ سال تک قیام کیا، کوفہ اور بغداد میں جو علماء کا مسکن تھا بارہا گئے۔ بصرہ چار مرتبہ گئے اور بعض مرتبہ پانچ پانچ برس تک اقامت پذیر رہے۔ صرف ایام حج میں زیارت کعبہ کی غرض سے سفر کرتے اور بعد فراغت پھر بصرہ چلے آتے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری کے سفر کا آغاز ۲۱۰ھ سے ہوا اور انہوں نے تحصیل علم حدیث و فقہ کیلئے مختلف دور دراز مقامات کے سفر طے کئے اور بڑے بڑے محدثین و فقہاء سے علم حاصل کیا۔ چنانچہ حج گئے اور مکہ بنی ابراہیم کے شاگرد ہوئے جو امام اعظم کے تلمیذ خاص تھے۔ ان سے اپنی صحیح میں گیارہ ثلاثی احادیث روایت کی ہیں۔ بغداد میں معنی بن منصور کے شاگرد ہوئے جو بقول امام احمد امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد کے تلمیذ تھے۔ حبی بن سعید القطان (تلمیذ امام اعظم) کے تلمیذ خاص امام احمد اور علی بن المدینی کے شاگرد ہوئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں علی بن المدینی سے بہ کثرت روایات موجود ہیں۔ بصرہ پہنچ کر ابو عاصم النبیل کے شاگرد ہوئے۔ جن سے امام بخاری نے چھ روایات اعلیٰ درجہ کی روایت کی

ہیں جو ثلاثیات کہلاتی ہیں، ان کے علاوہ تین ثلاثیات محمد بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہیں جو بجز صحیح خطیب بغدادی صاحبین کے تلیذ اور حنفی تھے۔ ان کے علاوہ مرد میں علی بن شقیق وغیرہ سے، کوفہ میں عبید اللہ بن موسیٰ وغیرہ سے، مدینہ میں ابو عبد الرحمن المقرئ وغیرہ سے، مدینہ میں عبدالعزیز اولیسی وغیرہ سے، واسط میں عمرو بن محمد وغیرہ سے، مسر میں معبد بن ابی مریم وغیرہ سے، دمشق میں ابو مسر وغیرہ سے، قیساریہ میں محمد بن یوسف فریابی وغیرہ سے، عسقلان میں آدم بن ابی ایاس وغیرہ سے اور حمص میں ابو المغیرہ وغیرہ سے حدیث کی سماع کی۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ امام بخاری آٹھ مرتبہ بغداد آئے ہر مرتبہ امام احمد بن حنبل بغداد کے قیام پر اصرار کرتے رہے۔

اخذ حدیث میں غایت احتیاط..... صاحب زہدہ المجالس نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امام بخاری طلب حدیث کی خاطر کسی محدث کے پاس گئے، دیکھا کہ ان کا گھوڑا ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ نکلا تو محدث نے اس کو اپنی چادر کا پلہ اس طرح دکھلایا جیسے اس میں دانہ ہے۔ چنانچہ گھوڑا یہ دیکھ کر واپس آ گیا اور محدث نے اس کو آسانی سے پکڑ لیا، امام بخاری نے یہ تماشا دیکھ کر محدث سے پوچھا، کیا آپ کی چادر کے پلہ میں دانہ تھا۔ محدث نے کہا نہیں بلکہ اس تدبیر سے گھوڑے کو واپس کرنا تھا امام بخاری نے فرمایا، لا آخذ الحدیث عن من یکذب علی البہائم کہ میں اس شخص سے حدیث نہیں لے سکتا جو چوپاؤں کو دھوکا دیتا ہے۔

شیوخ و اساتذہ..... شیوخ و اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، کہا جاتا ہے کہ آپ کے اساتذہ کی کل تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ خود امام بخاری کا بیان ہے کہ میں نے ایک ہزار اسی آدمیوں سے حدیثیں سیکھیں۔ ان میں سب کے سب محدث تھے۔

وقال ایضاً لکتاب الایمان قول وعمل

اگرچہ اس امر کا تفصیلی حال معلوم نہیں ہوتا کہ امام صاحب نے ابتداء میں کن کن مشائخ سے فن حدیث حاصل کیا تھا لیکن اس قدر مسلم ہے کہ ان کا فضل و کمال اسحاق بن راہویہ اور علی ابن المدینی کے تدریس کا زیادہ درجین منت ہے، حافظ ابن حجر نے ان کے شیوخ کے پانچ طبقے قائم کئے ہیں۔

(۱) تبع تابعین۔ مثلاً محمد بن عبداللہ انصاری، ابو عاصم النبیل، مکی بن ابراہیم، عبید اللہ بن موسیٰ، ابو نعیم خزاز بن ححی، علی بن عیاش، عصام بن خالد وغیرہ۔

(۲) تبع تابعین کے وہ معاصر جنہوں نے کسی ثقہ تابعی سے حدیث کی روایت نہیں کی جیسے آدم بن ابی ایاس ابو مسر عبد الاعلیٰ بن مسر، سعید بن ابی مریم، ایوب بن سلیمان بلال وغیرہ

(۳) امام صاحب کے اساتذہ۔ ان میں وہ لوگ شمار ہیں جن کو کبار تبع تابعین سے اخذ حدیث کا موقع ملا۔ جیسے حمیب بن سعید، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، سلیمان بن حرب، نعیم بن حماد، علی بن المدینی، ححی بن معین، ابو بکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ وغیرہ، اس طبقہ سے اخذ تحصیل میں امام مسلم بھی شریک ہیں۔

(۴) معاصر ثقافیہ محمد بن ححی ذہلی، ابو حاتم رازی، محمد بن عبدالرحیم صاعد، عبد بن حمید، احمد بن اعمر وغیرہ (۵) وہ معاصرین جو امام صاحب کے تلامذہ کی صف کے تھے، ان سے بھی بعض مرتبہ انہوں نے روایت کی ہے۔

جیسے عبداللہ بن حماد آملی، عبداللہ بن ابی العاص خولری، حسین بن محمد قبلی وغیرہ کہ امام بخاری نے ان ہی بھی قدر تیسرے روایت کیا ہے جس میں حضرت وکیع کے قول پر عمل کیا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں "لا یكون الرجل عالماً حتى یحدث عن

ہو فوقہ و عن ہو مثلہ و عن ہو دونہ۔" کہ آدمی اس وقت عالم (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے سے مافوق اور اپنے برابر اور اپنے سے کم درجہ کے لوگوں سے روایت نہ کرے، خود امام بخاری کا قول ہے "لا یكون المحدث كاملاً حتى یكتب

عن ہو فوقہ و عن ہو مثلہ و عن ہو دونہ۔"

انقرض امام بخاری کے شوق علم کا یہ عالم تھا کہ شام، عراق، مصر، بغداد، خراسان وغیرہ میں کوئی محدث ایسا نہ تھا جس کے خرمن فیض سے آپ نے خوشہ چینی نہ کی ہو، ہم نے اصحاب صحاح کے ان اساتذہ و شیوخ کی فہرست مرتب کی تھی جن سے صحاح ستہ میں روایات کی تخریج ہے لیکن طوالت کے خوف سے قلمزد کردی۔

دیرس و مدریس..... امام بخاری ۸۱ سال کی عمر میں فاضل اجل ہو گئے تھے اور آپ کے علمی تجرب کی شہرت ایسی عام ہو چکی تھی کہ مسافت بعیدہ سے لوگ بغرض سمع حدیث آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے، شروع میں آپ نے بغرض رفاہ عام محمد بن یوسف کی ڈیوڑھی میں درس کے لئے نشست اختیار کی تھی، بقول آپ کے شاگرد کے یہ زمانہ آپ کے عنقوان شباب کا تھا۔ اس کے بعد جہاں بھی گئے درس کا ڈنکا بجا دیا۔ چنانچہ آپ نیشاپور پہنچ کر درس و مدریس میں مشغول ہوئے۔ علمائے وقت اکثر اوقات خدمت میں موجود رہتے۔ بالخصوص امام مسلم تو روزانہ حاضر خدمت ہو کر آپ کے خرمن فیض سے خوشہ چینی کرتے تھے، ایک روز امام صاحب کی جامعیت علمی دکھانے کا بیعت سے متاثر ہو کر بے اختیار آپ کی پیشانی کا بوسہ لے لیا اور کہا کہ اے ملک حدیث کے بادشاہ! اجازت دیجئے کہ میں آپ کے قدم چومنے کی عزت حاصل کروں۔ امام ذہلی نے جو امام مسلم کے استاد اور نیشاپور کے باوقار محدث تھے اپنے شاگردوں کو اجازت دے دی تھی کہ امام صاحب کے انوار کمالات سے مستیز ہوں، امام صاحب کے حسن خلق اور کمال علم نے انہیں اس قدر گرویدہ کر لیا کہ امام ذہلی اور دوسرے محدثین نیشاپور کی مجلسوں کا رتھ پھیکا پڑ گیا۔ جس حلقہ میں چند روز پہلے کئی کئی سو مصلحین ہوتے تھے وہاں صرف دس بارہ ہی حاضر ہونے لگے۔ حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں کہ آپ نے بصرہ میں فروغش ہو کر معاصرین کے لئے باران رحمت کا کام کیا اور اخلاف کیلئے بھی اپنی تصانیف کا ایک بیش بہا ذخیرہ مذہبی کتب خانہ میں چھوڑ گئے۔ یوسف بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے بصرہ کی قلیوں میں کسی شخص کو پکارتے ہوئے سنا کہ اے شاکھان علم ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری آج کل بصرہ میں تشریف فرما ہیں جو چہنش آپ کی زیارت کا مشتاق ہو، جاؤ مسجد بصرہ میں حاضر ہو جائے۔ یہ سنتے ہی میں جامع مسجد میں آیا۔ امام صاحب کی زیارت کیلئے اس وقت بہت سے علماء و فضلاء موجود تھے۔ ایک جوان آدمی ستون کی آڑ میں نماز پڑھ رہا تھا، دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسماعیل بخاری ہیں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو علماء آپ کی ملاقات سے شرف اندوز سعادت ہوئے اور حاضرین کے ایک بڑے گروہ نے درخواست کی کہ آج ہمیں اپنے علم سے مستفیض ہونے کا موقعہ دیجئے۔ آپ نے ان کی التجا قبول فرمائی تو دوبارہ مسجد میں اعلان ہوا کہ محمد بن اسماعیل بخاری بصرہ میں تشریف لائے ہیں ہم نے ان سے مدریس کی التجا کی تھی جو منظور کر لی گئی کل فلاں مقام پر امام صاحب حدیثیں لکھوانے کیلئے تشریف لائیں گے۔ شائقین حدیث وہاں حاضر ہوں۔ چنانچہ دوسرے روز مقام مقررہ پر محدثین، فقہاء اور اہل مناظرہ کئی ہزار کی تعداد میں جمع ہو گئے تو امام صاحب نے فرمایا۔ اے علماء بصرہ! تم نے مجھ سے حدیثیں لکھوانے کا سوال کیا ہے جسے میں نے بسر و چشم منظور کر لیا سو آج میں تمہارے سامنے وہ حدیثیں پیش کروں گا جن کے رلوی تمہارے ہی شر کے رہنے والے ہیں مگر تم کو ان کی خبر نہیں، اس فقرہ سے حاضرین کے استعجاب کی کوئی حد نہ رہی اور ان کو امام بخاری کی وسعت علم اور اپنی کم مائیگی کے موازنہ کا موقع مل گیا۔ ان کی نگاہیں اب امام بخاری کے مبدک چہرہ پر تھیں اور کان اس آواز کے سننے کے مشتاق تھے جس سے سرمایہ علم میں اضافہ ہو، اس کے بعد امام صاحب نے جو حدیثیں بیان کیں ان سب کے رواہ اہل بصرہ تھے۔

ہاں ہے غائب پر گاہک ہے اکثر بے خبر شہر میں کھول ہے حالی نے دوکان سب سے الگ

اصحاب و تلامذہ..... آپ کے تلامذہ اور مستفیدین کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ فربری کہتے ہیں کہ آپ سے براہ راست نوے ہزار آدمیوں نے جامع صحیح کو سنا تھا، آپ کے شاگردوں میں بڑے بڑے علماء و محدثین تھے۔ مثلاً حافظ ابو عیسیٰ ترمذی، ابو عبد الرحمن نسائی، مسلم بن حجاج وغیرہ جو حدیث کے ارکان ستہ کے جلیل القدر رکب ہیں، ابو زرہ، ابو حاتم، ابن خزیمہ، محمد



بن نصر مردزی، ابو عبد اللہ فربری، غیرہ بھی آپ کے تلامذہ میں ہیں جو آگے چل کر خود بڑے پایہ کے محدث ہوئے۔ غیر معمولی حافظہ..... امام بخاری نہایت قوی الحافظ تھے۔ استاد سے جو حدیث بھی سنتے فوراً زبانی یاد ہو جاتی۔ جب ان کے زمانہ طالب علمی اور صرف استمان حدیث پر اکتفا کرنے پر غور کیا جاتا ہے تو تعجب ہی نہیں بلکہ حیرت ہوتی ہے کہ فیاض ازل نے انہیں کس قسم کا دماغ عطا فرمایا تھا، انسائیکلو پیڈیا کے مصنف نے امام بخاری کے کمال حفظ کے متعلق لکھا ہے کہ ”امام بخاری کا استحضار اس غضب کا تھا کہ معاصرین امر تک کو وہ ایک کرامت نظر آتا تھا۔ کہتے ہیں کہ بچپن ہی میں ان کو ستر ہزار حدیثیں یاد تھیں، جس کتاب پر ایک نظر ڈالتے وہ حافظہ میں محفوظ ہو جاتی تھی، ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں۔

بے نظیر حافظہ کے چند ہوشیار باء واقعات..... (۱) سلیمان بن مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں محمد بن سلام بیکندی کے پاس بغرض ملاقات آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر تم کچھ دیر پہلے آگئے ہوتے تو میں تمہیں ایک ایسا بچہ دکھاتا جس کو ستر ہزار حدیثیں زبانی یاد ہیں۔ اس اتفاق اسی روز امام بخاری سے ملاقات ہو گئی تو انہوں نے امام صاحب سے دریافت کیا، کیا آپ کو ستر ہزار حدیثیں حفظ ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے بھی زیادہ مرویات محفوظ ہیں اور جس قدر صحابہ اور تابعین سند حدیث کے ضمن میں مذکور ہوتے ہیں ان کے سن ولادت، مولد، مسکن اور مختصر سی سوانح عمری سے بھی واقف ہوں، نیز جن حدیثوں کو میں نقل کرتا ہوں ان کا قرآن اور دوسری حدیثوں سے بھی ثبوت پیش کر سکتا ہوں۔

(۲) حاشد بن اسماعیل جو آپ کے زمانہ کے محدث ہیں کہتے ہیں کہ امام بخاری طلب حدیث کے لئے میرے ہمراہ شیوخ وقت کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے لیکن ان کے پاس قلم و دوات نہ ہوتا تھا اور نہ وہاں کچھ لکھتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ جب تم حدیث کو سن کر لکھتے نہیں تو تمہارے آنے جانے سے کیا فائدہ۔ سولہ دن کے بعد امام بخاری نے مجھ سے کہا آپ لوگوں نے مجھے بہت تنگ کر دیا، آؤ اب میری یاد کا اپنی نوشتوں سے مقابلہ کرو، اس مدت میں ہم نے پندرہ ہزار حدیثیں لکھی تھیں۔ امام بخاری نے وہ تمام حدیثیں پوری صحت کے ساتھ اس طرح سنائیں کہ میں خود اپنی لکھی ہوئی احادیث کو ان سے صحیح کرتا گیا۔ اس کے بعد آپ نے کہا، تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں بے فائدہ سرگردانی اور تفتیش اوقات کرتا ہوں، یاد رکھو کہ میرا حدیث اور سندوں کو پیرایہ تحریر میں لانے میں کو تاہی کرنا میری علمی معلومات کے لئے کسی طرح مضرت رساں نہیں ہو سکتا۔ آپ کے اس غیر معمولی حافظہ سے ہمارے استعجاب کی کوئی حد نہ رہی اور ہمیں کامل یقین ہو گیا کہ آپ سے کوئی ہم سبق مسابقت نہیں کر سکتا۔

(۳) جب آپ سرقد تشریف لے گئے تو چار سو علماء نے آپ کو معالطہ دینے کی غرض سے سات روز تک کیشیاں کیں، جس میں یہ امر بذریعہ شوری طے پا گیا کہ سو حدیثوں کی اسناد اور متون میں تغیر کر دیا جائے چنانچہ متون اور اسناد میں غیر معمولی تغیر و تبدل کر دیا گیا اس طور پر کہ محدثین عراق میں مکھی اور سلسلہ شام میں مصری اور یمنی روایوں میں حجازی اور حجازیوں میں یمنی محتلط کر دیئے۔ جس سے خود مغالطین کو ان احادیث کی تقلید میں دشواری پیدا ہو گئی، لیکن جب وہ حدیثیں، امام بخاری کے سامنے پیش کی گئیں تو آپ نے با آسانی اس گتھی کو منٹوں میں سلجھا دیا۔

رہے ہیں اور بھی فرعون میری گھات میں اب تک مگر کیا غم ہے میری آتشیں میں ہے یہ بیضاء جب آپ بغداد تشریف لے گئے تو آپ کے بے مثال علمی تجربے نے فوراً شہرت حاصل کر لی۔ محدثین بغداد نے آپ کے معیار حافظہ اور یادداشت کا امتحان لینے کے لئے ایک سو حدیثوں کے متون اور سندوں کو تبدیل کر کے محتلط کر دیا اور دس آدمیوں نے ان حدیثوں کو پیش کرنے کی اس شرط کے ساتھ ذمہ داری لی کہ انہیں سنا کر ضعف و صحت کی نسبت بھی سوال کریں گے۔ محدثین بغداد کے اس مشورہ کی خبر مشہور عام ہوتے ہی اہل بغداد اور خراسانیوں کا جلسہ میں ازدحام ہو گیا اور ہر

شخص نے یکے بعد دیگرے ان مختلف حدیثوں کو امام بخاری کے سامنے پڑھنا شروع کر دیا، امام بخاری ہر ایک پر لا لوری کہتے اور لا علمی کا اظہار کرتے رہے۔ جب سب لوگ حدیثیں پیش کر چکے تو امام بخاری نے ہر متن کو اس کی اصلی سند اور ہر سند کو اس کے اصلی متن کے ساتھ ملحق کر کے ترتیب وار سنایا۔

اللہ رے تیرا حافظہ کیلئے غضب ہے۔

لوگ یہ سن کر دنگ رہ گئے اور آپ کے علم و فضل کا ان کو لوہا ماننا پڑا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ تعجب اس پر نہیں ہے کہ صحیح و غلط میں امتیاز کر دیا بلکہ کمال یہ ہے کہ ان لوگوں نے جس ترتیب سے روایات کو غلط شکل میں پیش کیا تھا اس کو بھی بیان کر دیا۔

باطل سے بد بنالے اے آسمان نہیں ہم سواد کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

(۵) اسحاق بن راہویہ سر بر آوردہ علماء میں شمار ہوتے تھے لیکن ان کے پاس حدیث کا اس قدر سرمایہ تھا جتنا کہ امام بخاری کے خزانہ دماغ میں محفوظ تھا، ایک دفعہ ابن راہویہ نے جمعہ کے روز خطبہ پڑھتے ہوئے ایک حدیث کی سند میں غلطی کی، امام بخاری بھی مسجد میں خطبہ سن رہے تھے آپ نے اسی وقت روک دیا اور انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔

(۶) یحییٰ ابن راہویہ جن کو اپنی ہمہ دانی پر ایک حد تک فخر کرنا بجا تھا امام بخاری سے اپنی نسبت کہنے لگے کہ میں ایسے شخص سے واقف ہوں جس کے خزانہ دماغ میں ستر ہزار حدیثیں ہیں۔ امام بخاری نے کہا کہ اس نگار خانہ میں ایک اور شخص ہے جو دو لاکھ حدیثوں پر عبور رکھتا ہے۔

عبدہ گادو سر کشان دہر ہے یہ آستان

تیرے در پر ان کے مغرور نے سر رکھ دیا

علمائے اعلام کا حسن اعتراف..... امام بخاری کے اعتراف فضل و کمال میں علماء کے بکثرت اقوال ہیں۔ بطور نمونہ بعض بزرگان سلف کے مقولے ذیل میں درج ہیں۔

(۱) ایک مرتبہ سلیمان بن حرب نے آپ کو دیکھ کر فرمایا ”ہذا بکون لہ، صبت“ اس کو شہرہ آفاق حاصل ہو گیا۔ احمد بن حنبل نے بھی ایک مرتبہ یہی فرمایا تھا۔

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانہ کی کہیں چھپتا ہے اکبر پھول چوں میں نماں ہو کر

(۲) قتیبہ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں فقہاء، زہاد اور عباد سب کے پاس بیٹھا ہوں لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے بخاری جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ یہ اپنے زمانہ میں ایسا ہے جیسے صحابہ کرام کے مابین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما

(۳) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ سر زمین خراسان نے امام بخاری جیسا اور کوئی پیدا نہیں کیا۔ ممکن نہیں ہے دوسرا تجھ سا ہزار میں ہوتا ہے اک بہشت کا دنہ انار میں (آتش لکھوی)

(۴) شیخ بندار محمد بن بشار کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں بخاری سب سے زیادہ فقہیہ ہیں۔

(۵) امام بخاری کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن سلام ہیکندی نے فرمایا کہ میری کتاب پر نظر ثانی کرو اور جہاں غلطی ہو اس کو قلمزد کرو، اس پر ان کے اصحاب میں سے کسی نے ازراہ تعجب کہا، اس جو ان سے۔ آپ نے فرمایا یہ جو ان تو وہ ہے جس کی نظیر نہیں۔

(۶) عبد اللہ بن عبد الرحمن دلمی کہتے ہیں کہ میں نے حرین، حجاز، شام اور عراق کے بے شمار علماء کو دیکھا ہے لیکن امام بخاری جیسا جامع کسی کو نہیں پایا۔

(۷) محمد بن عبد الرحمن دغولی کہتے ہیں کہ اہل بغداد نے ایک خط آپ کے نام بھیجا جس میں یہ شعر مر قوم تھا۔

ولیس بعدک خیر حین فقط

المسلمون بخیر ما بقیت لهم

(۸) امام الامام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ فرماتے ہیں ”ما تحت اديم السماء اعلم بالحديث من محمد بن اسماعيل“ کہ آسمان تلے امام بخاری سے زیادہ حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں ہے۔

(۹) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے زیادہ علم و اسانید کا جاننے والا کوئی نہیں دیکھا۔

(۱۰) حمی بن جعفر بیکدی فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنی عمر سے امام بخاری کی عمر میں اضافہ کرنے پر قادر ہوتا تو ضرور کر دیتا کیونکہ میری موت تو شخص واحد کی موت ہے اور امام بخاری کی موت علم کی بربادی ہے۔

(۱۱) عبد اللہ بن حماد آملی فرماتے ہیں کہ مجھے بخاری کے جسم کا ایک بال ہونا زیادہ پسند تھا۔

علماء کی نظر میں بخاری کی نظر ایک کسوٹی ہے..... امام بخاری کے فضل و کمال کا فن حدیث بہت کچھ مرہون منت ہے۔ آپ کی آفرینش اس وقت ہوئی تھی جب دنیائے حدیث میں ایک ہنگامہ پڑھا، قریب قریب تمام حدیثیں مشتبہ نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں۔ آپ نے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ غایت درجہ تنقیدی نظر سے کام لیتے ہوئے صحیح احادیث کو غیر صحیح سے ممتاز کیا، اسی کے پیش نظر شیخ فلاس فرماتے ہیں کہ امام بخاری جس حدیث سے واقف نہیں وہ دائرہ حدیث سے خارج ہے، آپ کے زمانہ میں وہ علماء و فضلاء جن کے گرد پیش ملائذہ کے بڑے بڑے حلقہ ہوتے تھے امام صاحب کے پاس اپنے مجموعے اس غرض سے ارسال کرتے تھے کہ آپ ان کے متعلق صحت و ضعف کا فیصلہ کر دیں۔ جب امام صاحب ان کے مجموعوں کو پسند کر لیتے تو بطریق فخر کہا کرتے تھے کہ ہمدی حدیثوں کو محمد بن اسماعیل نے تسلیم کیا ہے۔ جس سے یہ مقصود ہوتا تھا کہ اب ان کی صحت کے متعلق کیا کلام ہو سکتا ہے۔ جب امام بخاری جیسے نقاد فن سے تسلیم کر لیں۔

استغناؤے نیازی..... امام بخاری کے کمال علم کی بدولت امراء ملک بہت کچھ قدر کرتے تھے لیکن آپ نے بھی اس امر کی کوشش نہیں کی کہ اور علماء و فضلاء کی طرح شاہان وقت و امراء قوم کی فیاضیوں سے فائدہ اٹھائیں اور لٹل ثروت کے خوان کرم کی ریزہ چینی کو آپ کی غیور اور مستغنی طبیعت نے بھی گوارا نہ کیا۔ حالانکہ بارہا اس کے مواقع آئے۔

دل فقر کی دولت سے مر اتاغنی ہے دینا کے زرو مال پہ میں تف نہیں کرتا (ذوق)

محل تہمت سے غایت احتیاط..... امام بخاری حد درجہ محتاط اور محل تہمت سے بہت دور رہنے والے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ مجلونی نے ایک خاص واقعہ نقل کیا ہے۔ امام صاحب کو تحصیل علم کے زمانہ میں ایک بار دریائی سفر پیش آیا، آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں تھیں جہاز میں ایک شخص آپ سے بہت محل مل گیا وہ خدمت میں حاضر ہوا اور حسن عقیدت کا اظہار کرتا۔ امام صاحب کو بھی اس سے کچھ انس ہو گیا۔ آپ نے اسے اپنی اشرفیوں کی اطلاع کر دی، ایک روز ان کا رفق سو کر اٹھا تو لگا رو نے چلانے اور شور مچانے اس نے اپنا سر پینٹا اور گپڑے پھاڑنا شروع کر دیا، لوگ دوڑے اور پوچھنے لگے کہ کیا ہوا۔ لیکن وہ چیختا ہی رہا، پھر لوگوں کے اصرار پر اس نے کہا کہ میرے پاس ہزار اشرفیوں کی ایک تھیلی تھی وہ تم ہو گئی۔ لوگوں کو اس پر رحم آ گیا اور کشتی کے مسافروں کے پیچھے بڑگئے اور ایک ایک شخص کی تلاشی لی جانے لگی۔ امام صاحب نے آہستہ سے تھیلی سمندر میں پھینک دی، سب کے ساتھ آپ کی بھی تلاشی لی گئی جب کسی کے پاس تھیلی نہ نکلی تو لوگوں نے اس کو بہت ملامت کی کہ تو نے ناحق سب کو پریشان کیا، جہاز سے اترنے کے بعد وہ شخص تنہائی میں امام صاحب سے ملا اور کہا کہ آپ نے وہ تھیلی کیا کی۔ امام صاحب نے فرمایا، میں نے اسے سمندر میں پھینک دیا۔ اس نے کہا آپ کے دل کو اس قدر زکیر کا ضائع ہونا کیسے گوارا ہوا۔ آپ نے فرمایا، تیری عقل کہاں ہے۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ میری تمام عمر رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی طلب میں ختم ہوئی، میری ثقاہت عالم میں مشہور ہے کیا میرے لئے سرقہ کا اشتباہ اپنے لوہے لینا کسی بھی طرح مناسب تھا، جس دولت (ثقاہت) کو میں نے تمام عمر میں حاصل کیا ہے کیا اسے چند اشرفیوں کے عوض ٹھوکتا۔ (کلام نبوت)

امام بخاری کا زہد و تقوی..... امام بخاری میں بعض ایسی خصوصیتیں تھیں جن سے بعض اکابر علماء بھی محروم رہے۔ جملہ

ان خصوصیات کی ایک خصوصیت تو رعب ہے۔ جس پر آپ کے متعدد واقعات شاہد ہیں، ایک شاگرد آپ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں آدم بن ابی یاس کی خدمت میں حاضر ہوا تو خرچ کے آنے میں بڑی تاخیر ہوئی یہاں تک کہ مجھ کو گھاس کھا کر دو دن گزارنے پڑے۔ تیسرے دن ایک صاحب نے آکر مجھے دیکھا کہ ایک تھکلی پیش کی جس کو میں پہچانتا ہی نہ تھا، ابو الحسن یوسف بن ابی ذر بخاری بیان کرتے ہیں کہ امام موصوف ایک مرتبہ بیمار ہوئے، ان کا قارورہ اطباء کو دکھایا گیا، انہوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سالن استعمال نہیں کرتے، امام موصوف نے فرمایا کہ چالیس سال سے سالن استعمال کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ایک روز امام صاحب نے ابو معشر سے کہا تم میرا قصور معاف کر دو، ابو معشر نے متحیر ہو کر کہا، کیا قصور۔ آپ نے فرمایا کہ ایک روز میں نے حدیث بیان کرتے دیکھا کہ تم وجد میں ہاتھ لور سر ہلا رہے تھے۔ مجھے اس پر ہنسی آگئی، ابو معشر نے کہا میں نے معاف کر دیا۔

تمام عمر اسی احتیاط میں گذری کہ آئینہ کسی شان محل پہ بار نہ ہو

امام بخاری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ غیبت کے سلسلہ میں حق تعالیٰ مجھ سے سوال نہ کریں گے کیونکہ جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ غیبت حرام ہے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔

محمد بن منصور کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم امام بخاری کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اثناء درس میں ایک شخص نے اپنی داڑھی سے ایک تنکا نکال (مسجد کے) فرش پر ڈال دیا۔ تو آپ کچھ دیر تک اس کو اور لوگوں کو دیکھتے رہے جب کوئی آپ کا مقصد نہ سمجھ سکا تو آپ نے تنکا اٹھا کر آستین میں رکھ لیا اور جب مسجد سے باہر تشریف لائے تو وہ تنکا باہر پھینک دیا گویا مقصد یہ تھا کہ جس چیز سے داڑھی کو پاک صاف رکھا جاتا ہے اس سے مسجد کو بھی پاک رکھنا چاہیے۔

ان تعبد اللہ کانک تراہ کی مکملی تفسیر..... امام بخاری کے دراق کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی باغ والے نے آپ کی دعوت کی اور آپ باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں نماز ظہر سے فراغت کے بعد نفل پڑھنے لگے اور جب نوافل پڑھ کر فارغ ہوئے تو تمبھیں کا دامن اٹھا کر لوگوں سے کہا، دیکھنا تمبھیں کے اندر کیا چیز ہے۔ لوگوں نے دیکھا تو ایک بھڑھی (ایک روایت میں ہے بچھو تھا) جو سولہ یا سترہ جگہ ڈنک لگا چکی تھی۔ جس سے آپ کا جسم متورم ہو گیا تھا، لوگوں نے کہا، حضرت آپ نے نیت کیوں نہ توڑ دی۔ نفل نماز بھی بعد میں قضاء کر لیتے، آپ نے فرمایا جس سورت کی تلاوت شروع کی تھی اس میں اتنا مزہ آ رہا تھا کہ اس کے مقابلہ میں یہ تکلیف کچھ بھی محسوس نہیں ہوئی۔

ارحموا من فی الارض یو حکمکم من فی السماء کا عملی نمونہ.....

کردہ ربانی تم اہل زمین پر خدا مہربان ہو گا عرش بریں پر (حالی)

ایک مرتبہ آپ اپنے مکان میں تشریف فرما تھے، باندی آئی آپ کے سامنے دو ات رکھی تھی وہ اس کے پاؤں سے گر گئی، آپ نے فرمایا، کیسے چلتی ہو۔ اس نے کہا جب جگہ ہی نہ ہو تو کیسے چلوں! اس جواب پر آپ نے سخت دست کھینے کے بجائے ہاتھ پھیلائے اور فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کیا، لوگوں نے کہا اس نے آپ کو برہم کیا اور آپ اس کو آزاد کر رہے ہیں! آپ نے فرمایا ازھبت نفسی بما فعلت

اشک خواری رحم کن بر اشک بار رحم خواری بر ضعیفاں رحم آر

خوش طبعیے کہ شیوہ اغماض بر گزید بر نفس خود حرام کند انتقام را

خودداری و عزت نفس..... فطرت نے آپ کو طبع غیور و خوددار عطا کی تھی۔ جس کا اندازہ آپ کی جلاوطنی کے واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے جو عنقریب آ رہا ہے، نیز ایک مرتبہ آپ کی صداقت آمیز خودداری نے یہ ظاہر کرنے میں بھی پاک نہیں کیا کہ میں نے اپنے استوا علی بن المدینی کے سوا کسی کے مقابلہ میں اپنے کو چھوٹا نہ سمجھا۔

گاہک کی قدر سے کچھ قیمت نہ پاؤ گے تم اپنی نظر میں ہو گا روزن کم تمہارا (حالی)

عمر بن حفص اشتر کہتے ہیں کہ بصرہ میں ہم اور امام بخاری ساتھ ہی علم کی تحصیل کرتے تھے ایک دن امام بخاری درس میں نہ آئے ہم نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس تن پوشی کیلئے کپڑے نہیں ہیں، لیکن امام صاحب نے اس مرحلہ پر بھی اپنی فطری غیرت کی قربانی برداشت نہیں کی اور اپنے بے تکلف رفقائے سے بھی اس راز کو راز ہی کے درجہ میں رکھا، ان کا یہ حال دیکھ کر فوراً کپڑے میاں کئے گئے۔ اس کے بعد امام بخاری پھر اسی طرح پابندی کے ساتھ درس میں آنے لگے۔

کمال تیر اندازی..... امام بخاری کو تیر اندازی سے کافی دلچسپی تھی اور اس فن میں بھی اس قدر مہارت رکھتے تھے کہ عمر بھر آپ کے صرف دو تیروں نے خطا کی، ایک مرتبہ عبداللہ صہبانی کی معیت میں بغرض تیر اندازی گھوڑے پر سوار ہو کر شہر فریر کے باب فرضہ پر تشریف لائے، اثناء تیر اندازی میں آپ کا ایک تیر پل پر لگ جانے سے چوبی ستون پھٹ گیا، آپ نے گھوڑے سے اتر کر تیر نکال لیا اور تیر اندازی ترک کر کے شہر کی طرف واپس ہوئے، راستہ میں صہبانی سے کہا میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، عبداللہ نے کہا، فرمائیے آپ نے فرمایا کہ پل والے سے جا کر کہو کہ تمہارا پل ہم سے خراب ہو گیا ہے، اس امر کی اجازت دیکر ہمیں مسرت کا موقعہ دو کہ ہم دوسرا ستون قائم کر دیں یا اس کا معاوضہ او آ کریں، عبداللہ صہبانی نے حمید بن انضر پل والے سے جا کر کہا تو اس نے کہا کہ میں امام پر تمام مال و دولت قربان کرنے کے لئے تیار ہوں، آپ کہہ دیجئے کہ میں نے معاف کیا، عبداللہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ مشرودہ سنایا تو امام صاحب کو اس قدر مسرت ہوئی کہ خوشی کے آثار چہرہ سے نمایاں ہونے لگے۔ اسی روز مکان پہنچ کر شکرانہ میں دو سو درہم خیرات کئے اور لوگوں کو پانچ سو حدیثیں املا کرائیں، اس قصہ سے جہاں آپ کا کمال تیر اندازی ظاہر ہوتا ہے وہیں آپ کے تورع پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

شعر گوئی..... امام بخاری میں جہاں اور خوبیاں تھیں وہیں آپ شاعر بھی تھے، افسوس ہے کہ دو تین شعروں کے علاوہ آپ کا زیادہ کلام دستیاب نہ ہو سکا تاہم ان حضرات کی ہدایت کے لئے کافی ہے جو فن شعر سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اسے فعل عبث اور ناجائز تصور کرتے ہیں۔

ففسی ان یکون مر تک بغتہ

ذهب نفسه الصحیحة قلت

لے اغتصموا فی الفراغ فضل رکوع

کم من صحیح رأیت من سقم

ابتلاء و آزمائش

حدیث میں ہے انشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامل یعنی مخلوق میں سب سے شدید آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ جو افضل ہو۔ چنانچہ امام بخاری کو بھی حق تعالیٰ نے بڑے بڑے امتحان میں ڈالا، عبداللہ الحاکم نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ جب آپ ۲۵۰ میں نیشاپور تشریف لائے تو محمد بن حنفیہ ذہلی نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ ان صالح عالم کی خدمت میں جا کر ان سے حدیثیں سنو، ان کے کہنے پر لوگ اس کثرت سے امام موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ خود محمد بن حنفیہ کی مجلس درس ماند پڑ گئی، پھر امام صاحب جس شان سے نیشاپور میں داخل ہوئے اس کی تصویر امام مسلم نے ان الفاظ میں چینی ہے کہ اہل نیشاپور نے اس سے پہلے کسی وہابی یا عالم کا ایسا استقبال نہیں کیا تھا، ان کے استقبال کے لئے نیشاپور سے دو تین منزل باہر نکل آئے تھے امام صاحب نیشاپور پہنچ کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے

یارب نگاہ بدست چمن بچایو

بلبل بہت ہے دیکھ کے پھولوں کو باغ باغ

ایک دفعہ امام ذہلی نے اہل نیشاپور سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں کل امام محمد بن اسماعیل کی ملاقات کو جاؤنگا جس کا جی چاہے میرے ساتھ چلے، امام ذہلی نے اپنے حلقہ کی مگر ہوئی حالت محسوس کر کے خیال کیا کہ شاید کوئی امام صاحب سے

لے فرصت میں عبادت کو نیت مجھو، کیونکہ ہو سکتا ہے تمہاری موت اچانک آجائے، میں نے بہت سے صحیح و سالم اور تندرست لوگوں کو دیکھا کہ وہ اچھے خاصے تھے اچانک مر گئے۔

اس قسم کا سوال نہ کر بیٹھے جس کی بدولت مجھ میں اور امام بخاری میں مخالفت پیدا ہو جائے اس لئے انہوں نے سب سے کہہ دیا کہ تم لوگ امام صاحب سے کسی مذہبی اختلافی امر کے متعلق کچھ دریافت نہ کرنا کیونکہ اگر کوئی جواب ہمارے خلاف ہو تو تاحصی، رافضی، ہمیں، مرینی فرقوں کو اہل سنت والجماعہ پر آویں گئے کا موقع ملے گا۔

انت ترید وانا رید واللہ یفعل ما یرید..... دوسرے روز جب امام ذہلی امام بخاری کی خدمت میں تشریف لائے تو کثرت زائرین کی وجہ سے تمام مکانوں بلکہ چھتوں پر بھی تل رکھنے کی جگہ نہ تھی، اتفاق سے بھجوالے الانسان حریض فیما منع، امام ذہلی کی تاکید کے خلاف ایک شخص نے اٹھ کر امام صاحب سے سوال کیا۔

مانقول فی اللفظ بالقرآن مخلوق ہوا وغیر مخلوق۔ کہ قرآن کے جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں وہ مخلوق ہیں یا نہیں۔ امام صاحب خاموش رہے لیکن جب بار بار اس نے سوال کیا تو امام صاحب نے مجبور ہو کر فرمایا۔ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ولفظی بالقرآن الفاظنا والفاظنا من افعالنا وفعالنا مخلوقہ والا متحان بدعتہ کہ قرآن کلام الہی اور غیر مخلوق ہے اور جو الفاظ ہماری زبان سے لوائے ہیں وہ ہمارے ہی الفاظ ہیں اور ہمارے الفاظ ہماری اور افعال مخلوق ہیں اور اس کا امتحان بدعت ہے۔  
فتنہ کا آغاز اور امام ذہلی کا فتویٰ.....

ہم نہ کہتے تھے کہ حالی چپ رہو راست گوئی میں ہے رسوائی بہت  
امام صاحب نے جس بالغ نظری سے کام لے کر ان چند مختصر جملوں میں کئی سال کے متداول جھگڑے کا فیصلہ کیا تھا اس کی اہل نیشاپور کو قدر کرتی تھی، لیکن افسوس انہوں نے فہم سلیم سے کام نہ لیا اور اس نکتہ کو عوام نے ناقصی سے اس قدر طول دیا کہ امام صاحب کی ہر دعویٰ میں فرق آگیا، امام ذہلی کو موقوفہ ہاتھ آگیا اور انہوں نے فتویٰ جاری کر دیا کہ جو شخص (امام بخاری) اس بات کا قائل ہے کہ قرآن شریف کے الفاظ غیر مخلوق ہیں وہ بدعتی ہے، ہمارا فرض ہے کہ ایسے شخص کی مجالست اور مکالمہ سے احتراز کریں، امام ذہلی کے اس بے معنی فتویٰ نے امام صاحب کی طرف سے سوء ظنی پھیلانے میں نہایت کامیابی حاصل کی۔

چوتھوں میں اتحاد اور کھبوں میں اتفاق آوی کا آوی دشمن خدا کی شان ہے  
ترک اقامت نیشاپور اور واپسی بسوئے وطن..... امام بخاری نے اپنے پر معنی جواب میں جن مسائل کو طے کر دیا تھا اسے دقیقہ بخوں نے سمجھ لیا جن میں سے اکثر تو امام ذہلی کی مخالفت کے خوف سے خاموش رہے لیکن امام نے امام ذہلی کے فتوے کو سنا تو جوش میں آکر وہ تمام مسودات اونٹوں پر لہدو اور امام ذہلی کے پاس بھیج دیئے جن میں ان کی تقریریں درج تھیں اس واقعہ کے بعد امام بخاری کے حلقہ درس کی رونق پھیلنے لگی صرف امام مسلم اور احمد بن سلمہ نے آخر تک موافقت کی جب معاملہ اس نازک حد تک پہنچ گیا تو امام صاحب نے نیشاپور کو خیر باد کہہ کر اپنے وطن بخارا کی طرف مراجعت کی، بخارا نے دو کوس تک استقبال کیا اور درہم دویندر شکر کرتے ہوئے شہر میں لائے۔  
بخارا سے خرمنگ کی طرف مراجعت..... بخارا آئے ہوئے امام صاحب کو ابھی کچھ ہی روز گزرے تھے کہ مخالفین نے یہاں بھی سکون سے رہنے نہ دیا۔

ازیں چہ سود کہ در گلستان وطن دارم مرا کہ عمر چوزمں بخواب می گزارد  
چنانچہ آپکی غیور طبع اور خودداری نے آخر یہاں کی سکونت بھی ترک کر دی اور مجبور آپ اپنے نامال خرمنگ چلے گئے جو سمرقند سے تین فرسخ (دس میل کے فاصلہ) پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔  
وجوہ ترک وطن..... اس میں اختلاف ہے کہ بخارا سے جلا وطن ہونے کے کیا اسباب تھے، مورخ بغداد لکھتا ہے کہ شاہ

بخدا نے امام صاحب کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ آپ کتاب، جامع اور تاریخ کبیر لے کر دارالامارت میں تشریف لائیں میں بھی آپ کے فیضان علم سے استوادہ کرنا چاہتا ہوں امام صاحب نے قاصد سے کہہ دیا کہ مجھے علم کی تدبیر کی ضرورت نہیں اور نہ میں اپنی تصانیف لے کر دربار میں آسکتا ہوں، اگر والی بخدا کو فوق علم نے بے چین کیا ہے میری مسجد یا مکان پر تشریف لائیں اور اگر یہ ناگوار طبع ہے تو مجھے بذریعہ حکومت تعلیم دینے سے روک دیں تاکہ میں خدا کے ہاں مجبور کیا جاؤں

حاکم نیشاپوری نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ شاہ بخدا کی خواہش تھی کہ وہ قصر شاہی میں آکر شہزادوں کو تعلیم دیں، امام صاحب نے فرمایا کہ میں امیر کے لڑکوں کو کوئی خصوصیت نہیں دے سکتا میری مجلس عام ہے جس کا جی چاہے آکر شریک ہو، الغرض امیر بخدا کو امام صاحب کا استغفار ناگوار ہوا، حکم دیا کہ بخدا اچھوڑ کر چلے جائیں، اس لئے آپ خرنگ میں آگئے۔

صافقت علیہم الارض بعارحبت..... افسوس ہے کہ آپ کو خرنگ کی ہو اور اس نہ آئی چند روز ہی اقامت پذیر ہوئے گزرے تھے کہ بیمار ہو گئے اور علالت کی روز افزوں ترقی نے آپ کو بہت نحیف کر دیا۔

آپ کی اس بیماری کی وجہ ایک دعائے تالی جاتی جو آپ جلاوطنی کے غم اور اعزاء کے بافرجام خیالات سے تنگ آکر و فود غم میں کہتے رہتے تھے، الہی باوجود سعادت کے زمین میرے لئے تنگ ہو گئی ہے اس لئے اب مجھ کو اٹھالے۔

ڈرے دلوں کے ساتھ امیدیں بھی پس نہ جائیں  
اے آسمانے گردش لیل و نہاد بس

وفات حسرت آیات..... والی بخدا کی مخالفت اور امام بخدا کی جلاوطنی کے واقعات ایسے نہ تھے جو زیادہ عرصہ تک تاریکی میں رہتے، اہل سمرقند کو معلوم ہوا تو انہوں نے امام صاحب سے سمرقند میں قیام کی درخواست کی جسے آپ نے منظور کر لیا اور رمضان المبارک کام مہینہ گزار کر بخدا کی مسافرت گھوڑے پر سوار ہونے کی غرض سے دس بیس قدم چلے، لوگ بازو تھامے ہوئے تھے فرمانے لگے میں بہت ضعیف ہو گیا ہوں مجھے چھوڑ دو اس کے بعد لیٹ گئے اور راستہ ہی میں دفعتاً پیام اجل آ گیا اور کچھ دن کم باسٹھ سال کی عمر پر ۲۵۶ میں نماز عشاء کے بعد حدیث رسول (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ آفتاب تاباں ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔ دوسرے دن جب انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو سمرقند میں ایک تہلکہ مچ گیا، اس دھوم دھام سے جنازہ اٹھایا گیا کہ سارے سمرقند مشائخ کثرت میں تھاظر کی نماز کے بعد اس دنیا سے علم کے بادشاہ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

افسوس ہے کہ آپ نے اپنے بعد کوئی نرینہ لولاد بھی نہ چھوڑی، کس نے آپ کا سنہ پیدائش، مدت عمر، اور سنہ وفات اس عبارت میں ظاہر کیا ہے ولد فی صدق وعاش حبیبنا ومات فی نور، اس میں صدق کے اعداد (۱۹۳) انکی پیدائش، حمید کے اعداد (۶۲) انکی عمر اور لفظ نور کے اعداد (۲۵۶) ان کی وفات کا سال ظاہر کرتے ہیں کسی شاعر نے ان کو ذیل کے قطعہ میں نظم کیا ہے۔

جمع الصحیح مکمل التحریر

کان البخاری حافظار محدثنا

فیہا حمید وانقضی فی نور

میلادہ صدق وحدت عمرہ

حافظ نے بہت خطیب، عبدالواحد بن آدم سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک جگہ کھڑے ہیں اور آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت ہے میں نے سلام کے بعد دریافت کیا یا رسول اللہ آپ یہاں کس لئے کھڑے ہیں۔ آپ نے سلام کا جواب دیکر فرمایا، محمد بن اسماعیل کا انتظار کر رہا ہوں، اس کے چند ہی روز بعد مجھے امام بخدا کے انتقال کی خبر ملی تو موصوف کی وفات ٹھیک اسی ساعت میں تھی جس میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔

کسین ذھونہ نے نہ پائیں گے یہ لوگ

ابن دنیائیں آئیں گے یہ لوگ

وفات کے بعد..... جو لوگ آپ کے مخالف تھے وہ آپ کے مزار پر حاضر ہوئے اور انتہائی ندامت و شرمندگی کے ساتھ توبہ کی، آپ کی وفات کے بعد ایک عرصہ تک آپ کی قبر کی مٹی سے مشک کی طرح خوشبو مہکتی رہی اور لوگ بطور تبرک مٹی اٹھاتے رہے یہاں تک کہ قبر کی حفاظت مشکل ہو گئی حتیٰ کہ مزار مبارک کا نشان باقی رکھنے کے لئے اس کا انتظام کرنا پڑا کہ اس کی مٹی لوگ نہ لے جاسکیں، لوگوں کو اس مٹی کی خوشبو پر تعجب ہو گا لیکن ہمیں اس پر کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ

جمال بخشش در من اثر کرد  
دگر نہ من ہاں خاتم کہ ہستم (سعدی)

امام بخاری کا مسلک..... امام بخاری کے مسلک کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے تقی الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں اور نواب صدیق حسن خاں نے ایجد العلوم میں ان کو شافعی لکھا ہے۔ حافظ ابن حجر کے نزدیک بخاری کے مباحث کا غالب حصہ امام شافعی کے مسلک سے ماخوذ ہے علامہ ابن قیم کی تحقیق میں آپ جہنمی تھے، علامہ طاہر جزائری کی نظر میں مجتہد مطلق ہیں۔ آپ کی جامع صحیح کے مطالعہ سے یہی واضح ہوتا ہے، علامہ انور شاہ صاحب کی رائے بھی یہی ہے واللہ اعلم تصنیفات..... امام بخاری نے متعدد تصانیف یادگار چھوڑیں جن کی فہرست درج ذیل ہے:

(۱) تضاویا الصحابہ والتابعین۔

یہ آپ نے سن ۲۱۲ھ میں تاریخ کبیر سے پہلے لکھی ہے۔

(۲) التاريخ الکبیر۔

۸ اجزاء مسجد نبوی میں چاند کی روشنی میں لکھی ہے، ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے اس کے رلوی ابو احمد محمد بن سلیمان بن فارس اور ابو الحسن محمد بن سہل نسوی وغیرہ ہیں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ میری کتاب تاریخ لے کر عبد اللہ بن طاہر امیر کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا: "الا اریک سعرا"

(۳) التاريخ الاوسط۔

یہ کتاب اب تک نہیں چھپی، شاید اس کا قلمی نسخہ جرمنی میں موجود ہے۔ عبد اللہ بن احمد بن عبد السلام الحنفی اور زنجویہ بن محمد اللہ اس کے راوی ہیں۔

(۴) التاريخ الصغیر۔

اس کتاب کی ترتیب سنن سے ہے اور بہت مختصر ہے، عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن الاشراس کے راوی ہیں۔

(۵) الجامع الکبیر۔

ذکرہ بن طاہر

(۶) خلق افعال العباد۔

اس میں عقائد کی خشیں ہیں، خلق قرآن وغیرہ مسائل میں امام ذہبی کو جوابات دیئے ہیں، یوسف بن ریحان بن عبد الصمد اور فربری اس کے راوی ہیں۔

(۷) المسند الکبیر۔

(۸) اسالی الصحابہ۔

اس کا تذکرہ ابو القاسم بن مندہ نے کیا ہے اور موصوف نے "المعرفہ" میں اور ابو القاسم بغوی نے "معجم الصحابہ" میں اس سے بہت کچھ نقل کیا ہے۔

(۹) کتاب العلل۔

اس کا تذکرہ بھی ابن مندہ نے کیا ہے جس کو موصوف عن محمد بن عبد اللہ بن حمدون عن ابی محمد عبد اللہ بن اشرقی



روایت کرتے ہیں۔

(۱۰) کتاب الفوائد۔

اس کا ذکر امام ترمذی نے کتاب المناقب میں حضرت طلحہ کے مناقب میں کیا ہے۔

(۱۱) کتاب الوعدان۔

اس میں ان صحابہ کرام کا ذکر ہے جن سے صرف ایک ایک ہی حدیث مروی ہے۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ

کتاب امام مسلم کی ہے بخاری کی نہیں۔

(۱۲) الادب المفرد۔

اخلاق نبوی پر مشہور و معروف تالیف ہے، بعض مدارس میں داخل درس بھی ہے اس کے راوی احمد بن محمد بن الجلیل

الہزار ہیں۔

(۱۳) کتاب العصفاء الصغیر۔

ضعیف راویوں کے تذکرہ میں مختصر سا رسالہ ہے، جس میں عصیت کی جھلک جا بجا موجود ہے۔ اس کے راوی ابو بشر

محمد بن احمد بن حماد الدولابی، ابو جعفر شیخ ابن سعید اور آدم بن موسیٰ الخواری ہیں۔

(۱۴) کتاب البسوط۔

اس کا ذکر خطیبی نے "الارشاد" میں کیا ہے اور مسیب بن سلیم کو اس کا راوی بتایا ہے۔

(۱۵) الجامع الصغیر۔ (۱۶) کتاب الرقاق۔

اس کا ذکر کشف الظنون میں ہے۔

(۱۷) بر الوالدین۔

حافظ ابن حجر نے اس کا ذکر کیا ہے اور موجودات میں اس کا شمار کیا ہے اس کا راوی محمد بن دلوہ الوراق ہے۔

(۱۸) کتاب الاثر بہ۔

حافظ دار قطنی کی "المؤلف والتمکف" میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

(۱۹) کتاب الہدیٰ۔

پانچ سو احادیث کا مجموعہ بتلایا جاتا ہے جو بظاہر کہیں موجود نہیں اس کا ذکر امام بخاری کے وراق نے کیا ہے۔

(۲۰) کتاب الکتبی۔

اس کا ذکر ابو احمد حاکم نے کیا ہے اور اس سے انہوں نے بہت کچھ نقل بھی کیا ہے۔

(۲۱) التفسیر الکبیر۔

اس کا ذکر فربری اور وراق نے کیا ہے۔

(۲۲) جزء القراءة خلف الامام

(۲۳) جزء رفع الیدین۔

ان دونوں کے راوی محمود بن اسحاق الخزاعی ہیں۔

(۲۴) بدء الخلق قات۔

(۲۵) الجامع الصغیر۔

یہ امام بخاری کی سب سے زیادہ مشہور، مقبول، مہتمم باشان اور رفیع المعزلت تالیف ہے جس کا پورا نام "الجامع الصحیح

المسند من حدیث رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ“ ہے امام بخاری کو اس پر بہت ناز تھا فرمایا کرتے تھے کہ خدا کے یہاں بخاری کو میں نے نجات کا ذریعہ بنایا ہے۔

وجہ تالیف..... امام بخاری سے پہلے زیادہ رواج مسانید و مصنفات کا تھا، چنانچہ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور عثمان بن ابی شیبہ جیسے عظیم القدر حفاظ حدیث نے مسانید مرتب کئے تھے اور ان سے پہلے عبد اللہ بن موسیٰ عیسیٰ کوئی، مسدد بن مسرہد بصری اور اسد بن موسیٰ وغیرہ نے مسانید جمع کئے تھے، اسی طرح حافظ ابن حریج نے مکہ میں، امام اوزاعی نے شام میں، سفیان ثوری نے کوفہ میں، حماد بن سلمہ نے بصرہ میں ان کے علاوہ امام ابو یوسف، امام محمد اور عبد الرزاق وغیرہ نے مصنفات تیار کیں۔

جب ان مصنفات و مسانید کی تالیف سے تمام منتشر اور پر آگندہ روایتیں یکجا ہو گئیں تو پھر محدثین نے انتخاب و اختصار کا طریقہ اختیار کیا اور صحاح ستہ کی تدوین عمل میں آئی، امام بخاری جن کا نام مصنفین صحاح ستہ میں سرفہرست ہے انہوں نے جامع صحیح تصنیف کی۔

امام بخاری بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک روز امام اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں حاضر تھا وہاں ہمارے اصحاب میں سے کسی کی زبان سے نکلا، کاش تم رسول اللہ ﷺ کی سنن کے بارے میں کوئی مختصر سی کتاب جمع کر دیتے یہ خطاب تمام حاضرین مجلس سے تھا مگر دل میں اسی کے اتر جس کی قسمت میں روز اول سے یہ سعادت مقرر ہو چکی تھی، امام مددوح فرماتے ہیں کہ ”یہ بات میرے دل میں اتر گئی“ پھر غیبی تائید یہ ہوئی کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ میں آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑا ہوں اور ہاتھ میں ایک پنکھا ہے جس کے ذریعہ آپ کے اوپر سے کھیاں دفع کر رہا ہوں، بیدار ہو کر بعض معبرین سے تعبیر دریافت کی انہوں نے کہا کہ تم آنحضرت ﷺ کی احادیث سے کذب کو دفع کرو گے۔ اس خواب نے آپ کے شوق اور ہمت کو اور بلند کر دیا، اور تالیف میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

سنہ تالیف..... اب امام موصوف نے اس کتاب کی تالیف کا آغاز کس سنہ سے کیا اور کب اس سے فارغ ہوئے۔ یہ متعین طور سے تو نہیں بتلایا جاسکتا البتہ اتنا معلوم ہے کہ تصنیف کرنے کے بعد امام بخاری نے اس کو اپنے شیوخ امام احمد بن حنبل متوفی سن ۲۴۱ھ ابن المدینی سن ۲۴۲ھ اور ابن معین کے سامنے پیش کیا ان حضرات نے اس کی تحسین کی اور اس کے صحیح ہونے کی شہادت دی البتہ چار احادیث کی بابت اختلاف کیا لیکن عقلی کا بیان ہے کہ ان چار کے بارے میں بھی امام بخاری ہی کا فیصلہ درست ہے اور وہ چاروں بھی صحیح ہیں محیی بن معین کا سنہ وفات سن ۲۴۳ھ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سنہ میں آپ تصنیف سے فارغ ہو چکے تھے گو اس میں اضافے بعد تک ہوتے رہے پھر اس کتاب کی مکمل میں بتصریح امام بخاری سولہ سال لگے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی تصنیف کا آغاز سن ۲۱۷ھ میں ہوا تھا جب کہ آپ کی عمر شریف ۲۳ سال کی تھی۔

مقام تالیف..... کے بارے میں متعدد جگہیں بیان کی گئیں ہیں، ابن طاہر کہتے ہیں کہ آپ نے صحیح بخاری کو بخارا میں تصنیف کیا۔ ابن جبیر کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں تصنیف کیا، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی تصنیف بصرہ میں ہوئی ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں تصنیف ہوئی ہے۔

لیکن خود امام بخاری کا بیان ہے کہ میں نے ”الجامع الصحیح“ کو بیت الحرام میں تصنیف کیا، ابواب و تراجم مسجد نبوی میں منبر شریف اور روضہ اقدس کے درمیان لکھے، ان اقوال مختلفہ میں حافظ ابن حجر نے یوں تطبیق دی ہے کہ تصنیف کا ابتدائی خاکہ اور ترتیب ابواب تو مسجد حرام میں ہوئی لیکن مختلف مقامات میں احادیث کی تخریج فرماتے رہے اور تراجم ابواب کے مسودہ کو مزار مبارک نور منبر شریف کے درمیان صیغہ میں تبدیل فرمایا۔

طریق تالیف ..... صحیح بخاری کی تالیف میں سولہ سال کی طویل مدت صرف ہوئی اس پورے عرصہ میں آپ کا معمول یہ رہا کہ جب آپ کسی حدیث کو لکھنے کا ارادہ کرتے تو کتاب میں درج کرنے سے پہلے غسل کرتے حتیٰ تعالیٰ سے استخارہ کر کے دو رکعت نفل ادا کرتے۔ جب اس کی صحت پر پوری طرح انشراح ہو جاتا تب اس کو کتاب میں جگہ دیتے، اسی غایت اہتمام کی وجہ سے لوگوں کا قول ہے کہ امام بخاری نے گویا براہ راست حضور اکرم ﷺ سے سنا۔

كان البخاری فی جمعه تلقی من المصطفیٰ ما اكتسب

جامع صحیح کی مقبولیت ..... امام بخاری کی عرق ریزی و جفاکشی، التزام صحت و حسن نیت کا نتیجہ ہے کہ آپ کی جامع اس قدر مقبول ہوئی کہ آپ کی زندگی میں ہی اس کو نوے ہزار آدمیوں نے آپ سے بلا واسطہ سند ابو زید مردزی فرماتے ہیں کہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا کہ خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا ابو زید! امام شافعی کی کتاب کا درس کب تک دو گے میری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور آپ کی کتاب کو کسی ہے۔ فرمایا محمد بن اسماعیل کی جامع صحیح۔ بقول حافظ ابن کثیر وقت، شدت، خوف، دشمن، سختی مرض، قحط سالی اور دیگر بلاؤں میں اس جامع صحیح کا پڑھنا تریاق کا کام دیتا ہے۔ ایک محدث نے اس کو ایک سو تیس مرتبہ مختلف مقاصد کیلئے پڑھا اور ہر مرتبہ کامیابی ہوئی۔ شیخ برہان الدین ابوالوفاء ابراہیم بن محمد بن خلیل الطرابلسی اطلالی التونی ۸۴۱ھ صاحب ”تصحیح“ شرح بخاری کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے صحیح بخاری ساٹھ مرتبہ سے زیادہ اور صحیح مسلم بیس مرتبہ سے زیادہ پڑھی تھی۔ بخاری کے حافظ ہندوستان میں ..... مولانا عبدالحی مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء نے ”یادایام“ میں مولانا عبد الملک عباسی کے متعلق نقل کیا ہے کہ

كان حافظا لقرآن و صحیح البخاری لفظا و معنی و كان يدرس عن ظهر قلبه.

ان کو قرآن پاک اور صحیح بخاری زبانی یاد تھی الفاظ بھی اور اس کے مطالب بھی اور یہ زبانی درس دیتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے تلمیذ رشید مجاز فی الحدیث مولانا ابو سعید ظہور الحق کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بخاری و مسلم اور حصن حصین کے حافظ تھے، اس کا تذکرہ مولانا عبدالغنی ندوی پھلواری نے اپنے اس مقالہ میں کیا ہے جو معارف مئی ۱۹۲۹ء میں چھپا تھا۔

نیز تذکرہ علماء صفحہ ۶۴ پر مولانا رحمت اللہ آبادی کے متعلق لکھا ہے ”کتب صحاح ستہ زبان داشت“

تعداد اور ولایات ..... یہ کتاب حسب تصریح امام ممدوح چھ لاکھ احادیث کے ذخیرہ کا انتخاب ہے۔ کل حدیثیں جو درج کتاب ہیں ان سب کی مجموعی تعداد بشمول مکررات و معلقات و متابعات نو ہزار بیسی ہے اور نجد ف مکررات کل تعداد دو ہزار سات سو اکتھ ہے، علامہ نووی اور شیخ ابن صلاح کے نزدیک مکررات کے ساتھ بخاری کی روایات کی تعداد ۷۲۷۵ ہے اور عدم مکررات کے ساتھ ۴۰۰۰۔ ابو عبد اللہ بن عبد الملک اندلسی نے اپنے نوآمد میں جو شعر نقل کیا ہے اس میں احادیث کی تعدادی اسی نظریہ کے مطابق منقول ہے۔ شعر یہ ہے۔

البخاری خمس ثم سبعون للعد

جميع احادیث الصحیح الذی روی

الی مائتین عد ذاك اولو الحد

وسبعه الاف تضاف و ماضی

لیکن ابن حجر نے پوری احتیاط سے شمار کیا تو روایات مرفوعہ کی تعداد ۷۳۹۷ اور مکررات کے ساتھ متابعات و تعلیقات کی تعداد ۱۳۴۱ ہے۔ جن میں اکثر کو امام بخاری نے سند بیان کر دیا ہے اور موقوفات صحابہ و مقطوعات تابعین کی تعداد ۳۴۱ ہے۔ اس طرح مجموعی تعداد ۸۰۷۹ ہے۔ غیر مکرر روایات مرفوعہ ۲۳۵۳ اور غیر مکرر متابعات و معلق ۱۶۰ ہیں۔ اس طرح غیر مکرر مجموعہ ۲۵۱۳ ہے۔ یہ تعداد اگرچہ امام بخاری کو جس قدر صحیح حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ ان کے دسویں حصہ

کے بھی برابر نہیں۔ لیکن امام موصوف کے حسن انتخاب کا بہترین نمونہ ہے۔  
مثلاً شیات..... وہ احادیث کہلاتی ہیں جن میں راوی اور نبی کریم ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہوں۔ یہ احادیث اعلیٰ  
درجہ کی ہوتی ہیں۔ بخاری میں صرف ۲۲ مثالیات ہیں جو امام بخاری کا ماہر الافتخار ہیں۔ ان میں بیس حدیثیں انہوں نے اپنے  
حنفی شیوخ سے روایت کی ہیں۔

ناقلمین ورواہ..... امام بخاری سے جامع صحیح کو اگرچہ ہزاروں آدمیوں نے سنا تھا لیکن امام موصوف کے جن تلامذہ سے اس  
کی روایت کا سلسلہ چلا وہ چار بزرگ ہیں۔

(۱) علامہ ابواسحاق ابراہیم بن معقل بن الحلج نسلی متوفی ۲۹۳ھ یہ بہت بڑے حنفی علامہ اور نہایت نامور مصنف  
گذرے ہیں۔ حافظ ہونے کے ساتھ فقہ بھی تھے اور اختلاف مذاہب میں گہری بصیرت رکھتے تھے، محاسن علیہ کے ساتھ  
زہد و تقویٰ اور درع و عفاف کے زیور سے بھی آراستہ تھے۔ آپ کی تصنیفات میں السنۃ الکبیر اور التفسیر کا خاص طور سے ذکر کیا  
جاتا ہے۔

(۲) ابو محمد حماد بن شاکر بن سوہ نسلی حنفی متوفی ۳۱۱ھ، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نسلی کی بجائے نسوی لکھا ہے  
، علامہ کوثری نے تصریح کی ہے کہ صحیح نسلی ہی ہے، اسی طرح ان کی وفات کی بابت حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ میرے خیال  
میں ان کی وفات ۲۹۰ھ کے لگ بھگ ہوئی ہے۔ لیکن محدث کوثری نے حافظ ابن نفلہ کی "التقید" کے حوالہ سے جزم لکھا ہے  
کہ ان کا سن وفات ۳۱۱ھ ہے۔

(۳) محمد بن یوسف فربری متوفی ۳۲۰ھ انہوں نے امام بخاری سے کتاب الصحیح کا دوبارہ سماع کیا ہے۔ ایک بار ۲۳۸ھ  
میں اپنے وطن فربر میں۔ جب امام ممدوح وہاں تشریف لائے ہوئے تھے اور دوسری بار ۲۵۲ھ میں خود بخارا جا کر، آج کل علو  
اسناد کی وجہ سے انہیں کی روایت شائع و مشہور ہے۔

(۴) ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی بن قرینہ بزودی متوفی ۳۲۹ھ

تراجم و ابواب..... جامع صحیح میں امام بخاری کے پیش نظر جس طرح احادیث صحیحہ کی تخریج ہوتی ہے اسی طرح وہ ان سے  
بہت سے مسائل کا استنباط و استخراج بھی فرماتے ہیں اسی لئے کبھی کبھی ایک روایت متعدد جگہوں پر نقل کرتے ہیں۔ جیسے  
حضرت عائشہ کی وہ حدیث جو حضرت بریرہ کے واقعہ سے متعلق ہے۔ اس کو بیس مرتبہ سے زائد نقل کیا ہے، علماء کا مشہور  
مقولہ ہے۔ "فقہ البخاری فی تراجمہ" بخاری کا سارا کمال ان کے تراجم میں ہے لیکن بہت سے مقامات پر حدیث اور ترجمہ  
الباب میں بے ربطی اور سوء ترتیب نظر آتی ہے۔ جس کی شکایت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اپنے مکتوبات میں بایں الفاظ کی  
ہے۔ در عقد تراجم سوء ترتیب و تقریر او در میان می آید و اہل علم را مطمئن نظر مطالب علمیہ می باشد نہ تراجم و  
ترتیب۔

شیشہ دل دار باشد گو سقاں دور باش رندے آشام رہا بایں تکلہاچہ کار

لیکن اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ بعض مقالات پر امام ممدوح نے اضافہ کرنا چاہا تھا مگر اس کا موقع نہ مل سکا۔ چنانچہ  
کہیں باب قائم کر لیا تھا مگر اس کے تحت حدیث درج کرنے کی نوبت نہ آئی۔ کہیں حدیث لکھی لیکن باب قائم نہ کر سکے  
تھے۔ بہر حال کتاب کے بہت سے مقامات اسی طرح تشنہ تکمیل تھے کہ امام بخاری نے اس در فانی سے عالم جاودانی کو رحلت  
فرمائی۔ بعد کو تا تخمین نے اپنی صوابدید کے مطابق جن ابواب میں چاہا ان حدیثوں کو نقل کر دیا۔ چنانچہ حافظ ابوالولید بابی اپنی  
کتاب "اسماء رجال البخاری" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ہم سے حافظ ابو ذر زہرودی نے بیان کیا کہ ہمیں ابواسحاق نسلی نے  
بتایا کہ میں نے صحیح بخاری کو اس کے اصل نسخہ سے جو فربری کے پاس موجود تھا نقل کیا تو میں نے دیکھا کہ اس میں بعض

چیزیں تو نا تمام ہیں اور بعض چیزوں کی تمیہیں ہو چکی ہے۔ چنانچہ بعض تراجم ابواب ایسے تھے کہ ان کے بعد کچھ درج نہ تھا اور بعض حدیثیں ایسی تھیں کہ ان پر ابواب نہ تھے، پھر ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ ملا دیا۔

باجی کا بیان ہے کہ یہ چیز میں نے یہاں اس لئے ذکر کی کہ ہمارے اہل وطن ایسے معنی کی دھن میں لگے رہتے ہیں جس ہی ترجمہ الباب اور حدیث میں باہمی ربط قائم ہو سکے اور وہ اس سلسلہ میں بیجا تاویلات کی بلا وجہ تکلیف اٹھاتے ہیں۔ حواشی و شروحات..... صحیح بخاری کی اہمیت و مقبولیت کی بناء پر ہر دور کے علماء نے اس پر شروع و حواشی لکھے ہیں۔ محدثین کو چھوڑ کر نحویوں اور صرفیوں نے بھی اعراب و تصریف کی جو خدمت بن پڑی کی حتیٰ کہ جب متون و تراجم اور اعراب و نسخ کی تمام خدمتیں ختم ہو گئیں تو خدمت بخاری کی فہرست میں نام درج کرانے والے مشاققوں نے قرآن کریم کی طرح اس کے حروف حتمی ہی شمار کر ڈالے۔

لامح میں ایک سو سے زائد شروع و حواشی اور متعلقات بخاری کا تذکرہ کیا ہے۔ چند شروع یہ ہیں۔

(۱) اعلام السنن..... ابو سلیمان احمد بن محمد ابن ابیہم بن خطاب ہستی خطابی متوفی ۳۰۸ھ کی عمدہ اور لطیف شرح ہے۔

(۲) شرح الجامع..... ابو القاسم احمد بن محمد بن عمر بن دردمی کی نہایت وسیع شرح ہے۔

(۳) شرح الجامع..... امام قطب الدین عبدالکریم بن عبدالنور بن میسرطی متوفی ۴۵ھ کی ہے، نصف تک ہے اور

دس جلدوں میں ہے۔

(۴) شرح الجامع..... ناصر الدین علی بن محمد بن منیر اسکندرانی کی ہے۔ کافی ضخیم ہے۔ تقریباً دس جلدوں میں ہے۔

(۵) التلویح..... حافظ علاء الدین مغلطائی ابن صالح ترکی مصری حنفی متوفی ۷۹۲ھ کی تصنیف ہے۔

(۶) فتح الباری..... شیخ الاسلام ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ جو ۸۱۷ھ سے

شروع ہو کر ۸۴۲ھ میں مکمل ہوئی۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ بخاری کی شرح کا دین امت پر باقی ہے۔ حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ غالباً فتح الباری سے یہ دین ادا ہو گیا۔

(۷) الکوثر الباری علی ریاض البخاری..... شیخ احمد بن اسماعیل بن محمد الکوثرانی الحنفی متوفی ۸۹۳ھ کی بہترین شرح ہے

جس میں کرمانی اور ابن حجر پرست سی جگہ رد و تقدیر ہے۔

(۸) کوثر المعانی الدرراری فی کشف خبایا صحیح البخاری..... شیخ محمد خضر بن عبداللہ..... شنبیطی کی ہے۔

(۹) عمدۃ القاری..... علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کی تصنیف ہے جو ۸۲۱ھ سے شروع

ہو کر ۸۴۷ھ میں مکمل ہوئی۔ علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ یہ فتح الباری سے ایک ثلث مقدار میں زیادہ ہے۔ اس میں مختلف مباحث کی ایسی وضاحت کی گئی ہے کہ قاری کو کسی دوسری شرح کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر فتح الباری کا مقدمہ نہ ہوتا تو اس کو فتح الباری پر نمایاں فوقیت حاصل ہوتی۔ بخاری کی شرح میں ان دو شرحوں کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔

(۱۰) ارشاد الساری..... شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی متوفی ۹۳۳ھ کی تصنیف ہے جو در حقیقت فتح

الباری اور عمدۃ القاری کی تلخیص ہے۔ اگرچہ مصنف نے دوسری شرحوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔

(۱۱) الکوثر الدرراری..... علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی متوفی ۷۸۶ھ کی تصنیف ہے۔ حافظ ابن

حجر اور علامہ عینی نے اپنی شرحوں میں اس سے بہت کچھ لیا ہے۔ مصنف نے اس میں نحوی اعراب اور غریب الفاظ کو پوری طرح حل کیا ہے۔

(۱۲) مجمع البحرین..... شیخ تقی الدین عینی بن شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی کی ہے اور بڑے بڑے آٹھ

جزاء میں ہے۔

(۱۳) لئامع الصبح..... علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الدائم بن موسیٰ برماوی شافعی ۸۳۱ھ کی اچھی شرح

ہے چار اجزاء میں ہے۔  
(۱۳) التلخیص لقدم قاری الصبح..... شیخ برہان الدین ابراہیم بن محمد حلبي معروف بسبط بن العجمی متوفی ۸۳۱ھ کی ہے دو جلدوں میں ہے۔

(۱۵) مصابیح الجامع..... علامہ بدر الدین محمد بن ابی بکر دماہنی متوفی ۸۲۸ھ کی ہے۔

(۱۶) شواہد التوضیح..... سراج الدین عمر بن علی بن الملحق الشافعی متوفی ۸۰۳ھ کی تصنیف ہے۔ تقریباً بیس جلدوں

میں ہے۔

(۱۷) ہدایۃ الباری..... شیخ الاسلام زکریا انصاری متوفی ۹۲۸ھ تلمیذ ابن حجر کی تصنیف ہے۔

(۱۸) تیسیر القاری..... علامہ نور الحق بن مولانا عبد الحق دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ کی تصنیف ہے۔ جس زمانہ میں شیخ

عبد الحق نے مشکوٰۃ کی شرح لکھی تھی اسی زمانہ میں ابن کے صاحبزادے نے فارسی میں بخاری کی شرح لکھنی شروع کی۔

(۱۹) التوضیح علی الجامع الصبح..... حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی لطیف شرح ہے۔

(۲۰) نجاج القاری فی شرح البخاری..... شیخ عبد اللہ بن محمد اماسی حنفی متوفی ۱۱۶۷ھ کی تصنیف ہے جو تیس ضخیم

جلدوں میں ہے۔

(۲۱) شرح شیخ الاسلام بن محبت اللہ بخاری دہلوی کی۔ ہے جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر چھپی ہے۔ مگر صرف چودہ

پارے طبع ہوئے۔

(۲۲) انوار الساری علی صحیح البخاری..... از علامہ الحسن العدوی العالم الازہری متوفی ۱۳۰۳ھ

(۲۳) فتح الباری باسحیح الجدی فی شرح صحیح البخاری..... از ابو طاہر مجد الدین محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم

الشیرازی الفیروز آدی المتوفی ۸۱۶ھ

(۲۴) عون الباری..... نواب صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ نے تجرید بخاری کی مختصر شرح لکھی ہے۔

(۲۵) نبراس الساری فی اطراف البخاری..... مولانا ابو سعید محمد بن عبد العزیز حنفی کی تصنیف ہے۔

(۲۶) فیض الباری شرح صحیح البخاری..... از مولانا عبد الاول زید پوری متوفی ۹۶۸ھ

(۲۷) نور القاری شرح صحیح البخاری..... از شیخ نور الدین احمد آبادی

(۲۸) منج الباری شرح فارسی بخاری..... از والد ماجدہ حافظہ دراز پشاور

(۲۹) فیض الباری..... علامہ کشمیری کے اقادات ہیں جو ان کے تلمیذ رشید مولانا بدر عالم میر خلی نے درس کے

وقت لکھے تھے۔

(۳۰) حاشیہ علامہ ابو الحسن نور الدین محمد بن عبد المادی السدھی الحنفی

(۳۱) حاشیہ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری ۱۲۹۸ھ اس کے آخری حصہ کی تکمیل حضرت تانا توئی نے کی۔

(۳۲) لامع الدراری..... حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ کے درس کے اقادات ہیں جن

کو آپ کے مختلف تلامذہ نے جمع کیا تھا۔ اس پر حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور نے تعلیق نور

ایک مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا ہے جس کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

## (۱۶) امام مسلم

نام و نسب..... ابو الحسین کنیت، لقب عساکر الدین اور نام مسلم ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے، مسلم بن الحجاج بن مسلم بن درود بن کرشاد القشیری۔ مولد و مسکن کے لحاظ سے گوان کے خمیر میں عجم کی خاک کا عنصر بھی شامل ہے۔ لیکن دراصل اس کا سلسلہ نسب عرب کے مشہور قبیلہ قحیر سے ملتا ہے۔ اسی بناء پر انہیں قحیری کہا جاتا ہے۔

مولد و مسکن..... امام مسلم خراسان کے مشہور و معروف شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے جس کے متعلق احمد بن طاہر کہتے ہیں لیس فی الارض مثل نيسابور بلد طيب ورت غفور اور فخری شاعر کہتا ہے جبذا شہر نیشاپور کہ در ملک خدا ہے۔ گر بہشت ست بہمن ست و گرنہ خود نیست، اور علامہ یاقوت حموی اس کو معدن الفخار و منبع العلماء لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہاں سے اتنے ائمہ علم نکلے جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور علامہ تاج الدین سبکی رقمطراز ہیں کہ نیشاپور اس قدر بڑے اور عظیم الشان شہروں میں سے تھا کہ بغداد کے بعد اس کی نظیر نہ تھی اہل تاریخ نے اسکو امہات البلاد لکھا ہے لیکن چنگیز خان کے ہنگامہ میں تباہ و برباد اور بالکل ویران ہو گیا تھا کہتے ہیں کہ چنگیز خان نے جن لوگوں کو قتل کیا ان کی شدت سترہ لاکھ سینتالیس ہزار تھی، شہر نیشاپور شاہ طہموسپ کے آباد کردہ شہروں میں سے بتایا جاتا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کو شاپور بن اردشیر نے آباد کیا تھا فارسی میں ”نہ“ شہر کو کہتے ہیں شاپور کے ساتھ مرکب ہو کر نیشاپور ہو گیا، اس کی معدنیاتی حالت یہ تھی کہ یہاں نہایت نفیس فیروزہ کی کانیں تھیں اور اس کی علمی حالت یہ تھی کہ اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ جو تعمیر ہوا یہیں ہوا جس کا نام مدرسہ بھقیہ تھا۔ امام الحرمین (امام غزالی کے استاد نے اسی مدرسہ میں تعلیم پائی تھی عام شہرت ہے کہ دنیائے اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ بغداد کا، نظامیہ تھا، چنانچہ ابن خلکان نے بھی یہی دعویٰ کیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فخر بغداد کے بجائے نیشاپور کو حاصل ہے بغداد کا نظامیہ ابھی وجود میں نہیں آیا تھا کہ نیشاپور میں متعدد بڑے بڑے دارالعلوم قائم ہو چکے تھے ایک بھقیہ، دوسرا سعدیہ، تیسرا نصریہ جسکو سلطان محمود کے بھائی نصر بن سبکتگین نے قائم کیا تھا، ان کے سوا اور بھی مدرسے تھے جنکا سر تاج نظامیہ نیشاپور تھا شیخ ابو حفص حداد، ابو علی دقاق، ابو محمد مرعش، ابو علی تقی، فرید الدین عطار، محمد بن یحییٰ جوہری، ابن راہویہ، تھلبی، عمر خیام، حسین معمای، نظیری، اہلی، آنگلی وغیرہ اہل علم کو اسی سر زمین نیشاپور نے پرورش کیا ہے۔

سنہ پیدائش..... میں اختلاف ہے ابن خلکان لکھتے ہیں کہ میں نے کسی حافظ حدیث کو ان کی سنہ ولادت اور عمر کو ضبط کرتے نہیں دیکھا، پھر فرماتے ہیں کہ حافظ ابن ابی عمیر نے غالباً (۲۰۲) بتایا تھا مگر بعد میں ابو عبد اللہ نیشاپوری کی ایک تصنیف سے معلوم ہوا کہ (۲۰۶) تھا حاکم نے سنہ وفات (۲۶۱) لکھ کر مدت عمر ۵۵ سال ذکر کی ہے اس حساب سے سنہ ولادت (۲۰۶) ثابت ہوتا ہے اسی کو ابن الاثیر نے جامع الاصول کے مقدمہ میں راجح قرار دیا ہے۔

سماع حدیث کیلئے سفر..... علامہ ذہبی نے آپ کے سماع حدیث کی ابتداء ۲۱۸ کو قرار دیا ہے گویا چودہ برس کی عمر سے سماعت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے بھی سماعت کے مواقع حاصل تھے لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف نے اس کو اس وقت کیلئے محفوظ رکھا جو ہر قسم کی اہلیت کا زمانہ ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس فن کے نشیب و فراز کو پیش نظر رکھ کر اس میدان میں قدم رکھا تھا۔

شیوخ و اساتذہ..... خراسان و نیشاپور میں اسحاق بن راہویہ اور امام ذہلی جیسے امام فن موجود تھے امام مسلم نے انکے علاوہ مختلف مقامات کی خاک چھانی، عراق، حجاز، شام اور مصر وغیرہ مقامات میں متعدد مرتبہ تشریف لے گئے بغداد کو کئی بار جانا ہوا اور یہاں آپ نے درس بھی دیا بغداد کا آخری سفر ۲۵۹ میں ہوا جس کے دو سال بعد آپ انتقال فرما گئے وہاں کے محدثین

میں سے محمد بن مہران اور ابو عثمان وغیرہ سے سماعت کی عراق میں امام احمد بن حنبل اور عبد اللہ بن مسلمہ تقنی سے استفادہ کیا تاہم سعید بن منصور اور ابو مصعب سے روایتیں حاصل کیں مصر میں عمرو بن سواد اور حرمہ بن یحییٰ کے خرمن فیض سے خوشہ چینی کی، احمد بن مسلمہ کی رفاقت میں بصرہ اور یحییٰ کا بھی سفر کیا۔ امام بخاری سے نیشاپور میں بہت کچھ استفادہ کیا صحیح مسلم میں جن بزرگوں سے آپ نے احادیث درج کی ہیں ان کی تعداد ہمدانی شہد کے مطابق دو سو گیندہ ہے۔

اصحاب و تلامذہ..... آپ کے تلامذہ میں حافظ ابو نعسی ترمذی صاحب سنن، ابو حاتم رازی، ابو بکر بن خزیمہ، ابراہیم ابن ابی طالب، ابن صاعد، ابو حامد بن اشرفی، ابو حامد احمد بن حمدان، ابراہیم بن محمد سفیان، مکی بن عبدان، محمد بن مخلد، احمد بن سلمہ، موسیٰ بن ہارون اور ابو عوانہ جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔

اخلاق و عادات، زہد و تقویٰ..... آپ نے عمر بھر نہ کسی کی غیبت کی نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو برا بھلا کہا اساتذہ و شیوخ کا بے احترام فرماتے تھے نہایت پاکیزہ خور و انصاف پسند تھے امام بخاری کے نیشاپور کے زمانہ قیام میں جب وہاں کی مجالس درس بے درنق ہو گئیں اور امام بخاری پر خلق کا ہجوم ہونے لگا تو حاسدین نے حسد کیا، عوام تو عوام امام ذہلی تک نے مسئلہ خلق قرآن میں امام بخاری کی مخالفت کی اور اپنی مجلس درس میں اعلان کر دیا۔ ”الامن کان بقول بقول البخاری فی مسئلۃ اللفظ بالقرآن فلیعزل مجلسنا“ جو شخص لفظی بالقرآن غیر مخلوق قائل ہو وہ ہماری مجلس درس میں نہ آئے اس اعلان کو سن کر امام مسلم اور احمد بن مسلمہ فوراً مجلس سے اٹھے اور ان سے مسوعہ روایات کے تمام مسودے ان کو واپس کر دئے اور امام ذہلی سے بالکلیہ روایت کرنا ترک کر دیا۔

آپ کے فضل و کمال کا اعتراف..... امام صاحب کی فطری قابلیت اور قوت حافظہ کی وجہ سے لوگ اس قدر گرویدہ ہو چکے تھے کہ اسحاق بن راہویہ جیسے امام فن نے ان مختصر الفاظ میں بحث فرمائی ”ای رجل یكون هذا“ خدا جانے یہ شخص کس بلا کا آدمی ہو گا۔

نگاہیں کاٹوں پر پڑتی جاتی ہیں زمانہ کی کہیں چھپتا ہے اکبر پھول چوں میں نماں ہو کر

اسحاق کو سج نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا جب تک اللہ تعالیٰ آپ کو مسلمانوں کیلئے باقی رکھے گا بھلائی آپ کے ہاتھ سے نہ جائے گی۔ آپ امام بخاری کی خدمت میں بکثرت حاضر ہوتے تھے ایک مرتبہ ان کی تخر علمی اور زہد و تقویٰ سے متاثر ہو کر بے ساختہ ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور بے خودی میں پکار اٹھے ”دعنی اقبل رجلیک یا سید المحدثین وطیب الحدیث فی عللہ“ احمد بن مسلمہ کا بیان ہے کہ میں نے شیخ ابو ذر اور ابو حاتم کو دیکھا ہے کہ وہ امام مسلم کو احادیث صحیحہ کی معرفت کے باب میں اپنے ہمعصر مشائخ پر ترجیح دیتے تھے، حافظ ابو قریش کہتے ہیں کہ دنیا میں حفاظ حدیث چار ہیں ان میں سے ایک امام مسلم ہیں۔ ابو عمر حمدان کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابن عقده سے پوچھا امام بخاری حافظ تر ہیں یا امام مسلم۔ آپ نے فرمایا بھائی یہ دونوں عالم ہیں میں نے کئی بار یہی سوال کیا تب آپ نے فرمایا کہ امام بخاری کبھی کبھی اٹل شام کی بابت غلطی کر جاتے ہیں۔ بخلاف امام مسلم کے۔

امام مسلم کا مسلک..... آپ کے مسلک کی تعیین میں بڑی دشواری ہے۔ علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ امام مسلم و ابن ماجہ کا مذہب معلوم نہیں۔ نواب صدیق حسن خان نے انیس شافعی شمار کیا ہے۔ صاحب کشف فرماتے ہیں الجامع الصحیح امام المسلم الشافعی، مولانا عبدالرشید صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ آپ مالکی المذہب تھے۔ مگر طبقات مابھیہ میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ شیخ عبداللطیف سندی فرماتے ہیں کہ امام ترمذی و مسلم کے متعلق عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں امام شافعی کے مقلد ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں مجتہد تھے۔ صاحب البیان ابنی نے لکھا ہے کہ آپ اصولی طور پر شافعی تھے۔ آپ نے امام شافعی سے بہت کم اختلاف کیا ہے۔ شیخ طاہر جزائری کی بھی رائے یہی ہے کہ کسی امام کے مقلد فرض نہیں تھے۔ البتہ امام



شافعی وغیرہ اہل حجاز کے مسلک کی طرف مائل تھے۔

وفات..... امام مسلم نے ۲۵ رجب ۲۶۱ھ میں بروز یکشنبہ وفات پائی۔ دو شنبہ کو جنازہ اٹھایا گیا اور غیر شاپور کے باہر نصیر آباد میں دفن کئے گئے۔

جان من ہر چیز باصل خود باشد رجوع  
ماچو از خاکیم آخر خاک ی باید شدن  
علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ان کی قبر مبارک زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔

آسمان تیری لہ پر شبنم افشانی کرے  
سبزہ نور سے اس گھر کی تمسباتی کرے

آپ کی وفات کا واقعہ بھی نہایت حیرت انگیز و عبرت خیز ہے۔ کہتے ہیں کہ مجلس درس میں ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا جو امام صاحب کو سوء اتفاق سے یاد نہ آئی۔ گھر واپس ہوئے تو انہیں خرما کا ایک ٹوکرا پیش کیا گیا۔ حدیث کی تلاش و جستجو میں اس قدر محو ہوئے کہ آہستہ آہستہ تمام چھوڑے تاول فرما گئے اور حدیث بھی مل گئی۔ بس یہی چھوڑے زیادہ کھا لیتا ان کی موت کا سبب بنا۔ اس سے امام صاحب کی علمی شیفتگی اور انہماک کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ وفات کے بعد ابو حاتم رازی نے خواب میں حال دریافت کیا۔ فرمایا خدا نے میرے لئے جنت کا مباح کر دیا۔

تصنیفات..... صحیح مسلم کے علاوہ امام مسلم کی اور بھی بہت سی تصنیفات ہیں۔ جن میں کامل طور سے تحقیق و امتحان پایا جاتا ہے۔ اجمالی فہرست یہ ہے۔ مسند کبیر، الاسماء والکنی، جامع کبیر، کتاب العطل، کتاب التمزیز، کتاب الواحدان، کتاب الاقران، کتاب حدیث عمرو بن شعیب، کتاب الانتفاع بابہ المسباع، کتاب مشائخ مالک، کتاب مشائخ الثوری، کتاب مشائخ شعبہ، کتاب الخضرین، کتاب اولاد الصحابہ، کتاب ابوامام احمد ثنین، کتاب الطبقات، کتاب افراد الشامیین، کتاب رواد الاعتبار، کتاب السوالات از احمد بن حنبل۔

صحیح مسلم..... مذکورہ بالا تصنیفات میں سب سے زیادہ مقبولیت و شہرت ”الجامع الصحیح“ کو حاصل ہوئی۔ جس کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہمیشہ صحیح بخاری کے ساتھ اس کا بھی نام لیا جاتا ہے۔ اس میں فن حدیث کے دودھ بجائبات ہیں جس میں کلام کرنے کی غنچائش ہی نہیں۔ شیخ ابو علی زاغونی کو بعض ثقافت نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کس چیز کے ذریعہ نجات پائی۔ کہا اس جزء کے صدقہ میں جو میرے ہاتھ میں ہے۔ دیکھا تو وہ صحیح مسلم کا ایک جزو تھا۔

وجہ تصنیف..... احادیث کے ذخیرے میں سب سے پہلے امام بخاری نے احادیث صحیحہ مرفوعہ کو الگ منتخب فرمایا اور جامع صحیح تصنیف کی۔ اس کو دیکھ کر امام مسلم کو بھی اسی عنوان سے ایک دوسرے انداز میں احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا شوق ہوا۔ لیکن امام بخاری کے پیش نظر احادیث صحیحہ مرفوعہ کی تخریج اور فقہ و سیرت اور تفسیر وغیرہ کا استنباط تھا۔ اس لئے انہوں نے موقوف و مطلق، صحابہ و تابعین کے فتاویٰ بھی نقل کئے۔ جس کے نتیجہ میں احادیث کے متون و طرق کے ٹکڑے ٹکڑے کتاب میں بکھر گئے اور امام مسلم کا مقصد صرف احادیث صحیحہ کو منتخب کرنا ہے۔ وہ استنباط وغیرہ سے تعرض نہیں کرتے بلکہ ہر حدیث کے مختلف طرق کو حسن ترتیب سے یکجا بیان کرتے ہیں۔ جس سے متون کے اختلاف اور مختلف اسانید سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے احادیث منقطعہ وغیرہ کی تعدد لو نادر ہے۔

تعدد اور ولایت..... امام مسلم نے اپنی جامع صحیح کا انتخاب ایسی تین لاکھ روایات سے کیا ہے جن کو آپ نے بر لور است ایٹن شیون سے سنا تھا۔ اس انتخابی مجموعہ کی روایات کی تعدد علامہ طاہر جزائری کے نزدیک حذف کمرات کے بعد چار ہزار ہے۔ شیخ ابن صلاح کی تحقیق میں کمرات کے علاوہ بنیادی حدیثیں چار ہزار ہیں۔ علامہ عراقی فرماتے ہیں کہ اگر کمرات کا لحاظ کیا جائے تو صحیح مسلم کثرت طرق میں بخاری سے زائد ہے۔ چنانچہ احمد بن سلمہ جو امام موصوف کے ساتھ پندرہ سال شریک رہے وہ فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار ہیں اور ابو حفص میاجی فرماتے ہیں کہ آٹھ ہزار ہیں۔ ممکن ہے دونوں کے نزدیک شکل کا معیار مختلف رہا ہو۔

تراجم و ابواب..... علامہ نووی فرماتے ہیں کہ امام مسلم نے اپنی کتاب کو ابواب کا لحاظ رکھتے ہوئے مرتب کیا ہے گویا فی الواقع کتاب کی ترویج کر دی گئی تھی۔ لیکن شاید حجم کتاب کی زیادتی یا اور کسی وجہ سے تراجم ابواب قائم نہیں فرمائے ان کے بعد بہت سے محدثین نے تراجم ابواب قائم کئے ہیں۔ بعض مناسب اور بعض غیر مناسب ہیں یا تو ترجمہ کی عبارت میں کمی یا الفاظ میں یا موزونیت ہوتی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔ حق تو یہ ہے مصنف کی شایان شان اب تک تراجم قائم نہیں ہو سکے۔ تصنیف جامع میں امام مسلم کا اہتمام..... امام مسلم نے جمع صحیح میں نہ صرف یہ کہ اپنی ذاتی تحقیق پر اکتفا نہ کی (یعنی یہ نہیں کیا کہ جن حدیثوں کو خود انہوں نے صحیح سمجھا تھا نقل کر دیا) بلکہ مزید احتیاط کے پیش نظر صرف وہی حدیثیں درج کیں جن کی صحت پر اور مشائخ وقت کا بھی اتفاق تھا۔ چنانچہ خود ان کا بیان ہے کہ ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح تھی اس کو میں نے یہاں درج نہیں کیا۔ میں نے تو یہاں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر شیوخ وقت کا اجماع ہے۔ شیخ ابن صلاح وغیرہ نے اجماع سے اجماع عام سمجھا ہے۔ اس لئے ان کو امام مسلم کے اس دعوے کی صحت کے متعلق سخت اشکال؛ و اما لیکن امام مسلم کی مراد اجماع سے اجماع عام نہیں بلکہ اس دور کے بعض خاص مشہور شیوخ وقت کا اجماع ہے۔ چنانچہ علامہ بلقینی نے اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، عثمان بن ابی شیبہ اور سعید بن منصور خراسانی، ان چار آئمہ کے نام گنا کر لکھا ہے کہ امام مسلم کی مراد ان چار حضرات کا اجماع ہے۔ امام مسلم نے اس پر بھی بس نہیں کیا بلکہ جب کتاب مکمل ہو گئی تو حافظ عصر ابو ذر عہ کی خدمت میں لے جا کر پیش کیا جو اس دور میں علل حدیث اور فن جرح و تعدیل کے بہت بڑے امام مانے جاتے تھے اور جس روایت کے بارے میں انہوں نے کسی علت کی طرف اشارہ کیا اسے کتاب سے خارج کر دیا اس طرح پندرہ سال کی محنت شاقہ میں بقول ابو الفضل احمد بن سلمہ یہ بارہ ہزار احادیث صحیحہ کا ایسا انتخاب مجموعہ تیار ہوا جس کے بارے میں خود مصنف نے جوش و غما میں کہا تھا کہ ”اگر محمد ثین دو سو سال تک بھی حدیثیں لکھتے رہیں تب بھی ان کا دار و مدار اسی المسند اصحیح پر ہو گا۔ مردان خدا کی بات بے اثر نہیں ہوتی آج دو سو برس کیا گیا وہ سو برس سے اوپر گذر گئے مگر کتاب کا حسن قبول اسی طرح پر ہے۔“ صحیح ہے ”جراح مقبلاں ہرگز نمبرد“ شیخ ابو عمر واہن اصلاح نے بروایت حافظ ابو قریشی شیخ ابو ذر عہ کا قول نقل کیا ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں چار ہزار احادیث جمع کی ہیں، موصوف کہتے ہیں کہ اس سے مراد بانسقاط مکررات ہے۔

صحاح ستہ میں صحیح مسلم کا مقام..... علامہ نووی فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کے بعد صحیحین بخاری و مسلم کا مرتبہ ہے اور امت نے ان دونوں کی تلقین بالقبول کی ہے۔ البتہ صحیح بخاری بعض دیگر فوائد و معارف کے لحاظ سے سب سے فائق و ممتاز ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حسن ترتیب و غیرہ کے لحاظ سے ان کا مقام بہت بلند ہے۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اسے صحیح بخاری پر بھی اچھا لایا ہے۔ کیونکہ سر و اسانید حسن سیاق متون، تلخیص طرق اور ضبط انتشار وغیرہ امور بخاری میں مفقود ہیں۔ حافظ مسلم بن قاسم قرطبی نے اپنی تاریخ میں صحیح مسلم کے متعلق لکھا ہے کہ اسلام میں کسی نے ایسی کتاب تصنیف نہیں کی۔ محدث قاضی عیاض نے ”الماع“ میں ابو مروان طبری سے نقل کیا ہے کہ میرے بعض شیوخ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دیتے تھے، شیخ ابو محمد عجبی نے اپنی فہرست میں امام ابن حزم ظاہری کے متعلق بھی یہی لکھا ہے کہ وہ مسلم کی کتاب کو بخاری کی کتاب پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ حافظ ابن مندہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو علی نیشاپور کو جن سے بڑھ کر حافظ حدیث میری نظر سے نہیں گذرا، یہ کہتے سنا ہے کہ آسمان کے تلے مسلم کی کتاب سے صحیح ترکوئی کتاب نہیں۔

حافظ ابن مندہ نے جس انداز میں ابو علی نیشاپوری کی یہ تصریح نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کی بھی رائے یہی ہے۔ حافظ عبد الرحمن بن علی الرضی حنفی شافعی کہتے ہیں۔

تذرع لہ قوم فی البخاری و مسلم لدی و قالوا ای ذین تقدم

اے میرے سامنے بخاری اور مسلم کے بارے میں کچھ لوگوں نے تذازع کیا اور کہا کہ ان دونوں میں سے (مرتبہ میں) کون مقدم ہے۔ میں نے کہا بخاری صحت کے اعتبار سے فوقیت رکھتے ہیں۔ جیسے مسلم ترتیب ابواب میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ۱۲

فہلت لفقہ فائق البخاری صحیحہ کما فاق فی حسن الصناعتہ مسلم  
جن لوگوں نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے اگر ان کی اس ترجیح کا منشا یہ ہے کہ امام مسلم کے پیش نظر فقط احادیث صحیحہ کا انتخاب ہے، برخلاف امام بخاری کے کہ وہ موقوفات و آثار وغیرہ کو بھی اپنی کتاب میں جگہ دیتے ہیں تب تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے صحیح مسلم کا نفس صحت میں راجح ہونا لازم نہیں آتا اور اگر یہ لوگ علی الاطلاق اصح کہنا چاہتے ہیں تو یہ ناقابل اعتبار ہے۔

راویان صحیح مسلم..... صحیح مسلم کی شہرت اگرچہ مصنف سے تو اتنی حد تک پہنچی ہوئی ہے لیکن اس کی روایت کا سلسلہ شیخ ابواسحاق ابراہیم بن سفیان نیشاپوری متوفی ۳۰۸ھ سے قائم رہا۔ آپ کو امام مسلم سے خاص ربط تھا۔ اکثر حاضر خدمت رہتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ امام مسلم نے اس کتاب کی قرأت سے جو انہوں نے ہمارے لئے شروع کی تھی رمضان ۲۵۷ھ میں فراغت پائی۔ بلاد مغرب میں ایک اور شاگرد ابو محمد احمد بن علی قلائی سے بھی صحیح مسلم کی روایت کی جاتی ہے لیکن اس کا سلسلہ حدود مغرب سے آگے نہ بڑھ سکا۔ صحیح مسلم کا آخری حصہ جو تین جز کے قریب قریب ہے ابو محمد قلائی نے امام مسلم سے براہ راست نہیں سنا بلکہ وہ اس کو ابراہیم کے شاگرد ابو محمد جلوہ سے روایت کرتے ہیں۔

شروح و حواشی صحیح مسلم..... صحیح مسلم پر بہت سی شروح و حواشی اور مستخرجات لکھے گئے ہیں۔ جن کا تذکرہ صاحب کشف الظنون نے تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ چند مشہور شروح یہ ہیں۔

(۱) المہدج فی شرح صحیح مسلم بن النجم۔

حافظ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ کی تصنیف ہے جو مشہور ہے۔

(۲) الایبتاح۔

خطیب قسطلانی شہاب الدین احمد بن محمد شافعی متوفی ۹۲۳ھ کی ہے جو نصف حصہ تک آٹھ ضخیم اجزاء میں ہے۔

(۳) شرح صحیح مسلم

ملا علی قاری ہروی کی ہے جو چار جلدوں میں ہے۔

(۴) مختصر شرح النووی۔

شیخ شمس الدین محمد بن یوسف قونوی حنفی نے منہاج نووی کا اختصار کیا ہے۔

(۵) العلم بقرائن کتاب مسلم۔

ابو عبد اللہ محمد بن علی مازری متوفی ۵۳۶ھ کی تصنیف ہے۔

(۶) اکمال المعلم فی شرح مسلم۔

علامہ قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے شرح مازری کی تکمیل کی ہے۔

(۷) المہم لہما شمل فی تلخیص کتاب مسلم۔

ضیاء الدین ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرظی مالکی متوفی ۶۵۶ھ کی تصنیف ہے۔ موصوف نے پہلے صحیح مسلم کی تلخیص و تبویب کی اس کے بعد اس کی شرح لکھی۔ مصنف کا بیان ہے کہ اس میں علاوہ توجیہ و استدلال کے اعراب کے نکات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

(۸) شرح زدائد مسلم۔

از سر لاج الدین عمر بن علی بن الملتن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ

(۹) حاشیہ صحیح مسلم۔

از برہان الدین ابراہیم بن محمد الحلیمی معروف بسبط ابن الخلی متوفی ۸۴۱ھ  
(۱۰) اکمال المعلم

امام عبداللہ محمد بن خلیفہ ابوشثانی الابی الماکلی التوفی ۸۷۷ھ کی تصنیف ہے۔ موصوف نے قاضی عیاض، نووی، قرطبی اور مازری کی شروح سے مدد لی ہے اور بہت سے فوائد کا اضافہ کیا ہے۔ یہ چار جلدوں میں ہے۔  
(۱۱) المہم فی شرح غریب مسلم۔

امام عبدالقادر بن اسماعیل فارسی متوفی ۵۱۹ھ نے الفاظ غریبہ کی شرح کی ہے۔  
(۱۲) شرح صحیح مسلم۔

علامہ ابو الفرج عیسیٰ بن مسعود زوادی متوفی ۷۴۳ھ کی تصنیف ہے جو معلم، اکمال، مہم وغیرہ شروح کا مجموعہ ہے۔ علامہ شعرانی کہتے ہیں کہ اس کا زیادہ تر مجموعہ میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ پانچ جلدوں میں ہے۔  
(۱۳) شرح صحیح مسلم۔

عماد الدین عبدالرحمن بن عبدالعلیٰ مصری کی تصنیف ہے۔

(۱۴) الدیباج علی صحیح مسلم بن النجاشی

علامہ حلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی نہایت لطیف شرح ہے۔  
(۱۵) المعلم فی شرح صحیح مسلم۔

از شیخ ابویوسف یعقوب البیہقی التوفی ۱۹۰۸ھ  
(۱۶) حاشیہ بر صحیح مسلم۔

از شیخ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبدالہادی السندی الحنفی التوفی ۱۱۲۸ھ  
(۱۷) عنایۃ المسلم بشرح صحیح مسلم۔

شیخ عبداللہ بن محمد لہاسی حنفی متوفی ۱۱۶۷ھ کی تصنیف سات جلدوں میں نصف مسلم تک ہے۔  
(۱۸) کوشی الدیباج۔

علامہ مجموعی متوفی ۱۲۹۸ھ نے شرح سیوطی کی تلخیص کی ہے۔  
(۱۹) السراج الوہاب۔

نواب صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ کی ہے۔ جو مختصر منذری کی شرح ہے۔  
(۲۰) شرح صحیح مسلم۔

از شیخ تقی الدین ابو عمرو عثمان ابن صلاح۔ اس کا ذکر سیوطی نے تقریب میں کیا ہے۔  
(۲۱) فتح المہم۔

علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کی بہترین شرح ہے جس کی صرف تین جلدیں مکمل ہو سکیں۔ غالباً یہ پانچ جلدوں میں مکمل ہوتی مگر افسوس کہ مولانا کا انتقال ہو گیا اور کتاب نا تمام رہ گئی۔ لے

### (۱۷) ابوداؤد

نام و نسب..... ابوداؤد کینیت، سلیمان نام اور والد کا اسم گرامی اشعث ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران اللادوی السجستانی۔

تحقیق سجستان..... امام ابو داؤد سجستان کی طرف منسوب ہو کر بجاتی کلاتے ہیں۔ لیکن سجستان کہاں ہے۔ اس کی تعیین میں قدرے اختلاف ہے۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ ان کی نسبت سجستان یا سجستانہ کی طرف ہے جو بصرہ کے اطراف میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب بستان الحدیث میں فرماتے ہیں کہ اس نسبت کی تحقیق میں ابن خلکان سے غلطی سرزد ہوئی ہے حالانکہ ان کو تاریخ دانی اور تصحیح انساب و نسب میں کمال حاصل ہے۔ چنانچہ شیخ تاج الدین سبکی ان کی عبادت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں۔ ”رہنا و ہم والصبواب انه منسبہ الی الاقلم المعروف المتاعم للبلاد الهند“ (یہ ان کا وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ نسبت اس اقلیم کی طرف ہے جو ہند کے پہلو میں واقع ہے۔) شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی یہ سجستان کی طرف نسبت ہے جو سندھ و ہرات کے مابین مشہور ملک ہے اور قندھار کے متصل واقع ہے۔ لیکن وہاں کے جغرافیہ میں اس نام کے شہر کا کہیں یہ نہیں چلتا۔ یا قوت حموی نے لکھا ہے کہ یہ خراسان کے اطراف میں ہے اور اس کو سبخر بھی کہتے ہیں اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ صاحب معجم علمی کہتے ہیں ”سجستان ہی مدینہ نبی جنوب خراسان“ نواب صدیق حسن خان نے ”ریاض المرآت“ میں ذکر کیا ہے کہ یہ ایک ولایت ہے جس کی حدود خراسان سے مغازہ کرمان تک ہے اور غزنین، افغانستان اور ہند سے ملتی ہے۔ اس کو سجستان بن فارس نے آباد کیا تھا۔ اس لئے سجستان ہی سے موسوم ہے اور یہ زابلستان اور نیمروز کے ساتھ بھی مشہور ہے۔ اس میں ایک نہر ہے جس کا نام ہیرمن ہے۔ قاموس میں ہے کہ یہ سجستان (یعنی سجستان) میں ہو کر گذرتی ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی اور فرخی شاعر اسی سر زمین سے ہوئے ہیں۔ علامہ سبکی ”الفاروق“ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ سجستان کو عرب سجستان کہتے ہیں۔ حدود رابعہ یہ ہیں۔ شمال میں ہرات، جنوب میں کرمان، مشرق میں سندھ اور مغرب میں کوہستان۔

سن پیدائش..... امام ابو داؤد سجستان میں ۵۲۰۲ میں پیدا ہوئے لیکن آپ نے زندگی کا بڑا حصہ بغداد میں گزارا اور وہیں اپنی سنن کی تالیف کی۔ اسی لئے ان سے روایت کرنے والوں کی اس اطراف میں کثرت ہے۔ پھر بعض وجوہ کی بناء پر ۵۲۷ میں بغداد کو خیر باد کہا اور زندگی کے آخری چار سال بصرہ میں گزارے جو اس وقت علم و فن کے لحاظ سے مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ تحصیل علم..... آپ نے جس زمانہ میں آنکھیں کھولیں اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع و بڑھ چکا تھا۔ آپ نے بلاد اسلامیہ میں عموماً مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وغیرہ میں خصوصیت کے ساتھ کثرت سے گشت کر کے ان زمانہ کے تمام مشاہیر اساتذہ و شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا۔ صاحب اکمال نے لکھا ہے کہ بغداد متعدد بار تشریف لائے۔ اساتذہ و شیوخ..... امام ابو داؤد تحصیل علم کے لئے جن اکابر و شیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا اسماء و شواربے۔ خطیب تبریزی فرماتے ہیں کہ انہوں نے بے شمار لوگوں سے حدیثیں حاصل کیں، ان کی سنن اور دیگر کتابوں کو دیکھ کر حافظ ابن حجر کے اندازے کے مطابق ان کے شیوخ کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔ آپ کے اساتذہ میں مشائخ ذری و مسلم جیسے امام امام احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ، کتیبہ بن سعید اور قعنی، ابولولید طیبی، مسلم بن ابراہیم اور یحییٰ بن یسین جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔

اصحاب و تلامذہ..... ان کے تلامذہ کا شمار بھی مشکل ہے۔ ان کے حلقہ درس میں کبھی کبھی ہزاروں کا اجتماع ہوتا تھا۔ خاصہ زہبی نے لکھا ہے کہ ان کے لئے سب سے زیادہ قابل فخر بات یہ ہے کہ امام ترمذی اور امام نسائی ان کے تلامذہ ہیں۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ خود امام احمد تو ان کے اساتذہ میں ہیں لیکن امام احمد کے بعض استادوں نے ان سے روایت کی ہے بلا۔ خود امام احمد بن حنبل نے بھی حدیث غیرہ کو ان سے روایت کیا ہے اور امام ابو داؤد اس پر فخر کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ آپ کے شاگردوں میں سے چار شخص جماعت محدثین کے سردار و پیشوا ہوئے ہیں۔ ابو بکر بن ابی داؤد (آپ کے صاحبزادے) لوؤنی، ابن الاعرابی، ابن داس۔

۱۔ شخص از ابن ماجہ اور علم حدیث، محدثین عظام، بستان الحدیث، ابن خلکان، تذکرہ الحفاظ، کشف۔

فہم حدیث میں کمال..... ابراہیم حربی نے جو اس زمانہ کے عمدہ محدثین میں سے ہیں جب سنن ابوداؤد کو، لکھا تو فرمایا کہ ”ابوداؤد کے لئے حق تعالیٰ نے علم حدیث ایسا نرم کر دیا ہے جیسے حضرت داؤد کے لئے لوہا ہوا تھا۔“ حافظ ابوظہر نے اس مضمون کو پسند کر کے اس قطعہ میں نظم کیا ہے۔

لامام اہلیہ ابی دانود

لان لہ الحدیث و علمہ بکمالہ

لسی اہل زمانہ دانود

مثل الذی لان الحدید و سبکہ

فقہی ذوق..... اصحاب صحاح ستہ کی نسبت امام داؤد پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا، چنانچہ تمام ارباب صحاح ستہ میں صرف یہی ایک بزرگ ہیں جن کو علامہ شیخ ابواسحاق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں جگہ دی ہے۔ امام مدوح کے اسی فقہی ذوق کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو صرف احادیث احکام کیلئے مختص فرمایا، فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کتاب (سنن) میں موجود ہے صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملے گا۔ چنانچہ حافظ ابو جعفر بن زبیر غرناطی متوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں اور احادیث فقہیہ کے حصر و استیعاب کے سلسلے میں ابوداؤد کو جو بات حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو نہیں۔ علامہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپ حدیث و فقہ دونوں کے سرخیل تھے۔ زہد و تقویٰ..... ابو حاتم فرماتے ہیں کہ امام موصوف حفظ حدیث، اتقان روایت، زہد و عبادت اور یقین و توکل میں یکتائے روزگار تھے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ورع و تقویٰ، عفت و عبادت کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ ان کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے کہ ان کے کرتے کی ایک آستین تنگ تھی اور ایک کشادہ جب اس کا راز دریافت کیا گیا تو بتایا کہ ایک آستین میں اپنے نوشتے رکھ لیتا ہوں اس لئے اس کو کشادہ بنا لیا ہے اور دوسری کو کشادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس میں کوئی فائدہ نہ تھا اس لئے تنگ ہی رکھا۔

ہے ذوق برابر انہیں کم اور زیادہ

جو کج قامت میں ہیں نقد پر پر شاگرد

قدر و انبی اسلاف..... امام ابوداؤد اپنے دور کے بعض تنگ نظر ارباب روایات کی طرح اہل الرائے کے مخالف نہ تھے۔ بلکہ فقہاء کرام کی مساعی جلیلہ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور بڑے اہم و احترام سے ان کا ذکر خیر کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ مغرب علامہ ابن عبد البر قرطبی سند متصل ان سے نقل ہیں کہ امام ابوداؤد کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ شافعی پر رحمت نازل فرمائے وہ امام تھے، اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے وہ امام تھے، اللہ تعالیٰ مالک پر رحمت نازل فرمائے وہ امام تھے۔ آپ کے فضل و کمال کا اعتراف..... ابوداؤد کو علم و عمل میں جو امتیازی مقام حاصل تھا اس زمانہ کے علماء و مشائخ کو بھی اس کا پورا پورا اعتراف تھا۔ چنانچہ موسیٰ بن ہارون جو ان کے معاصر تھے فرماتے ہیں کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کیلئے اور آخرت میں جنت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا امام حاکم فرماتے ہیں کہ امام داؤد بلاشک و ریب اپنے زمانہ میں محدثین کے امام تھے۔

اہل اللہ کی سچی عقیدت..... احمد بن محمد بن الیث کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری جو اس زمانہ کے اہل اللہ میں سے تھے آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا۔ امام صاحب میں ایک ضرورت سے آیا ہوں۔ اگر حسب امکان پوری کرنے کا وعدہ فرمائیں تو عرض کروں۔ آپ نے وعدہ کر لیا۔ انہوں نے کہا کہ جس مقدس زبان سے آپ رسول اللہ ﷺ کی احادیث روایت کرتے ہیں میں اس کو بوسہ دینے کی آرزو رکھتا ہوں ذرا آپ اسے باہر نکالیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی زبان مہدک باہر نکالی اور حضرت سہل نے اس کو بوسہ دیا۔

امام داؤد کا مسلک..... شاہ صاحب نے بستان اللہ میں فرمایا ہے کہ ان کے مسلک میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا

لہ حدیث اور علم حدیث اپنے کمال کے ساتھ نرم ہو گئی، ابوداؤد کے لئے جو اہل حدیث کے امام ہیں جیسے لوہا اور اس کا گلانا سہل ہو گیا تھا داؤد کیلئے جو پتے نازک کے نبی تھے۔

ہے کہ شافعی تھے۔ بعض نے ان کو حنفی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے ان کو شافعی مانا ہے اور تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ شیخ ابواسحاق شیرازی نے ان کو طبقات الفقہاء میں امام احمد بن حنبل کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب نے بھی علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے ان کو حنبلی فرمایا ہے۔ یہ بات ان کی سنن کے مطالعہ کے بعد بالکل آشکار ہو جاتی ہے کہ حنبلی مسلک ہی تھے۔ کیونکہ آپ نے اپنی سنن میں بہت سے مقامات پر دوسری ثابت و معروف روایات کے مقابلہ میں ان احادیث کو ترجیح دی ہے جن سے امام احمد کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً ترجمہ قائم کرتے ہیں ”باب کراہت استقبال القبلة عند قضاء الحاجتہ“ چونکہ امام احمد کے نزدیک قضاء حاجت کے وقت استدبار قبلہ مطلقاً جائز ہے اس لئے ترجمہ الباب میں اس کو ترک کر دیا۔ مزید برآں اس کے آگے باب الرخصۃ فی ذلک کا ترجمہ قائم کر کے استدبار قبلہ کا جواز ثابت کیا ہے۔ اسی طرح ترجمہ میں ”باب البول قائم“ اس میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ”الی سبائتہ قوم اھ“ ذکر کر کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اباحت ثابت کی ہے جو امام احمد کا مسلک ہے جمہور کے نزدیک بغیر عذر مکروہ ہے۔ اب یہاں دوسری مشہور حدیث ذکر نہیں فرمائی جس سے بیٹھ کر ہی پیشاب کرنے کی تاکید نکلتی ہے بلکہ اس کو اپنی کتاب میں دوسری جگہ ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح ترجمہ قائم کیا ہے کہ ”باب الوضوء بفضل طور المرء“ اس کے بعد ترجمہ قائم کیا ہے۔ ”باب النبی عن ذلک“ ائمہ اربعہ میں سے یہ صرف امام احمد کا مذہب ہے کہ عورت کے غسل یا وضو سے بچے ہوئے پانی کا استعمال مرد کیلئے ناجائز ہے۔

بہر کیف اس طرح کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ کا حنبلی مسلک ہونا متعین ہو جاتا ہے۔

امام ابو داؤد کے حکم دید واقعات..... امام صاحب فقہ و حدیث اور زہد و ورع کے ساتھ ساتھ اشیاء کی تحقیقات اور نوادرات کی معلومات حاصل کرنے کا بھی خاص ذوق رکھتے تھے۔ چنانچہ ”باب ماجاء فی بیہ بضاعتہ“ کے ذیل بیہ بضاعتہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ میں نے اس کو اپنی چادر سے بدست خود ناپ کر دیکھا تو اس کا عرض چھ ہاتھ نکلا۔ پھر میں نے باغ والے سے مزید تحقیق کرتے ہوئے پچھا کیا اس کنویں کا حال پہلے کی نسبت کچھ بدل گیا ہے۔ اس نے کہا نہیں جیسا تھا دیا ہی ہے۔ اس کے بعد میں نے اس کے پانی کو بغور دیکھا تو اس کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ کتاب الزکوٰۃ کے تحت ”باب صدقۃ الزرع“ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ میں نے مصر میں تیرہ باشت کی ایک گکڑی پچشم خود دیکھی ہے، نیز اونٹ پر لد اہوا ایک ترنج دیکھا جس کو کاٹ کر دو ٹکڑے کر کے دو بوجھ کر دیئے گئے تھے۔

اقامت بصرہ اور درس حدیث..... امام صاحب کی جائے پیدائش گو سیتان ہے۔ لیکن آپ کی زندگی کا اکثر حصہ بغداد میں گذر اور وہیں آپ نے اپنی سنن کی تالیف کی۔ حافظ ابو سلیمان نے بواسطہ عبداللہ بن محمد سبکی ابو بکر بن جابر خدام ابو داؤد سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں بغداد میں آپ کے ساتھ تھا۔ شام کا وقت ہوا تو ہم نے مغرب کی نماز لو اکی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی۔ دیکھا تو امیر ابو احمد الموفق تھے جو آنا چاہتے تھے۔ میں نے امام صاحب کو اطلاع کی کہ امیر صاحب اجازت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ضرور چنانچہ امیر موصوف تشریف لائے۔ امام صاحب نے دریافت کیا کہ اس وقت آپ نے کیسے تکلیف کی۔ امیر نے کہا میں باتوں کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ اگر آپ منظور فرمائیں تو مجھے قسمت۔ امام صاحب نے کہا فرمائیے۔ امیر نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ بصرہ تشریف لے آئیں تاکہ وہاں بھی تشریح علم آپ سے فیضیاب ہو سکیں۔ امام صاحب نے فرمایا، منظور ہے۔ امیر نے کہا دوسری خواہش یہ ہے کہ آپ میری اولاد کو اپنی کتاب سنن پڑھادیں، امام صاحب نے فرمایا منظور ہے۔ امیر نے کہا، تیسری گزارش یہ ہے کہ ان کیلئے درس کی کوئی مخصوص مجلس مقرر فرمادیں جس میں دیگر عام طلبہ کی شرکت نہ ہو۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ تحصیل علم کے سلسلہ میں شریف دو صبیح اور امراء فقراء سب برابر ہیں۔ قال ابن جابر فکانوا بحضرون و یسمعون مع العامتہ

وفات..... امام ابو داؤد نے ۷۳ سال کی عمر پر ۱۶ شوال ۲۷۵ھ میں انتقال فرمایا اور بصرہ میں امام سفیان ثوری کے پہلو میں مدفون ہوئے، یوم وفات روز جمعہ ہے۔

محل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو حیرا  
نور سے معمور ہو خاکِ شہستان ہو حیرا (اقبال)

تصنیفات..... امام ابو داؤد نے بہت سا علمی ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ جس کی مجمل فرست درج ذیل ہے۔ مراسل۔ الرد علی القدریہ۔ التامخ والنسوخ۔ ما تفرده۔ اہل الامصار۔ فضائل الانصار۔ مسند مالک بن انس۔ المسائل۔ معرفۃ الاوقات۔ کتاب بدء الوحی۔ سنن۔ ان میں سب سے زیادہ اہم آپ کی سنن ہے۔

سنن ابو داؤد..... پانچ لاکھ احادیث نبویہ کا وہ بہترین انتخاب اور گراہبا مجموعہ ہے۔ جو علم دین میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ علامہ خطابی اپنی مشہور کتاب معالم السنن میں فرماتے ہیں۔ ”امام ابو داؤد کی کتاب السنن بلاشبہ ایسی عمدہ کتاب ہے کہ علم دین میں ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی، یہ کتاب علماء کے تمام فرقوں اور فقہاء کے سب طبقوں میں باوجود اختلاف مذاہب کے حکم مانی جاتی ہے۔“

حافظ ابو طاہر سلفی نے اس کی مدح میں ایک عمدہ نظم لکھی ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

اولیٰ لہ کتاب لذی فقہ وذی نظر	ومن یکون من الاوزار فی وزر
ماقد تولی ابو داؤد محتسبا	تالیفہ فاق فی الاضواء کالقمر
لا یستطیع علیہ الطعن مبتدع	ولو تقطع من ظفن ومن ضجر
فلیس یوجد فی الدنیا اصح ولا	اقوی من السننہ الفراء والاطر
وکل مافیہ من قول النبی ومن	قول الصحابنہ اهل العلم والبصر
یرویہ عن ثقتہ عن مثله ثقہ	عن مثله ثقہ کالانجم الزهر
وکان فی نقر فیما احق ولا	اشک فیہ اماما عالی الحظر
یلری الصحیح من الآثار یحفظہ	ومن روی ذاک من انہی ومن ذکر
محققا صادقا فیما یجنی بہ	قد شاع فی البدء عنہ ذی الحضر
والصدق للمرء فی الدارین منقبہ	ما لوقہا ابدا فخر لمفتخر

وجہ تالیف..... علامہ ابن تیم فرماتے ہیں حفاظ حدیث کی ایک جماعت ایسی تھی جس نے اپنی پوری توجہ استنباط مسائل اور اس میں غور و فکر کرنے پر ہی صرف کر ڈالی۔ یہاں تک کہ ناقلین حدیث کی پہلی جماعت جو فتویٰ دینے سے بھی احتراز کرتی تھی ان کا مقصد صرف حضور ﷺ کی احادیث کو روایت کرنا تھا اور یہ حضرات آئمہ مجتہدین کی فقہی باریکیوں سے ناواقف تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے معتقدین میں سے بعد کے کچھ لوگوں نے آئمہ پر نقد کرنا شروع کر دیا جیسے حمید نے امام ابو حنیفہ اور احمد بن عبد اللہ عجمی نے امام شافعی پر سخت تنقید کی اور کہا کہ یہ لوگ قابل اعتماد تو ہیں لیکن انہیں حدیث سے واقفیت نہیں۔

پس امام ابو داؤد نے ضرورت محسوس کی کہ فن حدیث میں ایک نئے انداز کی کتاب کی ضرورت ہے جس میں ان احادیث کا استیعاب ہو جن سے آئمہ نے اپنے مذاہب پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی اس کتاب میں فقہاء کے مستدلات ہی کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ میری اس کتاب میں مالک، ثوری اور شافعی وغیرہ کے مذاہب کی بنیادیں موجود ہیں۔ اسی کے پیش نظر امام غزالی نے تصریح کی ہے کہ علم حدیث میں صرف یہی ایک کتاب مجتہد کیلئے کافی ہے۔

۱۔ تمام کتابوں میں سے فقیہ اور صاحب نظر اور اس شخص کیلئے جو گناہوں سے بچنا چاہتا ہے وہ کتاب ہے جس کو ابو داؤد نے طلب ثواب کیلئے تالیف کی۔ جو روشنی میں چاند کی طرح نوبت لے گی ہے۔ کوئی بدعتی اس پر طعن کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اگرچہ کینہ اور تنگ دلی (حسد) سے وہ کلڑے کلڑے ہو جائے۔



زمانہ تالیف..... متعین طور پر تو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ امام موصوف اپنی اس سنن کی تالیف سے کس سن میں فارغ ہوئے۔ تاہم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تکمیل اپنے عہد شباب ہی میں کر چکے تھے اور یہ وہ زمانہ ہے جب آپ کے شیخ امام احمد بن حنبل رندو تھے۔ جب آپ نے یہ کتاب امام مدوح کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے اس کو بہت پسند فرمایا اور اس کی تحسین کی امام احمد کا سن وفات ۲۴۱ھ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ۲۴ سال کی عمر میں اس کی تالیف سے فارغ ہو چکے تھے۔

تعداد اور آیات..... امام داؤد نے پانچ لاکھ احادیث کے مجموعہ میں سے صرف چار ہزار آٹھ سو احادیث کو منتخب کر کے اس سنن میں درج کیا ہے۔ مزید برآں چھ سو مائے سیل بھی ہیں اور جمہور کے یہاں مرسل حدیث قابل حجت ہے۔ امام ابو داؤد اور آپ کے استاد امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام شافعی اس کے خلاف ہیں تو کل تعداد ۵۴۰۰ ہوئی۔

قال الامام ابو داؤد فی رسالته الی اهل مکتہ ولعل عدد الذی فی کتابی من الاحادیث قدر اربعۃ آلاف وثمانۃ حدیث ونحو ستمانتہ حدیث من المراسیل۔ "بعض حضرات نے کل ۵۲۰۱ ذکر کی ہے۔ والا قرب الی الصواب هو الا و ل۔ عبد الغنی مقدسی کے نسخہ کے آخر میں ہے کہ امام ابو داؤد کی کتاب میں چھ ہزار احادیث ہیں جن میں سے چار ہزار اصل ہیں اور دو ہزار مکرر ہیں۔ والبصری یزید علی البغدادی ستمانت حدیثہ و نفاو سنین حدیثہ والی کلمتہ و نفا۔

ابو داؤد کی ثلاثیات..... نواب صدیق حسن خاں نے "الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ" میں اور مولانا تقی الدین صاحب نے "محدثین عظام" میں ذکر کیا ہے کہ سنن ابو داؤد میں ایک حدیث ثلاثی بھی ہے اور یہ حدیث "حدثنا مسلم بن ابراہیم ناعہد السلام بن ابی حازم ابو طلوت قال شہدت ابا بزرہ و دخل علی عبد اللہ بن زیاد فحدثنی فلان سعاہ مسلم وکان فی اسماط قال فلعاہ عبد اللہ قال ان محمد یکم هذا الحدیث" لیکن اس حدیث کا ثلاثی ہونا محل بحث ہے۔ اس واسطے کہ عبد السلام بن ابی حازم کو حضرت ابو بزرہ سے بلا واسطہ بھی روایت رکھتے ہیں لیکن یہ روایت بلا واسطہ نہیں بالواسطہ ہے۔ کیونکہ انہوں نے خود تصریح کی ہے کہ حضرت ابو بزرہ عبد اللہ کے پاس تشریف لائے لیکن میں آپ کے ساتھ عبد اللہ بن زیاد کے یہاں نہیں گیا اور نہ میں نے یہ حدیث بلا واسطہ سنی بلکہ "حدثنی فلان" مجھ سے یہ حدیث ایک فلاں شخص نے بیان کی جو اس جماعت میں موجود تھا جو عبد اللہ بن زیاد کے پاس تھی۔ اب یہ فلاں شخص کون ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ میرے شیخ مسلم بن ابراہیم نے اس کا نام ذکر کیا تھا (مگر مجھ سے یاد نہیں رہا) حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں کہ "عبد السلام بن ابی حازم حدیثی فلان عن ابی بزرہ" میں فلاں سے مراد ان کے چچا ہیں، امام احمد نے اپنے مسند میں حوض کوثر والی یہ حدیث عبد السلام بن ابی حازم کے طریق سے روایت کی ہے اور فلاں کا نام عباس جریری بتایا ہے۔ روایت یوں ہے۔

"حدثنا عبد اللہ حدیثی ابی ناعہد الصمد نا عبد السلام ابو طلوت نا العباس الجریری نا عبد اللہ بن زیاد قال لابی بزرہ هل سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ قط یعنی الحوض قال نعم لامرۃ ولا مرتین فمن کذب به فلا سقاہ اللہ منہ" معلوم ہوا کہ یہ حدیث ثلاثی نہیں بلکہ عبد السلام کے بعد عباس جریری کا واسطہ ہے۔

متنبہ..... مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری نے یہاں تین غلطیاں کی ہیں اول یہ کہ موصوف نے اس حدیث کو ثلاثی مانا ہے۔ حالانکہ یہ ثلاثی نہیں ہے۔ دوم یہ کہ موصوف نے اس کو حدیث ابن الدحداح سے تعبیر کیا ہے۔ حالانکہ اس میں کہیں ابن الدحداح نہیں ہے اس میں تو صرف یہ ہے "ان محمد یکم هذا الحدیث" کہ تمہارا محمد یہ مونا ٹھکانا ہے۔ سوم یہ کہ انہوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث کتاب الجنائز میں ہے۔ حالانکہ یہ کتاب السنہ کے تحت "باب فی الحوض" کے ذیل میں ہے نہ کہ کتاب الجنائز میں۔ فبحان ربی لا یضلل ولا ینسی۔

سنن ابو داؤد کی طویل السنہ احادیث..... محدثین کے یہاں اعلیٰ اسناد کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ کیونکہ عالی اسناد اقرب الی الصحیحہ اور قلیل الخطا ہوتی ہے۔ بایں معنی کہ اسناد کے ہر ردوی میں احتمال خطا ہوتا ہے۔ پس جس قدر ردو زیادہ ہوں گے۔

اسی قدر خطا کے احتمالات زائد ہوں گے اور جس قدر رواہ کم ہوں گے اسی قدر احتمالات خطا بھی کم ہوں گے۔ اسی لئے محدثین کے ہاں ثنائی اور ثلاثی روایت کو اعلیٰ و ارفع سمجھا جاتا ہے اور جتنے وسائل زائد ہوں اتنا ہی اس کا اور جہ علاوہ اس کے اعتبار سے گر جاتا ہے، سنن ابوداؤد میں میری نظر سے ایک ثنائی حدیث گذری ہے جو ”تفریح استفتاح الصلوٰۃ“ کے تحت ایک خالی ترجمہ باب کے ذیل میں بایں سند مروی ہے۔ حدثنا الحسن بن علی ناسلیمان بن داود الهاشمی ناعبدالرحمن بن ابی الزنا وعن موسیٰ بن عقبہ عن عبداللہ بن الفضل بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب عن عبدالرحمن الاعرج عن عبداللہ بن ابی رافع عن علی ابن ابی طالب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه کان اذا قام الی الصلوٰۃ المکتابتہ دوسری ثنائی حدیث باب الاربع قبل الظهر وبعده“ کے ذیل میں بایں سند مروی ہے۔ حدثنا ابن المثنیٰ نامحمد بن جعفر ناشعبت قال سمعت عیبة یحدث عن ابراہیم عن ابن منجاب عن قرئع عن ابی ایوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربع قبل الظهر لیس فیہن تسلیم تفتح لہن ابواب السماء۔ تیسری ثنائی حدیث ”باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات۔“ کے ذیل میں بایں سند مروی ہے۔ ”حدثنا محمد بن یحییٰ بن فارس الذہلی و عمر بن الخطاب قال محمد حدثنی ابو الاصبغ الجزری عبدالعزیز بن یحییٰ انا محمد بن سلمت عن ابی عبدالرحیم خالد بن ابی یزید عن زید بن ابی انیستمن یزید بن ابی حنیب عن مرثد بن عبداللہ بن عقبہ بن عمار ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔“ چوتھی ثنائی حدیث ”باب فی الطلاق علی غلط“ کے ذیل میں ہے۔ ممکن ہے ان کے علاوہ اور بھی ثنائی احادیث یا اس سے اور طویل السند حدیث ہو ہماری نظر سے پوری کتاب بالاستیعاب نہیں گذری؛ لعل اللہ یوفیٰ۔

سنن میں امام ابوداؤد کا طرز تخریج احادیث..... (۱) علامہ خطابی اپنی مشہور کتاب معالم السنن میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد کی عادت یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں احادیث متعارض ہوں تو آپ ایک باب میں احادیث کی تخریج کے بعد دوسرے باب میں اس کے معارض احادیث کو لاتے ہیں۔ لیکن ”باب الامام یصلیٰ من قعود“ کے ذیل میں حضرت انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، ابوہریرہ اور حضرت عائشہ ؓ سے جو احادیث روایت کی ہیں وہ سب اوائل کی ہیں اور جمہور علماء کے نزدیک منسوخ ہیں۔ آپ کے مرض الموت سے متعلق حضرت عائشہ ؓ کی حدیث جس میں یہ ہے کہ ”آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔“ یہ حدیث ابوداؤد کے کسی نسخہ میں نہیں ملتی۔ فلت ادری کیف اغفل ذکر هذه القصة وھی سن امہات السنن۔

(۲) امام ابوداؤد کبھی تو ایک سلسلہ سند میں مختلف اسانید کو بیان کر دیتے ہیں اور کبھی ایک ہی متن میں مختلف متون کو اکٹھا کرنے کے بعد ہر حدیث کے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ”باب کیف بستک“ کے ذیل میں شیخ مسدو اور سلیمان بن داؤد عشق دونوں جماد بن زید سے راوی ہیں لیکن ان کے الفاظ میں اختلاف ہے۔ اس لئے آپ نے ”قال مسدد“ اور ”قال سلیمان“ کہہ کر ہر ایک کی حدیث کے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ بیان کر دیا تاکہ الفاظ کا اختلاف ظاہر ہو جائے۔

(۳) بقول حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی جب کسی راوی کے الفاظ میں کوئی زیادتی یا کمی یا تغیر ہو یا راوی کا کوئی وصف بیان کرنا ہو تو اس کو دوسری روایت سے علیحدہ کر کے بطور جملہ معترضہ اثناء سند یا اثناء متن یا آخر سند میں بیان کرتے ہیں۔ جیسے ”باب کراہتہ استقبال القبلتہ عند قضاء الحاجتہ“ کے تحت آخر حدیث میں ابو یزید کے متعلق فرماتے ہیں ابو یزید ہو مولیٰ بنی ثعلبیتہ۔

(۴) جب ایک راوی پر دو سندیں جمع ہوں اور ایک حدیث کے ساتھ اور دوسرے نے عنہ سے روایت کیا ہو تو پہلے حدیث اولیٰ روایت کو ذکر کرتے ہیں اس کے بعد عنہ کو جیسے ”باب مقدر الرکوع والسجود“ کے ذیل میں حضرت انس کی روایت کو صاحب کتاب نے احمد بن صالح اور محمد بن رافع نیشاپوری سے روایت کیا ہے اور شیخ محمد بن رافع کی روایت میں حضرت سعید

بن جبر اور حضرت انس سے سماع کی تصریح ہے۔ اس لئے موصوف نے اس کو مقدم ذکر کر کے آخر میں کہا ہے۔ ”وہذا لفظ ابن دافع قال احمد عن سعید بن جبیر عن انس بن مالك۔“

(۵) جب آپ کسی باب میں دو یا تین حدیثیں لاتے ہیں تو ان کا مقصد کسی خاص چیز کو بیان کرنا ہوتا ہے جو پہلی روایت میں واضح نہیں ہوتی یا کسی روایت میں مزید کلام کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے متعدد احادیث لاتے ہیں ورنہ اختصار ہی سے کام لیتے ہیں، امام داؤد نے اہل مکہ کے نام جو خط لکھا تھا اس میں اس کی تصریح موجود ہے جیٹ قال۔

”واذا اعدت الحديث في الباب من وجهين وثلاثه فانما هو من زيادة الحديث فيه ربما فيه كلمته زائدة“

علی الاحادیث۔

(۶) کبھی آپ ایک ترجمہ کے تحت مختلف روایات کو جمع کر دیتے ہیں جیسے ”باب كراهته استقبال القبلة عند قضاء الحاجة“ میں استدبار عند الحاجة کی روایات بھی لائے ہیں۔

(۷) کبھی طویل حدیث کو ایک باب کے تحت مختصر طور پر بیان کرتے ہیں کیونکہ ترجمہ الباب حدیث کے اسی نکتے سے مناسبت رکھتا ہے جیسے ”باب النهی عن التلقين“ کے بعد ”باب الرخصة في ذلك“ کے ذیل میں سل نیشاپوری کی حدیث کو مختصر کر لیا ہے اور کتاب الجہاد میں ”باب فضل العرس في سبيل الله“ کے تحت مطولاً ذکر کیا ہے۔

(۸) کبھی ترجمہ باب اس طور پر قائم کرتے ہیں کہ خود ترجمہ کے الفاظ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ احادیث سے ثابت شدہ حکم کے اندر یہ چیزیں بھی داخل ہیں جیسے ”باب المواضع التي نهى عن البول فيها“ کے تحت حدیث میں کہیں بول کا تذکرہ نہیں ہے۔ صرف براز کا ذکر ہے لیکن چونکہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اس لئے ترجمہ کے الفاظ سے اشارہ کر دیا کہ علت ممانعت دونوں میں ایک ہے اور حکم براز میں بول بھی داخل ہے۔

(۹) کبھی موصوف طویل حدیث کو صرف اس لئے مختصر طور پر بیان کرتے ہیں کہ اگر پوری حدیث ذکر کی جائے تو بعض سننے والے اس کی فقہت کو سمجھ نہ سکیں گے۔ موصوف نے اپنے رسالہ میں اس کی بھی تصریح کی ہے۔ فرماتے ہیں

”وربما اختصرت الحديث الطويل لاني لو كتبت بطوله لم يعلم بعض من سمعه ولا يفهم موضع الفقه منه فاخصرته لذلك۔“

روایت حدیث میں غایت احتیاط..... امام داؤد روایت حدیث میں بہت محتاط ہیں جس کی شہادت موصوف کی سنن میں جا بجا موجود ہے۔ مثال کے طور پر ”باب الاما يصلى من قعود“ کے ذیل میں سلیمان بن حرب والی روایت سے اس کا

بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے جس کے متعلق موصوف نے تصریح کی ہے کہ میں نے یہ پوری حدیث شیخ سلیمان بن حرب کی زبانی سنی ہے۔ بجز جملہ ”اللهم ربنا لك الحمد“ کے کہ اس کی خبر مجھے شیخ کے بعض اصحاب نے دی ہے یا یہ کہ شیخ نے یہ حدیث

بیان کی تو میں موصوف سے اس لفظ کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکا بلکہ سماع حدیث میں جو رفقاء میرے ساتھ تھے انہوں نے مجھے سمجھایا ”وہذا بدل علی کمال الاحتیاط والاتیقان علی اداء لفظ الحديث، باب الرجل يخطب علی قوس غميدیل میں

سعید بن منصور کی روایت کے آخر میں اس کی تصریح ہے۔ ”قال ابو علی سمعت ابا داود قال ثبتني في شئ من بعض اصحابي“ اور ”باب في صلوة الليل“ کے تحت حدیث محمد بن بشار نا ابو عاصم ناز ہیر بن محمد عن شریک بن عبد اللہ کے آخر

میں ہے۔ ”قال ابو داود خفي علی من ابن بشار بعضه“

صحیح کے لحاظ سے صحاح ستہ میں سنن ابو داؤد کا مقام..... یہ بات تو متفق علیہ ہے کہ صحت کے لحاظ سے صحیحین (بخاری و مسلم) کو سنن اربعہ پر فضیلت حاصل ہے لیکن اس کے بعد کی ترتیب میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے

نسائی شریف کو تیسرا درجہ دیا ہے اور بعض نے جامع ترمذی کو، شاہ عبدالعزیز صاحب نے جہاں کتب حدیث کے طبقات بیان کئے ہیں وہاں سنن ابو داؤد کو دوسرے طبقے میں شمار کیا ہے لیکن صاحب مفتح السعادة نے لکھا ہے کہ سب ہی لوں چادر چہ بخاری

شریف کا ہے۔ اس کے بعد صحیح مسلم کا، پھر سنن ابوداؤد کالوری ترتیب مناسب ہے کیونکہ امام مسلم نے اپنی کتاب میں رجال کے تین طبقے قائم کئے ہیں جس کے متعلق امام حاکم اور حافظ بیہقی نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں صرف پہلے ہی طبقہ کی روایات کو جگہ دی ہے۔ لیکن قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ انہوں نے طبقہ ثانیہ کی روایات کو بھی اپنی کتاب میں درج کیا ہے، علامہ نووی نے ان کے قول کی تحسین کی ہے، حضرت گنگوہی نے اپنی تقریر مسلم میں فرمایا ہے کہ بعض جگہ انہوں نے طبقہ ثالثہ کی روایت کو بھی ہمنوا و استشہاد بیان کیا ہے۔ ہر کیف مسلم شریف میں طبقہ اولیٰ و طبقہ ثانیہ کی روایات موجود ہیں اس پر ابن سید الناس نے لکھا ہے کہ امام داؤد نے بھی ضعیف اور ناقابل اعتبار روایات سے گریز کیا ہے اور جہاں کہیں ضعیف شدید ہے اس کی وجہ بیان کر دی ہے۔ نیز قسم اول و ثانی کی روایات بکثرت اپنی کتاب میں لائے ہیں معلوم ہوا کہ دونوں کے شرائط ایک ہیں۔ یعنی مسلم شریف میں صحیح اور حسن دونوں طرح کی روایات ہیں، لیکن امام زین العراقی نے اس کو تسلیم نہیں کیا کہ دونوں کے شرائط ایک ہیں کیونکہ امام مسلم نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام کیا ہے ان کی کتاب کو کسی حدیث کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ان کے نزدیک حسن ہے اس لئے کہ حدیث حسن کا درجہ صحیح سے کمتر ہے اور امام داؤد کا مشہور قول ہے کہ "ما سکت عنہ فوصالح" جس حدیث سے میں سکوت اختیار کروں وہ قابل استدلال ہے اس میں حسن و صحیح دونوں کا احتمال ہے۔ امام ابوداؤد سے یہ کہیں منقول نہیں کہ جس کو میں صالح کہوں وہ صحیح ہی ہے، علاوہ انہیں امام زہری کے حوالہ کے پانچ طبقات ہیں۔ امام مسلم نے طبقہ ثانیہ کی روایات کو اصالتہ ذکر کیا ہے اور طبقہ ثالثہ کی روایات کو ضمناً اور امام ابوداؤد طبقہ ثالثہ کی روایات کو بھی اصالتہ لائے ہیں ان وجوہ کی بناء پر سنن ابی داؤد کا مقام صحیح نام کے بعد ہی رکھا جائے گا۔

ناقلین و رواۃ اور سنن ابوداؤد کے نسخے..... سنن ابوداؤد کے قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں تقدیم و تاخیر اور کمی بیشی کے لحاظ سے بہت زیادہ فرق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام داؤد سے اس کتاب کو متعدد حضرات نے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن جعفر بن الزبیر نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے کہ امام ابوداؤد سے ان کی کتاب السنن ہم تک چار حضرات کی متصل اسناد سے پہنچی ہے اور انہی کے نسخے زیادہ مشہور ہیں۔

(۱) حافظ ابو بکر محمد بن بکر بن محمد بن عبد الرزاق التمار البصری متوفی ۳۴۵ھ جو ابن داسہ لے سے مشہور ہیں۔ ان کی روایت اور روایتوں کی نسبت بہت مکمل اور جامع ہے اور بلاد مغرب میں زیادہ رائج ہے، حافظ ابو بکر جصاص حنفی صاحب "احکام القرآن" سنن ابوداؤد کو ان ہی سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی روایت میں کتاب الادب سے از باب ما یقول لذا صح تا باب الرجل یتقی الی غیر موالیہ، ساقط ہے۔ ان سے شیخ ابو سلیمان خطابی نے بصرہ میں ۳۴۵ھ میں سنن ابوداؤد سنی ہے، ان کے علاوہ ابو محمد عبداللہ بن عبدالمومن قرطبی (من قدام شیوخ ابن عبدالبر) ابو علی حسن بن محمد ردذباری، ابو عمر احمد بن سعید بن حزم، ابو حفص عمر بن عبدالملک ثولانی اور ابو علی حسن بن داؤد سمرقندی وغیرہ نے علم حاصل کیا ہے۔ وروی عنہ بالا جازة ابو نعیم الاصبہانی۔

(۲) ابو علی محمد بن احمد بن عمرو لولوی بصری متوفی ۳۲۱ھ ان کا نسخہ ہند عرب اور بلاد مشرق میں زیادہ مشہور ہے اور مصر و ہندوستان میں جو نسخے مطبوعہ ہیں وہ انہی کی روایت سے ہیں ان کے نسخے کو اس حیثیت سے بھی ترجیح حاصل ہے کہ انہوں نے کتاب السنن کا سماع محرم ۲۷۵ھ میں کیا ہے جب کہ امام ابوداؤد نے اس کا آخری الملاء کر لیا تھا کیونکہ اسی سال بروز جمعہ ۱۶ شوال کو امام مدوح نے سفر آخرت اختیار کیا ہے، ابن داسہ اور لولوی کے نسخوں میں ترتیب کے اعتبار سے تقدیم و تاخیر بھی ہے اور تعداد احادیث کے لحاظ سے کمی بیشی بھی ہے۔ نیز امام ابوداؤد نے احادیث پر جو کلام کیا ہے وہ بھی بعض نسخوں میں کم ہے اور بعض میں زائد، پھر بھی یہ نسخے قریب قریب ہیں کچھ زیادہ تفاوت نہیں ہے، ان سے ابو عمر قاسم

بن جعفر بن عبد الواحد ہاشمی اور عبد اللہ الحسین بن بکر بن محمد الوراق معروف بہ اس وغیرہ نے علم حاصل کیا ہے۔  
(۳) حافظ ابو عیسیٰ اسحاق بن موسیٰ بن سعید الرطبی متوفی ۳۲۰ھ یہ امام ابو داؤد کے دراق اور کاتب تھے۔ ان کا نسخہ ابن داس کے نسخے کے قریب قریب ہے لیکن کچھ زیادہ راجح نہیں ہے، ان سے حافظ ابو عمر احمد بن و خیم بن حبل نے ۳۱۷ھ میں سماع کیا ہے۔

(۴) حافظ ابو سعید احمد محمد بن زیاد بن بشر معروف بابن الاعرابی متوفی ۳۴۰ھ ان کا نسخہ نہایت صغیر ہے۔ چنانچہ اس میں کتاب الفتن، کتاب الملاحم، کتاب الحروف، کتاب الخاتم اور قریب نصف کتاب اللباس اور بہت سی احادیث متعلقہ و ضوع و صلوة اور نکاح ندارد ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے "المجموع" میں اور ابن طولون نے "المعجم الاوسط" میں ذکر کیا ہے۔ ان سے ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن محمد بن غالب التمار، ابو عمر احمد بن سعید بن حزم اور ابو حفص عمر بن عبد الملک خولانی وغیرہ راوی ہیں اور ان سے علامہ خطابی نے مکہ مکرمہ میں سنن ابو داؤد سنی ہے۔ ان چار کے علاوہ کچھ اور حضرات کے نسخے بھی مروی ہیں۔ جیسے

(۵) ابو الطیب احمد بن ابراہیم بن عبد الرحمن اشاشی

(۶) ابو عمر و احمد بن علی بن الحسن بصری

(۷) ابو الحسن علی بن الحسن بن عبد انصاری۔ ان کے نسخے میں بعض ایسے امور زائد ہیں جو نقد احادیث کے سلسلہ میں بہت زیادہ نافع ہیں۔ عبد الغنی مقدسی کے نسخے کے آخر میں ہے کہ انہوں نے امام ابو داؤد سے انکی سنن چھ بار سنی ہے۔

(۸) ابو اسامہ بن عبد الملک بن یزید الرواس

(۹) ابو سالم محمد بن سعید الجلودی۔

سنن ابی داؤد کی مقبولیت..... امام موصوف کے شاگرد حافظ محمد بن مخلد دوری متوفی ۳۳۱ھ کا بیان ہے کہ آپ نے کتاب السنن تصنیف کی اور اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا تو محمد شہین کے لئے ان کی کتاب قرآن کی طرح قابل اتباع بن گئی۔ یحییٰ بن زکریا بن یحییٰ کہتے ہیں کہ اسل اسلام کتاب اللہ ہے اور فرمان اسلام سنن ابی داؤد غلام ابن حزم کا بیان ہے کہ ایک بار حافظ سعید بن سکن صاحب الصحیح متوفی ۳۵۳ھ کی خدمت میں اصحاب حدیث کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور انہوں نے کہا ہمارے سامنے حدیث کی بہت سی کتابیں آگئی ہیں اگر شیخ اس سلسلہ میں کچھ ایسی کتابوں کی طرف ہم لوگوں کی رہنمائی کریں کہ جن پر ہم اکتفا کر سکیں تو بہتر ہے حافظ ابن السکن نے یہ سن کر کچھ جواب نہیں دیا بلکہ اٹھ کر سیدھے اندر گھر میں تشریف لے گئے اور کتابوں کے چار بستے لاکر اوپر تلے رکھ دیئے پھر فرمانے لگے یہ اسلام کی بنیادیں ہیں کتاب سلم، کتاب بخاری، کتاب ابی داؤد کتاب نسائی۔

بشارت اور شبلی تائید..... حافظ ابو ظاہر نے حافظ حسن بن محمد بن ابراہیم ازدی سے روایت کی ہے کہ حسن بن محمد نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص سنت سے تمسک کرنا چاہے اس کو سنن ابو داؤد پڑھنا چاہیے۔

سنن ابو داؤد پر ابن جوزی کی تنقید..... علامہ جوزی نے جامع ترمذی کی تیس، سنن نسائی کی دس اور سنن ابو داؤد کی نو احادیث کو موضوع قرار دیا ہے لیکن اول تو ابن جوزی نقد روایات میں تشدد دمانے گئے ہیں چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب، الموضوعات، میں بہت سی ایسی حدیثوں کو موزوں کہہ دیا ہے جن کے موزوں ہونے پر کوئی دلیل نہیں بلکہ وہ صرف ضعیف ہیں، حافظ ذہبی نے بھی اپنا یہی نظریہ ظاہر کیا ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ نقد روایات میں ابن جوزی کے تشدد اور حاکم کے تساہل نے ان کی کتابوں سے انتفاع کو مشکل بنا دیا ہے پس ان دونوں سے نقل کے وقت ناقل کیلئے

احیاط ضروری ہے دوسرے یہ کہ علامہ سیوطی نے چار روایت کا جواب، القول الحسن فی الذب عن السنن، میں اور باقی کا جواب التہذیبات علی الموضوعات، میں دے دیا ہے اس لئے ابن جوزی کا ہر حدیث کے متعلق وضع کا فیصلہ صحیح نہیں۔  
سنن ابی داؤد کے حواشی و شروح..... علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے صحیحین پر تو بہت کچھ لکھا ہے اور منظوم و مختصر اور متوسط ہر قسم کی شروح لکھی ہیں لیکن سنن ابی داؤد کے ساتھ صحیحین جیسا اعتناء نہیں کیا تاہم علماء نے اس کی متعدد شرحیں اور حواشی لکھے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔  
(۱) معالم السنن۔

از ابو سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب الخطابی البستی متوفی ۳۸۸ھ، یہ سب سے عمدہ، نہایت معتبر، بہت نافع اور قدیم شرح ہے۔  
(۲) مرقاۃ الصعود

از علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نہایت لطیف شرح ہے جس کی تلخیص  
(۳) درجات مرقاۃ الصعود کے نام سے علامہ مفتی نے کی ہے۔

(۴) التہذیب۔ از حافظ زکی الدین ابو محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ المنذری البصری متوفی ۶۵۶ھ  
(۵) تہذیب السنن۔

از حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب بن القیم الجوزی الحنبلی متوفی ۷۵۱ھ مختصر مگر تحقیقات لائقہ سے بھرا  
ہو احاشیہ ہے۔  
(۶) البحالہ۔

از حافظ شہاب الدین ابو حمود احمد بن محمد بن ابراہیم المقدسی متوفی ۷۶۹ھ علامہ خطابی کی شرح معالم السنن کی  
تلخیص ہے۔

(۷) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملتن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ

(۸) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ ابو زرعد ولی الدین احمد بن عبدالرحیم عراقی متوفی ۸۲۶ھ

(۹) شرح سنن ابی داؤد۔

از حافظ علاء الدین بن شیخ مغلطائی متوفی ۷۶۲ھ مگر یہ دونوں شرحیں کامل نہیں ہوئیں۔ علامہ جلال الدین  
سیوطی نے شرح عراقی کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی شروع کتاب سے جمود سوتک سات جلدیں ہیں اور ایک جلد میں  
صیام، حج اور جہاد ہے۔ اگر یہ پوری ہو جاتی تو چالیس جلدوں سے زائد میں ہوتی۔

(۱۰) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ شہاب الدین احمد بن حسین الرطبی المقدسی الشافعی متوفی ۸۳۳ھ

(۱۱) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ قطب الدین ابو بکر بن احمد بن دینار البیہقی الشافعی متوفی ۶۵۲ھ۔ یہ چار ضخیم جلدوں میں ہے۔

(۱۲) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ شہاب بن سلمان، صاحب غایۃ المقصود نے لکھا ہے کہ ہمارے شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی نے بلاد

عرب میں ان کی شرح آٹھ ضخیم جلدوں میں دیکھی ہے۔

(۱۳) شرح سنن ابی داؤد۔

از علامہ بدر الدین محمود بن احمد العینی الحنفی متوفی ۸۵۵ھ۔

(۱۴) شرح سنن ابی داؤد۔ از شیخ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۷ھ یہ ناتمام ہے۔

(۱۵) غایۃ المصنوع۔

از شیخ شمس الحق ابو الطیب عظیم آبادی، غالباً اس کا صرف جزو اول ہی طبع ہو سکا ہے۔

(۱۶) عون المعبود۔

از شیخ محمد اشرف، یہ غایۃ المصنوع کی تلخیص ہے اور چار جلدوں میں ہے، لیکن آخر کتاب کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود شیخ شمس الحق ہی نے اپنی شرح کی تلخیص کی ہے۔

(۱۷) فتح الودود۔

از علامہ ابوالحسن عبدالہادی سندھی متوفی ۱۱۳۹ھ۔ وهو شرح لطیف بالقول

(۱۸) التعلیق المحمود۔

مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی کا نہایت عمدہ اور مشہور حاشیہ ہے۔

(۱۹) بذل الجہود۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی بہترین شرح ہے جو اہل علم میں مشہور و معروف ہے۔

(۲۰) المنہل الورود۔

یہ جدید شرح حجاز سے آئی ہے جو مختصر اور مفید ہے۔

(۲۱) انوار المحمود۔

حضرت شاہ صاحب کے افادات کا مجموعہ ہے۔

(۲۲) الہدی المحمود ترجمہ سنن ابی داؤد

از مولوی وحید الزماں بن مسیح الزماں لکھنوی۔

(۲۳) فلاح و بہود شرح اردو قال ابوداؤد۔

ناوم تحریر کی تالیف ہے جس کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ باقی زیر تالیف ہے۔ اس میں قال ابوداؤد کا بہترین حل ہے اور اقوال سے متعلقہ ابواب کی مفصل تشریح۔

## (۱۸) امام ابن ماجہ

نام و نسب..... محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، الربیع القرظی بنی نسبت، ابن ماجہ عرف لور والد کا نام یزید ہے۔ عام کتابوں میں داؤد کا نام مذکور نہیں، لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے بستان الحدیث میں داؤد کا نام عبد اللہ لکھا ہے۔ اب شجرہ نسب یوں ہے ابو عبد اللہ بن یزید بن عبد اللہ ابن ماجہ الربعی القرظی بنی۔

تحقیق ماجہ..... ماجہ کے بارے میں سخت اختلاف ہے۔ بعض اس کو داؤد کا نام سمجھتے ہیں جو صحیح نہیں۔ بعض کا قول ہے کہ یہ آپ کی والد ماجدہ کا نام ہے۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی نے بعض علماء سے اس قول کی تصحیح بھی نقل کی ہے۔ چنانچہ تاج العروس شرح قاموس میں لکھتے ہیں کہ اس بارے میں ایک اور قول بھی ہے لور اس کی بھی علماء نے تصحیح کی ہے کہ ماجہ آپ کی والدہ کا نام تھا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی بستان الحدیث میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

”اور صحیح یہی ہے کہ ماجہ، تخفیف مہم آپ کی والدہ تھیں۔ لہذا ابن میں الف لکھنا چاہیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابن ماجہ محمد کی صفت ہے نہ کہ عبد اللہ کی۔ نواب صدیق حسن خان نے بھی الخطہ بذکر صحاح ستہ اور اتحاف النبلاء المتعین باحیاء ماثر الفقہاء والحدیثین میں بعینہ یہی نقل کر دیا ہے۔ مگر خود شاہ صاحب موصوف کے عقائد نافعہ میں ہے کہ ماجہ ابو عبد اللہ کے والد کا لقب ہے دادا کا نہیں اور ماں کا نام بھی نہیں ہے۔“

شاہ صاحب نے عقائد نافعہ میں جو لکھا ہے اکثر علماء کی تصریحات اسی کے مطابق ہیں۔ پھر اس بحث کے طے کرنے کا حق سب سے زیادہ مورخین قزوین کو ہے کہ اہل البیت اور ی بمافیہ (گھر کی بات گھر والے ہی خوب جانتے ہیں) اور ان حضرات کے بیانات حسب ذیل ہیں۔

محدث رافعی تاریخ قزوین میں امام ماجہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ ”ان کا نام محمد بن یزید ہے اور ماجہ یزید کا لقب ہے۔ جس پر تشدید نہیں ہے۔ یہ فارسی نام ہے اور کبھی ان کا شجرہ نسب یوں بھی بیان کر دیا جاتا ہے محمد بن یزید بن ماجہ، لیکن پہلی بات زیادہ ثابت ہے۔“

حافظ ابن کثیر نے ”البدایۃ والنہایۃ“ میں حافظ غلیلی کے حوالہ سے جو قزوین کے مشہور مورخ ہیں نقل کیا ہے کہ ماجہ یزید کا عرف تھا سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بارے میں خود امام ابن ماجہ کے مشہور ترین شاگرد حافظ ابوالحسن بن القحطان کا بیان موجود ہے جس میں وہ نہایت جزم کے ساتھ تصریح کرتے ہیں کہ ماجہ آپ کے والد کا لقب تھا دادا کا نہیں۔ امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے القاموس المہیڈ میں اور ابوالحسن سندھی نے شرح ابن ماجہ میں صاف تصریح کی ہے کہ ”ماجدہ آپ کے والد ماجد کا لقب تھا دادا کا نہیں۔“

ماجدہ حسب تصریح رافعی فارسی نام ہے جو غالباً ماہ یا ماچہ کا معرب ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ عجمی نژاد ہیں عربی النسل نہیں۔ پس رہی جو آپ کی نسبت ہے یہ نسلی نہیں بلکہ نسبت دلاء ہے جیسا کہ ابن خلکان نے تصریح کی ہے۔ تحقیق قزوین..... قزوین عراق عجم کا مشہور شہر ہے۔ جس کو امام ابن ماجہ کے وطن عزیز ہونے کا فخر حاصل ہے یہ ایران کے صوبہ آذربائیجان میں واقع ہے۔ علامہ یاقوت حموی معجم البلدان میں جو عربی زبان میں قدیم جغرافیہ پر مشہور ترین کتاب ہے رقمطراز ہیں۔

”قزوین میں قاف پر زبر، زاپر سکون، واؤ پر زبر اور یاء ساکن ہے، یہ مشہور شہر ہے اس کے دورے کے درمیان ۲۷ فرسخ کی مسافت ہے اور ابھر اس کے بارہ فرسخ پر ہے۔ یہ شہر اقلیم چہارم میں چھتر درجہ طول بلد اور ۳۷ درجہ عرض بلد پر واقع ہے۔ ابن القتیبہ کا بیان ہے کہ سب سے پہلے جس نے اس شہر کی بنیاد ڈالی وہ شاہپور ذوالاکتاف تھا۔ قزوین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوا ہے۔ آپ نے ۲۴ھ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو رے کا والی مقرر کیا تھا۔ انہوں نے اسی سنہ میں پہلے ابھر کو فتح کیا۔ پھر قزوین پر آکر اپنی فوجیں ڈال دیں۔ اہل شہر نے صلح کی درخواست کی۔ آپ نے اہالی ابھر سے جن شرائط پر صلح کی تھی وہی شرطیں ان کے سامنے رکھیں۔ قزوین والوں نے سب شرطیں تو منظور کر لیں مگر جزیہ دینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ لیکن جب حضرت براء رضی اللہ عنہ نے صاف کہہ دیا کہ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا تو سب نے اسلام قبول کر لیا۔ جس کی بدولت ان کی سابقہ حالت برقرار رہی اور قزوین کی سب اراضی عشری قرار پائیں۔ صاحب حبیب السیر نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں شہر قزوین میں ایک شخص نے ایک خربوزہ چاک کیا تو اس میں ایسی روشنی نمودار ہوئی کہ پورا مکان روشن ہو گیا اور تین روز تک برابر روشن رہا۔ لوگ جو قزوین تماشائے کھینے کیلئے آتے رہے۔“

فن حدیث میں قزوین کی شہرت کا آغاز تیسری صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ اس صدی میں جو مشہور محدث



یہاں کے باشندے یا زویل تھے ان میں محمد بن سعید بن سابق ابو عبد اللہ رازی متوفی ۲۱۰ھ حافظ علی بن محمد ابو الحسن طنائسی متوفی ۲۳۳ھ حافظ عمرو بن رافع ابو جگر بجلی متوفی ۲۳۳ھ، اسماعیل بن توبہ ابو سلیمان قزوینی حنفی متوفی ۲۴۳ھ اور امام ابن ماجہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں بعد میں یہاں کی خاک سے بڑے بڑے محدثین اور فقہاء پیدا ہوئے جن کے ذکر سے تواریخ قزوین مالا مال ہیں۔

ولادت باسعادت ..... امام ابن ماجہ کی ولادت جیسا کہ خود ان کی زبانی ان کے شاگرد جعفر بن اور لیس نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے ۲۰۹ھ میں واقع ہوئی جو ۸۲۴ عیسوی کے مطابق ہے۔

عہد طالب علمی ..... امام ابن ماجہ کے بچپن کا زمانہ علوم و فنون کیلئے باغ و بہار کا زمانہ تھا۔ اس وقت بنو عباس کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا اور دو دمان عباسی کا گل سرسید مامون عباسی سر پر آرائے خلافت بغداد تھا اور قزوین میں بڑے بڑے علماء مثلاً ابو الحسن علی بن محمد طنائسی متوفی ۲۳۳ھ، ابو جگر عمرو بن رافع بجلی متوفی ۲۳۳ھ، ابو سلیمان (ابو سئل) اسماعیل بن توبہ قزوینی متوفی ۲۴۳ھ، ابو موسی ہارون بن موسی بن حبان نسیمی متوفی ۲۴۸ھ اور ابو بکر محمد بن ابی خالد یزید قزوینی وغیرہ مستدرس واقفاء پر جلوہ افروز تھے۔ امام ابن ماجہ نے پہلے ان سے حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ فراہم کیا۔ اس کے بعد تکمیل فن کیلئے بلاد اسلامیہ کی طرف رحلت کی تاکہ ایک حافظ حدیث کیلئے طرق و اسانید کا جتنا سرمایہ درکار ہے وہ فراہم ہو جائے۔

طلب حدیث کیلئے رحلت ..... امام ابن ماجہ اکیس بائیس سال کی عمر تک وطن عزیز ہی میں تحصیل علم میں مصروف رہے۔ جب یہاں سے فارغ ہوئے تو دوسرے ممالک کا سفر اختیار کیا۔ آپ کی رحلت حلیہ کی صحیح تاریخ تو معلوم نہ ہو سکی مگر علامہ صفی الدین خزرجمی نے خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال میں اسماعیل بن عبد اللہ بن زرارہ ابو الحسن رقی کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ ابن ماجہ نے ۲۳۰ھ کے بعد سفر کیا ہے اس سے اتنا معلوم: وہاں کہ غالباً عمر مزین کے تیسویں سال آپ نے راقہ طلب میں وطن مالوف سے قدم باہر نکالا ہے اور حسب تصریح مورخین مختلف ممالک خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام اور مختلف شہروں رے، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ اور دمشق وغیرہ کی خاک چھانی ہے، چنانچہ حافظ ابو یعلیٰ خلیلی لکھتے ہیں کہ ابن ماجہ نے کوفہ، بصرہ، مصر اور شام کا سفر کیا۔ حافظ ابن جوزی رقمطراز ہیں کہ مکہ، بصرہ، کوفہ، بغداد، شام، مصر اور رے کا سفر کیا۔ مورخ شمس الدین بن خلکان فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے لکھنے کیلئے عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، شام، مصر اور رے کا سفر کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں کہ خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام اور دیگر بلاد میں سماع حدیث کیا۔ شیوخ و اساتذہ ..... حافظ ابن حجر کے الفاظ ”وغیر ہامن البلاد“ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فہرست انہی ناموں تک محدود نہیں بلکہ امام ابن ماجہ کے حدود سفر میں ان کے علاوہ اور شہر بھی داخل ہیں۔ چند اساتذہ کرام کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

ابو مصعب احمد بن ابی بکر زہری، ابو اسحاق ابراہیم بن المنذر خزاعی، بکر بن عبد الوہاب خواہر زادہ واقفی، ابو محمد حسن بن علی الخلیل حلوانی، ابو عبد الرحمن سلمہ بن شیبہ نیشاپوری، محمد بن سحبی عدنی، حسین بن حسن سلمی، محمد بن میمون الخلیط، محمد بن سلمہ عدنی، یزید بن عبد اللہ یمامی، عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، عبد اللہ الاشج، محمد بن عبد اللہ ہمدانی، ابو کریب محمد بن العلاء، ہناد بن السری، ولید بن شجاع سکونی، اسماعیل بن موسی فزاری، علی بن متدر لودی، عبد اللہ بن عمار حضرمی، حسن بن مدرک الطحان سدوسی، زید بن انزم طائی، عباس غبری، عباس بن یزید بحرانی، عبد اللہ بن اسحاق البدع جوہری، عقبہ بن کرم، عمرو بن علی الفلاس، محمد بن بشیر، محمد بن ابی شیبہ، محمد بن معمر بحرانی، نصر بن علی جہضمی، احمد بن عبدہ ضبی، بشر بن ہلال الصواف، محمد بن خلاد باہلی، احمد بن ابراہیم الدورقی، ابراہیم بن سعید جوہری، رجا بن مرجمی غفلمی، زہیر بن حرب نسائی، بوقلابہ عبد الملک وقاشی، فضل بن یعقوب رخامی، محمد بن اسحاق صاغانی، ابوالاحوص محمد بن ابی شیم، احمد بن سنان واسطی، اسحاق بن وہب العلاف، ایوب بن حسان الدقاق، حسین بن محمد البزار، صالح بن ابی شیم الصهرنی، عمار بن خالد۔

اصحاب و تلامذہ..... امام ابن ماجہ کے تلامذہ کی فہرست بھی طویل ہے۔ حافظ جمال الدین مزنی نے تہذیب الکمال میں حسب ذیل حضرات کے نام گنائے ہیں۔

علی بن سعید بن عبد اللہ عسکری، ابراہیم بن دیند جرش، ہمدانی، احمد بن ابراہیم قزوینی، ابو الطیب احمد بن روح شعرانی، اسحاق بن محمد قزوینی، جعفر بن لوریس، حسین بن علی بن برانیو، سلیمان بن یزید قزوینی، محمد بن عیسیٰ صفار، ابو الحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ قزوینی، ابو عمرو واحد بن محمد بن سلیم مدنی اصبہانی، ان ناموں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں و آخر دن یعنی ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔

علماء کا آپ کی خدمت میں خراج تحسین..... امام ابن ماجہ کی امامت فن، فضل، لمال، جلالت شان، وسعت نظر، حفظ حدیث اور ثقاہت کے تمام علماء معترف ہیں اور ہر دور کے تذکرہ نویسوں نے آپ کے ترجمہ میں ان چیزوں کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے۔ چنانچہ ابو یعلیٰ خلیلی لکھتے ہیں کہ "ابن ماجہ بڑے ثقہ، متفق علیہ، قابل احتجاج میں آپ کو حدیث اور حفظ حدیث میں پوری معرفت حاصل ہے۔"

حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ آپ نے بہت سے شیوخ سے سماع حدیث کیا اور سنن، تاریخ، تفسیر تصنیف کی۔ آپ ان سب چیزوں کے عارف تھے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ "بیشک آپ حافظ حدیث، صدوق اور دافر العلم تھے۔" مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ آپ حدیث کے امام، حدیث اور اس کے جمیع متعلقات سے واقف تھے۔

مسلم..... امام ابن ماجہ کا بھی مسلک متعین طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک امام احمد کے مسلک کی طرف میلان تھا۔ علامہ انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ شاید امام ابن ماجہ شافعی تھے۔ علامہ طاہر جزائری فرماتے ہیں کہ ابن ماجہ وغیرہ علماء و مجتہدین میں سے کسی کے مقلد نہیں تھے بلکہ ائمہ حدیث امام شافعی، احمد، اسحاق اور ابو عبیدہ کے قول کی طرف میلان رکھتے تھے۔ یعنی اہل عراق کے مذہب کے مقابلہ میں اہل حجاز کی طرف زیادہ مائل تھے جس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ سے بھی ہوتا ہے۔

وفات..... امام ابن ماجہ کی وفات خلیفہ معتمد علی اللہ عباسی کے عہد میں ہوئی ہے۔ بقیہ مصنفین صحاح ستہ نے بھی بجز امام نسائی کے اسی کے دور خلافت میں وفات پائی ہے۔ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی شروط الائمة السنہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے قزوین میں امام ابن ماجہ کی تاریخ کا نسخہ دیکھا تھا۔ یہ عہد صحابہ سے لے کر ان کے زمانہ تک کے رجال اور احصار کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس تاریخ کے آخر میں امام ممدوح کے شاگرد جعفر بن لوریس کے قلم سے حسب ذیل تحریر ثبت تھی۔ "ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ نے دو شنبہ کے دن انتقال فرمایا اور سہ شنبہ ۲۲ ماہ رمضان المبارک ۲۷۳ھ کو دفن کئے گئے اور میں نے خود ان سے سنا، فرماتے ہیں کہ میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۴ سال تھی۔ آپ کے بھائی ابو بکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے ہر دو برادران ابو بکر اور ابو عبد اللہ اور آپ کے صاحبزادے عبد اللہ نے آپ کو قبر میں اتار اور دفن کیا۔"

امام ابوالقاسم رافعی نے تاریخ قزوین میں یہ بھی لکھا ہے کہ غسل میت محمد بن علی قرمان اور ابراہیم بن دیند وراق نے

دیا تھا۔

تصانیف..... امام ابن ماجہ نے حسب ذیل تصانیف یادگار چھوڑیں۔

(۱) التفسیر۔

جس کے متعلق مشہور مفسر حافظ عماد الدین ابن کثیر "الہدایۃ والتہامیۃ" میں لکھتے ہیں "ولا بن ماجہ تفسیر حافل"

حافظ صاحب کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ یہ ایک ضخیم تالیف ہے۔ اس میں امام ابن ماجہ نے قرآن پاک کی تفسیر کے سلسلہ میں جس قدر احادیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال مل سکتے ہیں ان سب کو بالاسناد روایت کیا ہے۔  
(۲) التاریخ۔

جس کا تعارف مورخ ابن خلکان نے ”تاریخ تلخیص“ اور محدث ابن کثیر نے ”تاریخ کامل“ کے الفاظ سے کر لیا ہے۔ یہ صحابہ سے لے کر مصنف کے عہد تک کی تاریخ ہے جس میں بلاد اسلامیہ اور روایان حدیث کے حالات ہیں۔

(۳) السنن..... امام ابن ماجہ کی وہ مایہ ناز اور شہرہ آفاق تصنیف ہے جس نے آپ کی امامت فن کا سلسلہ بٹھایا۔ حافظ شمس الدین ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود امام ابن ماجہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے اس سنن کو جب امام ابو زرعہ کے سامنے پیش کیا تو وہ اس کو دیکھ کر فرمانے لگے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی تو یہ (حدیث کی موجودہ) تصنیفات یا ان میں سے اکثر معطل ہو کر رہ جائیں گی۔

محدث ابو القاسم امام الدین عبدالکریم بن محمد قزوینی تاریخ قزوین میں رقمطراز ہیں کہ ”حفاظ حدیث امام ابن ماجہ کی کتاب کو صحیحین، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے برابر رکھتے ہیں اور اس کی روایات سے احتجاج کرتے ہیں۔“  
حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں فرماتے ہیں کہ ”یہ کتاب امام ابن ماجہ کے علم و عمر، تبحر، اطلاع اور اصول و فروع میں ان کی اتباع سنت کو بتاتی ہے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ان کی کتاب سنن (احکام) میں ایک عمدہ اور جامع کتاب ہے۔  
تعداد اور روایات..... امام ابن ماجہ نے لاکھوں احادیث کے ذخیرے سے چار ہزار روایات کا انتخاب کر کے بیس کتب اور پندرہ سو ابواب کے تحت پوری مناسبت کے ساتھ درج کیا ہے۔

تألیف و رواہ..... آپ کی کتاب السنن کے مشہور رووی جیسا کہ امام رافعی نے تاریخ قزوین میں لکھا ہے یہ چار حضرات ہیں۔ ابو الحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ بن بحر القطان مولود ۲۵۴ھ متوفی ۳۳۵ھ سلیمان بن یزید، ابو جعفر محمد بن عیسیٰ، ابو بکر حامد اشہری۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں روایان سنن میں سعدون اور ابراہیم بن دینار دو شخصوں کے نام کا اور اضافہ کیا ہے۔

ان سب لوگوں میں جس شخص کی روایت کو قبول عام نصیب ہوا ہے وہ حافظ ابو الحسن القطان ہیں۔ ان کے نسخہ میں بہت سی روایتیں خود ان کی سند سے بھی منقول ہیں۔ چنانچہ مطبوعہ نسخوں میں جس جگہ قال ابو الحسن حدیثاً لآت ہے اس سے یہی مراد ہیں۔

یہ ابو الحسن اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، حافظ حدیث، صاحب تفسیر، عالم فقہ، ماہر نحو و لغت اور عابد و زاہد تھے۔ تیس سال تک صائم الدہر رہے۔ اظفار میں صرف روٹی اور نمک پر گزارا کرتے تھے۔ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے کما کرتے تھے کہ یہ مجھے کثرت کلام کی سزا ملی ہے۔

مشاہیر..... سنن ابن ماجہ میں پانچ حدیثیں ثلاثی ہیں جو امام بخاری کے بعد مصنفین صحاح میں سب سے زیادہ ہیں۔ یہ پانچوں روایتیں ایک ہی شخص جبارہ بن مفلس سے بواسطہ کثیر بن سلیم حضرت انس بن مالک سے مروی ہیں اور یہ اگرچہ امام ابن ماجہ کے طبقہ کے لحاظ سے بہت عالی ہیں مگر سند کے لحاظ سے ان کا کوئی خاص وزن نہیں، کیونکہ کثیر بن سلیم راوی پر محدثین عام طور پر جرح کرتے چلے آئے ہیں۔ روایات حسب ذیل ہیں۔

(۱) من احب ان ینکر اللہ ینکر اللہ یموتہ فلیتوضا اذا حضر غدا وہ اذا رفق (باب الوصوء عند الطعام)

(۲) ما رفق من بین یدی رسول اللہ ﷺ فضل شواء قط ولا حملت معہ طففہ (باب الشواء)

(۳) الخیر اسرہ الی البیت الذی یغشی من الشفرة الی سنام البعیر (باب الصیافۃ)

(۴) ما مررت ببلیدۃ اسری بی سلاء الا قالوا لیا محمد مرانک بالجحامتہ (باب الجحامتہ)

(۵) ان ہذہ الامتہ مرحومتہ غذا بہد باید یسافذ ان کان یوم القیامتہ و فح الی کل رجل من المشرکین فیقال ہذا فداؤک

من النار (باب صفۃ امت محمد ﷺ)

صحت کے اعتبار سے سنن ابن ماجہ کا درجہ ..... حافظ شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں کہ سنن ابو عبد اللہ (ابن ماجہ) اچھی کتاب ہے، کاش اس کو چند ہی حدیثیں جو تعداد میں زیادہ نہیں خراب نہ کرتیں۔

یہ چند روایات کہ جنہوں نے سنن ابن ماجہ جیسی صاف کتاب کو گدلا اور مکدر بنا دیا ان کی تعداد کیا ہے اس کے بارے میں حافظ محمد طاہر مقدسی لکھتے ہیں کہ میں نے شہرے میں ایک قدیم جزء کی پشت پر حلقہ ابو حاتم معروف بخاموش کے قلم سے یہ لکھا دیکھا۔

”ابوزرعہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ ابن ماجہ کی کتاب کا مطالعہ کیا تو اس میں بجز تھوڑی سی مقدار کے کہ جن میں کچھ خرابی موجود ہے اور کوئی بات نہ دیکھی۔ چنانچہ انہوں نے کچھ اوپر اس روایات ایسی ذکر کی ہیں۔“ لیکن حافظ ذہبی نے مذکورہ لحفاظ میں ابوزرعہ ہی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ شاید اس میں پوری تیس حدیثیں بھی ایسی نہ ہوں کہ جن کی اسناد میں ضعف ہو۔ غالباً یہ تیس کے قریب روایتیں ہیں جن کو حافظ ابن جوزی نے موضوعات میں داخل کیا ہے یا دیگر محدثین نے ان میں سے بعض روایات کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے۔ رہی عام ضعیف روایات سو واقعی اس کتاب میں بکثرت ہیں۔ حافظ ذہبی ”سیر النبلاء“ میں لکھتے ہیں کہ

”ابوزرعہ کا یہ بیان کہ شاید اس میں پوری تیس حدیثیں بھی ایسی نہ ہوں جن کی سند میں ضعف ہے، اگر صحیح ہیں تو ان کی مراد ان تیس حدیثوں سے نہایت گری ہوئی اور ساقط روایتیں ہیں ورنہ جن روایتوں سے حجت نہیں قائم ہوئی وہ تو بہت ہیں شاید ایک ہزار کے قریب ہوں۔“

ایک اہم غلط فہمی ..... حافظ ابو الجحاج مزنی نے اس بارے میں ایک عام حکم لگایا ہے کہ ”ہر وہ روایت جو صرف ابن ماجہ میں ہو اور صحاح ستہ کی کسی دوسری کتاب میں نہ ہو وہ ضعیف ہے“ لیکن حافظ ابن حجر نے اس کلیہ سے اتفاق نہیں کیا۔ چنانچہ وہ تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ میرے تتبع کے مطابق علی الاطلاق ایسا نہیں ہے اگرچہ فی الجملہ اس میں بہت سی منکر حدیثیں ہیں۔

حافظ ابن حجر کی رائے میں احادیث کی یہ نسبت رجال کے بارے میں ایسا کہنا زیادہ مناسب ہے۔ فرماتے ہیں لیکن حافظ مزنی کی تصریح کو رجال پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔ حدیثوں پر محمول کرنا صحیح نہیں جیسا کہ میں نے سابق میں بتایا کہ جن روایات میں وہ امر خمسہ سے منفذ ہیں ان میں سے صحیح حدیثیں بھی ہیں اور حسن بھی۔ مولانا عبد الرشید صاحب نعمانی کی تحقیق میں رجال کے متعلق بھی کلی طور پر یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ چنانچہ موصوف نے اپنی کتاب ابن ماجہ اور علم حدیث میں ان کو مثالوں کے ذریعہ واضح کیا ہے۔ بہر کیف سنن ابن ماجہ میں کتب خمسہ کی یہ نسبت ضعیف حدیثیں زیادہ ہیں اس لئے اس کا درجہ صحاح ستہ میں سب سے فروتر ہے۔

سنن ابن ماجہ کا شمار صحاح ستہ میں ..... حافظ ابن السکون نے اسلام کی بنیادی کتابیں چار بتائی ہیں۔ صحیحین، ابو داؤد، نسائی۔ حافظ ابن مندہ نے بھی اسی پر اکتفا کیا ہے۔ بعد کو حافظ ابو طاہر سلطی نے جامع ترمذی کو بھی مذکورہ کتابوں کے ساتھ شمار کر کے تصریح کی ہے کہ ان پانچوں کتاب کی صحت پر علماء شرق و غرب کا اتفاق ہے۔

سنن ابن ماجہ کو کتب خمسہ کے بالمقابل سب سے پہلے جس شخص نے جگہ دی وہ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی

متوفی ۵۰۷ھ ہیں۔ جنہوں نے شروط الامتہ السنۃ اور اطراف السنۃ دو مشہور کتابیں تصنیف کی ہیں۔ پہلی کتاب میں موصوف نے ائمہ خمسہ کے ساتھ امام ابن ماجہ کی شرط پر بھی بحث کی ہے اور دوسری کتاب میں ان چھوٹی کتابوں کے اطراف احادیث کو جمع کیا ہے۔ بعد کو تمام مصنفین اطراف رجال نے بقول حافظ سیوطی ان کی رائے سے اتفاق کیا۔ ارباب رجال میں سب سے پہلے حافظ عبدالغنی مقدسی متوفی ۶۰۰ھ نے الکمال فی اسماء الرجال میں ان چھوٹی کتابوں کے رجال کو مدون کیا ہے۔ اسی عہد میں حافظ ابن طاہر کے معاصر محدث زین بن معاویہ عبد ریی سرسطلی مالکی متوفی ۵۲۵ھ نے اپنی کتاب ”التجرید للصحیح والسنن“ میں کتب خمسہ کے ساتھ سنن ابن ماجہ کی بجائے موطا امام مالک کی حدیثوں کو درج کیا ہے۔ اس بناء پر بعد کے علماء میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب موطا کو قرار دیا جائے یا سنن ابن ماجہ کو۔ علامہ ابن الاثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی کتاب ”جامع الاصول“ میں محدث زین بن ہی کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ لیکن عام متاخرین کا فیصلہ ابن ماجہ ہی کے حق میں ہے۔ محدث ابوالحسن سندھی شارح ابن ماجہ لکھتے ہیں کہ ”عام متاخرین اسی طرف ہیں کہ یہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب ہے۔“

شروح و تعلیقات..... سنن ابن ماجہ پر بڑے بڑے حفاظ اور اہل فن حضرات نے شروح و تعلیقات لکھی ہیں۔

(۱) شرح سنن ابن ماجہ۔

حافظ علاء الدین بن کثیر بن عبداللہ مغلطائی الحطلی متوفی ۶۲۷ھ کی سب سے پہلی اور سب سے جامع شرح ہے۔ افسوس ہے کہ یہ تمام نہ ہو سکی صرف ایک حصہ کی شرح ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۲) شرح سنن ابن ماجہ۔

علامہ ابن رجب زہیری کی تصنیف ہے اور یہ وہ ابن رجب نہیں جو شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد اور مشہور مصنف ہیں بلکہ یہ کوئی اور ابن رجب ہیں۔ ان کی شرح کا ذکر شیخ ابوالحسن سندھی نے اپنے حواشی میں کیا ہے۔ و ذکر السیوطی فی

البعیۃ من الشارحین ذین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی المتوفی ۷۹۵ھ

(۳) مائس الیہ الحاجہ علی سنن ابن ماجہ

مشہور مصنف شیخ سراج الدین عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۳ھ نے صرف زوائد کی شرح لکھی ہے۔ یعنی ان روایات کی جو کتب خمسہ میں موجود نہیں۔ یہ شرح ۸۰۰ھ میں لکھی گئی۔

(۴) الدیبا جہ فی شرح سنن ابن ماجہ۔

شیخ کمال الدین محمد بن موسیٰ دمیری متوفی ۸۰۸ھ کی شرح ہے جو پانچ جلدوں میں ہے۔

(۵) شرح سنن ابن ماجہ۔

حافظ برہان الدین ابراہیم بن محمد معروف بسط ابن العجمی متوفی ۸۴۱ھ کی مختصر سی تعلیق ہے۔

(۶) مصباح الزجاجة۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کا مختصر سا حاشیہ ہے۔

(۷) نور مصباح الزجاجة۔

شیخ علی بن سلیمان مالکی مغربی نے سیوطی کے حاشیہ مذکورہ کا اختصار کیا ہے۔

(۸) شرح سنن ابن ماجہ۔

شیخ ابوالحسن محمد بن عبدالملوی سندھی حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ کی شرح ہے جو سیوطی کے حاشیہ سے زیادہ جامع ہے۔

اس میں ضبط الفاظ حل غریب اور بیان اعراب کا زیادہ اہتمام کیا گیا ہے۔

(۹) انجام الحاجہ بشرح سنن ابن ماجہ۔  
شیخ عبدالغنی بن ابی سعید مجددی دہلوی حنفی متوفی ۱۲۹۵ھ کی مختصر مگر جامع شرح ہے۔

(۱۰) حاشیہ بر سنن ابن ماجہ۔

مولانا فخر الحسن گنگوہی کا ہے جو مشہور و متداول ہے۔ اس میں علامہ سیوطی اور مولانا عبدالغنی دونوں کی شرحوں کو مع مزید اضافہ کے جمع کر دیا ہے۔

(۱۱) مفتاح الحاجتہ۔

شیخ محمد علوی کا حاشیہ ہے۔

## (۱۹) امام ترمذی

نام و نسب..... محمد نام، ابو عیسیٰ کنیت اور والد کا نام عیسیٰ ہے۔ پورا نسب یوں ہے۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک نسلی۔ ترمذی، بوغی، قبیلہ بنو سلیم سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے نسبت میں نسلی کہلاتے ہیں۔ بوغی قریہ بوغ کی جانب منسوب ہے جو ترمذ سے کچھ فرسخ کی طرف کی مسافت پر واقع ہے۔ بعض روایات کے مطابق امام ترمذی اس پر سونہ خواب میں رعد سے سماعتاً ان کے نسب نامہ میں موسیٰ کے بدلے شہاد کہلے۔ امام ترمذی کے دادا مرزی الاصل ہیں لیکن بن یسار کے زمانہ میں ترمذ کی طرف منتقل ہو کر رہیں اقامت کریں ہو گئے تھے۔

سنہ پیدائش اور تحقیق ترمذ..... امام ترمذی ۲۰۹ھ میں ترمذ مقام پر پیدا ہوئے۔ ترمذ ایک قدیم شہر کا نام ہے جو اموداریا کے (جس کو جیحون اور سرخ بھی کہتے ہیں) ساحل پر واقع ہے۔ لفظ ماوراء النہر میں بھی نہر سے پیشتر یہی نہر مراد لی گئی ہے۔ کسی زمانہ میں یہ نہایت شاندار اور مشہور تھا لیکن چنگیز خان کے ہنگامہ میں تباہ و برباد ہو کر صرف ایک قصبہ کی حیثیت کا رہ گیا ہے۔ حکیم محمد بن علی اور ابو بکر وراق اسی ترمذ کے باشندے تھے۔

لفظ ترمذ کے تلفظ میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ تاء اور میم کو مفتوح کہتے ہیں اور بعض دونوں کو مضموم حافظ ابن دوقق

العید فرماتے ہیں کہ

خود وہاں کے لوگ نیز دوسرے اشخاص کی زبان زد ان دونوں کا کسرہ ہے اور یہی اہل درس کے یہاں مشہور ہے۔ ایک

جماعت تاء کو فتح اور میم کو کسرہ دیتی ہے۔ وقال موتمن الساجی سمعت عبداللہ بن محمد الانصاری یقول هو بضم التاء۔

تحصیل علم..... امام ترمذی جس دور میں پیدا ہوئے اس زمانہ میں علم حدیث درجہ شہرت کو پہنچ چکا تھا۔ بالخصوص خراسان اور ماوراء النہر کے علاقے تو مرکز حیثیت رکھتے تھے اور امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث کی مسند علم بچھ چکی تھی۔ امام ترمذی کو شروع ہی سے تحصیل علم حدیث کا شوق دامن گیر ہو گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے طلب حدیث کیلئے مختلف حصوں، علاقوں اور ملکوں کا سفر کیا۔ بصرہ، کوفہ، واسط، رے، خراسان اور حجاز میں برسوں زندگی گزار لی۔ حافظ ابن حجر

عسقلانی فرماتے ہیں۔ "طاف البلاد وسمع خلفا من الخراسانین والعراقین والحجازین"

شیوخ و اساتذہ..... امام ترمذی نے اپنے زمانہ کے ہر خرمین حدیث سے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری، امام مسلم، علی بن حجر مرزوقی، ہناد بن سری، قتیبہ بن سعید، محمد بن بشار، ابواسحاق ابراہیم بن سعید جوہری، بشر بن آدم، جارد بن معاذ، حاتم بن سیاہ، رجاہ بن محمد، زیاد بن ایوب، سعید بن عبدالرحمن، صالح بن عبداللہ بن ذکوان، عباس بن عبدالعظیم، فضل بن سہل، محمد بن ابان بن دزیر نصر بن علی، ہارون بن عبداللہ، یحییٰ بن آدم وغیرہ بڑے بڑے محدثین سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ جن شیوخ سے آپ نے "جامع" میں حدیثیں روایت کی ہیں ان کی تعداد ہمارے شمار کے مطابق

۲۰۶ ہے۔ جن میں سے ۳۱ حضرات کوئی ہیں۔

امام بخاری و مسلم کا امام ترمذی سے سماع حدیث..... اگرچہ امام ترمذی امام بخاری کے ارشد اور مایہ ناز تلامذہ میں سے ہیں تاہم یہ شرف ان کو بھی حاصل ہے کہ خود استاد نے ان سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ چنانچہ ”ابواب التفسیر“ سورۃ الحشر میں حسب ذیل روایات کو لکھ کر ”حدنا عبداللہ بن عبدالرحمن عن ہارون بن معاویہ عن حفص بن غیاث عن حبیب بن عمرہ عن سعید بن جبیر عن النبی ﷺ مرسل فرماتے ہیں۔“ مجھ سے محمد بن اسماعیل نے یہ حدیث سنی ہے۔ اور ”ابواب اللغات“ میں حدیث ”باعلی لا یحل لاحد ان ینصب لی هذا المسجد غیر وغیرک“ کے متعلق لکھا ہے۔ ”وقد سمع محمد بن اسماعیل منی هذا الحدیث۔“ خود امام بخاری کو بھی اپنے لائق شاگرد پر ناز تھا۔ چنانچہ آپ نے امام ترمذی کے سامنے اس امر کا اعتراف ان الفاظ میں کیا تھا۔ ”انضعت بک اکثر مما انضعت بی“۔ ا میں نے تم سے اس سے زیادہ نفع اٹھایا جتنا تم نے مجھ سے اٹھایا ہے۔

اسی طرح امام مسلم بھی گو امام ترمذی کے استاد ہیں لیکن ایک روایت صحیح مسلم میں بھی امام ترمذی سے مروی ہے اور وہ احصوا ہلال شعبان لرمضان والی روایت ہے۔

اصحاب و تلامذہ..... بقول حافظ محمد موسیٰ بن علی ”مات البخاری فلم یخلف بانراسان مثل ابی عسی فی العلم والحفظ والورع والزهد۔“ امام بخاری کے انتقال کے بعد امام ترمذی کے ہم پلہ خراسان میں کوئی محدث نہیں تھا۔ اس لئے ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی ان کے تلامذہ میں خراسان و ترکستان کے علاوہ نیاے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی ملتے ہیں۔ چند ممتاز تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں۔

ابو حامد احمد بن عبداللہ مروزی، ہشتم بن کلیب شاشی، ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب مروزی، احمد بن یوسف نسلی، عبد بن محمد بن نسلی، محمد بن محمود، داؤد بن نصر بن سہل بزدوی وغیرہ۔

قوت حافظہ..... حق تعالیٰ شانہ جب کسی سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو اس کے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے۔ امام ممدوح کو جس طرح اکابر محدثین سے استفادہ کا موقع ملا ویسے ہی خداوند قوت حفظ لہمی عطا کی گئی۔ ابو سعید اور کسی فرماتے ہیں کہ امام ترمذی کی قوت حفظ بھی ضرب المثل تھی۔ ان کا ایک حیرت انگیز واقعہ رجال کی سب ہی کتابوں میں مذکور ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے دو جزو کے بقدر بواسطہ حدیثیں سنیں اور قلب بند کی تھیں لیکن انھی ان کو پڑھ کر سنانے کا موقع نہ ملا تھا حسن اتفاق مکہ مکرمہ کے راستے میں ان سے ملاقات ہو گئی تو ترمذی نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر قرأت اجزاء کی درخواست کی۔ شیخ نے منظور کیا اور کہا، اجزاء نکال لو، میں پڑھتا ہوں تم مقابلہ کرتے جاؤ۔ ترمذی نے اجزاء تلاش کئے۔ مگر وہ ساتھ نہ تھے۔ بہت گھبرائے لیکن اس وقت ان کی سمجھ میں اس کے سوال اور کچھ نہ آیا کہ سادے کاغذ کے دو اجزاء ہاتھ میں لے کر فرضی طور سے سننے میں مشغول ہو گئے۔ شیخ نے قرأت شروع کی اور اتفاق سے ان کی نظر کاغذ پر پڑ گئی تو سادے نظر آئے۔ شیخ کو طیش آیا اور فرمایا ”میرا مذاق بناتے ہو۔“ ترمذی نے واقعہ بیان کیا اور کہا اگرچہ دو اجزاء میرے ساتھ نہیں ہیں لیکن لکھے ہوؤں سے زیادہ محفوظ ہیں۔ شیخ نے فرمایا اچھا سناؤ۔ ترمذی نے وہ تمام حدیثیں فر فر سنائیں۔ شیخ کو خیال ہوا کہ شاید ان کو پہلے سے یاد تھیں اس لئے باور نہیں کیا ترمذی نے عرض کیا کہ آپ دوسری حدیثیں سنائیے اور امتحان لے لیجئے۔ شیخ نے اپنی خاص چالیس حدیثیں اور پڑھیں۔ ترمذی نے ان کو بھی فوراً صحت کے ساتھ دہر لیا تب شیخ کو ان کے حفظ کا یقین ہوا اور نہایت متعجب ہوئے۔

زہد و تقویٰ..... امام ترمذی زہد و توریع اور خوف خدا اس درجہ کار کھتے تھے کہ اس سے زیادہ کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ خوف الہی سے بکثرت روتے روتے آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔

۱۔ مولانا نور شاہ صاحب کشمیری نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب ذہن شاگرد استاد سے سوال کرتا ہے تو اس کی نگاہ دیگر علوم کی طرف

نور آور دینید و ظلمت برد زول  
رے گاتوبی جہاں میں یگانہ و یکتا

آغاز صبح و آخر شبہاگر بستن

اتر گیا جو تیرے دل میں لا شریک لہ

بعض حضرات کی دوائے ہے آپ مادر زاد نابینا تھے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے۔

ابو عیسیٰ کنیت کی کراہت..... ہم شروع میں بتا چکے ہیں کہ امام ترمذی کا نام محمد اور کنیت ابو عیسیٰ ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ اور ابوداؤد کی روایت میں ابو عیسیٰ کنیت رکھنے کی کراہت وارد ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کے باپ نہ تھے، پھر آپ نے اس کنیت کو کیوں اختیار کیا۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ علماء نے اس کو خلاف اولیٰ پر محمول کیا ہے مگر یہ چیز امام ترمذی کی جلالت شان سے بعید ہے۔ بعض حضرات نے یہ اعتذار کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شیبہ نے اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی تھی اور حضور ﷺ نے ان کو ابو عیسیٰ کہہ کر پکارا ہے۔ اس سے عدم کراہت پر استدلال ہو سکتا ہے لیکن بستان الحدیث میں شاہ عبدالعزیز صاحب کامیلان کراہت ہی کی طرف ہے۔

وفات..... امام ترمذی کا انتقال مشہور ہے روایت کے مطابق ۳۱۰ھ میں شب و شبہ کو خاص ترمذ میں ہو اور آپ نے ستر سال کی عمر پائی۔ ستر وفات اور مدت عمر کو کسی نے اس شعر میں ظاہر کیا ہے۔

الترمذی محمد ذوزین  
۲۷۹ غطر وفات عموی فی عین

تصانیف..... امام ترمذی نے بکثرت تصانیف کی ہیں۔ آپ کو فقہ اور تفسیر پر بھی کافی دستگاہ تھی جو ان کی سنن سے ظاہر ہے، ان کی مختلف کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

(۱) الشمائل..... اس میں آپ نے چار سو حدیثیں جمع کی ہیں۔ یہ چھپن بابوں پر منقسم ہے۔ مختلف حضرات نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ جن میں ملا علی قاری کی جمع الوسائل اور شیخ ابراہیم بھجوری کی مواہب لدنیہ اور مولانا احمد علی صاحب کا حاشیہ زیادہ مقبول ہے۔ شیخ علیم الدین قنوجی کی درر الغضاک فی شرح الشمائل اور شیخ ابوالامد ابراہیم اللقانی الماسکی کی بجزہ الحماقل شرح الشمائل بھی اچھی شروع میں سے ہیں۔ دیگر شروع یہ ہیں۔ اشرف الوسائل از حافظ شہاب الدین احمد بن حجر مکی متوفی ۷۴۳ھ شرح حمائل عربی اور فارسی از شیخ مصلح الدین محمد بن صلاح ابن جلال مللاری المتوفی ۷۷۹ھ۔ شرح شمائل از عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائینی متوفی ۷۴۳ھ۔ شرح شمائل از شیخ عبدالرؤف الہنادی المتوفی ۱۰۳۱ھ۔

(۱) زہر الحمائل علی الشمائل۔

از علامہ جلال الدین سیوطی۔

(۲) العلل

اس موضوع پر آپ نے دو کتابیں لکھی ہیں ایک ظل صغریٰ جو مطبوع ہے اور ایک ظل لبریٰ، یہ بالکل نایاب ہے۔

(۳) المفرد

(۴) التزبد

(۵) الاسماء والکنی

(۶) کتاب التاریخ۔

اس کا تذکرہ ابن الندیم نے اپنی فرست میں کیا ہے۔

(۷) جامع ترمذی

اس میں آپ نے امام ابوداؤد سجستانی اور امام بخاری دونوں کے طریقوں کو جمع کیا ہے۔ ایک طرف آپ نے احادیث احکام میں سے صرف ان احادیث کو لیا ہے جن پر فقہاء کا عمل رہا ہے۔ دوسری طرف اس کو صرف احکام کیلئے مختص نہیں کیا

۱۱۹ ذکر اسمعانی انعامات فی ۷۵۷ھ۔



بنا۔ نام بخاری کی طرح سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام، اشراف اور مناقب سب ابواب کی احادیث کو لے کر اپنی کتاب کو جامع بنا دیا ہے اور پھر اس پر مشتمل ہے کہ علوم حدیث کی مختلف انواع کو اس میں اس طرح سمویا ہے کہ وہ علم حدیث کا بو قلموں زار بن گئی ہے۔ چنانچہ ابو جعفر بن الزبیر متوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”امام ترمذی کو علم حدیث کے مختلف فنون کو جمع کرنے کے لحاظ سے جو امتیاز حاصل ہے اس میں کوئی اور ان کا شریک نہیں۔“ قال ابن خلکان: ”صنف كتاب الجامع والعلل تصنيف رجل مغلن وبه كان يضرب المثل جامع ترمذی چودہ علوم پر مشتمل ہے..... حافظ ابن رشید متوفی ۷۲۲ھ نے ان فنون کی حسب ذیل تفصیل دی ہے۔

(۱) تبویب۔ (۲) بیان فقہ۔ (۳) علل احادیث و بیان صحیح و ضعیف۔ (۴) بیان اسماء و کنی۔ (۵) جرح و تعدیل۔ (۶) جن سے حدیث نقل کی ہے ان کے متعلق یہ بتانا کہ ان میں سے کس نے آنحضرت ﷺ کو پایا ہے اور کس نے نہیں۔ (۷) اروایان حدیث کا شمار اس تفصیل کے بعد حافظ موصوف لکھتے ہیں کہ یہ تو اس کتاب کے علوم کا اجمالی بیان ہے اور تفصیل میں جایا جائے تو اور بھی متعدد علوم ہیں۔

حافظ ابوالفتح بن سید الناس فرماتے ہیں کہ جملہ ان علوم کو جو ترمذی کی کتاب میں موجود ہیں اور ابن رشید نے ان کو ذکر نہیں کیا یہ ہیں۔ (۸) بیان شذوذ۔ (۹) بیان موقوف۔ (۱۰) بیان مدرج۔ حافظ ابو بکر بن ابی نعیم متوفی ۷۵۴ھ صاحب ”عارضۃ الاحوذی“ کے بیان سے چار علوم کا اور اضافہ ہوتا ہے۔ (۱۱) بیان اسناد۔ (۱۲) متروک العمل روایات کی توضیح۔ (۱۳) احادیث کتاب کے رد و قبول کے بارے میں علماء کا جو اختلاف ہے اس کا بیان۔ (۱۴) حدیثوں کی توجیہ و تاویل کے سلسلہ میں علماء کے اختلاف آراء کا ذکر۔

ترمذی کی کتاب پر سنن و صحیح اور جامع کا اطلاق..... امام ترمذی کی کتاب آٹھ قسم کے مضامین پر مشتمل ہے جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اس لئے اس کو جامع کہا جاتا ہے اور چونکہ ترتیب فقہی کے اعتبار سے بکثرت احکام کی حدیثیں لائے ہیں اس لئے اس پر سنن کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلے کتاب الطہارۃ لاتے ہیں۔ اس کے بعد کتاب الصلوٰۃ پھر زکوٰۃ و سوم و غیرہ۔

عامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ جام نیشاپوری اور خطیب بغدادی نے بھی اسے ”الجامع“ کہا ہے۔ مگر ترمذی کو جامع کا صحیح کہنا اور نسائی و ترمذی کو خطیب کا صحیح کہنا ان کے نزدیک تسابیل ہے۔ مگر فی الواقع اس کو تسابیل قرار دینا مناسب نہیں کیونکہ باعتبار اغلب صحیح کہا جاسکتا ہے۔ جیسے صحاح ستہ کہنا باعتبار اظہار ہے۔ نیز امام ترمذی خود بھی اس کو صحیح کہتے ہیں۔

چنانچہ حافظ ابو بکر بن نقطہ بغدادی متوفی ۶۶۹ھ اپنی مشہور کتاب ”التقد فی روائع الکتاب والمسابد“ میں خود امام ترمذی کی زبانی نقل ہیں کہ ”میں نے اس المسند (یعنی کتاب الجامع) کو تصنیف کرنے کے علماء حجاز کے سامنے پیش کیا۔“

جامع ترمذی بڑوں کی نگاہ میں..... حافظ ابو الفضل محمد بن ابی ہریرہ مقدسی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ بیت میں شیخ الاسلام ابوالحسن عیسیٰ عبداللہ بن محمد انصاری صوفی متوفی ۴۸۱ھ سے امام ترمذی اور ان کی جامع کا ذکر آیا تو فرماتے تھے کہ ان کی کتاب میرے نزدیک بخاری و مسلم کی کتاب سے زیادہ نافع ہے۔ کیونکہ بخاری و مسلم کی کتابوں سے تو صرف عالم جمع ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن ابو عیسیٰ کی کتاب سے ہر شخص مستفید ہو سکتا ہے۔

حافظ ابوالفتح بن سید الناس متوفی ۷۳۴ھ شرح ترمذی کے مقدمہ میں حافظ یوسف بن احمد سے نقل کرتے ہیں کہ امام عیسیٰ ایسے فضائل کے حامل ہیں کہ جن کو لکھا جاتا ہے، بیان کیا جاتا ہے اور سنا جاتا ہے۔ ان کی کتاب ان پانچ کتابوں میں داخل ہے جن کی قبولیت اور ان کے اصول کی صحت کے فیصلہ پر علماء و فقہاء اور اکابرین محدثین میں سے اہل حل و عقد اور ارباب فضل و دانش نے اتفاق کیا ہے۔

شیخ ابراہیم بجزوری کا ہر طالب حدیث کیلئے یہ مشورہ ہے کہ الجامع الصبیح کا مطالعہ کرنا چاہیے کیونکہ کتاب حدیث و

فقہی نواد اور سلف و خلف کے مذاہب کی جامع ہے۔ پس یہ مجتہد کیلئے کافی ہے اور مقلد کیلئے نیاز کرنے والی ہے۔ (ہمارے خیال میں مجتہد کیلئے تو کافی ہو سکتی ہے لیکن مقلد کیلئے کافی نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ ترمذی کی جامع ان کی کتابوں میں سب سے بہتر تصنیف ہے بلکہ متعدد وجوہ سے جمع کتب حدیث سے احسن ہے۔

ترمذی کی ثلاثیات..... اسناد کے لحاظ سے سب سے اونچا درجہ وحدانیت کا ہوتا ہے۔ جس میں روایت کنندہ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان ایک واسطہ ہے۔ ائمہ اربعہ میں یہ شرف صرف امام ابو حنیفہ کو حاصل ہے۔ اس کے بعد ثلاثیات کا درجہ ہے۔ جس میں دو واسطے ہوں۔ تیسرے نمبر پر ثلاثیات ہیں جن میں تین واسطے ہوں۔

امام ترمذی کی جامع میں ایک سو اکیاون عنوان کتب اور ہر کتاب کے تحت متعدد ابواب ہیں اور اس میں ایک روایت ثلاثی بھی ہے۔

ملا علی قاری کا تسامح..... ملا علی قاری نے مرتبہ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ جامع ترمذی کو صحاح کے درمیان ایک خصوصیت یہ حاصل ہے کہ اس کی ایک حدیث ثنائی ہے اور وہ یہ ہے ”یاتی علی الناس زمان الصابر فیہم علی دینہ کالقابض علی الجمر۔ فاستادہ اقرب من اسنادی البخاری و مسلم و ابی داؤد فان لہم ثلاثیات۔“

امام ترمذی نے اس کو کتاب الفتن میں روایت کیا ہے۔ پوری اسناد یوں ہے۔ ”حدثنا اسماعیل بن موسی الفزازی بن ابی السدی الکوفی فاعمر بن شاکر عن انس بن مالک بن وہب قال قال رسول اللہ ﷺ الخ“ میں حضور ﷺ تک تین واسطے ہیں۔ اسماعیل بن موسی، عمر بن شاکر اور انس بن مالک ہیں۔ پس اس کی سند ثلاثی ہوئی نہ کہ ثنائی۔ جامع ترمذی میں صرف یہی ایک روایت ثلاثی ہے اس کے علاوہ اور کوئی ثلاثی روایت نہیں ہے۔

جامع ترمذی کی کل احادیث معمول بہا ہیں..... امام ترمذی نے کتاب العطل میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ میری اس کتاب کی کل احادیث معمول بہا ہیں اور ہر ایک پر نکل علم میں سے کسی نہ کسی کا مثل ضرور ہے۔ سوائے دو حدیثوں کے۔

(۱) حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الظهر والعصر بالمدينة والمغرب والعشاء من

غیر خوف ولا مطر ولا سفر۔

(۲) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من شرب الخمر فاجلدہ فان عاد فی الرابعتہ فاقلنہ

لیکن اگر دیکھا جائے تو ان دونوں حدیثوں پر بھی بعض اہل علم کا عمل ہے۔ حنفیہ حدیث لول کو جمع صورتی پر اور حدیث ثنائی کو سیاست پر محمول کرتے ہیں۔ اگر حاکم وقت مصلحت سمجھے تو چوتھی بد قتل بھی کر سکتا ہے۔ پس احناف کے یہاں ان دونوں پر عمل ممکن ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ امام ترمذی نے اپنی بہت سی احادیث مرویہ کو خود ضعیف کہا ہے۔ پھر بھی ان کے معمول بہا ہونے کا اعتراف اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ عمل بالحدیث کا مدار صرف قوت سند پر نہیں ہے بلکہ حقیقت بھی ہے۔

جامع ترمذی پر ابن جوزی کی بیجا تنقید..... علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے جامع ترمذی کی تیس احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ لیکن ابن جوزی نقد روایات میں تشدد قرار دیئے گئے ہیں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے بہت سی ایسی احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے جن کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ فی الواقع وہ ضعیف ہیں۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے بہت سی قوی و حسن روایات کو بھی کتاب الموضوعات میں داخل کر لیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ابن جوزی کا ہر حدیث کے متعلق وضع کا فیصلہ بے جا ہے۔ علامہ سیوطی نے اپنی کتاب ”القول الحسن فی الذب عن السنن“ میں ان سب کا جواب دیا ہے۔

بعض اہل الکوفہ کا مصداق..... شیخ سراج لکھتے ہیں کہ امام ترمذی نے جہاں کہیں اہل کوفہ کا تذکرہ کیا ہے اس سے مراد امام ابو حنیفہ ہیں اور ایسا امام صاحب کی شان میں غایت تعصب سے کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی یہی فرمایا ہے کہ امام

ترمذی کو ائمہ مجتہدین کے ساتھ ایک طرح کا تعصب تھا۔ خصوصاً امام اعظم ابو حنیفہ کی ذات گرامی سے، اس لئے انہوں نے امام صاحب لوران کے تلامذہ کی طرف ”بعض اہل الکوفہ“ سے اشدہ کیا ہے اور امام صاحب کے اسم شریف کو کہیں کتاب میں صراحتہ ذکر نہیں کیا۔

ان حضرات کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ ”بعض اہل الکوفہ“ سے حنفیہ بھی مراد ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ کلیہ نہیں ہے کبھی اس کا اطلاق دوسرے علماء کوفہ پر بھی کیا ہے۔ جیسے ”باب ماجاء لتبدا بموخر الراس“ کے تحت میں فرماتے ہیں۔

”قد ذهب اهل الكوفة الى هذا الحديث منهم وكيع بن الجراح“

حضرت مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ترمذی کو امام صاحب کا مسلک کبھی قابل اعتماد سند سے نہیں پہنچا تھا۔ جیسا کہ زعفرانی کے واسطے سے امام شافعی کا قول قدیم پہنچا۔

امام ترمذی کے نزدیک امام اعظم کی شخصیت مسلم ہے..... چنانچہ امام ترمذی نے کتاب العلیل میں امام صاحب سے ایک روایت نقل کی ہے جو مصری نسخہ میں موجود ہے اور حافظ ابن حجر نے ترمذیہ التہذیب میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ موجود متداول و مطبوعہ نسخوں سے غائب ہے جو معاندین کے حذف والحاق کی خطرناک پالیسی کا نتیجہ ہے روایت یہ ہے۔

”حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابو يحيى الحماني قال سمعت ابا حنيفة يقول ما رأيت اكذب من جابر الجعفي ولا الفضل من عطاء بن ابي رباح“

اس روایت کا تعلق رجال کی جرہ و تعدیل سے ہے اور امام ترمذی نے اس کو سند کے طور پر نقل کیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام مدوح کے نزدیک امام ابو حنیفہ کا شمار ائمہ میں ہے جن کے قول سے جرح و تعدیل کے باب میں سند پکڑی جاتی ہے۔

جامع ترمذی کے رواہ..... حافظ ابو جعفر بن الزبير نے اپنے برہانج میں تصریح کی ہے کہ اس کتاب کو امام ترمذی سے حسب ذیل حضرات نے روایت کیا ہے۔

(۱) ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب۔

(۲) حافظ ابو سعید شمس بن کلیب شاشی متوفی ۳۳۵ھ، صاحب ہدایہ نے جامع ترمذی کو ان ہی کے طریق سے

روایت کیا ہے۔

(۳) ابو ذر محمد بن ابراہیم۔

(۴) ابو محمد حسین بن ابراہیم قطان

(۵) ابو حامد احمد بن عبد اللہ تاجر

(۶) ابو الحسن داؤدی

جامع ترمذی کی شروح..... اس کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر علماء محدثین نے اس کے ساتھ پورا اعتناء کیا اور اس کی متعدد شروح و حواشی لکھے چند مشہور و متداول شروح و حواشی یہ ہیں۔

(۱) عارضۃ الاحوذی۔

از حافظ ابو بکر بن العربی مالک متوفی ۳۵۶ھ

(۲) توت المقتدی۔

از علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

(۳) شرح ترمذی۔

از ابو الطیب مدنی متوفی ۱۱۰۹ھ

(۳) شرح ترمذی۔

از شیخ سراج احمد سرہندی۔ یہ چاروں شرحیں یکجا ”شرح اربعہ“ کے نام سے بھی چھپی ہیں مگر صرف دو ہی جلدیں طبع ہو سکیں۔

(۵) نفع قوت المفتدی۔

علامہ دفتی نے قوت المفتدی کی تلخیص کی ہے جو کتاب کے ساتھ چھپی ہوئی ہے۔

(۶) شرح ترمذی۔

از حافظ ابوالفتح محمد بن محمد بن سیدنا شافعی متوفی ۵۳۳ھ اس کا مکمل نسخہ مدینہ منورہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(۷) شرح ترمذی۔

از شیخ زین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی متوفی ۵۹۵ھ

(۸) شرح ترمذی۔

از شیخ سراج الدین عمر بن رسلان الملقبی الشافعی متوفی ۸۰۵ھ

(۹) شرح زوائد ترمذی

از شیخ سراج الدین عمر بن رسلان

(۱۰) حاشیہ شیخ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبدالماوی السندی متوفی ۱۱۳۸ھ

(۱۱) تحفۃ الاحوذی از مولانا عبدالرحمن صاحب مبارک پوری۔ اس کے مقدمہ میں بہت سی مفید معلومات ہیں۔

(۱۲) العرف الخدی مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کے افادات ان کے شاگرد نے جمع کئے ہیں۔

(۱۳) معارف السنن

مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ حضرت شاہ صاحب کے افادیت کی روشنی میں نہایت محققانہ شرح تصنیف

فرما رہے ہیں۔ ابھی صرف چار جلدیں طبع ہوئی ہیں۔

(۱۴) الکوکب الدوی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ کے افادات ہیں جن کو حضرت

مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی نے مرتب کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مظاہر العلوم ساران

پور کے حواشی کے ساتھ دو جلدوں میں چھپی ہوئی ہے۔

## (۲۰) امام نسائیؒ

نام و نسب..... احمد نام، ابو عبدالرحمن کنیت۔ والد کا نام شعیب ہے۔ پورا نسب یوں ہے احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن

سنان بن دینار النسائی۔ خراسان اور ماوراء النہر کا علاقہ ہمیشہ سے علم و فن اور ارباب کمال کا مرکز رہا ہے۔ تاریخ اسلام کے

سینکڑوں نامور فضلاء اس خاک سے اٹھے ہیں۔ امام نسائی بھی اسی زرخیز خاک پاک کے ایک مایہ ناز فرزند تھے۔

تحقیق نساء..... نسائی نساء کی طرف نسبت ہے۔ کبھی عرب لوگ ہمزہ کو دلو سے بدل کر نسبت میں نسوی بھی کہا کرتے ہیں اور

قیاس کے مطابق بھی یہی ہونا چاہیے لیکن مشہور نسائی ہی ہے۔ مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ یہ نساء کی طرف نسبت ہے۔ جس

میں نون و سین دونوں مفتوح ہیں اور اس کے بعد ہمزہ کسور واقع ہے۔ یہ سرخس کے قریب خراسان کا ایک مشہور شہر ہے جس کو

فیروز بن یزید نے آبلہ کیا تھا۔ یہاں بہت سے لرباب فن پیدا ہوئے ہیں۔ نسائی، حمزہ کے مد اور قصر دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔ سنہ پیدائش..... امام نسائی ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ بعض نے آپ کا سن پیدائش ۲۱۴ھ بتلایا ہے مگر "تذیب" میں خود امام نسائی کی زبانی منقول ہے۔ "شبہ ان کیوں مولدی فی سنہ ۲۱۵ھ" اندازہ سے میری پیدائش ۲۱۵ھ میں ہوئی۔

تحصیل علم..... آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے شیوخ سے حاصل کی۔ اس کے بعد ۲۳۰ھ میں سب سے پہلے تیبہ بن سعید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ "رحل الی قیسیہ ولہ خمس عشرة سنت و شہرین" سب سے پہلے امام تیبہ کی خدمت میں سفر کر کے گئے جبکہ عمر شریف پندرہ سال کی تھی اور ان کے پاس ایک سال دو ماہ قیام رہا۔ اس کے بعد دوسرے شیوخ و اساتذہ سے استفادہ کیا۔ دنیائے اسلام کے مختلف حصوں کا سفر کیا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ انہوں نے خراسان، عراق، حجاز، جزیرہ، شام اور مصر وغیرہ بہت سے شہروں کے اکابر، شیوخ و اساتذہ سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے مصر کو اپنے علوم کی نشر و اشاعت کا مرکز بنالیا۔ حضرت شاہ عبدالرحمن محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ مصر میں مستقل طور پر سکونت اختیار کی۔ ان کی تصانیف اسی اطراف میں پھیلیں اور بہت سے لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا اور حدیث کی روایت کی۔ پھر آخر میں ماؤذ یقعدہ ۳۰۲ھ میں مصر سے دمشق آگئے۔

شیوخ و اساتذہ..... ان کے شیوخ و اساتذہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بیشمار مخلوق سے حدیث کا سماع کیا۔ اسحاق بن راہویہ، محمد بن نصر، علی بن حجر، یونس بن عبدالاعلیٰ، محمد بن بشر، امام ابو داؤد سجستانی وغیرہ ان کے شیوخ میں داخل ہیں۔ حافظ ابن حجر نے امام بخاری کو بھی ان کے اساتذہ میں شمار کیا ہے۔ ابو زرعہ رازی اور ابو حاتم سے بھی روایت کرنا ثابت ہے۔

اصحاب و تلامذہ..... ان کے تلامذہ میں دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی ملتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان کے تلامذہ کی ایک طویل فہرست نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "وامم لایحصون" چند مشہور تلامذہ کے نام حسب ذیل ہیں۔ امام نسائی کے صاحبزادے عبدالکریم، ابو بکر بن احمد ابن السنی، ابو علی حسن بن خضر سیوطی، حسن بن الطبق عسکری، ابو القاسم حمزہ بن محمد بن علی کنانی، ابو الحسن محمد بن عبداللہ، محمد بن معاویہ، محمد بن قاسم اندلسی، علی بن جعفر الطحادی، احمد بن محمد بن مہندی، ابو بشر دولابی وغیرہ۔

زہد و تقوی..... امام نسائی زہد و تقویٰ میں یکتائے روزگار تھے۔ صوم داؤدی پر ہمیشہ عمل پیرا رہتے تھے۔ یعنی ایک روز روزہ رکھتے تھے اور دوسرے روز افطار کرتے تھے۔ حافظ محمد بن مظفر فرماتے ہیں کہ میں نے مصر میں اپنے مشائخ سے سنا ہے وہ بیان کرتے تھے کہ امام نسائی کے دن رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزرتا تھا اور اکثر حج بیت اللہ کیا کرتے تھے۔

خبالک فی عینی و ذکرک فی فمی و حیک فی قلبی فابن تطیب

شجاعت و بہادری..... امام نسائی بہت شجاع اور بڑے بہادر حق گوئی و بیباکی میں بہت آگے تھے جو مردان خدا کا ہمیشہ سے عام شعار رہا ہے۔

آئین جوانمردان حق گوئی و بیباکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رد باہی (اقبال)

(جمہاد کا جذبہ بھی تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ امیر مصر کے ساتھ جمہاد میں شرکت بھی کی۔)

عام حالات زندگی..... امام نسائی نے سنت نبویہ کو قائم کیا۔ تاشادات ان کی زندگی اسی پر قائم رہی۔ سنت کی اشاعت اور بدعت سے نفرت پر ان کی شہادت کا واقعہ خود ایک واضح دلیل ہے۔ بادشاہوں کی مجالس سے آپ نے ہمیشہ گریز کیا۔ اس کے باوجود کھانے پینے میں ہمیشہ کشادہ دست رہے۔ بہترین غذا میں کھاتے، مرغ خرید کر پالتے اور خوب فرہ کر کے کھیاتے تھے۔ حافظ ابن کثیر کا بیان ہے کہ روزانہ مرغ کھانے کے بعد نمیز (شربت) پیتے تھے۔ آپ کے نکاح میں چار بیویاں تھیں

اور ہر ایک کے پاس ایک شب رہتے تھے۔ ان کے علاوہ لوٹدیاں بھی تھیں لیکن آپ کی اولاد میں صرف صاحبزادہ عبدالکریم کا نام معلوم ہو سکا۔

حلیہ مبارک..... قدرت نے جس طرح امام نسائی کو معنوی اور باطنی محاسن عطا کرنے میں فیاضی سے کام لیا تھا اسی طرح ان کو حسن ظاہری کی دولت بھی بافراط عطا کی گئی تھی۔ بڑے دجیبہ و شکیل تھے۔ چہرہ نہایت بر شکوہ اور روشن تھا۔ رنگ نہایت سرخ و سفید تھا۔ یہاں تک کہ بڑھاپے میں بھی حسن و تروتازگی میں فرق نہیں آیا تھا۔ لباس نہایت نفیس اور قیمتی زیب تن فرماتے تھے۔

علماء و معاصرین کا اعتراف..... حافظ ابن حجر، علامہ ذہبی اور ابن کثیر وغیرہ نے بہت سے اہل علم کے اقوال نقل کئے ہیں جنہوں نے امام نسائی کی رفعت شان اور فضل و کمال کا اعتراف کیا ہے۔ مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ میں حدیث کے امام تھے۔ ابو سعید عبدالرحمن نے اپنی تاریخ مصر میں لکھا ہے کہ ”آپ حدیث میں امام، ثقہ، معتبر اور حافظ تھے۔“ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ ”اپنے زمانہ کے تمام محدثین سے (سیخین کے بعد) بلند اور اونچے تھے۔“ حاکم کہتے ہیں کہ میں دارقطنی سے یہ سنا ہے کہ امام نسائی جرح و راوہ، فن حدیث، فن تنقید اور احتیاط میں اپنے معاصرین سے کہیں فائق تھے۔“ ابن الحداد شافعی فرماتے ہیں کہ میں اپنے اور اللہ کے مابین امام نسائی کو واسطہ بنا چکا ہوں۔

ناقدین فن کے نزدیک امام نسائی کا مقام..... ناقدین فن کے نزدیک جلالت علمی کے اعتبار سے امام نسائی کا پایہ امام مسلم سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ فتح الباری میں رقم طراز ہیں۔ ”فن رجال میں ماہرین فن کی ایک جماعت نے ان کو امام مسلم بن الحجاج پر بھی فوقیت دی ہے اور دارقطنی وغیرہ نے ان کو اس فن میں اور دیگر علوم حدیث میں امام الامام ابو بکر بن خزیمہ صاحب اسحیح پر بھی فوقیت دی ہے۔“

حافظ شمس الدین ذہبی سیر اعلام النبلاء میں امام نسائی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ ”یہ مسلم، ترمذی اور ابوداؤد سے حدیث، علل حدیث اور علم الرجال میں زیادہ ماہر ہیں اور بخاری و ابوزرعہ کے ہمسر ہیں۔“

علامہ تاج الدین سبکی طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں لکھتے ہیں۔ ”میں نے اپنے شیخ حافظ ابو عبد اللہ ذہب سے سوال کیا کہ آیا مسلم بن الحجاج حدیث کے زیادہ حافظ ہیں یا امام نسائی۔ فرمایا امام نسائی۔ پھر شیخ (حافظ تقی الدین سبکی) سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے اس سے موافقت کی۔“

امام نسائی کا مسلک..... دیگر محدثین کی طرح امام نسائی کے فقہی مسلک کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ ”آپ شافعی المذہب تھے۔ جیسا کہ آپ کے مناسک سے پتہ چلتا ہے۔“

نواب صدیق حسن خاں نے بھی شاہ صاحب کی تائید کرتے ہوئے امام نسائی کو شوافع میں شمار کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک بھی ان کا انتساب مسلک شافعی کی جانب مناسب ہے۔ لیکن فیض الباری میں حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کا قول ہے کہ کچھ لوگوں نے امام ابوداؤد اور امام نسائی کو شافعی کہا ہے، لیکن حق یہ ہے کہ یہ حضرات حنبلی تھے۔ حافظ ابن حجر نے اس کی تصریح کی ہے۔ امام نسائی کی سنن کے مطالعہ سے بھی ان کا حنبلی ہونا ظاہر ہے۔ مثال کے طور پر امام احمد کے نزدیک جمعہ کی نماز قبل الزوال جائز ہے۔ چنانچہ امام نسائی نے ”باب وقت الجمعة“ ترجمہ قائم کر کے وہی روایات نقل کی ہیں۔ جن سے حنابلہ کا استدلال ہے اور جمہور ائمہ ثلاثہ کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صریح روایت ”سکان بصلی الجمعة صحیح تملیل الشمس“ کو ترک کر دیا ہے۔

اسی طرح جمہور کے نزدیک شوہر و بیوی ایک ساتھ غسل جنابت کر رہے ہوں تو دونوں کا غسل بالافتق ہو جائے گا۔ لیکن اگر عورت مرد سے پہلے غسل کرے تو اس کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے شوہر کو غسل کرنا امام احمد کے نزدیک ناجائز ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام نسائی نے ”باب اغتسال الرجل والمرأة من اناء واحد“ ترجمہ قائم کر کے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو نقل کیا ہے۔ جس سے ان کا حضور ﷺ کے ساتھ غسل کرنا ثابت ہے اس کے بعد دوسرا ترجمہ "باب الویحصنہ فی ذلک" قائم کیا جو فی الواقع جمہور کا استدلال بیان کرنے کیلئے لیکن یہاں جو روایت نقل کی ہے وہ جمہور کے مسلک پر صحیح دلالت نہیں کرتی۔ حالانکہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی مشہور روایت جمہور کا استدلال ہے۔ اس کو امام نسائی نے اس باب میں ترک کر دیا ہے۔

امام نسائی پر تشیع کا شبہ غلط ہے..... ملک شام میں خارجیت کا زور تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین بڑی تعداد میں موجود تھے۔ اس لئے امام نسائی نے کتاب "خصائص علی" لکھی تاکہ لوگوں کو اس کے ذریعہ ہدایت ہو اور آپ نے بر ملاحق کا اظہار کیا۔ اس پر لوگوں نے تشیع کا الزام لگادیا۔ "پھر تعلقین اس کو نقل کرتے چلے گئے۔ چنانچہ ابن خلکان کے الفاظ میں "کان یشیع ابن کثیر لکھتے ہیں۔ فیہ شنی من التشیع" مگر یہ چیز سراسر غلط اور کذب محض ہے۔ کیونکہ اس کے بعد آپ نے فضائل صحابہ پر ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی جس سے خود بخود تشیع کا شبہ بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔ نیز آپ کی سنن سے یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ خلفاء راشدین میں امام نسائی اسی ترتیب کے قائل ہیں جو جمہور اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ امام نسائی پر دور ابتلاء.....

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزار ہستی میں  
تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خو کرے (اقبال)

امام نسائی کو مصر میں جو شہرت و عظمت اور مقبولیت حاصل ہوئی اس کی بناء پر حاسدین حسد کرنے لگے۔ اس لئے آپ نے ذیقعدہ ۳۰۲ھ میں مصر کو خیر باد کہا اور وہاں سے فلسطین کے ایک مقام رملہ آگئے۔ چونکہ شام میں بنی امیہ کی طویل حکومت کے سبب سے خارجیت و ناصیبت کا زور تھا۔ عوام حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بدگمان تھے، اس لئے آپ دمشق تشریف لے گئے اور جامع دمشق میں ممبر پر چڑھ کر کتاب خصائل علی رضی اللہ عنہ سنائی شروع کی۔ ابھی تھوڑی ہی سی پڑھی تھی کہ کس ساکھ نے سوال کیا آپ نے امیر معاویہ کے فضائل پر بھی کوئی کتاب لکھی ہے۔ آپ نے فرمایا معاویہ کے لئے یہی کافی ہے کہ برابر سراسر ابر چھوٹ جائیں۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مجھے ان کے مناقب میں بجز اس حدیث کے "لا یشیع اللہ بطنہ" اور کوئی حدیث نہیں پہنچی۔ اس پر عوام نے مشتعل ہو کر زرد کو ب شروع کر دی، امام صاحب کے نازک مقام پر سخت چوٹیں آئیں جن کے سبب سے امام صاحب نیم جاں ہو گئے۔

درود حق کشیدہ اندبلا  
اس بلا شد سبب بقر بے ولا

اسی حالت میں لوگ آپ کو مکان پر لائے امام صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو مکہ مکرمہ لے چلو تاکہ میرا انتقال مکہ معظمہ میں ہو۔

وقات..... کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ۳۰۳ھ میں پیر کے دن مکہ معظمہ پہنچنے پر ہوئی اور وہاں صفا سرد کے درمیان دفن کئے گئے۔

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے  
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار (اقبال)

دوسری روایت یہ ہے کہ مکہ معظمہ جاتے ہوئے راستہ میں بمقام شہر رملہ (فلسطین) انتقال ہوا۔ پھر وہاں سے آپ کی نعش مکہ معظمہ پہنچائی گئی۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۸۸ سال کی تھی۔

تصانیف..... امام نسائی نے مختلف موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) السنن الکبریٰ۔

یہ ابو بکر محمد بن معاویہ معروف بابن الاحمر کی روایت سے مروی ہے۔

(۲) کتاب الصحفاء والمتروکین۔

اس میں آپ نے بہت سے ثقہ ائمہ حدیث و فقہ کو بھی ضعیف کہہ دیا ہے۔ کچھ تو امام نسائی کے مزاج میں تشدد زیادہ تھا اور کچھ مزاج میں تعصبی رنگ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امام نسائی کے نقد رجال میں تشدد سے فائدہ اٹھا کر دوسرے لوگوں نے الحاقی عبارتوں کا اضافہ کر دیا ہو جیسا کہ میزان الاعتدال میں امام صاحب کا ذکر الحاقی ہے۔

(۳) کتاب الجمعہ۔

اس کا تذکرہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے کیا ہے۔

(۴) عمل الیوم واللیات۔

مشہور تصنیف ہے اور مطبوعہ ہے۔

(۵) کتاب المدلسین

(۶) کتاب الاسماء والکنی

(۷) مسند علی

(۸) مسند منصور بن زاذان

(۹) خصائص علی۔

جس کی وجہ سے آپ پر تشبیح کا الزام لگایا گیا تھا۔

(۱۰) السنن الصغریٰ جو مجتبیٰ کے نام سے مشہور ہے۔

(۱۱) اغراب شعبہ علی سفیان و سفیان علی شعبہ

سنن نسائی..... اس میں آپ نے امام بخاری و مسلم کی طرح صرف صحیح الاسناد روایات ہی کو لیا ہے۔ آپ کی یہ تصنیف بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کو جامع سمجھی جاتی ہے اور علل حدیث کا بیان اس پر متزاہد ہے۔ اس کے ساتھ حسن ترتیب اور جودت تالیف میں بھی ممتاز ہے۔ چنانچہ حافظ ابو عبداللہ بن رشید متوفی ۷۷۲ھ فرماتے ہیں کہ

یہ کتاب علم سنن میں جس قدر کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان سب میں تصنیف کے لحاظ سے انوکھی اور ترتیب کے اعتبار سے بہترین ہے اور یہ بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کی جامع ہے۔ نیز علل حدیث کے بھی ایک خاص حصے کا اس میں بیان آگیا ہے۔

تالیف سنن..... حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ امام نسائی جب ”سنن کبریٰ“ کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اس کو امیر رملہ کی خدمت میں پیش کیا۔ امیر موصوف نے امام ممدوح سے دریافت کیا کہ اس میں جو کچھ ہے وہ صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں! اس پر امیر نے فرمائش کی کہ میرے لئے صرف صحیح روایات کو جمع کر دیجئے تو امام نسائی نے ان کیلئے سنن صغریٰ تصنیف کی جو مجتبیٰ کے نام سے مشہور ہے اور صحاح ستہ میں داخل ہے۔

لفظ مجتبیٰ تاہم فوقانیہ کے بعد باء موحده کے ساتھ زیادہ مشہور ہے۔ بعض نے بجائے باء کے نون سے پڑھا ہے۔ مجتبیٰ اجتباء سے ہے جس کے معنی انتخاب اور برگزیدہ کرنے کے ہیں اور مجتبیٰ اجتباء ہے جس کے معنی درخت سے پختہ میوہ چننے کے ہیں۔ مذکورہ بالا واقعہ کا ذکر علامہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں کیا ہے اور ملا علی قاری نے بھی اس کو مرآۃ شرح مشکوٰۃ میں سید جمال الدین کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

سنن نسائی کے بارے میں حافظ ذہبی کی رائے..... لیکن علامہ ذہبی نے ”سیر اعلام النبلاء“ میں امام نسائی کے ترجمہ میں اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں بلکہ مجتبیٰ ابن السنی کا اختصار ہے۔ جو نسائی کے شاگرد ہیں۔

مولانا عبدالرشید نعمانی کی رائے بھی یہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ بالفعل جو کتاب سنن نسائی کے نام سے ہمارے



یہاں داخل درس سے وہ دراصل امام موصوف کی تصنیف نہیں بلکہ ان کی کتاب کا اختصار ہے۔ جو ان کے نامور شاگرد حافظ ابو بکر بن السنی کے قلم کا مرہون منت ہے اس مختصر کا نام الجہمی ہے اور اس کو سنن صغری بھی کہا جاتا ہے۔ مگر امام نسائی کا خود اپنا بیان جس کو ان کے شاگرد ابن الاحمر نے نقل کیا ہے کہ ”کتاب السنن ای الکبریٰ کلمہ صحیح و بعضہ معلوم الا انہ بیئہ و المنتخب المسمی بالمجتبیٰ صحیح“ پوری کتاب السنن (الکبریٰ) کا بیشتر حصہ صحیح ہے اور بعض حدیثیں معلول ہیں تو ان کی علت کو بیان کر دیا اور اس کا انتخاب جو الجہمی کے نام سے موصوم ہے وہ تمام ترجیح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن کبریٰ کا اختصار ابن السنی نے امام نسائی کے زیر نگرانی رہ کر کیا ہے۔

فی الباع الجتی یمكن حملها علی ان یکون ابن السنی باسخر اختصار وها بامر النسانی فلحمل علیہ هذه الروایة ولا یجتره اعلیٰ شوق عصا الجماعة بقول محتمل۔“

امام اعظم اور امام نسائی..... حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ حافظ ابو الشیخ ابن حبان نے اپنی کتاب السننہ میں اور ابن عدی نے اپنی تاریخ کامل میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں اور ان سے پہلے دوسرے لوگوں نے جیسے ابن شیبہ نے مصنف میں اور امام بخاری و نسائی نے انہ مجتہدین کے بارے میں جو کلام کیا ہے میں ان امر کو اعتراضات سے برتر سمجھتا ہوں، کیونکہ ان کے مقاصد نہایت اعلیٰ تھے۔ اس لئے ان معترضین کی پیروی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

جب امام نسائی مصر آئے تو وہاں امام طحاوی سے مذاکرے رہے۔ شاید اسی زمانہ میں ایک روایت امام اعظم سے بھی کی ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام نسائی نے امام ابو حنیفہ اور آپ کے تلامذہ پر جو نقد کیا تھا اس سے رجوع کر لیا تھا۔ اس واسطے کہ اگر امام نسائی کے نزدیک امام اعظم حدیث میں قوی نہیں تھے کثیر الغلط تھے (جیسا کہ یہ الفاظ ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں) تو سنن نسائی میں امام صاحب سے روایت کرنے کے کیا معنی روایت کرنا ہی اس کی دلیل ہے کہ وہ امام صاحب کو قوی فی الحدیث اور ثقہ سمجھتے ہیں۔ روایت یہ ہے۔

”حدثنا علی بن حجر ثنا عیسیٰ هو ابن یونس عن النعمان یعنی اباحنیفہ عن عاصم بن ابی رزین عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما لیس علی من اتی بہیمتہ حد۔“

یہ حدیث ابن السنی کی روایت میں نہیں ہے لیکن ابن الاحمر، ابو علی سیوطی اور مغارہ کے نسخوں میں موجود ہے۔ سنن نسائی کی طویل السنن حدیث..... سنن نسائی میں ”الفضل فی قراۃ قل هو اللہ احد“ کے ذیل میں ایک عشری (وس واسطوں والی حدیث ہے اور یہ ہے۔ ”اخبرنا محمد بن بشر حدثنا عبدالرحمن حدثنا زائدہ عن منصور عن ہلال بن یساف عن ربیع بن خثیم عن عمرو بن ہیمون عن ابی لیلی عن امراۃ عن ایوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قل هو اللہ احد ثلث القرآن۔“ امام نسائی فرماتے ہیں ما عرف اسناد الطویل من ہذا۔“

رہو بیان سنن نسائی..... امام نسائی سے ان کی کتاب السنن کو جن حضرات نے روایت کیا ہے ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

- (۱) امام ممدوح کے صاحبزادہ عبدالکریم۔
- (۲) حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری معروف بابن السنن متوفی ۳۶۳
- (۳) ابو علی حسن بن خضر سیوطی
- (۴) حسن بن رشیق عسکری
- (۵) حافظ ابو القاسم حمزہ بن محمد علی کنانی متوفی ۵۳۵ھ
- (۶) ابو الحسن محمد بن عبداللہ بن زکریا حبویہ
- (۷) محمد بن معاویہ بن الاحمر

(۸) ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن محمد بن قاسم بنائی، اموی، قرطبی متوفی ۳۲۸ھ

(۹) امام احمد بن محمد بن المہدی

(۱۰) امام ابوالحسن علی بن احمد طحاوی متوفی ۳۵۱ھ۔ اکابر فقہاء حنفیہ میں سے ہیں اور بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں۔

مشہور امام وقت ابو جعفر طحاوی کے صاحبزادہ ہیں جن کی شرح معانی آثارے مثل کتاب ہے۔  
شروح و تعلیقات..... سنن نسائی با اتفاق علماء صحاح ستہ کا ایک فرد ہے۔ مگر افسوس کہ اس کی شرح کی طرف علماء نے وہ توجہ نہیں کی جو دیگر کتب کی طرف کی گئی تھی چھ صدی گزرنے کے بعد جلال الدین سیوطی نے اس پر ایک تعلق لکھی جس کا نام زہر الربی علی الجہتی ہے۔ مصنف کے دیگر تعلیقات کی طرح یہ تعلق بھی بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ دوسری تعلق یا حاشیہ شیخ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبد الہادی سندھی متوفی ۱۱۳۸ھ کا ہے۔ یہ سیوطی کی تعلق سے زیادہ مفصل ہے اس میں متن کے ضروری مقامات کا حل اور اعراب کی تحقیق اور الفاظ غریبہ کی تشریح کی گئی ہے۔ تیسری شرح ابو حفص سراج عمر بن علی بن محمد معروف بابین القعد متوفی ۸۰۳ھ کی ہے۔ انہوں نے صحاح کی شرح لکھی ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے زوائد النسائی علی الاربعہ کی ایک جلد مرتب کی جس میں سنن نسائی کی ان احادیث کی شرح کی ہے جو بخاری، مسلم، ترمذی اور ابوداؤد میں نہیں ہیں۔ مگر یہ نایاب ہے۔

چوتھے حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور کی تعلق ہے جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا غلیل احمد صاحب اور حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب وغیرہم کی افادات کا مجموعہ ہے۔ اس میں مشکل مقامات کا حل، اغلاط طباعت کی تصحیح اور امام نسائی کے قول ”ہذا منکر و ہذا صواب“ پر محققانہ بحث اور اس کتاب کی خصوصیات و تراجم پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے۔ افسوس کہ یہ بھی ہنوز زیور طبع سے روشناس نہ ہو سکی۔

## (۲۱) امام طحاویؒ

نام و نسب

احمد نام، ابو جعفر کنیت، ازدی، طحاوی نسبت اور والد کا نام محمد ہے۔ شجر و نسب یہ ہے۔ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ۔ یہاں تک جمہور محدثین و مورخین کا اتفاق ہے۔ مورخ ابن خلکان نے سلمہ کے والد عبد الملک کی اور حافظ بن عساکر نے عبد الملک کے والد سلمہ اور ان کے دوا سلیم کی بھی تصریح کی ہے۔ سلمہ بن قاسم قرطبی نے ان کے بعد کچھ اور پشتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ پورے کو ملا کر سلسلہ نسب کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ بن سلیم بن سلیمان بن جواب الازدی الحجری المصری الحظلی۔ ازد یمن کا ایک طویل الذیل قبیلہ ہے اور حجر اس کی ایک شاخ ہے۔ ایک دوسرے قبیلہ ازد شنورہ سے ممتاز کرنے کیلئے ازد حجر بولا جاتا ہے۔ چونکہ امام طحاوی کا تعلق یمن کے مشہور قبیلہ ازد کی شاخ حجر سے تھا اس لئے اس کی طرف منسوب ہو کر ازدی حجری کہلاتے ہیں۔ نیز آپ کے آباؤ اجداد فتح اسلام کے بعد مصر میں فروکش ہو گئے تھے۔ اس لئے مصری بھی کہلاتے ہیں۔ آپ کے والد عالم اور دیندار آدمی تھے۔ طحاوی نے ان سے سماعت بھی کی ہے۔ جس سال طحاوی کے ماموں اسماعیل مزنی کا وصال ہوا یعنی ۲۶۳ھ میں اسی سال ان کے والد نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔

تحقیق طحا..... طحاء، صعید مصر کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے۔ جس کی طرف منسوب ہو کر طحاوی کہلاتے ہیں۔ اکثر مصنفین نے یہی کہا ہے۔ لیکن صاحب معجم البلدان کی تحقیق یہ ہے کہ امام موصوف طحا کے باشندے نہیں تھے بلکہ اس کے قریب ہی ایک مختصر سی آبادی جو تقریباً دس مکانات پر مشتمل تھی جس کو طحاوی کہتے ہیں اس کو امام صاحب کے وطن

عزیز ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مگر آپ نے طحطاوی نسبت کو پسند نہیں فرمایا بلکہ اپنے وطن سے قرہی آبادی طحاکی طرف نسبت کی علامہ سیوطی نے بھی "لب اللباب فی تحریر الانساب" میں یہی ذکر کیا ہے۔

سنہ پیدائش..... اس میں قدرے اختلاف ہے۔ مورخ ابن خلکان ۲۳۸ھ اور حافظ ابن عساکر بروایت ابن یونس ۲۳۹ھ بیان فرماتے ہیں۔ علامہ ذہبی نے دوسرے قول کی تصحیح کی ہے اور ابو الحسن بھی اسی طرف گئے ہیں۔ مگر نخب الافکار میں علامہ عینی فرماتے ہیں کہ سمعانی نے کہا ہے کہ امام طحاوی کی ولادت ۲۲۹ھ میں ہوئی ہے۔ یہی درست معلوم ہوتا ہے۔ ابو سعید بن یونس کا بیان ہے کہ امام طحاوی نے فرمایا کہ میری ولادت کا سال ۲۲۹ھ ہے۔

یہ بیان حافظ ابن عساکر کے مذکورہ بالا قول سے مختلف ہے جس کو وہ بھی بروایت ابن یونس نقل کر رہے ہیں مگر یہ اس لئے راجح معلوم ہوتا ہے کہ خود مصنف کے اپنے قلم سے قلمبند ہوا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ حافظ ابن نقطہ نے بھی "التقید لمرقۃ الرواة المسانید" میں یہی سال (۲۲۹ھ) بیان کیا ہے۔ دوسرے حضرات نے اتنی وضاحت اور کی ہے کہ رجب الاول کی دس تاریخ اور شب یکشنبہ تھی۔

تحصیل علم..... امام طحاوی علم کی طلب میں اپنے مسکن سے مصر آئے اور یہاں اپنے ماموں ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ مزنی جو امام شافعی کے اجل تلامذہ اور سربر آوردہ اصحاب میں تھے ان سے پڑھتے رہے اور اسی لئے ابتداء میں امام شافعی کے مذہب پر رہے۔ مگر چند سالوں کے بعد فقہ شافعی کے بجائے فقہ حنفی کے متبع ہو گئے تھے۔

سماع حدیث کیلئے سفر..... امام طحاوی نے امام مزنی کے علاوہ مصر کے دیگر محدثین کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر فقہ و حدیث کو حاصل کیا بلکہ مصر میں ہر وارد ہونے والے محدث و عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے۔ اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کے بعد ۲۶۸ھ میں ملک شام کا رخ کیا۔ بیت المقدس، غزہ، عسقلان کے شیوخ سے سماعت کی۔ دمشق میں ابو عازم عبد الحمید قاضی دمشق سے ملاقات کی اور ان سے فقہ حاصل کیا۔ اس کے بعد ۲۶۹ھ میں مصر واپس تشریف لائے۔

علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ جو شخص امام طحاوی کے شیوخ پر نظر ڈالے گا اسے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ ان کے شیوخ میں مصری، مغربی، یمنی، بصری، کوفی، حجازی، شامی اور خراسانی مختلف ممالک کے حضرات ہیں۔ جن سے آپ نے اخبار و آثار کا علم حاصل کیا۔ مصر اور اس کے علاوہ دیگر شہروں کے شیوخ سے تحصیل علم کیلئے صحرانوردی کی۔ یہاں تک کہ وہ علوم جو مختلف اشخاص کے پاس پر آگندہ تھے ان سب کو امام موصوف نے سمیٹ لیا اور بالآخر ایک وقت وہ آیا کہ اپنے زمانہ میں تحقیق مسائل اور وقت نظر کے لحاظ سے طحاوی کا کوئی شیل نہ رہا۔

شیوخ و اساتذہ..... آپ کے شیوخ کی تعداد بے شمار ہے۔ بعض حضرات نے ان کے شیوخ کو مستقل تصنیف میں جگہ دی ہے۔ چنانچہ حافظ عبد العزیز بن ابی طاہر تمیمی نے اپنی ایک تالیف میں آپ کے اساتذہ کو یکجا جمع کیا ہے۔ چند مشہور اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

ابراہیم بن ابی داؤد برلسی، ابراہیم بن محمد خولانی، ابراہیم بن محمد صیرنی، ابراہیم بن مرزوق بصری، احمد بن قاسم کوفی، احمد بن داؤد سدوسی، احمد بن سہیل رازی، احمد بن اصم مزنی، احمد بن مسعود مقدسی، احمد بن سعید فہری، ابو بشر احمد دولابی، احمد بن خالد فارسی، احمد بن عبد اللہ برقی، احمد بن حماد نجیبی، احمد بن محمد بن بشر، احمد بن شعیب نسائی، اسحاق بن ابراہیم ہراتی، اسحاق بن حسن طحان مروزی، اسماعیل بن یحییٰ مزنی، بحر بن نصر خولانی، بکار بن قتیبہ بصری، جعفر بن احمد اسلمی، حجاج بن عمران مازنی، حسن بن عبد الاعلیٰ صنعانی، حکیم بن سیف رقی، ربیع بن سلیمان ازوی، روح بن فرج، زکریا بن یحییٰ، سعید بن بشر رقی، سلیمان بن شعیب کیسانی، صالح بن حکیم تمار بصری، صالح بن شعیب بصری، طاہر بن عمرو، عبد الرحمن ابو زرعہ دمشقی، عبد العزیز بن معاویہ نسائی، علی بن شیبہ مصری، علی بن معبد، علی بن سعید رازی، علی بن زید فرانسی، عمران بن موسیٰ طائی، فہد بن سلیمان کفی، قاسم بن عبید اللہ انجلی، لیث بن عبدہ مروزی، محمد بن جعفر

فریابی، محمد بن حرمہ، محمد بن مکی، محمد بن حمید ربیعہ، محمد بن سلامہ طحاوی، نصر بن مزوق عسقلانی، ولید بن محمد تمیمی، ہارون بن محمد عسقلانی، یحییٰ بن عثمان سہمی، یحییٰ بن اسماعیل بغدادی۔

اصحاب و تلامذہ..... امام طحاوی کے علمی کمالات نے آپ کی ذات گرامی کو طالبان حدیث و فقہ کا مرجع بنا دیا تھا۔ اختلاف مسلک و مشرف کے باوجود دور دور از ملکوں سے طالبان علوم سفر کی صعوبتیں اٹھاٹھا کر علمی استفادہ کیلئے آپ کے پاس آتے تھے، چند تلامذہ کے نام یہ ہیں۔

ابو عثمان احمد بن ابراہیم، احمد بن عبد الوہاب زجاج، احمد بن محمد دامغانی، ابو محمد حسن بن قاسم، سلیمان بن احمد طبرانی، ابو محمد عبداللہ بن حدید، عبدالرحمن بن اسحاق جوہری، ابوالقاسم عبید اللہ بن علی داؤدی، محمد بن احمد انصاری، محمد بن ابراہیم مقری، محمد بن جعفر غندر بغدادی، محمد بن عمر ترمذی، مسلم بن قاسم قرظی، مکی بن احمد بردعی، میمون بن حمزہ عبیدی، ہشام بن محمد رعیسی ہشام بن محمد بن قرہ مصری، یوسف بن قاسم میانجی۔

امام طحاوی کا مسلک.....

ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے

جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں

امام طحاوی نے ابتدائی نشوونما کے زمانہ میں اپنے ماموں ابو ابراہیم اسمعیل بن یحییٰ مزنی ہی سے فقہ حاصل کرنا شروع کیا تھا۔ اس لئے ابتداً آپ امام شافعی کے مقلد تھے۔ پھر فقہ میں جتنا آگے بڑھتے رہے اتنا ہی انقلاب سے دوچار ہوتے رہے۔ اصل و فرع میں مد و جزر میں مدافعت، اقدام و اجتام کا معاملہ، نقص و ابرام کی صورت، قدیم و جدید کی تقسیم ایک عجیب کیفیت تھی۔ ادھر ماموں کے پاس وہ سامان نہ تھا جس سے طحاوی کی فتنگی دور ہو سکتی۔ آخر اس کی جستجو ہوئی کہ مسائل خلافیہ میں ماموں جان کیا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ کثرت سے فقہ حنفی کا مطالعہ کرتے ہیں اور بہت سے مسائل میں امام شافعی کے مسلک سے الگ ہو کر امام اعظم کے ارشاد سے ملتا جلتا فیصلہ صادر کر دیتے ہیں اور اس طرح کے تمام مسائل ایک ذاتی یادداشت (مختصر) میں جمع کر لیتے ہیں۔ اب طحاوی نے بطور خود عراقی اسلوب فقہ کا مطالعہ شروع کیا۔ دل کو بھا گیا اس کے بعد امام طحاوی نے باقاعدہ احمد بن ابی عمران سے فقہ حنفی حاصل کرنا شروع کیا جو عراق سے تشریف لائے تھے۔ اس سے پہلے طحاوی بکار بن قتیبہ کی وہ تردید بھی ملاحظہ کر چکے تھے جو امام مزنی کے سلسلہ میں کی گئی تھی۔ یہی وہ موڑ ہے جہاں سے طحاوی پر ابی راہ مسلک شافعی کو خیر باد کہتے بھوٹے نئی راہ مسلک حنفی پر گامزن ہوئے۔

بے حقیقت، افسانے و بے بنیاد کہانیاں..... تبدیلی مسلک کے سلسلہ میں جو واقعات صادقہ اوپر مذکور ہو، یہ امام طحاوی کا اپنا بیان ہے جس کو محمد بن احمد شروطی نے آپ کی زبانی نقل کیا ہے۔ اس لئے یہی صحیح و معتبر اور قابل پذیرائی ہے۔ اس سلسلہ میں اور جو واقعات نقل کئے گئے ہیں مثلاً ابواسحاق شیرازی نے طبقات القہباء میں بیان کیا ہے کہ ”اول اول شافعی المسلک تھے اور مزنی سے علم فقہ حاصل کرتے تھے۔ ایک روز مزنی کی زبان سے نکل گیا بخدا تم کو کچھ نہ آیا۔“ طحاوی کو یہ بات سخت ناگوار گذری اور ابن ابی عمران کی در سگاہ میں آرہے۔ جب طحاوی نے مختصر تالیف کی تو فرمایا اگر ابو ابراہیم زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے۔

اسی طرح سلفی نے ”مجم شیعوخ“ میں بروایت احمد بن عبدالمعتم آدمی عن ابن علی زامغانی عن القدری اور حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور حافظ ابن حجر نے ”لسان المیزان“ میں اسی قسم کے جو واقعات نقل کئے ہیں وہ سب بے سند، خلاف روایت اور بعید از عقل ہیں۔

علو شان و علمی مقام..... امام طحاوی حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ و اجتہاد میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ قافلہ علم میں بہت کم ایسے حضرات نکلیں گے جو بیک وقت حدیث و فقہ اور اصول فقہ میں امام طحاوی کے کامل ہمہ دانی ہمسری کر سکیں۔

آپ کا شمار اعظم مجتہدین میں ہوتا۔ چنانچہ ملا علی قاری نے آپ کو طبقہ ثالثہ کے محدثین میں شمار کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مجتہدین ہیں جو ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں۔ جن میں صاحب مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہو۔ جیسے خصاص، ابو جعفر، طحاوی، ابوالحسن کوفی، شمس الاممہ سرخسی، فخر الاسلام بزودی، فخر الدین قاضی خاں وغیرہ۔ یہ لوگ امام صاحب سے اصول و فروع میں مخالفت نہیں کرتے۔ البتہ حسب اصول و قواعد ان مسائل کے احکام کا استنباط کرتے ہیں جن میں صاحب مذہب سے کوئی نص نہ ہو۔

مگر شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ ”مختصر طحاوی“ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام طحاوی مجتہد منتسب تھے محض امام ابو حنیفہ کے مقلد نہ تھے۔ کیونکہ بہت سے مسائل میں انکے مذہب سے اختلاف کیا ہے۔ اسی لئے مولانا عبدالحی صاحب نے امام ابو یوسف اور امام محمد کے طبقے میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ انکا مرتبہ ان دونوں سے کم نہیں تھا۔ طحاوی کا مرتبہ ارباب حکومت کے یہاں..... حسین بن عبداللہ قرشی بیان کرتے ہیں کہ ابو عثمان احمد بن ابراہیم اپنے زمانہ قضاء میں ہمیشہ طحاوی کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور سماع حدیث کا مشغلہ رہتا تھا۔ عبدالرحمن بن اسحاق جوہری کو قضاء مصر کا منصب تفویض ہوا تو ہمیشہ سواری کے موقع پر یہ معمول رہا کہ طحاوی کے بعد سوار ہو تا اور بعد میں اترتا۔ لوگوں نے کہا بھی کہ آپ قاضی وقت ہو کر ایسا کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہم پر یہی ضروری ہے کیونکہ طحاوی عالم اور پیشوا ہیں۔ نیز یہ کہ وہ مجھ سے گیارہ برس بڑے ہیں۔ گیارہ برس تو خیر بڑی مدت ہوتی ہے اگر وہ مجھ سے گیارہ گھنٹے بھی بڑے ہوتے تب بھی محض عمدہ قضاء کی وجہ سے ان پر بڑائی جتان مناسب نہ ہوتا۔

جب ابو محمد عبداللہ بن زبر اسی عمدہ قضاء پر فائز ہوئے اور طحاوی نے ان کے سامنے فریضہ شہادت انجام دیا تو بڑی تعظیم سے پیش آئے۔ نہ صرف یہی بلکہ ابو محمد نے طحاوی سے ایک حدیث کے بارے میں بھی سوال کیا۔ یہ حدیث ابو محمد کسی اور شخص کے واسطے سے بروایت طحاوی سن چکے تھے۔ اس موقع پر طحاوی نے اس حدیث کا املا کر لیا۔

ایک بار طحاوی احمد بن طولون کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ مجلس میں پہلے نکاح کی رسم ادا ہوئی۔ نکاح کے بعد خادم ایک صحنی میں سو دینار اور خوشبو لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ تحفہ قاضی صاحب کیلئے ہے۔ قاضی نے طحاوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ حق طحاوی کا ہے۔ اس کے بعد دس صینیاں گواہوں کیلئے آئیں مگر قاضی برابر یہی کہتا رہا کہ یہ طحاوی کا حق ہے۔ آخر میں خود طحاوی کا ذاتی تحفہ بھی آگیا۔ اس طرح طحاوی ایک ہی مجلس سے بارہ ہزار دینار اور خوشبو لے کر اٹھے۔

فن جرح و تعدیل اور امام طحاوی..... فن رجال و جرح و تعدیل میں امام طحاوی کو کامل دستگاہ حاصل تھی۔ اس فن میں آپ کی مستقل تصانیف بھی ہیں۔ تاریخ کبیر اور نقض المدسین جو کراچی کے رد میں ہے۔ اسی طرح ابو عبید کی کتاب النسب پر مستقل تردید لکھی ہے جہاں آپ مشکل آثار میں رواہ پر اور معانی آثار میں احادیث متعارضہ پر کلام کرتے ہیں۔ اس سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

امام طحاوی کے کمالات کا اعتراف..... امام طحاوی کے فضل و کمال، ثقاہت و دیانت کا اعتراف ہر دور کے محدثین و مورخین نے کیا ہے۔ علامہ یعنی تحب الافکار میں فرماتے ہیں۔

”امام طحاوی کی ثقاہت، دیانت، لمانت، فضیلت کاملہ اور علم حدیث میں ید طولی اور حدیث کے ناخ و منسوخ کی مہارت پر اجماع ہو چکا ہے۔ امام طحاوی کے بعد کوئی ان کا مقام پر نہ کر سکا۔“

ابو سعید بن یونس تاریخ علماء مصر میں امام طحاوی کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”طحاوی صاحب ثقاہت و فقہ ہونے کے ساتھ بلا کی نظر بھی رکھتے تھے۔ ان کے بعد کوئی ان جیسا نہیں ہوا ہے۔“

مسلمہ بن قاسم قرطبی ”المصلیٰ“ میں فرماتے ہیں کہ

”امام طحاوی ثقہ، جلیل القدر، فقیہ، علماء کے اختلافی مسائل اور تصنیف و تالیف میں صاحب بصیرت تھے۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ

”طحاوی حنفی مسلک ہونے کے باوجود تمام فقہی مذاہب پر نظر رکھتے تھے۔“

ابن جوزی ”منتظم“ میں فرماتے ہیں کہ ”طحاوی ثقہ، ثبت، فہیم و فقیہ تھے۔“

سیب ابن الجوزی ”مرآة الزمان“ میں مذکورہ بالا جملہ دہرانے کے بعد فرماتے ہیں کہ ”طحاوی کے فضل، صدق، زہد و ورع پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔“

علامہ ذہبی کے الفاظ تدریج گیر میں یہ ہیں۔ ”فقیہ، محدث، حافظ، زبردست امام، ثقہ، ثبت اور ذی فہم۔“

علامہ سیوطی کے الفاظ میں ”الامام، العلامة، الحافظ، صاحب تصانیف، ثقہ، ثبت، فقیہ ان کے بعد کوئی ان جیسے نہ ہوا۔“

”علامہ عینی نے بہت سے علماء کے اقوال نقل کئے ہیں۔ بہر حال یہ واقعہ ہے کہ امام طحاوی قرآن و حدیث سے استنباط و فقہ میں اپنے معاصرین و مابعد کے علماء میں نظیر نہیں رکھتے۔ انہیں اعلم الناس منذ باب ابی حنیفہ کہا گیا ہے۔“

امام طحاوی کی جلالت شان و ثقاہت کے باوجود حافظ بہیقی، ابن تیمیہ اور ابن حجر وغیرہ نے اعتراضات کئے ہیں جو مقدمہ میں کے اعتراف و توثیق کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

وفات..... ابن خلکان و فیات الاعیان میں امام طحاوی کے حالات بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ذیقعدہ کی چاند رات تھی، جمعرات کی شب تھی کہ اچانک پیغام اجل آپہنچا اور ۳۲۱ھ میں امام طحاوی یہ کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔

نام: سید ازاں جہاں، ہرمر اجعت برم

عزم بر جوعی کمر رخت چرخ می برم

قبر شریف قرآنہ میں ہے جو عام طور پر مشہور ہے۔ آپ کی تاریخ ولادت مصطلحاً ۲۲۹، مدت عمر محمد ۹۲ اور تاریخ وفات محمد مصطلحاً ۳۲۱ ہے۔ علامہ سمعانی ابن کثیر اور حافظ سیوطی وغیرہ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

مدفن..... علامہ عینی تحب الافکار میں فرماتے ہیں کہ ”میں نے ایک مصری عالم کی تصنیف مصر کے اماکن متبرکہ کے سلسلہ میں دیکھی ہے۔ اس کا مولف بیان کرتا ہے کہ بعض حضرات کا بیان ہے کہ طحاوی کا مرقد مقام خندق عبور کرنے کے بعد دائیں سمت میں مسجد محمود کے قریب ہے جسے عام طور پر لوگ جانتے ہیں۔ تاریخ اور جغرافیہ میں اس خندق اور مسجد محمود کے نام اکثر ملتے ہیں، مگر اب کچھ بھی نہیں رہا۔ آج طحاوی کے مزار پر جانے کی صورت یہ ہے کہ جو سڑک امام شافعی کے مرقد تک جا رہی ہے اس پر دائیں طرف بالکل سامنے جہاں مرقد شافعی جانے والی ٹرم رکتی ہے وہیں مزار ہے۔ شارع شافعی سے دائیں جانب جانے والی سڑک پر شارع طحاویہ کے سامنے ایک پرانے گنبد کے نیچے یہ آفتاب علم محو خواب ہے۔ مزار پر تاریخ وفات کندہ ہے اور ایک خاص عظمت برستی ہے۔ گنبد کے نیچے ایک خالی جگہ بھی ہے۔ گمان یہ ہے کہ یہاں سید احمد طحاوی مدفون ہے۔ موصوف زندگی میں اس بات کے متمنی رہتے تھے۔“

تصانیف و تالیف..... امام طحاوی کی تالیفات و زیاد فوائد کے لحاظ سے دیکھی جائیں یا جامعیت و تحقیق کے پہلو سے۔ ہر طرح نہایت مقبول و ممتاز رہی ہیں جن کو علماء و فقہاء نے ہمیشہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ لیکن یہ نسبت متاخرین کے حقد میں میں ان کا اعتناء زیادہ رہا ہے۔ اسی لئے آپ کی کتابیں بہت کم طبع ہو سکیں۔ مشہور و اہم تالیف کا تعداد حسب ذیل ہے۔

(۱) مشکل الآثار..... ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ آپ کی آخری تصنیف ہے۔ جس کا اصل نام ”مشکل الحدیث“ ہے عام طور پر لوگ مشکل الآثار کے نام سے جانتے ہیں۔ احادیث نبویہ میں جو بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے اس کتاب میں اس تضاد کو دور کر کے احکام کا استخراج کیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ سات مجیم جلدوں میں مکتبہ شیخ الاسلام فیض اللہ استبول میں موجود ہے جو صحت کے لحاظ سے قابل اعتماد ہے۔ اس کو ابوالقاسم ہشام بن محمد ابن ابی خلیفہ رضی اللہ عنہ نے طحاوی سے روایت کیا ہے علامہ کوثری

فرماتے ہیں کہ جن حضرات کو امام شافعی کی "اختلاف الحدیث" اور ابن قتیبہ کی "مختلف الحدیث" دیکھنے کا موقع ملا ہے اور پھر انہوں نے طحاوی کی یہ تالیف بھی دیکھی ہے ان پر طحاوی کی عظمت اور وسعت علم بخوبی روشن ہو جاتی ہے۔ ابو الولید قاضی ابن رشد نے بعض اعتراضات کے ساتھ اس کا اختصار کیا ہے۔ علامہ عینی کے شیخ قاضی القضاة جمال الدین یوسف بن موسیٰ سلطی نے اس اختصار کا بھی اختصار کیا ہے جو "المختصر من المختصر" کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔ مگر صرف یہ کہ تلخیص بہت عمدہ ہے بلکہ ابو الولید کے تمام اعتراضات کی حقیقت بھی کھول دی ہے۔

(۲) اختلاف العلماء..... یہ تصنیف مکمل نہ ہو سکی۔ تاہم نئے سائز کے تقریباً ایک سو تیس جزو حدیثی میں بیان کی جاتی ہے۔ علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ میں یہ اصل کتاب نہیں دیکھ سکا۔ البتہ اس کا خلاصہ "مختصر اختلاف علماء الامصار" جو ابو بکر رازی نے کیا ہے مکتبہ دار اللہ دہلی الدین استنبول میں موجود ہے۔ مختصر کا اندازہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ اور اصحاب ائمہ اربعہ کے ساتھ نعمی، عثمان بن عتیق، ابو زاعی، ثوری، لیث بن سعد، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ اور حسن بن حیصہ قدیم مجتہدین و کبار محدثین متقدمین کے اقوال ذکر کئے ہیں۔

(۳) احکام القرآن..... یہ میں اجزاء میں ہے۔ قاضی عیاض اکمال میں بیان کرتے ہیں کہ "طحاوی نے تفسیر قرآن کے موضوع پر ایک ہزار ورق لکھے تھے۔" (یہ احکام القرآن ہی کا ذکر ہے۔)

(۴) کتاب اشروط الکبیر فی التوثیق..... یہ تقریباً چالیس اجزاء پر مشتمل ہے۔ بعض مستشرقین نے اس کا کچھ حصہ شائع کیا ہے۔ اس کا ایک حصہ مکتبہ علی پاشا شہید استنبول میں اور ایک حصہ مکتبہ مراد ملا استنبول میں ملتا ہے۔ مگر ان دونوں سے بھی کتاب مکمل نہیں ہوتی۔

(۵) اشروط الاوسط..... مختصر اشروط یہ پانچ اجزاء پر مشتمل ہے۔ مکتبہ شیخ الاسلام فیض اللہ میں موجود ہے۔ اس کتاب سے علم اشروط و توثیق پر طحاوی کی دسترس کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۶) مختصر الطحاوی فی الفقہ..... فقہ حنفی میں سب سے پہلی نہایت معتمد اور اعلیٰ تصنیف بالکل اسی انداز پر جیسی شافعی مسلک پر امام مزنی کی مختصر ہے جس میں امام اعظم و اصحاب امام کے اقوال مع ترجیحات ذکر کئے ہیں۔ اس کے نئے مکتبہ ازہر، مکتبہ دار اللہ استنبول میں موجود ہیں۔ لوگوں نے اس کی شرحیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں سب سے قدیم اور سب سے اہم ابو بکر جصاص رازی کی شرح ہے۔ روایت و درایت دونوں لحاظ سے عمدہ ہے۔ اس کا ایک نکل اور الکتب مصر یہ میں اور باقی حصہ مکتبہ دار اللہ میں ہے۔ دوسری شرح ابو عبد اللہ حسین بن علی صغریٰ کی ہے۔ تیسری شرح شمس الاممہ سرخسی کی ہے۔ اس کا کچھ حصہ مکتبہ سلیمانیاہ میں اور باقی حصہ مکتبہ شہزادہ آستانہ میں ملتا ہے۔ چوتھی شرح ابونصر احمد بن محمد اقطع شارع مختصر القندوری کی ہے۔ پانچویں شرح ہناء الدین علی بن محمد سمرقندی اسپجانی کی ہے۔ چھٹی شرح ابونصر احمد بن منصور بخمدی کی ہے جو بہت مفصل ہے۔ شرح بخمدی مکتبہ علی پاشا شہید میں اور شرح سمرقندی مکتبہ بنی جامع میں موجود ہے۔ ساتویں شرح احمد بن محمد بن مسعود وبری کی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی شرح ہیں۔

(۷) نقض کتاب المدلسین..... یہ پانچ اجزاء میں ہے۔ جس میں ابو علی حسین بن علی کراہیسی کی کتاب المدلسین کا بہترین رد کیا ہے۔ کراہیسی کی کتاب بہت مضر اور خطرناک تھی۔ جس میں ائمہ اربعہ سنت کیلئے حدیث کے خلاف مواد فراہم کیا تھا اور اپنے مسلک کی زندگی کے لئے خلاف مسلک تمام روایات کو ذلیل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کتاب کے بارے میں امام احمد کار شاد ابن رجب نے شرح علل ترمذی میں دہرایا ہے۔ طحاوی نے اس فقہ کی سرکوبی بڑی ادا العزیمی سے کی ہے۔ کتاب المدلسین کے باب میں امام احمد کے علاوہ ابو ثور وغیرہ نے بھی سخت مذمت کی ہے۔

(۸) عقیدۃ الطحاوی..... یہ عقائد پر مشہور کتاب ہے۔ اس کا پورا نام یہ ہے۔ "بیان اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ علی

مذہب فقہاء السنۃ ابی حنیفہ والی یوسف الانصار و محمد بن الحسن۔ علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ اس میں اہل سنت والجماعت کے عقائد بہ لحاظ مذہب فقہاء امت (امام اعظم و اصحاب امام) بیان کئے ہیں۔ جس کی بہت سی شروح بھی لکھی گئی ہیں۔

(۹) سنن الشافعی..... اس میں وہ سب احادیث جمع کر دی ہیں جو امام مزنی کے واسطے سے امام شافعی سے مروی ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں کہ مسند امام شافعی کو روایت کرنے والے اکثر امام طحاوی کے واسطے سے ہیں۔ اس لئے سنن الشافعی کو سنن الطحاوی بھی کہا جاتا ہے۔

(۱۰) التاریخ الکبیر..... ابن خلکان، ابن کثیر یافعی، سیوطی اور ملا علی قاری وغیرہ سب نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب کی تلاش میں انتہائی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ کتب رجال اس کی نقول سے بھری ہوئی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت اہم اور معتدترین کتاب ہے۔

(۱۱) کتاب الخلل..... تقریباً چالیس اجزاء ہیں جن میں احکام، صفات، اجناس اور احادیث مرویہ سے بحث کی ہے۔ (۱۲) شرح المغنی..... حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس سے بہت جگہ اخذ کیا ہے۔ مثلاً باب لؤاسلی فی الثوب الواحد للجلجل علی عاتقہ میں کہا ہے کہ طحاوی نے شرح المغنی میں اس پر باب قائم کیا ہے اور اس کی ممانعت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے طحاوی سے نقل کی ہے۔

(۱۳) الرد علی ابی عبیدہ..... ایک جزو میں ہے اس کا تعلق مسئلہ انساب سے ہے۔ ابو عبیدہ نے کتاب النسب میں جو غلطیاں کی تھیں امام طحاوی نے ان کی تصحیح کی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر تالیفات یہ ہیں۔

(۱۴) النوادر الثمینیہ دس اجزاء میں ہے۔

(۱۵) النوادر والحکایات..... تقریباً بیس اجزاء میں ہے۔

(۱۶) حکم ارض مکہ..... ایک جزو ہے۔

(۱۷) حکم الفی والغنائم..... ایک جزو ہے۔

(۱۸) کتاب الاثر یہ..... طحاوی کی دوسری کتابوں کے ساتھ ہشام و عینی اس کو بھی لے گئے تھے۔

(۱۹) الرد علی عیسیٰ بن لبان

(۲۰) الرزیہ..... ایک جزو ہے۔

(۲۱) شرح الجامع الکبیر

(۲۲) شرح الجامع الصغیر

(۲۳) کتاب الحاضر والسجلات

(۲۴) کتاب الوصایا

(۲۵) کتاب الفرائض

(۲۶) اخبار ابی حنیفہ۔ واصحابہ۔

اس کو لوگ مناقب کے نام سے جانتے ہیں۔

(۲۷) التوہبتہ بین حدیثنا و خبرنا۔

اس کی تلخیص ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم و فضلہ میں کی ہے۔

(۲۸) کتاب صحیح الآثار

(۲۹) اختلاف الروایات علی مذہب الکوفیین۔ دو جزو ہیں۔



## (۳۰) کتاب العزل

(۳۱) معانی الآثار..... حسب تحقیق ملا علی قاری یہ کتاب امام طحاوی کی پہلی تصنیف ہے۔ اختلافی مسائل پر دلائل کا محکمہ اس کتاب کا موضوع ہے۔ طحاوی اپنی سند سے ان تمام احادیث و اخبار کو بیان کرتے ہیں۔ جن سے ائمہ کرام اختلافی مسائل پر استدلال کرتے ہیں۔ پھر اسناد و متن، روایات و نظر کی روشنی میں فریضہ نقد انجام دے کر خاص انداز سے وہ حقائق نکالتے ہیں جو ہر ایسے انصاف پسند اور متلاشی انسان کیلئے کافی ہوتے ہیں۔ جس کا مقصد تقلید جلد نہ ہو۔ حافظ سخاوی نے جن کتب حدیث کے مطالعے کا خصوصی مشورہ دیا ہے ان میں معانی الآثار بھی ہے۔ جس کو شرح معانی الآثار بھی کہا گیا ہے۔ علامہ امیر اتقانی فرماتے ہیں ”شرح معانی الآثار پر غور کرو کیا تم ہمارے اس مذہب حنفی کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی اس کی نظیر پاسکتے ہو۔“ عالم مصر شیخ محمد خضریٰ بک صاحب ”المشروع الاسلامی.....“ فرماتے ہیں ”قد اطلعنا علی هذا الكتاب فوجدناه كتاب رجل ملني علما و

نمکن من حفظ سنت رسول الله صلى الله على وسلم مع تمام الاطلاع على اقاويل الفقهاء و مستد اتهم فيما ذهبوا اليه۔“ بیہقی کا طعن اور اس کا جواب..... حافظ بیہقی نے اپنی کتاب ”الادسط“ میں لکھا ہے کہ جب میں نے اس کتاب کی تالیف شروع کی تو ایک شخص میرے پاس ابو جعفر طحاوی کی کتاب لے کر آیا (یعنی معانی الآثار) میں نے دیکھا کہ مصنف نے بہت سی ضعیف احادیث کو محض اپنی رائے سے صحیح قرار دیا ہے اور بہت سی صحیح احادیث کو ضعیف کہا ہے، شیخ عبدالقادر قرشی ”الکتاب الجامع“ میں اس طعن کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ امام طحاوی کا دامن اس ناپاک طعن سے بالکل پاک ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی کتاب ”الحادی فی بیان آثار الطحاوی“ میں تمام اسانید کتب اور اس کی احادیث پر کلام کر کے ثابت کیا ہے کہ جرح مذکور بے بنیاد ہے، صاف لفظوں میں فرماتے ہیں ”والله اوفی هذا الكتاب شينا مما ذكره البيهقي عن الطحاوي“ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ قاضی القضاة علاء الدین المارودینی نے بیہقی کی کتاب ”سنن کبیر“ پر ایک کتاب لکھی ہے۔ (یعنی الجوہر التقی فی الرد علی السبھی) اس میں ثابت کیا ہے کہ بیہقی نے جو طعن امام طحاوی پر کیا ہے خود وہی اس کے مرتکب ہیں۔

کتب حدیث میں معانی الآثار کا مقام..... علامہ بیہقی نے اس کو دوسری بہت سی کتب حدیث پر ترجیح دی ہے فرماتے ہیں کہ ”سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ وغیرہ پر اس کی ترجیح اس قدر واضح ہے کہ اس میں شک کوئی ناواقف ہی کرے گا۔“ علامہ ابن حزم نے اپنے جمود و تشدد کے باوجود اس کو سنن ابی داؤد و سنن نسائی کے درجہ پر رکھا ہے۔ علامہ ابن خلدون، امام دارقطنی وغیرہ کی تقلید میں یہ لکھ گئے کہ طحاوی کے شرائط متفق علیہ نہیں ہیں کیونکہ مستور الحال وغیرہ سے بھی روایت کی ہے۔ اس لئے اس کا مرتبہ بخین و سنن کے بعد ہے حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کا مرتبہ سنن ابی داؤد کے قریب ہے کیونکہ اس کے رواۃ معروف ہیں۔ اگرچہ بعض مشکلم فیہ بھی ہیں۔ اس کے بعد ترمذی پھر سنن ابن ماجہ کا درجہ ہے۔

معانی الآثار کی خصوصیات..... (۱) اس میں بکثرت ایسی حدیثیں موجود ہیں جس سے دیگر کتب خالی ہیں۔

(۲) ایک حدیث کی مختلف اسانید جمع کر دیتے ہیں جس میں ایک محدث کو بہت سے نکات و فوائد کا علم ہوتا ہے۔

(۳) غیر منسوب رواہ کی نسبت اور مبہم راوی کا نام، مشتبہ کی تمیز، مجمل کی تفسیر، اضطراب و شک راوی سب کو نہایت وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

(۴) صحابہ و تابعین کے آثار، فقہاء کے اقوال اور ائمہ کی جرہ و تعدیل بھی بیان کرتے ہیں۔ جس سے ان کے معاصرین کی کتابیں خالی ہیں۔

(۵) کبھی ترجمہ کسی فقہی مسئلہ پر قائم کرتے ہیں اور باب کے تحت کی روایت سے ایسے دقیق استنباطات کرتے ہیں جن کی طرف اذہان کم منتقل ہوتے ہیں۔

(۶) اولیہ احناف کے ساتھ دوسرے ائمہ کے دلائل بھی بیان کرتے ہیں اور اس پر نظر قائم کرتے

ہوئے پوری طرح محاکمہ کر کے تھک کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔

شرح و تعلیقات معانی الآثار..... معانی الآثار پر ہمیشہ بہترین علمی کوششیں کی گئی ہیں۔ درس روایت، تلخیص، تشریح، نقد و رجال، غرض ہر پہلو سے اس کو علماء کی توجہ کا شرف رہا ہے۔ چند شروع و تعلیقات یہ ہیں۔

(۱) الحادوی فی تخریج معانی الآثار للطحاوی..... حافظ عبدالقادر قرشی کی تصنیف ہے جس کا ایک ٹکڑا دارالکتب

المصریہ میں موجود ہے۔ حافظ موصوف نے اپنی طبقات میں جہاں قسم الجامع کا باب باندھا ہے۔ وہاں اپنی اس شرح کی تالیف کا تذکرہ پوری تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

(۲) شرح معانی الآثار..... از مولانا ابو محمد نجی صاحب لباب، اس کا ایک ٹکڑا مکتبہ ایاصوفیہ آستانہ میں موجود ہے۔

(۳) منتخب الافکار..... علامہ بدرالدین عینی کی بے نظیر شرح ہے۔ جس میں شرح حدیث کے ذیل میں رجال پر بھی

مفصل گفتگو ہے۔ اس کی آٹھ جلدیں مولف ہی کے قلم سے لکھی ہوئی دارالکتب المصریہ کے مخطوطات میں موجود ہیں۔ مگر کرم خوردہ ہیں۔ اس کے کچھ اجزاء مکتبہ احمد ثالث بمقام طوبقو میں اور کچھ اجزاء مکتبہ عموجہ حسین پاشا آستانہ میں ملتے ہیں۔ علامہ موصوف کی یہ عظیم الشان خدمت بھی شرح بخاری سے کم درجہ کی نہیں ہے۔

(۴) مہانی الاخبار..... یہ بھی علامہ بدرالدین عینی کی تصنیف ہے، جو آپ ہی کے علم سے لکھی ہوئی چار جلدوں

میں دارالکتب المصریہ میں موجود ہے۔ اس شرح میں رجال پر گفتگو نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے لئے مولف موصوف نے ایک مستقل کتاب معانی الاخبار فی رجال معانی الآثار لکھی ہے۔

(۵) معانی الاخبار فی رجال معانی الآثار..... اس کی دو جلدیں ہیں۔ اس کا جو نسخہ دارالکتب المصریہ میں ہے وہ ناقص

ہے۔ مگر یہ نقص مکتبہ رواق الاتراک ازہر کے نسخے سے دور کیا جاسکتا ہے۔

(۶) المانی الاحباب..... حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رئیس التبلیغ (نور اللہ مرقدہ) کی مگر انقدر شرح ہے جو تمام

سابقہ شروع کا بہترین خلاصہ ہے۔ افسوس ہے کہ شرح کی تکمیل تو تقریباً ہو چکی تھی لیکن حضرت مولانا کی زندگی میں اس کی صرف دو ہی جلدیں شائع ہو چکی تھیں کہ اچانک موصوف کا سانحہ وصال پیش آگیا۔

(۷) تلخیص معانی الآثار..... حافظ ابن عبدالبر کی تصنیف ہے۔ موصوف اپنی عام کتابوں میں عموماً اور ”المتمہید“

میں خصوصاً بڑی کثرت سے امام طحاوی سے نقل کرتے ہیں۔

(۸) تلخیص معانی الآثار..... حافظ زلیعی صاحب نصب الرایہ کی تصنیف ہے جو مکتبہ رواق الاتراک ازہر میں محفوظ ہے۔

اس کا ایک نسخہ مکتبہ کوبریلی آستانہ میں بھی ہے۔ اس کی شرح صاحب لباب نے کی ہے جو مکتبہ ایاصوفیہ آستانہ میں لے ہے۔

## (۲۲) صاحب مصابیح

نام و نسب اور سکونت..... حسین نام، بےینیت، ابو محمد، لقب محی السنہ، والد کا نام مسعود اور دادا کا محمد ہے فراء بغوی سے مشہور ہیں اور ابن الفراء بھی کہلاتے ہیں۔ آپ کا سن پیدائش ۲۳۵ھ ہے۔

لغت عرب میں فروپوستین کو کہتے ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد میں سے کوئی پوستین سی کر فروخت کرتا تھا اس لئے ان کو فراء اور ابن الفراء کہتے ہیں۔ بغوی ان کے وطن بغوی طرف نسبت ہے۔ بغوی اصل بغشور ہے جو ”باغ کور“ کا مغرب ہے۔ یہ ایک معمور و آباد شہر ہے جو ہرات اور مرد کے درمیان واقع ہے۔ شور کو حذف کر کے بغ کی طرف نسبت کی تو

۱۔ شخص ازبستان الحدیثین، محمد بن عظام، الجواہر المدیہ، حیات امام طحاوی، ابن خراکان، مخم البلدان۔

بغوی ہو گیا۔ یہ لفظ ثانی ہے، مگر زیادت واو کی وجہ سے ثلاثی ہو گیا۔

تحصیل علوم..... آپ اپنے زمانہ کے مشہور محدث و مفسر اور بلند پایہ قراء میں سے ہیں۔ فقہ میں قاضی حسین بن محمد کے شاگرد ہیں اور صاحب تعلیقہ اور اجل شوافع میں سے ہیں اور حدیث میں ابوالحسن عبدالرحمن بن محمد داؤد کے شاگرد ہیں جو زمرہ محدثین میں داخل ہیں۔ ابو عمر عبدالواحد العلیحسی، ابوالفضل، رمیاد بن محمد الحنظلی، ابو بکر یعقوب بن احمد صیرفی، ابو الحسن علی بن یوسف جوینی احمد بن ابی نصر، حسان بن محمد، ابو بکر محمد بن الیشم، ابوالحسن محمد بن محمد اور دیگر محدثین سے بھی کافی استفادہ کیا ہے۔ آپ سے ابو منصور محمد بن اسعد العطاری، ابوالفتوح محمد بن محمد الطائی اور ابوالکلام فضل اللہ بن محمد ربانی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

زہد و ورع..... تمام عمر تصنیف و تالیف اور حدیث و فقہ کے درس میں مشغول رہے۔ ہمیشہ با وضو درس دیتے اور زہد و قناعت میں زندگی گزارتے تھے۔ افطار کے وقت خشک روٹی کے ٹکڑے پانی سے تر کر کے کھاتے تھے۔ جب لوگوں نے اصرار کے ساتھ کہا کہ خشک روٹی کھانے سے دماغ میں خشکی پیدا ہو جائے تو بطور ماخوذش (سالن) کے روغن زیتون استعمال کرنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی بیوی کا انتقال ہو اور کافی مال چھوڑ کر مرے لیکن آپ نے انکی میراث میں سے کوئی چیز نہیں لی۔

گر نہیں دولت تو صدمہ کچھ نہیں  
دل غنی رکھتے ہیں شکوی کچھ نہیں (ازل لکھنوی)

محی السنہ لقب کی وجہ..... جب آپ نے شرح السنہ تصنیف کی تو آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ارشاد فرما رہے ہیں کہ تو نے میری احادیث کی شرح کر کے میری سنت کو زندہ کر دیا۔ پس اسی دن سے آپ کا لقب محی السنہ ہو گیا۔ وفات..... ماہ شوال ۵۱۶ھ میں بمقام شہر مرد دروز وفات پائی اور اپنے استاد قاضی حسین کے پاس مقبرہ طالقانی میں مدفون ہوئے۔ وہاں آپ کی قبر مشہور و معروف ہے۔ عمر اسی سال سے متجاوز تھی۔

تصانیف..... آپ کی جلیل القدر حدیثی خدمت مصابیح السنہ ہے جس میں (۴۴۸۴) احادیث ہیں۔ صحاح میں بخاری اور مسلم سے (۲۴۳۳) اور حسان میں سنن ابی داؤد اور ترمذی وغیرہ سے (۲۰۵۰) دو ہزار پچاس لیکن صاحب کشف نے احادیث مصابیح کی جو تعداد بعض حضرات سے نقل کی ہے وہ اس سے مختلف ہے۔ انہوں نے کل احادیث کی تعداد (۳۷۱۹) بتائی ہے۔ جن میں (۳۲۵) بخاری کی ہیں اور (۸۷۵) مسلم کی اور (۱۰۵۱) متفق علیہ اور باقی دیگر کتب حدیث کی ہیں (تحقیق) صاحب کشف نے بعض حضرات کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اس کتاب کا نام مصابیح خود مصنف کا معین کر وہ نہیں ہے بلکہ صاحب کتاب نے جو دیباچہ میں یہ کہا ہے۔ "اما بعد ان احادیث هذا الكتاب مصابیح اہ" اس کی وجہ سے بطور غلبہ اس کا نام مصابیح ہو گیا۔ دوسری خاص تالیفات یہ ہیں۔ تفسیر معالم التنزیل، شرح السنہ، فتاویٰ بغویہ، ارشاد الانوار فی شاکل النبی المختار، ترجمۃ الاحکام (فی الفروع) تمذیب (فی الفروع) الجمع بین الصحیحین۔

شرح مصابیح.....

- (۱) البیہر شرح مصابیح..... از شیخ شہاب الدین فضل بن حسین تور پستی حنفی متون ۶۲۱ھ
- (۲) شرح مصابیح..... از شیخ یعقوب بن اور لیس بن عبداللہ ردوی قرمانی حنفی متون ۸۳۳ھ
- (۳) شرح مصابیح..... از شیخ علاء الدین علی بن محمود بن محمد بسطامی ہرودی حنفی ۸۷۵ھ
- (۴) شرح مصابیح..... از علامہ زین الدین ابوالعدل قاسم بن قطلوبغا حنفی ۸۷۵ھ
- (۵) شرح مصابیح..... از قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی التتونی ۶۸۵ھ
- (۶) التتویر..... از شمس الدین محمد بن مظفر اٹخالی متونی ۷۳۵ھ
- (۷) شرح مصابیح..... از شیخ محمد بن الواسطی البغدادی معروف بابن العاقول التتونی ۷۹۷ھ

- (۸) تصحیح المصاحح..... از شیخ شمس الدین محمد بن محمد الجزری التونی ۵۸۳۳ھ  
 (۹) شرح مصاحح..... از شیخ ظہیر الدین محمود بن عبد الصمد  
 (۱۰) شرح مصاحح..... از شمس الدین احمد بن سلیمان معروف بابن کمال پاشا  
 (۱۱) شرح مصاحح..... از علی بن عبد اللہ بن احمد معروف بزمین العرب  
 (۱۲) الفتح شرح مصاحح..... از شیخ مظہر الدین الحسین بن محمود بن الحسین الزیدانی۔  
 (۱۳) شرح مصاحح..... از شیخ عبد المومن بن ابی بکر بن محمد الزعفرانی۔  
 (۱۴) شرح مصاحح..... از شیخ ابو عبد اللہ اسماعیل بن محمد اسماعیل بن عبد الملک بن عمر المد عوباشرف الفقائی۔  
 (۱۵) المناہج والتفہیم فی شرح احادیث المصاحح..... از شیخ صدر الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم۔  
 (۱۶) تلفیقات المصاحح..... از شیخ قطب الدین محمد از تہمتی متونی ۸۸۳ھ

مختصرات و مختار تاج.....

- (۱) ضیاء المصاحح..... از شیخ تقی الدین علی بن عبد الکانی السبکی متونی ۷۵۶ھ  
 (۲) مختصر المصاحح..... از شیخ ابو الخبیب عبد القاہر بن عبد اللہ السمرودی التونی ۵۶۳ھ  
 (۳) الخلد تاج فی فوائد متعلقہ باحدیث المصاحح۔ از شیخ محمد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی۔ ل

## (۲۳) صاحب مشکوٰۃ

نام و نسب..... نام محمد (یا محمود) کنیت ابو عبد اللہ، لقب ولی الدین اور والد کا نام عبد اللہ ہے۔ نسب امری ہیں اور خطیب تبریزی سے مشہور ہیں۔ اپنے وقت کے محدث علام اور فصاحت و بلاغت کے امام تھے۔ حدیث میں آپ کا امتیازی پایہ مشکوٰۃ سے ظاہر ہے۔ مبارک شاہ ساوی وغیرہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

تصانیف..... آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور صحاح ستہ کا ضخیم مجموعہ ”مشکوٰۃ المصاحح“ ہے جس میں صحاح کے سوا دوسری کتابوں کی حدیثیں بھی جمع ہیں۔ یہ نہایت مقبول و متداول کتاب ہے۔ ہندوستان میں تو ایک مدت تک صرف مشکوٰۃ اور مشرق الانوار ہی درس حدیث کا معراج کمال رہی ہیں اور اب جب کہ صحاح ستہ تکمیل فن حدیث کیلئے ضروری قرار پا چکیں مشکوٰۃ بھی دورہ حدیث سے نکل لازمی ہے۔

حافظ مشکوٰۃ ہندوستان میں..... بلکہ ایک زمانہ تو وہ تھا کہ مشکوٰۃ کو قرآن کی طرح سینوں میں جگہ دی جاتی تھی۔ تذکرہ علمائے ہند میں بابا داؤد مشکوٰۃ کے ذکر میں ہے کہ فقہ، حدیث، تفسیر اور حکمت و معانی میں کمال رکھتے تھے اور مشکوٰۃ کے (مناہج و مفہم) حافظ تھے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب مشکوٰۃ، دو گیا۔ واللہ در من قال

فذلک مشکوٰۃ و فیہا مصابیح

لئن کان فی المشکات یوضح مصباح

لہذا علی کتب الانام تراجم

وفیہا من الانوار مشاع نفعها

حوائج اہل الصدق منہ مناجیح

فضیہ اصول الدین والفہم والہدی

طرف تالیف..... مصاحح میں صرف احادیث مذکور تھیں راوی کا نام، مخرج حدیث، صحت و ضعف اور حسن وغیرہ کا تذکرہ تھا۔ صاحب مشکوٰۃ نے جملہ امور بیان کئے اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ حدیث کس کتاب کی ہے۔ چنانچہ تیرہ اصحاب حدیث کا خصوصی ذکر ہے۔ صحاح ستہ، امام مالک، شافعی، احمد، دارمی، دارقطنی، بیہقی اور ابو الحسن رزین بن معاویہ۔ پھر صرف صاحب

مصاحح کے لکھنے پر اعتماد نہیں کیا بلکہ اصول کی ان تمام کتابوں میں روایات کا اختلاف مقابلہ کر کے نقل کیا ہے اور جہاں جہاں صاحب مصاحح نے احادیث کو غریب یا ضعیف یا منکر قرار دیا ہے موصوف نے ان کا سبب بھی ظاہر کر دیا۔ مصاحح کی تفصیلات اور مشکوٰۃ میں اضافہ..... صاحب مصاحح نے ہر باب کے تحت دو تفصیلات قائم کی ہیں۔ فصل اول میں صحیحین کی حدیث لائے ہیں جن کو صحاح کے نام سے تعبیر کیا ہے اور فصل ثانی میں ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ کی احادیث لائے ہیں جن کو حسان کے نام سے یاد کیا ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے اکثر و بیشتر ہر باب میں تیسری فصل کا اضافہ کیا ہے جن میں صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث کی احادیث لائے ہیں۔ نیز مرفوع احادیث کے علاوہ صحابہ اور تابعین کے اقوال و افعال بھی جو باب کے مناسب تھے جمع کر دیئے ہیں۔

احادیث مشکوٰۃ و مصاحح کی تعداد..... شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان الحدیث میں بیان کیا ہے کہ مصاحح کی احادیث (۴۴۸۴) ہیں۔ (ابن ملک نے بھی یہی تعداد بیان کی ہے۔) اس پر صاحب مشکوٰۃ نے (۱۵۱۱) کا اضافہ کیا ہے تو مشکوٰۃ کی کل احادیث (۵۹۹۵) بنیں۔ لیکن مظاہر حق والے نے اور صاحب تعلیق الصبح نے مصاحح کی احادیث (۴۴۳۴) مانی ہیں۔ اس شمار کے مطابق مشکوٰۃ کی احادیث کا مجموعہ (۵۹۴۵) ہے۔ تاریخ الحدیث میں ہے کہ مشکوٰۃ میں ۲۹ کتابیں ہیں، ۴۲۷ ابواب اور ۱۰۳۸ تفصیلات ہیں۔

سنہ وفات..... صاحب مشکوٰۃ کا سال وفات تحقیق کے باوجود معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ یہ یقین ہے کہ ۷۷۳ھ کے بعد وفات ہوئی ہے۔ کیونکہ بروز جمعہ ماہ رمضان ۷۷۳ھ میں توالیف سے فراغت ہوئی ہے جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے آخر کتاب میں تصریح کی ہے بعض سفرات نے اندازہ لگا کر سنہ وفات ۷۷۸ھ ذکر کیا ہے اور صاحب تدریج حدیث نے ۷۷۰ھ مانا ہے۔

- شروح و حواشی مشکوٰۃ.....
- (۱) انکشاف عن حقائق السنن..... از علامہ حسن بن محمد الطیبی متوفی ۷۷۳ھ
  - (۲) شرح مشکوٰۃ..... از ابوالحسن علی بن محمد مشہور بعلم الدین بخاری۔
  - (۳) منہاج المشکوٰۃ..... از شیخ عبدالعزیز ابهری، متوفی فی حدود ۸۹۵ھ
  - (۴) مرآۃ شرح مشکوٰۃ..... از شیخ نور الدین علی بن سلطان محمد ہروی مشہور بالقاری متوفی ۱۰۱۳ھ
  - (۵) شرح مشکوٰۃ..... از شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد ابن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۷۷۳ھ
  - (۶) حاشیہ مشکوٰۃ..... از سید شریف علی بن محمد جر جانی۔
  - (۷) حاشیہ مشکوٰۃ..... از شیخ محمد سعید بن الحداد الف تانی متوفی ۱۰۷۰ھ
  - (۸) ہدایۃ الراجح الی تخریج المصاحح و مشکوٰۃ..... از شیخ الفضل احمد بن علی معروف بابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۳ھ
  - (۹) لغات الصبح (عربی)
  - (۱۰) اشعۃ اللغات (فارسی)..... از شیخ ابوالحجید عبدالحق بن سیف الدین بخاری دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
  - (۱۱) السملی الصبح..... از مولانا محمد اوریس صاحب کاندھلوی۔
  - (۱۲) مرعۃ الرفاع..... از مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری
  - (۱۳) ذریعۃ النجاة شرح مشکوٰۃ..... از شیخ عبدالنسی عماد الدین محمد شطاری متوفی ۱۰۲۰ھ
  - (۱۴) زمینۃ الزکاة فی شرح مشکوٰۃ..... از سید محمد ابوالحجید محبوب عالم بن سید جعفر احمد آبادی متوفی ۱۱۱ھ
  - (۱۵) مظاہر حق (اردو) از نواب قطب الدین خاں بہادر متوفی ۱۲۸۹ھ
  - (۱۶) ترجمہ مشکوٰۃ (جلد اول) از مولوی کرامت علی چانپوری متوفی ۱۲۹۰ھ

## (۲۴) صاحب مقدمہ فتح الباری

حافظ ابن حجر عسقلانی کی مشہور و معروف تصنیف ہے جن کے حالات ”تختہ الفکر“ کے ذیل میں آرہے ہیں۔

## (۲۵) صاحب مقدمہ ابن الصلاح

نام و نسب اور پیدائش..... عثمان نام، ابو بکر و کنیت اور تقی الدین لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے ابو عمرو تقی الدین عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان بن موسیٰ بن ابی النصر الکروی الشہر زوری اشرف خانی الشافعی۔

آپ شہر زور سے قریب لر بل (شمالی عراق) میں ایک گاؤں ”شرخان“ میں ۷۷۷ھ مطابق ۱۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اس لئے شرخانی کہلاتے ہیں۔ لیکن مشہور نسبت شہر زوری ہے، ان کے والد عبد الرحمن کا لقب صلاح الدین تھا۔ اس لئے ابن الصلاح کے ساتھ مشہور ہوئے اور کبھی پردادا کی طرف منسوب ہو کر نصری بھی کہلاتے ہیں۔

تحصیل علوم..... ان کے والد صلاح الدین بڑے جلیل القدر عالم اور نہایت مجتہد تھے۔ اس لئے ابن الصلاح نے ابتدائے میں اپنے والد محترم سے علم فقہ حاصل کیا اور تھوڑی ہی مدت میں علم فقہ میں ایسا سوخ حاصل کر لیا کہ فقہ شافعی کی کتاب ”المہذب“ کا درس دینے اور تکرار کرانے لگے۔ پھر ان کے والد نے ان کو موصل بھیج دیا جہاں آپ نے فقہ اصول، تفسیر، حدیث اور لغت وغیرہ انواع علوم میں مہارت نامہ حاصل کی۔

سماع حدیث اور رحلت و سفر..... پھر آپ نے تحصیل علوم حدیث کی خاطر بلاد اسلامیہ بغداد، خراسان اور شام وغیرہ کا سفر کیا اور متعدد شیوخ حدیث سے مستفید ہو کر حدیثی دولت سے مالا مال ہوئے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ آپ نے موصل میں عبید اللہ بن اسمین، نصر اللہ بن سلام، محمود بن علی موصلی، عبد الرحمن بن الطوسی سے، بغداد میں ابوالاحمد بن سلیمان، عمر بن طبرزد سے، ہمدان میں ابوالفضل بن المعزم سے، نیشاپور میں منصور موید سے، مرد میں ابوالمظفر بن السمحانی وغیرہ سے، دمشق میں جمال الدین عبدالنعمد، شیخ موفق الدین مقدسی، فخر الدین بن عساکر سے، حلب میں ابو محمد بن علوان سے اور حران میں حافظ عبدالقادر سے حدیث کی سماعت کی ہے۔

درس و تدریس..... ابن خلکان کہتے ہیں کہ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد آپ نے ملک الناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب کے مدرسہ ”ناصریہ“ میں درس دینا شروع کیا۔ وہاں آپ مدت دراز تک رہے اور بہت کثرت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا، پھر شام سے دمشق میں زکی ابو القاسم بیہ اللہ بن عبدالواحد بن رواحہ حموی کے مدرسہ طہر و واجیہ میں منتقل ہو گئے، حافظ ذہبی نے ”العبر فی اخبار من غیر“ میں لکھا ہے کہ یہاں آپ مستقل تیرہ سال تک شیخ الحدیث رہے ہیں، پھر جب الملک الاشرف بن الملک العادل بن ایوب نے دمشق میں ”دار الحدیث“ کی تعمیر کی تو مدرسہ کی خدمات انجام دینے کیلئے اس نے آپ کو منتخب کیا۔ چنانچہ آپ مدرسہ رواحیہ سے دار الحدیث میں آ گئے، اس کے بعد زمرہ خاتون بنت ایوب کی مدرسہ ”العلائیہ البصری“ میں بھی درس دیا۔ غرض آپ نے مختلف مدارس میں درس حدیث کی عظیم الشان خدمات انجام دیں۔

اصحاب و تلامذہ..... آپ مشہور مورخ علامہ ابن خلکان کے استاد تھے اور استاد بھی ایسے کہ ان کو آپ سے کافی فیض پہنچا۔ چنانچہ ابن خلکان نے خود اس کا اعتراف کیا ہے۔ فرماتے ہیں ”وہو احدنا ساجی الذین انضمت بہم“ شیخ ذہبی فرماتے ہیں کہ آپ سے شمس الدین عبدالرحمن بن نوح، کمال الدین سار، کمال الدین اسحاق تقی الدین بن رزین اور قاضی وغیرہ نے علم فقہ اور فخر الدین عمر کریمی، مجد الدین بن المہبتار، شیخ تاج الدین عبدالرحمن، شیخ زین الدین فاروقی، قاضی شہاب الدین جوری، خطیب شرف الدین فرلوی، شہاب محمد بن شرف، صدر محمد بن حسن اموی، عماد بن البالیسی، شرف محمد بن الخطیب لآبادی، ناصر

الہدین محمد بن لہریز، قاضی ابوالعباس احمد بن علی الجلی اور شہاب احمد بن العفیف وغیرہ نے حدیث حاصل کی ہے۔ علمی مقام..... آپ بڑے مشہور و معروف محدث تھے، فن حدیث کے تمام علوم پر گہری نگاہ رکھتے تھے یہاں تک کہ علمائے حدیث کے یہاں جب لفظ شیخ مطلق بولا جاتا تو اس سے آپ ہی مراد ہوتے تھے جیسا کہ شیخ عراق نے اپنے لہجہ میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

وکلما اطلقت لفظا لشیخ ما  
ارید الا ابن الصلاح مہمبا  
نیز اسماء رجال کے اندر کافی مہارت رکھتے تھے اور حدیث کے علاوہ فن تفسیر، فقہ اور نقل لغات میں بھی غیر معمولی ملکہ حاصل تھا، ابن خلکان کہتے ہیں۔

كان احد علماء عصره في التفسير والحديث والفقه واسماء الرجال وما يتعلق بعلم الحديث ونقل اللغة  
وكانت له مشاركة في فنون عديدة  
آپ علم تفسیر، حدیث، فقہ، اسماء رجال اور علم حدیث اور نقل لغات سے متعلق تمام علوم میں اپنے دور کے یکتا تھے۔ نیز آپ کو بہت سے فنون میں دسترس حاصل تھی۔

شیخ سخاوی نے اپنی کتاب ”فتح المغیث“ کے شروع میں آپ کو ان القاب کے ساتھ یاد کیا ہے۔  
”العلامة الفقيه حافظ الوقت مفتي الفرق شيخ الاسلام تقي الدين ابو عمرو عثمان ابن الامام البارع صلاح الدين كان اماما، بارعا، حجة، متبحرا في العلوم الدينية، بصيرا بالمنهج، وجوه، خيرا باصوله، عارفا بالمذاهب جيد المادة من اللغة والعربية حافظا للحديث، متتافيه حسن الضبط، كبير القلوب، وافر الحرمة، عديم النظر في زمانه مع الدين والعبادة والنسك والصيانة، والورع والتقوى، انفع به خلق وعلووا اعلى تصانيفه۔“  
زہد و ورع..... آپ جس طرح علم و فن کے دریا تھے اسی طرح زہد و ورع اور پرہیزگاری کے لحاظ سے بھی اپنی نظیر آپ تھے۔ چنانچہ ابن خلکان لکھتے ہیں۔

وكان من العلم والدين على قدر عظيم  
آپ علم اور دینداری کی اندر ایک بڑے رتبہ پر فائز تھے۔  
نیز دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

ولم يزل امره جاريا على السداد والصلاح والاجتهاد في الاشتغال والنصح.  
آپ قوم کی اصلاح و سدھار اور اس کے نفع اور دیگر اشغال خیر میں ہمیشہ سرگرم رہتے۔  
رحلت و وفات..... علی ۱۲۵ھ ۲۵ رجب الآخر ۶۲۳ھ مطابق ۱۲۳۵ء میں وفات پائی اور ظہر کے بعد نماز جنازہ پڑھی گئی اور باب النصر سے باہر مقابر صوفیہ میں دفن کئے گئے۔

مولقات و تصنیفات..... موصوف دمشق میں کافی مدت تک اقامت پذیر رہے اور یہیں مختلف علوم میں کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں آپ نے تحقیقات جدیدہ و فوائد بدیعہ کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ آپ کی اہم ترین تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

(۱) طبقات الفقہاء الشافعیہ

(۲) الامان

(۳) نواہی حلتہ

(۴) ادب المفتی و المستفتی

(۵) صلۃ الناسک فی صفۃ الناسک

(۶) شرح الوسیط

(۷) الفتاویٰ

(۸) شرح صحیح مسلم

(۹) الموقوفات والاحتکاف

(۱۰) طریق حدیث الرحمة

(۱۱) علوم الحدیث..... یہ آپ کی جلیل القدر اور عظیم الشان تصنیف ہے۔ جو آپ نے اپنی عمر کے آخری دور میں لکھی ہے۔ چنانچہ اس کے ایک نسخہ کے اخیر میں مرقوم ہے کہ مصنف نے اس کو بروز جمعہ ۷ رمضان ۶۳۰ھ میں اطاء کرنا شروع کیا اور آخر محرم ۶۳۴ھ میں نماز جمعہ اور نماز عصر کے درمیان فراغت پائی۔ موصوف وقتاً فوقتاً اس کا املا کرتے تھے۔ تاہم پوری کتاب کا املاء دار الحدیث الملکیۃ الاشرافیہ میں ہوا ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک اہم مقدمہ ہے۔ جس میں علوم حدیث کا مرتبہ اور اس کی عظمت ظاہر کی ہے، اس کے بعد مضامین کتاب کو علوم حدیث کی (۶۵) انواع ذکر کرتے ہوئے منضبط کیا ہے۔

موصوف کی یہ کتاب تدوین علوم حدیث کی تمام سابقہ کتب پر فائق ہے، حافظ عبدالرحیم عراقی اس کتاب کی شرح کے شروع میں فرماتے ہیں۔

فان احسن ما صنف اهل الحدیث فی معرفة الاصطلاح کتاب علوم الحدیث لابن الصلاح

معرفت اصطلاح میں اہل حدیث نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان سب میں بہتر کتاب ابن الصلاح کی علوم الحدیث ہے۔ اسی طرح شیخ برہان الدین ابناسی رقم طراز ہیں ”ان کتابہ هذا احسن تصنیف فیہ“ کہ علوم حدیث میں ان کی یہ کتاب بہترین تصنیف ہے۔ اسی لئے علماء نے اس کی طرف وہ توجہ کی ہے جو اس سے پہلے علوم حدیث کی کسی کتاب کی طرف نہیں کی۔ چنانچہ نظم و نثر، اختصار و استدرک اور تشریح ہر لحاظ سے علماء نے اس کی خدمت کی، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ”قلہذا عکف الناس علیہ وسارو بسیرہ فلا یحصى کم ناظم له و منحصر بمستلک علیہ و مقصر، و معارض له و منتصر“

(۱) الارشاد..... از یحییٰ بن شرف نووی۔ اس میں موصوف کی کتاب کی تخصیص کی ہے۔ پھر اس کو اقرب میں ملخص کیا ہے۔

(۲) اختصار علوم الحدیث..... از حافظ اسماعیل بن عمر۔ ابن کثیر

(۳) الخاصۃ فی علم الحدیث..... از علامہ طبری

(۴) محاسن الاصطلاح..... از علامہ بلقینی

(۵) مختصر علوم الحدیث از شیخ علاء الدین ماردینی۔

(۶) التبصرہ والتذکرہ..... از حافظ عبدالرحیم بن حسین عراقی، ایک ہزار اشعار میں منظوم ہے۔

(۷) الفیئۃ الحدیث..... از شیخ جلال الدین سیوطی

(۸) التعمید والایضاح لما اطلق واغلق من کتاب ابن الصلاح حافظ عراقی کی شرح ہے جس کو ”المرحمت“ بھی کہتے ہیں۔

(۹) شرح علوم الحدیث..... از شیخ بدر الدین محمد بن بہار الزرکشی۔

(۱۰) الافصاح علی نکت ابن الصلاح..... از حافظ ابن حجر عسقلانی



## (۲۶) صاحب خبثہ الفکر

نام و نسب..... احمد نام، ابو الفضل کنیت اور شہاب الدین لقب ہے۔ عسقلان کی طرف منسوب ہیں۔ والد کا نام علی اور لقب نور الدین ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد الکنانی النسب العسقلانی الاصل المصری المولد النزیل القاهرہ۔

علامہ سیوطی اور حافظ بن محمد نے محمد بن علی کے بعد ابن محمود بن احمد بن حجر بن احمد کا اضافہ کیا ہے۔ وجہ تعلق..... حافظ موصوف ابن حجر کے لقب سے مشہور ہیں۔ جدا جدا کا لقب بھی ابن حجر تھا۔ پس یا تو آپ نے بطور تفاضل اپنا لقب ابن حجر کہا یا آل حبر کی نسبت سے ابن حبر مشہور ہوئے جیسا کہ ابن عماد حنبلی نے لکھا ہے آل حجر کا قبیلہ ارض قابض میں آباد تھا وہاں سے منتقل ہو کر جرید کے جنوبی حصہ میں سکونت پزیر ہو گیا تھا اس مردم خیز خاندان میں محدثین اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت پیدا ہوئی ہے۔

تحقیق نسبت..... حافظ ابن حجر کے نام کے ساتھ عسقلانی اور مصری کی نسبت جزو لاینفک کی حیثیت رکھتی ہے ایک زمانہ میں اے عسقلان فلسطین کا خوبصورت شہر تھا اسی لئے اس کو عروس شام کا خطاب دیا جاتا تھا صاحب روایات نے تحقیق لآثار کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بھی اسی شہر میں مدفون ہے، فلسطین کا دوسرا متبرک شہر رملہ ہے جس کی بابت حضرت قتادہ نے ذکر کیا ہے کہ رملہ کی مسجد اور اس کے بازار کے درمیان ستر ہزار انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں جو حضرت لقمان کے بعد ایک ہی دن فوت ہوئے تھے، حافظ ابن حجر اسی عسقلان کی طرف منسوب ہیں۔ بلخ کے دیہاتوں میں سے ایک گاؤں بھی عسقلان کے ساتھ موسوم ہے جس کی طرف ابو یحییٰ عیسیٰ بن احمد بن وردان منسوب ہیں۔ مصری کہلائے جانے کی وجہ یہ ہے کہ مصر ہی آپ کا مولد و منشاء ہے اور تحصیل علم کے بعد بھی اسی کے مختلف خطوں میں آپ کا قیام رہا اور یہیں پونہ خاک بھی ہوئے۔

ولادت باسعادت..... آپ ۲۳ شعبان ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے، مقام ولادت مصر کا عقیدہ، نامی ایک قریہ بتلایا جاتا ہے بچپن ہی میں والد ماجد شیخ نور الدین علی کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے خود فرماتے ہیں کہ جب میرے والد فوت ہوئے تو میری عمر کے چار سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے اور آج وہ مجھے بالکل ایک خیال کی طرح یاد ہیں۔ اتنا یاد آتا ہے کہ انہوں نے کہا میرے لڑکے (ابن حجر) کی کنیت ابو الفضل ہے۔

اس لئے آپ نے زکیٰ خرنوبی نامی ایک شخص کی کفالت میں نشوونما پائی جنہیں آپ کے والد نے وفات کے وقت وصی مقرر کیا تھا۔

ایک شیخ وقت کی مستجاب دعا..... بیان کیا جاتا ہے کہ حافظ ابن حجر کے والد کی کوئی اولاد نہ رہتی تھی اس شکتہ دلی میں ایک دن مشہور بزرگ شیخ صنابری کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا شیخ نے دعا کی اور فرمایا کہ تیری پشت سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو پوری دنیا کو علم کی دولت سے مالا مال کر دے گا، شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ ابن حجر کی تصنیفات کی اتنی مقبولیت اور شہرت شیخ صنابری کی اس دعا کا نتیجہ ہے۔

تحصیل علم..... باقاعدہ تعلیم کا آغاز کرنے سے پہلے ہی شیخ صدر السیفی شارح مختصر التریزی سے کلام پاک حفظ کرنا شروع کیا۔ حافظ غیر معمولی پایا تھا اس لئے صرف نو سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے۔ اور قرآن ہی نہیں بلکہ الحمد، النبیۃ الحدیث (طہراتی) الخواص الصغیر اور مختصر ابن حاجب بھی زبانی یاد کر لیں۔

علمی سفر..... ۸۲ھ میں حافظ صاحب اپنے وصی زکی خرنوبی کے ہمراہ مکہ مکرمہ گئے اور فریضہ حج کی لواٹنی کے بعد وہاں کے مشاہیر علماء کے حلقہء درس میں شرکت کی سب سے پہلے جس شخص سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہوا وہ شیخ عقیف الدین بخاری ہیں آپ نے ان سے شیخ بخاری کی سماعت کی ان کے علاوہ عالم جاز حافظ ابو حامد محمد بن ظہیرہ اور شیخ جمال بن ظہیرہ سے کسب فیض کیا اور اسی سال مسجد حرام میں تراویح میں پورا کلام مجید سنایا۔ خود فرماتے ہیں کہ، میں نے اسی سال لوگوں کو تراویح پڑھائی۔

کسب حدیث..... جب آپ سن رشد کو پہنچے تو علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور حدیث کے سرچشموں سے سیرابی حاصل کرنے کے لئے دور دراز ممالک کا سفر کر کے حدیث کی سماعت کی۔ تحصیل علم کیلئے آپ نے جن ملکوں کا سفر کیا ان میں حرمین شریفین کے علاوہ اسکندریہ، نابلس، رملہ، غزہ، یمن، قبرص، شام اور حلب وغیرہ شامل ہیں اسی بناء پر آپ کے شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کو نہ بیان کرنا ممکن اور نہ شمار کرنا، ۹۶ھ میں آپ قاہرہ وارد ہوئے اور حافظ زین الدین ابو الفضل عبدالرحیم بن حسین بن عبدالرحمن عراقی سے علم حدیث کی تحصیل کی اور اس میں اتنا کمال پیدا کر لیا کہ ان کے شیخ نے حدیث پڑھانے کی اجازت فرمادی۔ جب شیخ عراقی کی وفات کا وقت قریب آیا تو کسی نے پوچھا آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہو گا شیخ نے کہا ابن حجر! پھر ابو زرہ پھر شیخ۔

دیگر علوم کی تکمیل..... فقہ میں شیخ سراج الدین ابو حفص عمر بن رسلان بلقینی، حافظ ابن الملتن، شیخ برہان الدین الانبای اور نور الدین شہی کے سرچشمہ فیض سے سیرابی کی شیخ بلقینی نے سب سے پہلے آپ کو افتاء و تدریس کی اجازت دی، ادب میں عمادی اور محبت بن ہشام سے، علم عروض میں پشتگی سے کتابت میں ابو علی الزرقانی اور نور الدین بدامی سے، قرأت سبجہ میں تنوخی سے اور متفرق علوم میں عزیز بنامند سے مہارت حاصل کی ان کے علاوہ دیگر اکابر شیوخ و ماہرین فن کی خدمت میں حاضر ہوئے چنانچہ سریاقوس میں صدر الدین اشبیلی، غزہ میں احمد بن خلی، رملہ میں احمد بن محمد اکی، بیت المقدس میں شمس الدین قلندی، بدر الدین مکی، محمد انجی اور محمد بن عمر بن موسی دمشق میں بدر الدین بن قوام الباسی اور فاطمہ بنت المنجالتونجیہ فاطمہ بنت الہادی، عائشہ بنت الہادی منی میں زین الدین ابو بکر بن الحسین کے حلقہائے درس میں شریک ہو کر تحصیل کی۔ آپ کے زمانہ میں امام لغت علامہ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس بھی زندہ تھے جو مشہور اہم اور مرجع خواص دعوام تھے، اسے فن لغت میں ان کے بھی خرمین علم سے وشہ تین کی۔

بدر الدین عینی سے خوشہ چینی..... حافظ ابن حجر علامہ بدر الدین عینی (جن کی عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری مشہور و معروف کتاب ہے، بارہ سال چھوٹے تھے اور دونوں میں گو معاصرانہ منافست تھی مگر پھر بھی حافظ ابن حجر نے آپ سے استفادہ کیا ہے، بلکہ دو خطوطیں صحیح مسلم کی اور ایک حدیث منہ احمد کی آپ سے سنی ہیں اور بلدانیت میں ان کی تخریج بھی کی ہے نیز مجمع المومنین، مجمع المہفوس، کے طبقہ ثالثہ میں آپ کو اپنے شیوخ میں شمار کیا ہے۔

ذہانت و حافظہ..... آپ کو ذہانت و فطانت سے بہرہ وافر ملا تھا جس کی شہادت خود آپ کے شیوخ و اساتذہ نے دی ہے، جب آپ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بٹھائے گئے تو سورہ مریم صرف ایک دن میں حفظ کر کے لوگوں کو متحیر کر دیا۔ الحدادی الصیغ کو ایک مرتبہ اسناد کی صحیح کے ساتھ پڑھا دوسری مرتبہ خود پڑھا اور تیسری مرتبہ زبانی اسناد۔ حافظ سخادی لکھتے ہیں کہ متقدمین نے ان کے حفظ، ثقاہت، امانت معرفت تامہ، ذہن کی تیزی اور غیر معمولی ذکاوت کی شہادت دی ہے علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ ان کے حفظ و القان کی شہادت ہر قریب و بعید اور دوست و دشمن نے دی حتیٰ کہ لفظ حافظ ان کیلئے ایک اجتماعی خطاب بن گیا۔ علامہ شعرانی نے ذیل الطبقات میں حافظ سیوطی سے نقل کیا ہے کہ حافظ ابن حجر کو بیس ہزار سے زائد احادیث محفوظ تھیں نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ ان کا حافظ اتنا وسیع تھا کہ بلاشبہ ان کا وصف بیان کرتے وقت۔ بحر بن حجر

کہا جاسکتا ہے۔ حافظ ابن ندیم نے آپ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے حفظ و اتقان کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں کہ حفظ و اتقان میں ان کا کوئی جانشین نہ ہو سکا۔ منقول ہے کہ آپ نے زمزم اس نیت سے پیا کہ قوتِ حافظہ میں امام ذہبی کے برابر ہو جائیں چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ مراد آپ کی پوری کی تحقیقین کا خیال ہے کہ آپ حفظ و اتقان میں علامہ ذہبی پر فوقیت رکھتے تھے، وکان يقول الشر وط النبی اجتمعت فی الان بها اسمی حافظا۔

سرعتِ قرأت..... ان کی سرعتِ قرأت کے بعض ایسے محیر العقول واقعات منقول ہیں جن پر اس زمانہ میں یقین کرنا مشکل ہے لیکن یہ واقعات حافظ صاحب کے اکابر تلامذہ اور بڑے بڑے علماء سے متواتر منقول ہیں اس لئے ان کی صحت میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا۔ حافظ ابن ندیم لکھتے ہیں کہ انہوں نے بخاری طہر و عصر کے درمیان کی دس مجلسوں میں ختم کی اور مسلم ڈھائی دن کی پانچ مجلسوں میں اور نسائی دس مجلسوں میں۔ ان میں سے ہر مجلس تقریباً چار گھنٹوں کی ہوتی تھی۔ دمشق میں ناصر الدین ابو عبد اللہ محمد جمہیل کو سنانے کیلئے باب النصر اور باب الفرج کے درمیان جو مزار تعلق شریف نبوی کے مقابل ہے ریح مسلم کو تین روز میں ختم کیا چنانچہ اس پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یوسف دمشق الشام کرش الاسلام

قرات بحمد اللہ جامع مسلم

حضرت حافظ مجاہد اعلم

علی ناصر الدین الامام بن جمہیل

قراءۃ ضبط فی ثلاثۃ ایام

وتم توفیق الالہ وفضلہ

ابن ندیم دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے شام کے سفر میں طبرانی کی معجم صغیر کو طہر و عصر کے درمیان کی ایک مجلس میں پڑھا اس میں طبرانی کی جس معجم صغیر کا ذکر ہے جسے حافظ موصوف نے صرف ایک مجلس میں ختم کیا وہ ڈیڑھ ہزار لہجہ مع اسناد پر مشتمل ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب اور نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ وہ سنن ابن ماجہ چار مجلسوں میں ختم کر دیتے تھے دمشق میں موصوف کی مدتِ اقامت کل سو دو ماہ تھی اور اس قلیل مدت میں موصوف نے ایک سو مجلدات پڑھ ڈالیں۔

ذوقِ شعر و سخن..... حافظ صاحب کو ابتدائے عمر ہی سے شعر و سخن سے بھی خاص شغف تھا اور انہوں نے اپنی قطری ذہانت کی بناء پر اس فن میں بھی پوری مہارت حاصل کر لی تھی علامہ سیوطی کا بیان ہے کہ شعر و ادب کی طرف توجہ مبذول کی تو اس میں بھی پوری مہارت حاصل کر لی اور کثرت سے بہت عمدہ نظمیں کہیں۔ آپ کو شاعر کی حیثیت سے بھی اتنی شہرت حاصل تھی کہ مصر کے ان سات مشہور شعراء میں آپ کا نام در سرے نمبر پر تھا جنہیں شہاب کہا جاتا تھا۔ علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ ان کو شعر میں یدِ طولیٰ حاصل تھا مصنفینِ ادباء کی ایک جماعت نے ان کی بہترین ادبی تخلیقات نقل کی ہیں جیسے ابن الجوزی نے شرح البدیع میں۔ اور یہ سب شاعری میں آپ کے علومِ تبت کے معترف ہیں۔

حافظ ابن حجر کی شاعری کے جو نمونے منتشر طور پر کتابوں میں ملتے ہیں ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں ادبی چاشنی کے ساتھ موعظت و حکمت کا خزینہ بھی ہے۔

دیوان ابن حجر..... دیوان ابن حجر کے نام سے ان کا مجموعہ کلام بھی موجود ہے جس میں ہر صنفِ سخن کے الگ الگ اشعار ہیں یہ دیوان سات اصنافِ سخن پر مشتمل ہے۔ نبویات، طوکیات، اخوانیات، غزلیات، اعراض، موشحات، تقاطیع۔ آغاز دیوان میں مدح رسول میں ایک طویل قصیدہ ہے جس میں صحیح بخاری کے ختم کا بھی ذکر ہے۔ نواب صدیق حسن خاں کے بیان کے مطابق اس دیوان کا ایک نسخہ ان کے پاس موجود تھا ایک نادر نسخہ کتب خانہ خدیویہ اور ایک جامع الباشا موصول میں ہے۔ رنگ کلام و انداز بیان..... آپ کے کلام کا عمومی رنگ یہ ہے۔

انزلت بروض العزائم فوادى

اجبت وقارا کنجم ساطع

۱۔ خدا کا شکر ہے میں نے جامع مسلم کو پڑھا ہے۔ دمشق شام میں جو اسلام کادل سے امام ناصر الدین ابن جمہیل کے رو برو ایسے حفاظ کے حضور میں جو علماء کی حاجتوں کا مرکز ہیں اور اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے پورے ضبط کے ساتھ تین دن میں ان کی قرأت تمام ہوئی۔ ۱۲۔

ان نحو الکواکب الوقاد

وانا الشهاب فلاح معاند عاذلی

ذیل کے قطعہ میں کتنی حکیمانہ بات کہی ہے۔

لشخص فلن یخشی من الضر والضریر

ثلث ل من الدنيا اذا حصلت

وصحة حیم وخالمة خیر

غنی عن بینها والسلامتھنهم

ایک قطعہ میں عشرہ مبشر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس طرح جمع کیا ہے۔

بجنات عدن کلھم فضل اشھر

لقد لبشر الھادی فی الصبح زمرۃ

ابوبکر، عثمان بن عوف علی و عمر

سعید، زبیر، سعد، طلحہ، عامر

اپنی وفات سے تین سال قبل اپنی کتاب ”الامالی الحدیثیہ“ کے بارے میں جو ایک ہزار سے زیادہ مجالس پر مشتمل ہے گیارہ اشعار کی ایک نظم کہی جس کے ابتدائی دو شعر یہ ہیں۔

اهل الحدیث نبی الخلق منتقلا

بقول راجی الہ الخلق احمد من

تخریج اذکار رب ناقلو علا

تدلو من الالف ان عدت مجالسہ

حافظ ابن حجر بہت بر جستہ گو شاعر تھے ان کی برجستہ گوئی کے متعدد نمونے بستان، نظم العقیان اور ذیل ”طبقات الحفاظ“ میں ملتے ہیں، نواب صدیق حسن خاں نے ”حظیرۃ القدس“ میں یہ قطعہ بھی آپ ہی کی طرف منسوب کیا ہے۔

لماجری کالجسر سرعته سیرہ

خاض الموائل فی حدیث مداامی

حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ

فجستہ لاصون ستر ہوا کم

لطافت و ظرافت..... آپ کے مزاج میں مزاج و خوش طبعی تھی جس کا کبھی کبھی مظاہرہ ہوتا تھا ایک مرتبہ عمدہ قضاء پر شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی قایانی کا ان کی جگہ تقرر ہوا، حسن اتفاق سے کسی تقریب میں دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ کھانا کھایا اس موقع پر آپ نے برجستہ یہ قطعہ کیا۔

من قاضین یغزی ہنا و ہنا یہنا

عندی حدیث ظریف بمثلہ تلغی

ویکذبان جمیعاً ممن ینصدق منا

بقول ذا اکر ہونی و ذایقول استرحنا

علمی مشغلہ اور مطالعہ کتب..... آپ کے اوقات معمور رہتے تھے کسی وقت خالی نہ بیٹھتے تھے۔ تین مشغلوں میں سے کسی ایک مشغل میں ضرور مصروف رہتے تھے مطالعہ کتب، تصنیف و تالیف یا عبادت، و مشق میں دو ماہ و س دن تک قیام فرمایا اور اس مدت میں افتادہ عام کی غرض سے کتب حدیث کی سو جلدیں پڑھیں اور تقریباً سو مجلسوں میں املا کر لیا اور تصنیف و تالیف، عبادت اور دیگر ضروریات کو ان اوقات کے علاوہ انجام دیتے تھے۔

درس و تدریس..... تحصیل علوم اور ان میں کمال پیدا کرنے کے بعد آپ نے درس و تدریس کی مسند بچھائی آپ کے فضل و کمال کا شرہ سن کر دور دراز ملکوں کے شائقین علم نے جوق در جوق آپ کی طرف ہجوم کیا وقت کے اکابر علماء و فضلاء تک نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور مصر کے بیشتر علماء نے آپ سے فیض حاصل کیا۔

۱۔ تین چیزیں دنیا میں ایسی ہیں کہ اگر یہ کسی کو حاصل ہو جائیں تو اسے کسی نقصان یا تکلیف کا خوف نہ کرنا چاہئے ایک اللہ دنیا سے بے نیازی اور ان سے مامول رہنا، دوسرے تندرستی اور تیسرے خاتمہ بالخیر۔ بلاشبہ ہادی نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت کو جنت خلد کی بشارت دی جن کا فضل مشہور ہے وہ سعید، زبیر، سعد، طلحہ، عامر، ابوبکر، عثمان بن عوف، علی اور عمر ہیں۔

۲۔ کتا ہے احمد جو اللہ تعالیٰ سے امید کرنے والا ہے اور عام مخلوق کی نبی کی حدیث نقل کرنے والوں سے ناقل ہے ہزار کے قریب ہیں اگر اس کی وہ مجلسیں شہد کی جائیں جن میں اس نے اپنے رب کے ذکر کئے ہیں جو برتر و ناقد ہیں۔

۳۔ یہ ایک دل چسپ قصہ ہے کہ اس کے محل سے دو قاضیوں سے ملاقات ہو گئی کہ ایک تعزیت کرتا ہے اور دوسرا مبارکباد دیتا ہے کہتا ہے کہ مجھے قاضی بننے پر مجبور کیا اور یہ کتا ہے کہ ہم نے معزول ہو کر راحت پائی حالانکہ دونوں جھوٹے ہیں ہم میں کون سچا ہے۔ ۱۲

انہوں نے خانقاہ پھر سپہ میں تقریباً بیس سال تک حدیث، فقہ اور قرآن پاک کا درس دیا اسی طرح شیخونہ، جامع اقلع اور جمالیہ میں کچھ عرصہ تک قال اللہ و قال الرسول کے نئے سنائے پھر موبدہ میں فقہ کا درس دیا آپ کے درس کی شہرت سے پوری دنیا نے اسلام گونج اٹھی اور ہر ملک کے بے شمار شائقین علم آنے لگے ان کی تعداد حد شد سے باہر ہے درس و تدریس کے ساتھ جامع ازبک اور جامع عمر میں خطیب کے فرائض بھی انجام دیتے تھے، تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

اصحاب و تلامذہ..... آپ کے حلقہ درس سے سینکڑوں طلبہ آسمان علم و فضل کے اختر تابندہ بنے امام سخاوی کا بیان ہے کہ کثرت تعداد کی بناء پر تلامذہ کے نام شمار میں نہ آسکے ہر مذہب کے باکمال علماء آپ کے تلامذہ میں داخل ہیں۔ ان میں سے مشاہیر کے نام اور اجمالی تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) محمد بن عبد الرحمن السخاوی مولود سن ۸۳۱ھ متوفی ۱۶ شعبان سن ۹۰۲ھ موصوف خود لکھتے ہیں کہ میں نے سن ۵۸۳۸ سے ابن حجر کی صحبت اختیار کی اور پھر عمر بھر ان سے وابستہ رہا یہاں تک کہ ان سے پورا پورا علم حاصل کیا اور نکتہ یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ میں نے بہت سے علوم میں اختصاص پیدا کیا۔ میں ان کی فرد گاہ سے قریب ہی سکونت پذیر تھا اس لئے ان کے درس کا کوئی سبق مجھ سے بھی نماند نہ ہو تا تھا حافظ صاحب بسا اوقات قرأت کیلئے مجھے بلوا بھیجتے تھے۔

(۲) بربان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی مولود سن ۸۰۹ھ متوفی سن ۸۸۵ھ انہوں نے ابتداء نحو اور فقہ کی تحصیل تاج بہادر سے اور قرأت علامہ جزیری سے کی اس کے بعد تقی الحسینی، تاج الغرابلی، عماد بن اشرف، علماء اقلعندری اور حافظ ابن حجر وغیرہ سے مختلف علوم و فنون میں مہارت اور اپنے معاصرین پر فوقیت حاصل کی آپ کی شہرہ آفاق تفسیر آپ کے شہر علمی، جامعیت اور فہم و ذکا کی شاہد عدل ہے۔

(۳) حافظ عمر بن محمد مکی مولود سن ۸۱۳ھ متوفی سن ۹۰۰ھ صغر سنی میں کلام پاک حفظ کرنے کے بعد شیوخ مکہ مرافعی، جمال بن ظہیر، دہلی، عراق، ابن الجزری، نجم بن قتی اور کارزدنی وغیرہ سے استفادہ کر کے سن ۸۵۰ھ میں مصر آئے اور لسان العرب اور دوسری کتابیں حافظ ابن حجر سے پڑھیں خود لکھتے ہیں کہ ”میں نے حافظ ابن حجر سے فخرتہ الفکر، تخریج احادیث الاربعین (للنوی)، الامتثال بااربعین، التہذیب بشرط ماں پڑھیں اور مسلسل بالاولیۃ کو بلند طرق کے ساتھ ان سے سنا۔“

(۴) قاضی زکریا بن محمد انصاری مولود ۸۲۶ھ متوفی ۹۰۰ھ صغر سنی میں قرآن پاک، عمدہ الاحکام اور مختصر التبریزی کا کچھ حصہ حفظ کیا۔ پھر ۸۳۱ھ میں قاہرہ آئے اور مختصر مذکورہ پوری حفظ کی۔ بلقینی، قابانی، شرف سیکی، ابن حجر، ابن ہمام اور زین العرانی جیسے جلیل القدر اور نادر روزگار شیوخ سے کسب فیض کیا۔ حافظ ابن حجر نے افتاء و تدریس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

ان علماء کے حالات سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ حافظ ابن حجر جس طرح شیوخ کے معاملہ میں خوش نصیب تھے۔ اسی طرح تلامذہ کے سلسلہ میں بھی انتہائی نصیب و رحمت تھے۔ آپ کے حلقہ درس سے جو طلبہ بھی سند فرسخ لے کر نکلے وہ ایام وقت اور فاضل دور الی بن کر چکے اور اپنے نام کے ساتھ اپنے عالی مرتبت استاد کا نام بھی روشن کیا۔

شجر علمی اور جامعیت..... حافظ صاحب نے اپنے عہد کے تمام مشہور علمی مراکز اور یگانہ روزگار فضلاء سے کسب فیض اور ان کی تربیت سے استفادہ کیا تھا اور تحصیل علم میں غیر معمولی محنت جاکا ہی اور حرق ریزی نے آپ کو نہ صرف اپنے عہد بلکہ تاریخ اسلام کا نامور علمی بنادیا۔ چنانچہ آپ کو حافظ العصر، خاتمہ لفظ، امام الاممہ، محی السننہ، علم الاممہ الاعلام، فرید الوقت، معزز الزمان اور عمدہ الدعین کے خطابات سے نوازا گیا۔

خاکساری و فروتنی..... لیکن بایں ہمہ شجر علمی و جلالت شان فروتنی اور تواضع کا پیکر تھے، اپنی جانب کسی بڑائی کو منسوب نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ برمش الفحیہ نے آپ سے سوال کیا تم نے اپنا مثل دیکھا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”فلانہ کو انفسکم هو اعلم بمن اتقی“

بازار خود فروشی ازالا سوئے دیگر است

در راهما شکست ولی می خرید و بس

شخص سعدی نے کیا ہی خوب کہا ہے

دواندر ز فرمود بر روی آب

مر ایدر دلتائے مرشد شہاب

وگر آنکہ بر غیر بد میں مباحش

یکے آنکہ بر خویش خود میں مباحش

بذل اموال..... افلاس انسان کے حوصلے کو پست کرتا ہے اور وہ لتندی تو اپنے دماغی کو کند اور ست کرنے والی ہے جس طرح افلاس میں مستقل منزل چرہ بنو شولہ ہے اسی طرح نشہ دولت میں اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا مشکل ہے اسی لئے کسی نے کہا ہے۔

چوں بد دولت بری ست نگر دی مردی

باد باخوردن و ہشید نشستن سہل ست

مگر اسلاف کے حالات میں نہ افلاس سے کوئی فخر آتا تھا نہ ثروت سے کوئی تغیر۔ شاہ عبدالعزیز صاحب حافظ ابن حجر کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حافظ ممدوح بخاری کی شرح فتح الباری کی تالیف سے فارغ ہوئے تو آپ کو اتنی مسرت ہوئی کہ قاہرہ کے باہر مقام ”تاج“ میں ۸ شعبان ۸۴۲ھ کو پانچ سو اشرفیاں خرچ کر کے ایک شاندار دعوت کی۔ جس میں قایانی، دہلوی اور سعد ویری وغیرہ علماء اور تمام اعیان شہر شریک ہوئے۔ حافظ سخاوی لکھتے ہیں ”وہ ایک یادگار دن تھا علماء و قضاة، امراء و فضلاء کا ایسا اجتماع لوگوں نے نہیں دیکھا، اس اجتماع میں مقدمہ فتح الباری پڑھا گیا اور شعراء نے خصوصی نظمیں پڑھیں۔“

منصب قضاء..... حافظ ابن حجر نے قضاء کی آزمائشوں میں جتنا: ہوئے کا شروع ہی سے عزم کر لیا تھا۔ سلطان موند نے آپ کو شام کا منصب قضاء بارہا سپرد کرنا چاہا مگر ہر مرتبہ آپ نے شدت سے انکار کیا۔ یمن قدرت کو اس سلسلہ میں بھی آپ سے خدمات لینا مقصود تھا۔ اس لئے محرم ۸۲۷ھ میں جب ملک اشرف برہسانی نے منصب قضاء قبول کرنے کیلئے آپ کے احباب سے دباؤ ڈلویا تو ناچار اس پیشکش کو قبول کرنا پڑا۔ جس سے آپ بحسن و خوبی عہدہ برآ ہوئے۔

ابن فہد کی نے لکھا ہے کہ حافظ صاحب سب سے پہلے ۸۲۷ھ میں قاضی القضاة کے منصب پر مامور ہوئے اور اسی سال ذیقعدہ میں اس سے گلو خلاصی حاصل کر لی۔ پھر رجب ۸۲۸ھ کو دوبارہ اسی منصب پر فائز ہوئے اور ۸۳۳ھ تک رہے پھر اس کو چھوڑ دیا۔ جمادی الاولیٰ ۸۳۳ھ میں جہشی بار قاضی ہوئے۔ درمیانی کچھ وقفوں کو چھوڑ کر ۸۴۷ھ سے ۸۵۲ھ تک پراہر اسی عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ جمادی الثانی ۸۵۲ھ میں اس سے ہمیشہ کیلئے سبکدوشی حاصل کر لی۔

تعصب ابن حجر الاماں و الخذر..... مذکورہ بالا اتمام صفات حمیدہ کے ساتھ حافظ صاحب میں حنفی شافعی کا تعصب بھی حد درجہ کا تھا۔ بالخصوص انہوں نے اپنی تصانیف میں حنفیہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور جاہ حق و اعتدال کو ملحوظ نہ رکھ سکے۔ بقول حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ ”حافظ ابن حجر سے رجال حنفیہ کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے“ مثال کے طور پر انہوں نے تہذیب التہذیب میں امام اعظم کے صرف ۲۳ کباب تلامذہ کا ذکر کیا ہے جب کہ حافظ مزنی نے تہذیب الکمال میں ایک سو سے زائد کباب تلامذہ کے تراجم لکھے ہیں۔ قاضی ابن شحز نے لکھا ہے کہ ”حافظ ابن حجر نے بھی احناف کے سلسلہ میں وہی روش اختیار کی ہے جو علامہ ذہبی نے احناف و شوافع دونوں کے حق میں اختیار کی تھی۔“ اسی بناء پر علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ ”علامہ ذہبی کے کلام سے شافعی اور حنفی کے تراجم پر اعتکون کرنا چاہیے اور اسی طرح حافظ ابن حجر کے کسی حنفی کے ترجمہ کو بھی نہ لینا چاہیے۔ خواہ وہ معتقد ہو یا متاخر۔“ وبقول تلمیذہ البرہان البقاعی انه لا یعامل احدا بما یتحققہ من الاکرام۔

حافظ سخاوی ابن حجر کیلئے کس درجہ سر لاپاس رہتے ہیں سب جانتے ہیں مگر انہیں بھی درد کامتہ پر تعلیقات میں کہہ دینا پڑا کہ حافظ ابن حجر جب تک سچائی کا پہلو کمزور نہ کر دیں کسی حنفی عالم کے حالات بیان ہی نہیں کر سکتے۔ ”حافظ سخاوی کے اس نقطہ نظر کے نقوش درد کامتہ کے حواشی میں بہت لکھیں گے۔“

یہ حقیقت درون خانہ طشت از بام ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ محبت الدین محمد بن شحنہ نے حافظ ابن حجر کے بارے میں بالکل درست فیصلہ صادر کیا ہے کہ ”حافظ ابن حجر تعصب کے اس مقام پر ہیں جہاں کسی متقدم یا متاخر حنفی عالم کے بارے میں ان کی باتیں یکسر بے اعتناء ہو جاتی ہیں۔“

سنہ وفات..... اکثر محققین کی رائے کے مطابق ۲۸ ذی الحجہ ۸۵۲ھ کو شنبہ کے دن بعد نماز عشاء علم و عمل کا یہ آفتاب غروب ہوا اس وقت عمر شریف ۷۹ سال ۱۴ ماہ ۱۰ دن کی تھی۔ مرض الموت کا سبب سہ سال کی شدت تھی۔ ایام مرض الموت میں قاضی القضاة سعد الدین دیری برائے عیادت تشریف لائے اور حال دریافت کیا تو موصوف نے علامہ زحشری کے قصیدے کے چار شعر پڑھے۔

قرب الرحیل الی دیدار آخرہ	فا جعل الہی خیر عمری آخرہ
ولد حم مہبتی فی القیور و وحدتی	دار حم عظامی حین تبتقی ناخرہ
فانا لکنین الذی لیاہ	دلت باوزار عدت متواترہ
ظنن رحمت فانت اکرم راحم	فبار جو دک الہی زاخرہ

طاش کبری زادہ نے وفات کی تاریخ اور سنہ ۱۸ ذی الحجہ ۸۵۸ھ دیا ہے جو صحیح نہیں ہے کیونکہ سال ولادت ۷۷۳ھ اور ۷۹ سال کی عمر پر خود صاحب مفتاح السعادة بھی متفق ہیں۔ اس کی رو سے سنہ وفات ۸۵۲ھ ہی صحیح ہوتا ہے۔ غالباً طاش کبری زادہ ہی کی تحقیق پر اعتماد کر کے نواب صدیق حسن خاں نے بھی لکھا ہے کہ ۱۸ ذی الحجہ ۸۵۸ھ یوم شنبہ کی صبح سویرے انتقال فرمایا اور اس وقت ان کی عمر ۷۹ سال ۱۴ ماہ ۱۰ دن تھی۔

جنازہ بہت دھوم سے اٹھا تھا۔ حافظ سخاوی کا بیان ہے کہ میں نے اتنا جم غفیر کسی کے جنازہ میں نہیں دیکھا۔ ابن فند کی لکھتے ہیں کہ ان کے جنازے میں بہت عظیم مجمع تھا۔ جنازہ کی نماز علم بلقینی نے پڑھائی اور نماز جنازہ میں سلطان ظاہر چسقی اور اس کے درباریوں نے بھی شرکت کی، کہا جاتا ہے کہ نماز جنازہ میں حضرت خضرؑ بھی شریک تھے۔ تدفین مصر کے مشہور قبرستان ”قرانۃ الصغریٰ“ میں دیوبلی کی تربت کے سامنے لور لام شافعی و شیخ مسلم سلمیٰ کی قبروں کے درمیان عمل میں آئی۔ حافظ سخاوی بیان کرتے ہیں کہ ان کی لاش کو کاندھادینے کیلئے امراء لور اکابر ٹوٹے پڑے تھے اور وہ لوگ بھی ان کی قبر تک پیدل گئے جو کبھی اس کی نصف مسافت پیدل نہ گئے ہوں گے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ مجھ سے شہاب الدین منصور کی نے بیان کیا کہ وہ حافظ ابن حجر کے جنازے میں شریک تھے جب وہ نماز میں پہنچے تو آسمان نے لاش پر باران رحمت شروع کر دی اس وقت انہوں نے یہ اشعار پڑھے

قد لے بکت السحب علی قاضی القضاة بالمطر

وانہدم الرکن الذی

تصانیف..... حافظ ابن حجر نے اپنی طویل علمی زندگی میں مختلف فنون کی بکثرت کتابیں تصنیف کیں اور آپ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اپنی تصانیف کی شہرت و قبول عام کا مشاہدہ اپنی زندگی ہی میں کر لیا۔ لام سخاوی نے ان کی کل تصنیفات کی تعداد ۱۵۰ سے زائد بتائی ہے جن میں بیشتر کتابیں فن حدیث سے متعلق ہیں علامہ سیوطی نے (۱۸۶) کتابوں کے نام شمار کرائے ہیں اور ابن عماد حنبلی نے (۷۲) تصانیف کے نام لکھے ہیں جن کی کل جلدات کی تعداد (۱۱۲) ہے۔ چند مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) تعلیق التعلیق..... یہ آپ کی سب سے پہلی کتاب ہے جو ۸۰۴ھ کی تصنیف ہے۔ اس میں صحیح بخاری کی تعلیقات کی اسانید موصولہ کا ذکر ہے اور آثار موقوفہ اور متابعات سے بحث کی گئی ہے۔ اس کی تکمیل کتبہ شیوخ کی حلیت میں

۱۲ بلاشبہ آسمان نے آنسو بہائے۔ قاضی القضاہ پر بدش کے، ایک ایسا کن مندم ہو گیا جو حجر سے مضبوط بنا ہوا تھا۔ ۱۲

ہوئی اور شیوخ نے اس کے بے مثل ہونے کی شہادت دی۔ موصوف نے ایک جلد میں اس کی تلخیص بھی کی ہے جس کا نام "التشویق المی وصل المبہم من العلیق" ہے اس کے بعد اس کو بھی مختصر کیا ہے۔ جس کا نام "التوفیق بعلیق العلیق" ہے۔ (۲) شرح الباری شرح صحیح البخاری..... اس مایہ ناز کتاب نے حافظ ابن حجر کو تاریخ علم و فن میں زندہ جاوید کر دیا۔ ان کو خود بھی اپنی تصنیف پر بجا طور پر ناز تھا۔ جیسا کہ امام سخاوی نے تصریح کی ہے کہ رایتہ فی مواضع اثنی علی شرح البخاری والعلیق والنخبہ وقال السخاوی فی الضوء اللامع سمعت ابن حجر یقول لست راضیا عن شئی من تصانیفی لانی عملتها فی ابتداء الامر ثم لم یبہالی من تحریر ہاسوی شرح البخاری ومقدمته والمشبہ والتہذیب ولسان المیزان۔

یہ شرح دس جلدوں میں ہے اور "ہدی الساری" کے نام سے ایک ضخیم جلد میں اس کا مقدمہ علیحدہ ہے۔ مقدمہ کی تالیف سے ۸۱۳ھ میں فراغت ہوئی۔ اس کے بعد ۸۱۷ھ سے شرح الباری کی تالیف کا کام شروع ہوا اور یکم ربیع ۸۲۲ھ میں اس عظیم کام سے فراغت ہوئی۔

(۳) بلوغ المرام من ادلہ الاحکام..... یہ حدیث کی کتاب ہے جس کا تعارف خود حافظ صاحب نے ان الفاظ میں کر لیا ہے یہ مختصر کتاب احکام شرعیہ کے دلائل حدیث پر مشتمل ہے میں نے اسے اسلئے تصنیف کیا ہے کہ جو شخص اسے یاد کر لے وہ اپنے ہمعصروں میں نابغ مانا جائے اس سے ایک مبتدی بھی استفادہ کر سکتا ہے اور منتہی بھی۔

(۴) لسان المیزان..... یہ امام ذہبی کی شہرہ آفاق تصنیف، میزان الاعتدال فی نقد الرجال کی تلخیص ہے اس کے متعلق خلیفہ چلبی نے حافظ ابن حجر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میری خواہش تھی کہ میزان الاعتدال کے طرز پر ایک کتاب تصنیف کروں لیکن اس میں طول عمل معلوم ہوا اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اسی کتاب کی تلخیص اس طرح کر دی جائے کہ ان اسماء کو حذف کر دیا جائے جن کی تخریج ائمہ ستیان میں سے بعض نے اپنی کتابوں میں کی ہے۔

(۵) الدرر ایہ فی منتخب تخریج احادیث الہدایہ..... حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے جب امام رافعی کی شرح الوجیز کی تخریج احادیث کی تلخیص کی تھی اس وقت امام زبیلی کی تخریج احادیث الہدایہ سے بھی مراجعت کی تھی، میرے بعض احباب نے اس کا خلاصہ کرنے کا مشورہ دیا تاکہ اس سے استفادہ کیا جاسکے میں نے ان کا مشورہ قبول کر کے اس کا بہترین خلاصہ کیا اس تلخیص سے ۸۲۷ھ میں فارغ ہوئے۔

(۶) الاصابہ فی تمییز الصحابہ..... طبقات صحابہ میں ہے اس میں استیعاب، ذیل استیعاب، لابن عبد البر اور اسد الغابہ کا خلاصہ اور اس پر مزید اضافہ واستدراک ہے راقم الحروف نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔

(۷) تہذیب التہذیب..... یہ فن رجال کی مشہور و ممتاز کتاب ہے جو حافظ عبد القنی مقدسی متوفی ۶۰۰ھ کی الکمال فی معرفۃ الرجال، اور حافظ حزی متوفی ۴۲۲ھ کی تہذیب الکمال فی اسماء الرجال کی بہترین تلخیص ہے۔

(۸) تقریب التہذیب..... یہ تہذیب التہذیب کی بھی کی تلخیص ہے تہذیب کے آخر میں حافظ صاحب نے لکھا ہے کہ اس کی تالیف میں سات سال گیارہ ماہ لگے اور اس کی تلخیص جو تقریب کے نام سے موسوم ہے اس سے ۹ جمادی الآخرہ ۸۰۸ھ کو فراغت ہوئی۔ راقم الحروف کے مطالعہ میں یہ دونوں کتابیں رہی ہیں۔

(۹) تعییل المغنہ..... مسانید ائمہ اربعہ کے رجال سے علامہ محمد بن علی نے امتداد کرہ میں مفصل بحث کی ہے حافظ ابن حجر نے اس کو پیش نظر رکھ کر یہ تلخیص کی ہے اور ائمہ اربعہ کی دوسری تصانیف سے ردوہ کا اضافہ کیا ہے۔

(۱۰) الدرر الکامنہ فی اعیان المسلمین الثامنہ..... اس میں آٹھویں صدی کے علماء فضلاء، صلحاء، امراء وغیرہ کے حالات و سوانح ہیں۔ تراجم کی کل تعداد (۴۵۰۰) ہے اس کی تالیف سے ۸۳۰ھ میں فراغت ہوئی اس کے بعد ۸۳۷ھ تک اس میں اضافہ فرماتے رہے پھر بھی آخر عمر تک اس کی تکمیل نہ ہو سکی اور بہت سے تراجم رہ گئے امام سخاوی نے اس پر



نظر ثانی کر کے مفید حواشی لکھے اور بہت سے تراجم کا اضافہ کیا۔

(۱۱) نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر..... جن کتابوں پر خود حافظ ابن حجر کوناز تھا ان میں سے ایک نخبۃ الفکر بھی ہے جو اصول حدیث میں نہایت جامع اور بہت عمدہ معتمد متن صغیر اہم ہونے کے باوجود کثیر النفع ہے اور سینکڑوں سال سے داخل درس ہے اس کی افادیت اور جامعیت کے پیش نظر بہت سے ارباب علم حضرات نے اس پر قلم اٹھایا اور حواشی و شروحات، تعلیقات و منظومات ہر طرح سے اس کی خدمت کی گئی۔

شرح و حواشی نخبۃ الفکر.....

(۱) ازہرۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر..... یہ خود حافظ ابن حجر کی شرح ہے جس میں توضیح و تشریح کے ساتھ متن کی عبارت کو اس طرح سمویا ہے کہ شرح سے متن کا امتیاز اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

(۲) بچیۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر..... یہ حافظ موصوف کے صاحبزادے کمال الدین محمد کی شرح ہے۔

(۳) امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر..... یہ مولانا محمد اکرم بن عبدالرحمن مکی کی شرح مزوج ہے۔

(۴) حاشیۃ قبۃ الفکر..... از شیخ ابراہیم اللقانی المتوفی ۱۰۴۰ھ

(۵) تعلق نخبۃ الفکر..... از علامہ زین الدین قاسم بن قطب بخاری المتوفی ۸۷۹ھ

منظومات نخبۃ الفکر.....

(۱) عقد الدرر فی نظم قبۃ الفکر..... از شیخ ابو حامد بن ابی المحاسن یوسف بن محمد الفاسی متوفی ۱۰۵۲ھ

(۲) منظومہ..... از ابن الصیرفی احمد بن صدق متوفی ۹۰۵ھ۔

(۳) منظومہ..... از کمال الدین محمد بن الحسن شمشی مالکی متوفی ۸۲۱ھ

(۴) منظومہ..... از شہاب الدین بن محمد متوفی ۸۹۳ھ

(۵) منظومہ..... از شیخ منصور سبط الناصر طبلادوی۔

(۶) منظومہ..... از قاضی برہان الدین محمد بن ابی اسحاق المقدسی المتوفی ۹۰۰ھ

شرح نزہتہ النظر.....

(۱) مصطلحات اہل الاثر علی شرح نخبۃ الفکر..... از ملا علی قاری بن سلطان محمد ہروی متوفی ۱۰۱۳ھ

(۲) الیواقیت والدرر علی شرح نخبۃ الفکر..... از شیخ محمد عوبید الرؤسا المتوفی ۱۰۳۱ھ

(۳) عقد الدرر فی جید نزہتہ النظر..... از مولانا عبد اللہ صاحب ٹوکی

(۴) شرح شرح نخبۃ الفکر..... از مولانا وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین علوی گجراتی متوفی ۹۹۸ھ

(۵) شرح شرح نخبۃ الفکر..... از ابوالحسن محمد صادق بن عبد الہدی السندی المتوفی ۱۱۳۸ھ

## (۲۷) امام قدوری

نام و نسب..... احمد نام، ابوالحسین کنیت، قدوری نسبت اور والد کا نام محمد ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے ابوالحسین احمد بن ابی بکر محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان البغدادی القدوری۔

چوتھے طبقے کے فقہاء کبار میں سے بڑے جلیل القدر فقہر اور محدث تھے۔ آپ کا سنہ پیدائش ۳۶۲ھ ہے اور جائے پیدائش شہر بغداد

تحقیق کنیت..... مختصر القدروری کے اکثر نسخوں میں موصوف کی کنیت ابو الحسن مکتوب ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ کی کنیت ابو الحسین ہے جیسا کہ تاریخ ابن خلکان، مدینۃ العلوم اور انساب سمعانی وغیرہ میں مذکور ہے۔  
 قدوری نسبت کی تحقیق..... مورخ ابن خلکان نے اپنی تاریخ ”وفیات الاعیان“ میں ذکر کیا ہے کہ ”قدوری بضم قاف و وال و یسکون داؤ قدور کی طرف نسبت ہے جو قدور (بمعنی ہانڈی) کی جمع ہے۔ لیکن مجھے اس نسبت کا سبب معلوم نہیں۔“  
 صاحب مدینۃ العلوم فرماتے ہیں کہ قدوری صنعت قدور (دیگ سازی) کی طرف نسبت ہے یا اس کی خرید و فروخت کی طرف۔ باقدور اس گاؤں کا نام ہے جس کے امام موصوف باشندے تھے۔ (وفیہ نظر، کذالی شرح درراجہ للرباوی)  
 تحصیل علم..... امام قدوری نے علم فقہ اور علم حدیث رکن الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی جرجانی متوفی ۳۹۸ھ سے حاصل کیا جو امام ابو بکر احمد جصاصی کے شاگرد ہیں۔ اور ابو بکر جصاصی، ابو الحسن عبید اللہ کرخی کے تلمیذ رشید ہیں اور امام کرخی، ابو سعید بردعی کے خوش چیں ہیں اور ابو سعید بردعی علامہ موسیٰ رازی کے فیض یافتہ ہیں اور موسیٰ رازی امام محمد شیبانی کے علم پروردہ اور مایہ ناز فرزند ہیں۔ گویا امام قدوری نے پانچ واسطوں سے امام محمد شیبانی سے علم فقہ حاصل کیا ہے۔ حدیث محمد بن علی بن سہید اور عبید اللہ بن محمد جو سننی سے روایت کرتے ہیں۔ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی صاحب تاریخ، قاضی القضاة ابو عبد اللہ محمد بن علی بن نمد و امغانی قاضی ملخص بن مسعود بن محمد بن یحییٰ بن ابی الفرج التوحی متوفی ۴۳۳ھ صاحب اخبار الخوین وغیرہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

امام قدوری کی توثیق..... خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ ”میں نے آپ سے حدیث لکھی ہے۔ آپ صدوق تھے اور حدیث کی روایت کم کرتے تھے۔“ امام سمعانی فرماتے ہیں کان فقیہا صدوقا انتہت الیہ ریاستہ صاحب ابی حنیفہ، بالعراق وعز عنہم قدرہ وار نفع جاہہ وکان حسن العبارة فی النظر مدینا لنا و القرائد۔“ آپ فقیہ و صدوق تھے۔ آپ کی وجہ سے عراق میں ریاست مذہب حنفیہ کمال پر پہنچی اور آپ کی بڑی قدر و منزلت ہوئی۔ آپ کی تقریر و تحریر میں بڑی دل نشینی تھی۔ ہمیشہ تلاوت قرآن کرتے تھے، قاضی ابو محمد نے طبقات المتہمات میں آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے پر زور الفاظ میں تعریف کی ہے۔  
 اہل کمال کی قدروانی..... اختلاف عقائد و اختلاف جزئیات مسائل کے باوجود مخالفین سے حسن سلوک اور اہل کمال کی قدروانی ہمارے اسلاف کا عام شیوہ رہا ہے۔ امام قدوری اور شیخ ابو حامد اسرافعی شافعی کے مابین ہمیشہ علمی حدیثی مناظرے رہے ہیں۔ مگر امام قدوری ان کی نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

فقہی مقام..... ابن کمال پاشا نے آپ کو اور صاحب ہدایہ کہ طبقہ خامسہ یعنی اصحاب ترجیح میں شمار کیا ہے اکثر علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حضرات قاضی خاں وغیرہ سے بڑھے ہوئے ہیں اور بالفرض بڑھتے ہوئے نہ ہوں تو برابر کے ضرور ہیں۔ پس امام قدوری کو بھی تیسرے طبقہ میں شمار کرنا چاہیے۔

رحلت و وفات..... امام قدوری نے شہر بغداد میں بمر ۶۶ سال اتوار کے دن ۵ ربیع ۴۲۸ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اسی روز ”ورب الی خلف“ میں مدفون ہوئے۔ اس کے بعد آپ کو ”شارع منصور“ کی طرف منتقل کر لیا گیا۔ اب آپ ابو بکر خوارزمی حنفی کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ ”مادۃ تاریخ“ لایع النور“ ہے۔

بجائے دیدہ جاں روشنی باد

ہزاراں فیض بر جان و تنش باد

تصانیف.....

- (۱) تجرید..... یہ سات جلدوں میں ہے۔ اس میں اصحاب حنفیہ و شافعیہ کے مسائل خلاف پر محققانہ بحث کی ہے اس کا الما آپ نے ۴۰۵ھ میں شروع کر لیا ہے۔
- (۲) مسائل الخلاف..... اس میں علل و اول سے تعرض کئے بغیر صرف امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے مابین

فردی اختلاف کا ذکر ہے۔

(۳) تقریب..... اس میں مسائل کو معہ اولہ ذکر کیا ہے۔

(۴) شرح مختصر الکرخی

(۵) شرح لوب القاضی

مختصر القدوری..... یہ تقریباً ایک ہزار سال کا قدیم مستند متن متین ہے۔ جس میں بیسیوں کتابوں سے تقریباً بارہ ہزار ضروری مسائل کا انتخاب ہے اور عمدہ تصنیف سے آج تک پڑھایا جا رہا ہے قدرت نے اس کتاب کی عظمت حنفی مسلمانوں میں اتنی بڑھادی ہے کہ طاش کبریٰ زلواہ نے لکھا ہے۔ ”ان ہذا المختصر تبرک بہ العلماء حتی جربوا قراءۃ او ثبات الحدیث و لایام الطاعون۔“ علماء نے اس کتاب سے برکت حاصل کی ہے۔ مصائب اور طاعون میں اسکو آزمایا گیا ہے۔

صاحب ”مصباح انوار الادعیہ“ نے ذکر کیا ہے کہ جو شخص اس کو حفظ کر لے وہ فقر و فاقہ سے مامون رہے گا۔ نیز جو شخص اس کو کسی صالح استاد سے پڑھے اور دو ختم کے وقت برکت کی دعا کرے تو انشاء اللہ وہ اس کے مسائل کی شمار کے موافق دراہم کا مالک ہوگا۔

کشف الظنون وغیرہ میں اور چیزیں بھی اس سلسلہ میں نقل کی گئی ہیں کم از کم اتنا تو ہمیں بھی ماننا چاہئے کہ مصنف کے تقویٰ اور تقدس کا اثر پڑھنے والوں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

حفاظ قدوری..... صاحب ”الجواہر العیہ“ نے اپنے بھائی محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفاء القرشی متوفی ۷۲۲ھ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ مختصر القدوری کا حافظ تھا۔

کرامت عجیبہ..... علامہ بدر الدین عینی نے شرح ہدایہ میں ذکر کیا ہے کہ امام قدوری اپنی مختصر کسی نصیب سے فارغ ہو کر اس کو سفر حج میں ساتھ لے گئے اور طواف سے فارغ ہو کر حق تعالیٰ سے دعا کی۔ بارالہا! اگر مجھ سے کہیں اس میں غلطی یا بھول چوک ہو گئی ہو تو مجھے اس پر مطلع فرما۔ اس کے بعد آپ نے کتاب کو لول سے لے کر آخر تک ایک ایک ورق کھول کر دیکھا تو پانچ پانچ جگہ سے مضمون نحو تھا۔ لہذا من اجل کرامتہ۔

بنائے آئینہ دیکھے ہے پہلے آئینہ گر ہنرور اپنے بھی عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں (ذوق)

کتب فقہیہ کی اہمیت..... قدوری اور کنز کا لفظ بولنے میں تو نہایت سبک اور ہلکا معلوم ہوتا ہے لیکن میرے نزدیک یہ کتابیں اسلام کے بہترین دل و دماغ کی انتہائی عرق ریزیوں کے آخری نتائج ہیں۔ خدا جزائے خیر دے ان بزرگوں کو جنہوں نے دین کی دشواریوں کو حل کر کے مذہبی زندگی گزارنے والوں کیلئے رو آسان کر دی۔

شروح و حواشی مختصر القدوری.....

(۱) خلاصۃ الدلائل فی تنقیح المسائل..... از امام حسام الدین علی بن احمد کی متوفی ۵۹۸ھ

(۲) لاجم الدین محمد بن محمود بن محمد زبیدی (معتزلی الاعتقاد حنفی الفروع) متوفی ۶۵۶ھ تین جلدوں میں ہے۔

(۳) السراج الوہاج الموضح لکل طالب محتاج تین جلد۔

(۴) الجواہر العیہ..... دو جلد۔ پہ دونوں ابو بکر بن علی الحدادی التوفی ۸۰۰ھ کی تصانیف ہیں۔

(۵) شرح قدوری..... از محمد شاہ بن الحاج حسن رومی ۹۳۹ھ

(۶) جامع المضمرات..... از یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی انکاروری۔

۱۔ وہو من الکتب الغیر المعتبرہ، قال فی تنقیح التعلوی الخالدیہ۔ نقل الزبیدی لایبدر ض نقل المستعیرات الصحابیہ قائد ذکر ابن وہبان لکن لایبدر لای ما لک صاحب التعلویہ مخالفاً للقول بالمدحہ نقل من غیرہ، و مشکئ فی التمر ایضاً لکن یوفیہ ایضاً فی موضع آخر الحدادی مشہور بمتل الروایات الصحیفہ۔ ۱۲

- (۷) تصحیح القدوری..... از علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا متوفی ۹۷۹ھ
- (۸) شرح قدوری..... از امام احمد بن محمد معروف بہ بن نصر الاقطع متوفی ۷۴۷ھ دو جلدوں میں۔
- (۹) البحر الزاخر..... از شیخ احمد بن محمد بن اقبال۔
- (۱۰) النوری شرح القدوری..... از محمد بن ابراہیم رازی متوفی ۶۱۵ھ
- (۱۱) ملتس الاخوان..... از ابو المعالی عبد الرب بن منصور غزنوی متوفی ۵۰۰ھ
- (۱۲) الکفایہ..... از اسماعیل بن الحسین الکبیری
- (۱۳) البیان..... از محمد بن رسول الموقانی۔
- (۱۴) التقرید..... از محمود بن احمد قونوی متوفی ۷۰۷ھ چار جلدوں میں ہے۔
- (۱۵) اللباب..... از جلال الدین ابو سعد مطهر بن الحسن بن سعد بن علی منذر یزدی۔ دو جلدوں میں ہے۔
- (۱۶) زاو الفقہاء..... از ابو المعالی بہاء الدین۔
- (۱۷) الیتمایح فی معرفۃ الاصول والتقدیر..... از بدر الدین محمد بن عبد اللہ شبلی طرابلسی متوفی ۷۶۹ھ
- (۱۸) شرح القدوری..... از شہاب الدین احمد سمرقندی۔
- (۱۹) از رکن الاممہ عبد الکریم بن محمد بن علی البصیانی۔
- (۲۰) شرح القدوری..... از ابو اسحاق ابراہیم بن عبد الرزاق بن ابی بکر بن رزق اللہ بن خلف الرسنی مشہور بابن الحدیث متوفی ۶۹۵ھ، یہ بھی نامکمل ہے۔
- (۲۲) شرح قدوری..... از امام ابو العباس محمد بن احمد الجوبلی۔
- (۲۳) تصحیح الضروری حاشیہ قدوری..... از مولانا نظام الدین کیرانوی۔ (۱)
- (۲۴) الصحیح النوری شرح اردو مختصر القدوری..... از راجہ سطور محمد حنیف غفرلہ گنگوہی۔

## (۲۸) صاحب ہدایہ

نام و نسب..... علی نام، ابو الحسن کنیت، برہان الدین لقب اور والد ابو بکر ہیں۔ شجرہ نسب یہ ہے۔ ابو الحسن علی ابی بکر عبد الجلیل بن الجلیل ابی بکر حبیب۔ سلسلہ نسب سینڈانا ابو بکر صدیق ؓ سے ملتا ہے۔ آپ کی پیدائش ۸ رجب المرجب ۵۱۱ھ میں دو شنبہ کو عصر کے بعد ہوئی۔ ۵۴۳ھ میں آپ زیارت حریمین سے شرف ہوئے۔

وطن عزیز..... عام طور پر آپ کا وطن مرغینان ہی بتایا جاتا ہے۔ جو مراندہ کا ایک قصبہ ہے لیکن صاحب ہدایہ کے ہم وطن بادشاہ بابر نے ”تزک“ میں صاحب ہدایہ کے گاؤں کا نام ”رشدان“ بتلایا ہے، جو مرغینان کے تعلقہ میں تھا۔ صاحب مفتاح السعادت نے بھی مرغینان کے بعد نسبت میں رشدانی بڑھلایا ہے۔

تحصیل علوم..... صاحب ہدایہ نے اپنے دور کے ہن اساطین امت سے علوم کی تحصیل کی تھی جو ہر فن میں مرجع خلافت تھے جن کے اسماء کی ایک طویل فہرست جس کو معنی کہتے ہیں، بقول حافظ عبدالقادر قرشی صاحب جو اہر مہیہ خود صاحب ہدایہ نے مرتب کی ہے جس میں اپنے شیوخ اور ان کی مرویات کو جمع کیا ہے چند خاص اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

اساتذہ و شیوخ..... مفتی الشعلین نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن لقمان البسٹی متوفی ۵۳۷ھ معنی مذکور کو انہی کے ذکر سے شروع کیا ہے، ان سے ان کی بعض تصانیف پڑھی ہیں اور مندرجات خلاصہ کا سماع کیا ہے، ابواللیث

احمد بن حنفیہ عمر السنسی متوفی ۵۳۷ھ الواضح محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد ابی توبہ الشیبانی المروزی، ان سے صحیح بخاری کا اکثر حصہ پڑھا ہے ضیاء الدین محمد بن الحسین بن ناصر بن عبدالعزیز البغدادی، ان سے فقہ پڑھا ہے اور صحیح مسلم کی اجازت حاصل کی ہے۔ محمد بن الحسن بن مسعود بن الحسن ان سے خطبہ کی شرح آثار کی اجازت حاصل کی ہے، شیخ الاسلام ضیاء الدین ابو محمد صاعد بن اسعد بن اسحاق بن محمد بن امیرک المرغینانی۔ ان سے مرغینان میں ترمذی شریف پڑھی ہے، شیخ عثمان بن ابراہیم بن علی بن نصر بن اسماعیل الخواقندی۔ ان سے کچھ فقہی مسائل پڑھے ہیں، ابو البرکات صفی الدین عبداللہ بن محمد بن الفضل بن احمد بن احمد بن محمد الصاعدی القراوی۔ ان سے خیشاپور میں بالمشافہ اجازت مطابقت ملی ہے۔ ابو محمد حسام الدین عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن مازہ مشہور بصدر الشہید متوفی ۵۲۶ھ، تاج الدین احمد بن عبد یزید بن عمر بن مازہ مشہور بصدر السعید، توام الدین احمد بن عبدالرشید بن الحسین البخاری متوفی ۵۹۹ھ، ابو عمرو عثمان بن علی بن محمد بن محمد بن علی البیہندی متوفی ۵۵۲ھ، ابو شجاع ضیاء الاسلام عمر بن محمد بن عبداللہ البسطامی، شیخ الاسلام بہاؤ الدین علی بن محمد بن اسماعیل بن علی بن احمد بن محمد بن اسحاق قندی الایبانی متوفی ۵۳۵ھ ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمن البخاری متوفی ۵۳۶ھ، منہاج

ابو یحییٰ محمد بن محمد بن الحسین۔ قال صاحب الہدایہ فی حقہ لم تر عینی مثله والاعز منہ ولا اوفر منہ علما۔  
مئل تصویر..... ان محترم و مقدس ہستیوں کے فیضان صحبت نے آپ کو کشور علم و فضل کا تاجدار بنا دیا۔ جس کی مکمل تصویر صاحب جواہر مہیہ نے اس طرح کھینچی ہے جس میں ان کے چہرہ فضل و کمال کا ایک ایک خدو خال نمایاں ہو جاتا ہے فرماتے ہیں۔

”کان اماما، فقیہا، حافظا، محدثا، مفسرا، جامعاً للعلوم، ضابطاً للفنون، متقناً محققاً نظاراً مدققاً بزاہدا، وروعا

بارعا، فاضلاً، ماہراً، اصولیاً، ادیباً، شاعراً، لم تر العیون مثله فی العلم والادب۔“

صاحب ہدایہ امام وقت، فقیہ بے بدل، حافظ دوراں، محدث زماں، مفسر قرآن، جامع علوم، ضابطہ فنون، پختہ علم، محقق، وسیع النظر، باریک بین، عابد و زاہد، پرہیزگار، فائق الاقران، فاضل الاعیان ماہر فنون، اسولی، بے مثل ادیب اور بے نظیر شاعر تھے۔ علم و ادب میں آپ کا ثانی نہیں۔ یکما گیا۔

آپ کے ہم عصر علماء امام فخر الدین قاضی خاں، صاحب معیط و ذخیرہ محمود بن احمد بن عبدالعزیز۔ شیخ زین الدین ابو نصر احمد بن محمد بن عمر عتابی اور صاحب فتاویٰ ظہیریہ محمد بن احمد بخاری وغیرہ نے آپ کے فضل و تقدم کا اقرار کرتے ہوئے داو قابلیت پیش کی ہے۔ قال عبدالقادر القرشی ”اقر له اهل مصره بالفصل والتقدم۔“

صاحب ہدایہ کا عالی مقام..... ابن کمال پاشا نے آپ کو اصحاب تریح میں گنا ہے۔ جن کی کارگزاری صرف اتنی ہی ہوتی ہے کہ صاحب مذہب سے جو مختلف روایتیں ہوں ان میں سے کون افضل ہے اور کون مفضل اس کو بتاتے ہیں۔ کقولہم ہذا اصح روایت، ہذا اوفق بالناس۔ لیکن اکثر علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ کی شان قاضی خاں سے کم نہیں۔ چنانچہ خود قاضی خاں نور زین الدین عتابی سے منقول ہے کہ صاحب ہدایہ فقہ میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے۔ بلکہ اپنے اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے تھے۔ نیز نقد الاکل و استخراج مسائل کا جو ملکہ آپ کو حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں پس انصاف یہ ہے کہ آپ کو مجتہدین فی اللذہب کے زمرہ میں شمار کیا جائے، جس میں امام ابو یوسف اور امام محمد تھے۔

درس و تدریس..... باب افادہ دورس بہت وسیع تھا۔ شیخ الاسلام جلال الدین محمد، نظام الدین عمر شیخ الاسلام عماد الدین بن ابی بکر، شمس الامیر محمد بن عبدالستار بن محمد کردی، جلال الدین محمود بن الحسین، شیخ الاسلام الاشراف شہنشاہ بن ابی بکر، قاضی القضاہ محمد بن علی بن عثمان سمرقندی جیسے آفتاب و ماہتاب آپ کے دامن تربیت سے فیضیاب ہیں، صاحب جواہر مہیہ نے قاضی عمر بن محمود بن محمد کے حالات میں بحوالہ صاحب ہدایہ لکھا ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ میرے پاس رشدان سے تحصیل فقہ کیلئے آئے اور ایک مدت تک میرے درسی و وظائف کی پوری پابندی کرتے رہے، جب

و ایسی کار اوہ کیا تو میرے پاس یہ اشعار لکھے۔

ایذا الذی ذاق الانام جمعها  
وانت عدیم المثل لازالت باقیا  
وانت الذی ءا سورا العلی  
ارید المرتحالا من ذراک ضرورة  
فان طال الباث الغریب ببلدة  
وحاز اسالیب العلی والمحامد  
وانت جمیع الناس فی ثوب واحد  
وانت الذی ربیتی مثل والد  
فهل منک اذن یا کبیر الامجد  
فلا بدیو ما ان یکون بعاند

حاشیہ عنایہ ص ۱۹۳/۳ پر ہے کہ سب سے پہلے ہر لہ کتب خود ان کے مصنف سے علامہ شمس الامتہ کروری نے پڑھی۔ بدآت سبق میں صاحب ہدایہ کا خاص طرز عمل..... صاحب ہدایہ کے تلمیذ خاص برہان الاسلام زر نوجی نے تعلیم المعلم میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے استاد (صاحب ہدایہ) کی خاص عادت تھی کہ آپ اسباق کی ابتداء بدھ کے روز کرتے تھے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث روایت کرتے تھے "ما من شنی بدی یوم الاربعاء الا تم۔" ایسی کوئی چیز نہیں جو بدھ کے روز شروع کی جائے اور وہ پوری نہ ہو۔ امام صاحب کا بھی طرز عمل یہی تھا۔

صاحب ہدایہ نے یہ حدیث شیخ توام الدین احمد بن عبدالرشید بن حسین بخاری سے منقول روایت کی ہے۔ فوائد بہیہ میں ہے کہ بعض محدثین نے اس روایت کے متعلق کلام کیا ہے، چنانچہ شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی نے "المقاصد الحسنیة فی الاحادیث المشہرة علی الالست میں کہا ہے کہ بخاری کی کوئی اصل نہیں ملی۔ نیز حدیث جابر رضی اللہ عنہ "یوم الاربعاء یوم نحس مسمر" (۱) کے معارض ہے۔ ملا علی قاری نے المصنوع فی معرفۃ الموضوع میں حدیث جابر کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ بدھ کا روز کفار کے حق میں نحس ہے جس کا مفہوم یہ نکلا کہ مومنین کے حق میں سعد سے پس دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث اول کیلئے ایک اور اصل تلاش کی ہے اور وہ یہ کہ امام بخاری نے (اب میں) امام احمد و براء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد فتح میں پیر، منگل، بدھ تین ایام میں دعا کی اور بدھ کے روز ظہر و عصر کے درمیان دعا مقبول ہوئی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی امر مہم درپیش ہو تو میں نے بدھ کے روز ظہر و عصر کے مابین دعا کی اور وہ مقبول ہوئی۔

علامہ سیوطی نے سهام الاصابہ فی اللہ عوات المسجباتہ میں کہا ہے کہ اس کی اسناد جید ہے نور الدین علی بن احمد سمبودی نے "وفاء الوفاء باخبار در المصطلح" میں اس حدیث کو مسند احمد کی طرف منسوب کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کے رولوی ثقہ ہیں۔ پس اس حدیث سے یہ نکلا کہ بدھ کے روز میں ایک مستجاب ساعت ہے۔ اس لئے علماء نے بدھ کے روز اسباق کی ابتداء کو بہتر خیال کیا ہے۔ علاوہ ازیں صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے بدھ کے روز نور کی تخلیق کی اور ظاہر ہے کہ علم سر امر نور ہے فیقاس لتمامہ بیدایت ماذیابی اللہ الا ان یتم نورہ۔

وفات حسرت آیات..... صاحب ہدایت نے ۱۲ ذی الحجہ ۵۹۳ھ یا ۵۹۶ھ میں شب سہ شنبہ کو عالم آب و گل سے رشتہ حیات منقطع کیا اور سر زمین سمرقند میں یہ آفتاب علم و ہدایت یہ کتا: واک لے چیں نفس نہ سزائے چو من خوش الحانست  
روم بکاشن رسواں کہ مرغ آں ہتمم  
ہمیشہ کیلئے روپوش ہو گیا۔ رحمتہ اللہ رحمتہ واسعہ۔

کہا جاتا ہے کہ سمرقند میں تقریباً چار سو نفوس مدفون ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام محمد ہے۔

الباقیات الصالحات..... صاحب ہدایہ کے تین صاحبزادے تھے۔ عماد الدین، نظام الدین عمر، ابوالفتح جلال الدین محمد

۱۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط  
۲۔ بدایہ گویا اس باب میں قرآن سے مشابہ ہے جس نے گزشتہ شراعی کی کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ پس اس کتاب کو پڑھتے رہو اور اس کی خواندگی لازم کر لو، اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری گفتگو سچی اور غلطیوں سے پاک ہو جائے گی۔ ۱۲

اور تینوں صاحب فضل و کمال اور والد ماجد سے تربیت یافتہ تھے۔ جلال الدین محمد نے لوب لور فقہ میں نام روشن کیا۔ عماد الدین نے کتاب "ادب القاضی" اور نظام الدین عمر نے "جوہر الفقہ" اور "القوائد" وغیرہ کتابیں یادگار چھوڑیں۔ تصانیف و تالیفات..... آپ کی تصانیف ہدایہ، کفایہ، منہجی، تجنیس، مزید، مناسک حج، نشر اللذہب، مختارات النوازل، فرائض العشمانی، مختار الفتاویٰ وغیرہ نہایت گرآمد نافع و مفید ہیں۔ بالخصوص ہدایہ تو آپ کا دوامیہ ناز و بلند پایہ علمی شاہکار ہے جس کی نظیر آج تک دنیائے علم و فن کا کوئی فرزند پیش نہیں کر سکا۔

ہدایہ..... ہدایہ میں گو فقہ کے تمام مسائل نہیں ہیں اور ان مختصر جلدوں میں فقہ جیسے بحرِ خاں علم کا سامنا مشکل کیا ہے بھی ناممکن۔ لیکن دماغ کی جتنی ورزش، اس کی عجیب و غریب سہل متمتع عبارتوں سے ہوتی ہے میں نہیں جانتا کہ اس مقصد کے لئے ہدایہ سے بہتر کتاب مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔ ہدایہ کے پڑھنے والے کجراہی اور غلط روی کے شکار نہیں ہو سکتے۔ خود صحیح سوچنے اور دوسرے کے کلام کے صحیح مطلب کے سمجھنے کا جتنا اچھا سلیقہ یہ کتاب پیدا کر سکتی ہے عام کتابوں میں اس کی نظیر مشکل ہی سے ملتی ہے پس کسی شاعر کا اس قطعہ میر

ماصفو قبلہا فی الشرع من کتب

ان الہدایہ کا لقرآن قد سخت

یلم مقالک من زبغ و من کذب

فاحفظ قرانہا والزم تلاوتہا

مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔ و کذا فی انشاد عماد الدین ابن صاحب الہدایہ۔

الی حافظہ و یجلوا لعمی

کتاب الہدایہ یهدی الہدی

فمن نالہ نال اقصی المعنی

فلازمہ واحفظ باذا العجی

تالیف ہدایہ..... صاحب کتاب نے اپنی تصنیف ہدایہ کے دیباچہ میں کہا ہے کہ شروع ہی سے میرے دل میں یہ بات آتی تھی کہ فقہ میں کوئی کتاب ایسی ہونی چاہیے جو صغیر اہم ہونے کے ساتھ ساتھ ہر نوع کے مسائل پر حاوی ہو۔ حسن اتفاق کہ چندے بعد ہی میں نے امام قدوری کی مختصر پائی، جو اپنی نظیر آپ ہے۔ اوہر میں نے جامع صغیر کے حفظ و ضبط کا غایت درجہ اہتمام دیکھا تو میں نے ان دونوں کا انتخاب کر کے جامع صغیر کی ترتیب پر ایک کتاب ہدایۃ البتدی کے نام سے تصنیف کی۔ اگر توفیق شامل حال رہی تو اس کی شرح بھی لکھوں گا جس کا نام کفایۃ المستتبی ہوگا۔

صاحب مفتاح السعادت لکھتے ہیں۔ "شرحہا شرح حافی نحو ثمانین مجلدات و سماء کفایت المستتبی۔" کہ حق تعالیٰ کی

طرف سے آپ کو شرح کی توفیق ہوئی اور آپ نے اسی جلدوں میں اس کی شرح لکھی جس کا نام کفایۃ المستتبی ہے۔ پھر اس شرح کا اختصار کیا جس کو ہدایہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح صاحب ترجمہ حنفی عالم کی ہدایہ اور کفایہ نام سے ہے اسی طرح حنابلہ میں ابو الخطاب کی ہدایہ اور شافعی میں سے شیخ نجم الدین بن الرفعہ کی ہدایہ بھی ناموں سے مشہور ہے۔

زمانہ تالیف..... موصوف نے ماہ ذیقعدہ ۳۵۷ھ میں بروز چہار شنبہ بعد نماز ظہر ہدایہ کی تصنیف شروع کی اور پوری عرق ریزی و جانکامی کے ساتھ مسلسل تیرہ سال تک اس طرح مصروف رہے کہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور اس کی بھی کوشش کرتے کہ کسی کو روزہ کی اطلاع نہ ہو۔ چنانچہ خادم کھانا رکھ کر چلا جاتا اور آپ کسی طالب علم کو بلا کر کھلا دیتے۔ خادم واپس آتا اور برتن خالی دیکھ کر خیال کرتا کہ کھانے سے فارغ ہو چکے۔

ہدایہ کی اہمیت..... حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے علامہ ذیلیعی کی نصب الرایہ کے مختصر سے پیش نامہ میں حضرت علامہ کشمیری کا قول براہ راست ان ہی سے سن کر نقل کیا ہے کہ ابن ہمام کی فتح القدر جیسی کتاب لکھنے کے لئے اگر مجھ سے کہا جائے تو یہ کام کر سکتا ہوں، لیکن اگر ہدایہ جیسی کتاب لکھنے کا مطالبہ کیا جائے تو ہرگز نہیں کے سوا اس کا کوئی

جواب میرے پاس نہیں ہے۔“ مولانا مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں کہ غالباً خاکسار سے بھی حضرت شاہ صاحب نے یہی فرمایا تھا۔ شاہ صاحب کی جانب اس مفہوم کی نسبت ان الفاظ میں بھی کی جاتی ہے کہ ”الحمد للہ میں ہر کتاب کے مخصوص طرز پر کچھ نہ کچھ لکھ سکتا ہوں لیکن چار کتابیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ قرآن عزیز، بخاری شریف، مشنوی اور ہدایہ۔“ علامہ کشمیری کی جلالت شان سے جو واقف ہیں وہ ان کے اس قول کے وزن کو محسوس کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب ہدایہ کی وفات پر ساڑھے سات سو سے زیادہ زمانہ گزر چکا مگر ہدایہ آج بھی اسی طرح نصاب میں باقی ہے۔ وجہ یہی ہے کہ جن مقاصد کے پیش نظر یہ کتاب نصاب میں داخل کی گئی ہے فقہ حنفی میں کوئی دوسری کتاب اب تک ایسی تصنیف ہی نہیں ہوئی جو اس کی قائم مقامی کر سکے۔

حفاظ ہدایہ..... شیخ محی الدین عبدالقادر قرشی نے الجواہر المصیہ میں شمس الدین محمد بن الحسن طبری کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ صغریٰ میں کتاب ہدایہ کو ازبر کر چکے تھے، حفظ کے بعد انہوں نے فقہاء کی ایک جماعت کو ہدایہ سنائی جن میں علامہ ابو حفص عمر بن اللوروی بھی ہیں۔ انہوں نے مختلف مقامات سے ہدایہ کو سن کر مذکورہ ذیل عبارت میں اجازت نامہ لکھ کر مرحمت کیا۔ اما بعد حمد الله على حسن البدايته والصلوة على نبيه محمد الموصوف في الكتب بما فيه الكفاية وعلى آله واصحابه سفن النجاة و نجوم الهداية فقد عرض على القاضل اللبيب شمس الدين محمد بن الحسن الحنفى من كتاب الهداية مواضع متوافرة اوائله وواسطه وواخره، فجرى فيه بلسان رطب فصيح جرى من جمع (يعنى طرفه بايلاء والنون وهذا جمع السلامة وبالفاء والواو وهذا جمع الصحيح) فتهرّب من نجيب لابل عجيب من عجيب لابل علم من علم ومن يشابه اياه فما ظلم، قاله تعالى يرزقه العلم والعمل بما فى الكتاب، وغيره بدع لمحمد بن الحسن ان يعد من اعيان الاصحاب، حرر ذلك فى منتصف شعبان سنة اربع واربعين وسبع مائتة نيز شهاب الدين محمود بن ابى بكر بن عبد القاهر متوفى ۵۶۸۰ھ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ بھی ہدایہ کے حافظ تھے۔

احادیث ہدایہ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ..... صاحب ہدایہ نے مسائل کے سلسلہ میں جن احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے بعض حضرات کو ان کے متعلق ضعف کا اور صاحب ہدایہ کی قلت نظر کا شبہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے بھی ان کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے۔

و کتاب ہدایہ کہ دروید مشہور و معتبر ترین کتابا است نیز درین وہم انداختہ چہ مصنف وے در اکثر بنائے کار بر دلیل معقول نہادہ و اگر حدیثے آورده نزد محدثین خالی از ضعیفہ نہ، غالباً اشغال آن استاد در علم حدیث کتر بود و است و لیکن شرح شیخ ابن الہمام جزاؤ اللہ خیر الجزاء تلافی آن نمود و تحقیق کار فرمود است (شرح سفر السعاده ص ۲۳)

اور کتاب ہدایہ نے بھی جو اس دیار میں مشہور اور معتبر ترین کتابوں میں سے ہے اس وہم میں (کہ مذہب شافعی بہ نسبت مذہب حنفی حدیث کے زیادہ موافق ہے) ڈال دیا ہے کیونکہ اس کے مصنف نے بیشتر دلیل عقلی ہی پر بنا رکھی ہے اور جو حدیث لاتے ہیں وہ محدثین کے نزدیک ضعف سے خالی نہیں ہوتی۔ غالباً ان کا شغل علم حدیث سے کم رہا ہے۔ لیکن شیخ ابن الہمام کی شرح ہدایہ نے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کی تلافی کر دی ہے اور انہوں نے تحقیق سے کام لیا ہے۔

حالانکہ نہ تو صاحب ہدایہ کا شغل علم حدیث کم تھا بلکہ وہ خود بڑے محدث اور حافظ حدیث تھے، اور نہ جو حدیثیں وہ بیان کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں کیونکہ وہ سب ائمہ حنفیہ کی کتابوں سے منقول ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جس طرح امام بغوی نے مصابیح السنن میں اور شاہ ولی اللہ صاحب نے حجتہ اللہ البالغہ میں اپنے ائمہ کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہوئے بلا حوالہ و سند و درجہ کیا ہے اسی طرح صاحب ہدایہ نے حنفیہ میں ائمہ پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی روایات کو اپنی تصنیف میں جگہ دی ہے۔ بعد میں فقہ تاتار میں حنفیہ کا علمی سرمایہ بہت کچھ ضائع ہو گیا اور بہت سی کتابیں جو پہلے متداول تھیں اب فقہ میں بالکل یہ معدوم



تو انہیں۔ اب ارباب تخریج نے ان روایات کو متقدمین امر کی تصانیف میں تلاش کرنے کی بجائے ان کتابوں میں تلاش کیا ہے جو ان کے عمد میں تھیں۔ اسی لئے ان کو متعدد روایات کے متعلق یہ کہنا پڑا کہ یہ روایت ہم کو ان لفظوں میں نہ مل سکی۔ ورنہ ظاہر ہے کہ بہت سی روایات کے متعلق حافظ زبلی اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ مخیر جہن احادیث ہدایہ بصر احست لکھتے ہیں کہ ہم کو نہ مل سکیں، حالانکہ دور روایات کتاب الآثار اور مبسوط امام محمد وغیرہ میں موجود ہیں اور یہ کچھ ہدایہ ہی کی خصوصیت نہیں خود صحیح بخاری کی تعلیقات میں بھی بہت سی ایسی روایتیں موجود ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے یہی تصریح کی ہے جس کی اصل وجہ وہی امر متقدمین کی کتابوں کا فقدان ہے۔ ورنہ امام بخاری یا صاحب ہدایہ کی شان اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ ان کے متعلق کسی نے اصل روایت کے بیان کرنے کا شبہ بھی نہ کیا ہے۔ یہ ہے کوئی یہ ہے۔ یہ ہے کہ وہ سنا ہے کہ حدیث ثابت ہو اور حافظ ابن حجر "لم یثبت" یا "لا لوری" کہیں جب کہ حافظ ابن حجر کی وسعت نظر اور کثرت اطلاع مسلمات میں سے ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وسیع النظر ہونے سے محیط العلم ہونا تو لازم نہیں ہے۔ آخر یہی حافظ ابن حجر ہیں جنہوں نے "امع الموسس" میں امام فخر الدین رازی کی زینہ لولاد کی انہی کی ہے اور کہا ہے "ولا یلتخا من کلام احد من المور نہیں انہ کان للامام ولد ذکر۔" حالانکہ مدرسۃ العلوم، طبقات کفوی، تاریخ یافعی اور تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں محمد اور محمود و صاحبزادوں کی تصریح موجود ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تاریخ ابن خلکان میں تو یہ بھی ہے کہ ان دونوں کی شادی شہر سے کے ایک بہت بڑے مالدار اور حاذق طبیب کی دو صاحبزادیوں کے ساتھ ہوئی تھی۔ بہر حال حافظ ابن حجر کے لادری کہنے سے اصل حدیث کا عدم لازم نہیں آتا بلکہ یہ موصوف کے عدم علم پر مبنی ہے۔ چنانچہ علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا نے "میت الالمعی فی مناقب من تخریج احادیث الہدایہ للزبلی" میں ان احادیث کی بھی تصریح کر دی ہے۔ جن کے بارے میں حافظ طہین نے "لم یجد" کہا ہے۔

درس ہدایہ میں صحیحین سے استدلال ہدایہ کی جن حدیثوں کے نیچے ارباب حواشی غریب جدا، ثور جدا کے الفاظ لکھ دیا کرتے ہیں یہ غرابت و ندرت صرف لفظی حد تک ہے، ورنہ اگر الفاظ سے قطع نظر کر لیا جائے تو ان ہی حدیثوں کے مفہوم اور مفاد کو اکثر و بیشتر صحاح کی حدیثوں کے الفاظ سے ثابت کیا جاسکتا ہے، چنانچہ سیر الاولیاء میں مولانا فخر الدین زراوی کے متعلق لکھا ہے کہ یہ چاشت کی نماز کے بعد ہدایہ کا درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن کا واقعہ جو خود میر خور کا چشم دید ہے درج کرتے ہیں کہ مولانا حسب دستور ہدایہ پڑھا رہے تھے کہ

روزے آل عالم ربانی مولانا کمال الدین سامانی کہ از مشاہیر علماء شہر بود بدین سلطان المشائخ آمد چوں از خدمت سلطان المشائخ باز گشت سب فرط اتحاد یکہ بخند مت مولانا فخر الدین دست دریں مجلس حاضر شد۔

ایک دن عالم ربانی مولانا کمال الدین سامانی جو مشاہیر علماء میں تھے سلطان المشائخ کی زیارت کو تشریف لائے جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس تعلق کی وجہ سے جو انہیں مولانا فخر الدین سے تھا اس مجلس میں حاضر ہوئے۔

مولانا فخر الدین نے ان کو دیکھ کر ہدایہ پڑھانے کا طرز عجیب طریقہ سے بدل دیا، میر خور دیکھتے ہیں کہ چوں خدمت مولانا کمال الدین دید تمسکات ہدایہ را ترک و اوہا احادیث صحیحین تمسک می داد

جب مولانا کمال الدین کی خدمت علمی تو ہدایہ کی حدیثوں کو چھوڑ کر صحیحین کی حدیثوں سے استدلال فرمانے لگے۔

یعنی حسی مذہب کے مسائل کی تائید میں صاحب ہدایہ جن حدیثوں کو عموماً پیش کرتے ہیں مولانا فخر الدین نے بغیر

کسی سابقہ تباری کے اچانک ایک مقام سے جہاں سبق اور ہاتھ یا رنگ بدلا کہ صاحب ہدایہ کی پیش کردہ آیات کو چھوڑ کر حسی نقطہ نظر کی تائید میں صحیحین کی حدیثیں پیش کرنی شروع کر دیں۔

شروع و حواشی ہدایہ ..... (۱) التہایہ ..... شیخ حسام الدین حسین بن علی بن الجراح بن علی معروف بالصنعانی اشعری متونی

۱۰۷۰ھ۔ علامہ سیوطی نے ”طبقات الفقہ“ میں ذکر کیا ہے کہ یہ ہدایہ کی سب سے پہلی شرح ہے۔

(۲) حاشیہ ہدایہ..... از شیخ جلال الدین عمر بن محمد بن عمر النجاشی المتوفی ۶۹۱ھ

(۳) خلاصۃ التملیہ فی فوائد الہدایہ..... محمود بن احمد قنوی متوفی ۷۷۰ھ نے شرح مذکور کا خلاصہ کیا ہے جو ایک

جلد میں ہے۔

(۴) الفوائد..... حمید الدین علی بن محمد انصاری بخاری۔ متوفی ۶۶۷ھ کی تصنیف ہے اور دو جزوں میں ہے۔ بعض

حضرات کا بیان ہے کہ ہدایہ کی سب سے پہلی شرح یہی ہے۔

(۵) معراج الدراریۃ الی شرح الہدایہ..... شیخ قوام الدین محمد بن محمد بخاری کاکی متوفی ۷۳۹ھ کی تصنیف ہے۔

(۶) نہایۃ التکفایہ فی درایۃ الہدایہ..... از شیخ ابو عبد اللہ تاج الشریعہ عمر بن صفور الشریعہ الاول عبید اللہ الحبوبی الحنفی۔

(۷) الغایۃ..... شیخ ابو العباس احمد بن ابراہیم بن عبد الغنی بن ابی اسحاق السروی متوفی ۷۱۰ھ کی تصنیف ہے جو نا تمام ہے کتاب

الایمان تک چھ ضخیم جلدوں میں ہے جس کا مکملہ قاضی سعد الدین محمد دریری متوفی ۸۶۷ھ نے کتاب الایمان سے لکھا ہے۔

(۸) حواشی ہدایہ..... از نجم الدین ابوطاہر اسحاق بن علی بن یحییٰ متوفی ۷۱۱ھ۔ دو جلدوں میں ہے اور فوائد نفیسہ سے

مشحون ہے۔

(۹) شرح ہدایہ..... از شباب الدین احمد بن حسن مشہور بابن الزرکشی متوفی ۷۳۸ھ

(۱۰) غایۃ البیان و نادرۃ الاقران..... شیخ قوام الدین امیر کاتب عمید ابن امیر عمر الاقنانی الحنفی متوفی ۷۵۸ھ کی

تصنیف ہے۔

(۱۱) التکفایہ شرح الہدایہ..... از جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرلانی۔

(۱۲) التکفایہ شرح الہدایہ..... از علاء الدین علی بن عثمان المارودینی الترمکانی متوفی ۷۵۰ھ

(۱۳) فتح القدر للعاجز الفقیر..... شیخ کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی معروف بابن الہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ

کی مبسوط و مفصل، محقق و معتد اور بے نظیر شرح ہے۔

(۱۴) التوشیح..... سر لاج الدین عمر بن اسحاق البندی المتوفی ۷۷۳ھ۔ حافظ اس شرح کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے

ہیں ”وہو مطول ولم یکن کل“ یہ بڑی طویل شرح ہے۔ اگرچہ مکمل نہ ہو سکی۔

(۱۵) شرح ہدایہ..... یہ بھی شیخ سر لاج الدین ہی کی ہے جو چھ جلدوں میں ہے طاش کبری زلواہ نے اس شرح کی

خصوصیت یہ بیان کی ہے کہ ہر علی طریق الجدل اس میں جدل (بحث) کا طریقہ اختیار کیا ہے، گویا یہ استدلالی شرح ہے۔

(۱۶) الغایۃ..... از شیخ اکمل الدین محمد بن محمود البابرانی الحنفی متوفی ۷۸۶ھ بہت عمدہ شرح ہے۔

(۱۷) شرح ہدایہ..... از شیخ علاء الدین علی بن محمد بن حسن الخلاطی المتوفی ۷۵۸ھ

(۱۸) النہایۃ شرح ہدایہ..... از قاضی بدر الدین محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ بہت عمدہ شرح ہے۔

(۱۹) نہایۃ التملیہ..... از شیخ محبت الدین محمد بن محمد بن محمود معروف بابن الشیخ الحنفی المتوفی ۸۹۰ھ فصل غسل

تک پانچ جلدوں میں ہے۔

(۲۰) شرح ہدایہ۔ از شیخ ابوالکلام احمد بن حسن التبریزی الجلبردی الشافعی المتوفی ۷۳۶ھ

(۲۱) شرح ہدایہ۔ از شمس الدین محمد بن عثمان بن الحریری المتوفی ۷۲۸ھ

(۲۲) شرح ہدایہ۔ از شیخ احمد بن مصطفیٰ معروف بطاش کبری زلواہ متوفی ۹۶۸ھ مکمل ہے۔

(۲۳) شرح ہدایہ۔ از شیخ علی بن محمد معروف بمصنف متوفی ۸۷۵ھ کتاب البیع تک ہے۔

- (۲۴) شرح ہدایہ۔ از شیخ عبدالحلیم بن محمد معروف باغی زادہ متوفی ۱۰۱۳ھ  
 (۲۵) ارشاد الروایۃ فی شرح الہدایہ۔ از شیخ مصباح الدین مصطفیٰ بن زکریا بن ابی دوغمش القرمانی متوفی ۸۰۹ھ  
 (۲۶) زبدہ الدرایہ شرح ہدایہ۔ از قاضی عبدالرحیم بن علی الآمدی  
 (۲۷) شرح ہدایہ۔ از شیخ ابن عبدالحق ابراہیم بن علی بن احمد بن علی بن یوسف بن ابراہیم الدمشقی متوفی ۷۴۴ھ یہ غالباً مکمل ہے۔

- (۲۸) شرح ہدایہ۔ از تاج الدین ابو محمد احمد بن عبدالقادر الحنفی متوفی ۷۴۹ھ  
 (۲۹) شرح ہدایہ۔ از سید شریف علی بن محمد جرحالی متوفی ۸۱۶ھ  
 (۳۰) سلالۃ الہدایہ۔ از شیخ ابراہیم بن احمد الموصلی، میر سید شریف کی شرح کا اختصار ہے۔  
 (۳۱) الدرایہ شرح ہدایہ۔ از شیخ ابو عبد اللہ محمد بن مبارک شاہ بن محمد الملقب بمعین الروی۔  
 (۳۲) شرح ہدایہ۔ از شیخ ابو بکر نقی الدین بن محمد اخصی المتوفی ۸۳۹ھ  
 (۳۳) شرح ہدایہ۔ از شیخ نجم الدین ابراہیم بن علی الطرطوسی الحنفی المتوفی ۷۵۸ھ  
 (۳۴) شرح ہدایہ۔ از شیخ حمید الدین المتخلص بابن عبد اللہ السندی الدہلوی، عمدہ شرح ہے مگر نامکمل ہے۔  
 (۳۵) شرح ہدایہ۔ از الہد او جو پوری تلمیذ مولانا عبد اللہ تلمیذی چند جلدوں میں ہے۔  
 (۳۶) عین الہدایہ (اردو) از مولانا امیر علی صاحب یہ کئی ضخیم جلدوں میں ہے۔

تجربیات الہدایہ ..... (۱) عدد اصحاب الہدایہ و النہایتہ فی تجرید مسائل الہدایہ۔ از شیخ کمال الدین محمد بن احمد ہدایہ میں جو مسائل بھی من دلائل مذکور ہیں ان سب کو دلائل سے مجر و کر کے جمع کیا ہے اور ضرورت کے مطابق کہیں تشریح بھی کی ہے۔

(۲) الرعایۃ فی تجرید مسائل الہدایہ۔ از شیخ ابوالفتح محمد بن عثمان معروف بابن اقرب المتوفی ۷۷۴ھ  
 تتحارج احادیث ہدایہ ..... (۱) العنایتہ فی تخریج احادیث الہدایہ۔ از شیخ محی الدین عبدالقادر بن محمد القرشی متوفی ۷۷۵ھ  
 (۲) نصب الرایۃ لاحادیث الہدایہ۔ از شیخ جمال الدین یوسف الزلیلی المتوفی ۷۶۲ھ (۳) الدرایۃ فی منتخب احادیث الہدایہ۔ از شیخ احمد بن علی بن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ علامہ زیلعی کی کتاب نصب الرایۃ کا اختصار ہے۔ (۴) منیۃ الاسعی فی ما فات من تخریج احادیث الہدایہ للزیلعی۔ از علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا الحنفی۔

صاحب اکسیر پر از تفصیر ..... علامہ زیلعی نے احادیث کشف کی بھی تخریج کی ہے اور حافظ ابن حجر نے اس کی بھی تنقیص کی ہے۔ نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب "الاکسیر فی اصول التفصیر" میں اصل تخریج احادیث کشف کو حافظ ابن حجر کی تالیف قرار دے کر جو کچھ لوصاف و فضائل اس کے لکھے گئے ہیں وہ سب تخریج ابن حجر کے ساتھ لگائے اور اس کی تنقیص کو زیلعی کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ یہ بات عقل و نقل ہر دو اعتبار سے غلط ہے نقلاً تو اس لئے غلط ہے کہ خود ابن حجر کی تنقیص میں حمد و صلوة کے بعد یہ عبارت ہے۔ ہذا تنقیص تخریج الاحادیث الواقعتہ فی الکشف الذی خرجه الامام ابو محمد الزلیلی لخصہ مستوفیاً لقاصدہ غیر مخل بشی من فوائدہ اور عقلاً اس لئے غلط ہے کہ حافظ ابن حجر حافظ زیلعی کی وفات سے گیارہ سال بعد پیدا ہوئے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اصل کتاب تو حافظ ابن حجر بعد کو لکھیں اور حافظ زیلعی اس کی تنقیص پہلے ہی کر ڈالیں۔

نواب صاحب کی یہ ایک ہی غلطی نہیں بلکہ مولانا عبدالحق صاحب نے ان کی تراجم و وفیات کے سلسلے میں اور بھی بہت سی غلطیاں گنائی ہیں حافظ ابن حجر کی درایہ تنقیص نصب الرایۃ، ہندوستان میں دو مرتبہ چھپی ہے ایک مرتبہ اس کو بھی زیلعی کی طرف منسوب کر دیا گیا مقصد یہی ہو گا کہ اصل تو حافظ ابن حجر کی ہے اور تنقیص زیلعی کی ہے حالانکہ واقعہ برعکس ہے یعنی اصل زیلعی کی ہے اور تنقیص ابن حجر کی ہے قال صاحب کشف الظنون عند ذکر الہدایۃ و خرجه الشيخ جمال

الدین یوسف الزلیعی التوفی ۶۲ھ احادیث و سماہ نصب الراية لاحادیث الهدایة کذبخط السخاوی والخصمہ الشیخ احمد بن حجر العسقلانی و سماہ الدرایة فی احادیث الهدایة اتی۔ ل

## (۲۹) صاحب کنز الدقائق

نام و نسب اور سکونت ..... عبد اللہ نام، ابو البرکات کنیت، حافظ الدین لقب، والد کا نام احمد، دوا کا نام محمود ہے۔ سنی (بفتحتین) کے باشندے تھے جو ماوراء النہر میں بلاد سند سے ایک شہر کا نام ہے اسی نسبت سے آپ کو نسلی کہتے ہیں شہر سنی جس کو نخشب بھی کہتے ہیں ایک زمانہ میں بڑا پر رونق اور معمور شہر تھا لیکن مرور لیاں اور حوادث زمانہ سے ویران ہو گیا۔ آپ بڑے عابد و زاہد، متقی، امام کامل، فقیہ و اصول میں یگانہ روزگار اور مشہور متون نگار مصنفین میں سے ہیں۔ قال الاذقنی

توفی، امام کامل فاضل محمد رفیق  
تحصیل علوم ..... آپ نے بڑے جلیل القدر و بلند پایہ محدثین و فقہائیں الامام محمد بن عبدالستار کردی، نجم العلماء علی بن محمد بن علی جمید الدین عزیز، بدر الدین خواہر زلود وغیر ہم سے علوم کی تحصیل کی اور آپ سے علامہ سنی وغیرہ نے سماع کیا۔ صاحب جوہر کی ..... صاحب جوہر مہیہ نے حرف عین میں لام نسلی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ حافظ موصوف نے علم فقہ علامہ کردی سے حاصل کیا ہے اور احمد بن عتالی سے زیادت کی روایت کی ہے ملا علی قاری نے بھی انہی کی پیروی کی ہے علامہ کفوی فرماتے ہیں کہ صاحب جوہر نے خود تصریح کی ہے کہ عتالی کی وفات ۵۸۹ھ میں ہوئی ہے اور لام نسلی کی وفات ۵۱۰ھ (۱۱ھ) میں ہوئی ہے پس لام نسلی متوفی ۵۱۰ھ کی روایت علامہ عتالی متوفی ۵۸۶ھ سے کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

صاحب کنز کا فقہی مقام ..... ابن کمال پاشا نے آپ کو فقہاء کے چھٹے طبقے میں شہد کیا ہے جو روایات ضعیفہ کو روایات قویہ سے تمیز کر سکتے ہیں بعض حضرات نے آپ کو مجتہدین فی اللذہب میں سے مانا ہے اور کہا ہے کہ جس طرح اجتہاد مطلق کا درجہ آئمہ اربعہ پر ختم ہو گیا ہے اسی طرح اجتہاد فی اللذہب آپ پر ختم ہو گیا ہے قائل مذکور نے اس پر تفریح کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ امت پر ان میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے۔ علامہ بحر العلوم نے شرح تحریر الاصول اور شرح مسلم الثبوت میں اس قول کو رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ہرگز قابل اعتناء نہیں بلکہ یہ قول بلا شک وریب رجحاناً لغیب ہے۔

تاریخ وفات ..... میں شدید اختلاف ہے شیخ قوام الدین اتقانی اور ملا علی قاری نے نیز صاحب کشف الظنون نے اعتقاد کا تعارف کراتے ہوئے ۵۰۱ھ ذکر کی ہے اور بعض حضرات نے ۵۱۰ھ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے اپنے رسالہ الاصل فی بیان الوصل والنصل، میں ۵۱۰ھ کے بعد مانی ہے شیخ حموی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ ان کی وفات ماہ ربیع الاول ۵۱۰ھ میں جمعہ کی شب میں ہوئی ہے علامہ اتقانی نے جائے وفات شہر ایفنج بتلایا ہے اور جائے دفن "الجلال" واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ صاحب خلاصۃ الاصفیاء نے تاریخ وفات کے سلسلہ میں یہ قطع تحریر کیا ہے جس سے سن وفات ۵۱۰ھ نکلتا ہے۔

حافظ دین و متقی نسلی

شد زوار فاکلد بریں

ہم بفرما گیر تقی نسلی

مخزن جو دو گویا بخش

علمی کارنامے ..... لام نسلی بڑے بلند پایہ مصنفین میں سے ہیں بالخصوص متن نگاری تو ان کی کلاہ افتخار کا طرہ امتیاز ہے فروع میں متن دانی اور اس کی شرح کافی، فقہ میں مشہور متن کنز الدقائق اصول میں متداول و مقبول متن المنار اور اس کی شرح کشف اسرار، شرح منتخب حسامی، مصنفی شرح منظومہ نسفی، مستصفی، شرح فقہ نافع، اعتقاد الاعتقاد شرح عمدہ، فضائل الاعمال اور تفسیر میں مدلوک تنزیل وغیرہ بھی آپ کی یادگار ہے۔

صاحب کشف الظنون نے شروع ہدایہ کے ذیل میں امام نسفی کی شرح ہدایہ کا بھی تذکرہ کیا ہے لیکن طبقات تقی الدین میں خط ابن شہنہ مرقوم ہے کہ ان کی کوئی شرح ہدایہ معروف نہیں ہے علامہ اتقانی نے غایۃ البیان میں ذکر کیا ہے کہ امام نسفی نے چاہا تھا کہ ہدایہ کی شرح لکھوں لیکن جب ان کے ہم عصر عالم تاج الشریعہ نے یہ سننا اور فرمایا کہ ان کیلئے یہ زیبا نہیں تو امام نسفی نے اپنے اس لہوہ کو ختم کر دیا اور ہدایہ کے مثل ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام ہوائی ہے پھر اس کی شرح کی جس کا نام کانی ہے فکلمہ شرح الہدایۃ۔

کنز الدقائق کی جامعیت..... بظاہر کثیر وغیرہ متون کی کتابیں جو آج کل موئے موئے حروف اور طویل الذیل حواشی کے ساتھ چھپی ہوئی ہیں دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ کوئی بڑی کتاب ہے لیکن جن حروف میں آج کل اخبارات و جرائد یومیہ وغیرہ شائع ہوتے ہیں ان ہی حروف میں مثلاً کنز کو اگر لکھا جائے تو بلا مبالغہ کسی معمولی سی نوٹ بک میں پوری کتاب سما سکتی ہے ان متون کی نوعیت میرے خیال میں ان یادداشتوں کی سی ہے جو لیکچر وغیرہ دینے کیلئے نوٹ کر لیتے ہیں۔ بسلاف نے اس کی عجیب مشق بہم پہنچائی تھی دس دس صفحات میں جس کی تفصیل آسکتی ہے اسی مضمون کو دو سطر دو سطر میں اس طرح بند کر سکتے تھے کہ سادے مفصل مضمون پر وہ عبارت حدیث ہو سکتی تھی یہ ایک کمال تھا جسے اب نقص ٹھہرایا گیا ہے قضاء و افتاء کے کام کرنے والے حضرات ان یادداشتوں کو زبانی یاد کر لیتے تھے نتیجہ یہ تھا کہ سادے ابواب اور مضمون کے عنوان انہیں محفوظ رہتے تھے۔

کنز الدقائق اور اس کے غیر ظاہر الروایہ وغیر مفتی بہا مسائل..... امام نسفی نے اپنی اس مختصر میں دو باتوں کا خاص اہتمام کیا ہے اول یہ کہ اس میں بالالتزام وہی مسائل ذکر کئے ہیں جو آئمہ احناف سے ظاہر الروایہ ہیں قال صاحب البحر فی ذیل مسئلہ فما کان ینبغی للمولف ذکرہ فی المتن لانه موضوع لظاہر الروایۃ (بحر ص ۲۳۲ ج ۷) دوم یہ کہ اس میں زیادہ تر آئمہ ثلاثہ کے وہی اقوال لئے ہیں جو مفتی بہا ہیں لیکن کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جو غیر ظاہر الروایہ اور غیر مفتی بہا ہیں۔ لیکن وہ کون کون سے مسائل ہیں جن کے متعلق حتمی طور پر یہ کہا جاسکے کہ یہ غیر ظاہر الروایہ ہیں اور یہ غیر مفتی بہا ہیں یہ مسئلہ نہایت اہم اور وقت طلب ہے کیونکہ نہ اس کے متعلق کسی شرح میں تعرض ہے اور نہ حواشی میں اس کی نشان دہی ہے۔ جو چند مسائل کے جن کے متعلق ابواب حواشی نے چند مختلف مقالات میں کہا ہے کہ یہ غیر ظاہر الروایہ یا غیر مفتی بہا ہیں ہم نے بڑی کاوش اور نہایت عرق ریزی کے بعد صد ہا کتب فقہیہ کے مطالعہ سے وہ مسائل ترتیب کے ساتھ مع حوالہ جات جمع کئے ہیں جو غیر ظاہر الروایہ یا غیر مفتی بہا ہیں اگر ان کی تفصیل مطلوب ہو تو ہدی شرح "معدن الحقائق" کے مقدمہ کی طرف رجوع کرو۔

کنز الدقائق اور اس کی شروحات..... یوں تو متن مذکور اپنی جامعیت اور ترتیب و تہذیب کے ساتھ ساتھ حسن اختصار کی وجہ سے یوم تصنیف سے لے کر آج تک ہمیشہ ہی ابواب قلم کا منظور نظر رہا ہے اور مختلف لعل علم حضرات زلیعی، یعنی، حللی، مقدسی اور کمالی وغیرہ نے اس پر قلم اٹھلایا ہے اور بیسیوں شروحات معرض وجود میں آچکی ہیں جن کی فہرست درج ذیل ہے لیکن علامہ ابن عجم مصری کی شرح البحر الرائق کشف مغفقات، توضیح معضلات اور تشریحات و تفریحات میں اپنی نظیر آپ ہے و لعمرا قال المصنوع التلیسی

علی الکنز فی الفقہ الشروح کثیرہ بحار تغید الطالبین لالیہ

ولکن بهذا البحر صارت سواقیا ومن دردد البحر امسقل السواقیا

## فہرست شروحات و حواشی کتاب کنز الدقائق

نمبر شمار شرح	مصنف	سن وفات
۱ البحر الرائق فی شرح	زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن محمد بن بکر	۹۷۰ھ

۵۷۳۳	معروف بابین نجف فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی الزبلی	کنز الدقائق تیسیم الحقائق نما الحرفیہ	۲
۵۸۵۵	قاضی بدر الدین محمود بن احمد العینی	من اللدقائق رمز الحقائق شرح کنز	۳
۵۱۰۰۵	علامہ بدر الدین محمد بن عبد الرحمن العیسیٰ الدیری سراج الدین عمر بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن محمد بن بکر الشہیر بابین نجف شیخ ابراہیم بن محمد القادی مصطفیٰ بن بابی معروف بیانی زادہ	الدقائق المطلب الفائق النہر الفائق	۴ ۵
	شیخ عبد الرحمن عیسیٰ العمری	مستخلص الحقائق بلضرائد فی حل المسائل والقواعد	۶ ۷
	معین الدین ہروی معروف ملامسکین قاضی عبدالبرین محمد معروف بابین الشیخہ حلبی	فتح مسالک الرمزی شرح مناسک الکفر شرح کنز الدقائق	۸ ۹
۵۹۲۱	الخطاب بن ابی القاسم القرہ دھاری	===== ===== =====	۱۰ ۱۱ ۱۲
۵۷۳۰	شمس الدین محمد بن علی القوج دھاری	===== =====	۱۳
۵۸۶۳	قاضی زین العابدین عبدالرحیم بن محمود العینی	===== =====	۱۴
۵۱۰۰۳	شیخ علی بن محمد الشہیری بابین خانم مقدسی	===== =====	۱۵
۵۷۳۸	شیخ قوام الدین ابو الفتوح مسعود بن ابراہیم کرمانی	===== =====	۱۶
۵۹۵۰	ابن سلطان قطب الدین ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عمر الصالحی	===== =====	۱۷
۵۸۵۸	شیخ ابو حامد محمد بن احمد بن العیاض المکی	===== =====	۱۸
	ابو المعارف محمد عنایت اللہ قادری لاہوری	ملقط الدقائق حاشیہ کنز الدقائق	۱۹
۵۱۳۱۲	مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	حاشیہ کنز الدقائق	۲۰
۵۱۳۷۳	مولانا محمد اعجاز علی بن محمد مزاج علی	حاشیہ کنز الدقائق	۲۱
۵۱۳۱۲	مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	احسن المسائل ترجمہ اردو	۲۲
	از شاہ اہل اللہ (برادر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی)	ترجمہ فارسی	۲۳
۵۱۳۶۱	از تفسیر احمد سوہالی	تفسیر الحقہ نقی (ترجمہ اردو)	۲۴
	از راقم سطور محمد ضیف غفر لہ منگویی	معدن الحقائق (شرح اردو)	۲۵
۱۲۵۲ھ کے بعد	از مولانا محمد سلطان خان	تحفہ انجم فی فقہ الامام الاعظم (اردو)	۲۶

### ۳۰ صاحب وقایہ (۳۱) و شارح وقایہ

نام و نسب..... شارح وقایہ کا نام عبید اللہ ہے اور لقب صدر اشریعہ الاصفہر اور والد کا نام مسعود ہے اور دادا کا نام محمود اور لقب تاج اشریعہ ہے (علامہ دمیاطی نے "تعالیش الانوار علی الدر المختار" میں بواسطہ شیخ مرتضیٰ حسینی تاریخ بخارا سے اور علامہ کفوی رومی نے کتاب اعلام الاخیار فی طبقات فقہاء مذہب الشیمان المختار میں علامہ ازہقی نے مدینۃ العلوم میں یہی ذکر کیا ہے۔ علامہ قہستانی نے جامع الرموز میں اور ملا لطف اللہ نے حواشی شرح میں دادا کا نام عمر بتایا ہے۔

اور پردادا کا نام احمد ہے اور لقب صدر اشریعہ الاکبر ہے اور پردادا کے باپ کا نام عبید اللہ ہے اور لقب جمال الدین اور کنیت ابو الکریم اور عبید اللہ جمال الدین کے باپ کا نام ابراہیم ہے آخر میں آپ کا نسب حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے شجرہ نسب یہ ہے۔ صدر اشریعہ الاصفہر عبید اللہ بن مسعود بن تاج اشریعہ محمود بن صدر اشریعہ الاکبر احمد بن جمال الدین ابی الکریم عبید اللہ بن ابراہیم بن احمد بن عبد الملک بن عمیر بن عبد العزیز بن محمد بن جعفر بن خلف بن ہارون بن محمد بن محمد بن محبوب بن الولید بن عبادہ بن الصامت الانصاری المحبوبي

رفع اشتباہ..... ہم نے یہ پوری تفصیل اس لئے ذکر کی کہ ان کے نسب کے سلسلہ میں بہت سے لوگوں نے غلطی کی ہے چنانچہ صاحب مدینۃ العلوم نے عبید اللہ کو تاج اشریعہ کا والد قرار دیا ہے اور ان کے درمیان جو صدر اشریعہ الاکبر احمد کا واسطہ ہے اس کو حذف کر دیا فائدہ قال ومن شرح الہدایۃ الکفایۃ لتاج اشریعہ ہو محمود بن عبید اللہ بن محمود المحبوبي نیز عبید اللہ کے باپ کا نام محمود مانا ہے حالانکہ ان کا نام ابراہیم ہے اسی طرح قہستانی نے اپنی عبارت "عبید اللہ بن مسعود بن تاج اشریعہ عمر بن صدر اشریعہ عبید اللہ بن محمود بن محمد المحبوبي" میں پیدہ در پے پانچ جگہ غلطی کی ہے۔ اول یہ کہ تاج اشریعہ کا نام عمر قرار دیا ہے حالانکہ ان کا نام محمود ہے دوم یہ کہ تاج اشریعہ کو عبید اللہ کا بیٹا مانا ہے حالانکہ وہ احمد بن عبید اللہ کا بیٹا ہے سوم یہ کہ صدر اشریعہ کو عبید اللہ کا لقب دیا ہے حالانکہ وہ ان کے بیٹے احمد کا لقب ہے جو تاج اشریعہ کے باپ ہیں چہارم یہ کہ عبید اللہ کے والد کو محمود کے ساتھ موسوم کیا ہے حالانکہ وہ کسی بابر ابراہیم ہے پنجم یہ کہ عبید اللہ کے دادا کو محمد کے ساتھ موسوم کیا ہے حالانکہ ان کا نام احمد بن عبد الملک ہے اسی طرح صاحب کشف الظنون وغیرہ نے بھی سلسلہ نسب میں کئی جگہ غلطی کی ہے جس کی تفصیل مقدمہ سعایہ مقدمہ عمدۃ الراعیۃ اور الفوائد الجلیہ میں موجود ہے۔

تحصیل علوم..... شارح وقایہ اپنے وقت کے امام، جامع معقول و منقول، محدث جلیل، بے مثل فقیہ، علم تفسیر، علم خلاف و جدل، نحو و لغت، لہجہ و کلام اور منطق وغیرہ کے مجتہد عالم تھے علم کی تحصیل اپنے دوا تاج اشریعہ وغیرہ اکابر علمائے کی تھی۔ آپ کے خاندان میں نسلاً بعد نسل فضل و کمال منتقل ہو تا رہا آپ کے جد امجد صدر اشریعہ الاکبر سے مشہور ہوئے تو آپ صدر اشریعہ الاصفہر کہلائے حافظ ابو طاہر محمد بن حسن بن علی طاہری اور صاحب فصل خطاب محمد بن محمد بخاری مشہور بخواجه پارہا وغیرہ آپ کے شاگرد و شید ہیں۔

و نور علم و طرز تدرب..... علامہ قطب الدین رازی شارح شمسہ آپ کے ہم عصر ہیں اور معقولات میں طرفہ روزگار انہوں نے آپ سے بحث و مباحثہ کرنا چاہا تو پہلے آپ نے اپنے پروردہ غلام و تلمیذ خاص مولوی مبارک شاہ کو ان کے درس میں بھیجا اس وقت آپ ہر اہل میں تھے اور قطب الدین رازی نے آپ سے تھے مبارک شاہ نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ صدر اشریعہ ابن سینا کی کتاب الارشادات اس طرح پڑھا رہے ہیں کہ نہ مصنف کی پیروی کرتے ہیں اور نہ کسی شارح محقق طوسی وغیرہ کی مبارک شاہ نے درس کی یہ کیفیت دیکھ کر قطب الدین رازی کے پاس لکھا کہ یہ شخص تو آگ کا شعلہ ہے آپ اس کے مقابلہ کیلئے ہرگز نہ آئیں ورنہ شرمندگی ہوگی قطب الدین نے مبارک شاہ کی یہ بات مان لی اور مباحثہ کا خیال چھوڑ دیا۔

سنہ وفات و آرام گاہ..... آپ نے بزبان حافظ یہ کہتے ہوئے۔

روزے رخصت بہنم و تسلیم دے گئے

اس جان عاریت کہ بحافظ سپرد دست

۱۷۴۷ھ میں جان جان آفرس کے سپرد کی۔ تعدیل العلوم کا تعارف کراتے ہوئے صاحب کشف الظنون نے کتاب الطبقات میں علامہ کفوی نے پور خطیب عبدالباقی وغیرہ نے سنہ وفات کی ذکر کیا ہے ملا علی قاری نے چھ سو اسی کے قریب بتلایا ہے پور صاحب کشف الظنون نے و شارح، وقایہ، نقایہ اور شرح فصول الغنسیین کا تعارف کراتے ہوئے ۱۷۴۵ھ ذکر کیا ہے غالب یہ ہے کہ پہلا قول (۱۷۴۷ھ) ہی صحیح ہے۔

آپ کا اور آپ کے والدین کا اور والدین کے اجداد سب کے مزارات شارع آبار بخارا میں ہیں اور آپ کے دوا امانج اشرفیہ اور ثابرا بن الدین کا مزار کرمان میں ہے۔

تصنیفات و تالیفات..... آپ نے مشہور فقہی کتاب وقایہ کی (جو آپ کے دوا امانج اشرفیہ کی تصنیف ہے اعلیٰ شرح لکھی جو نہایت مقبول و متداول اور داخل درس ہے پھر وقایہ متن کا اختصار کیا جو نقایہ کے نام سے موسوم ہے جس کو عمدہ بھی کہتے ہیں اصول فقہ میں تنقیح پھر اس کی شرح و توضیح لکھی جس کی شرح سعد الدین تفتازانی نے تلویح کے نام سے کی ہے یہ بھی داخل درس ہیں ان کے علاوہ دوسری اہم تصانیف ہیں۔

المقدمات الاربعہ، تعدیل العلوم (اقسام علوم عقلیہ میں) کو شرح علم معانی میں شرح فصول الغنسیین (نحو میں) کتاب اشروط کتاب الحاضر وغیرہ۔ مشکلات علوم پور مسائل کے حل میں آپ بڑے ماہر تھے اسلئے آپ کی تمام تصانیف سے نفع عظیم ہوا۔

## فہرست شروحات کتاب وقایہ

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	شرح وقایہ	علاء الدین علی بن عمر رومی مشہور بقبرہ خواجہ	۵۸۰۰
۲	==	عبد اللطیف بن عبد العزیز بن فرشتہ مشہور بابن ملک	
۳	عناویہ شرح وقایہ	سید علی توقاتی رومی	لواخر ۵۸۰۰
۴	شرح وقایہ	علی بن مجد الدین محمد بن مسعود بن محمود بن محمد بن فخر الدین رازی	۵۸۷۵
۵	==	سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی	۵۸۱۶
۶	==	محمد بن حسن بن احمد بن ابی یحییٰ کو اکی جلیبی	۱۰۹۶ھ
۷	الحمایہ فی شرح الوقایہ	شیخ یوسف بن حسین کرمانشی	فی حدود ۵۹۰۰
۸	شرح وقایہ	محمد بن مصلح الدین قوجوی معروف بشیخ زادہ رومی	۵۹۵۰
۹	==	محمد بن مصلح الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم تمر تاشی	۱۰۰۳ھ
۱۰	=	علامہ فصیح الدین ہرودی	
۱۱	توفیق العناویہ فی شرح الوقایہ	شیخ زین الدین جنید بن صندل	
۱۲	الاستیعاب	شیخ علاء الدین علی طرابلسی	
۱۳	التطبیق	شیخ قاسم بن سلیمان بیکدی	۵۹۷۰
۱۴	الاستیعاب فی الاستیعاب	شیخ حسام الدین الکوج	



## فہرست حواشی شرح و قایہ

سن وفات	مصنف	نمبر شمار	حاشیہ
۵۸۷۵	علی بن محمد الدین محمد بن محمد بن مسعود بن محمد	۱	حاشیہ شرح و قایہ
۵۹۰۵	یوسف بن جنید توقانی مشہور باخی چلی	۲	ذخیرۃ العقبی
۵۸۸۶	حسن چلی بن شمس الدین محمد شاہ بن شمس الدین محمد بن حمزہ	۳	حاشیہ شرح و قایہ
۵۹۰۱	محمی الدین محمد بن تاج الدین مشہور خطیب زادہ رودی	۴	
=	محمی الدین محمد بن ابراہیم بن حسین نکساری رودی	۵	
فی حدود ۹۰۰ھ	شیخ یوسف بن حسین کرمانی	۶	
	محمی الدین احمد بن محمد نجفی	۷	(تاباب الشہید)
	مصطلح الدین مصطلح بن حسام الدین	۸	
۵۹۲۹	محمی الدین محمد شاہ بن علی بن یوسف بانی بن شمس الدین محمد بن حمزہ	۹	
۵۹۰۲	اسعدی بن الناجی بیگ مشہور بناجی زادہ	۱۰	(تاباب الشہید)
۵۹۵۳	محمی الدین چلی محمد بن علی بن یوسف بانی فتاری	۱۱	(علی الاوائل)
	کمال الدین اسماعیل قرمانی مشہور بقرہ کمال	==	۱۲
	یعقوب باشا بن خضر بیگ بن جلال الدین رودی	==	۱۳
	شیخ سنان الدین یوسف رودی	==	۱۴
بعد ۸۶۲ھ	شمس الدین احمد بن قاضی موسی مشہور بالچلیالی	==	۱۵
۵۸۸۵	محمد بن فراموز مشہور بملا خسرو	==	۱۶
۵۹۶۹	محمد بن محمد مشہور بعرب زادہ رودی	==	۱۷
۵۹۷۳	تاج الدین ابراہیم بن عبید اللہ حمیدی	==	۱۸
	شیخ صالح بن حلال	==	۱۹
۵۹۵۰	محمد بن مصطلح الدین قوجوی معروف بشیخ زادہ رودی	==	۲۰
۵۹۲۶	حسام الدین حسین بن عبد اللہ	==	۲۱
۵۹۳۵	شیخ مصطلح بن خلیل	==	۲۲
۵۹۸۸	شمس الدین احمد بن بدر الدین مشہور بقاضی زادہ رودی	==	۲۳
۵۹۱۶	شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعد الدین تفتازانی	==	۲۴
۵۹۳۳	عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرانجی	==	۲۵
۵۹۳۳	محمی الدین محمد قرہ باغی	==	۲۶
۵۹۵۰	قاضی شمس الدین احمد بن حمزہ معروف بعرب چلی	==	۲۷
۵۱۰۰	مفتی زکریا بن بہرام	==	۲۸
	عبد اللہ بن صدیق بن عمر ہروی	==	۲۹

۵۹۹۸	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	==	۳۰
	شاہ لطف اللہ بن لورنگ زیب معروف سملانان	حل المسائل	۳۱
	ابوالمحارف محمد عنایت اللہ قادری لاہوری	غایتہ الحواشی	۳۲
۵۱۱۵۵	شیخ نور الدین بن شیخ محمد صالح احمد آبادی	حاشیہ شرح وقایہ	۳۳
۵۱۲۸۶	محمد یوسف بن محمد اصغر بن ابی الرحم بن یعقوب	(تاجت مسح الراس)	۳۴
۵۱۲۸۵	عبدالحلیم بن امین اللہ بن محمد اکبر بن ابی الرحم	(غیر تام)	۳۵
۵۱۲۷۱	خادم احمد بن محمد حیدر بن محمد مبین بن محبت اللہ بن احمد عبدالحق	==	۳۶
۵۱۲۷۸	عبدالرزاق بن جمال الدین احمد	(غیر تام)	۳۷
	محمد حسن بن ظہور حسن بن شمس علی سنہجلی	==	۳۸
۵۱۲۸۷	عبدالحکیم بن عبدالرب بن بھجر العلوم عبدالعلی	==	۳۹
	ابوالخیر محمد معین الدین بن شاہ خیرات علی بن سید احمد کڑوی	تعلیق بر شرح وقایہ	۴۰
۵۱۳۰۷	مولانا عبدالحی بن عبدالحلیم بن امین اللہ انصاری	عمدۃ الرعاۃ	۴۱
	مولانا وحید الزماں بن مسیح الزماں لکھنوی فاروقی حنفی	نور الہدیہ (اردو)	۴۲

### (۳۲) صاحب نور الایضاح

نام و نسب ..... نام حسن، کنیت ابوالاخلاص اور والد کا نام عمار اور دوا کا نام علی ہے وفا کی کر کے مشہور ہیں شیر البلوہ جو سعاد مصر میں ایک بستی ہے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو شرنبلالی کہتے ہیں جو خلاف قیاس ہے۔

قیاس کے لحاظ سے شیر ۲۱ بلوی ہونا چاہیے جیسا کہ خود موصوف نے اپنی کتاب ”درر الکنوز“ کے آخر میں تصریح کی ہے آپ کا سن پیدائش تقریباً ۹۹۴ء ہے۔

تحصیل علوم ..... چھ سال کی عمر میں ان کو ان کے والد مصر لے آئے تھے یہیں آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور شیخ محمد حموی اور شیخ عبدالرحمن المسیری سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ امام عبداللہ نحریری، علامہ محمد الحجی سے علم فقہ حاصل کیا شیخ الاسلام نور الدین علی بن عاتق مقدسی وغیرہ علماء سے بھی کافی استفادہ کیا۔ ۱۰۳۵ھ میں مسجد اقصیٰ کی زیارت نصیب ہوئی اور شیخ ابوالاسعاد یوسف بن وفا کی صحبت حاصل رہی۔

درس و تدریس ..... آپ اپنے زمانہ کے نامور محدثین و فقہائیں سے تھے بالخصوص فتاویٰ میں تو آپ مرجع خلائق تھے آپ نے ایک عرصہ تک جامع ازہر میں درس دیا ہے سید السد احمد بن محمد حموی شیخ شایین الامتادی علامہ احمد الحجی اور علامہ اسماعیل نابلسی دمشق وغیرہ نے آپ سے تعلیم حاصل کی۔

وفات ..... تقریباً ۷۵ سال کی عمر میں جمعہ کے روز عصر کے بعد ۱۱ رمضان ۱۰۶۹ھ میں بزبان حال یہ کہتے ہوئے۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے (ذوق)

سفر ..... آخرت فرمایا اور تربتہ المجاورین میں مدفون ہوئے۔ حدائق حنفیہ، کشف، ہامش، مقدمہ عمدہ الرعاۃ، المعجم العلمی غیث الغمام، اور خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادوی عشر میں سند وفات یہی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے تصحیقات السنینہ مصر

۱ الفوائد البیہ۔ مقدمہ عمدہ الرعاۃ، کشف الظنون حدائق حنفیہ ۱۲، ۱۳ فی القاموس شہری کسری ثلاثہ و تسمون موضعاً کلھا مصر عشرۃ بالشرقیہ و خمسۃ بالمرتاویہ و ستہ۔ جزیرہ تونسیا واحدی عشرۃ بالغرینیہ و سبعتہ بالسودیہ و ثلاثہ بالنویہ و ثلاثہ۔ جزیرہ بنی نصر واربعۃ بالبحیرۃ و اثنتان برمسیس و اثنتان بالجزیرۃ ۱۲

یہ میں ۱۱۶۹ھ اور نسخہ یوسفیہ و مصطفائیہ میں ۱۲۶۹ھ سے مکر یہ غلط ہے۔

تصانیف و تالیفات..... (۱) رقم البیان فی ردہ المصل والاشکان۔ یہ ۱۰۱۹ھ کی تالیف ہے (۲) سطر الکفالت فی تاجیل الکفالت یہ ۱۰۲۶ھ کی تصنیف ہے (۳) حفظ الاصفہین عن اعتقاد من زعم الحرام لایحدی لذیشان (۴) سعاده المل الاسلام بالمصالحه عقیب المصلوہ والسلام۔ یہ دونوں ۱۰۲۹ھ کی تصنیف ہیں۔ (۵) غنیۃ ذوی الاحکام فی بغیۃ ورر الاحکام یہ ۱۰۳۵ھ کی تصنیف ہے۔ (۶) اسعاد آل عثمان المکرم ببناء بیت اللہ الحرم۔ یہ ۱۰۳۹ھ کی تصنیف ہے۔ (۷) انفاذ الامر الالبیۃ بنصر المصاکر العثمانیہ۔ یہ ۱۰۴۱ھ کی تصنیف ہے۔ (۸) تنقیح الاحکام فی الابرء الخاص والعام یہ ۱۰۴۲ھ کی تصنیف۔ (۹) امداد الفتح شرح نور الایضاح۔ ۱۵ بیج الاول ۱۰۴۵ھ کو شروع کر کے ۱۵ بیج الاول ۱۰۴۶ھ میں اس کی تلیض سے فراغت پائی۔ (۱۰) حسام الحکام المحققین لحد السعدین عن اوقاف المسلمین (۱۱) نظر الحاذق الخیر فی الرجوع علی المستعیر (۱۲) جد اول الزلال الجاریۃ لترتیب الفوائت بكل احتمال یہ تینوں ۱۰۵۰ھ کی تصنیف ہیں۔ (۱۳) بواضح الحجۃ للعدول عن خلل الحجۃ یہ ۱۰۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ (۱۴) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح۔ اوخر جمادی الاخری میں شروع کر کے لوائل رجب ۱۰۵۳ھ میں فراغت ہوئی (۱۵) العمۃ الجذۃ بکفیل الوالدۃ یہ ۱۰۵۵ھ کی تصنیف ہے۔ (۱۶) الاستعاذۃ من کتاب المشاہدۃ (۱۷) الزہر النضیر فی الخوض السدر یہ دونوں ۱۰۵۷ھ کی تصنیف ہیں (۱۸) نفیس الخیر بشراء الدرر یہ ۱۰۵۸ھ کی تصنیف ہے (۱۹) فتح باری الالطاف بجدول حکمی الاوقاف۔ یہ ۱۰۵۹ھ کی تصنیف ہے۔ (۲۰) الاحکام المخصۃ فی حکم ماء الحمۃ یہ بھی ۱۰۵۹ھ کی تصنیف ہے۔ (۲۱) ارشاد الاعلام لرتبۃ الجذۃ وذوی الارحام فی تزویج الایام (۲۲) الابتسام باحکام الایام یہ دونوں ۱۰۶۰ھ کی تصنیف ہیں۔ (۲۳) اتحاف الاریب بجواز استنباط الخطیب (۲۴) ایضاً الخفیات لتعارض بینۃ النبی والاشبات (۲۵) نزہۃ اعیان الحزب مسائل اشرب یہ تینوں ۱۰۶۱ھ کی تصانیف ہیں۔ (۲۶) الدرہ الفریدہ بین الاعلام تعقیق میراث من علق طلا تامل الموت باشر اولیام یہ ۱۰۶۳ھ کی تصنیف ہے (۲۷) تحفۃ الاکمل فی جواز لبس الاحمر (۲۸) النظم المستطاب محکم المقرۃ فی صلوة لجماعۃ بام الکتاب یہ دونوں ۱۰۶۵ھ کی تصانیف ہیں۔ (۲۹) الدرۃ البیہ فی الفقہیہ (۳۰) الاثر المحمود لقمہ ذوی المہود (۳۱) الاقناع فی حکم اختلاف الراہن والمرتمن فی الرد من غیر ضیاع (۳۲) تحفۃ اعیان الغائبۃ صحتہ الجمعۃ فی اہناء (۳۳) بدیعۃ الہدی لما استتم من الہدی یہ پانچوں ۱۰۶۷ھ کی تصانیف ہیں۔ (۳۴) قبر الملئۃ الکفر یہ بالادلت الحمدیہ لخریب دیر الحلتہ الجولنیۃ یہ ۱۰۶۸ھ کی تصنیف ہے۔

ان کے علاوہ دیگر تالیفات جن کا سنہ تالیف معلوم نہیں ہو سکا یہ ہیں کشف القناع الرافع عن مساکت التبرع بما یستحق الرضیع (۲۶) ایضاً ذوی الدر استہ بوصف من کلف السعیۃ (۳۷) اصابتہ الفرض الایم فی الحق المہم (۳۸) احسن الاقوال للخرز عن مخطوۃ الفعال (۳۹) سعاده الماجد بعمارة المساجد (۴۰) نہایتہ الفریقین فی اشتراط الملک لآخر اشترطین (۴۱) اکرام ذوی الالباب بشریف الخطاب (۴۲) درر الكنوز (۴۳) کشف العصل فیمن عضل (۴۴) تجدد المسرات بالنسب بین الزوجات (۴۵) العقد الضریۃ فی جواز التکلید۔

(۴۶) نور الایضاح..... ہوں تو آپ کی جملہ تصانیف گوہر بے برابر تحقیقات و تحقیقات کا خزانہ ہیں مگر ان سب میں حاشیہ درر و غرر سب سے اعلیٰ و ارفع ہے جو موصوف کی حیات ہی میں غیر معمولی شہرت حاصل کر چکا تھا لہذا الفتح شرح نور الایضاح بھی نہایت لاجواب کتاب ہے مگر بالکل نایاب ہے فقہ میں نور الایضاح من مشین ساڑھے تین سو سالہ قدیم ترین مختصر ساڑھے مگر نہایت مفید اور داخل درس ہے لہذا آپ نے یہ کتاب الاعتکاف تک لکھی جس سے ۲۴ جولائی الاول ۱۰۳۲ھ میں جمعہ کے روز فارغ ہوئے اس کے بعد مسائل زکوٰۃ و حج کو اس کے ساتھ ملحق کر کے عہدات خمسہ کی تکمیل فرمائی اس کے متعلق حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کامصر میں صرف ایک بار سرسری مطالعہ کرنے کے بعد ہندوستان میں

بلفظ طبع کرانے کا قصہ مشہور ہے اور حضرت شاہ صاحب کے حافظہ کے لحاظ سے یہ بات کوئی بعید بھی نہیں لیکن مجھے اس کا کوئی مستند اور قابل وثوق حوالہ نہیں مل سکا۔

## (۳۳) صاحب منتخب حسامی

نام و نسب اور سکونت ..... محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، حسام الدین لقب، والد کا نام محمد اور دلو کا نام عمر ہے۔ اسی کا بیٹا (شرح الف و سکون خاء و کسر سین) کی طرف منسوب ہیں جو فرغانہ کا ایک شہر ہے جس کے متعلق صاحب انساب نے لکھا ہے "کانت من انزه بلادها واحسنها"

شیخ کامل، امام فاضل عالم فروع و اصول، ماہر جدل و خلاف تھے محمد بن عمر نو جاہا ذی محمد بن محمد بخاری فخر الدین محمد بن احمد بن الیاس بلخری وغیرہ نے آپ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی ہے۔

تصانیف ..... آپ کی کتاب منتخب حسامی اصول فقہ کی بہترین و معتبر اور مقبول و مستند اول کتاب ہے اس کے علاوہ حجت الاسلام امام غزالی کی منتخبوں کی تردید میں جو امام اعظم کی تشبیح پر مشتمل ہے آپ نے ایک نفیس رسالہ چھ فصول میں لکھا ہے جس میں امام غزالی کا ایک ایک قول لے کر مدلل تردید کی ہے اور امام صاحب کے مناقب جلیلہ بھی ذکر کئے ہیں۔

شروح حسامی ..... اکابر علماء و محققین فضلاء نے ان کی شرح لکھی ہیں جن میں امیر کاتب عمید بن امیر عمرو بن عمیر غازی کی تبیین جو موصوف نے ۷۱۶ھ میں سمرقند کے موقع پر لکھی اور عبدالعزیز بخاری کی تحقیق زیادہ مشہور ہیں۔

وفات ..... آپ نے بروز دو شنبہ ۲۳ یا ۲۴ یقیناً ۶۳۳ھ میں وفات پائی اور قاضی خاں کے قریب مقبرہ القضاہ میں مدفون ہوئے۔

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر آئے تھے دنیا میں اس دن کیلئے ۷

## فہرست حواشی و شروح کتاب منتخب حسامی

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	الوفائی شرح منتخب	شیخ حسام الدین حسین بن علی صغنائی	بعد ۷۱۱ھ
۲	التحقیق =	شیخ عبدالعزیز بن احمد بخاری	۷۳۰ھ
۳	التبیین =	شیخ توام ابن امیر کاتب بن امیر عمر و اتقانی حنفی	۷۵۸ھ
۴	شرح منتخب (مختصر)	امام حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسلی	۷۱۰ھ
۵	= (مطول)	=	=
۶	تعلیق بر منتخب	شیخ احمد بن عثمان ترکمانی	۷۳۳ھ
۷	حاشیہ حسامی	مولانا معین الدین عمرانی دہلوی	
۸	تعلیم العالی فی تشریح الحسامی	مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	
۹	النای شرح حسامی	شیخ ابو محمد عبدالحق بن محمد امیر بن خواجہ شمس الدین دہلوی	
۱۰	الصقلین الحامی علی الحسامی	مولانا فیض الحسن بن مولانا فخر الحسن گنگوہی	

## (۳۴) صاحب منار الانوار

صاحب کنز الدقائق حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسلی متوفی ۷۱۰ھ کا مشہور و معروف جامع تفسیر اور نہایت نافع متن متین ہے جن کے حالات کنز الدقائق کے ذیل میں گزر چکے۔

## فہرست حواشی و شروح کتاب المنار

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	کشف الاسرار فی شرح المنار	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسلی (مصنف متن)	۷۱۰ھ
۲	افاضۃ الانوار فی اضاءة اصول المنار	ابوالفضائل سعد الدین محمود بن محمد دہلوی	۷۷۱ھ
۳	شرح المنار	ناصر الدین الربوۃ محمد بن احمد بن عبدالعزیز قنوی دمشقی	۷۶۳ھ
۴	تبصرۃ الاسرار فی شرح المنار	شیخ شجاع الدین بہتہ اللہ بن احمد ترکستانی	۷۳۳ھ
۵	الانوار فی شرح المنار	شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بن الباری حنفی	۷۸۶ھ
۶	انتقاء الانوار فی شرح المنار	شیخ جمال الدین یوسف بن قوامی الغفری الخراطمی	
۷	جامع الاسرار فی شرح المنار	شیخ قوام الدین محمد بن محمد بن احمد الکافی	
۸	شرح المنار	شیخ شرف الدین ابن کمال فریقی	
۹	فتح القضا فی شرح المنار	علامہ زین الدین بن نجم مصری (صاحب بحر الرائق)	۷۷۰ھ
۱۰	شرح المنار	شیخ جلال الدین رسول ابن احمد بن یوسف التیبانی احنفی	۷۹۳ھ
۱۱		شیخ زین الدین عبدالرحمن بن ابی بکر معروف بابن العیسیٰ	۷۹۳ھ
۱۲		شیخ عبدالرحمن بن صالحی امیر	۷۸۷ھ
۱۳		شیخ کمال الدین حسین الوزیر	
۱۴		شیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز بن فرشتہ مشہور بابن ملک	
۱۵	زبدۃ الاسرار فی شرح المنار	شیخ ابوالششاء ابن محمد سیواسی	
۱۶	الفوائد الغیثیۃ الشمسیۃ	شیخ شمس الدین محمد قوجہ حصاری	
۱۷	مدرا اللؤلؤ فی شرح الاصول	شیخ ابو عبداللہ محمد بن مبارک شاہ بن محمد ہروی الملقب بالعمین	
۱۸	زبدۃ الافکار فی شرح المنار	شیخ شمس الدین محمد بن حسین بن محمد نوشابادی	
۱۹	زین المنار	شیخ یوسف بن عبدالملک بن بخشایش	
۲۰	انوار الافکار	شیخ عیسیٰ بن اسماعیل بن خسرو شاہ الاقسرائی	۷۲۷ھ
۲۱	التبیان	شیخ محمد بن محمود بن حسن الحسینی	
۲۲	شرح المنار	شیخ جلال الدین بن احمد رومی حنفی معروف بالقبانی	۷۹۲ھ
۲۳	زبدۃ الاسرار فی شرح المنار	شیخ شمس الدین سیواسی	۱۰۳۵ھ
۲۴	شرح المنار	علامہ زین ابوالعدل قاسم بن قطلوبغا حنفی	۷۷۹ھ

قاضی القضاة بدر الدین محمود بن احمد بن موسی بن احمد بن حسین العینی الحنفی	=	۲۵
شیخ عز الدین عبدالطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین	==	۲۶
شیخ محمد بن مصلح الدین قوجوی معروف بشیخ ادرودی	==	۲۷

## فہرست مختصرات و منظومات کتاب المنار

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	سن وقات
۱	قدس الاسرار فی اختصار المنار	شیخ ناصر الدین الربوۃ محمد بن احمد بن العزیز قونوی	۵۷۶۳
۲	لب الاصول	شیخ زین الدین ابن نجیم مصری	۵۹۷۰
۳	مختصر المنار	شیخ زین الدین ابوالعزیز طاہر بن حسن معروف بابن حبیب	۵۸۰۸
۴	تویر المنار	قاضی ابوالفضل محمد بن محمد بن شحہ	۵۸۹۰
۵	اساس الاصول	شیخ علی بن محمد	-
۶	غصون الاصول	شیخ خضر بن محمد آماسی	-
۷	منظومۃ المنار	شیخ فخر الدین احمد بن علی معروف بابن الفصح ہمدانی	۵۷۵۵
۸	==	شیخ محمد بن حسن بن احمد بن ابی یحییٰ کواکبی حلبی	۱۰۹۶ھ

## (۳۵) صاحب اصول الشاشی

اصول الشاشی اصول فقہ حنفی کی ایک مسلم الثبوت بنیادی کتاب ہے جس کا مصنف ابن باثر متقدّمین فضلاء میں سے ہے جو ریاد و سمعہ اور نمود و شہرت کو پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ صاحب کتاب نے اخلاص و حسن نیت اور نفع رسانی خلافت کو باعث ثواب و اجر سمجھ کر اپنا نام نامی صفحات کتاب پر ظاہر نہیں فرمایا۔ صاحب نے بھی مصنف کے متعلق کوئی تصریح نہیں کی فہرست کتب حنکہ آصفیہ (ریاست حیدر آباد کن) میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے مگر اس میں بھی مصنف کا خانہ خالی چھوڑ دیا گیا۔ ”محبوب الالباب فی تعریف الکتب والکتاب“ فہرست پٹنہ میں اس کا کوئی قلمی یا مطبوعہ نسخہ نہیں ہے۔ ”اکتفاء المتعوق بما ہو مطبوع“ میں اصول فقہ کے تحت لکھتے ہیں۔ ”الشاشی الملقب بالفتال“ لیکن یہ کتاب ذریعہ بحث اصول الشاشی کے علاوہ ہے اور مصنف بھی اور ہیں اس واسطے کہ ملقب بالفتال دو شخص گذرے ہیں ایک ابو بکر محمد بن علی بن اسماعیل الفتال متوفی ۳۱۳ھ دوم ابو بکر عبداللہ بن احمد بن عبداللہ الفتال اگر یہاں لول مر لو ہو تو یہ شافعی للذہب ہیں اور اصول الشاشی حنفی مذہب کے مطابق تالیف ہوئی ہے اور اس کے مصنف اسی مذہب کے ہیں اور اگر ثانی مر لو ہو تو یہ شاشی نہیں بلکہ مروزی ہیں۔ فہرست خدیویہ مصر میں اصول الشاشی مطبوعہ ہند ۱۸۹ھ کے تحت میں مصنف کا نام اسحاق بن ابراہیم الشاشی السمرقندی متوفی ۳۲۵ھ لکھا ہے ان کی کنیت ابو ابراہیم ہے اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور ثقہ تھے جامع کبیر کی روایت ابو سلیمان جوزجانی سے بواسطہ زید بن اسامہ کرتے تھے ان کی وفات مصر میں ۳۲۵ھ میں ہوئی حاجی خلیفہ ملاکاتب چلبی نے اس کتاب کو ”کتاب المسین“ کے نام سے لکھا ہے اور وجہ تسمیہ یہ نقل کی ہے کہ اس کی تصنیف کے وقت مصنف کی عمر پچاس سال کی تھی اور مصنف کا نام نظام الدین شاشی تحریر کیا ہے وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ صرف پچاس روز میں تصنیف کی گئی ہے اس لئے یہ مسین کے نام کے ساتھ مشہور ہو گئی جیسے اور بعض کتابیں کیروزی وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں۔

مولانا عبدالحی صاحب نے "الفوائد المہیہ" میں صاحب کشف کی عبارت بلا تکبیر نقل کی ہے اگر صاحب کشف کی تحقیق قابل وثوق سمجھی جائے تو مصنف کا نام نظام الدین کنایا بیجا نہ ہوگا مگر غیر مشاہیر علماء میں ماننا ہی پڑے گا کیونکہ کتب تواریخ میں اس نام کے مصنف کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔

شاش کے متعلق دائرہ المعارف میں لورنٹ کی دیگر کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ ایک شہر کا نام ہے جو ماوراء النہر کے متعلقات میں سے ہے و ذکر السمعانی انہما مدینۃ و راء نہر سیحون من ثغور الترك۔

شروح و حواشی اصول الشاشی..... (۱) شرح الشیخ محمد بن الحسن خوارزمی فارابی مشہور شمس الدین شاشی اتمہ فی ۸۱ھ (۲) فصول الحواشی (۳) حسن الحواشی علی اصول الشاشی از مولانا بڑکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۴) عمدۃ الحواشی۔ از مولانا فیض الحسن بن فخر الحسن گنگوہی۔

### (۳۶) صاحب توضیح و تنقیح

تنقیح متن لور توضیح شرح دونوں کتابیں شرح وقایہ صدر الشریعہ الاصفہانی عبید اللہ بن مسعود بن محمود محبوبی حنفی متونی ۷۴۷ھ کی ہیں جن میں شیخ فخر الاسلام بزدوی کی کشف کو شرح کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ امام رازی کی محصول لور علامہ ابن حاجب کی مختصر کے چند مباحث بھی مع تحقیقات بدیہ و تحقیقات منیہ پورے ضبط و ایجاز کے ساتھ منضم کئے ہیں صاحب کتاب کے حالات شرح وقایہ کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔

حواشی و شروح توضیح و تنقیح..... (۱) شرح تنقیح، از سید عبداللہ بن محمد حسینی معروف بقرہ کلہ متونی ۷۵۰ھ

(۲) تغیر الشیخ از علامہ شمس الدین احمد بن سلیمان بن کمال پاشا متونی ۹۰۱ھ

(۳) حاشیہ توضیح از شیخ عبدالقادر بن ابی التام انصاری متونی ۸۲۰ھ (تقریباً)

(۴) تلویح شرح توضیح از علامہ سعد الدین تفتازانی

(۵) تعلق بر مقدمات اربیعہ توضیح از شیخ علاء الدین علی العربی الحلبی متونی ۹۰۱ھ

(۶) تعلق بر مقدمات از سید شریف علی بن محمد جرجانی متونی ۸۱۶ھ

(۷) تعلق بر مقدمات۔ از شیخ محی الدین محمد بن ابراہیم بن خطیب متونی ۹۰۱ھ

(۸) تعلق بر مقدمات۔ از شیخ محمد بن الحاج حسن متونی ۹۱۱ھ

(۹) تعلق بر مقدمات۔ از شیخ لطف اللہ بن حسن توقانی مقتول ۹۰۰ھ

(۱۰) تعلق بر مقدمات۔ از شیخ عبدالکریم متونی فی حدود ۹۰۰ھ

(۱۱) تعلق بر مقدمات۔ از شیخ حسن بن عبدالصمد سامونی متونی ۸۹۱ھ

(۱۲) تعلق بر مقدمات۔ از شیخ مصلح الدین مصطفیٰ قسطلانی متونی ۹۰۱ھ

### (۳۷) صاحب تلویح شرح توضیح

علامہ سعد الدین مسعود بن قاضی فخر الدین عمر بن برہان الدین عبداللہ تفتازانی متونی ۷۹۲ھ کی ماہ ناز و شہرہ آفاق شرح ہے جو حل غوامض تنقیح اور تشریح مغالطت توضیح میں بے نظیر کتاب ہے ان کے حالات اور تفصیلی تعارف مختصر المعانی کے ذیل میں آئے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

## فہرست حواشی کتاب تلوخ شرح توضیح

نمبر شمار	حاشیہ	مصنف	سن وفات
۱	حاشیہ تلوخ	المحقق حسن چلی بن محمد شاہ بن محمد بن حمزہ مشہور بختاری	۵۸۸۶
۲	=====	سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی	۵۸۱۶
۳	=====	شیخ محی الدین محمد بن حسن سامسوی	۵۹۱۹
۴	=====	شیخ علاء الدین محمد بن محمد مشہور مصطفیٰ	۵۸۷۱
۵	=====	شیخ علاء الدین علی القوسی	۵۸۸۷
۶	=====	الفاضل بن محمد فراموز مشہور اسماعیلی	۵۸۸۵
۷	التزیج حاشیہ تلوخ	قاضی برہان الدین احمد بن عبد اللہ سیواسی	۵۸۰۰
۸	حاشیہ تلوخ	شیخ علاء الدین علی بن محمد قوشی	۵۸۷۹
۹	===== (غیر نام)	الفاضل مصطفیٰ الدین مصطفیٰ مشہور بحسام زادہ	=====
۱۰	=====	علامہ ابو بکر بن ابی القاسم لیشی سمرقندی	=====
۱۱	===== (علی الاوائل)	الفاضل معین الدین	=====
۱۲	=====	علامہ عثمان الخطابی مشہور بحسام زادہ	=====
۱۳	=====	شیخ مصطفیٰ الدین مصطفیٰ بن یوسف بن صالح مشہور بخواجه زادہ	۵۸۹۳
۱۴	=====	شیخ مصطفیٰ الدین مصطفیٰ بن شعبان مشہور بسروری	۵۹۶۹
۱۵	=====	شیخ الاسلام احمد بن نجی بن محمد بن سعد الدین تفتازانی	۵۹۱۶
۱۶	=====	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۵۹۹۸
۱۷	=====	شیخ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی	۱۰۵۵
۱۸	=====	علامہ زین الدین ابوالمجدل قاسم بن قطلوبغا حنفی	۵۸۷۹
۱۹	=====	شیخ علاء الدین علی بن محمود بن محمد بسطامی	۵۸۷۵
۲۰	=====	شیخ یعقوب بن نور اللہ بن حسن بٹاری	۱۰۰۳
۲۱	=====	حافظ امان اللہ بن نور اللہ بن حسن بٹاری	۱۱۳۳
۲۲	=====	مولوی عبدالسلام دیوی	

## فہرست تعلیقات بر تلوخ شرح توضیح

نمبر شمار	تعلیق	مصنف	سن وفات
۱	تعلیق بر تلوخ (علی الاوائل)	شیخ یوسف بالی ابن شیخ یکان	
۲	=====	محمد بن یوسف بالی ابن شیخ یکان	
۳	===== (علی الاوائل)	علامہ سلمان بن کمال پاشا	۵۹۳۰
۴	=====	شیخ خضر شاہ منشوی	۵۸۵۳



۵	==== (علی الاوائل)	شیخ عبدالکریم	فی صدور ۹۰۰ھ
۶	====	شیخ شمس الدین احمد بن محمود معروف بقاضی زاوہ	۹۸۸ھ
۷	تعلق بر تلوح	شیخ ہدایتہ اللہ علائی	۱۰۳۹ھ
۸	غمرات الخ	الفاضل ابوالسعود بن محمد العمادی	۹۸۳ھ
۹	تعلق بر تلوح	شیخ محی الدین محمد قرہ باغی	۹۴۳ھ

### (۳۸) صاحب مسلم الثبوت

مسلم الثبوت قاضی محبت اللہ بہدی صاحب مسلم العلوم کی نہایت عالی مرتبہ کتاب ہے جو غالباً علامہ ابن ہمام کی تحریر شیخ ابن حاجب کی مختصر اور قاضی بیضاوی کی منسلج سے ماخوذ ہے۔ بہت سی جگہ فاضل موصوف نے اپنی تحقیقات کا بھی اضافہ کیا ہے۔ ہر فرقہ کے دلائل پھر اس پر شبہات و جوابات کی بھرمار، مواضع صعبہ و مباحث مسئلہ کا بہترین حل اس کے ساتھ ساتھ عہدگی عبادت و غایت اختصار وغیرہ امور اس کتاب کا طرہ امتیاز ہے۔ صاحب کتاب کے حالات انشاء اللہ تعالیٰ مسلم العلوم کے ذیل میں آئیں گے۔

حواشی و شروح مسلم الثبوت..... (۱) شرح مسلم الثبوت از مولانا عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی (۲) کشف الہکیم ممانی المسلم از محمد بشیر الدین بن محمد کریم الدین عثمانی قنوی (۳) التعلیق المتعوت علی مسلم الثبوت از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۴) فوائذ الرحمت شرح مسلم الثبوت از مولانا بحر العلوم عبدالحق بن نظام الدین بن قطب الدین شہید (۵) مفاتیح البیوت فی حل مسلم الثبوت از مولانا فیض الحسن بن مولانا فخر الحسن سارنپوری (۶) شرح مسلم الثبوت (تاملوی الاذکام) از ملا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ (۷) شرح مسلم الثبوت از ملا محمد حسین بن ملا محبت اللہ لکھنوی۔ (۸) نفائس المنکوت شرح مسلم الثبوت از مولوی ولی اللہ بن حبیب اللہ بن ملا محبت اللہ فرنگی محلی۔

(۹) شرح مسلم الثبوت از ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سالوی۔

(۱۰) السبیل الاقوم فی توضیح المسلم (اردو) از مولانا عبدالحق صاحب خطیب جامع رنگون

### (۳۹) صاحب نور الانوار

نام و نسب..... آپ کا نام احمد ہے اور والد کا نام ابو سعید، ملا جیون سے مشہور ہیں سلسلہ نسب یوں ہے احمد بن شیخ ابو سعید بن عبد اللہ بن شیخ عبدالرزاق بن شاہ مخدوم (مخدوم خاصہ) آخر میں آپ کا نسب شریف سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے وابستہ ہے۔

سیدائش و سکونت..... آپ کے دوا عبد اللہ کے جد امجد مخدوم خاصہ جو شیخ صلاح الدین دہلوی کی ولاد سے ہیں قصبہ اچھٹی کے مشہور بزرگوں میں سے تھے دہلی سے منتقل ہو کر قصبہ ایشی میں اقامت پذیر ہو گئے تھے ملا جیون اسی قصبہ ایشی میں پیدا ہوئے سنہ پیدائش تقریباً ۱۰۲۸ھ ہے۔

تحصیل علوم..... سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا پھر تحصیل علوم و فنون میں مشغول ہوئے اور یورپ کے متفرق قصبات میں رہ کر فضائل عمر سے استفادہ علوم کیوریات میں سے اکثر کتب شیخ محمد صلیق ترکی سے پڑھیں آخر میں ملا لطف اللہ گوردی جہاں آبادی سے سند فراغت حاصل کی آپ کے تبحر علمی کے متعلق مولانا آرزو بلگرامی کے الفاظ ہیں۔ "حاصل کلام الہی دور دانش عقلی و فطری بحر امتیازی" تحصیل علوم سے فراغت کے بعد مستند صدارت تدریس کو زینت

بخشی اور اپنے وطن میں درس دیتے رہے۔

قوت حافظہ و سادگی مزاج..... آپ نہایت سادہ وضع، غریب الطبع، منکسر المزاج، لمن سار لورسعی تکلفات سے قطعاً بیگانہ اور قوت حافظہ میں یگانہ تھے درسی کتابوں کی عبارتوں کے پورے پورے اور اوق و صفحات حفظ اور بڑے بڑے قصیدے ایک مرتبہ سننے سے یاد ہو جاتے تھے۔

شاہ عالمگیر ملا صاحب کے سامنے..... چالیس سال کی عمر میں اجیر شریف ہو کر دہلی پہنچے اور یہاں کافی مدت تک اقامت کی اور درس و افتادہ کا مشغلہ جاری رہا کوشش طالع نے آپ کو شاہ الدین شاہ جہاں بادشاہ تک پہنچایا۔ شاہ جہاں نے آپ کو لور رنگ زیب عالمگیر کی تعلیم کیلئے مقرر کیا اور عالمگیر نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور پھر عمر بھر حد سے زیادہ اعزاز و احترام کرتا رہا اسی طرح شاہ عالم خلف عالمگیر آپ کے سامنے لوازم تکریم بجالاتا اور شاہ فرخ سیر بھی آپ کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا۔

زیارت حرین شریفین..... پچپن سال کی عمر میں حرین شریفین حاضر ہوئے یہاں بھی ایک مدت تک اقامت کی اور ظاہری و باطنی و برکات سے مالا مال ہوئے چار پانچ سال کے بعد واپس ہو کر بلا دکن میں سلطان عالمگیر کے ساتھ چھ سال گزارے ۱۱۱۲ھ میں پھر حرین شریفین حاضر دی ایک سال اپنے والد ماجد کی طرف سے دوسرے سال والدہ ماجدہ کی جانب سے مناسک حج لو اکئے اور صحیحین کا درس نہایت تحقیق و اتقان کے ساتھ مراجعت کتب و شروح کے بغیر دیا۔

تصوف و سلوک..... ۱۱۱۶ھ میں ہندوستان واپس آکر اپنے وطن میں دو سال قیام کیا اس زمانہ میں طریق سلوک و تصوف کی طرف زیادہ توجہ فرمائی اور حضرت شیخ حسین بن عبدالرزاق قادری سے خرقہ خلافت حاصل کیا پھر اپنے احباب و مریدین کے ساتھ دہلی تشریف لائے اور درس و افتادہ میں مشغول ہوئے۔

ایک عجیب و غریب خواب..... صاحب آئینہ اودھ شاہ سید محمد ابوالحسن مانک پوری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ ملا جیون کے والد نے خواب دیکھا کہ میں اپنے دونوں بیٹوں (ملا جیون اور ان کے برادر حقیقی ملا بوڈھن) کی انگلی پکڑے ہوئے چلا جا رہا ہوں کہ اچانک ایک طرف سے سور دوڑا ہوا قریب میں آیا میں نے ملا بوڈھن کو گود میں اٹھالیا اور وہ ملا جیون کا دامن چھو کر چلا گیا۔ جب بیدار ہوئے تو بہت متاسف ہو کر فرمایا کہ سور کے چھونے کا مطلب دنیا میں ملوث ہونا ہے بوڈھن اس سے بچ گیا۔

ملا جیون تاحیات سوائے اپنے کھانے اور کپڑے کے اور کسی طرح بادشاہ سے متمتع نہیں ہوئے اور نہ اپنے لئے کوئی علقہ مقرر کر لیا جبکہ بادشاہ خود اس کا متمتع رہتا تھا بایں ہمہ احتیاط ان کے والد نے اس قدر ملوث ہو جانے کی نسبت پہلے ہی فرمادیا کہ اس کو دنیا نے چھو لیا۔

دنیا سے رحلت..... آپ نے ۱۱۳۰ھ میں بزبان اقبال یہ کہتے ہوئے۔

آہ اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں میں رخصت اے بزم جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں

کاشانہ فردوس کو نشیمن بنالیا۔ پچاس روز کے بعد نعش مبارک دہلی سے اٹھیں لے جا کر آپ کے مدرسہ میں دفن کی

گئی تاریخ وفات اس قطعہ سے ظاہر ہے۔

شد از بس دنیا جنت باریاب

شیخ احمد چوں بفضل ایزدی

نیز شیخ احمد عالی جناب (۱۱۳۰ھ)

مدی حق شیخ احمد وصل اوست (۱۱۳۰ھ)

علمی کارنامے..... آپ نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس اور تصنیف میں صرف کی اصول فقہ میں نور الانوار شرح المنار آپ کی زندہ یادگار ہے جس سے دنیا علم کا بچہ بچہ بخوبی واقف ہے یہ کتاب آپ نے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران

صرف دو ماہ کے اندر لکھی ہے۔ نیز ہندوستان میں سب سے پہلے احکام القرآن کے موضوع پر التفسیرات الاحمدیہ کی بیان الا آیات اشرعیہ مع تالیفات المسائل الفقہیہ "آپ ہی نے تالیف کی جس میں قرآن مجید کی کم و بیش پانچ سو آیات کی تشریح و توضیح حنفی نقطہ نگاہ سے کی ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ موصوف کی دور طالب علمی کی تصنیف ہے جیسا کہ خاتمہ کتاب میں خود موصوف نے سال تکمیل و تصنیف بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے آیات شریفہ کی تفسیر ایشیائی شہر میں لکھنا شروع کی تھی۔ یہ ۱۰۶۲ھ کا واقعہ ہے جب میں حسامی پڑھتا تھا اور مولہ برس کا تھا ۱۰۶۹ھ میں بلدہ مذکورہ میں اس سے فراغت پائی اس وقت میں شرح مطالع پڑھتا تھا اور کاروان عمر ایک سو بیس منزل طے کر چکا تھا کچھ زمانہ کے بعد ۱۰۷۵ھ میں ایشیائی کے اندر درس کے زمانہ میں نظر ثانی کر کے اس کی صحت کی اس وقت میں ستائیس سال کا تھا۔

ان کے علاوہ دیگر تالیفات یہ ہیں: "السوانح" یہ لوائح جاہی کے طرز پر ہے جس کو آپ نے حجاز کے دوسرے سفر میں تصنیف کیا۔ "مناقب الاولیاء" یہ ایشیائی کے آخری زمانہ قیام کی تصنیف ہے۔ "آواب احمدی" سیر و سلوک میں ہے جو آپ نے ابتدائے عمر میں لکھی تھی۔

## (۴۰) صاحب فرائض سراجیہ

نام و نسب..... نام محمد کنیت ابو ظاہر، لقب سراج الدین، والد کا نام محمد اور ولولہ کا نام عبدالرشید ہے نسب میں سجاوندی سے مشہور ہیں۔

علامہ حمید الدین محمد بن علی نو قدنی وغیرہ نے آپ سے تعلیم حاصل کی ہے علم فرائض میں سراجیہ متن اور اس کی شرح علم حساب میں تجنیس وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں اور خود سراجیہ متن کی شرح بھی لکھی ہے۔

سن وفات

مصنف

نمبر شمار شرح

۵۷۸۶	شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بارتی مصری حنفی	شرح سراجیہ	۱
۵۸۰۳	شیخ شہاب الدین احمد بن محمود سیواسی	=====	۲
۵۷۶۴	شیخ ربوہ محمد بن احمد بن عبدالعزیز دمشقی قونوی	المواہب اللغویہ فی شرح فرائض سراجیہ	۳
-	شیخ ابو الحسن حیدرہ بن عمر	شرح سراجیہ	۴
-	شیخ محی الدین محمد بن مصطفیٰ معروف بشتی اودہ	=====	۵
-	شیخ مصلح بن صلاح اللاری	=====	۶
۵۸۳۰	شیخ برہان الدین حیدری بن محمد ہروی	=====	۷
۵۹۱۶	شیخ الاسلام سیف الدین احمد بن محی بن محمد ہروی	=====	۸
۵۸۳۴	شیخ شمس الدین محمد بن حمزہ فناری	=====	۹
-	فاضل ہشتی محمد مشہور بفضخر خراسان	=====	۱۰
۵۹۴۰	شیخ شمس الدین احمد بن سلیمان معروف بابن کمال باشا	=====	۱۱
۵۷۹۶	شیخ سعید الدین مسعود بن عمر قفتازالی	=====	۱۲
۵۸۱۶	سید شریف الدین علی بن محمد جرجانی	شریفیہ شرح سراجیہ	۱۳
۵۶۵۸	شیخ مجد الدین حسن بن احمد حلہ مشہور بابن امین الدولہ	شرح سراجیہ	۱۴

۵۷۹۳	شیخ بہاء الدین حیدرہ بن محمد بن ابراہیم حلبی	====	۱۵
۵۷۰۰	شیخ محمود بن ابی بکر بن ابی العلاء بخاری کلابازی	ضوء السراج	۱۶
-	شیخ عبدالکریم بن محمد بن حسن محمد بن ہمدانی	الفرائد النبی فی شرح فرائض السراجی	۱۷
۱۰۱۱ھ	شیخ یونس بن یونس بن عبدالقادر رشیدی اثری	المقاصد العیہ بشرح السراجیہ	۱۸
بعد ۸۵۲ھ	شیخ محمد بن حاج احمد بن نصر	التحقیق	۱۹
بعد ۸۵۸ھ	شیخ اوریس بن شیخ پاشا	شرح سراجیہ	۲۰
۵۹۶۸	شیخ مصطفیٰ مشہور بطاشکبری زاوہ	حاشیہ سراجیہ	۲۱
۵۹۵۰	شیخ محی الدین محمد بن مصلح الدن قوجوی	شرح سراجیہ	۲۲
	شمس الدین محمود بن احمد بن ظہیر اللارندی	ارشاد الراجی شرح فرائض سراجی	۲۳

### منظومات کتاب سراجیہ

۵۸۰۱	محمود بن عبداللہ بدر الدین گلستانی	منظومہ	۱
۵۸۰۸	ابوالعزیز الدین طاہر بن حسن معروف بابن حبیب حلبی	====	۲
۵۷۵۵	فخر الدین احمد بن علی بن اسحاق ہمدانی	====	۳
۵۷۹۹	ابو عبداللہ تاج الدین عبداللہ بن علی سنجاری	====	۴

### (۴۱) صاحب حجتہ اللہ البالغہ

فن اسرار شریعت میں یہ مایہ ناز کتاب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ کا تصنیفی شاہکار ہے جن کے حالات تفصیل کے ساتھ "صاحب الفوز الکبیر" کے ذیل میں گذر چکے۔

حجتہ اللہ البالغہ کا اجمالی تعارف..... حضرت شاہ صاحب کو یقین تھا کہ کچھ عرصہ بعد دور عقلمیت شروع ہونے والا ہے جس میں احکام شریعت کے متعلق اوہام و شکوک کی گرم بازاری ہوگی اسی خطرہ کا سدباب کرنے کے لئے شاہ محمد عاشق پھلتی کے اصرار پر آپ نے بالہام ربانی یہ بے نظیر کتاب ایسے عالم میں تحریر فرمائی جو محو استغراق کا عالم تھا۔ یہ ایک دوسری صفت الہامی ہے جو شاید کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں خطبہ و کتاب میں استخارہ کا حال بیان فرماتے ہیں "صرت کالمیتہ فی یہ الخصال" اکثر اثناء کتاب میں "گمنی ربی ابہنی ربی" فرماتے ہیں۔

یہ کتاب جس محدثانہ، متکلمانہ، فقہیانہ اور فلسفیانہ انداز میں تصنیف ہوئی ہے وہ حضرت شاہ صاحب ہی کا حق ہے جس میں آپ نے تعلیمات اسلام کو مطابق فطرت اور دینی احکام کو جہتی بر عدل ثابت کیا ہے ہر حکم الہی اور امر شریعت کے اسرار و مصاحح نہایت بلیغ اور مدلل انداز میں بیان کئے ہیں جس سے ایک طرف تو متشکک و متردد حضرات کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے اور دوسری طرف معترضین کے احکام اسلام پر معاندانہ اعتراضات کا منہ توڑ جواب مل جاتا ہے۔

اس کتاب میں آپ نے مابعد الطبیعی مسائل سے ابتداء کی ہے اور فلسفہ اسلام کو ایک مرتبہ شکل میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے قدرت کے قانون مکافات کو فلسفیانہ طرز پر بیان کیا ہے اس کے بعد ارتقا قات کے زیر عنوان اقتصادیات اور سیاسیات کے مسائل پر بحث کی ہے پھر اخلاقیات کا موضوع لیا ہے اور انسانی سعادت پر گفتگو کی ہے اس کے بعد نظام شریعت اس کے عقائد و ارکان پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کے اسرار و حکم بیان فرمائے ہیں اور معاصی و آثام پر تفصیلی

بحث کی ہے۔ بعد ازاں تاریخ مذہب پر تبصرہ کیا ہے اور تشریح و قانون سازی کے بارے میں نہایت مفید نکات بیان کئے ہیں آخر میں آپ نے حدیث سے استنباط کا صحیح طریقہ بتلایا ہے اور فقہ سے متعلق پیش بہا معلومات بہم پہنچائی ہیں دوسرے حصے میں فقہی طرز پر ابواب قائم کر کے شریعت کے جملہ احکام پر مفصل تبصرہ کیا ہے اور ہر حکم کی علت اس کی حکمت اور فوائد و مصالح بیان کئے ہیں جس سے پڑھنے والا ان احکام پر علی وجہ البصیرہ ایمان لے آتا ہے اور اس کے تمام شکوک و شبہات زائل ہو جاتے ہیں غرض اس کتاب کو اگر پورے مذہب اسلام کی مکمل شرح کہا جائے تو غلط نہ ہو گا اور حقیقت یہ کتاب امام غزالی کی "احیاء العلوم" کے طرز پر ہے اور بعض اعتبار سے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔

حجتہ اللہ البالغہ ایک معجزہ ہے..... علامہ سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب کی یہ مایہ ناز تصنیف آنحضرت ﷺ کے ان معجزات میں سے ہے جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے امتیوں کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور جن سے اپنے وقت میں رسول کریم ﷺ کا اعجاز نمایاں اور اللہ کی حجت تمام ہوئی۔

حجتہ اللہ البالغہ کے متعلق علماء فحول کی آراء..... اس کتاب کی نسبت خصوصاً و نیز دربارہ ازالۃ الخفاء تفہیمات و سطحات وغیرہ عموماً علماء کرام کا مقولہ ہے کہ یہ کتابیں زمانہ اسلام میں بے مثل و عدیم العظیر کتابوں میں سے ہیں جن کا مثل پایا نہیں گیا۔

نواب صدیق حسن خاں قزوچی صاحب "اتحاف النبلاء حجتہ اللہ البالغہ کی بابت فرماتے ہیں۔

اس کتاب اگرچہ در علم حدیث نیست اما  
یہ کتاب اگرچہ علم حدیث میں نہیں ہے لیکن اس میں بہت  
شرح احادیث بسیار در ال کردہ و حکم و

سی احادیث کی شرح اور ان کے اسرار و حکم بیان کئے گئے  
اسرار آں بیان نمودہ تا آنکہ در فن خود غیر  
ہیں حتی کہ اپنے فن میں بے نظیر ثابت ہوئی ہے اور کسی  
مسبق علیہ واقع شدہ و مثل آں دریں دو از دہ

دوسری کتاب کو اس پر سبقت حاصل نہیں ہوئی بارہ سو  
صد سال پہلے کے علمائے عرب و عجم

سال کے اندر علماء عرب و عجم میں سے کسی نے ایسی معرکتہ الاراء  
تصنیع موجود نیادہ و جملہ تصانیف

کتاب تصنیف نہیں کہ غرضیکہ یہ کتاب مولف کی تمام تصانیف  
مؤلفش مرضی بودہ است و فی الواقع پیش

میں عمدہ اور بہترین تصنیف ہے اور حقیقت میں (ہماری) ازاں است  
اس (رائے) سے بہت کچھ زیادہ ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی فرماتے ہیں کہ "میں اپنی زندگی میں کسی بشر کی کتاب سے اتنا مستفید نہیں ہوا جس قدر کہ اس کتاب سے خدا نے مجھے فائدہ پہنچایا۔ میں نے اسلام کو ایک مکمل اور مرحطہ الاجزاء نظام حیات کی حیثیت سے اس کتاب سے جانا ہے دین مقدس کی ایسی بہت سی باتیں جن کو پہلے میں صرف تھلیڈ لمانا تھا اس جلیل القدر کتاب کے مطالعہ کے بعد الحمد للہ میں ان پر تحقیقاً اور علی وجہ البصیرہ یقین رکھتا ہوں۔"

بیتہ اللہ البالغہ کا ادبی مقام..... یہ کتاب عربی زبان میں ایک عجمی کے قلم سے ہونے کے باوجود کہیں سے عجمی قلم کی

بو نہیں آتی اس سے شاہ صاحب کی بہترین عربی انشاء پر دوازی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

شیخ ابو محمد عبدالحق حقانی حجتہ اللہ البالغہ مترجم کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ "عبادت وہ عمدہ ہے کہ اگر فن لوب میں بجائے مقامات حریری کے اس کو مقرر کیا جائے تو نہایت مناسب ہے۔"

شیخ مصطفیٰ مکی فرماتے ہیں کہ "جب یہ کتاب عرب میں پہنچی تو علماء سے دیکھ کر حیران ہو گئے، مصر میں چونکہ لوب کا مشغلہ زیادہ ہے ان لوگوں نے ادب کے پیرائے میں جھمن نظر ڈالی اور دیکھ کر حیرت زدہ ہوئے کہ ہندی کی ایسی تحریر کہ عرب کے کملاء بھی ایسا نہیں لکھ سکتے، نیز یہ کتاب جب یورپ پہنچی تو ان لوگوں کو تعجب ہی نہ آتا تھا کہ کسی ہندوستانی نے اسے آخری دور میں تصنیف کیا ہے بلکہ ان کا یہ خیال تھا کہ پرانے زمانہ میں کسی جلیل القدر ہستی نے تصنیف کی ہے کیونکہ ان کے نزدیک آخری دور میں کسی ایسی شخصیت کا پیدا ہونا بعید از قیاس تھا۔

ایک عجیب و غریب واقعہ..... مولانا عبدالغفور دانا پندی نے حجتہ اللہ البالغہ مترجم کی تقریظ میں نقل کیا ہے کہ جس وقت یہ کتاب تیار ہوئی تو تمام ملکوں میں اس کا شہرہ ہوا اور نقل ہو کر شائع ہونے لگی شادقت کی نظر سے بھی گزری اس نے دیکھ کر پھانسی کا علم دیدیا، وزیر اعظم کسی لہم پر گئے تھے رات کو سوچنے تو یہ خبر معلوم ہوئی اسی وقت شاہ کے پاس جا کر دریافت حال کیا۔ شاہ نے کہا اس نے بہت سی عجیب باتیں لکھی ہیں اور مذہب حنفی کے خلاف میں بہت زور دیا ہے وزیر نے جواب دیا کہ جو درجہ اجتمار پہنچا ہوا ہو اس کے لئے خلاف درست ہے اور یہ صرف نام کے ملا نہیں بلکہ قطب شہر میں ان کی ایک آؤ کے اثر سے ولی کی کیا حقیقت ہے دنیا کا تختہ الٹ جائے تو کچھ تعجب نہیں، شاہ پر عجیب حالت طاری ہوئی اور اس نے پھانسی کا حکم منسوخ کر دیا۔ حجتہ اللہ البالغہ کے اردو تراجم..... (۱) نعمتہ اللہ السابغہ، از ابو محمد عبدالحق دہلوی، مولف تفسیر حقانی (۲) آیات اللہ اکاملہ از مولوی خلیل احمد اسراہیلی (۳) شمس اللہ البازغہ از مولوی عبدالحق ہزاروی، یہ سراسر آیات اللہ اکاملہ کی نقل ہے صرف شروع کے چند ابواب کا ترجمہ بدل دیا گیا ہے (۴) ترجمہ حجتہ اللہ از مولوی بشیر یہ ترجمہ نامکمل ہے بحث دوم پر ختم ہو جاتا ہے (۵) ترجمہ حجتہ اللہ از مولانا عبدالرحیم۔

## (۴۲) صاحب الاشباہ والنظائر

نام و نسب اور پیدائش..... عمدۃ العلماء قدوة الفضلاء الشیخ العلامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن محمد بن (محمد بن) بکر المصری اہللی، ان کے اجداد میں کسی کا نام نجیم تھا اس لئے ان کی طرف منسوب ہو کر ابن نجیم سے مشہور ہیں، سنہ پیدائش ۹۲۶ھ ہے اور جائے پیدائش قاہرہ۔

تحصیل علوم..... آپ نے علماء قاہرہ سے تعلیم حاصل کی اور شیخ امین الدین بن عبدالعال حنفی، شیخ ابو الفیض سلمی، شیخ شرف الدین بلقینی، شیخ الاسلام احمد بن یونس مشہور بابین اہللی سے علم فقہ حاصل کیا اور علوم عربیہ و عقیدہ کی تحصیل شیخ نور الدین دیلمی ماکی اور شیخ عظیم مغربی وغیرہ سے کی اور علم طریقت عارف باللہ سلیمان خضری سے حاصل کیا۔

ایک صاحب علم کی شخصیت..... مولانا احمد رضا صاحب بجنوری نے مقدمہ انوار البدی صفحہ ۲/۱۶۳ پر موصوف کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ "آپ نے حافظ قاسم بن قطلوبغا حنفی وغیرہ سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی، اور اس سے پہلے ۱۵۳/۲ پر حافظ قاسم کاسن وفات ۸۷۹ھ تحریر کر چکے ہیں اور ابن نجیم مصری (صاحب ترجمہ) کاسنہ ولادت ۹۲۶ھ ہے قاسم کاسنہ ولادت ۸۷۹ھ ہے۔

اصحاب و حلمانہ..... آپ اپنے زمانہ کے اکابر علماء سے اجازت افتاء و تدریس رکھتے تھے چنانچہ آپ ساری عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور خلق خدا نے آپ سے کافی فائدہ اٹھایا۔ چند مشہور حلمانہ یہ ہیں۔ آپ کے بھائی سر لاج الدین عمر بن ابراہیم صاحب النہر القائق، علامہ محمد غزنی ترمذی صاحب ابنا، شیخ محمد نسبی سبط ابن ابی شریف

مقدسی، عبدالغفار مفتی القدس۔

اخلاق و عادات..... جس طرح آپ کمال علم و فضل میں اونچے مقام پر فائز تھے اسی طرح حسن معاشرہ اور خلق عظیم کے زیور سے بھی خوب آراستہ تھے شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ میں دس سال تک آپ کا ہم صحبت رہا لیکن کبھی آپ سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جو باعث عیب ہو نیز فرماتے ہیں کہ میں ۹۵۳ھ میں آپ کے ساتھ حج کیلئے گیا تو میں نے آپ کو اپنے ساتھیوں اور پڑوسیوں کے ساتھ خلق عظیم پر پایا جبکہ سفر آدمی کے ہر اچھے برے اخلاق کی قلمی کھول دیتا ہے۔ ولقد اجاوا لشیخ نور الدین ابوالحسن الخطیب فقال

والعلم ما عجز الوری من حصره

بملیکہ بکمالہ من صدره

فصرى الجميع كقطنة فى بحره

ذوالفضل زین الدین حازمن التقی

لاسیما الفقه الشریف فانه

واذا نظرت الی الشروح باسرها

رحلت و وفات..... سید احمد حموی نے حواشی الاشبہ والنظائر میں بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ۸ رجب ۹۷۰ھ میں وفات پائی اور سیدہ سلیمانہ کے قریب مدفون ہوئے خود ابن نجیم کے صاحبزادے احمد نے الرسائل الرئیسیہ کے دیباچہ میں یہی سنہ لکھا ہے بعض حضرات نے شیخ نجم غزالی کی کتاب ”الکواکب السائرہ فی اعیان المائتہ العاشرہ“ سے ۹۶۹ھ نقل کیا ہے واضح ہو الاول

تصنیفات و تالیفات..... (۱) البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق کشف مغفقات توضیح معضلات اور تشریحات و تفریحات میں اپنی نظیر آپ ہے و نعم ما قال المصور البلیس۔

بحار تفید الطالبین لالیا

علی الكنز فی الفقه الشروح کثیره

ومن ورد البحر اسفل السواقیا

ولکن بهذا البحر صارت سواقیا

(۲) شرح المنار (۳) لب الاصول مختصر تحریر الاصول (۴) تعلیق الہدایۃ (۵) حاشیہ جامع الصمولین (۶) الفتاوی

(۷) اربعین رسائل (۸) الفوائد الرئیسیہ فی فقہ الحنفیہ۔

(۹) الاشبہ والنظائر..... فقہ حنفی کے قواعد و ضوابط میں مشہور و معروف اور بلند پایہ تصنیف ہے جو آپ نے اخیر عمر میں چھ ماہ کی مدت میں لکھی ہے اور جمادی الاخر ۹۶۹ھ میں اس سے فراغت پائی ہے۔

شروح و حواشی الاشبہ والنظائر..... (۱) زواہر الجواہر فی شرح الاشبہ والنظائر از علامہ محمد بن محمد ترمذی (۲) تہذیب الاذہان فی شرح الاشبہ والنظائر از شیخ مصطفیٰ بن خیر الدین (۳) تحقیق الباہر فی شرح الاشبہ والنظائر از شیخ محمد بیہد اللہ البعلی الحنفی (۴) تعلیق از شیخ علی بن غانم الحرر جی۔ (۵) تعلیق از مولیٰ محمد بن محمد مشہور بچوی زادہ (۶) تعلیق از مولیٰ علی بن امر اللہ مشہور بقتالی زادہ (۷) تعلیق از مولیٰ عبدالکلیم بن محمد مشہور باخی زادہ (۸) تعلیق از مولیٰ مصطفیٰ مشہور بابو الیاسمن (۹) تعلیق از مولیٰ مصطفیٰ بن محمد مشہور بعمری زادہ (۱۰) تعلیق از مولیٰ محمد بن محمد الحنفی مشہور بزیرک زادہ (۱۱) تعلیق از مولیٰ شرف الدین عبدالقادر بن برکات الغزالی۔ ل

## (۲۳) صاحب عقود رسم المفتی

نام و نسب..... آپ کا نام محمد امین اور والد کا نام عابد بن اور ولو کا نام سید شریف عمر ہے ۱۱۹۸ھ میں دمشق شام میں پیدا ہوئے اور والد ماجد کے زیر سایہ پرورش پائی ان کے چچا شیخ صالح صاحب کشف بزرگ تھے انہوں نے آپ کی والدہ کو آپ

کی پیدائش کی خوشخبری سنائی اور ابھی آپ شکم مادر ہی میں تھے کہ موصوف نے آپ کو محمد امین کے ساتھ موسم کیا۔  
 تحصیل علوم..... کم سنی میں قرآن پاک حفظ کر کے تجارت کیلئے اپنے والد کی جگہ بیٹھنے لگے تاکہ خرید و فروخت اور امور  
 تجارت میں آگہی حاصل ہو ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے قرآن پاک پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک غیر متعارف شخص یہ کہتے ہوئے  
 گزرا کہ اس طرح تلاوت کرنا جائز نہیں اس لئے کہ یہ باذن کا موقع ہے تم پڑھتے ہو اور لوگ آمد و رفت خرید و فروخت اور امور  
 تجارت میں لگے رہتے ہیں قرآن نہیں سنتے تو تم بھی گناہ گار ہوتے ہو اور تمہارے سبب سے دوسرے لوگ بھی گناہ گار ہوتے  
 ہیں۔ نیز تجوید کے لحاظ سے تمہاری قرأت بھی صحیح نہیں یہ سنتے ہی موصوف اٹھ کھڑے ہوئے دل میں تجوید کی تڑپ پیدا  
 ہو گئی کسی بہترین قاری کی جستجو شروع کی لوگوں نے شیخ سعید موسیٰ کا پتہ بتلایا آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدانہ،  
 جزیرہ اور شاطیہ وغیرہ کتابیں حفظ کیں اور فن قرأت میں اس کی جمع وجوہ اور تمام طرق کے ساتھ اتقان حاصل کیا اس کے  
 بعد صرف و نحو اور فقہ وغیرہ علوم کی تحصیل شیخ ابراہیم حللی وغیرہ سے کی یہاں تک کہ تملہ علوم میں متبحر بالخصوص فقہ و  
 حدیث میں شہرہ آفاق ہو گئے۔

علمی ذخیرہ..... آپ کے پاس جملہ علوم و فنون کی کتب کا اتنا ذخیرہ تھا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی ان کے والد کے پاس اسلاف  
 کی جتنی کتابیں موجود تھیں وہ سب انہوں نے ان کو دیدی تھیں اس کے علاوہ ان کی طرف سے عام اجازت تھی کہ جس  
 کتاب کی ضرورت ہو خرید لو، ان کے والد ان سے کہا کرتے تھے ایک اصیبت مائتہ اناس من سیرۃ سلطانی فجر اک اللہ خیر الجزاء۔  
 اساتذہ کا ادب و احترام..... ایک مرتبہ شیخ محمد عبدالنبی دمشق تشریف لائے اور آپ اپنے شیخ محمد شاکر کی معیت میں ان  
 کی زیارت کیلئے حاضر ہوئے شیخ محمد شاکر نے ملاقات کی اور شیخ محمد عبدالنبی کے پاس بیٹھ گئے موصوف ان کی جوتیاں لئے  
 ہوئے چوکھٹ پر کھڑے رہے شیخ محمد عبدالنبی نے ان کے شیخ سے کہا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ بیٹھ جائیں چنانچہ شیخ محمد شاکر کو  
 کہنا پڑا "اجلس یا ولدی"

بادب باش تا بزرگ شوی

کہ بزرگی نتیجہ ادب است

وفات..... تقریباً چون سال زندہ رہ کر ۲۱ ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ میں بدھ کے روز طائر ملکوتی نے قفس قالب ناسوتی سے  
 نجات پائی اور مقبرہ دمشق کے باب الصغریٰ میں مدفون ہوئے جس کا انتخاب آپ اپنی وفات سے بیس روز پہلے کر چکے تھے۔

سعدیامرد نکونام نمیرد ہرگز

مردہ آنت کہ نامش بہ نکوئی نہ برند

علمی خدمات..... ۱۲۳۹ھ میں فقہ کی مقبول و متداول کتاب رذالحد حاشیہ در متحدہ معروف بہ شامی تصنیف فرمائی جو پانچ ضخیم  
 جلدوں میں ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے اس پر فتویٰ حنفیہ کا بڑا مدلل ہے عرصہ سے نایاب تھی اب رالم الحروف کے زیر تصحیح مکتبہ  
 نعمانیہ سے فونو آفسٹ پر شائع ہو رہی ہے جس کی جلد لول منظر عام پر آچکی ہے دوسری تصانیف یہ ہیں حاشیہ بضاوی، حاشیہ  
 مطول، حاشیہ شرح ملتقی حاشیہ نسرسل الحسام البندی، نصیرہ مولانا خالد نقشبندی، حواشی شرح منار، شفاء الغلیل و دلیل  
 الغلیل، صحیح الخالق حاشیہ بحر الرائق، العقود الدریۃ فی تنقیح فتویٰ الخلدیہ، نشر العرف فی بایع بعض الاحکام علی العرف، اتحاف الذکی  
 النبیہ بحواہب ما یقول الفقیہ عقود رسم المفتی اور اس کی شرح جو فن اثناء میں نہایت مقبول اور داخل درس ہے۔

## (۴۴) صاحب بیان السننہ

امام طحاوی کا ایک مختصر مگر نہایت جامع متن ہے جو عقیدۃ الطحاوی کے نام سے مشہور ہے اور حال ہی میں داخل  
 درس ہوا ہے صاحب کتاب کے حالات مصنفین کتب حدیث کے ذیل میں گزر چکے۔  
 حواشی و شروح بیان السننہ..... (۱) شرح عقائد الطحاوی از شیخ شجاع الدین بہتہ اللہ بن احمد بن معلیٰ بن محمود الطرازی



ترکستانی متوفی ۱۷۳۶ھ یہ شرح ترکی زبان میں ہے۔ (۲) شرح عقائد الطحاوی از صدر الدین علی بن محمد بن العزلاذریعی المدمشقی الحنفی متوفی ۷۴۶ھ (۳) التلخیص فی شرح العقائد از شیخ محمود بن احمد بن مسعود القنوی الحنفی متوفی ۷۷۰ھ یہ سب سے بہترین شرح ہے (۴) شرح عقائد الطحاوی از سراج الدین عمر بن اسحاق الہندی الحنفی متوفی ۷۷۳ھ (۵) شرح عقائد الطحاوی از ابو عبد اللہ محمود بن محمد بن ابی اسحاق القسطنطینی الحنفی متوفی بعد ۱۶ ۵۹ (۶) انور اللامع والبرہان الساطع، از ابو الفضائل نجم الدین بکترس ترکی متوفی ۶۵۲ھ (۷) انور الیقین فی اصول الدین از شیخ کافی حسن البسنوی الاقحصاری متوفی ۱۰۶۵ھ (۸) التعلیق از حضرت الاستاذ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

### (۴۵) صاحب عقائد نسفیہ

نام و نسب اور پیدائش..... نام عمر، ابو حفص کنیت، مفتی الثقلین اور نجم الدین لقب ہے والد کا نام محمد ہے سلسلہ نسب یوں ہے ابو حفص نجم الدین عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن محمد بن لقمان النسفی پیدائش ۳۶۱ھ میں ہے اور مقام ولادت شہر نسف (من بلاد ہار اناہر)

تحصیل علم و افتادہ..... آپ اپنے زمانہ کے امام فاضل اجل، اصولی، متکلم، اویب، مفسر، محدث، نحوی، فقیہ اور مشہور آئمہ حفاظ میں سے تھے (ذکرہ ابن النجار) علم فقہ کی تعلیم صدر الاسلام ابو الیسر محمد بن محمد بن عبد الکریم بن موسیٰ بزودی متوفی ۳۹۳ھ سے پائی تھی۔ ان کے علاوہ اور بہت سے شیوخ سے علم حاصل کیا تھا جن کی فہرست آپ کی کتاب ”تعداوا شیوخ العصر“ میں موجود ہے آپ سے آپ کے صاحبزادے ابو الیث احمد معروف بمجد نسفی صاحب ہدایہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی اور ابو بکر احمد بن علی بن عبد العزیز بلخی معروف بالظہیر، ابو الفضل محمد بن عبد الجلیل بن عبد الملک بن حیدر سمرقندی احمد بن محمد موفق الدین خطیب خوارزم، احمد بن موسیٰ الکشنی ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن محمد برہان الدین الکاسانی وغیرہ نے تعلیم حاصل کی کہا جاتا ہے کہ آپ جن و انس ہر دو کو تعلیم دیتے تھے اسی لئے آپ کو مفتی الثقلین کہتے ہیں۔

لطیفہ ملیحہ..... ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ موصوف علامہ جار اللہ زحشری سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کیلئے تشریف لے گئے کیونکہ ”بہار عمر ملاقات دوستان باشد“ دروازے پر دستک دی علامہ جار اللہ زحشری نے اندر سے کہا کون۔ موصوف نے جواب دیا عمر۔ زحشری نے کہا، انصرف منصرف ہو جائیسی واپس ہو جا آپ نے فرمایا! عمر لا ینصرف عمر منصرف نہیں ہوتا۔ زحشری نے جواب میں کہا ازا انکر صرف۔

نسفی اشعار..... شیخ الاسلام علامہ زر نوجی نے تعلیم المصطلم میں ذیل کے اشعار کو آپ کی طرف منسوب کیا ہے

و علی الصلوۃ مواظبا و محافظا

بالتیباتہ تصرفیہا حافظا

فی فضلہ فاللہ خیر حافظا

اطیعوا وجدوا ولا تکسلوا

ولاتہجروا خیارا لورے

وقال فی ام ولدہ

سلام علی من یتمتنی بظرفہا۔ دلعتہ خدیہا و لمعتہ ظرفہا، سبتی واصبتی فآة ملیحت

تحریرت الاوهام فی کنہ و صفہا۔ فقلت ذریبی اعذریبی فانی۔ شغفت تحصیل العلوم و کشفہا

کن للوامر والنواہی حافظا

واطلب علوم الشرع واجہد واستعن

واسئل الہک حفظ حفظک واعبا

وقال ایضا

وانتم الی ربکم ترجعون

قلیلا من اللیل ما یہجعون

ولی فی طلاب العلم و الفضل و التقی

غنی عن عناء الغایات و عرفها

ان کے صاحبزادے ابو الیث احمد کہتے ہیں انھوں نے والدی لفظ

یا صاحب العلم اتر ضی بان

تسعد قوم و لك الشقوة

کفناک اللہ سبحانہ لا یکن

غیرک اوفی منک بالخطرہ

وقال صاحب الہدایۃ الشیخ الامام الزاهد صفی الدین منظومافی الاجازۃ للشیخ الامام نجم الدین

عمر بن محمد نسفی

اجزت لہم، روایت مستجازی، و مسموعی و مجموعی بشرطہ. فلا یدعو دعائی بعد موتی و کتاب

ابو حفص بخطہ

لمصانیف..... فقہ و تفسیر اور علم تاریخ وغیرہ میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جن کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے چند جلیل القدر تصانیف یہ ہیں۔

(۱) التفسیر فی علم التفسیر، آپ کی تصنیفات میں یہ سب سے زیادہ مہتمم بالشان تصنیف ہے جو فن تفسیر کی کتب مبسوطہ میں مانی گئی ہے فی الکشف فسر الایات بالقول و بسط المعانی بالکلی البسط (۲) المنظومہ یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو علم فقہ میں نظم کی گئی ہے۔ (۳) نظم الجامع الصغیر (۴) قد فی علماء سر قد علم تاریخ میں بے نظیر کتاب ہے جس میں جلدوں میں بتائی جاتی ہے۔ (۵) کتاب المواقیت (۶) الاشعاع فی الحجج من الاشعاع یہ بھی بیس جلدوں میں ہے۔ (۷) مشاعر اشراع (۸) کتاب اشروط (۹) طلبیۃ الطلبیۃ علم لغت میں ہے بعض حضرات نے یہ عبدالکریم بن محمد رکن الاممہ تلمیذ صدر الاسلام کی تالیف مانی ہے۔ (۱۰) تاریخ بخار (۱۱) العقائد النسفیۃ علم کلام میں بہت عمدہ اور مشہور داخل درس متن ہے جس کی شرح علامہ تفتازانی وغیرہ نے لکھی ہے (۱۲) عجائب الہی بصفۃ المغربی (۱۳) الفتاوی النسفیۃ (۱۴) کتاب النجیح فی شرح کتاب اخبذ الصحاح۔

غلط انتساب..... مولانا فقیر محمد کاشمی نے حدائق حنفیہ میں اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے فوائد بہیہ میں ملا علی قاری سے بحوالہ زر قانی وغیرہ ذکر کیا ہے کہ کشف الظنون نے عقائد نسفیہ کو شیخ ابو حفص عمر نسفی متوفی ۵۳۷ھ کی طرف منسوب کیا ہے جو ذلت قدم ہے ان حضرات کی رائے میں یہ کتاب شیخ ابو الفضل برہان الدین محمد بن محمد بن محمد نسفی مولود ۶۰۰ھ متوفی ۶۸۶ھ یا (۶۷۹ھ) کی تصنیف ہے۔ قال محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی فی شرح اوہب اللدنیۃ فی بحث خصائص الامتہ الحمدیۃ العقائد النسفیۃ الذی شرحہ السعد السجستانی لابی الفضل محمد بن محمد بن محمد المعروف بالبرہان الحنفی النسفی لہ مختصر تفسیر الرازی و مقدمتہ فی الخلاف و تصانیف کثیرہ فی علم الکلام وغیرہ توفی ۶۸۷ھ، ہو متاخر عن النسفی صاحب التفسیر و الفتاوی وغیرہا توفی ۵۳۷ھ وغیر صاحب الکفر من الفوائد السہیۃ۔

تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح..... مگر ان حضرات کا تخطیہ بظاہر غلط اور صاحب کشف کا انتساب صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ شارح عقائد علامہ تفتازانی نے تصریح کی ہے کہ یہ کتاب شیخ نجم الملئہ والدین عمر نسفی کی تصنیف ہے عبارت ملاحظہ ہو۔

”وان المختصر النسفی بالعقائد للامام الہمام قدوة علماء الاسلام نجم الملئہ والدین عمر النسفی

اعلی اللہ درجاتہ فی داو السلام یسئل من ہذا الفن علی غرر الفرائد و درر الفوائد۔“

علامہ خیالی نے بھی اپنے حاشیہ میں اس پر کوئی ٹیکر نہیں کی۔ وفي المعجم العلی النسفی هو نجم الدین ابو حفص عمر النسفی لہ ”العقائد النسفیۃ“ توفی ۵۳۷ھ البتہ صاحب کشف نے حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ کی کتاب ”عمدۃ العقائد“ کے ذیل میں جو یہ کہا ہے ”اولہ قال الملئہ حقائق الاشیاء ثابتہ اھ“ یہ باعث تردید ہے کیونکہ شیخ

ابو حفص عمر موصوف کی کتاب کا آغاز بھی انہیں الفاظ کے ساتھ ہے بہت ممکن ہے کہ دونوں کی عبارت میں توارد ہو ہمارے پاس حافظ الدین نسلی کی کتاب عمدۃ العقائد نہیں ہے دیکھنے کے بعد ہی فیصلہ ہو سکتا ہے۔  
وفات..... شیخ نجم الدین ابو حفص عمر نسلی نے شہر سمرقند میں شب پنج شنبہ ماہ جمادی الاولیٰ ۵۳۷ھ میں وفات پائی۔ مادہ تاریخ فقیہ والا قدر (۵۳۷) اور مقبول عصر (۵۳۷) ہے۔

روئے زندہ قابل دیدن دوبارہ نیست  
روپس نہ کرد ہر کہ ازیں خاکداں گذشت  
وفات کے بعد..... کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ منکر نکیر کے سوالات کا معاملہ کیسے گذرا۔ انہوں نے کہا کہ حق تعالیٰ نے میری روح واپس کی اور منکر و نکیر نے سوالات کئے میں نے کہا کہ ان کا جواب نثر میں دوں یا نظم میں انہوں نے کہا کہ نظم میں گفت۔

وینی محمد مصطفیٰ  
لسأل اللہ عنہ و عطاہ

ربی اللہ لالہ سواہ  
و دینی الاسلام و فعلی ذمہم

### فہرست شروحات کتاب العقائد النسفیہ

سنہ وفات	مصنف	نمبر شمار شرح
۵۷۴۹	شمس الدین ابوالثناء محمد بن احمد اصفہانی	۱ شرح العقائد
۵۷۷۰	شیخ جمال الدین محمود بن احمد بن مسعود قونوی	۲ العقائد علی العقائد
-	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن زین الدین ابو العدل قاسم	۳ القول الوانی شرح عقائد النسفی
-	شیخ ابن حزم اندلسی	۴ الدرۃ
-	شیخ ملازادہ ہروی خیر زیانی	۵ حل المعائد فی شرح العقائد
۵۷۹۲	علامہ سعد الدین تفتازانی	۶ شرح العقائد
	۷ القوائد القادیسی شرح العقائد النسفیہ عبد القادر بن ابوالنصر محمد اور یس بن محمد محمود سلطانی	

### ۴۶ صاحب شرح عقائد

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی کی تصنیف ہے جو عقائد نسفیہ کی تمام شروح میں اعلیٰ و ارفع ہے ان کے حالات مختصر المعانی کے ذیل میں آئیں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

### فہرست حواشی شرح عقائد

سنہ وفات	مصنف	نمبر شمار حاشیہ
۵۹۳۲	شیخ رمضان بن محمد	۱ حاشیہ رمضان آندی
۵۹۰۱	شیخ محمد بن غرس خنی	۲ حاشیہ شرح عقائد
۵۸۷۵	شیخ مصلح الدین مصلح قسطلانی	۳ حاشیہ الکنتلی
	شیخ علاؤ الدین علی بن محمد معروف مصحف	۴ حاشیہ شرح عقائد
	شیخ محمد بن میناس	۵ ==

۱۔ از حدائق حنفیہ فوائد یہیہ کشف الظنون شذرات الذہب روح البیان الجواہر المہدیہ وغیرہ ۱۲

۵۳۹۳	ملاء عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائی	==	۶
=	شیخ احمد بن عبد اللہ قریمی	==	۷
	شیخ محی الدین محمد معروف پیر الوجہ	==	۸
۵۹۱۲	شیخ سنان الدین یوسف حمیدی	==	۹
۵۹۰۱	شیخ علاؤ الدین علی العربی	==	۱۰
۵۸۵۳	شیخ خضر شاہ رومی متشاہدی	==	۱۱
۵۹۰۱	شیخ محی الدین محمد بن ابراہیم کساری	==	۱۲
۵۸۹۵	قاضی شہاب الدین احمد بن یوسف حصصی سندھی		۱۳
۵۹۲۰	حکیم شاہ محمد بن مبارک قزوینی		۱۴
۵۹۱۸	شیخ محمد قاسم غزی شافعی معروف بابین الغرایلی	==	۱۵
	شیخ صلاح الدین معلم سلطان بایزید بن محمد خاں	==	۱۶
۵۱۰۶۷	ملاء عبد الحکیم سیالکوٹی	==	۱۷
۵۸۱۹	شیخ عز الدین محمد بن ابی بکر بن جماع	==	۱۸
	شیخ منصور بطلادی شافعی		۱۹
	شیخ احمد بردی		۲۰
۵۱۰۳۱	شیخ ابراہیم نقانی مصری		۲۱
	شرح العقائد		
۹۰۵	علامہ محمد بن ابی شریف قدسی		۲۲
	شیخ شہاب الدین احمد عینی		۲۳
	شیخ محمد بن احمد بن علی بسونی	==	۲۴
۵۸۸۵	امام برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی		۲۵
۵۹۹۸	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین سمرقانی		۲۶
بعد ۵۸۶۲	علامہ احمد بن موسیٰ مشہور بخالی	==	۲۷
۵۱۰۱۰	شیخ نور الدین علی بن سلطان محمد قاری ہروی		۲۸
۵۹۱۱	شیخ جلال الدین سیوطی	==	۲۹
۵۹۹۲	قاضی نظام بدخشی		۳۰
۵۱۱۳۸	الیاس بن ابراہیم بن داؤد بن خضر کردی لہ	==	۳۱
	ملاء الدین لاری	==	۳۲

### (۳۷) صاحب مسایرہ

نام و نسب..... نام محمد، لقب کمال الدین، والد کا نام عبد الواحد، لقب ہمام الدین لور و لو اکا نام جد الحمید، پر و لو اکا نام مسعود ہے سیواسی الاصل لور اسکندری الاقامہ ہیں اور ابن ابہام سے مشہور ہیں علامہ حموی نے حواشی اشباہ میں ذکر کیا ہے کہ "ابہام"

پر الف لام بعوض مضاف الیہ ہے یہ اصل میں ہمام الدین ہے علامہ طحطاوی نے در مختار میں اور ابن ابی شریف نے شرح مساریہ میں کہا ہے کہ یہ (یعنی ہمام الدین) ان کے والد عبد الواحد کا نام ہے۔

سنہ پیدائش..... ان کے والد عبد الواحد مشہور قضاہ میں سے ہیں لولا سید اس میں قاضی رہے جو روم کا ایک شہر ہے پھر قاہرہ میں قاضی رہے اس کے بعد اسکندریہ میں قاضی مقرر ہوئے اور یہیں ایک مالکی للذہب قاضی کی صاحبزادی سے شادی کی جن کے بطن سے علامہ ابن الہمام ۷۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ علامہ سیوطی نے بغیہ میں سنہ پیدائش ۷۹۰ھ اور صاحب مفتاح نے اس کے قریب قریب بتایا ہے۔

تحصیل علوم..... ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور ہدایہ شیخ سراج العین عمر بن علی مشہور بقاری الہدیٰ متوفی ۸۲۹ھ سے پڑھی۔ علوم عربیہ جمال حمیدی سے اور اصول وغیرہ علامہ بساطی سے اور حدیث ابو زرہ ابن البساطی عراقی سے حاصل کی۔ جمال حنبلی اور کس شامی وغیرہ سے بھی حدیث کا سماع کیا اور علامہ مراغی و ابن ظہیرہ اور رقیہ مدینہ سے بھی اجازت حاصل کی۔ علم تصوف آپ نے شیخ خوانی سے اور علم قرأت علامہ زراعتی سے حاصل کیا تھا نیز شیخ الاسلام ابو الولید محبت الدین محمد بن محمد بن محمد الحلبی سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے اور ان حضرات کی توجہات نے آپ کو امام عصر، علامہ دوراں اور بلند پایہ محدث بنا دیا فقہ اصول فقہ، نحو، صرف، معانی، بیان حدیث، تفسیر، تصوف و سلوک، جدل و خلاف، منطق و موسیقی غرض تمام علوم و فنون میں یگانہ روزگار بنے کہا کرتے تھے کہ یہ معقولات میں کسی کی تقلید نہیں کرتا۔ آپ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ صوتی کامل اور صاحب کشف و کرامات بھی تھے اور آپ پر جذب کی حالت طاری ہوتی تھی۔

فقہی مقام..... صاحب بحر علامہ ابن خیم مصری نے آپ کو اہل ترجیح میں لکھا ہے لیکن دوسرے علماء نے آپ کو اہل اجتہاد میں شمار کیا ہے اور یہی رائے قوی ہے جس کی شاہد آپ کی تصنیفات و تالیفات ہیں آپ کے ہم عصر شیخ برہان انبای فرماتے ہیں کہ میں نے دین کے پنجہ و دلائل طلب کئے، معلوم ہوا ابن ہمام سے بڑھ کر ان کا عالم ہمارے شہر میں کوئی نہ تھا۔ درس و تدریس و اشاعت علم..... تکمیل علوم کے بعد آپ آخر عمر تک اشاعت علم میں مشغول رہے۔ منصور اشرفیہ شہنشاہ اور رقیہ الصالح میں ایک مدت تک درس و تدریس اور افتاء کا کام انجام دیا۔

محقق ابن الہمام، علامہ بدر الدین عینی اور حافظ ابن حجر تینوں ہم عصر ہیں لوگ اخذ حدیث کیلئے حافظ ابن حجر کی طرف اور اخذ فقہ و اصول کیلئے محقق ابن الہمام کی طرف رجوع کرتے تھے شمس الدین محمد مشہو بابن امیر حاج حلبی، قاضی القضاہ عبد البر بن محمد بن محمد محبت الدین معروف بابن الشحہ اور سیف الدین محمد بن محمد بن عمر بن قطلوبغا شیخ محمد بن ابراہیم بن ابی الصفا ابو العدل زین الدین قاسم بن قطلوبغا وغیرہ تشکک علم آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔ وفات..... ۸۱۳ھ میں قاہرہ آئے اور ایک عرصہ تک یہیں قیام کیا اس کے بعد حلب کی طرف منتقل ہو گئے اور بروز جمعہ ۷ رمضان ۸۶۱ھ میں دنیا سے کوچ کر گئے قال الشہاب المنصور محمد

زها كخدا الخو در و ض انف . و ادمع الطل على تكف . كانما الا غصان اذ تمايلت شرف سطت شربا

عليهم قرف . كانما الدرلاب ثكلى قد عذت . تندب شجواو الدموع ذرف كانما القمري فيه قارى .

صبحا وارراق الفصون مصحف . كانما كل حمام همزة يحملها من كل غصن الف .

كانما ربح الصبا معشوقته فالد وح مصيبو نحوها ويعطف كانما زهر الرياض اعين .

فاتحه اجفانها لا تطرف . فلاتشبه بالنجوم لطفها فانها من النجوم الطف . ولا تفس بالبر

وجه شيخنا . فانه عند الكمال يكسف بحر خصم في العلوم زاخر . سيف صقيل في الحقوق مرهف .

قال الشيخ في فيض الهدى و لعل ابن الامام لم تكن له اجازة عن الحافظ (يعني ابن حجر) بالشهادة نعم يستفان ذكره بلط الشخ ان له اجازة من كتابه ۱۲۔

سل عنه فی العلم والمحلّم معا. فهو ابو حنیفۃ والاحنف. لاثنا عطا ولا مستکبرا.  
ولا اخر عجب ولا مستکف لا یطرف الکبر له شماتلا. ولا یهز جانبیه الصلف.  
فهو من الخیر وانواع الضعی علی الذی کان علیہ السلف. فلو حلفت انه شیخ الہدی.  
لصدق الناس و بر الحلف یادوحت العلم التي قد اینعت. ثمارها والناس منها تقطف.  
باسیدایہ الانام تفتدی یار حمتہ بہ البلاء یکشف. قد کان لی بالخانقاه خلوة. الفقہا دہرا  
و نعم المالف نقدتہا وان لی من بعدہا. لحالہ اثر فیہا التلف. ومن عجیب ان اکون

شاعرا ولیس لی فی الدھر بیت یعرف. لازلت محروس الجناب راقیا. فی شرف لا یعتبر بہ سرف

تصنیفات و تالیقات ..... آپ نے بہت سی مفید و معتبر کتابیں تصنیف کیں جن میں سے ہر ایک ایسے علمی مباحث و  
فوائد پر مشتمل ہے جو دوسری کتابوں میں بہت کم ملتے ہیں۔

”فتح القدر للعاجز الفقیر شرح ہدایہ آپ کی بے نظیر کتاب ہے اس کی ابتداء ۸۲۹ھ میں ہوئی مگر تکمیل نہیں ہو سکی  
بلکہ کتاب الوکالتہ سے آخر کتاب تک علامہ شمس الدین۔ احمد بن قودر مشہور بقاضی زادہ رومی متوفی ۹۸۸ھ نے مکمل کیا ہے۔  
اصول فقہ میں ”التحریر“ بھی الاجاب ہے علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن الحاضرہ میں لکھا ہے کہ شیخ ابو العباس احمد بن محمد  
السرسی متوفی ۸۶۱ھ کے پاس آپ کی آمدورفت رہتی تھی ایک مرتبہ آپ شیخ کے پاس آئے اور کتاب ”التحریر“ ہاتھ میں  
تھی شیخ نے کتاب کو دیکھ کر فرمایا کہ کتاب تو بہت عمدہ ہے مگر اس سے لونی نسخہ اٹھا سکے گا ذکاں الامر کما قال الشیخ۔

عقائد میں ”مسایرہ“ بہت عمدہ اور داخل درس ہے فقہ میں ”زاد الفقیر“ بھی بہت عمدہ ہے اور ایک رسالہ اعراب  
سبحان اللہ و بحمد سبحان اللہ العظیم پر بھی لکھا ہے۔

مسایرہ ..... اس کا پورا نام ”المسایرہ فی العقائد المنجیۃ فی الاخوة“ ہے ابتداء آپ نے امام غزالی کے رسالہ قدسیہ کا  
اختصار کیا تھا بعد میں کچھ زائد باتیں ذہن میں آئیں آپ نے ان کا اضافہ کیا اور ہوتے ہوتے کتاب پہلے مقصد سے نکل گئی اور  
ایک مستقل تصنیف بن گئی۔ اس کتاب میں ایک مقدمہ ہے اور ایک خاتمہ اور چار ارکان مقدمہ میں فن کی تعریف وغیرہ ہے  
اور رکن اول میں ذات باری رکن دوم میں صفات باری رکن سوم میں افعال باری رکن چہدم میں صدق رسول ﷺ کا بیان ہے  
ہر رکن میں دس دس اصول ہیں اور خاتمہ میں ایمان و اسلام کی بحث ہے۔

شرح مسایرہ ..... (۱) شرح مسایرہ۔ از شیخ سعد الدین الدیری الحنفی متوفی ۸۶۷ھ (۲) شرح مسایرہ از شیخ قاسم بن قطلوبغا  
الحنفی متوفی ۸۷۸ھ (۳) المسار فی شرح المسایرہ از شیخ کمال الدین محمد بن محمد معروف باین ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ۔ ل

## (۲۸) صاحب حاشیہ خیالی

نام و نسب ..... احمد نام شمس الدین لقب اور والد کا نام موسیٰ ہے خیالی سے مشہور ہیں بڑے محقق مدقن جامع معقول و  
منقول عالم تھے حافظ ابن عماد حنبلی نے آپ کو امام علامہ لکھا ہے آپ نے مبنی علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی اس  
کے بعد مولیٰ خضر بیگ بن جلال الدین متوفی ۸۶۳ھ کی خدمت میں رہے۔

درس و تدریس ..... آپ کے بہترین مشاغل تھے غیاث الدین باشا چلی اور کمال الدین اسماعیل بن بابی قرمانی مشہور بقرہ  
کمال وغیرہ بڑے بڑے علماء نے آپ کی شاگردی کی ہے شروع میں آپ سلطانیہ بروسا میں مدرس تھے اور یومیہ تیس درہم  
پاتے تھے اس کے بعد کسی اور جگہ منتقل ہو گئے جب خطیب زادہ کے والد تاج الدین ابراہیم مشہور باین الخطیب کا (جو مدرسہ

ازینتق میں مدرس تھے انتقال ہو گیا تو وزیر محمود بادشاہ نے سلطان محمد خاں کی خدمت عالیہ میں علامہ خیالی کے متعلق عرضی پیش کی شاہ نے کہا یہ وہی شخص تو ہے جس نے شرح عقائد پر حواشی لکھے ہیں۔ محمود بادشاہ نے کہا جی ہاں! یہ وہی شخص ہے شاہ نے کہا بے شک یہ اس کا مستحق ہے اور علامہ خیالی عزم جمع کر چکے تھے۔ قسطنطنیہ پہنچنے پر وزیر نے یہ بات ان کے گوش گذار کی موصوف نے کہا اب تو میں حج کا ارادہ کر چکا ہوں اگر آپ اپنی وزارت اور بادشاہ سلامت اپنی سلطنت بھی دیدے تب بھی سفر حج بلقی نہیں کر سکتا چنانچہ آپ حج کیلئے چلے گئے اور واپس ہونے کے بعد کچھ دنوں تک مذکورہ مدرسہ میں مدرس کی اس کے بعد انتقال ہو گیا یہاں آپ کا روزینہ ایک سو تیس درہم تھا۔

زید و تقوی..... پیکر علم و فضل ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے عابد زاہد بھی تھے صوفیاء کے طریق پر ذکر و اذکار میں مشغول رہتے اور دن رات میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے اور اتنے نحیف الجشتہ تھے کہ انگشت شہادت اور انگوٹھے کے حلقہ میں ان کا بازو آجاتا تھا۔ مولوی غیاث الدین کا بیان ہے کہ میں دو سال برابر آپ کی خدمت میں رہا اور شہر ازینتق میں نے آپ سے تعلیم بھی حاصل کی مگر کبھی آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک روز جامع مسجد میں خواجہ زاوہ کے ساتھ مباحثہ ہوا اور آپ اس پر غالب آگئے کسی نے آپ سے کہا کہ آج تو آپ خواجہ زاوہ پر غالب آگئے آپ نے فرمایا کہ میں بھی ابن صالح بخیل کا سر ٹھوکتا ہی رہا راوی کا بیان ہے کہ میں نے صرف اسی دن آپ کو ہنستے ہوئے دیکھا ہے خواجہ زاوہ مذکور کی مریعوبیت کا یہ عالم تھا کہ وہ علامہ خیالی کے خوف سے کبھی بستر پر نہیں سویا۔ جب علامہ خیالی کا انتقال ہو گیا تب اس نے کہا "انا سئلنی بعد ذلک علی ظہری"

وفات..... آپ نے صرف تینتیس سال کی عمر پائی اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

غاناں از مرگ مہلت خواستند

عاشقان آتخذند نے زود باد

لمسفر ملک عدم میں کروں کیونکر تانم

باد کرنا نہیں کتنا نہیں تحمل مجھ کو (بہر ایست)

صاحب "انجم الحامی" نے سنہ وفات ۸۶۲ھ لکھا ہے صاحب کشف نے حواشی شرح تجرید کا تعارف کراتے ہوئے سنہ وفات (۸۷۰ھ) ذکر کیا ہے اور حواشی شرح عقائد کے ذیل میں کہا ہے کہ ۸۶۰ھ کے بعد انتقال ہوا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حواشی شرح عقائد کی تاریخ تالیف آخر رمضان ۸۶۲ھ ہے صاحب انوار الباری نے ۸۸۶ھ لکھا ہے مگر یہ غلط ہے۔ تصانیف..... شرح عقائد پر آپ کے حواشی نہایت مشہور و مقبول اور متداول ہیں اس میں بعض مضامین ایسے دقیق و دشوار ہیں کہ ان کو حل کرنے سے بڑے بڑے فضلاء عاجز ہو جاتے ہیں لیکن علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے ان کا بھی بہترین حل کر دیا ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

خیالات خیالی بس عظیم است برائے حل ابو عبدالحکیم است

اداکل شرح تجرید پر بھی آپ کا بہت عمدہ حاشیہ ہے اور استاد خضر بیگ کے منظومت العقائد کی شرح بھی کی ہے نیز ایک حاشیہ عقائد عضدیہ پر بھی لکھا ہے۔

حواشی خیالی..... (۱) حاشیہ خیالی۔ از شیخ کمال الدین اسماعیل قرلمانی معروف بقرقہ کمال (۲) حاشیہ خیالی از شیخ لطف اللہ بن الیاس رومی مقتول ۹۰۰ھ (۳) حاشیہ خیالی از شیخ رمضان بن عبدالحسن معروف بہ ہشتی متوفی ۹۷۹ھ (۴) حاشیہ خیالی۔ از شیخ حسن بن حسین بن محمد (۵) حاشیہ خیالی از شیخ محمد عالم مرعشی معروف چٹلی زلود متوفی ۱۱۵۰ھ (۶) حاشیہ خیالی از شیخ خواجہ زاوہ (۷) حاشیہ خیالی۔ از شیخ حسن چلمی بن الفناری متوفی ۸۸۶ھ (۸) حاشیہ خیالی از ملا عبدالحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ (۹) حاشیہ خیالی از شیخ محمد سعید بن امام ربانی مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۷۰ھ (۱۰) تعلق بر خیالی۔ از ملا نور محمد کشمیری متوفی ۱۱۹۵ھ (۱۱) حاشیہ خیالی از شیخ قول احمد۔ ل

## (۴۹) صاحب مسامرہ

نام و نسب اور پیدائش..... نام محمد، ابو لعالی کنیت۔ کمال الدین لقب۔ والد کا نام محمد لقب ناصر الدین ہے۔ دادا کا نام علی اور کنیت ابو بکر ہے ابن ابی شریف قدسی سے مشہور ہیں ۵ ذی الحجہ ۸۲۲ھ کو شنبہ کی رات میں بمقام قدس پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما پائی۔

تحصیل علوم..... پہلے قرآن پاک حفظ کیا پھر شاطبیہ اور نووی کی کتاب ”المنہاج“ حفظ یاد کر کے حافظ ابن حجر عسقلانی اور قاضی القضاة سعد الدین دیری حنفی وغیرہ کو سنائی شیخ زین الدین اور شیخ عماد الدین بن شرف سے فقہ حاصل کیا شہاب بن ارسلان کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے ۸۳۳ھ میں قاہرہ پہنچے اور یہاں حافظ ابن حجر سے استفادہ کیا اور شیخ محقق ابن ہمام حنفی وغیرہ سے بھی سیرابی حاصل کی۔

درس و تدریس اور افتاء..... ۸۳۶ھ سے فتویٰ دینا شروع کیا ۸۵۳ھ میں حج کیلئے گئے اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے ۸۷۹ھ میں والد ماجد دنیا سے رخصت ہو گئے تو ۸۸۱ھ میں آپ نے قاہرہ کو وطن بنا لیا اور یہیں درس و تدریس کا مشغلہ رہا اور خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔

وفات..... کشف الظنون میں سے کہ آپ نے ۹۰۵ھ میں وفات پائی۔

الموت کاس: کل الناس شاد بہ

والقبر باب: کل الناس داخلہ

تصانیف..... علم فقہ میں ”اسعاد بشرح الارشاد“ اصول فقہ میں ”الدرر الملوامع“ بحر جمع الجوامع ”عقائد و کلام میں الفرائد فی حل شرح العقائد اور المسامرہ شرح المسامیرہ تصنیف کی جو داخل درس ہے یہ حواشی شرح عقائد کے بعد کی تصنیف ہے تفسیر بیضاوی بخاری اور صفوۃ الزبیر بھی کچھ تحریر فرمائی۔ صوبہ الغمامہ بھی آپ ہی کی تصنیف ہے آپ کے تلمیذ خاص مجیر الدین عبدالرحمن حنبلی نے الانس العجلیل بتدوین القہس و الخلیل میں آپ کا ترجمہ قلمبند کیا ہے۔

## (۵۰) صاحب امور عامہ

نام و نسب..... آپ کا نام مرزا محمد زاہد ہے قاضی محمد اسلم کے فرزند ارجمند ہیں مولانا خواجہ کوہی جو خراسان کے مشہور بزرگ اور شیخ طریقت تھے قاضی محمد اسلم انیس کی اولاد میں ہیں مرزا زاہد کی پیدائش شہر ہرات میں ہوئی اس لئے نسبت میں یہودی کہلاتے ہیں۔

تحصیل علوم..... آپ نے اپنے والد ماجد قاضی محمد اسلم اور ملا محمد فاضل وغیرہ علماء عصر سے علوم مروجہ کی تکمیل کی اور صرف تیرہ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کر کے علم و فن میں یکتائے روزگار ہوئے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں مرزا از مشرب صافی صوفیہ نیز بہرہ تمام داشتہ و صحبت کیے از اکابر ایں طریقہ در یافتہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب مرزا صاحب کی فقہی قابلیت پر تعقید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”مرزا زاہد داخل اور فقہ کم بود امیر لے شرح و قایہ فی خواندے حضرت جد بزرگوار (شاہ عبدالرحیم صاحب) سبق کی فرمود۔“

ملازمت اور درس و تدریس..... ابتداء رمضان ۱۰۶۳ھ میں شاہ جہاں کی جانب سے کابل کی واقعہ تویسی پر مامور ہوئے پھر شاہ عالم گیر نے ۱۰۷۵ھ میں اردوئے معلیٰ (لشکر شاہی) کا محتسب بنا دیا۔

اس زمانہ میں آپ کا قیام اکبر آباد میں رہا اور اسی زمانہ میں شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم



صاحب نے آپ سے منطوق و فلسفہ کی تمام کتابیں پڑھیں ایک عرصہ کے بعد آپ کو کابل کی صدارت تفویض ہوئی پھر تمام منصوبوں سے استعفاء دیگر گوشہ نشینی اختیار کی اور تدوین و ترویج علوم کی خدمت اپنے ذمہ لے لی۔

دیانتداری اور پرہیزگاری ..... حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے مرزا صاحب کی دیانتداری پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ مرزا صاحب نے رمضان شریف میں اپنے شاگرد رشید شاہ عبدالرحیم صاحب کی دعوت کی شاہ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ میں مرزا صاحب کے مکان پر پہنچا افطار کا وقت قریب تھا ایک کباب فروش حاضر ہو اور اس نے کباب کا پورا اخوان مرزا صاحب کے سامنے رکھ کر عرض کیا یہ حضور کی نیاز ہے آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ عزیز من میں تمہارا پیر نہیں استاد نہیں پھر نیاز کیسی۔ بظاہر کوئی اور غرض ہے اس کو بیان کرو کباب فروش نے پہلے تو یہی کہا کہ کوئی غرض نہیں مگر جب زیادہ اصرار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کی دکان لب سڑک سے اور قاضی صاحب کے پیارے اس کو وہاں سے اٹھوانا چاہتے ہیں بہر حال مرزا صاحب نے اس کی تسلی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ کل کسی متدین پیارے کو کبھی بچوں کا جو تحقیق کر کے صحیح فیصلہ کر دے گا۔ اب آپ جائیے! کباب فروش! حضور افطار کا وقت قریب آ گیا، اب میں یہ کباب کہاں لے جاؤں، فروخت کا وقت بھی نہیں رہا میں نے تو یہ آپ ہی کیلئے بنائے تھے آپ ہی منظور فرمائیں۔ مرزا صاحب نے اپنے بچوں کے معلم سے فرمایا ان کبابوں کی قیمت طے کر کے مکان میں بھجوا دو اور قیمت ان کے حوالے کر دو۔ چنانچہ معلم نے کباب فروش کو علیحدہ لے جا کر قیمت دریافت کی کباب والے نے صرف آٹھ آنے مانگے، معلم نے آٹھ آنے اس کے حوالے کر دیئے۔ شاہ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے معلم سے کہا کہ یہ مال بہت زیادہ کا ہے، آٹھ آنے میں بھی اس نے خوشامد میں دیا ہے رشوت سے تو اب بھی خالی نہیں میری یہ گفتگو مرزا صاحب نے سن لی فوراً کباب فروش کو بلوا کر دریافت فرمایا۔ ان کبابوں پر کیا صرف ہوا ہے اور تمہاری محنت کتنی ہے۔ ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔ بہر کیف جب حساب کیا گیا تو ان کبابوں کی قیمت ساڑھے تین روپے ہوتی تھی۔ مرزا صاحب نے اس کو یہی قیمت دلوائی اور معلم کو بلوا کر بہت ڈانٹا اور فرمایا: تم چاہتے ہو کہ اپنا روزہ حرام مال سے افطار کریں یہ کون سی عقلمندی ہے اور کیا خیر خواہی۔

گرامت و بزرگی ..... حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب اگرہ میں قاضی صاحب کے پاس حضرت شیخ سعدی شیرازی کے یہ دو شعر پڑھ رہے تھے۔

جز ستر عشق ہرچہ ستمانی بطلت ست

جز یاد دوست ہرچہ کنی عرضا نفع ست

علمی کہ رہ حق نہ نماید جمالت ست

سعدی بنوی لوح دل از نقش غیر حق

جو تھا مصرعہ یعنی ”علمی کہ روح نہ نماید“ یاد نہیں آیا تھا اس کی وجہ سے بہت تنگ دل ہو رہے تھے کہ دفعۃً ایک شخص کبل اوزھے ظاہر ہوا جب وہ تیسرا مصرعہ پڑھ چکے تو اس شخص نے برابر سے نکل کر چو تھا مصرعہ پڑھ دیا بس سنتے ہی کھل گئے دوڑے اور جا کر مصافحہ کیا پوچھا آپ کا اسم شریف۔ کہا ”فقیر المصلح الدین شیرازی می گویند یعنی عالم یقظہ میں حضرت شیخ سعدی کی روح نے مہمل ہو کر مصرعہ بتا دیا۔“

وفات حسرت آیات ..... ۱۱۱۱ھ میں اس قاضی زاہد منش نے دنیائے فانی سے کوچ کیا۔

وطن براونج کاخ لامکان کرد

وداع کلبہ ننگ جہاں کرد

تصانیف ..... جس زمانہ میں شاہ عبدالرحیم صاحب شرح مواقف پڑھتے تھے۔ مرزا صاحب نے شرح مواقف کا مشہور حاشیہ تحریر فرمایا۔ شرح تمذیب علامہ ذوالی لور رسالہ تصور و تصدیق ملاحظہ الدین رازی کے حواشی و شرح ہیا کل آپ کی مشہور تصانیف ہیں جو ہندوستان، بخارا اور کابل وغیرہ کے عربی مدارس میں داخل درس ہیں اور ایک عرصہ تک ان کتابوں کو اتنی اہمیت حاصل رہی ہے کہ کسی مولوی کو اپنے اقران میں اس وقت تک امتیاز حاصل ہی نہیں ہوتا تھا جب تک کہ تیر کا ہی سہی اعلم ان

العلم المجتہد لدہ کے دو لفظوں ہی پر چند حروف بنام حاشیہ منقوش نہ کر دے ہوں مشہور ہے کہ مولانا محمد حسن کانپوری میرزا ہد کے تیس تیس حاشیوں کو سامنے رکھ کر پڑھ لیا کرتے تھے کتب مذکورہ کے علاوہ شرح تجرید پر بھی مرزا صاحب کے حواشی ہیں۔

## فہرست حواشی کتاب امور عامہ

====	ملاح محمد عبدالحق بن ملاح محمد سعید بن ملاح قطب الدین فرنگی محلی	۱ حاشیہ بر امور عامہ
اواخر ۱۲۰۰ھ	قاضی احمد علی بن سعید فتح محمد سندیلی	۲ حاشیہ بر امور عامہ
۱۲۳۵ھ	بحر العلوم عبدالعلی بن نظامی الدین بن قطب الدین شہید	۳ حاشیہ بر امور عامہ
۱۲۰۹ھ	ملاح محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ بن اسعد	۴ حاشیہ بر امور عامہ
۱۲۲۵ھ	ملاح محمد مبین بن ملاح محبت اللہ لکھنوی	۵ حاشیہ بر امور عامہ
	محمد وارث رسول نمابندی	۶ حاشیہ بر امور عامہ
۱۲۷۰ھ	مولوی ولی اللہ بن حبیب اللہ بن ملاح محبت اللہ فرنگی محلی	۷ حاشیہ بر امور عامہ
	مولوی عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی	۸ حاشیہ بر امور عامہ
	مولوی وحید الزماں بن مولوی مسیح الزماں	۹ حاشیہ بر امور عامہ

درس نظامی میں سات کتب لویہ داخل درس ہیں، سب سے معلقہ، حماسہ، تہمتی، مقامات، ہجرت الیمن، مفید الطالبین، ہجرت العرب

## (۵۱) صاحب سب سے معلقہ م ۱۵۵ھ

نام و نسب..... حماد نام، ابو القاسم کنیت رلویہ لقب، والد کا نام ساہو ریا میسرہ ہے اور کنیت ابو لیلی اور دادا کا نام مبارک اور پردادا کا نام عبیدہ ہے اس کی اصل و پیم کی تھی یہ ۹۰ھ میں (اور بقول حسن سند دبی ۷۵ھ میں) کوفہ میں پیدا ہوا اور وہیں نشوونما پائی۔ کوفہ میں تین شاعر تھے اور تینوں کا نام حماد تھا۔ ایک حماد بن عمر جو حماد عجرد سے مشہور ہے اور ایک حماد بن الزبرقان اور ایک حماد رلویہ۔

تعارف..... حماد شعر و اشعار، لغات و ادب اور معرفت و واقعات عرب میں ید طولی رکھتا تھا۔ سیر و سیاحت سے اس کو بہت دلچسپی تھی، چنانچہ اس نے بہت سے شہروں اور ملکوں، دیہاتوں اور جنگلوں کا سفر کیا ہے مورخ زرنگی کتاب الاعلام میں اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھتا ہے۔

اشعارها و اخبارها و انابها و لغاتها

كان من اعلم الناس بايام العرب و

ان کے اشعار و اخبار اور انساب و لغات کا جاننے والا تھا

یہ لوگوں میں سب سے زیادہ عربوں کی جنگ ان

ابن الخطاح نے ذکر کیا ہے کہ حماد ابتداء میں بڑا الابی قسم کا آدمی تھا اکثر چوروں اور ڈاکوؤں کے ساتھ رہتا تھا ایک مرتبہ اس نے کسی کے یہاں نقب لگایا اور صاحب خانہ کا سب مال نکال لیا۔ اس میں انصار کے اشعار کا ایک جز بھی تھا حماد نے اس کو پڑھا اور پورے کو محفوظ کر لیا، اس کے بعد شعر و ادب یام عرب اور لغات کی طلب میں لگ گیا یہاں تک کہ اس میں وہ کمال حاصل کیا جس کی نظیر نہیں۔

رلویہ لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ..... ولید بن یزید اموی نے اس سے پوچھا کہ تمہیں رلویہ کا لقب کیسے ملا۔ اس نے کہا امیر المؤمنین! میں نے ہر اس شاعر کے قدم پر جو ید اشعار کو ید کیا ہے جس کو آپ جانتے ہیں یا آپ نے اس کا نام

سنائے نیز میں ان کے اشعار کی روایت بھی کرتا ہوں اس لئے لوگ مجھے راویہ کہنے لگے۔  
ولید بن یزید کا تھیر..... یہ سکر ولید متحیر رہ گیا اور اس نے پوچھا کہ تمہیں کتنے اشعار یاد ہیں۔ حماد نے کہا کہ اس کثرت سے یاد ہیں کہ حروف مجسم کی ترتیب سے ہر حرف پر سو قصیدے پڑھ سکتا ہوں اور یہ شعراء جاہلیت کے ان اشعار کے علاوہ ہوں گے جو مقطعات کہلاتے ہیں۔

قوت حافظہ اور آزمائش..... ولید نے بغرض امتحان اشعار سنائے کا حکم دیا چنانچہ حماد نے اشعار سنانا شروع کئے اور اتنے سنائے کہ ولید سنتے سنتے تھک گیا اور مجبور ہو کر اپنی جگہ اپنے ایک معتمد کو بٹھادیا، حماد نے اس کو صرف عرب جاہلیت کے کچھ کم تین ہزار اشعار سنا ڈالے جب ولید کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے ایک لاکھ درہم دینے کا حکم کیا۔  
کہا جاتا ہے کہ کسی نے حماد سے کثرت روایت کے متعلق دریافت کیا اس نے کہا کہ میں سات سو قصیدے ایسے روایت کرتا ہوں جن میں سے ہر ایک کا آغاز "بانت سعاد" سے ہے۔

ایک مرتبہ طرمح شاعر نے حماد کو ساتھ اشعار کا ایک قصیدہ سنایا حماد نے کہا یہ قصیدہ تیرا نہیں ہے اس نے کہا یہ کیسے۔ حماد نے کہا کہ میں یہی قصیدہ میں اشعار کے اضافہ کے ساتھ سناتا ہوں جس سے خود ثابت ہو جائے گا کہ یہ قصیدہ تیرا نہیں ہے چنانچہ حماد نے اس کو اسی طرح سنا دیا۔

حماد راویہ اور من کثرت اشعار..... مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے "وحی الہی" میں ذکر کیا ہے کہ بنو امیہ اور عباسیہ کے عہد میں کچھ ایسے لوگ تھے جو خلفاء و امراء سے بیش از بیش انعام حاصل کرنے اور بعض دوسری اغراض کے لئے از خود کلام گھڑ گھڑ کر شعراء و خطباء جاہلیت کی طرف منسوب کر کے سلاتے تھے ان وضامین میں حماد راویہ اور خلف بن حیان الاحمر زیادہ مشہور ہیں۔ امام اہمضعی کا قول ہے کہ حماد اعلم الناس ہے اگر وہ اشعار میں کمی بیشی نہ کرے علامہ یا قوت حموی لکھتے ہیں کہ اہمضعی نے یہ اس لئے کہا کہ حماد کے متعلق عام خیال یہ تھا کہ وہ شعر از خود کہتا ہے اور پھر شعراء عرب کی طرف اسے منسوب کر دیتا ہے۔ مفصل ضبی کا قول ہے کہ شعر پر حماد کی وجہ سے ایسی آفت ٹوٹی ہے جس کی کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی، یہ شخص قدیم شاعروں کے محاورات، انداز بیان اور ان کے لغات و اسلوب کو اسے پوری طرح واقف تھا اس لئے ان کے ہی طرز میں شعر کہہ کر ان کی طرف منسوب کر دیتا تھا اور سوائے ماہر فن نقاد کے عام لوگوں کو امتیاز نہیں ہو سکتا تھا کہ اس قصیدے میں کتنے شعر شاعر کے ہیں اور کتنے خود حماد کے کہے ہوئے ہیں۔ یہی حال خلف الاحمر کا تھا اس کی تصدیق اس قصہ سے بخوبی ہو جاتی ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ممدی نے مفصل ضبی کو بلا کر پوچھا کہ زہیر بن ابی سلمی نے اپنے قصیدہ کا آغاز "دع ذاو عد القول فی ہرم" سے کیا ہے اس سے پہلے کوئی بات نہیں کی پھر اس نے "دع" کہہ کر خود کو کس بات کے ترک کا حکم کیا ہے مفصل نے کہا حضور مجھے اس کی بابت کچھ معلوم نہیں البتہ یہ خیال ہوتا ہے کہ شاعر کسی فکر میں ڈوبا ہوا تھا یا کوئی شعر کہنا چاہتا تھا اس سے ہٹ کر اس نے کہا "دع ذاو" اسی دع مانت فیہ من القول وعد القول فی ہرم" ممدی نے حماد کو لویہ کو بلا کر پوچھا، اس نے کہا قصیدے کا آغاز یوں ہے۔ لکن اللیار بقنة الحج. اھوین مذجج ومذھر لعب الزمان بہاد غیر ہا لعدی سوافی المورو القطر

قصر بمند فع التحات من. صفوی الات الضال والسنر. دع ذاو عد القول ۱۵

ممدی نے مفصل سے کہا: یہ اس نے کیا سنایا ہے۔ مفصل نے کہا حضور! یہ اس نے اپنی طرف سے گھڑا ہے۔ ممدی نے حماد سے حلف لیا تو حماد نے اس کا اعتراف کیا کہ واقعی یہ میرا کلام ہے ممدی نے حماد کو انعام دیا۔ لیکن مفصل کو اس سے زیادہ دیا اور عام اعلان کر لیا کہ ہم نے حماد کو عہد کی شعر کی بناء پر مفصل کو اس کی سچائی کی بنا پر انعام دیا ہے سو جو شخص نیا اور عمدہ شعر سننا چاہے وہ حماد سے سنے اور جو شخص صحیح روایت کے ساتھ سننا چاہے وہ مفصل سے سنے۔  
حماد کی کہانی خود اس کی زبانی..... علامہ حریری نے "درۃ القواص" میں اور ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں حماد کا بیان

نقل کیا ہے وہ کتاب ہے کہ یزید بن عبد الملک کے یہاں میرا آنا جاننا ہوتا تھا جس کی وجہ سے اس کا بھائی ہشام مجھ پر ہمیشہ جو رو دغا اور زیادتی کرتا رہتا تھا۔ جب یزید کا انتقال ہو گیا اور خلافت کی باگ ڈور ہشام کے ہاتھ میں آگئی تو مجھے اپنے مشعلق اور اندیشہ ہو اس لئے میں نے باہر آنا جانا بند کر دیا اور گھر میں چھپ کر بیٹھ رہا اگر کوئی اشد ضرورت ہوتی تو خفیہ طور پر کسی قابل وثوق دوست کے ساتھ باہر جاتا اور ضرورت پوری کر کے واپس آجاتا اسی طرح پورے ایک سال گزر گیا مگر اس درمیان میں کسی سے کوئی ایسی بات نہیں سنی جو میرے لئے باعث تردد ہو اس لئے میں مطمئن ہو گیا چنانچہ ایک روز میں نے رصافہ کی جامع مسجد میں نماز ادا کی نماز سے فارغ ہو کر باہر آیا تو پولیس والوں سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے کہا حماد! امیر یوسف بن عمر نے بلایا ہے میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہی اندیشہ تھا اس کے بعد میں نے ان سے کہا کہ مجھے اتنی مہلت ملے گی جس میں اپنے گھر والوں کو ہمیشہ کیلئے الوداع کہہ کر آؤں۔ انھوں نے کہا ہرگز نہیں میں نے مایوس ہو کر خود کو ان کے حوالہ کر دیا اور وہ مجھے یوسف بن عمر کے پاس لے گئے وہ اس وقت ایوان احرار میں رونق افروز تھا میں نے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دے کر مجھے ایک خط دیا جس میں یہ مضمون تھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

من ہشام امیر المؤمنین الی یوسف بن عمر النضی اما بعد فاذا قرأت کتابی هذا فابعث الی حماد الراویة من یتیک بہ من غیر نرویع وادفع لہ خمس مائة دینار وجملا مہریا یسیر علیہ الا انتی عشرة لیلۃ الی دمشق۔

حماد کتاب ہے کہ میں نے اثر فیاں لیس اور اونٹ پر سوار ہو کر بارہ روز کی مسافت طے کر کے دمشق پہنچا اور اجازت طلب کر کے ”دار قوراء“ میں داخل ہوا جہاں ہشام ریشمی سرخ لباس زیب تن کئے ہوئے سرخ قالین پر جلوہ افروز تھا میں نے سلام کیا ہشام نے سلام کا جواب دے کر مجھے اپنے قریب بلایا میں نے قریب ہو کر پابوسی کی اب اچانک دیکھتا ہوں کہ دو باندیاں نہایت حسین و جمیل موجود ہیں جن کے کانوں میں چمکدار موتیوں والے جھوٹے بڑے ہیں ہشام نے کہا: کہو حماد! کیا حال ہے میں نے کہا: امیر المؤمنین! بحمد اللہ بخیر ہوں، اس نے کہا، جانتے ہو میں نے تم کو کیوں بلایا ہے۔ میں نے کہا نہیں! اس نے کہا ایک شعر کے متعلق معلوم کرنے کیلئے بلایا ہے کہ وہ کس کا ہے میں نے کہا وہ کون سا شعر ہے۔ تو ہشام نے یہ شعر پڑھا۔

قینتہ فی یمینہا ابریق

دوعوا بالصبح یوما فاجاءت

میں نے عرض کیا حضور! یہ شعر عدی بن زید عبادی کے قصیدے کا ہے۔ ہشام نے کہا قصیدہ ستاؤ میں نے قصیدہ ستلیا بکر العاذلونی فی وضع الصبح۔ یقولون لی ما نستحقین۔ ویلیو مون فیک یا بئتہ عبد اللہ والقلب عند کم موہوق۔ لیست ادری لزا کثر والعدل فیہما۔ اعد ویلیو منی ام صدیق۔ قال حماد فاقبتیت فیہا الی قولہ۔

دوعوا بالصبح یوما فاجاءت. قینتہ فی یمینہا ابریق. قلمتہ علی عقار کعبین المذبت

صفی سلافہا الرروق. مرۃ قبل مزجہا فاذا ما. مرجت لذطعہما من یدوق وطفافو فرفہا

فقا قیع کالیا. قوت حریرینہا التصفیق. ثم کان المزاج ماء سحاب لاصری اجن ولامطروق

حماد کا بیان ہے کہ قصیدہ سکر ہشام سستی میں جموٹے لگا کر بولا! حماد! تم نے خوب کہا پھر اس نے باندی سے کہا کہ اسے جام می پلا چنانچہ اس نے مجھے ایک گھونٹ شراب پلائی جس سے میری تہائی عقل ماؤف ہو گئی پھر ہشام نے قصیدہ کا اعادہ کر لیا میں نے دوبارہ ستلیا تو اس نے دوسری باندی سے شراب کے لئے کہا اس نے بھی اسی طرح شراب پلائی اس کے بعد ہشام نے کہا حماد! بول کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا ان میں سے ایک باندی عنایت کر دیجئے ہشام نے کہا یہ دونوں مع سادو سامان تیری ہیں۔ اس کے بعد پھر شراب کا دور چلا اور میں اتنا ہوش ہو گیا کہ صبح تک کچھ خبر نہیں رہی جب صبح ہوئی تو

دیکھا کہ دس خادم ہیں جن میں سے ہر ایک کے پاس دس دس ہزار درہموں کی تیلیاں ہیں ان میں سے ایک خادم نے کہا کہ امیر المومنین نے سلام کہا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ آپ یہ عطیہ لہجے اور اپنے سفر میں اس سے فائدہ اٹھائیے چنانچہ میں وہ دونوں بانڈیاں اور زر نقد لے کر واپس آ گیا۔

سب سے معلقہ..... زمانہ جاہلیت کی مختصر سی مدت میں جو شاعری روایت کی گئی ہے وہ اتنی زیادہ ہے کہ اس کو یکجا کرنا مشکل ہے حالانکہ اس کا بڑا حصہ راویان شعر کے فاتحانہ معرکوں میں مر جانے کی وجہ سے تلف ہو گیا ابو عمرو بن العلاء کا قول ہے کہ ”عرب کی شاعری کا بہت ہی کم حصہ تم تک پہنچا ہے اگر وہ ہتمام ملتا تو تم کو علم و حکمت اور شعر و ادب کا بہت بڑا حصہ ملتا۔“ لیکن اس بہت سے حصہ کی نسبت بھی جاہلیت کی طرف غیر صحیح اور اس کی روایت مشکوک ہے کیونکہ شاعری کی تدوین دوسری صدی ہجری سے قبل تک نہیں ہوئی تھی اور اتنے طویل زمانہ تک شاعری کا زبانی منتقل ہوتے رہتا اس امر کے امکانات رکھتا ہے کہ اس میں تبدیلیاں، اضافے اور مصنوعی اشعار جگہ جگہ پا چکے ہیں دور جاہلیت کی شاعری کے مشہور راوی حماد اور خلف الاحمر کے متعلق من گھڑت شعروں کو جاہلی شعراء کی طرف منسوب کرنے کا شیعہ وجہ یہ ہے کہ چلے ہیں اس گمان کی مزید تصدیق کرتا ہے شاید وہ انچاس قصیدے جنہیں ابو زید قرشی نے جمہرہ اشعار العرب میں نقل کیا ہے قدیم شاعری کی سب سے زیادہ صحیح روایت اور جاہلی شاعری کے طرز و ادب و اسلوب بیان کی سچی مثال پیش کرتے ہیں اور ان میں بھی اعتبار روایت سب سے زیادہ مستند اور بلحاظ حفاظت و عنایت سب سے زیادہ معتد معالقات (بانڈیا ت یا سوط) ہیں ان کے متعلق غالب رائے یہ ہے کہ وہی ایسے سات قصائد ہیں جو تمام مورخین کے خیال کے مطابق عربوں کے منتخب و پسندیدہ قصائد تھے جنہیں آب زر سے وصلوں پر لکھوا کر اظہار مقبولیت اور دائمی شہرت کے لئے خانہ کعبہ پر آویزاں کر دیا گیا تھا چنانچہ ان میں سے بعض تو فتح مکہ کے دن تک وہاں لٹکے ہوئے تھے اور کچھ اس آگ کی نذر ہو گئے تھے جو اسلام سے قبل خانہ کعبہ میں لگی تھی۔ بعض لوگ ان قصائد کے خانہ کعبہ پر آویزاں کئے جانے کی بلا دلیل معقول تردید کرتے ہیں۔ متقدمین میں اس خیال کے موید ابو جعفر نحاس متوفی ۳۳۸ھ ہیں جنہوں نے شرح معالقات میں لکھا ہے کہ ”یہ کننا کہ یہ قصائد خانہ کعبہ پر آویزاں کئے گئے تھے روایت کوئی سند نہیں رکھتا۔“ اور متاخرین میں جرمن مستشرق پروفیسر فولڈ کی ہے جس نے اپنی کتاب میں اس خیال کو ترجیح دی ہے کہ معالقات کے معنی منتخبات یعنی پسندیدہ اور چنے ہوئے قصائد ہیں اور یہ نام حماد نے ان قصائد کو گلے میں لٹکے ہوئے ہاروں سے تشبیہ دیتے ہوئے رکھا ہے اس کی مزید تقویت کیلئے یہ دلیل پیش کی ہے کہ ان قصائد کو ”سوط“ بھی کہتے ہیں جس کے معنی ہاروں کے ہیں، فرانسیسی پروفیسر کلا مین ہیار جس نے اپنی زبان میں تاریخ ادب عربی پر کتاب لکھی ہے وہ بھی فولڈ کی کی رائے سے پورے طور پر متفق ہے حالانکہ اہم عمد ناموں کو کعبہ پر آویزاں کرنا زمانہ جاہلیت کا ایسا دستور ہے جس کے آثار اسلام آنے کے بعد بھی باقی رہے چنانچہ قریش نے اپنی وہ خزانہ کعبہ پر آویزاں کی تھی جس میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کی دعوت اسلام پر آپ کی حمایت میں اٹھنے والے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے ترک موالات کا تہیہ کیا تھا نیز خلیفہ ہارون رشید نے بھی وہ عمد نامہ خانہ کعبہ پر آویزاں کیا تھا جس میں اس نے اپنے بعد اپنے دو بیٹوں امین اور مامون کو خلیفہ بنانے کا عمد لیا تھا۔ پھر ان قصائد کے بارے میں ایسا تسلیم کر لینے میں کون سا امر مانع ہے جبکہ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ عرب شاعری سے کس قدر متاثر ہوتے تھے اور ان میں شاعروں کو کس درجہ عزت و وقعت تھی، ثانیاً یہ ایک ایسی رسم ہے جس کی مثالیں یونانی لوب میں بھی ملتی ہیں چنانچہ وہ قصیدہ جو عنانی شاعری کے سربر آوردہ شاعر ”بندار“ نے ڈیگورس کی مدح میں کہا تھا اسے بھی لنوس میں لیتیز کے معبد کی دیواروں پر آب زر سے لکھایا گیا تھا۔

۱۔ حریری نے درۃ الغوامس، میں یہ قصہ اسی طرح نقل کیا ہے لیکن اس میں ایک اشکال تو یا جاہلیتہ اسقہ پر ہے کیونکہ ہشام شراب نوحہ نہیں تھا (الایہ) کہ اس کے سامنے صرف دوسروں نے بی ہو کو دوسرا اشکال ان ہشاء ابث الی یوسف عمر اسقہ پر ہے کہ اس وقت یوسف مذکور والی عراق میں تھا بلکہ والی عراق خالد بن عبد اللہ القسری تھا جس کا ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔

صعبہ مطلقہ کے سناٹے تھی وہ اس کے کہنے والے شعراء امرؤ القیس، زہیر بن ابی سلمیٰ، طرفہ بن العبد، لبید بن ربیعہ، عنترہ بن شداد، امرؤ القیس اور عمار بن حارث بن حلوہ ہیں۔

پسلا قصیدہ..... ملک الشعراء امرؤ القیس حدیج بن حمر بن عمرو کندی کا ہے جو نبی کریم ﷺ کی بعثت سے تقریباً چالیس سال قبل گزرا ہے۔ (اسم امرؤ القیس ہے کہ بیاسی سال قبل گذرا ہے) یہ معزز خاندان کا نجیب الطرفین بچہ تھا اس کا باپ بنو اسد کا بادشاہ اور شاہان کندی کی تختی سے تھا اس کی ماں کلیبہ و سہلہ کی بہن تھی۔ امرؤ القیس کے معنی عبد الصنم کے ہیں امراء بمعنی عبد اور قیس بمعنی بت، اس وجہ سے امام اصمعی اسکو امراء اللہ کہا کرتے تھے مگر صحیح یہ ہے کہ امراء بمعنی مرد اور قیس بمعنی شدت ہے۔

امرو القیس کا بچپن نہایت ناز و نعم میں گذرا۔ سرداری کے ماحول میں بڑھا۔ بعد میں اس کی عادتیں بگڑ گئیں اور وہ نوحی، عشق بازی، کھیل کود اور شعر، شاعری میں لگ گیا آوارگی و دل لگی اپنا شیوہ بنایا اور مجدد سروری کے بلند کاموں میں حصہ لینے سے گریز کرنے لگا اسی لئے لقب ملک التسلیل دیا گیا تھا بد چلن ہو جانے کی وجہ سے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا۔ یہ اپنے باپ کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا گھر سے نکلنے پر اس نے آوارہ گردوں اور اوباشوں کے گروہ میں شرکت کر لی اور شدہ شدہ یہ یمن کے ایک علاقہ ”دمون“ میں پہنچا جہاں اسے اپنے باپ کے مرنے کی اطلاع ملی جسے بنو اسد نے اس کے ظالمانہ رویہ کی بنا پر قتل کر ڈالا تھا، باپ کی موت کی خبر سن کر امرؤ القیس نے کہا۔

دمون اننا معشر یمانون

تطارول اللیل علیا دمون

واننا لاهلنا مجنون

اس کے بعد اپنے ابا ”صنم“ یعنی سفیر، مہمانی دہ کبیر الاصحوا لیوم دلا سکر غدالیوم خرو غدا مر ”میرے باپ نے کم سنی میں تو مجھے گھر سے نکال دیا اور یہاں سے ہونے پر اپنا خون مجھ سے اٹھوایا۔ آج ہوش نہیں اور کل نشہ نہیں آج شراب اور کل معاملہ کی بات۔“ پھر اس نے یہ شعر کہا۔

ولافی غداذکان ماکان مشرب

خلیلی ماہی المودہ منسجی لشارب

اس کے بعد اس نے قسم لگائی کہ جب تک اپنے باپ کے عوض بنو اسد کے سو آدمیوں کو قتل نہ کر لوں اور سو کے سر مونڈ کر ان کو ذلیل نہ کر لوں اس وقت تک نہ گوشت کھاؤں گا نہ شراب پیوں گا نہ سر میں تیل ڈالوں گا رات کو جب تاری چھائی اور اس نے دور کہیں بٹل اٹھاتے دیکھی تو کہا۔

ل اوقان لشرق بلیل اهل۔ یضی سناہ باعلی الجبل۔ اتائی حدیث فکذبہ

والا فخر بخرج سناہ القلل۔ بقتل بنی اسد ربہم۔ الاکل شنہ سواہ جلیل

اگلے روز اس نے اپنے صنم کو یہ کہیں کہ اپنے تھیلی کی تکمیل کیلئے اپنے تھیلی خاندان بکر و تغلب سے مدد چاہی اور بنی اسد کی طرف کوچ کیا اور ان پر بلہ بول دیا۔ بنو اسد نے اس سے کہا کہ اپنے باپ کے عوض ان میں سے سو معزز آدمی بطور نذر یہ قبول کر لے لیکن وہ نہ مانا اور جنگ پر مصدق ہا تہب، ذوق تہب، ذوق بکر نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا، اوھر منذر بن ماسل

نے اپنی ویرینہ عداوت کی وجہ سے امرؤ القیس کا پھیلایا جس پر امرؤ القیس کی حامی جماعتیں منذر کے ڈر سے منتشر ہو گئیں اور اس کو کہیں پناہ نہ مل سکی بالآخر اس نے سمول بن عادیہ کی پناہ لی اس کے پاس اپنی زر ہیں امانت رکھیں اور شمر غانی کے نام سفارشی خط لکھوایا تاکہ وہ اسے قیصر تک پہنچا دے اس زمانہ میں قیصر شاہ روم مقام چستیناں میں تھا جب امرؤ القیس اس

اہ میں اس بجلی کیلئے پیدا رہا جو رات میں کوندی اور اس کی روشنی پہاڑ کے بالائی حصے کو روشن کر رہی ہے مجھے ایک ایسی خبر پہنچی ہے جس سے پہاڑ کی چوٹیاں لرز جائیں لیکن میں نے اس کی تصدیق نہیں کی وہ خبر یہ ہے کہ بنو اسد نے اپنے آقا کو قتل کر دیا ہے یہ اتنی اہم خبر ہے کہ اس کے بعد تمام دوسری چیزیں بے وقعت اور حقیر ہیں۔

کے پاس پہنچا تو اس نے نہایت گرم جوشی اور احترام سے اس کو خوش آمدید کہا قصر کا خیال تھا کہ وہ امر و القیس کو اپنا بتانے اس کے بعد عربوں میں وہ اپنی قوت بڑھا کر ایرانی حکومت کا زور توڑ سکے گا چنانچہ اس نے ایک بڑا لشکر امر و القیس کے ساتھ روانہ کر دیا لیکن بعد میں خیال بدل جانے کی وجہ سے لشکر کو واپس بلا لیا، اسی اثنا میں امر و القیس کسی جلدی بیماری میں مبتلا ہو گیا جس کی وجہ سے اس کے بدن میں زخم پڑ گئے اور گوشت گل گیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب امر و القیس لشکر لے کر چلا گیا تو طراح لمذی نے قصر سے اس کے خلاف شکایتیں کر کے قصر کو درغلا یا تاکہ وہ امر و القیس سے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لے سکے، چنانچہ قصر نے امر و القیس کو ایک زہر آلود کار جوئی جوڑا بھیجا اس وقت امر و القیس انقرہ پہنچ چکا تھا اس جوڑے کے پہننے کے بعد اس کی وہ حالت ہوئی جو لو پرندہ کو رہی امر و القیس کے مندرجہ ذیل اشعار سے اس قصہ کی تائید بھی ہوتی ہے۔

لہ لقد طمع الطماح من نحو ارضه . ليلبسني من دانه ماتلبسا . و بدلت فرح ادميا بعد صحنه

فيا ملك نعمي قد تحولت ابوسا . فلو انها نفس تموت سريره . ولكنها نفس تساقط انفسا

امر و القیس بچپن ہی میں شعر کہنے لگا تھا، طبیعت کا تیز اور نہایت ذہین تھا اس کی شاعری میں الفاظ کی شوکت مشکل الفاظ کی کثرت، شعروں کی عمدہ بندش، ندرت خیال اور حسن تشبیہ پائی جاتی ہے مسلسل سزوں خطرات کے مقابلوں اور مختلف معاشروں میں اختلاط نے اس کے دماغ کو کھول کر تیز کر دیا تھا چنانچہ وہ نئے نئے معانی و مضامین پیدا کرتا، انوکھے اور جدید اسالیب اختیار کرتا تھا اس کی شہرت و برتری غیر معمولی ذہانت اور بلند مرتبہ کی وجہ سے اس کے زمانے کے بہت سے لوگوں کے اشعار بھی اس کی شاعری میں جگہ پا گئے ہیں کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا شاعر ہے جس نے محبوب کے کھنڈروں پر کھڑے ہونے اور رونے کی رسم ایجاد کی اس کی شاعری میں شاہی شوکت و سطوت، فقیرانہ تواضع و مسکنت، قلندرانہ مستی، بھرتے شیر کی حمیت، آوازگی کی دلالت و بے حیائی، زخم خوردہ کے شکوے اور نالے سب ہی یکجا ملتے ہیں انہیں وجوہ کی بناء پر تمام اویاء کا اتقاق ہے کہ شعراء عرب میں کوئی شاعر امر و القیس سے نہیں بڑھ سکا، اس کو ملک الشعراء اور اشعر الناس کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، بعض روایات میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد منقول ہے ”ان امر و القیس اشعر الناس وقائد ہم الی النار وانه بيده لواء الشعر“ ”بہ بلاغت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول نقل کیا ہے جس میں آپ نے امر و القیس کو تمام شعراء پر ترجیح دی ہے لبید شاعر سے لوگوں نے پوچھا

سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ لبید نے کہا الملك الضليل (یعنی امر و القیس) لوگوں نے کہا اس کے بعد کون ہے۔ لبید نے کہا الشاب القتيل (یعنی طرفہ) لوگوں نے کہا اس کے بعد کون ہے۔ لبید نے کہا الشيخ ابو عقل (یعنی لبید) فرزدق شاعر سے کسی نے پوچھا اشعر الناس کون ہے۔ فرزدق نے جواب دیا اشعر الناس وہ ہے جو یہ کہتا ہے۔

بسهيمك في اعشار قلب مقعل

لہ ما خرفت عينك الالضربي

خلف کا قول ہے کہ میں نے امر و القیس کے اس شعر سے زیادہ جامع شعر نہیں دیکھا۔

وقاد وذاد وعاد و افضل

افاد و جاد و ساد و زاد

امر و القیس جس طرح شعر و شاعری میں تمام جاہلی دور کے شاعروں کا لامہ و قائد تھا اسی طرح عشق بازی میں بھی سب سے پیش پیش تھا اپنی حجازی بوہن عزیزہ سے عشق کرتا اور اس کی ملاقات کا مشتاق رہتا تھا، ایک مرتبہ قبیلہ کو سفر کا اتقاق ہوا

طراح اپنے وطن سے اس لئے آیا کہ اپنی الجھن اور مصیبت مجھ پر ڈال دے اور میں صحت کے بعد خوبی زخموں میں مبتلا ہو جاؤں فسوس اس نعمت و خوش حالی پر جو نکالیف و شدائد میں تبدیل ہو جائے اگر میری جان صرف ایک اکسلے آدمی ہی کی موت ہوئی تو کوئی مضائقہ نہ تھا لیکن یہ تو ایسی جان ہے جو بہت سی جانیں لے ڈوبے گی۔ ۱۲۔ تیری دونوں آنکھیں اشکب نہیں ہو میں مگر صرف اس لئے کہ تو اپنی دونوں (نگاہوں کے) تیروں کو (میرے) شکتہ دل کے ٹکڑوں میں بے۔ وقد اجتمع عند عبد الملك اشرف من الناس والشعراء فالهم

عن ارق بيت قاله العرب فاجتمعوا على بيته وما خرفت ۱۲۵۱

حسب دستور مردوں کا قافلہ آگے تھا مگر یہ خفقہ طور پر عورتوں کی جماعت کے ساتھ ہو لیا جو مردوں سے پیچھے چل رہی تھیں راستہ میں ایک تالاب واقع ہوا جس کا نام ہزار جلیل تھا جب عورتیں وہاں پہنچیں تو مشورہ ہوا کہ نہانا چاہئے امرؤ القیس یہ معلوم کر کے کسی جگہ چھپ گیا۔ جب عورتیں کپڑے اتار کر تالاب میں داخل ہو گئیں تو اس نے تالاب کے کنارے سے ان کے کپڑے اٹھائے اور ایک درخت پر چڑھ گیا۔ عورتیں غسل سے فارغ ہو کر تالاب سے باہر نکلیں تو کپڑے نہ پائے، تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ امرؤ القیس نے اٹھائے ہیں عورتوں نے کپڑوں کی واپسی پر اصرار کیا لیکن اس نے یہ شرط لگائی کہ ہر عورت اس کے سامنے برہنہ آئے۔ مجبوراً عورتیں برہنہ سامنے آئیں اس معلقہ میں اسی واقعہ کا بیان ہے جو اکیاسی اشعار پر مشتمل ہے جس کا آغاز ”تھانک من ذکر ی حبیب و منزل“ اہ سے ہے۔

امرؤ القیس نے ۵۶۰ھ میں وفات پائی اور جیل عسب میں دفن ہوا ابن الکلبی کہتے ہیں کہ موت کی مدہ ہوشی کے وقت اس کی زبان پر یہ کلمات رواں تھے رب خطبت معجزة و طعت مسحرة و جفت معنجرہ بقی غدا بانقرہ کتنے فصیح بلغ خطبے نیزوں کے تیز طعنے اور لبریز پیالے کل انقرہ میں رو جائیں گے۔

دوسرا قصیدہ..... طرفہ بن عبد بن سفیان بکری کا ہے جو بلند پایہ شاعر، بھو گوئی میں بڑا جری اور شریف الاصل تھا امرؤ القیس کے بعد شعراء عرب میں کوئی اس کے مثل نہ تھا۔ یہ تیشی کی حالت میں پیدا ہوا تھا اور اس کے چچاؤں نے اس کی پرورش کی تھی لیکن انھوں نے تربیت میں لاپرواہی برتی اور اسے بے لوب اور بے ڈھنگ بنا دیا چنانچہ یہ جوان ہوا تو بیکاری، آرام پرستی، کھیل کود اور عے نوشی کی عادت پڑ چکی تھی لوگوں کو بے آبرو کرنے کا چسکا لگ چکا تھا یہاں تک کہ جو لئی کی ترنگ میں آ کر اس نے شاہ عمرو بن ہند کی بھو کہہ ڈالی حالانکہ یہ شاہ کی خوشنودی و عطیات کا محتاج تھا۔ طرفہ بچپن ہی سے نہایت ذہین و طبیب، حساس و زود فہم تھا بھی بیس برس کا بھی نہ ہوا تھا کہ شاعری میں کمال حاصل کر لیا اور اس کا شاہ بلند پایہ شاعروں میں ہونے لگا کہتے ہیں کہ اس نے اپنی زندگی میں جو پہلا شعر کہا وہ یہ تھا۔

ونفزی ماشئت ان ققری

خلالک الجوفیضی اصفری

لابدبو ما ان تصادی فاصبری

قد رفع الفخ فما ذاتحلری

طرفہ کا باپ بہت سامان چھوڑ کر مرا تھا اس کے چچاؤں نے مال تقسیم کرنے سے انکار کیا تو طرفہ نے کہا۔

صفر البنون وربط وردة غیب

مانظرون بمال وردة فیکم

حتى تظل له الدماء نصب

قدیعت الامر العظیم صغیرہ

بکر فسا قیہا المنا یا تغلب

والظلم فرق بین حی وائل

والکذب یالفہ المدنی الاخب

والصدق یالفہ الکریم المرتجی

لیکن عمرو بن کثوم کی طرح اس کی شہرت بھی اس کے معلقہ کی وجہ سے ہوئی ممکن ہے اس کے اور بہت سے اشعار بھی ہوں جو رولویوں کے علم میں نہ آسکے ہوں، کسی چیز کے وصف میں مبالغہ کو چھوڑ کر راست بیانی سے کام لینا اس کی خصوصیت ہے اس کے اشعار میں پیچیدہ ترکیبیں، مانوس الفاظ اور مبہم مضامین پائے جاتے ہیں جو اس کے معلقہ سے ظاہر ہیں یہ معلقہ ایک سو پانچ اشعار پر مشتمل ہے پہلا شعر یہ ہے ”لخولہ اطلاق بیرقہ ہمداه“ اس کی ابتداء تغزل سے ہے اس کے بعد سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے طرفہ نے نہایت انوکھے انداز سے پینتیس شعروں میں اپنی لوتھی کی تعریف کی ہے پھر اپنے ذاتی کمالات پر مشتمل فخریہ شاعری ہے جو نہایت بر مغز اور بلغ ہے۔

طرفہ کو اس کی عین حالت شباب میں (یعنی پچیس اے سال کی عمر میں) قتل کر دیا گیا، جس کا واقعہ مفضل بن محمد

اے اس کا ثبوت طرفہ کی بہن خرق کے مرثیہ کے اشعار ہیں۔

فلما ترفاھا استوی سیدافحما

عددناہ ستاو عشرین حجت

علی خیر حال لاولد اولافحما (بقیہ اگلے صفحہ پر)

فجفاہ لمار جو نا ایابہ



بن یعلیٰ ضبتی نے یوں بیان کیا ہے کہ عبد عمرو بن مرہد قبیلہ کاسر دلو اور شاہ عمرو بن ہند کا مقرب تھا اور طرفہ کی بہن اس سے منسوب تھی۔ بہن نے ایک روز شوہر کے متعلق اپنے بھائی طرفہ سے کوئی شکایت کی طرفہ نے بہن کوئی کی جہو میں کچھ اشعار کہہ دیئے جن میں سے دو شعر یہ ہیں۔

وان له كشحا اذا قام اهضما

اے ولاخیر فیہ غیر ان له الفنعی

یقلن عیب من سرارة ملهما

تظل نساء الحی یعکفن حوله

یہ اشعار شاہ عمرو بن ہند تک پہنچ گئے اس کے بعد ایک روز بادشاہ عبد عمرو بشر کے ساتھ شکار کیلئے نکلا اور ایک گور خر شکار کر کے عبد عمرو سے ذبح کرنے کیلئے کہا، عبد عمرو نے بہت کوشش کی مگر شکار قابو میں نہ آیا، بادشاہ نے یہ دیکھا تو ہنس کر کہا کہ طرفہ نے تیرے بارے میں صحیح کہا ہے اور جہو یہ اشعار سنائے۔ اس سے پیشتر طرفہ عمرو بن ہند کی جہو بھی کر چکا تھا۔ عبد عمرو نے بادشاہ سے اشعار سن کر عرض کیا حضور! طرفہ نے آپ کی شان میں جو کچھ کہا ہے وہ اس سے بھی سخت ہے اور وہ اشعار سنائے جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

رغوئا حول قبتنا نخور

فلیت لنا مکان الملک عمرو

بادشاہ کو یہ سکر طیش آ گیا اور کہنے لگا کہ اچھا وہ میرے بارے میں ایسا کہتا ہے فوراً بحرین میں معالی نامی شخص کو جو قبیلہ عبد قیس سے تعلق رکھتا تھا حکم لکھو لو یا کہ وہ طرفہ کو قتل کر دے اس پر بعض مشیر کاروں نے مشورہ دیا کہ تمکس پرانا گھاگ اور طرفہ کا دوست ہے طرفہ کے قتل کے بعد اس سے جہو کا خطرہ ہے اس لئے دونوں کو قتل کر دیا جائے چنانچہ بادشاہ نے دونوں کو بلایا اور انکو دوسرے بند لگانے کا حکم دیا، بحرین کے نام دئے جن میں دونوں کے قتل کا حکم تھا مگر ظاہر یہ کیا کہ ان خطوط میں تمہارے لئے انعام و اکرام کا حکم ہے بادشاہ نے خود بھی ان کو اس وقت ہدیئے دیئے یہ دونوں بچ بچ کر رونہ ہو گئے مقام حیرہ میں پہنچے تو تمکس نے بادشاہ کے بے سبب اظہار کرم سے کھٹک کر طرفہ سے کہا کہ مجھے تو کچھ دال میں کالا نظر آتا ہے، بلا وجہ یہ عزت و احترام نہیں ہے میں ایسا خط لے کر نہ جاؤں گا جس کے متعلق مجھے معلوم نہ ہو کہ اس میں کیا لکھا ہے طرفہ نے کہا تم بے وجہ بادشاہ کی طرف سے بدگمانی کرتے ہو اور کیا بات ہے اگر انعام ملا نہیں اور نہ واپس آجائیں گے لیکن تمکس نہ مانا اس نے خط کی مر کھولی اور اہل حیرہ میں سے ایک غلام سے پڑھوایا غلام نے خط دیکھ کر کہا تو تمکس ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں! کمانچ نکل ورنہ تیرے قتل کا حکم ہے تمکس نے خط لے کر نہر حیرہ میں پھینک کر کہا۔

کذلک اقی کل قط مضلل

القیثا بالشی من جنب کافر

یجود بها التیار فی کبی جدول

رضیت لها بالماء لمار انیتھا

نیز طرفہ سے کہا کہ یقین کر بخدا جو میرے خط کا مضمون ہے وہی تیرے خط کا ہے طرفہ نے کہا یہ ضروری نہیں کہ تیرے لئے حکم قتل ہو تو میرے لئے بھی ہو طرفہ نے جب تمکس کا کہنا نہ مانا تو وہ فوراً واپس ہو گیا اور طرفہ عامل بحرین کے پاس خط لے کر پہنچا۔ عامل نے کہا طرفہ! سن تو ایک شریف الاصل انسان ہے علاوہ ازیں تیرے خاندان والوں سے میرے اچھے تعلقات ہیں مجھ کو تیرے قتل کا حکم دیا گیا ہے بس ابھی بھاگ نکل ورنہ اگر خط کھول لیا گیا تو سوائے قتل کے اور کوئی چارہ نہ ہو گا لیکن طرفہ اب بھی نہ مانا اور یہ خیال کیا کہ عامل انعام دینے سے بچنے کیلئے ایسا کہہ رہا ہے۔ ہر حال خط پڑھا گیا اور طرفہ کی خواہش کے مطابق پہلے اس کو شراب پلا کر مست بنوایا گیا اور پھر قتل کر دیا گیا۔

اس کی عمر پچیس سال کی ہوئی تھی اور وہ کراقتدر سردار ہو گیا تھا اسکی موت کا صدمہ ہمیں اس وقت پہنچا جب ہم یہ امید کر رہے تھے کہ وہ بخیر و عافیت واپس آئے گا اور اس وقت جب وہ نہ تو لڑکا تھا نہ سن رسیدہ تھا۔

اے اس میں بجز اس کے کوئی بھی خوبی نہیں کہ وہ مالدار ہے اور اس کرازا ک ہے ہے قبیلہ کی عورتیں اس کے ارد گرد چکر لگاتے ہوئے کہتی ہیں کہ بسی مجبور کی شان ہے۔

اے کاش کہ عمرو بن بادشاہ کے بجائے جو کہ ہمارے خیموں کے آس پاس بڑا بڑا پھرتا ہے کوئی دوسرا بادشاہ ہوتا۔ ۱۲



خوش اخلاق، نرم مزاج، بردبار، صائب الرائے، پاکبند، صلح پسند خدا اور روز قیامت پر کامل ایمان رکھنے والا تھا، اس کے معلقہ کے ان اشعار سے اس امر کا ثبوت مہیا ہوتا ہے۔

لیخفی ومہما بکم اللہ یعلم  
لیوم حساب او یعجل نیتکم

لے فلا تمکنن اللہ مافی صدورکم  
یوخر فیو ضع فی کتاب فیدخر

اس کا معلقہ پینسٹھ اشعار پر مشتمل ہے پہلا شعر یہ ہے ”امن ام اونی دمت اہ“ اس میں اس نے حارث بن عوف بن ابی حارثہ مری اور ہرم بن سنان بن ابی حارثہ مری کی تعریف کی ہے کیونکہ انھوں نے قبیلہ عیس و ذبیان کے مابین صلح کو پایہ تکمیل تک پہنچایا تھا اور دیت کا تمام بار (تین ہزار اونٹ) اپنے سر لے لیا تھا۔

واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عیسوی شخص ورد بن حابس نامی نے ہرم بن مضمم کو جنگ عیس و ذبیان میں صلح ہونے سے قبل قتل کر دیا تھا اس کے بعد دونوں قبیلوں میں صلح ہو گئی مگر ہرم بن مضمم کا بھائی حصین بن مضمم صلح میں شامل نہ ہو اور یہ قسم کھالی کہ جب تک اپنے بھائی کے قاتل یا بنی عیس میں سے خاص بنی غالب کے کسی شخص کو قتل نہ کر لوں اپنا سر نہ دھوؤں گا، حصین بن مضمم کے اس عہد کی کسی کو خبر نہ ہوئی اس کے بعد ایک عیسوی شخص اس کے ہاں بطور مہمان آیا، حصین نے اس سے یہ دریافت کر کے کہ وہ عیسوی خاندان سے ہے اور بنو غالب سے منسوب ہے قتل کر دیا اس واقعہ کی خبر حارث بن عوف اور ہرم بن سنان کو ملی تو ان پر بہت شاق گذر اور بنی عیس کو خیر ہوئی تو وہ آمادہ جنگ ہو کر حارث کی طرف روانہ ہو گئے حارث نے ان کے آمادہ پیکار ہونے کی خبر سن کر پوری دیت (خون سیا) اور اپنا بیٹا ان کے پاس بھیج دیا اور قاصد کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ دیت میں لوٹ لیتا پسند کرتے ہو یا قصاص میں میرے بیٹے کا قتل۔ ربیعہ بن زیاد نے قوم کو حارث کا یہ پیغام سن لیا بنی عیس نے کہا کہ نہیں! ہم اونٹ لے کر باہم صلح کرنے کیلئے آمادہ ہیں اس طرح یہ صلح پایہ تکمیل کو پہنچی۔

ان لوگوں کی عالی ظرفی سے زہیر بہت متاثر ہوا چنانچہ اس نے اپنے مشہور معلقہ کے ذریعہ ان کی مدح کی اور بعد میں بھی برابر ہرم بن سنان کی مدح میں لمبے لمبے قصیدے لکھتا رہا، ہرم بن سنان نے بھی قسم کھالی تھی کہ زہیر جب بھی اس کی مدح میں کچھ کہے گا یا اس سے کچھ طلب کرے گا یا اس کو دعا سلام سے یاد کرے گا تو وہ اسے ایک غلام یا باندی یا گھوڑا ضرور بخشے گا یہاں تک کہ زہیر اس کی بے شمار بخششوں کو قبول کرتے کرتے شرمایا گیا اور بعد میں جب وہ ہرم کو کسی مجمع میں دیکھا تو کتا ہرم کے سوا تم سب بخیر ہو اور مہلک دن گذارو، پھر کتا کہ جس کو میں نے دعا میں شریک نہیں کیا ہے وہ تم سب سے بہتر ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب نے ہرم کے کسی لڑکے سے کہا اپنے باپ کی تعریف میں زہیر کے کچھ اشعار تو سنا جب وہ کچھ اشعار سنا چکا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا زہیر تم لوگوں کی تعریف میں خوب شعر لکھتا تھا لڑکے نے کہا بخدا، ہم لوگ اس کو دیتے بھی خوب تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے اسے جو کچھ دیا تھا وہ تو ختم ہو چکا اور اس نے جو کچھ تم کو دیا ہے وہ باقی ہے زہیر نے سو سال سے زیادہ طویل عمر پائی جیسا کہ اس کے شعر سے معلوم ہوتا ہے۔

لباعار عشر اعشہا وثمانیا

بدالی انی عشت تسعین حجت

یعنی مجھ پر یہ ظاہر ہو چکا کہ میں لگاتار نوے سال پھر دس سال اور آٹھ سال (ایک سو آٹھ برس) زندہ رہ چکا ہوں اس نے ہجرت سے گیارہ سال قبل وفات پائی۔  
چوتھا قصیدہ..... ابو عقیل لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب عامری کا ہے جو نجیب النسل، شریف النفس بڑا فیاض، نہایت دانا اور پیکر مرد مروت تھا طبیعت میں شجاعت سخاوت اور جسارت بہت زیادہ تھی یہی وہ اخلاق و جذبات ہیں جو اس کی شاعری میں رواں دواں نظر آتے ہیں۔

۱ خدا سے اپنے دلوں کا حال چھپانے کی کوشش مت کرو کیونکہ اس پر توہر پوشیدہ چیز آشکارا ہے اگر اسے بدلہ لینے میں تاخیر منظور ہوتی ہے تو عمل نامہ میں لگے کہ قیامت کے دن پر پھرتی کر دیتا ہے اور اگر تعجب منظور ہوتی ہے تو دنیا ہی میں بدلہ لے لیا جاتا ہے ۱۱

اس نے جو دو سخا اور جنگی ماحول میں پرورش پائی، اس کا باپ ربیعہ پریشانی حال لوگوں کا پلادماوی تھا اس کا چچا عامر بن مالک "ملاعب الاستہ" (نیزوں سے کھیلنے والا) قبیلہ مضر کا نامور بہادر اور شہسوار تھا، تابغہ زبانی نے لبید کے بچپن ہی میں کہہ دیا تھا کہ یہ بچہ بنو ہوازن میں سب سے بڑا شاعر ہوگا۔

اس کی شعر گوئی کا حقیقی سبب یہ ہے کہ ان کے قبیلہ لور بنی عیس میں نسلی عداوت تھی اتفاق سے یہ دونوں قبیلے نعمان بن منذر کے دربار میں حاضر ہوئے بنو عیس ربیع بن زیاد کے زیر قیادت تھے اور عامری لوگ ان کے چچا ملاعب الاستہ کی سرداری میں۔ ربیع بن زیاد جو عیس (لبید کے صہیلی خاندان) کا سردار اور نعمان بن منذر کا ہم پالہ اور ہم نوالہ تھا اس نے پہلے ہی بنو عامر (لبید کی قوم) کا برے الفاظ میں تذکرہ کر کے نعمان کو ان کے خلاف بھڑکا دیا چنانچہ جب وفد بنو عامر بادشاہ کے دربار میں پہنچا تو بادشاہ نے ان کو بلندی مقام نہ دیا بلکہ ان سے بے رخی برتی جس سے قبیلہ کی بڑی تحقیر ہوئی اور اس بد سلوکی سے بنو عامر کو سخت صدمہ ہوا اور یہ لوگ پشیمان ہو کر دربار سے واپس ہوئے لبید اس وقت لم سن تھا اس نے حالات دریافت کئے لیکن اس کے بچپن کی وجہ سے کسی نے حالات نہ بتائے مگر اس نے اصرار کر کے حالات دریافت کئے اور وفد سے کہا کہ کل مجھے بھی دربار میں ساتھ لے جانا میں ربیع کی ایسی سخت جھوکوں گا کہ وہ تمام عمر بادشاہ کو منہ نہ دکھاسکے گا، لوگوں نے کہا جو کہنے سے پہلے ہم تمہاری قوت بیان کا امتحان لیں گے۔ "اس نے کہا وہ کیسے۔ لوگوں نے کہا پہلے تم اس بوٹی کی برائیاں بیان کرو، اس وقت ان کے سامنے ایک باریک شاخوں، کم پتوں والی زمین پر کھجی ہوئی "ترہ" نام کی ایک بوٹی تھی لبید نے برجستہ کننا شروع کیا کہ یہ بوٹی نہ آگ میں جلانے کے کام آتی ہے نہ گھر میں لگانے کی ہے نہ کسی کیلئے مسرت کا باعث ہے نیز اس کی لکڑی کمزور ہوتی ہے اس کے فوائد بہت کم ہیں شاخیں چھوٹی چھوٹی، چاروں میں سب سے بدتر چارہ اور مشکل سے اکھڑنے والی ہے اس پر لوگوں نے لبید کو جھوکوئی کی اجازت دیدی چنانچہ اس نے ایک بہت تیز چھتی ہوئی ججویہ رجز کہی جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے "مہلا ابیت اللعن لانا کل معہ" بادشاہ سلامت! اذرا ٹھہریے، خدا آپ کو بلند اقبال عطا کرے اس کے ساتھ کھانا نہ کھائیے۔ اس رجز کو سننے کے بعد نعمان بن منذر ربیع سے دل برداشتہ ہو گیا، اسے اپنے دربار سے نکال دیا اور بنو عامر کو اعزاز و احترام سے نواز کر اپنا مقرب بنا لیا، کہتے ہیں کہ لبید کی یہی وہ پہلی رجز تھی جو اس کی شہرت کا باعث بنی، بعد ازاں لبید عمدہ قطعات اور طویل منظومات کتار ہا میں تک کہ جب دنیا میں نور نبوت ظاہر ہوا اور آنحضرت ﷺ نے قبائل کو اسلام کی دعوت دی تو یہ بھی اپنے قبیلہ کے ہمراہ دربار نبوی میں حاضر ہو کر شرف باسلام ہوئے نہایت پاکیزہ انسان بنے قرآن پاک حفظ کیا اور شعر و شاعری کو بالکل ترک کر دیا فرمایا کرتے تھے کہ اب ہمارے لئے شاعری کے بجائے قرآن کافی ہے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا "انشدنی من شعرک" اپنے کچھ اشعار سناؤ تو انھوں نے سورہ بقرہ کی تلاوت کی اور کہا اب میں شعر نہیں کہہ سکتا کیونکہ حق تعالیٰ نے مجھے سورہ بقرہ سکھادی ہے اس پر حضرت عمر نے دو ہزار کے عطیہ میں پانچ سو کا اضافہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اسلام لانے کے بعد صرف ایک ہی شعر کہا تھا جو بقول ابو الیقظان یہ ہے۔

حتى كسانی من الاسلام سربالا

الحمد لله اذ لم ياتني اجلى

خدا کا ہزار ہا شکر ہے کہ اس نے مجھے جامہ اسلام سے ملبوس کئے بغیر نہیں مارا، بعض حضرات نے یہ شعر ذکر کیا ہے۔

والمر يصلحه لجليل الصالح

ما عاتب المرء الكريم كنفه

یہی وجہ ہے کہ آپ اسلام کے بعد طویل عمر پانے کے باوجود جاہلی شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں۔

الرحمدين فيس جو عامر بن الطفیل کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تھا یہ لبید کا ماں شریک بھائی تھا نبی کریم ﷺ نے

اس کے حق میں بددعا فرمائی تھی جس کے نتیجہ میں اس پر بجلی گری اور اس نے اس کو جلاؤ الا بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ

آیت ویوسل الصواعق فیصیب بها من بشاء "اسی کے حق میں نازل ہوئی ہے لبید کے اشعار ذیل اسی سے متعلق ہیں۔

اخشى على اربد الحتوف ولا  
ارهب نوء السماء والامد  
فجعتى الر عدوا الصواعق  
بالقارس عند الكريهت النجد  
وفيه يقول.  
بلينا وماتبلى النجوم الطوالع. وتبقى الديار بعدنا والمصانع  
وقد كنت فى اكناف جار مضت  
نفار قنى جار باربد نافع. فلا جزع ان فرق الدهر بيننا  
فكل امرئى يوما به الدهر فاجع  
وما الناس الا كالشهاب وضونه  
بحورر وما وابعد ما هو ساطع. وما المال والا هلون الادوانع  
ولا بلبو ما ان تروا لودائع  
وما الناس الا عاملان فعامل. تير ما بينى و آخر رافع  
فمنهم سعيد آخذ بنصيبه  
و منهم شقى بالمعيشت قانع. اليس ورائى ان تراخت منيتى  
لرؤم العصا تحنى عليها الصابع  
اخير اخبار القرون التى مضت. ادب كافى كلما قمت و اقع  
فاصبحت مثل السيف اخلق جفته  
تقادم عبدالقبن والسيف قاطع. فلا تبعدن ان المنيت مرعد  
علينا فدان للطلوع و طالع اماذل ما يدريك الا تنظنها. اذار حل السفار من هو راجع

اجزع مما احدث الدهر بالفتى. و اسی کریم لم تصبه القوارع

لبید کی شاعری فخریہ شاعری اور شرافت و کرم کا مرفوع ہے اس کی نظم کی عبارت پر شوکت اور الفاظ کی ترتیب خوشنما ہے جس میں بھرتی کے الفاظ نہیں ہیں نیز وہ حکمت عالیہ و موعظت حسنة اور جامع کلمات سے مزین ہے ہمارا خیال ہے کہ مرثیہ نگاری اور صابرو محزون کے جذبات کی عکاسی کے لئے جو مناسب الفاظ اور پراثر اسلوب آپ اختیار کرتے ہیں اس میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، آپ ہی سب سے پہلے شاعر ہیں جس نے چاگلوں کو بطوں سے تشبیہ دی حیث قال۔

اذا انا قوا اعناقها والحواصل

تضمن بيضا كالا وزظرفها

لبید کا معمول تھا کہ جب یورپ کی ہوا چلتی تھی تو عام مہمانی کرتا تھا جس میں سیکڑوں اونٹ ذبح کرتا تھا بڑھاپے میں جب دولت کی طرف سے تنگی ہوئی تو یہ معمول نفاذ کرنے لگا۔ ولید بن عقبہ کو خبر ہوئی تو اس نے سوانٹ بھیج دیئے کہ معمول میں فرق نہ آنے دو، لبید نے اپنی لڑکی سے کہا کہ اس شخص نے میرے ساتھ احسان کیا ہے لیکن اب مجھ سے شعر نہیں کہے جاتے میری طرف سے تو شکر یہ کہ اشعار کہہ دے، اس پر لڑکی نے یہ اشعار کہے۔

اعز الوجه ابيض عشبيا

اذا هبت رياح ابي عقيل. دعونا عند هبتها الوليدا

نحرنها واطمئنا الشريدا

اعان على مرونعليدا. ابا وهب جزاك الله خيرا

آخری شعر یہ تھا

فعدان الكريم له معاد. وطنى باين اروي ان يعودا

(ترجمہ) دوبارہ بھی ایسی ہی فیاضی کر کیونکہ شریف آدمی بار بار فیاضی کرتے ہیں اور گمان ہے کہ تو ایسا ہی کرے گا۔ چونکہ اس شعر میں اطمینان حاجت تھا اس لئے لبید نے بیٹی سے کہا کہ اور شعر بہت اچھے ہیں لیکن آخری شعر غیرت کے خلاف ہے۔

آپ کا معلقہ تو اسی اشعار پر مشتمل ہے جسکے الفاظ پر زور ہیں اور اسلوب پختہ، وہ بدوی زندگی اور بدویوں کے اخلاق و عادات کی منہ بولتی تصویر ہے اسکے ساتھ ساتھ اس میں عاشقوں کی شونیوں اور لوازم لوگوں کے بلند مقاصد کا وصف بھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب شہر کوفہ بسایا گیا تو حضرت لبید عیسیٰ اقامت پذیر ہو گئے تھے ایک سو تیس سال کی عمر پر اور اکل خلافت معاویہ ۴۱ھ میں وفات پائی اور صحراء بنی جعفر بن کلاب میں مدفون ہوئے تاریخ الادب العربی میں مدت

عمر ایک سو پینتالیس برس اور الشعر والشعراء میں ایک سو ستاون ۷۵ برس لکھی ہے خود حضرت لبید کا شعر ہے۔

ولقد سئمت من الحیاة و طولها

وسوال هذا الناس کیف لبید

یعنی حقیقت یہ ہے کہ میں زندگی اور اس کے طول سے اکتا گیا ہوں اور لوگوں کے بار بار یہ پوچھنے سے (تنگ آ گیا ہوں) کہ لبید کا کیا حال ہے۔

یا نچوال قصیدہ..... عمرو بن کلثوم بن مالک تغلبی کا ہے جو زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے ہے، اس نے جزیرہ فرات میں قبیلہ تغلب کے معزز و باحساب لوگوں میں پرورش پائی، جو ان ہونے پر بڑے لوگوں کی طرح خود دار، غیور، بہادر اور فصیح و خوش گفتار ہوا، ابھی پندرہ برس کا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اپنی قوم میں معزز اور قبیلہ کا سردار بن گیا۔

بسوس کی وجہ سے بکر و تغلب (کے دو خاندانوں) میں لڑائیاں ہوتی تھیں ان میں یہی روح رواں تھا جس نے پوری مستعدی و جان بازی سے ان لڑائیوں میں کارہائے نمایاں انجام دئے بالا خرد و نوں قبیلوں نے متفقہ طور پر آل منذر کے شاہان حیرہ میں سے ایک بادشاہ عمرو بن ہند کے ہاتھ پر صلح کر لی۔ مگر یہ صلح کچھ زیادہ مدت تک باقی نہ رہی اور جلد ہی ان کے سرداروں میں پھوٹ پڑ گئی ان کی رگ حمیت پھڑکنے لگی یہاں تک کہ انھوں نے عمرو بن ہند کے دربار ہی میں جھگڑنا شروع کر دیا بکر قبیلہ کا مشہور شاعر حارث بن حلزہ کھڑا ہوا اور اس نے اپنا شعرہ آفاق معلقہ پڑھ کر سنایا جس کی وجہ سے شاہ کی نظر عنایت اس کی قوم کی طرف ہو گئی حالانکہ وہ پہلے تغلبیوں کا طرف دار تھا اس پر عمرو بن کلثوم شاہ سے ناراض ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

اس کے متعلقہ (قصیدہ) کے کہنے کا محرک یہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ شاہ عمرو بن ہند نے اپنے مقررین اور خاص درباریوں سے دریافت کیا کیا آج عرب میں تم کوئی ایسا شخص بتا سکتے ہو جس کی ماں میری ماں کی خدمت کرنا باعث ذلت و عار سمجھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ عمرو بن کلثوم جس کے متعلق ”اعز من کلیب“ (کلیب سے بھی زیادہ باعزت ہے) کی مثل مشہور ہے اس کی ماں کیلئے بنت سہلبیل کے سوا ہمیں ایسی کوئی عورت نظر نہیں آتی کیونکہ اس کا باپ سہلبیل بن ربیعہ ہے، چچا کلیب بن وائل اعز العرب ہے شوہر کلثوم بن عتاب عرب کا جو عمرو بن کلثوم بن کلثوم بنی تغلب کا واحد و ماہ نامہ سردار ہے شاہ نے یہ معلوم کر کے برائے آزمائش عمرو بن کلثوم کے نام پیغام بھیجا کہ میں آپ سے ملاقات کا متمنی ہوں نیز میری والدہ آپ کی والدہ سے ملاقات کا اشتیاق رکھتی ہیں اگر ہم دونوں کی یہ آرزو ایک ساتھ پوری ہو جائے تو بہت مناسب ہوگا۔

چنانچہ عمرو بن کلثوم نے شاہ کا یہ پیغام منکر اپنے ہمراہ سردار ان بنی تغلب اور والدہ کے ساتھ قبیلہ کی شریف عورتیں لیں اور جزیرہ سے شاہ کی ملاقات کیلئے دربار میں حاضر ہوا۔ شاہ نے فرات و حیرہ کے درمیان شامیانے توائے اپنی حکومت کے امراء اور دُساء کو مدعو کیا اور وہ سب وہاں جمع ہو گئے عمرو بن کلثوم شاہ کے پاس تخت پر بیٹھا اور اس کی والدہ شاہ کی والدہ کے خیمہ میں فرود کش ہوئی شاہ عمرو بن ہند نے اپنی والدہ کو پہلے ہی سکھایا تھا کہ عمرو بن کلثوم کی والدہ سے کوئی خدمت لینا۔

چنانچہ اس نے باتوں باتوں میں لیلے سے کہا: ذرا مجھے یہ طبع (یعنی) اٹھا دیجئے، لیلی نے عزت و وقار برقرار رکھتے ہوئے کہا، جس کو ضرورت ہو خود اٹھالے، شاہ کی والدہ نے دوبارہ تقاضا کیا اس پر لیلی نے ”واذا یا تغلب“ (وائے ذلت بنی تغلب کی دہائی) کا پر زور نعرہ لگایا، یہ الفاظ سنتے ہی عمرو بن کلثوم جو شاہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا سمجھ گیا کہ ضرور والدہ کی تحقیر ہوئی ہے اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا چنانچہ وہ نہایت غضب ناک و خشم آگین لور برافروختہ ہو کر اٹھا، شاہ کی تلوار جو قریب میں ہی لٹکی ہوئی تھی (اور اس کے علاوہ کوئی تلوار وہاں موجود نہ تھی) کھینچ کر شاہ کے سر پر ماری اور اس کو وہیں بھرے دربار میں قتل کر دیا اور اپنی جماعت کو شاہ کا گھر لوٹ لینے کا حکم دیدیا چنانچہ شاہ کا سارا ساز و سامان لور تمام لونٹ لوٹ لئے گئے اور عمرو بن کلثوم وہاں سے فوراً جزیرہ واپس چلا گیا۔

عمرو بن کلثوم کا پورا گھر لہ بڑا بہادر لور نہایت جری تھا چنانچہ عمرو بن کلثوم کے لڑکے عتاب نے بشر بن عمرو بن

عدس کو قتل کیا اور اس کے بھائی مرہ بن کلثوم نے منذر بن العنمان بن المنذر کو قتل کیا، اسی لئے اخطل کتاب ہے۔

فتلا الملوك وفتككا الا غلالا

ابنی کلیب ان عمی اللذا

اور فرزوق کتاب ہے

ام بلسا حیث تناطح البحران

ماضر تغلب وائل اهجوتها

عمر اوهم قسطوا علی النعمان

قوم همو قتلوا ابن هند عنوة

عمر وبن کلثوم برجستہ گو شاعر تھا، اس کا طرز بیان اور مضمون نہایت پاکیزہ اور بلند ہوتا تھا، یہ کم گو شعراء میں سے ہے اس نے شاعری کی بہت سی صنفوں میں طبع آزمائی نہیں کی نہ اپنی فطری قابلیت کو آزلو چھوڑا اور نہ اپنی خداواد طبیعت کے سامنے سر تسلیم خم کیا، اس کی شاعری کی کل کائنات ایک توہینی مشہور معلقہ ہے باقی کچھ دوسرے قطعات ہیں جن کا موضوع معلقہ کے موضوع سے ہٹا ہوا نہیں ہے۔

معلقہ ایک سو تین اشعار پر مشتمل ہے جو اس نے شاہ عمرو بن ہند کو قتل کرنے کے بعد جزیرہ واپس آکر کہا تھا پہلا شعر یہ ہے۔ ”الامی بھنگ فاصحیا اس کی ابتداء تغزل اور ذکر سے ہے پھر عمرو بن ہند کے ساتھ جو کچھ گذرا اس کا بیان ہے ساتھ ہی اپنی اور اپنی قوم کی عزت و بڑائی کا فخر یہ تذکرہ ہے اس کا ایک ایک شعر جوش و غیرت، حمیت و آزادی اور دلیری و فخر کے صاعقہ کی گرج ہے اسی میں کتاب ہے۔

فنجھل فوق جهل الجاهلینا

الا لا یجھلن احد علینا

تخرله الجبار ساجدینا

اذا بلغ الفطام لناصبی

ہاں دیکھو کوئی ہم سے جمالت نہ کرے ورنہ ہم جاہلوں سے بڑھ کر جاہل ہیں، جب ہمارا کوئی بچہ دودھ چھوڑتا ہے تو بڑے بڑے جبدا اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ یہ قصیدہ لولاع کاظ کے میلے میں لور تانیا موسم حج کے موقع پر مکہ میں بڑے زور و شور اور جوش و خروش سے پڑھا گیا خاص طور پر خاندان تغلب کے ہر خوردگلاں میں اس قصیدہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، انھوں نے اس کو در زبان کیا، خوب گایا اور عوام میں پھیلا یا، اس کی شہرت و مقبولیت کو دیکھتے ہوئے ایک شاعر نے کہا ہے۔

قصیدة قالها عمرو بن کلثوم

لہ الہی بنی تغلب عن کل مکرمات

بالرجال لشعر غیر مسموم

دیفاخرون بہا مذکان اولہم

عمر وبن کلثوم نے چھٹی صدی عیسوی کے اواخر میں وفات پائی۔

چھٹا قصیدہ..... ابوالسلسل عنترہ بن شداد عیسیٰ کا ہے اس کا نسب بعض نے عنترہ بن عمرو بن شداد ضبط کیا ہے اور بعض نے عنترہ بن شداد بن عمرو بن معاویہ، شیخ کلبی کہتے ہیں کہ شداد اس کا دوا ہے اور یہ اس کے باپ کے نام پر غالب آگیا دوسرے حضرات کا خیال ہے کہ شداد اس کا چچا ہے جس نے اس کے باپ کے انتقال کے بعد اس کی کفالت کی تھی اس کا باپ شریف النسل تھا اور ماں زبیبہ نامی ایک صغیر باندی تھی، اس کا شہد عرب کے بد نسلوں اور غیر عمریوں میں ہوتا ہے یہ خود سیاہ قام اور بد شکل تھا ہو نٹوں کے کھلے رہنے کی وجہ سے اس کا لقب ”الفلجاء الشغین“ پڑ گیا تھا مگر اس کے فخر کیلئے یہ امر کافی ہے کہ اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”عنترہ کے سوا کسی اعرابی کے لوصاف ایسے بیان نہیں کئے گئے جن کو سگر میرے دل میں اس کی ملاقات کا جذبہ پیدا ہو گیا ہو۔

جب یہ پیدا ہوا تو اس کے باپ نے جاہلی دستور کے مطابق اپنے ساتھ اس کے تعلق نسبی کا انکار کر دیا تھا۔

خود عنترہ بھی اپنی غلامی سے متنفر و بیزار رہا، اس نے جنگلی تربیت حاصل کی، سپہ گری اور شہسوری کی خوب مشق کی

۱۔ عمرو بن کلثوم کے قصیدہ نے خاندان تغلب کو اتنا سرفراز کر دیا ہے کہ اب ان کو مزید کس قسم کے کارنامے انجام دینے کی ضرورت نہیں، اس کے ذریعہ وہ اپنے جد اعلیٰ پر فخر کرتے رہیں گے لوگو! وہ یغویہ ہے وہ شاعری جس سے دل بھی برکتہ لور میر نہیں ہو سکتا۔ ۱۲

یہاں تک کہ ایک دن وہ آیا کہ یہ مرد میدان لور سالار لشکر ہو گیا ایک مرتبہ کچھ قبائل عرب نے عیس پر حملہ کیا اور ان کے اونٹ نے بھائے، عیسوں نے ان کا تعاقب کیا جن میں عترہ بھی شریک تھا، اس کے باپ نے کہا ”کریا عترہ و افتال بعد لائسن الکر انما تحسن الخلاب والضر قال کر دانت حر“ اے عترہ آگے بڑھ اور حملہ کر باپ کے غلام بنائے رکھنے کی وجہ سے وہ جلا ہوا تو تھا ہی فوراً جواب دیا، غلام حملہ کرنے میں ہوشیار نہیں ہوتا وہ دودھ دوہتا اور ٹھن باندھنا خوب جانتا ہے، باپ نے کہا، حملہ کر تو آزاد ہے، چنانچہ وہ حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑا اور جی توڑ کر لڑا، یہاں تک کہ حملہ آوروں کو شکست ہوئی، لوٹے ہوئے اونٹ واپس لے لئے گئے تب اس کے باپ نے اسے اپنا بیٹا تسلیم کیا اسی دن سے اس کا نام مشہور ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ جرات و بہادری اور پیش قدمی دے پاکی میں ضرب المثل ہو گیا، کسی نے اس سے دریافت کیا کیا آپ سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ اس نے کہا نہیں اس نے کہا پھر لوگوں میں یہ بات کیوں مشہور ہو گئی۔ اس نے کہا میں جب آگے بڑھنے میں مصلحت دیکھتا تو پیش قدمی کرتا اور جب پیچھے ہٹنے میں احتیاط اور ہوشیاری سمجھتا تو پیچھے ہٹ جاتا، اس جگہ کبھی نہیں گھستا جہاں داخل ہونے کے بعد واپسی کا راستہ نظر نہ آئے، عترہ نے داحس وغیراء کی مشہور لڑائی میں نہایت عمدگی سے عیس کے فوجی دستوں کی سپہ سالاری کے فرائض انجام دیئے اور سرداری کے بلند مقام پر پہنچ گیا۔

غلام کے دوران میں نہ تو اس کے اچھے شعر منقول ہیں نہ برے کیونکہ غلامی دل پر رنگ چڑھاتی اور آتش جذبات کو سرد کرتی ہے مگر جب اس کے باپ نے اس کو اپنا بیٹا تسلیم کر لیا اور عبلہ کی محبت نے اس کے دل میں ہلچل مجادی تو شاعری کا طوفان اس کے سینہ میں موجیں مارنے لگا اور وہ نہایت عمدہ اور پر جوش شعر کہنے لگا، اس کی شاعری میں تشبیب و تغزل کی چاشنی اور سنجیدہ فخر کی آمیزش ہے لیکن اس کی شاعری کا بیشتر حصہ مصنوعی ہے جسے اس کی شاعری سے بجز اس کے کوئی نسبت نہیں کہ وہ طرز بیان اور موضوع میں اس کے اشعار سے ملتا جلتا ہے اس کی خالص اور غیر مخلوط شاعری میں وہ شاہکار معلقہ ہے جسے اس نے اپنی شاعری کا سکہ جمائے اور اپنی فصاحت کی دھاک بٹھانے کیلئے نظم کیا تھا۔

واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ عیس خاندان کے ایک شخص نے اس سے بدکلامی کی، ماں کی طرف سے بد نسل لور سیاہ فارم ہونے کا طعنہ دیا عترہ نے اس سے کہا کہ میں جنگ میں حصہ لیتا ہوں، مجھے مال غنیمت میں سے پورا حصہ دیا جاتا ہے، دست سوال بڑھانا ناپسند کرتا ہوں، اپنے مال سے سخاوت کرتا ہوں، اہم مواقع پر آگے بڑھایا جاتا ہوں، بدکلامی کرنے والے نے کہا کہ میں تجھ سے بہتر شاعر ہوں، عترہ نے کہا یہ بھی تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا چنانچہ اس نے صبح ہی لوگوں کے سامنے اپنا مشہور قصیدہ ”مذہبہ“ پیش کیا جو تراسی اشعار پر مشتمل ہے پہلا شعر یہ ہے ”ہل غادر الشعراء من مردم اہ“ اس قصیدے نے اس کے حریف کا منہ بند کر کے اس کی بڑی بات کو نیچا دکھا دیا۔

عترہ نے بہت بڑی عمر پائی تھی بڑھاپے کی وجہ سے اس کی ہڈیاں کمزور اور کھال لٹک گئی تھی یہ تقریباً ۶۱۵ء میں قتل کر دیا گیا۔

ساتواں قصیدہ..... ابو ظلمیم حادث بن حلزہ لشکری بکری کا ہے جس کو خاندان بکر میں وہی مقام حاصل تھا جو عمرو بن کلثوم کو تغلب میں حاصل تھا اس کا سبب یہ ہے کہ عمرو بن ہند شاہ حیرہ نے حرب بسوس کے بعد بکر و تغلب کے درمیان صلح کرادی تھی جو ایک عرصہ تک قائم رہی اسی اثناء میں کسی ضرورت سے عمرو بن ہند نے بنی تغلب کا ایک قافلہ کوہ طے کی طرف روانہ کیا، راستہ میں یہ قافلہ بنی بکر کے علاقہ میں ایک مقام پر فرود کش ہوا جہاں ان کو پانی نہ ملا اور بہت سے لوگ پیاسے مر گئے باقی ماندہ لوگوں نے واپس آکر اپنی قوم سے اس امر کی شکایت کی کہ نبی بکر نے ہم کو باہمی مصالحت کے باوجود اپنے پانی سے ہٹا دیا جس کی وجہ سے ہمارے آدمی پیاسے مر گئے یہ معلوم کر کے بنی تغلب عمرو بن ہند کے پاس اس عہد شکنی کے فریادی بن کر گئے، بادشاہ نے بنی بکر سے مواخذہ کیا انھوں نے کہا یہ الزام غلط ہے ہم نے ان کو پانی سے نہیں روکا بلکہ پانی دیا



اور راستہ بھی بتلایا اگر یہ خور راستہ میں بھٹک جائیں اور ہلاک ہو جائیں تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے، حادثہ بن حطرہ کو بھی جوش آیا اور یہ قصیدہ جو تراسی اشعار پر مشتمل ہے اور پہلا شعر یہ ہے ”آذ غناہما اہما لہ“ اس نے اپنی کمان پر تکیہ لگائے ہوئے نبی البدیہہ کما جس میں اپنی قوم کے کارناموں پر فخر کرتا ہے اور اس کی قوم نے جو احسانات بادشاہ کے ساتھ کئے ان کا تذکرہ کرتا ہے، قصیدہ کہتے وقت اس قدر جوش و غضب میں تھا کہ کمان کی نوک جس پر اس نے تکیہ لگا رکھا تھا اس کے ہاتھ میں گھس گئی اور اس کو قطعاً خبر نہ ہوئی قصیدہ میں بنی تغلب اور ان کے سردار عمرو بن کلثوم پر چوٹیں کیں۔

بادشاہ نے یہ پر اثر قصیدہ سنکر بنی بکر کو تمام الزامات سے بری قرار دیا اور اتنا متاثر ہوا کہ یا تو حادثہ اور اپنے دور میں پردہ لٹکوار کھا تھا جس کا سبب حادثہ کا مرض برص تھا یا پھر اس کو اپنے برابر تخت پر بٹھالیا اور اس سے محبت کرنے لگا اور عمرو بن کلثوم سے نفرت ہو گئی جس کا نتیجہ پانچویں معلقہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اکثر روایوں نے حادثہ کی اس بدسہ گوئی پر استعجاب کا اظہار کیا کہ اتنا طویل قصیدہ اس روانی اور پختہ کلامی کے ساتھ کہہ ڈالا۔ ابو عمرو شیبانی کا کہنا ہے کہ اگر وہ اس قصیدہ کو ایک برس میں کہتا تب بھی قابل ملامت نہ ہوتا۔ حادثہ کی عمر بہت طویل ہوئی چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ اس قصیدہ کے کہنے کے وقت اس کی عمر ایک سو تیرہ برس کی تھی اصمعی کا خیال ہے کہ وہ اس وقت ایک سو پچیس برس کا تھا۔

شرح معلقات سبعة..... (۱) شرح المعلقات. از ابوبکر عاصم بن ایوب بطیوسی متوفی ۵۱۹۴ (۲) شرح المعلقات. از ابو جعفر احمد بن محمد نحاس نحوی متوفی ۵۳۳۸ (۳) شرح المعلقات (ابو علی اسماعیل بن قاسم قالی متوفی ۵۳۵۶) (۴) شرح المعلقات از ابو عبد اللہ حسین بن احمد بن حسین زوزنی متوفی ۵۴۸۶ (۵) شرح المعلقات از ابو زکریا یحییٰ بن علی معروف بابن الخطیب تبریزی متوفی ۵۵۰۲ (۶) شرح المعلقات از شیخ دمیری شافعی صاحب حیوة الحیوان (۷) التوشیحات علی السبع المعلقات (اردو) از قاضی سجاد حسین کرت پوری۔

## (۵۲) صاحب دیوان حماسہ

نام و نسب..... حبیب نام، ابو تمام کنیت، والد کا نام اوس اور نسبت طائی ہے شجرہ نسب یہ ہے ابو تمام حبیب بن اوس بن الحرث بن قیس بن الاشیخ بن حمی بن مروان بن مر بن سعد بن کائل بن عمرو بن عدی بن عمرو بن یثوث بن طی (جلبمہ) بن اود بن زید بن کلمان بن شیب بن یزید بن قحطان۔

سنہ پیدائش..... دمشق اور طبرویہ کے درمیان بلاد ”جیدور“ میں سے ”جاسم“ ایک بستی ہے ابو تمام ۷۲ھ میں یثیبس پیدا ہوا اور مصر میں نشوونما پائی، بعض حضرات نے سنہ پیدائش ۸۸ھ اور بعض نے ۹۰ھ اور بعض نے ۹۲ھ ذکر کیا ہے۔

حلیہ اور سیرت..... ابو تمام گندمی رنگ، طویل القامہ، شیریں کلام، نہایت ذہین و طباع، حاضر دماغ، برجستہ گو، پختہ عقل، نازک خیال، قوی الحافظ تھا اور گفتگو میں قدرے ہکلاتا تھا، اس کی دو مشہور کتابیں ”الحماسہ“ اور ”فحول الشعراء“ اس کی بالغ نظری اور لونی مہارت کی ناطق شہادت ہیں۔

عام حالات زندگی..... ابو تمام کا باپ اوس جو لاہ پہ پیشہ آدمی تھا جو اپنی بستی سے دمشق میں منتقل ہو گیا تھا، شروع میں ابو تمام اپنے باپ کے کام میں ہاتھ بٹاتا رہا اور جب ذرا جوان ہوا تو مصر چلا گیا اور یہاں عمرو بن عاص کی جامع مسجد میں بانی بھرنے لگا اور ساتھ ہی مسجد کے علماء سے علم حاصل کرتا رہا وہ مستقل اشعار حفظ کرتا، شاعروں کی نقلیں اتارتا اور اسی کوشش کے اتار چڑھاؤ میں گردش کرتا رہا یہاں تک کہ ایک دن آیا کہ وہ شاعری کے اس بلند مقام پر پہنچا جہاں اس کے ہم عصروں میں

کوئی بھی اس کا حریف نہ بن سکا اور اس کی شاعری نے ملک کے تمام اطراف میں دھوم مچا دی، چنانچہ اس نے مصر سے نکل کر مشہور و معروف سخی لوگوں اور امراء و خلفاء کی مدح سرائی میں انعامات و اکرامات، جو انزو و عطیات حاصل کئے اور ادب و مدح کے دلداد گان میں اسے کچھ ایسی عظیم مقبولیت حاصل ہوئی جس کی نظیر کسی دوسرے شاعر میں نہیں ملتی حتیٰ کہ اس کی زندگی میں کوئی دوسرا شاعر ایک درہم بھی شاعری کے ذریعہ پیدا نہ کر سکا، نیز ابو تمام احمد بن مقسم کے پاس پہنچا اور اس کی مدح کی جس کے صلہ میں اس نے موصل کی ڈاک کا محکمہ اس کے ماتحت کر دیا اور وہ دو سال تک اس عہدہ پر کام کرتا رہا۔

ابو تمام کی شاعری..... ابو تمام مولدین کے دوسرے طبقہ کا سرگروہ ہے اس نے متاخرین و متقدمین کے معانی اپنی شاعری میں یکجا کر دیے، اس کے دور میں تمدن ترقی کر رہا تھا، علوم کے تراجم ہو رہے تھے، ان نئی ترقیوں سے واقفیت کی بنا پر اس کی عقل پختہ اور خیال نازک ہو گیا تھا چنانچہ اس نے اپنے لئے جداگانہ اسلوب وضع کیا جس میں تسہیل عبارت پر تجوید معنی کو ترجیح دی۔ یہی سب سے پہلا شاعر ہے جس نے بکثرت عقلی دلائل سے استنباط کیا اور خفیہ کنایات استعمال کئے گو اس سبب سے اس کی عبارت میں کبھی تعقید بھی پیدا ہو جاتی ہے اور جب اسے اپنے کلام میں سلاست الفاظ کا فقدان نظر آیا تو اس نے اس خامی کا ازالہ تجنیس، مطابقت اور استعارہ کے ذریعہ کرنا چاہا، چنانچہ کہیں موضوع کو خوبی سے نباہ دیا اور کہیں بات بگڑ گئی اور یہ عیوب بدر کمال میں بھائیوں کی طرح نمودار ہو گئے، علامہ آفتازانی نے مختصر المعانی میں اسماعیل بن عیاد سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے استاذ ابن العمد کی مجلس میں ابو تمام کا وہ قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

کربم متی امدحہ امدحہ والوری  
معی واذا مالمتہ لمتہ وحدی

جب میں اس شعر پر پہنچا تو استاذ نے کہا اس شعر میں ایک عیب ہے جانتے ہو وہ کیا ہے۔ میں نے کہا شاعر کا مدح کے مقابلہ میں لوم لانا کیونکہ مدح کے مقابلہ میں یا دم آتا ہے یا جہو، استاذ نے کہا یہ عیب کوئی قابل سوال عیب نہیں اس کا تو شاعر کی جانب سے بایں طور جواب دیا جاسکتا ہے کہ شاعر نے مقابلہ مذکور سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مدح کا حقیقی مقابل یعنی ذم ممدوح کے علوم مرتب کی بنا پر دل میں آہی نہیں سکتا اگرچہ بطریق تعلق اور فرضی طور پر ہی سہی اسی بناء پر شاعر نے جانب لوم میں ازا استعمال کیا ہے جو قضیہ مملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے اور جانب مدح میں لفظ متی استعمال کیا ہے جو قضیہ کلیہ کا سور ہے جس میں ہر وقت مدح کے صدور کی طرف اشارہ ہے نیز شعر کی روایت ”واذا ما ذمتہ ذمتہ وحدی“ الفاظ سے بھی ثابت ہے علی بن الحسین سلفانی مقابلتہ المدح باللوم۔ قال

ومن یلق خبوا یجهد الناس امرہ  
ومن یغول یعدم علی الغی لانما

بہر کیف یہ عیب قابل سوال عیب نہیں اسماعیل نے کہا اس کے علاوہ اور تو مجھے معلوم نہیں استاذ نے کہا مدح کا مکرر ہونا جو سخت ترین تافر کا باعث ہے اس پر میں نے استاذ کی بہت تعریف کی۔

تاہم اس کا وہ کلام جو خامیوں سے مراد منزدہ ہے اس قدر کثیر ہے کہ اتنی مقدار نہ اس سے پہلے گزرنے والے شاعروں میں سے کسی کی ہے نہ بعد میں آنے والوں کی انوکھے معانی، منتخب الفاظ جن میں امثال و حکم کو اس خوبی سے سمویا ہے کہ اس سے ایک طرف تو ادب کے سرمایہ میں گر انقدر اضافہ ہو گیا اور دوسری طرف اس نے اپنے بعد آنے والوں کیلئے اس راہ میں ترقی کے مواقع بہم پہنچا دیے، چنانچہ اس کے بعد منبتی اور ابو العلاء معری نے اسی کے طریقہ کی پیروی کی اور اس پر حکمت کا اس قدر غلبہ ہے کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ ابو تمام و منبتی تو حکیم ہیں اور شاعر در حقیقت بختری ہے۔

اس کی شاعری کی بابت صحیح نظر یہ..... ابو تمام کی شاعری کے متعلق لوگوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے کچھ لوگ اس کی حمایت میں انتہائی علو سے کام لیتے ہوئے اگلے اور پچھلے تمام شعراء پر ترجیح دیتے ہیں اور کچھ انتہائی مخالفت کی وجہ سے اس کی خوبیوں کو چھپا کر محض خامیوں کو اچھالتے ہیں، تاہم غلبہ اس کے مابین کو ہی حاصل ہے، بڑے بڑے رؤساء و امراء میں اسے جو

مقبولیت اور داد تحسین ملی ہے اس کی تردید مخالفین کسی بھی طرح نہیں کر سکتے، جب اس نے ایک عمدہ قصیدہ کے ذریعہ محمد بن عبد الملک زیات کی مدح کی تو اس نے کہا ابو تمام! تم اپنی شاعری میں جو الفاظ کے جواہرات جڑتے ہو اور ان میں انوکھے معانی سے جو حسن دو بالا کرتے ہو وہ حسن و شوکت حسین و خوبصورت و شیرازوں کے گلوں کے مرصع ہاروں میں بھی نہیں ہوتا اور جو بڑے سے بڑا انعام تمہاری شاعری کے عوض تمہیں دیا جاتا ہے وہ بوقت موازنہ تمہاری شاعری سے کمتر ہی رہتا ہے۔

ابو تمام اور اس کی شاعری کا وزن..... ابو تمام مختلف ملکوں کا سفر کرتے ہوئے بصرہ پہنچا جہاں عبد الصمد بن منذر شاعر رہتا تھا جب اس کو ابو تمام کی آمد کی اطلاع ملی تو اس کو اندیشہ ہوا کہ اگر ابو تمام یہاں ٹھہر گیا تو لوگ اس کی طرف راغب ہو جائیں گے اور میری دکان ٹھپ ہو جائے گی اس لئے اس نے ابو تمام کو یہ اشعار لکھ بھیجے۔

انت بین الثنین تبرز لنا  
س و کلنا ہما بوجہ مذال  
لست تفک راجبا الوصال  
من حیب او طالب لنوال  
ای ماء یقی لو جھک هذا  
بین ذل الہوی و ذل السوال

جب یہ اشعار ابو تمام کے پاس پہنچے تو اس نے فوراً جواب میں یہ اشعار لکھے

انی تنظم قول الزور والفند. وانت انقص من لاشی فی العدد  
اشرجت قلبک من غیض علی حنق  
کانہا حرکات الروح فی الجسد. اقدمت وبلک من هجوی علی خطر  
کابغر یقدم من خوف علی الاسد

ابو تمام کی شاعری کا نمونہ

ابو تمام اپنے شاہکار قصیدہ میں کہتا ہے.....

۱۔ غدت تسجیر الدمع خوف نوى غد  
و عادت ناداً عندها کل مرقد  
۲۔ وانقد هامن عمره الموت انه  
صدود فراق لاصدود نعدد  
فاجری لها الاشفاق و معاموردا  
من الدم یجری فوق خد مورد  
ولکننی لم احوود فرا مجمعا  
فصرت به الابدنمل مبدد  
ولم تعطنی الايام نو مامسکنا  
الذبه لا بنوم مشرد  
وطول مقام المرء فی الحی مخلق  
لدیبا جتیه فاغترب تجدد  
فانی رایت الشمس زبدت محجة  
علی الناس ان لیست علیهم بسرمد

ایضا

۳۔ نقل فوادک حبث شنت من الہوی  
ما لحب الال للحبیب الاول  
کم منزل فی الارض، یالقه الفنی  
رحنیہ ابدا لاول منزل  
وله من قصیدة یقول لها فی خالد بن یزید بن مزید الشیبانی  
کالخطوط فی القلد والغزاة فی الہجته

۱۔ کل پیش آنے والے فراق کے خوف سے اس نے آنسوؤں کی پناہ لینا شروع کر دی اور پلو بد لئے کا یہ عالم ہے کہ گویا اس کے پچھونے پر کانٹے بچھا دیئے گئے۔ ۲۔ اسے موت کے منہ سے اگر کسی چیز نے بھلایا تو اس کے اس خیال نے کہ یہ بے رخی عمدا نہیں بلکہ محض سحر کی مجبوری کے سبب ہے اس خوف نے اس کے آنسوؤں کو خون کی آمیزش سے پیازی بنا کر اس کے سرخ گالوں پر بہا دیا لیکن مجھے بہت سا اکٹھا مال نہ ملا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے ملتا رہا، زمانہ نے مجھے آرام کی نیند کا مزہ بھی نہ لینے دیا البتہ کچھ پریشان خوابی ضرور ملی، قبیلہ میں ایک عرصہ تک بڑے رتنے سے آدمی کی عزت کم ہونے لگتی ہے پس سحر کرتے رہو تو عزت از سر نو بڑھ جائے گی میں نے دیکھا ہے کہ سورج سے اس لئے زیادہ محبت کی جاتی ہے کہ وہ انسانوں پر مسلسل روشنی نہیں رہتا۔ ۳۔ عاشقی میں تم جہاں چاہو اپنے دل کو پھینکتے اور منتقل کرتے رہو لیکن حقیقی محبت تو صرف پہلے محبوب کے حصہ میں آتی ہے یوں تو انسان کتنے ہی مقامات میں بود و باش اختیار کرتا ہے لیکن جدھر ہمیشہ اس کا دل چھپتا ہے وہ اس کا مقام پیدائش ہی ہے۔ ۱۲۔

وابن الغزال فی غمیدہ  
 فی جیدہ بل حکاہ فی جیدہ  
 یضل عمر الملوک فی ثمدہ  
 حب الکبیر الصغیر من ولده  
 حکمہم من لسانہ ویدہ  
 وقالی فی قصیدہ برئی بہا ابانصر و محمد و قحطیۃ بنی حمید بن قطبۃ الطائی  
 ولکنہم کانوا ثلاث قبائل  
 ولہ ایضا

وحیۃ القریض احیاؤک الجو  
 یامحب الاحسان فی زمن اصبح

وقال ایضا

تم اطر حستم قرابتی و آصرتی  
 وطلعتہ الحمد اقلی فی عیونہم

وقال ایضا

ایاک یعنی القائلون بقولہم  
 من شاعر وقف الکلام بیابہ  
 سرحیث شنت من البلاد قلی بہا  
 قدتقتت منہ الشام و سہلت

وقال ایضا

ای شی یكون احسن من صب  
 محمد بن حمید طوسی کے مرثیہ میں کہتا ہے

لے کذا فلیجل الخطب و لیفدح الامر۔ فلیس لعین لم یفرض ماؤ ہاعلبر  
 واصبح فی شغل عن السفر السفر۔ الای سبیل اللہ من عطلت لہ  
 فتی کلما فاضت عیون قبیلہ۔ وما ضحکت عنہ الاحادیث والذکر  
 ففی باسمہ شطرو فی جودہ سطر۔ فتی مات بین الطعن والضرب موتہ

وامات حتی مات مضرب سیفہ من الضرب وامتلت علیہ الفنا السمر

تردی ثباب الموت حمرا فمادجی۔ لہا اللیل الا وہی من سندس خضر

امیرنہ کور کی مدح میں کہتا ہے

اے یہ ہے وہ سانحہ جسے عظیم مصیبت اور حد سے بڑھا ہوا معاملہ کہنا چاہیے اور اس موت پر جو آنکھ آنسو نہ بہائے اس کیلئے کوئی عذر نہیں ہے محمد بن احمد کے بعد آرزو میں ختم ہو گئیں اور مسافر سفر کرنا بھول گئے لو وہ راہ خدا میں چل بسا اور اب اس کی وجہ سے راہ خدا کے راستے ویران ہو گئے اور سرحدیں غیر محفوظ ہو گئیں۔ ۱۲۔ ۱۳۔ وہ ایسا بہادر تھا کہ جب بھی قبیلہ کی آنکھیں خون کے آنسو بہائیں گی اس کی پلا اور اس کے چہرے جیسے ہی برہنہ کے وہ ایسا بہادر تھا کہ دنیا میں اس کے دو ہی کام تھے ایک جنگوں میں حصہ لینا دوسرا سخاوت کرتے رہنا وہ ایسا بہادر تھا جو تلواروں اور نیزوں کے درمیان ایسی موت مرے کہ اگر اسے فتح بھی ہو تو وہ فتح سے کچھ کم بھی نہیں، اس نے اس وقت تک جان نہ دی جب تک کہ اس کی تلوار کا قبضہ ٹوٹ نہ گیا اور اس کے گندم گوں نیزے نے جواب نہ دیا، اس نے موت کا سرخ لباس پہن لیا اور رات کی تہریلی آنکھی آنے بھی نہ پائی تھی کہ وہ سبز رنگی لباس میں تبدیل ہو گیا۔

اے اذا حر كنه هزة المجد غيرت. عطا ياه اسماء الاماني الكواذب  
كسته يد المامل حلت خائب. واحسن من نور تفتحه الصبا  
بى اقبح الاشياء اوبت تعامل  
بياض العطايا فى سواد المطالب

وقال ايضا

بنو عبدالكريم نجوم ليل  
اذا كان الهجاء لهم ثوابا  
تري فى طي ابداء تلوح  
فيخبر لى لمن خلق المديح

وقال ايضا

اشرب فانك سوف تعلم انه. قدح يصبب العرض منه خمار  
عون القريض حتوفها ابكار. غور متي ماشنت كن شواهدى  
عاداك اسوار الكلام بشرود  
ان لم يكن لى والمد عطار  
ايك قصيده پر پچاس ہزار کا انعام..... ایک مرتبہ ابو تمام نے ابو دلف علی کو اپنا مشہور قصیدہ بائیسہ سنیلا جس کا مطلع یہ ہے۔  
علی مثلها من اربع وملاعب.

ابو دلف نے اس کو بے حد پسند کیا اور پچاس ہزار روپے ہم دے کر کہا، خدایہ رقم آپ کے اشعار کے لحاظ سے بہت ہی کم ہے نیز خوبی اور عمدگی میں اگر اس جیسا کلام ہو سکتا ہے تو صرف آپ کے وہ اشعار جو آپ نے محمد طوسی کے مرثیہ میں کہے ہیں یعنی کذا فبجمل الخطاب اہ۔

اشعار کی مثال اولاد کی سی ہے..... ایک مرتبہ ابو تمام نے کسی شاعر کو اپنا ایک قصیدہ سنیلا جو عمدہ ترین اشعار پر مشتمل تھا، بجز ایک شعر کے کہ وہ کچھ گرا، ہوا تھا شاعر قصیدہ سننے کے بعد ابو تمام سے بولا ابو تمام! اگر آپ قصیدہ سے یہ شعر نکال دیتے تو آپ کا قصیدہ عیب سے پاک ہو جاتا ابو تمام نے جواب دیا کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں مگر عزیز من! شاعر کے نزدیک اس کے اشعار کی مثال اولاد کی سی ہے کہ اس میں خوبصورت و بدصورت، ذہین و غبی سبھی قسم کے ہوتے ہیں، باپ کو جہاں فاضل بیٹے سے محبت ہوتی ہے وہیں ناقص سے بھی قلبی تعلق ہوتا ہے۔

حاضر جوانی..... جب ابو تمام، عبداللہ بن طاہر کے پاس خراسان پہنچا تو دور دور سے شعراء ملاقات کیلئے حاضر ہوئے اور کلام سننے کی خواہش ظاہر کی ابو تمام نے کہا کہ آئندہ کل کچھ اشعار سنانے کا وعدہ امیر سے ہو چکا ہے آپ حضرات بھی تشریف لے آئیں۔ چنانچہ یہ لوگ اگلے روز حاضر ہوئے ابو تمام نے امیر مذکور کی تعریف میں ایک قصیدہ پیش کیا جس کا مطلع یہ ہے۔

اهن عوادى يوسف وصواحه  
فجز ما فقدم ادرک السول طالبه

شعراء میں ابو العسین شاعر بھی موجود تھا اس نے کچھ نکتہ چینی شروع کی اور کہنے لگا "لم لا تقول ما نطمح" آپ ایسی بات کیوں نہیں کہتے جو سمجھی جاسکے ابو تمام نے برجستہ جواب دیا "لم لا نطمح ما یتقال" آپ سے جو بات کہی جائے وہ کیوں نہیں سمجھتے۔ پس آپ کے اس برجستہ جواب کو بہت پسند کیا گیا۔

زود فہمی و حاضر دماغی..... علامہ صولی نے ذکر کیا ہے کہ ابو تمام نے احمد بن معصم کی شان میں قصیدہ سینہ کہا جس کا مطلع یہ ہے۔

نفضى ذمام الاربع الادراس

ل مافی وقوفك ساعت من باس

اس قصیدہ کے کچھ اشعار یہ ہیں۔

اے جب اسے مجدد سرور کی لہر آتی ہے تو اس کی بخششیں جمولی آرزوؤں کے ناموں کو بدل دیتی ہیں اس کی نظر میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جس سے کوئی آرزو کی جائے وہ آرزو کنندہ کو اس سے محروم واپس کر دے اسے بخششوں کی وہ سفیدی جو مانگنے والوں کی تہ کی کوروشن کر دیتی ہے باہ صبا کی کھلائی، ہونی گلیوں سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

اے پرانے کھنڈروں کا حق ادا کرنے کیلئے ان پر گھڑی بھر ٹھہرانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ۱۲۔

واذا مشيت تركت بصدرك ضعف ما  
قد خولط الساقى بهار الحاسى  
هدات على تامل احمد همنى  
نشر الخزامى فى اخضرار الاسى

بكر اذا ابتسمت اراك وميضها. نور الاقحاح برملت ميعاس  
بحليها من كثرة الوسواس. قالت وقدحم الفراق فكاسه  
لاتسبن تلك العهود فانما. سميت انسانا لانك ناسى  
واطاف تقليدى بها وقياسى. نور العرارة نوره ونسيمه  
جب وہ قصیدہ پڑھتے ہوئے اس شعر پر پہنچا۔

فى حلم احنفت فى ذكاء اياس

لہ اقدام عمرو فى سماحت حاتم.

تو حاضرین میں سے ابو یوسف کندی فلسفی نے کہا: امیر کی ذات گرامی اپنی خوبیوں میں تیری اس تعریف سے بالاتر ہے  
(تو نے تو انہیں عرب کے بدوں سے تشبیہ دیدی) ابو تمام فوراً تازہ گیا اور اس نے قدرے تامل کے بعد ان اشعار میں جواب دیا۔

مثلا شرودا فى الندى والباس

لہ لاتنكر و اضربى له من دونه

مثلا من المشكوة والنبر اس

فالله قدضوب الاقل لنوره

کہتے ہیں کہ جب اس کا تحریر کردہ قصیدہ اس سے لیا گیا تو اس میں یہ دو شعر نہیں تھے بلکہ یہ اس نے اسی وقت اعتراض  
کے جواب میں برجستہ کہے تھے اس پر لوگوں کو انتہائی حیرت ہوئی اور معترض فلسفی نے امیر سے سفارش کی کہ یہ جو بھی مطالبہ  
کرے اسے پورا کر دیجئے کیونکہ اس کی فکر اس کے جسم کو اسی طرح کھا جائے گی جس طرح تیز تلوار کو اس کی نیام کھا جاتی ہے  
اور یہ زیادہ دن زندہ نہیں رہے گا، چنانچہ احمد بن مقسم نے اسے موصل کے محکمہ ڈاک کا ٹکرا کر دیا۔

دریادلی..... جب ابو تمام اپنے اس قصیدہ کو پڑھتا ہوا جس کا مطلع یہ ہے ابن عواوی یوسف اہ "ان اشعار پہنچا۔

فقلت اطمئنى انصر المروض عازبه

وقلقل نای من خراسان جاشها.

على مثلها والليل نسطر غياجه.

وركب كا طرف الاسته عرسوا

وليس عليهم ان تتم عواقبه

لامر عليهم ان تتم صدوره

تو شعراء اچھل پڑے چاروں طرف سے صدائے تحسین بلند ہوئی اور ریاحی شاعر نے اٹھ کر امیر کی خدمت میں  
عرض کیا حضور! آپ نے جس عظیمہ کا وعدہ میرے حق میں کیا تھا وہ میں ابو تمام کو دیتا ہوں امیر نے کہا نہیں بلکہ ہم تجھ کو اس  
کا ڈبل حصہ دیں گے اور ابو تمام کیلئے جو کچھ واجب ہو گا وہ ہم علیحدہ دیں گے چنانچہ ابو تمام قصیدہ سے فارغ ہو اور اس پر ایک  
ہزار اشرفیاں نچھاور کی گئیں جن کو ابو تمام نے چھوٹا تک نہیں سب بیچے ہی اڑالے گئے۔

ابو تمام اپنے فن کا کامل انسان تھا..... ہم ابو تمام کے ذکر خیر کو اس قول پر ختم کرتے ہیں جو علماء اعلام سے منقول ہے  
کہ قبیلہ طے سے تین آدمی مرد کامل پیدا ہوئے ہیں جو دو سخا میں حاتم طائی، زہد و روع میں داؤد بن نصیر طائی اور شعر و شاعری  
میں ابو تمام حبیب بن اوس طائی۔

وفات..... ابو یوسف کندی فلسفی کی پیش گوئی کے مطابق ابو تمام نے بہت ہی کم زندگی پائی یعنی ابھی اس نے اپنی عمر کی  
چالیس بہاریں بھی نہ دیکھیں تھیں کہ اللہ کو پیار ہو گیا۔

فرد است دریں بزم زما ہم اثرے نیست

امروز گر از رفتہ حریقاں خبرے نیست

سنہ پیدائش کی طرح سنہ وفات میں بھی مختلف اقوال ہیں بعض نے ۲۳۱ھ ذکر کیا ہے اور بعض نے ذیقعدہ ۲۲۸ھ  
اور بعض نے جمادی الاولیٰ ۲۲۹ھ اور بعض نے محرم ۲۳۲ھ ہجری نے بیان کیا ہے کہ ابو تمہشل بن حمید طوسی نے اس کی قبر

لے اے ممدوح تجھ میں عمرو کی جرات کے ساتھ حاتم کی سخاوت اور احب کی بردباری کے ساتھ ایاس کی ذکاوت سے۔ ۱۴  
لے میں نے ممدوح کی سخاوت نہ شجاعت کے سلسلہ میں جو کم درجہ کی خصوصیتیں بطور مثال پیش کی ہیں ان پر برائے کی ضرورت نہیں اس لئے  
کہ خود حق تعالیٰ نے اپنے نور کیلئے جو طاق اور چراغ کی مثال ذکر کی ہے وہ اس کے بے مثال نور کے مقابلہ میں بہت ہی کم حیثیت رکھتا ہے۔

پر ایک قہ بنوایا جو موصل میں ”باب المیدان“ سے باہر خندق کے کنارہ پر واقع ہے مقصم کے وزیر محمد بن عبد الملک زیارت نے اس کے مرثیہ میں اشعار کہے۔

لما لم مقلقل الاحشاء

بناء اتی من اعظم الاتباء

ناشد حکم لاتجعلوه الطائى

قالوا حبيب قدنوی فاجتہم

تالیف دیوان حماسہ ..... ایک مرتبہ ابو تمام خراسان میں عبد اللہ بن طاہر کے یہاں حاضر ہو اور اس کی شان میں مدحیہ اشعار کہہ کر ایک ہزار اشعار حاصل کیں وہاں سے بلاوہ عراق واپس ہوئے، ہمدان پہنچ کر موسم سرد مہری پیش آیا اور برف اس کثرت سے پڑی کہ تمام راستے بند ہو گئے اور ابو تمام کو چندے وہیں قیام کرنا پڑا، سفر کی حالت میں ایسا حرج واقع ہونے سے طبیعت کو جو پریشانی لاحق ہوتی ہے وہ محتاج بیان نہیں مگر اس زندہ دل شاعر کی خاطر جمع بھی ابو الوفاء بن سلمہ رئیس جن کا یہ مہمان تھا اس کے یہاں دو لوہین عرب بکثرت تھے ابو تمام نے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر سب دیوان بڑھے اور ان میں سے اشعار منتخب کر کے نظم عربی کا ایک بے بہا مجموعہ تیار کیا جو آج تک ”دیوان حماسہ“ کے نام سے سارے عالم میں مشہور ہے اس نے یہ انتخاب اس قدر عمدہ اور موزوں کیا ہے کہ لوگ کہنے لگے کہ اس کا انتخاب اس کی شاعری سے بہتر ہے۔

جمع و ترتیب حماسہ ..... یہ دیوان ایک عرصہ تک آل سلمہ کے پاس محفوظ رہا یہاں تک کہ جب ان کے حالات دگرگوں ہو گئے تو اہل دیور میں سے ایک شخص ابو العوازل ہمدان پہنچا جس کے ہاتھ یہ دیوان لگ گیا وہ اس کو اصہبان لے آیا۔ اصہبان والوں نے اس کی اتنی قدر کی کہ اس کے علاوہ تمام اولیٰ ذخیروں کو پس پشت ڈال دیا اور یہیں سے ہوتے ہوتے پوری دنیا میں اس کی شہرت ہو گئی۔

یہ دیوان ایک عرصہ تک غیر مرتب رہا یہاں تک کہ ابو بکر صولی نے اس کو حروف دار مرتب کیا اس کے بعد علی بن حمزہ اصہبالی نے اس کو بلحاظ انواع جمع کیا جو باب الحماسہ، باب المرانی، باب الادب، باب النسیب، باب الحجار، باب الاضیاف، باب الصفات، باب السیر، باب الحج، باب مذمت النساء، دس ابواب پر مشتمل ہے لیکن باب اول ”الحماسہ“ کے نام سے مشہور ہے دیوان حماسہ کے علاوہ ”کتاب الاختیارات“ اور ”فحول الشعراء وغیرہ بھی ابو تمام ہی کی یادگار ہیں۔

## فہرست شروع و حواشی دیوان حماسہ

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح دیوان حماسہ	ابو ہلال حسن بن عبد اللہ عسکری	۳۹۵
۲	=====	ابو الظفر محمد بن آدم ہروی	
۳	=====	ابو الفتح عثمان بن جنی	۵۳۹۲
۴	=====	ابو القاسم زید بن علی فسوی	۵۴۲۷
۵	=====	ابو عبد اللہ الخطیب اسکانی	۵۴۲۱
۶	الانیق (جلد ۶)	ابو الحسن علی بن اسماعیل بن سید لغوی	۵۴۵۸
۷	شرح دیوان حماسہ	ابو بکر محمد بن حمی صولی	۵۴۷۶
۸	=====	ابو الفضل عبد اللہ بن احمد میکانی	۵۴۷۵
۹	=====	عبد اللہ بن ابراہیم	۵۵۸۴
۱۰	=====	حسن بن بشر آمدلی	۵۳۳۵

۵۴۷۵	عبداللہ بن احمد سامانی	=====	۱۱
۵۵۸۴	ابراہیم بن محمد بن ملکوت اشبیلی	=====	۱۲
	ابو علی حسن بن علی استر آبادی	=====	۱۳
	ابونصر قاسم بن محمد واسطی	=====	۱۴
۵۴۴۹	ابوالعلام احمد بن عبداللہ المعری		۱۵ ذکر صیب
۵۵۴۴	ابوالحسن مسعود بن علی بیہقی		۱۶ شرح دیوان حماسہ
۵۴۸۶	ابوالحجاج یوسف بن سلیمان شتری	=====	۱۷ (۵ جلد)
۵۵۰۲	ابوزکریا حنی بن مشہور خطیب تبریزی	=====	۱۸
۵۴۲۱	ابو علی احمد بن محمد مرزوقی	=====	۱۹
	ابونصر منصور بن مسلم حلبی معروف بابن الد میک	=====	۲۰
بعد ۳۸۰	حسین بن محمد رائق معروف بابن بالخالع	=====	۲۱
بعد ۴۴۰	ابوالریحان محمد بن احمد حواری		۲۲ شرح دیوان حماسہ
۵۶۳۷	ابوالبرکات ابن المستوفی مبارک بن احمد اربلی		۲۳ النظام (۱۰ جلد)
۵۳۷۰	ابو منصور محمد بن احمد ازہری		۲۴ شرح دیوان حماسہ
	مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی		۲۵ تسہیل الدر اسہ (اردو)
۵۱۰۹۵	تاج العلماء نجف علی بن عظیم الدین بھجری		۲۶ شرح دیوان حماسہ
۵۱۳۷۴	شیخ الادب مولانا محمد اعجاز علی بن محمد مزاج علی لہ		۲۷ حاشیہ اعزازیہ

### (۵۳) صاحب دیوان (متنبی)

نام و نسب..... احمد نام، ابوالطیب کنیت، متنبی لقب، اور والد کا نام حسین ہے پورا نسب نامہ یہ ہے ابوالطیف احمد بن حسین بن حسن بن عبدالصمد جعفی بن سعد العشیرہ بن مزح مالک بن اد بن زید بن شجب بن یزید بن زید بن کلمان۔ بعض حضرات نے نسب نامہ یوں ذکر کیا ہے ابوالطیف احمد بن حسین بن مرد بن عبد الجبار۔

سنہ پیدائش..... متنبی ۵۳۰۳ میں کوفہ کے محلہ کندہ میں پیدا ہوا اس لئے اس کو کنندی کہتے ہیں کندہ جو مشہور قبیلہ ہے اس سے اس کا تعلق نہیں بلکہ یہ جعفی قبیلہ ہے۔

متنبی کا باپ حسین "عیدان السقاء" سے مشہور تھا جو کوفہ کے محلہ والوں کو پانی پلایا کرتا تھا اس کی ماں ہمدانی صحیح النسب اور کوفہ کی باعفت عورتوں میں سے تھی و ممالک علی ان المتنبی کان من السکون قول۔

منہی السکون وحضر موتا ووالدتی وکنندۃ والسبعیا

نشوونما اور تحصیل ادب..... متنبی بچپن ہی میں کوفہ سے ملک شام میں آ گیا تھا یہیں اس نے نشوونما پائی اور فنون ادب کی تحصیل کی، اکابر علماء ادب زجاج، ابن السراج ابوالحسن انخفش، ابوبکر محمد بن زرید، ابو علی فارسی وغیرہ سے ملاقات کی اور ان حضرات کے فیضان صحبت سے وہ کمال حاصل کیا کہ فصاحت و بلاغت، ادب و لغت شہر و شاعری میں یگانہ روزگار ہو گیا، چنانچہ اس کے ہم عصر شعراء میں کوئی بھی اس کی فکر کا نہ تھا لغات مشہورہ کے علاوہ لغات وحشیہ وغریبہ سے بھی بخوبی واقف تھا جب

۱۔ از مفتاح السعادت ابن خلکان دائرہ المعارف، کشف الظنون، ایجد العلوم، تاریخ ادب عربی، البیان والتبین وغیرہ ۱۲

۲۔ اے وہ شخص کہ بسبب احسانات کے محلات سکون حضر موت کندہ سیح لور میری والدہ کا بچہ کو بھلانے والا ہے۔ ۱۲



اس سے محاورات کے سلسلہ میں کچھ پوچھا جاتا تو فوراً اہل عرب کے کلام منشور و منظوم کو بطور سند پیش کر دیتا ہے۔ بحر علمی و استخراج..... نام نحو شیخ ابو علی فارسی نے ایک روز متنبی سے پوچھا کہ عربی زبان میں فعلی کے وزن پر کتنے اسم جمع آتے ہیں۔ متنبی نے برجستہ جواب دیا فعلی اور ظربی شیخ ابو علی کہتے ہیں کہ میں نے برابر تین رات لغت کی کتابیں چھانیں کہ ان دو کے سوا اس وزن پر کوئی اور جمع آتی ہے یا نہیں، مگر نہ ملی اس بحر کا کیا ٹھکانہ ابن خلکان نے اپنی حدیث میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے متنبی سے اس کے قول یاد ہو اک صبرت ام لم تبصر اکی بابت دریافت کیا کہ اس میں لم جازمہ کے ہوتے ہوئے الف کیسے ثابت رہا لم تبصر ہونا چاہیے متنبی نے کہا اگر ابوالفتح ابن جنی یہاں ہوتا تو وہ جواب دیتا کہ یہ الف نون ساکن کے بدلہ میں ہے کیونکہ یہ اصل میں لم تبصرن تھا اور جب نون تاکید خفیہ پر وقف کیا جائے تو اس کو الف سے بدل دیتے ہیں جیسے اعشیٰ کتا ہے۔

ولا تعبد الشيطان والله فاعبدا

فاياك والمعبات لا تعبرنها

یہ اصل میں فاعبدن تھا فلما وقف علیہا تالی بالالف بدلا من النون۔

قوت حافظ..... ابوالحسن علوی نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ وراق نے مجھ سے کہا مارایت احفظ من ہذا النقی ابن عید بن السقاء میں نے اس نوجوان عید ان السقاء کے بیٹے سے زیادہ حافظ والا نہیں دیکھا اس نے کہا یہ کیسے۔ وراق نے کہا: ایک روز ایک آدمی امام اصمعی کی کوئی کتاب جو تقریباً تیس ورق پر مشتمل تھی برائے فروخت لے کر آیا متنبی نے اسے لے کر پڑھنا شروع کر دیا صاحب کتاب نے کہا: جناب میں تو کتاب بیچنے کیلئے لایا تھا آپ نے خواہ مخواہ مطالعہ کے پیچھے مجھے اڑا دیا۔ اگر آپ حفظ کرنا چاہتے ہیں تو یہ ایک ماہ سے کم میں حفظ نہ ہو سکے گی، متنبی نے کہا: اگر میں ابھی حفظ کر کے سنا دوں تو کیا ہوگا۔ صاحب کتاب نے کہا کتاب مفت دیدوں گا۔ متنبی نے ایک آدھ مرتبہ کتاب پڑھ کر اول تا آخر سنا دی۔

جلالت شان اور استاد الشعراء کا اعتراف..... متنبی ایک شاعر بلوغ، لطیف الطبع، بلند فکر، نازک خیال اور فصاحت و بلاغت کا رمز شائستہ تھا جس کی جلالت شان پر سب کا اتفاق ہے "الصبح السنیس" میں ہے کہ ابوالعلاء معری جب شعراء کا تذکرہ کرتا تو یوں کہا کرتا تھا کہ ابونواس نے یوں کہا ہے اور بہتری نے یہ اور ابوقحیف نے یہ اور جب متنبی کا تذکرہ کرتا تو کہتا تھا کہ شاعر نے یہ کہا ہے اس پر کسی نے ابوالعلاء سے کہا کہ آپ متنبی کی بہت تعظیم کرتے ہیں ابوالعلاء نے جواب دیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس شعر کا قائل متنبی ہے۔

وقوف شہیح ضماع فی الترب خاتمه

بلیت بلی الاطلاع ان لم افق بها

اگر میں دیار مندرسہ احبہ پر بحالت تکلیف ایسا جم کر کھڑا نہ ہوں جیسے شخص بخیل کہ اس کی انگشتی خاک میں رل گئی ہو تو میں ایسا مضمحل و کسندہ جاؤں جیسے دوستوں کے کھنڈر دیار۔

متنبی نے اس بخیل کے ساتھ جس کی انگشتی خاک میں رل گئی ہو اس واسطے تشبیہ دی ہے کہ دستور ہے کہ جب کوئی بڑی چیز نکلنے کے مثل گم ہو جاتی ہے تو اس کو کھڑے کھڑے تلاش کرتے ہیں اور جب کوئی چھوٹی چیز سوتی کے مثل گم ہو تو اس کو بیٹھ کر تلاش کرتے ہیں اور جب کوئی شے انگشتی کے مثل مٹی میں گر جائے تو اسے جھک کر تلاش کرتے ہیں اور جھکنے میں کھڑے رہنے اور بیٹھنے سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے پس متنبی کہتا ہے کہ اگر میں احبہ کے ویران منازل کو دیکھ کر اپنے جگر پر ہاتھ رکھ کر بحالت تکلیف انگشتی گم شدہ بخیل کی طرح کھڑا ہوں تو خاتمائے ویران کی طرح خود ویران ہو جاؤں۔

متنبی سے سوال ہوا کہ انگشتی گم شدہ بخیل کے قیام کی مدت کتنی ہے۔ اس نے جواب دیا چالیس روز اس سے پوچھا گیا یہ کہاں سے معلوم ہوا۔ اس نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چالیس روز تک انگوٹھی تلاش کرتے رہے پھر سوال ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بخیل ہونا کہاں سے معلوم ہوا۔ اس نے جواب دیا حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے "وہب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی۔"

متنبی اور علو ہمت ..... بچپن ہی سے متنبی سبک روح، عالی ہمت، بلند حوصلہ اور مجدد سروری کی طرف مائل تھا اور یہی وہ چیز تھی جس نے اسے نوجوانی اور نا تجربہ کاری کی عمر میں لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت پر ابھار اور بیعت کا معاملہ پورا ہوا ہی چاہتا تھا کہ علاقہ کے گورنر کو اس سازش کی اطلاع مل گئی اور اس نے اسے قید کرنے کا حکم دیدیا متنبی نے جیل خانہ سے گورنر کو ایک قصیدہ بھیجا جس میں وہ کہتا ہے۔

امالک رقی ومن شانہ. هيات اللجين وعتق العبيد دعوتك عند انقطاع المرجا

والموت منى كحبل الوريد. دعوتك لعميراني البلى واهمن رجلى نقل الحديد. تعجل فى وجوب الحدود

وحدى قبل وجوب السجود

(ترجمہ) میرے آقا! جس کا کام ہی دولت بخشا اور غلاموں کو آزاد کرنا ہے، میں آپ سے امید منقطع ہو چکے اور اپنا گلاموت کے ہاتھ میں پہنچ جانے کے وقت مدد کی درخواست کرتا ہوں، اور اس وقت مدد چاہتا ہوں جبکہ میری حالت خستہ ہو چکی ہے اور میرے پاؤں کو بیڑیوں کے بوجھ نے کمزور کر دیا ہے مجھ پر انہی سے حدود قائم کی جا رہی ہیں حالانکہ ابھی تو مجھ پر نماز بھی فرض نہیں ہوئی۔ چنانچہ گورنر نے اسے رہا کر دیا لیکن تمنائے سروری اس کے دل و دماغ میں اس طرح سما چکی تھی کہ جوانی ختم ہو جانے کے بعد بھی اس نے نبوت کا دعویٰ کر ڈالا۔

دعویٰ نبوت ..... جب متنبی نے بنی کلب میں اقامت اختیار کی تو اولاً اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں علوی ہوں اس کے بعد یہ دعویٰ کر بیٹھا کہ میں نبی ہوں ابو علی بن حامد کہتے ہیں کہ میں نے حلب میں ایک تم غفیر سے سنا ہے کہ متنبی نے باو یہ سلوہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے اشعار کو اپنا معجزہ قرار دیا تھا اور بنی کلب کا انبوہ کثیر اس کا تابع ہو گیا تھا جب اس سے کہا جاتا تھا کہ ہر نبی کے پاس وحی آتی تھی تو یہ بے پاس بھی وحی آتی ہے۔ تو یہ دیہاتیوں کو اپنی گھڑی ہوئی سورتیں سنانا اور کہتا کہ یہ قرآن ہے، ابو علی کہتے ہیں کہ ان سورتوں میں سے ایک سورت کے ابتدائی کلمات مجھے محفوظ ہیں۔

”والنجم السيار والفلک الدور والليل والنهار ان الكافر لفي اخطار امضى على سنتك واقف اثر من قبلك

من المرسلين فان الله قانع بك زيع من الحدفى دينه وحل عن سبيله (نعموذ باللہ)

جب اس سے آنحضرت ﷺ کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے کہا: آپ ہی نے تو میری آمد کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا ”لانی بعدی“ یعنی میرے بعد ”لا“ نامی شخص نبی ہو گا اور میرا نام آسمان میں ”لا“ ہے۔ دعویٰ نبوت کے بعد ..... ایک انبوہ کثیر اس کا تابع ہو گیا اور ملک شام میں خاندان کے خاندان اس کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے تو شاہ اشید یہ کے نائب ابو لولو امیر حمص نے اس پر چڑھائی کی اور اس کے بیٹے کو متفرق کر کے اس کو قید کر لیا اور عرصہ دراز تک مقید رکھا یہاں تک کہ متنبی ہلاکت کے قریب پہنچ گیا اور توبہ کرنے پر مجبور ہو گیا چنانچہ اس نے دعویٰ نبوت سے توبہ کی اور اس کو قید خانہ سے رہا کر دیا گیا رہائی کے بعد وہ اپنی بلند آرزوؤں سے بھی دور کے سفر کرنے لگا اور ان سفروں میں اس کے پاس عبرتیں اور عزم و ہمت کے سوالور کوئی زادر اوندہ ہوتا تھا جیسا کہ اس کے متعدد اشعار سے معلوم ہوتا ہے مثلاً۔

وحيد من الخلان فى كل بلدة اذا عظم المطلوب فىل المساعد

کہ میں ہر شہر میں دوستوں کے بغیر تنہا ہوں جب مقصود عظیم ہو تا ہے تو مددگار کم ہو جاتے ہیں۔

ضاق صدرى و طال فى طلب الرزق قيامى و قل عنه فعوى

ابدا افطع البلاد و نجمى فى نحوس و همتى فى سعوى

یعنی میں دل برداشتہ ہو گیا ہوں طلب معاش میں ہر دم ہمارا پھر تار پتا ہوں اور اس طرف سے مجھے طمانینت نہیں

لمتی، سد ایک ملک سے دوسرے ملک کا قصد کرتا رہتا ہوں، میرے تارے نحوست میں ہوتے ہیں لیکن میری ہمت سعادت میں رہتی ہے۔

ابو عبد اللہ یا ثوث رومی کہتے ہیں کہ منتہی رہائی کے بعد ایک مدت تک پریشان حال رہا، یہاں تک کہ جب ابو العتاشز والی انطاکیہ کے دربار تک رسائی ہوئی اور اس کی شان میں مدیہ قصائد کے ذریعہ عطیات حاصل کئے تب پر آگندہ حالی دور ہوئی ابو العتاشز نے اسے سیف الدولہ کے حضور میں پیش کر کے اس کے شعر و ادب کی صلاحیتوں کا تعارف کرا کر اس کا بلند مقام بتایا چنانچہ سیف الدولہ نے اس کا بڑا احترام کیا اور اسے اپنے مقررین میں شامل کر لیا یہاں تک کہ اسے خوب آسودہ اور مالامال کر دیا چنانچہ منتہی خود کہتا ہے۔

وانعلت افراسی بنعماک عسجداً

ترکت السری خلقی لمن قل مالہ

ومن وجہ الاحسان قید القیداً

وقبذت نفسی فی ہواک محبۃ

یعنی میں راتوں کا سفر اپنے پیچھے ان لوگوں کیلئے چھوڑ دیا جن کے پاس مال کی کمی ہے اور میں نے تیرے انعامات و احسانات کی وجہ سے اپنے گھوڑوں کو سونے کی نعلیں لگوائیں اور میں نے تیرے لطف و کرم کی وجہ سے خود کو تیری محبت میں مقید کر دیا اور جو بھی احسان کو بیڑی کی صورت میں پاتا ہے وہ قید ہو جاتا ہے۔

منتہی لقب کے ساتھ موسوم ہونے کی وجوہ..... اس لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ ایک تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی (دعوی نبوت) بعض حضرات نے کچھ اور وجوہ ذکر کی ہیں (۲) لوگوں نے منتہی سے کہا کہ یہاں ایک شریراو مننی ہے اگر تو اس پر سوار ہو جائے تو ہم تجھے نبی سمجھیں گے، منتہی کسی حیلہ سے اس پر سوار ہو گیا لوگوں نے اس کو منتہی کہنا شروع کر دیا۔

(۳) منتہی کسی وجہ سے ردپوش تھا ایک مرتبہ ایک شخص کے ساتھ باہر نکلا راستہ میں ایک کتے نے ان کا پیچھا کیا اور بھونکنے لگا، منتہی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ جب تو واپس ہو گا تو کتے کو مردہ پائے گا اس شخص نے واپس ہو کر کتے کو دیکھا تو واقعاً مردہ تھا۔

(۴) یہ ایک قسم کا جادو جانتا تھا جس کو ”صدقہ المطر“ کہتے ہیں اس کو دیکھ کر لوگ اسے نبی سمجھ بیٹھے، ابو عبد اللہ معاذ بن اسماعیل لاڈلی نے اس سلسلہ میں تفصیل کے ساتھ ایک قصہ نقل کیا ہے من شاء فلیطالع الصبح المنی۔

(۵) ابو محمد عبد الکریم ابن ابراہیم مہنظلی کا خیال ہے کہ یہ نہایت ذکی و تیز فہم تھا اس لئے اس کو منتہی کہنے لگے۔

(۶) امام واحدی اور ابوالفتح عثمان بن جنی نے منتہی کے اشعار

لے مامقای بارض خلقہ الہ کمقام البسیح بین الیسود۔ انانی امتہ تدار کہا اللہ غریب کصالح فی محمود کی تفسیر میں کہا ہے کہ ان اشعار میں جو ابوالطیب نے اپنے آپ کو حضرت صالح اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس سبب سے لوگ اسے منتہی کہنے لگے۔

(۷) ابو علی کہتے ہیں کہ منتہی سے سوال کیا گیا تیرا دعوی نبوت کن لوگوں پر ہے۔ اس نے کہا شعراء پر سوالی ہوا

کہ ہر نبی کے پاس معجزہ ہوتا ہے تیرے پاس کیا معجزہ ہے۔ اس نے کہا میرا معجزہ یہ شعر ہے۔

عدوالہ مامن صدائقہ بد

ومن نکدا الدنیا علی الحران بوی

۱۔ میری اقامت سرزمین نخلہ میں ایسی ہے جیسے حضرت عیسیٰ کی اقامت یسود میں۔ میں ایک امت میں سے ہوں جو میری قدر نہیں جانتی خدا ان کا تدارک کرے اور میں غریب ہوں مثل حضرت صالح کے قوم نمود میں۔ آزاد اور شریف آدمی پر دنیا کی سختی اور قلت خیر سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے لینے دشمن کو دیکھے جس کی دوستی سے چارہ نہیں ہے۔

لطیفہ..... ایک بادشاہ سیف الدولہ کی مجلس میں ابن خالویہ نحوی نے کہا: اگر ہمارا بھائی (متنبی) جاہل نہ ہوتا تو متنبی لقب سے خوش نہ ہوتا کیونکہ متنبی کے معنی کاذب اور جھوٹے کے ہیں اور جو شخص خود کو کاذب کے ساتھ پکارے جانے سے خوش ہو اس سے زیادہ جاہل کون ہو سکتا ہے، متنبی نے کہا میں اس سے خوش نہیں ہوں بلکہ بدعنوانی بہ من یرید الغض منی ولست افقر علی المنع.

اخلاق و عادات..... متنبی اپنی فصاحت کلامی و سخن سنجی پر نہایت نازاں اور اپنی مہارت ادیبیہ کی وجہ سے بڑا خود میں شخص تھا یہاں تک کہ جب یہ شاد سیف الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اولیٰ دہلہ ہی یہ شرط لگائی کہ میں کھڑا ہو کر اشعار نہ پڑھوں گا نیز شاہ کی تعظیم میں زمین بوسی کی رسم اولہ کروں گا اس نے اپنے عجب کا اظہار کرتے ہوئے خود کہا ہے۔

لابقومی فخرت بل فخر و ابی و بنفسی فخرت لا بجدودی

علی بن حمزہ نے کہا ہے کہ میں نے متنبی میں تین خصلتیں اچھی پائی ہیں اول یہ کہ اس نے جھوٹ نہیں بولا دوم یہ کہ اس نے کبھی زنا نہیں کیا سوم یہ کہ کبھی لواطت نہیں کی۔ اور تین عادتیں بری پائیں اول یہ کہ اس نے کبھی روزہ نہیں رکھا۔ دوم یہ کہ اس نے کبھی نماز نہیں پڑھی۔ سوم یہ کہ اس نے کبھی قرآن پاک کی تلاوت نہیں کی۔

متنبی بخل و کجوسی میں بھی اپنی نظیر آپ تھا اور بقول علامہ ابو بکر خوارزمی، شاعر کے اس شعر کا مصداق تھا۔

وان احق الناس بالعلوم شاعر و بلوم علی البخل الرجال وینجل

ایک روز کا واقعہ ہے کہ متنبی کے سامنے شاد سیف الدولہ کا بخشش کردہ مال خوب دیکھ بھال کر تول تال کر پوری احتیاط کے ساتھ تھیلوں میں بھرا جا رہا تھا بد قسمتی سے ایک معمولی چیز چٹائی کے درج میں رو گئی تو متنبی اس کو نکالنے کیلئے چٹائی پر اوندھا گر پڑا اور اس چکر میں اپنے ہم نشینوں کو بھول گیا جب اس کا کچھ حصہ نکل آیا تو فرط مسرت میں قیس بن حطیم کا یہ شعر پڑھا۔

تبدت لنا کالشمس تحت غمامة و بدا حاجب منها و ظنت بحاجب

آزادانہ خیالات..... متنبی کے زمانہ میں عرب کی تمام خصوصیات مٹ چکی تھیں تاہم جب سیف الدولہ نے متنبی کی ناز برداری میں گئی اور شعراء کو اس کا ہم رتبہ قرار دیا تو اس نے ایک قصیدہ لکھ کر دربار میں پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

وما انتفاع اخی الدنيا بناظرة و اذا السوت عنده الانوار و الظلم

یعنی جب انسان کو روشنی اور تاریکی یکساں معلوم ہو تو آنکھ سے کیا حاصل، تمام قصیدہ میں اسی قسم کے آزادانہ خیالات ظاہر کئے اور بگڑ کر دربار سے چلا آیا۔

مردم شناسی اور اہل کمال کی قدر دانی..... جیسا کہ اوپر مذکور ہوا متنبی نہایت مغرور اور خود نہیں تھا اپنی سخن گوئی کے سامنے بڑے سے بڑے کامل الفن شاعر کو بھی نظر میں نہ لاتا تھا لیکن اس کے باوجود مردم شناس اور اہل فضل کا قدر دانی بھی تھا چنانچہ وہ ابن عبد ربیہ کی فصاحت و بلاغت شعر کا صدق دل سے معترف تھا حتیٰ کہ جب اس سے اندلس کا کوئی شخص ملتا تو وہ فریادیں کر کے ابن عبد ربیہ کا کلام سنتا تھا۔

متنبی اور شعر و شاعری..... متنبی معنی آفریں شاعروں میں سے ہے اس نے شاعری اور فلسفہ کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کیا اور اپنی بیشتر توجہ معنی پر صرف کی نیز شاعری کو ان بندشوں سے رہائی دی جن میں ابو تمام اور اس کے ہم نواؤں نے قید کر دیا تھا اس نے عربی شاعری کو مخصوص قدیم عربی ذکر سے نکال لیا یہی شخص عربی شاعری میں رومانی طرز انشاء (جس میں تخیل و جذبات کا زور ہوتا ہے اور نفس مضمون کو الفاظ و طرز اداء پر ترجیح دی جاتی ہے) کا قائد ہے اس نے اپنی شاعری میں حکم ط مثال کو جگہ دی جنگ کے وصف میں جدت طرازی عرب کی دیہاتی عورتوں سے تشبیب، حسن تشبیہ، ایک شعر میں دو ضرب

المثل لے آتا، حسن گریز، مدح کا انوکھا انداز، چبھتی ہوئی جہو اس کی شاعری کی خصوصیات ہیں اور سب سے زیادہ جو چیز مثنوی کو نمایاں اور ممتاز کرتی ہے وہ ہے شاعری میں اس کی شخصیت کا ابھر کر آنا، اس کی پختگی رائے خودی و خود اعتمادی اور لوگوں کے مشاغل و خواہشات و جذبات، حقائق کائنات اور مقاصد حیات کی صحیح عکاسی اور پوری پوری ترجمانی یہی وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اس کی شاعری ہر زمانہ کے لایب کیلئے مددگار اور خطیب کیلئے معاون بنی رہی، ہر کیف اس میں کوئی شک نہیں کہ مثنوی شعر و شاعری میں صاحب نعت بلند اور بڑا خوش قسمت تھا جس کی فصاحت و بلاغت زبان کی سلاست، انداز بیان کی دل کشی، مضامین کی پختگی اور بے ساختگی، معانی کی عمدگی مسلمات میں سے ہے شیریں استعارات و محکمین تشبیہات اور محاسن کلام میں تو مثنوی کا وہ مقام ہے کہ دوسرے شعراء کو نصیب ہی نہیں بلکہ بعض صنعتوں کا تو موجود ہی مثنوی ہے۔

حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ متقدمین صنعت تو یہ سے کوسوں دور تھے سب سے پہلے جس نے اس کو بے نقاب کیا وہ مثنوی ہے اس کے بعد ابو العلاء معری ہے حسن مخلص، حسن تعلیل، توجیہ، تجرید، ابداع تجاہل عارفانہ مقابلہ، جمع، اغراق، غرض ہر قسم کے محاسن سے اس کا کلام مزین ہے نمونہ کے طور پر چند صنعتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قد حزن فی بشیر فی تاجہ فمر

فی وردہ اسد تدمی اظافره

(ترجمہ) نظریں ایک ایسے بشر میں حیران ہیں کہ وہ مادہ تاپ تاج پوش اور شیر زرہ پوش ہے کہ اسکے ناخن دشتوں کو خون آلود کرتے ہیں اس شعر میں صنعت تجرید ہے تجرید اس کو کہتے ہیں کہ ایک صاحب صفت امر سے دوسرا امر اسی کے مثل الگ کر لیں، اس کا مقصد صرف اس صفت میں مبالغہ پیدا کرنا، و تا ہے کہ موصوف اس اتصاف و صف میں اس مرتبہ پر پہنچاؤا ہے کہ اس سے اس جیسا ایک اور امر متزع کیا جاسکتا ہے شعر میں اسد سے مراد نفس ممدوح ہے لیکن شجاعت میں مبالغہ کرنے کیلئے اس سے اسد آخر کا استزاع کیا ہے۔

لم تحلک نائلک السحاب وانما

حمت بہ فصیہا البر حضاء

(ترجمہ) بادل نے تیری عطاء کی نقل نہیں کی بلکہ اس کو بخار آگیا پس اس سے ٹکا: و پانی پسینہ ہے۔ اس شعر میں حسن تعلیل ہے حسن تعلیل اس کو کہتے ہیں کہ کسی وصف کیلئے بنظر و قیاس ایسی علت کا دعویٰ کیا جائے جو اس وصف کے مناسب ہو اور غیر واقعی ہو۔

بادل سے پانی کا بہنا ایک صفت ثابتہ ہے جس کی کوئی علت عاودہ ظاہر نہیں ہے مثنوی نے اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ یہ پانی بخار کا نتیجہ ہے جو عطاء ممدوح کو دیکھ کر براہ شرم پیدا ہو گیا ہے۔

اذا مطرت منهم دمنک سحاب

فوا بلہم ظل و ظلک و ابل

(ترجمہ) جب ان کے اور تیرے ابرہائے عطا بر میں تو ان کی عطا کثیر تیرے مقابلہ میں نہایت قلیل ہے اور تیری عطاء قلیل ان کی عطاء کی نسبت کثیر ہے اس شعر میں عکس و تبدیل سے عکس اس کو کہتے ہیں کہ اولاً کلام میں ایک جزء کو مقدم ذکر کر کے پھر اس کو موخر ذکر کیا جائے مصرع ثانی میں اولادیل کو ظل پر مقدم کیا ہے پھر اس کا عکس

من الجادر فی زی الاعراب

حمر الحلی و المطایا و لجلایب

(ترجمہ) لباس عرب میں یہ پچھے ہائے گاؤد ششی کون ہیں جن کا زیور سرخ یعنی سونے کا ہے اور سرخ رنگ کی اونٹنیوں پر سوار ہیں اور ان کی چادریں بھی سرخ ہیں اس شعر میں تجاہل عارفانہ ہے وہ ظاہر۔

ساطلب حفی بالقنا و مشانخ

کانہم من طول ما لثمتوا مرد

اب میں اپنا حق نیزوں اور تجربہ کار جرموں کے ذریعہ جو بسبب دوام برقع پوشی کے گویا مرد ہیں طلب کروں گا

ثقال اذا لاموا خفاف اذا دعوا  
کثیر اذا شدوا قليل اذا عدوا

(ترجمہ) جب وہ مسلح لڑتے ہیں تو ان کا حملہ سخت و گراں ہے اور جب وہ مدد کے واسطے بلائے جاتے ہیں تو ہلکے ہیں اور جب وہ اعداؤ پر حملہ کرتے ہیں تو بہت معلوم ہوتے ہیں اور جب شمار کئے جائیں تو تھوڑے ہیں۔

اس شعر میں صنعت تقسیم ہے تقسیم کا اطلاق اس پر ہوتا ہے کہ ایک شے کے چند احوال ذکر کئے جائیں اور ہر حال کی طرف اس کے مناسب امر کو منسوب کیا جائے۔

وجوه لفظیہ.....

فخن فی جذل والروم فی وجل  
والبر فی شغل والحر فی خجل  
(ترجمہ) ہم اس کی فتح و نصرت سے خوش ہیں اور روم اس کے حملہ سے خائف اور جنگی اس کے لشکروں سے گھری ہوئی اور دریا اس کی سخاوت سے شرمندہ ہے، اس شعر میں جمع ہے، جمع فواصل کلام کو ایک ہی قافیہ پر لانے کو کہتے ہیں شعر میں جذل، وجل، شغل، خجل سب ایک ہی قافیہ پر ہیں۔

کان رحلی کان من کف طاہر  
فانت کوری فی ظہور المواہب

(ترجمہ) گویا میرا کوچ طاہر کے ہاتھ سے تھا اس نے میرے کجاوے کو اپنی بخششوں کی پشت پر قائم کر دیا۔

اس شعر میں حسن تخلص ہے، حسن تخلص اس کو کہتے ہیں کہ متکلم غزل، افتخار، شکوہ شکایت وغیرہ سے ایسی چیز کی طرف منتقل ہو جو ممدوح کے مناسب ہو اور انتقال کے وقت اسلوب اتقاد اور دقیق ہو کہ سامع کو اس کا شعور بھی نہ ہو سکے۔

بعض عمدترین اشعار.....

ازورهم وسواد اللیل یشفع لی  
وانشی ویاض الشبح یغری می

(ترجمہ) میں معشوقوں کے پاس رات کو جاتا ہوں اس حالت میں کہ تاریکی شب میری شفاعت اور مدد کرتی ہے (کہ تاریکی کے سبب سے کوئی میرے جانے پر مطلع نہیں ہوتا) اور آخر شب میں وہاں سے لوٹتا ہوں اس

حالت میں کہ صبح کی سفیدی محافظین کو میری گرفتاری پر برا بھخت کرتی ہے (کیونکہ وہ میرا ناظاہر کرتی ہے)

ناقدین کلام اور حذاق شعر کہتے ہیں کہ یہ شعر مثنوی کے اشعار کا امیر ہے کیونکہ دو اول مصرع میں پانچ چیزیں لایا ہے

زیارت، سیاہی، لیل، شفاعت لی۔ جو اس کے فائدہ کی ہیں پھر دوسرے مصرع میں پانچ چیزیں مخالف ترتیب لایا ہے ابھی، بیاض، صبح، یغری، لی جو اس کے نقصان کی ہیں، بایں ہمہ الفاظ شستہ اور معنی عمدہ ہیں۔

ویغنیك عما ینسب الناس انه  
البلک تناھی الصکرمات وتنسب

(ترجمہ) اور لوگ جو اپنی نسبت اپنے قبیلہ کی طرف کرتے ہیں تجھ کو اس نسبت سے اس امر نے بے

پرواہ کر دیا کہ تو تمام حسنا کا منتہی ہے اور وہ خود تیری طرف نسبت کی جاتی ہیں۔

حق یہ ہے کہ ایک حبشی بے اصل و نسب غلام کی اس سے بہتر تعریف نہیں ہو سکتی۔

لحا اللہ ذی الدنیا مناخا لرواکب  
فکل بعد الهم فیہا معذب

(ترجمہ) اس دنیا پر جو سوار کیلئے تھوڑی دیر کی فرود گاہ ہے خدا لعنت کرے کہ اس میں ہر بلند ہمت عذاب

دیا جاتا ہے مثنوی کا یہ شعر اصدق الاشعار ہے۔

نہبت من الاعمار مالو حویته  
لہنت الدنیا بانک خالد

(ترجمہ) تو نے دشمنوں کو قتل کر کے ان کی اس قدر عمریں لوٹی ہیں کہ اگر تو ان سب کو جمع کر لیتا اور اپنی

عمر پر ان کا اضافہ کر دیتا تو دنیا کو اس کی مبارک باد دی جاتی کہ تو ہمیشہ رہے گا۔  
یہ شعر مدح میں بجائے قصیدہ بلکہ ایک مستقل دیوان کے درجہ میں ہے کیونکہ بوجہ کثیر مدح ہے لول یہ کہ اس نے  
عمر کو لوٹا ہے نہ کہ اموال کو دوام یہ کہ اس نے اس قدر دشمن قتل کئے ہیں کہ اگر وہ ان کی عمروں کا وارث ہو جاتا تو دنیا میں  
ہمیشہ رہتا، سوم یہ کہ اس کا دنیا میں ہمیشہ رہنا باعث صلاح اہل دنیا ہے ورنہ مبارک باد ہی چہ معنی دلدرد، چہ نام یہ کہ وہ دشمنوں  
کے قتل میں ظالم نہیں کیونکہ وہ ان کے قتل سے دنیا و اہل دنیا کی صلاح کا قصد کرتا ہے اور لوگ اس کے ہمیشہ رہنے سے خوش  
ہیں شارح ابن جنی کہتا ہے کہ اگر متنبی سیف الدولہ کی مدح میں اس شعر کے سوا اور کچھ نہ کہتا تو اس کی دوام یادگار کیلئے کافی تھا۔

تحسب اللدع خلقه في الماق

انراھا لکثرة العشاق

(ترجمہ) اے مخاطب کیا تجھ کو محبوبہ ایسے حال میں دکھائی جاتی ہے کہ وہ بسبب اپنے عشاق کی کثرت کے  
خیال کرتی ہے کہ اشک گوشہ ہائے چشم میں مخلوق ہیں، یہ بدیع معنی متنبی کے مختصرات میں سے ہیں جس  
کی طرف کوئی نہیں جا سکا۔

حتى يراق على جوانبه الدم

لايسلم الشرف الرفيع من الاذى

(ترجمہ) شریف کے شرف رفیع اعداء و حسد کی تکلیف سے نہیں بچتے جب تک کہ اس کے اطراف میں خون

دشمنانہ گر لیا جائے قال ابو الفتح اشهد بالله انه لو لم يقل الا هذا لكان اشعر المجيبين ولكان له ان يظلم عليهم

متنبی کی شاعری کے عیوب..... کبھی کبھی متنبی کی شاعری میں مضمون و معنی تنگ اور اسے سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے  
الفاظ سے بے توجہی کی بنا پر اس کی عبارت میں خامیاں پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً بھونڈے الفاظ، معنوی تعقید غریب و نامانوس الفاظ  
کا استعمال، مطلع بے ڈول، قیاس کی مخالفت، شاعری کے مضمون میں تقاوت، مبالغہ میں حد سے تجاوز کر کے اسے ناممکن حد  
تک پہنچا دینا مثلاً۔

ولا ضعف حتى يبلغ الضعف ضعفه

ولا الضعف حتى يبلغ الضعف ضعفه

یا جیسے

وابوك والثقلان انت محمد

انبي يكون ابا البرايا آدم

کہنا یہ چاہتا ہے کہ ”انبی یكون آدم ابا البرايا ابوک محمد وانت الثقلان“ یعنی آدم کیوں کر انسانوں کا جد اعلیٰ ہو سکتا ہے حالانکہ  
آپ کا باپ محمد ہے اور آپ ثقلان ہیں۔ اسی طرح ایک جگہ کہتا ہے۔

عقمت بمولد نسلها حواء

لو لم تكن من ذا الوردى الذمك هو

یعنی اے ممدوح! اس دنیا میں جس کا وجود ہی تیری ذات سے ہے اگر تو نہ ہو تا تو ماں حواء بانجھ ہو جاتی اور ان کے  
کوئی اولاد نہ ہوتی، اس قسم کے بر تعقید شعروں کی مثالیں ہمیں ہمارے موضوع سے دور لے جائیں گی جسے ان چیزوں کے  
معلوم کرنے کا شوق ہو وہ تعالیٰ کی تصنیف ”تیسیتہ الدہر“ دیکھے۔

متنبی کے بعض بدترین اور معیوب اشعار..... متنبی کے اشعار میں سب سے بدترین قصیدہ وہ ہے جو اس نے ضیہ بن  
یزید عقی کی جہو میں کہا ہے جس کا مطلع یہ ہے بالصف القوم ضب۔ وامہ الطرطبه اس قصیدہ میں متنبی نے ایسی ایسی گالیاں دی ہیں  
کہ معاذ اللہ۔

بعظیم ما صنعت نطنك كاذبا

کر ما فلو حدثه عن نفسه

(ترجمہ) ممدوح ایسی بخشش کرتا ہے کہ اگر تو اس کے روبرو وہ بڑا کام جو اس نے کیا ہے بیان کرے تو تجھ کو  
جھوٹا سمجھے گا یعنی اس امر کو بڑا سمجھ کر تیری تصدیق نہ کرے گا۔

شرح نے کہا ہے کہ متنبی کا یہ قول بہتر نہیں ہے کیونکہ خوبی تو اس میں ہے کہ غیر اس کو بڑا سمجھے نہ کہ خود ممدوح۔ ابن جنی اور حسن عقیدت..... الصبح السنہی میں ہے کہ شارح ابن جنی متنبی کا بہت دلدادہ اور اس کے اشعار پر بڑا فریفت تھا اور ان کو متنبی کے اشعار پر ابو علی فارسی کا طعن نہایت گراں گذرتا تھا ایک روز ابو علی نے ابن جنی سے کہا کوئی شعر بتاتا کہ بحث و مباحثہ کریں، ابن جنی نے فوراً متنبی کا یہ شعر پڑھا۔

تلحال النحول دون العناق

حلت دون المزار فالیوم لوزر

(ترجمہ) اس سے قبل تو ہم میں اور ملاقات میں حائل تھی اس لئے ہم غم ہائے فراق میں گھل گئے سو آج اگر تو ہم سے ملے تو ہماری لاغری معانقہ سے مانع ہوگی جس کی وجہ سے ہم گلے گلنے کے قابل نہیں رہے۔ ابو علی نے شعر کو بہت پسند کیا اور بار بار سنتا رہا پھر دریافت کیا کہ یہ شعر کس کا ہے۔ ابن جنی نے کہا یہ شعر اسی کا ہے جس نے یہ کہا ہے۔

واثنی و بیاض الصبح بغری بی

ازورهم وسواد اللیل یشفع لی

ابو علی یہ سن کر اچھل پڑا اور کہنے لگا، یہ کس کا ہے۔ یہ تو بہت ہی عمدہ ہے ابن جنی نے کہا یہ اس کا ہے جس کا یہ شعر ہے۔

واستقرب الاقصی فتم له هنا

امضی ارادته فسوف له قد

(ترجمہ) وہ اپنے ارادہ کا پکا ہے جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے پس کلمہ سوف (جو استقبال کیلئے ہے) ممدوح کیلئے بجائے کلمہ قد ہے (جو ماضی کیلئے ہے) اور وہ امر بعید کو بہت نزدیک سمجھتا ہے (اپنی بلند عزتی کے سبب) پس کلمہ تم (جو اشارہ بعید کیلئے) کلمہ ہنا کیلئے استعمال کرتا ہے (جو اشارہ قریب کیلئے ہے)۔ ابو علی یہ سن کر ششدر رہ گیا اور کہنے لگا یہ کس کا ہے۔ ابن جنی نے کہا یہ اسی کا ہے جس کا یہ شعر ہے۔

مضر کو وضع السیف فی موضع الندی

ووضع الندی فی موضع السیف بالعلی

(ترجمہ) تلوار کے موقع میں بخشش کا استعمال انسان کے علور تہہ کیلئے مضر ہے جیسے بخشش کے موقع میں تلوار کا استعمال مضر ہے۔ ابو علی کا اعجاب حد سے بڑھ گیا اور وہ بے تاب ہو کر کہنے لگا جلد بتائیے یہ اشعار کس کے ہیں۔ بخدا میں نے اتنے عمدہ اشعار آج تک نہیں سنے، ابن جنی نے کہا، یہ اشعار اسی کے ہیں جس کے بارے میں آپ طعن کرتے رہتے ہیں ابو علی نے کہا شاید اس سے آپ کی مراد متنبی سے ابن جنی نے کہا ہاں! ابو علی نے کہا آج آپ نے مجھے متنبی کا گرویدہ بنا دیا اس کے بعد ابو علی عضد الدولہ کے پاس گیا اور وہاں متنبی کی بہت تعریف کی۔

مجمّل حیات و تاریخ و وفات..... متنبی قید خانہ سے رہائی کے بعد ۳۳۳ھ میں امیر سیف الدولہ علی بن حمدان عدوی صاحب حلف کے دربار میں آ گیا تھا تقریباً نو سال تک اسی کے یہاں قیام رہا امیر موصوف اظہار محبت کے ساتھ اس کا بہت زیادہ اعزاز و اکرام کرتا تھا کہتے ہیں کہ امیر موصوف وقتی انعامات دہلایا کے علاوہ تین ہزار اشرفیاں سالانہ متنبی کی ذات خاص پر صرف کیا کرتا تھا دوران قیام میں کسی بات پر متنبی اور ابن خالویہ کے درمیان کشیدگی پیدا ہوئی اور امیر کے روبرو دست درازی تک نوبت آئی اس لئے متنبی کو وہاں سے علیحدہ ہونا پڑا، چنانچہ ۳۴۶ھ میں مصر آ گیا اور ابو المسیب کافور انشیدی کی شان میں مدحیہ قصائد کہنے شروع کئے کیونکہ اس نے متنبی سے اعطاء ولایت کا وعدہ کیا تھا اس کے یہاں متنبی کا قیام تقریباً چار سال تک رہا مگر وہ پورا نہ کیا یہاں تک کہ متنبی کو کہنا پڑا۔

فافی اغنی منذ حین و تشرب

ابا اسک هل فی الکاس فضل اناله

ابو المسک! کیا جام میں کچھ میرے لئے بھی بچے گا۔ میں مدتوں سے گاربا ہوں اور آپ پئے جا رہے ہیں اسی طرح



ایک اور موقعہ پر کہتا ہے۔

و دون الذی املت منک حجاب

سکرتی بیان عندها و خطاب

هل ناعمی ان ترفع الحجب بیننا

وفی النفس حاجات و فیک فطانتہ

ہمارے درمیان کے حجابات دور ہو جانے سے مجھے کیا فائدہ ہوگا جبکہ وہ امید جو میں آپ سے لگائے بیٹھا ہوں ابھی تک پر وہ میں ہے میرے دل کے ارمان دل ہی میں ہیں اور آپ ان سے خوب واقف ہیں کیونکہ آپ میں اندرونی حالات بھانپنے کی صلاحیت ہے نیز خود میری خاموشی زبان حال سے اس قلبی کیفیت کو کھول کر بیان کر رہی ہے۔

اس قسم کی طنزیہ شاعری، تعالیٰ اور شوق طلب لہارت سے کافور کو اس کی طرف سے خطرہ لاحق ہو گیا اور وہ اس سے روگردانی کرنے لگا بلکہ صاف طور پر لوگوں سے کہہ دیا کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے کیا وہ کافور کے ساتھ مملکت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس پر منتہی نے ناراض ہو کر اس کی بیجو کہہ ڈالی اور ۳۵۰ھ میں بغداد کا رخ کر لیا، چونکہ وہ بالعموم بادشاہوں سے کم درجہ کے لوگوں کی مدح کتنا کسر شان خیال کرتا تھا اس لئے اس نے وزیر مہلبی کی مدح نہیں کی جس سے مہلبی نے برا مانا اور انتقاماً بغداد کے شاعروں کو اس کے پیچھے لگا دیا جنہوں نے اس کی خوب گت بنائی لیکن منتہی ان کے منہ نہ لگا اور فضل بن عمید سے ملاقات کیلئے لرجان روانہ ہو گیا صاحب بن عباد وزیر نے اس خیال سے کہ وہ اس کی مدح کرے گا اسے اصہبان آنے کی دعوت دی لیکن وہ اسے نظر میں نہ لایا اور عضد الدولہ سے ملنے کیلئے شیراز کا قصد کر لیا اس پر صاحب اس سے جل گیا اور اس کے کلام کی خامیاں نکالنے اور نکتہ چینی کرنے پر قتل گیا حالانکہ وہی اس کے محاسن کو سب سے زیادہ جانتے والا تھا چنانچہ صاحب اور اس کے ساتھیوں نے اس کے خلاف حملہ قائم کر کے قلمی جنگ برپا کر دی اس پر سرقہ مضامین اور لوب عربی کے اسلوب سے بغاوت کا الزام لگایا لیکن خود اعتمادی اور اپنی شاعری پر ناز ہونے کی وجہ سے منتہی نے ان ناقدین میں سے کسی کو درخور اعتناء نہ سمجھا۔ جب منتہی عضد الدولہ کے دربار میں پہنچا تو اس نے اپنے بھرپور احسانات و اکرامات سے نوازا تین ہزار دینار، گھوڑے خلعت اور انعام بخشا، پھر اپنے کسی آدمی کے ذریعہ خفیہ اس سے دریافت کر لیا کہ یہ بخشش و انعام گرانقدر ہے یا سیف الدولہ کا ہے۔ منتہی نے کہا: یہ نہایت گرانقدر اور عظیم تر ہے لیکن اس میں کچھ تکلف ہے اور سیف الدولہ کی بخشش جوش دروں کا نتیجہ تھی، اس جواب سے عضد الدولہ برہم ہو گیا کہتے ہیں کہ اس نے بنی ضبہ کے کچھ لوگوں کو قاتل بن ابی جبل بن خراس بن شداد اسدی کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ لوگ منتہی کو مار ڈالیں چنانچہ بغداد کے علاقہ صافیہ میں وہ ایک دوسرے کے بالمقابل آئے اور جنگ ہونے لگی جب منتہی نے اپنی کمزوری اور شکست کا اندازہ لگالیا تو بھاگنے کا لہوہ کیا لیکن اس کے غلام نے اس سے کہا کہیں ایسا نہ کہ لوگوں میں بھگوڑے کہلاؤ حالانکہ تم نے یہ شعر کہا ہے۔

والسيف والرمح والقرطاس والقلم

الحیل واللیل والیدہ تعرفی

گھوڑوں کے دستے، رات، نق ووق صحراء، تلوار، نیزہ، کاغذ اور قلم سب مجھے جانتے پہچانتے ہیں، چنانچہ وہ جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ منتہی اس کا بیٹا محمد اور اس کا غلام مفتح بروز چہار شنبہ ۲۸ رمضان ۳۵۲ھ میں قتل کر دیا گیا۔ اس حساب سے منتہی کی کل عمر اکیاون سال کی ہوئی ابوالقاسم مظفر علی قطبی نے اس کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے۔

کان من نفسه الکبیرة فی حیث. وفی کبریاء ذی سلطان

ماری الناس ثانی المنتہی. ای نان بری لبکر الزمان

وہی شعر مہربانی و لکن. ظہرت معجزاتہ فی المعانی  
دیوان منتہی..... جو مقام ہم عصر شعراء کے درمیان منتہی کا ہے وہی مقام دولابین شعراء کے درمیان دیوان منتہی کا ہے امام واحدی نے اپنی شرح کے آخر میں کہا ہے کہ یہ دیوان پانچ ہزار چار سو چورانوے اشعار پر مشتمل ہے صاحب کشف نے دیوان منتہی کا تعارف کرتے ہوئے آخر میں اس کے اشعار کی جو تفصیل نقل کی ہے وہ یہ ہے، شامیات ۲۳۵۲ سیفیات۔

۱۵۳۰، کانورپات ۵۲۸، خانپیات ۳۵۸، شیرلوپات ۳۵۷ اس تفصیل پر مجموعہ اشعار ۵۱۳۵ ہوتا ہے قاضی ابن خاکان نے اپنی تاریخ "دقیات الاعیات" میں لکھا ہے کہ علماء نے اس دیوان کی بڑی قدر کی ہے اور اس کی متعدد شرحیں لکھی ہیں جرجی زیدان کا بیان ہے کہ اس کے بعض اشعار کا ترجمہ انگریزی اور لاطینی زبان میں ہو چکا ہے بعض اساتذہ کا قول ہے کہ دیوان متنبی کی تقریباً چالیس شرحیں دیکھنے میں آئی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

## فہرست شروع دیوان متنبی

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وقات
۱	شرح دیوان متنبی	امام ابو الحسن علی بن احمد واحدی	۵۴۶۸
۲	=====	ابو الفتح شیخ عثمان بن جتی نحوی	۵۳۹۲
۳	=====	=====	=====
۴	لامع غزنوی	ابو العلاء ابن سلیمان معری	۵۴۲۹
۵	الحجی علی ابن جتی	ابو الفتح محمد بن احمد معروف بابن فورجہ	بعد ۵۴۳۷
۶	شرح علی ابی الفتح	=====	=====
۷	شرح دیوان متنبی	ابو الحسن علی بن اسماعیل معروف بابن سیدہ	۵۴۲۸
۸	=====	ابو موسیٰ عیسیٰ بن عبدالعزیز بربری جزولی	۵۶۰۷
۹	کتاب العظام (۱۰ جلد)	ابو البرکات مبارک معروف بابن المستوفی اربلی	۵۶۳۷
۱۰	شرح دیوان متنبی	ابو القاسم ابراہیم بن محمد معروف بالا کللی	۵۴۴۱
۱۱	=====	ابو الظفر کمال الدین محمد آدم ہروی	۵۴۱۴
۱۲	=====	ابو البقاء عبد اللہ بن الحسین حنبرہ صہبلی	۵۶۱۶
۱۳	=====	ابو عبد اللہ محمد بن علی بن ابراہیم الہراسی الخوارزمی	۵۴۲۵
۱۴	شرح دیوان متنبی	ابو الحسن محمد بن عبد اللہ بن حمدان ولسی عجلی	۵۴۶۰
۱۵	=====	ابو طالب سعد بن محمد ازدی معروف بو عید	۵۳۸۵
۱۶	=====	ابو عبد اللہ بن سلیمان بن عبد اللہ حلوانی	۵۴۹۴
۱۷	=====	عبد اللہ بن احمد سامانی	۵۴۷۵
۱۸	=====	ابوزکریا یحییٰ بن علی معروف بانخطیب تبریزی	۵۵۰۲
۱۹	=====	ابو محمد عبد اللہ بن محمد معروف بابن السید بظلیوسی	۵۵۲۱
۲۰	=====	عبد القاہر بن عبد اللہ حلیمی معروف بو ادا	۵۶۱۳
۲۱	حاشیہ دیوان متنبی	ابو الیسمن تاج الدین زید بن حسن کندی	
۲۲	=====	شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی بن محمد مزلاج علی	۵۱۳۷۴
۲۳	تسبیل البیان فی شرح الدیوان	مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی	

۱۔ و قد مر فی شروع دیوان ابی تمام معلق ۱۲۔

۲۔ از ابن خلکان، مقدمہ حاشیہ اعزازیہ، کشف الظنون، غلامان اسلام، ایچ اے اے، تاریخ خوب عربی وغیرہ ۱۲۔

## (۵۴) صاحب مقامات حریری

نام و نسب..... قاسم نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام علی، دادا کا نام محمد اور پردادا کا نام عثمان ہے حریر یعنی ریشم کو تیار یا فروخت کرتے تھے اس لئے آپ کو حریری کہتے ہیں اور قبلہ بنی حرام سے آپ کا نسبی تعلق تھا اس لئے آپ کو حرابی بھی کہتے ہیں مسٹر شد باللہ کے عہد خلافت میں شہر بصرہ کے قریب قصبہ مشان کے اندر ۴۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور بصرہ کے محلہ بنی حرام میں سکونت اختیار کی ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت بصرہ ہی میں ہوئی تھی۔

تحصیل علوم..... علامہ حریری اپنے ریشم بیچنے کے پیشہ کو ناپسند سمجھتے تھے آپ کو علم و ادب سے جو فطری مناسبت اور ضعف تھا وہ اس سلسلہ میں مانع بنا اسی سبب سے آپ نے علماء اور فضلاء کے مجالس اور مجالس کو اپنا مستقر قرار دیا ان کی صحبت و ہم نشینی کو آب حیات سمجھا، چنانچہ آپ علماء کی مجالس میں آتے جاتے اور ادبی علوم کے حاصل کرنے میں انتہائی جدوجہد اور جانفشانی سے کام لیتے تھے علم ادب آپ نے ابو القاسم فضل بن محمد قصبانی سے پڑھا اور حدیث شریف ابو تمام محمد بن الحسین وغیرہ سے حاصل کی۔

ادبی مطالعہ..... مقامات کے مطالعہ سے یہ بات خاص طور پر معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے لغت و نحو کا بخوبی مطالعہ کیا تھا اسی لئے کچھ ہی دنوں میں آپ کو فنی مہارت کے علاوہ معاصرین میں زبردست فوقیت حاصل ہوئی۔

آپ چونکہ عرب کے واقعات و اشعار اور عربی زبان کے اچھوتے اسالیب اور طرز بیان سے واقف تھے اس لئے گھر گھر آپ کی عربیت کے نغمے گائے گئے امتیازی شہرت حاصل ہوئی اور علوم و فنون کے ساتھ منفرد ہونے والے لوگوں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

ثروت و مالداری اور اونچا مقام..... مورخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ علامہ حریری اہل ثروت اور مالدار لوگوں میں سے تھے بصرہ میں آپ کی اٹھارہ ہزار کھجوریں تھیں چونکہ آپ شہر بصرہ میں صاحب الخیر کے عہدہ پر فائز تھے اس لئے آپ کو بڑا اونچا مقام حاصل تھا عوام و خواص سب ہی کیلئے مرجع التفات تھے۔

شیخ عماد نے اپنی کتاب ”خریدہ“ میں بیان کیا ہے کہ حریری بصرہ کی پجھری میں ”صاحب الخیر“ کے عہدے پر ہمیشہ فائز رہے اور یہ عہدہ مقہوری عہد کے آخر تک آپ کی اولاد میں چلتا رہا۔

علمی فضل و کمال..... علامہ مدوح نہایت ذکی، ہوشیار، نازک خیال، فصاحت و بلاغت میں یکتا اور ماہر فن، یگانہ روزگار، انشا پرداز اور لویب تھے، علم لغت، امثال، نحو، معانی، بیان بدیع میں ید طولی اور علیت و قابلیت، وسعت معلومات، زور انشاء، جزالت شعر و بدیع گوئی میں اپنے ہم عصر لوہاء میں نمایاں مقام رکھتے تھے اور عربی نظم و نثر دونوں پر یسار قدرت حاصل تھی۔

نثر نگاری..... علامہ حریری نثر کے پیغمبر تھے آپ کی ہر عبارت کو بالہامی اور ظاہری و معنوی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے علاوہ نہایت شستہ و شگفتہ ہوتی ہے گویا وہ ایک دلہن ہے جو جوانی کے لباس میں ملبوس اور معانی کے زیور سے مزین ہے اس میں نسیم سحر کے ٹھنڈے جھونکوں کی روح افزا لطافت پھولوں اور پھلوں کی فرحت بخش سرسبزی و شادابی بھی نہیں ہے اور شرر جیسی سوزش اور بھڑک بھی موجود ہے اگر کوئی چٹان کلام سے متاثر ہو کر پھل سکتی ہے یا کوئی چنگاری سرد ہو سکتی ہے تو وہ صرف آپ کے اس کلام سے جو رسائل و مقامات میں موجود تھے۔

صد آفریں نجامہ سحر آفرین من

در گوش من ز روح فغانے رسد فقیر

آپ کے مشہور رسائل میں دور سالے نہایت عجیب و غریب اور انشا پردازوں کی نظر میں خاص اہمیت کے حامل ہیں جن کے متعلق شیخ یوسف سنوبرونی نے کہا ہے کہ ان دونوں رسالوں کی وہی حیثیت ہے جو انسان کیلئے آنکھ کی یا آنکھ کیلئے پتلی کی

ہے پستار سالہ سینہ ہے جس میں آپ نے نظم و نثر کے ہر کلمہ میں حرف سین لانے کا التزام کیا ہے، یہ سالہ حسب ذیل ہے۔

”باسم السمیع القلوس استفتح، وباسعاده استجع، سیرة سلینا الاسفہلاء، السید النفیس سید الرنوساء، سیف السلاطین، حرمت نفسه، بامتازت سمہ، بوانسق انہ، بوسق غرسہ، استعمالہ الجلیس ومساهمة الایس ومساعدة الکبیر و سلب، بومواساة السحیق والنیب، والسیادة نستدعی استذاعة السنن، وحراسة الرسم الحسن، وسمعتا بالامس نلارس الالسن، سلافة خنلریسہ فی سلسال کوؤسہ، بومحاسن مجلس سرته و احسان سمعته سبادتہ فانسلفت السراء، بونوسمت الاستذعاء، وسوفت نفسی بالاخمار، وموانستہ الجساء، بوجلست استقری السیل والسقطلع الرسل، بواستجد تناسی اسمہ، واساور الوساوس لاستحالة رسمی

وسیف السلاطین متاثر بناس السماع و حسو الکوؤس سلالی و لیس لباس السلو، بناسب حسن سمات النفیس

ومن تناسی جلاسه واسوا لسجا یا تناسی الجلیس و سر حسو دی بطمس الرسوم وطمس الرسوم کر مس النقموس

وساقی الحسام بکاس السلافة، واسهمنی بعوس وبوس واسکرنی حسرة واستعاض، لقسوته سکرۃ الخنلریس

ساکسوه بسة مستعب، واملک امساک مطل یوس اسطر سیناتہ سیرة، تسیرا ساطیر ها کالجبوس

وحسینا السلام لرسول الاسلام

دوسرا سالہ سینہ ہے جس کے ہر کلمہ میں سین لانے کا التزام ہے، یہ سالہ حسب ذیل ہے۔

”بارشاد المنشی النشی شغنی بالشیخ، شمس الشعراء ریش معاشہ و فشار یاشہ و اشرق شہابہ و

اعشوشبت شعابہ بشاکل شعف المنتشی بالنشوی والمرتشی بالر شوی والشادن یشرح الشباب

والعطشان الی شم الشراب وشکری لحنشمہ ومثقتہ وشواهد شفتقہ بشاکل شکر النا شد للمتشد و

المسترشد للمرشد والمستشعر للمبشر والممتجیش، للبحیش المتمر وشعارى انشا وشعرہ واشجاء

الکاشح والمکاشر بنشرہ وشغلی اشاعنہ وشانعه وتشید شفانعه والاشادة بشذورہ وشنوفہ والمشورہ،

بشغیعه ونشرفه واشهد شهادة المنع الکاشف والمنشر المکاشف لانشاده هدش الشائب والناشی

ویلاشی شعر الناشی والمشاہدته کاشتیار الشهد وتباثر الرشد والمشاخنة تشقی المشاجن والمشاجرتہ

تسرا المشابین والشاغبة تشظی الاشطان وتشیط الشیطان فشر فالشیخ شرفا وشغفا بشنشتہ شغفا.

فشارہ مشهورہ و مشاعرہ وعشرت مشکورہ وعشارہ شای الشعراء والشعلین شعرہ فشانیہ مشجر الحشاء و مشاعرہ

وشوہ ترقیش المرقش رقت فشباعہ بشکونہ و معاشرہ و شان الشباب الشم والشم و النیب و شبہ فمغواہ البشری المشوق ناشر

شکور و مشکور و حشو عشانستہ شہامتہ شمیر لطیش مشاجرہ شکرور و مشکور و حشو عشانستہ شہامتہ شمیر لطیش مشاجرہ

شفا بالاناشید انشادی و شفہم، فمشفیہ مشفی و شاکہ شاکرہ شفا بالاناشید انشادی و شفہم، فمشفیہ مشفی و شاکہ شاکرہ

تجشم غشیانی فشر دوحشتی، ممشاہ بپشرا یاشرہ تجشم غشیانی فشر دوحشتی، ممشاہ بپشرا یاشرہ

واشکرہ شکر اشع بشاعرہ

سانشدہ شعر ایشرق شمہ

واشهد شهادة شاهدا لاشیاء ومشیع الاحشاء لیعلن شواظ اشواقی شحطہ ولیعلن شمل نشاطی نشطہ

فناشدت الشیخ الیشر باستیحاشی لشوعہ واجہاشی لنشیعہ وشابتی لنشید الموشی ونشید شخصہ

بالاشراق والمعنی وشاہ حاشاہ نفشیہ شبیہہ وتفشاہ فلیتشف شرح شجونی لشطونہ ومشارکی بشمونہ

واشغالی بتمشہ شونہ لشد جاشی و یشارف لکماشی، عاش متعش الحشاشتہ مشجو ذالشفاق منتشر

الشرار شتا مالا شرار شحاذا بالاشعار لیشرح و یجوش ومعیش المنقوش بمشیہ الشدید البطش الشامخ

نعرش و تشریفہ لبشیر البشر و شفیع المحشر ﷺ

شعر کوئی ..... آپ جس طرح نثر لکھتے ہیں مہارت نامہ اور ملکہ راخز رکھتے تھے اسی طرح شعر و شاعری میں بھی اعلیٰ قابیلیتوں کے حامل اور بلند پایہ درک و ادراک اور بے پیمان اہم خصوصیات کے مالک تھے چونکہ آپ شعراء جاہلیت کے پیروکار اور ان کے انداز بیان اور اسلوب کے دلدلوہ تھے اس لئے آپ نے اکثر و بیشتر امری القیس، زہیر، عمر بن کلثوم کی طرح بحر کامل اور بحر طویل میں اشعار کہے آپ کے اشعار و قصائد کا مستقل دیوان ہے جس میں سلاست روانی شوکت الفاظ، بلندی خیال اور شکستگی بدرجہ اتم موجود ہے۔ دلاویز ترکیبیں، عمدہ اور نادر تشبیہات عجیب و غریب استعارات، جناس وازدواج وغیرہ صنائع آپ کے اشعار کا اہم جزو ہیں فن شعر میں حسن تصرف کے لحاظ سے آپ کو امتیازی شان حاصل ہے آپ کے اشعار جو دت لفظ اور جدت اسلوب میں آپ کی نثر سے کم وقعت نہیں رکھتے البتہ جو شہرت آپ کو نثر میں ہے وہ نظم میں نہ ہو سکی اور مجموعی طور پر اشعار میں وہ چستی اور برجستگی نہیں ہے جو نثر میں پائی جاتی ہے تاہم اہم اور نازک مضامین کو بڑی سہولت کے ساتھ اچھوتے انداز میں رشتیں و حسین اور پر شکوہ الفاظ کے دامن میں دیتے تھے مقامات کے تمام تراشعار آپ ہی کی جو دت طبع کا نتیجہ ہیں البتہ دو شعر اس سے مستثنیٰ ہیں جن میں سے ایک داداوشقی کالور دوسرا بحر کا ہے۔

ان کے علاوہ عماد اصفہانی نے اپنی کتاب "خریدہ میں ذیل کے اشعار کو بھی آپ ہی کی طرف منسوب کیا ہے

اماتری الشعر فی خدیہ قدینا

قال العواذل ما هذا الغرام به

ومن قام بارض وہی مجدبتہ

فقلت واللہ لو ان المفضلی قاتل الرشذ فی عینہ ما تبنا

کم طباء سحاجر . فعنت بالمحاجر

فکیف یرحل عنہا والرابع اتی

وتثن لخاطرہا . ج و خد الخاطر

ونفوس نفانس . حذرت بالمحاذر

وشجون تصافرت . عند کشف الضفائر

و عذار لاجلہ . عاذلی فیہ عاذری

یہ دو بیت بھی آپ ہی کے بتائے جاتے ہیں۔

من بعد ما الشبب فی فودیک قد وخطا

لاتخطون الی خطء ولا خطاء

اذا سعی فی میادین الصبا وخطا

وای عنبر لمن شات ذوائہ

## حریری کے حکیمانہ اشعار

غیر یوم ولا تزدہ علیہ

لاتزومن تحب فی کل شہر

ثم لاتنظر البعون الیہ

فاجتلاء الهلال فی الشہر بوما

(ترجمہ) دوستوں سے ہر ماہ ایک دن سے زیادہ ملاقات نہ کر کیونکہ چاند کو مہینہ میں ایک ہی دن دیکھا جاتا ہے پھر اس کی طرف کوئی نہیں دیکھتا۔

وانظر بعینک هل ارض معطلقہ

لاتقعدن علی ضرر مسفت . لکی یقال عزیز النفس مصطر

فای فضل لعود مالہ ثمر

من النبات کارض حنفا الشجر . فعد عما تشر الاغیاء بک

الی الجناب الذی یہمی بہ المطر

وای حل رکابک عن زلع هطمت بہ

ہلت یداک بہ فلیہنک الظفر

واستنزل الروی من وراء السحاب فان

(ترجمہ) تکلیف اور بھوک پر اس خیال سے صبر کئے نہ بیٹھے ہو کہ لوگ کہیں گے

بڑا خوددار صابر ہے اپنی آنکھوں سے دیکھو کیا درختوں سے خالی زمین اور روز میں جو

درختوں سے بھری ہوئیاں ہوتی ہے۔ تم پانگلوں کے مشوروں کو نظر انداز کرو اور سوچو کہ اس درخت میں کیا خوبی ہے جس پر پھل نہ لگے، اور ایسی جگہ سے جہاں تم پیاسے رہو کوچ کر کے اس جگہ چلے جاؤ جہاں موسلا دھار بارش ہو رہی ہو اور بادلوں کی جھڑی سے سیرابی حاصل کرنے کی کوشش کرو پھر اگر اس سے تمہارے ہاتھ تر ہو جائیں تو یہ کامیابی تمہیں مبارک ہو۔

حریری کے علم و فضل کا اعتراف..... ابو الغضائغ عبدالحی بن العماد حنبلی نے اپنی کتاب ”شذرات الذہب“ میں لکھا ہے کہ حریری لواء بلاغت کے حامل اور میدان نظم و نثر کے شہسوار ہیں۔ ”اس کے بعد لکھتے ہیں کہ“ الحاصل شیخ حریری زمانہ کے عجائب اور نو اورات میں سے ہیں۔ ابوالفتح بہتہ اللہ بن فضل کہتے ہیں کہ۔ امام اجل شیخ ابو محمد قاسم بن علی بن حریری مشہور اہل فضل اور اپنے زمانہ کے ان منتخب اور یکتا لوگوں میں سے ہیں جو متقدمین کے گروہ سے ملحق ہیں لیکن فضائل و محاسن اور خصوصیات میں ان سے بھی متجاوز ہیں۔

حریری کے فضل و کمال کا اعتراف شمیم حلی جیسے بلند مرتبہ فاضل نے بھی کیا ہے جیسا کہ یا قوت حموی نے معجم میں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”ان عجائبات میں سے جن کو میں نے دیکھا اور مشاہدہ کیا ہے یہ ہے کہ میں اغفوان شباب ۵۹۳ھ میں شہر آمد پہنچا مجھے معلوم ہوا کہ یہاں علی بن حسین جو شمیم حلی کے لقب سے مشہور ہیں تشریف رکھتے ہیں لیکن علماء متقدمین اور متاخرین میں سے وہ کسی کا بھی وزن نہیں سمجھتے اور نہ کسی کی فضیلت و منقبت کے معترف ہوتے ہیں میں ان کے یہاں حاضر ہوا تو میں نے ان کو اہل فضل پر نقد و تبصرہ اور تنقیص و تذلیل کرتے ہوئے دیکھا اور مسلسل دیکھا رہا، بالآخر ملول ہو کر میں نے کہا کیا آپ کے نزدیک متقدمین کی جماعت میں کوئی ماہر فن ہے۔ انہوں نے کہا ہاں تین آدمی ہیں متنبی مدح و ستائش میں ابن نباتہ خطبات میں ابن الحریری مقامات میں میں نے کہا آپ کیلئے حریری کی راہ چلنے سے کون چیز مانع ہے۔ ایک ایسی مقامات تصنیف کر دیجئے جس سے حریری کی یاد کی چنگاری سرد ہو جائے اور اس کی ساری دولت آپ کے قبضہ میں آجائے۔ انہوں نے کہا بیٹا حق کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے حقیقت یہ ہے میں نے تین مرتبہ مقامات تصنیف کی لیکن ہر مرتبہ جب غور سے دیکھا اور موازنہ کیا تو مقامات حریری کے مقابلہ میں رذیل و مبتذل ہی معلوم ہوئی چنانچہ میں نے اس کو حوض میں دھو ڈالا اور آئندہ لکھنے کا ارادہ ختم کر دیا میرا خیال ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے حریری کی فضیلت و منقبت ظاہر کرنے کیلئے ہی پیدا کیا ہے۔

جاکساری و بردباری اور اعتراف حق..... علامہ حریری نہایت بردبار، نیک طبیعت اور راستی پسند انسان تھے اگر کوئی شخص کسی لغزش پر متنبہ کرتا تو آپ خوش ہو کر اپنی لغزش کا اعتراف کر لیتے اور اس کا اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جابر بن بہتہ اللہ نے مقامات پڑھتے ہوئے قد و فح اللیل الذی اکفہم الی ذرا کم شحما مغبرا میں ”شحما مغبرا“ کے بجائے سغباً مغبرا پڑھا تو آپ نے توقف کرنے کے بعد کہا بخدا تو نے بہت عمدہ تصحیف کی کیونکہ ہر سغب مغبرا ضرور تمند ہونا لازمی ہے اور ہر شعث مغبرا کا حاجتمند ہونا ضروری نہیں اگر میں نے سات سو نسخوں پر جو میرے سامنے پڑھے گئے ہیں اپنے ہاتھ سے یہ لفظ نہ لکھا ہوتا تو میں ”شحما مغبرا“ کو سغباً مغبرا سے ضرور بدل دیتا۔

ظرافت طبع..... موصوف بقرع عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ثلثی الطبع بنہ کچھ اور خوش مزاج بھی تھے آپ کی طبیعت لطیفوں اور چٹکوں کی طرف بہت زیادہ مائل تھی مخاطب کو خوش کرنا ہنسنا اور اس سے دلچسپی حاصل کرنا بخوبی جانتے تھے۔

جال را سخن خوب تو مد ہوش کند

دل را اثر دئے تو بگوش کند

ابن خلکان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نووارد شخص فیضیاب ہونے کی غرض سے حاضر خدمت ہو اور آپ کی شکل و

صورت دیکھ کر منقبض ہوا آپ نے اس کا احساس کر لیا جب اس نے الاء کرانے کی درخواست کی تو آپ نے یہ شعر املا کر لیا۔

ما لے انت اول ساوغره القمر  
فاختر لنفسك غيري انني رجل  
ورائد اعجبة خضرة الدمن  
مثل المعیدی فاسمع بی رلاتونی

اس پر وہ بیچارہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

زید و ورع اور معاصی سے نفرت..... آپ زاہد و متورع، پاک باطن اور پرہیزگار آدمی تھے دولت عباسیہ میں اگرچہ عیش و عشرت اور شراب نوشی کا دور دورہ تھا مگر آپ اس سے کوسوں دور تھے بلکہ آپ کو شراب نوشوں سے بھی طبعی نفرت تھی جابر بن زہیر کہتے ہیں کہ میں ایک بار قصبہ مشان میں آپ سے مقامات پڑھ رہا تھا چانگ خبر آئی کہ ابو زید مطہر بن سلام نے شراب پی رکھی ہے آپ نے فوراً یہ اشعار لکھ کر اس کے پاس بھیجے اور ہم کو بھی سنائے۔

ابا زید اعلم ان من شرب الطلا  
ومن قبل سمیت المطهر والفنی  
تدنس فافهم سرفوا المهدب  
یصدق بالافعال تسمية الادب

فلا تحسها کما تكون مطهرا  
والا فبیر ذلك الاسم و اشرب

مطہر بن سلام کے پاس جب یہ اشعار پہنچے تو وہ ننگے پاؤں حاضر خدمت ہو اور قرآن ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ آئندہ کبھی شراب نہ پیوں گا۔ آپ نے فرمایا بلکہ شراب پینے والوں کے پاس بھی نہ جانا، علامہ حریری کے لوب کا یہ حال تھا کہ تھائی میں بھی پاؤں دراز نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے حفظ الادب مع اللہ الحق۔

بادب باش تا بزرگ شوی  
کہ بزرگی نتیجہ ادب است

وفات..... آپ کی وفات ۶ رجب ۵۱۵ھ یا (۵۱۶ھ) میں بصرہ شہر کے محلہ بنی حرام میں ہوئی عام طور پر ستہ وفات یہی بتایا جاتا ہے لیکن ابن خلکان نے بروایت ابوالفتح مطہر بن سلام نقل کیا ہے کہ جب آپ ۵۳۸ھ میں شہر واسط آئے تو میں نے آپ سے ”ملحیۃ الاعراب“ کی سماعت کی اس کے بعد آپ بغداد چلے گئے اور ایک زمانہ تک قیام رہا اور وہیں وفات پائی۔ عماد اصفہانی نے بھی اپنی کتاب ”خریدہ“ میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ نے ۵۴۰ھ کے بعد وفات پائی۔

مراد منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم  
جزس فریادی دارد در بندید تمہلما

الباقیات الصالحات..... بقول مورخ ابن خلکان آپ نے دو صاحبزادے چھوڑے، ایک نجم الدین ابوالقاسم عبد اللہ جو بغداد کے حاکموں میں سے تھے دوسرے ضیاء الاسلام عبید اللہ جو بصرہ کے قاضی تھے جو اہل حق کہتے ہیں کہ مجھے ان دونوں سے مقامات کی اجازت حاصل ہے اور یہ دونوں اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں۔

سیخ شہزی نے تیسرے صاحبزادے ابوالعباس کا بھی تذکرہ کیا ہے جو قصبہ مشان میں اپنے باپ کی جگہ پر متعین تھے آپ نے ان تینوں صاحبزادوں کو مقامات کا درس دیا تھا اور ابوالعباس جو انتہائی زیرک اور ہوشیار تھے۔ خصوصیت کے ساتھ مقامات کے مغلط اور مشکل مواقع حل کرائے یہی وجہ ہے کہ مترجمین حقد میں نے ان سے زیادہ اخذ کیا ہے۔

حلیہ..... بیچم میں ہے کہ آپ انتہائی فطین و ہوشیار اور فصیح و بلیغ تھے لیکن آپ کا خدو خال اچھا نہ تھا حسن و جمال سے محروم تھے ابن خلکان نے لکھا ہے کہ آپ غور و فکر کے وقت ڈاڑھی نوپنے کے عادی اور حلیص تھے اسی وجہ سے ابوالقاسم علی بن علی نے آپ کی شان میں یہ اشعار کہے ہیں۔

انطقه الله بالمشان وقد الجمه في العراق بالخرس

شیخ لنا من ربعة القوس۔ متیف عشونہ من الهوس

۱۔ رات میں چلنے والے تم ہی پہلے شخص نہیں ہو جسے چاند نے دھوکا دیا ہو اور نہ تم چراگاہ تلاش کرنے والے پہلے شخص ہو جسے کوڑی کی بھری جلی معلوم ہوئی ہو تم اپنے لئے میرے سوا کسی اور کو پسند کرو کیونکہ میں معیدی کی طرح ہوں میری باتیں سنو اور میری شکل مت دیکھو۔“

۲۔ مثل ان ہذین السیتین لابی محمد بن احمد معروف بابن جکوتا حریمی ۱۲۔

امام زیارت نے بیان کیا ہے کہ آپ بد شکل پست قد اور بخیل آدمی تھے میلے اور گندے کپڑے پہنتے تھے غور و فکر کے وقت داڑھی نوچنے کے عادی تھے حق تعالیٰ نے آپ کو بد صورتی کے بدلے بہترین ادب، لطیف، چٹکے، خوش مذاقی، بذلہ سخی عدل و انصاف اور فراخ دلی عطا فرمائی تھی اسی لئے آپ کے قصص و حکایات آپ کی زیارت سے بہتر بتائے جاتے ہیں۔

چہ غم ز مصت صورت اہل معنی ہوا  
چو جاں ز روم بود گو تن از جہش میباش

تصنیفات و تالیفات..... آپ نے اپنی زندگی میں مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا اور متعدد کتابیں تصنیف کیں جو اپنی معنویت اور افادیت اور مخصوص انداز بیان کی بناء پر شرہ آفاق ہیں۔

(۱) بصرۃ الغوام فی لوہام الخواص۔ اس میں آپ نے معاصرین پر نقد کرتے ہوئے بتایا ہے کہ لوہاء عصر الفاظ کو بے موقعہ یا غیر موضوع لہ میں استعمال کر کے غلطی کرتے ہیں یہ ۵۵۰۳ھ کی تصنیف ہے ۱۳۷۳ھ میں مصر سے اور ۱۸۷۱ء میں لیزک شہر سے طبع ہوئی ہے علامہ خفاجی نے اس کی مفصل شرح لکھی ہے جو ۱۲۹۹ھ میں قسطنطنیہ سے شائع ہوئی ہے۔ (۲) ملحیۃ الاعراب یہ ۵۵۰۳ھ کے بعد کی تصنیف ہے اس میں مبتدی طلبہ کیلئے نحو کے مسائل کو نظم کیا ہے مطلع قصیدہ یہ ہے۔

بمحمد ذی الطول شدید الحول

اقول من بعد افتتاح القول

محمد بن محمد حضری نے اس کی شرح کی ہے جو ۱۳۰۶ھ میں مصر سے شائع ہوئی ہے خود مصنف نے بھی اس کی شرح لکھی ہے فرامیسی زبان میں اس کا ترجمہ بھی ہوا ہے جو ۱۸۸۵ء میں پیرس کے اندر طبع ہوا ہے۔

(۳) صدور زمان القیود و قبور زمان الصدور فن تاریخ میں بہت عمدہ اور لطیف تصنیف ہے جس سے علامہ اصفہانی نے اپنی

کتاب ”نصرۃ لغت و عصر لغت“ میں بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ (۴) دیوان حریری (۵) توضیح البیان (۶) سالہ سینہ (۷) سالہ شینیہ مقامات نویسی..... مقامہ اس مختصر اور دلپسند و خوش اسلوب کہانی کو کہتے ہیں جس میں کوئی نصیحت یا لطیفہ ہو یہ دراصل ”مقام“ سے ہے جس کے معنی ہیں کھڑے ہونے کی جگہ، پھر اس کے معنی میں وسعت پیدا کر کے جگہ اور مجلس کے معنی میں استعمال کرنے لگے لہذا کے بعد کثرت استعمال سے مجلس میں بیٹھنے والوں کو ”مقامہ“ کہنے لگے جیسے مجلس سے مراد کبھی کبھی اہل مجلس ہوتے ہیں بعد ازاں مجلس میں پڑھے جانے والے خطبہ اور پند و نصیحت وغیرہ کو بھی مقامہ یا مجلس کہنے لگے چنانچہ ”مقامات الخطباء“ کے معنی ہیں خطیبوں کی تقاریر اور مقامات التخاصص کے معنی ہیں قصہ گوئیوں کی کہانیاں اور ”مقامات الزہلو“ کا مفہوم ہے زاہدوں کی پند و نصائح، مقامہ سے مقصود نہ تو جمال حکایت ہوتا ہے نہ حسن و عطف اور نہ افادہ علمی بلکہ وہ ایک فنی ادبی تحریر کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جس میں خوش نمائش کے طرز پر غریب الفاظ اور تراکیب اس طرح جمع کئے جاتے ہیں کہ وہ اثر آفرینی سے زیادہ طبیعت کو مسرور کرتے اور قائدہ بخشی سے زیادہ لذت بخشتے ہیں اسی لئے اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا اس میں فن افسانہ نگاری کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور مقامات لکھنے والوں نے قضیہ نگاری کہانی میں رنگ بھرنے اور اس کے کرداروں کی تحلیل نفسی پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ انھوں نے اپنی پوری توجہ تحسین لفظی پر مبذول رکھی۔

مقامات نویسی کی ابتداء..... کہانیوں کی یہ صنف عمد بنی عباس کے وسط میں پیدا ہوئی تھی وہ زمانہ تھا جب لوب اور فنی انشاء پر دازی اپنے شباب پر تھی کہتے ہیں کہ مقامات نگاری کی ابتداء ابن فارس نے کی پھر اس کی تقلید میں اس کے شاگرد بدیع الزماں نے گدگری اور دیگر موضوعات پر چار سو مقامات املا کرائے جو اتنے عمدہ اور دلچسپ تھے کہ ان کی وجہ سے وہ اس فن کا امام بن گیا لیکن اس کے مقامات میں سے صرف تریپن مقامات مل سکے ہیں بعد ازاں حریری نے پچاس مقامے لکھے جن میں بدیع الزماں کی پیروی کی ان بلند پایہ لویوں کے بعد بہت سے انشاء پردازوں نے مقامات نگاری کو اپنا موضوع بنایا لیکن وہ ان دونوں کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکے مثلاً ابن اشتر کوئی۔ کی مقامات ”سر قسطیہ“ جس میں پچاس مقامے ہیں جو اس نے قرطبہ میں حریری کے مقامات دیکھنے کے بعد لکھے تھے اس میں منذر بن حمام کی زبانی سائب بن تمام کا واقعہ بیان کیا ہے علاوہ



ازیں علامہ زحشری کے مقامات ہیں جو مشہور ہیں نیز ابو العباس حمی بن سعید بن ماری نصرانی بصری طبری متوفی ۵۸۹ھ کی مقامات ”مسجیہ“ ہے جو اس نے حریری کے طرز پر لکھی ہے اور احمد بن اعظم رازی کے بارہ مقامات ہیں جو اس نے ۶۳۰ھ میں لکھے اس میں اس نے قعقاع بن زباع وغیرہ کو راوی بنایا ہے نیز زین الدین ابن صیقل جزری متوفی ۷۰۱ھ کی مقامات ”زیبہ“ ہے جس میں مقامات حریری کے مقابلہ میں پچاس مقامات ہیں اس کی روایت قاسم بن جریان دمشقی، ابو نصر مصری سے کرتے ہیں نیز مقامات سیوطی سے جو بجائے مقامات کے مضامین (رسائل) سے زیادہ مشابہ ہے۔

(۸) مقامات حریری..... آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ اہم اور قابل فخر کتاب ”مقامات“ ہے جس میں آپ نے عربی لافانی خزانہ کے قیمتی موتیوں کو بڑی خوبی کے ساتھ نازکا ہے اس کو دنیائے ادب میں بے پناہ شہرت و قبولیت اور تمام ادبی کتابوں پر اپنے اسلوب بیان اور جدت موضوع کے لحاظ سے طرہ امتیاز حاصل ہے و نعم ما قال الشاعر

سمعت بالبحر سامعا وقد يقال فيما قيل عنه عجاب  
وابن الحریری والفاظه بحدود رليس فيه معاب  
وقلوايت الدر لا قيمته له وفي الدر الذي فيه عاب  
له المقامات التي لم تكن لابن قريش ولا لابن حباب  
تشهد بالنبل له والجمحي شهادة الزهر لودق السحاب  
اقسم بالله لقد ما امت عن ادب جم و صدر حباب  
وكم له من كلمات غدت في الشرق والغرب ذات اغتراب  
لا يعمل المزهرا بها. كانما تحدد الحدائق كواب  
وليس بالمشكر منه الحجي. والبحر لا ينكر منه العباب

زمان تالیف..... شیخ پیر اللہ بن فضل نے بیان کیا ہے کہ مقامات حریری کی تالیف ۴۹۵ھ میں شروع ہوئی اور ۵۰۴ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی اس میں تاریخ ابتداء کے متعلق تو موصوف کا قول صحیح ہے کیونکہ شہر شروع ۴۹۰ھ میں فتح ہو چکا تھا لیکن تاریخ اختتام علامہ ابن اثیر کے قول کی بنا پر صحیح نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں اسدی: میں ۵۰۳ھ میں بچہ تھا حالانکہ مقامات میں اس کا ذکر موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت صرف عاقل و بالغ ہی نہیں بلکہ اس زمانہ کی مشہور و معروف شخصیات میں سے تھا۔

طرز مقامات..... علامہ حریری نے اپنی کتاب مقامات میں بدیع الزماں ہمدانی کی تقلید اور اسی کے طرز کو اختیار کیا ہے جیسا کہ آپ نے دیباچہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ”میں بھی بدیع الزماں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چند مقالے لکھوں اگرچہ ننگر اٹھو تیز رو گھوڑے کی چال کو نہیں پہنچ سکتا۔“ موصوف نے دیباچہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے پچاس مقالے لکھے جن میں عمدہ اور پوج بائیں، شیریں اور فصیح الفاظ، نصاحت و بیان اور اس کے گوہر ہائے نایاب ادبی لطیفے اور نولور سب کچھ موجود ہیں حتیٰ کہ میں نے اس کو آیات قرآنیہ اور کنایات نصیہ سے مزین اور ادبی چٹکے، نحوی چلیستاں، لغوی مسائل، جدید رسائل، مزین خطبوں، بر لانے والے وعظوں، لہو لعب میں ڈالنے والی ہنسی کی باتوں سے مرصع کیا ہے۔

بظاہر غلط بیاطن صحیح..... ایک صنعت ہے جس کو عربی میں بڑی وسعت دی گئی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ عبارت کے معنی بظاہر غلط معلوم ہوں لیکن واقع میں صحیح ہوں مثلاً بھاشا میں سیام سیاہ کو بھی کہتے ہیں اور معشوق کو بھی اسی طرح لال سرخ کو بھی کہتے ہیں اور محبوب کو بھی اب اگر یہ کہا جائے کہ ”سیام زرد ہے“ تو بظاہر غلط ہوگا کیونکہ سیاہ چیز زرد نہیں ہو سکتی لیکن اگر سیام کے معنی محبوب کیلئے جائیں تو یہ جملہ صحیح ہو سکتا ہے مقامات حریری میں سو فقہی سوال و جوابات ہیں جو اہمات تمام تر غلط معلوم ہوتے ہیں لیکن واقع میں صحیح ہیں مثلاً ایک سوال ہے کہ اگر کوئی شخص وضو کے بعد نعل کو چھو لے تو کیا حکم ہے۔ جواب دیا ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا نعل عربی میں جونی کو کہتے ہیں اور یہ معنی زیادہ متداول ہیں لیکن نعل عورت کو بھی کہتے ہیں اور شوافع کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

وجہ تالیف..... شیخ ابو سعید محمد بن عبد الرحمن بن مسعود بندھی (منجدی) نے اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ بیان کیا

ہے کہ ابو زید سرحدی نامی ایک فصیح و بلیغ ہیر و اور بھکاری آدمی تھا شہر بصرہ کی مسجد نبی حرام میں وارد ہوا اور حاضرین مجلس کو نہایت احترام کے ساتھ سلام کرنے کے بعد اپنی خستہ حالی و پریشانی کو نہایت موثر و فصیح الفاظ میں بیان کر کے اپنے لڑکے کا روم کے ہاتھوں قید ہونا ذکر کیا حاضرین مجلس میں جہاں اور علم دوست ارباب و فضلاء اور بعض دلائے شریک تھے وہیں علامہ حریری بھی موجود تھے سب اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کے کلام کی دلچسپی و خوشنما ساخت پر دانت سے بے انتہا سرور ہوئے اور ابو زید نے اپنی شیریں تقریر سے ان کو مسحور کر لیا۔

حسن اتفاق اسی دن حریری کے پاس بصرہ کے بڑے بڑے علماء و فضلاء بغرض ملاقات تشریف لائے موصوف نے ان کو یہ پورا واقعہ سنا اور اس کی عبادت کی لطافت و نزاکت و شگفتگی کی تعریف کی تو ان میں سے ہر ایک نے ابو زید کے اسی نوع کے بہت سے قصے نقل کئے اور بتایا کہ وہ ہر مسجد میں اسی طرح رنگ و روپ بدل کر حیلے اور تدبیریں اختیار کر کے اپنے علم و فضل کا اظہار کیا کرتا ہے حاضرین کو اس کی تلون مزاجی اور فصاحت و بلاغت کے حسین تصرفات کی اطلاع سے بے انتہا حیرت ہوئی اس پر علامہ حریری نے مقامہ حرامیہ جو سب سے پہلا مقامہ ہے تصنیف کیا اور اسی پر دوسرے مقاموں کی بنیاد رکھی۔

علامہ ابن جوزی کا بیان..... ابن جوزی نے بھی اپنی تاریخ میں اسی قسم کی حکایت ذکر کی ہے اور لکھا ہے کہ سب سے پہلے مقامہ حرامیہ لکھ کر شرف الدین ابو نصر انوشروان بن خالد بن محمد قاشانی خلیفہ عباسی وزیر مسترشد باللہ کی خدمت میں پیش کیا اس نے اس کو بنظر استحسان دیکھا اور اس پر اضافہ کی درخواست کی چنانچہ علامہ حریری نے اسی طرز پر پچاس مقالے تحریر کئے وجہ تالیف کے سلسلہ میں علامہ حریری کے صاحبزادے ابوالقاسم عبداللہ کا بیان بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔

مورخ ابن خلکان کی رائے..... علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ تاریخ کی متعدد کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے (جیسا کہ حریری کے صاحبزادے نے بیان کیا لیکن میں نے بمقام قاہرہ ۶۸۶ھ میں حریری کے ہاتھ کا لکھا ہوا مقامات کا ایک نسخہ دیکھا جس کی پشت پر آپ ہی کے قلم سے تحریر تھا کہ اس کی تصنیف جلال الدین عمید الدولہ ابوالحسن علی بن ابی العز علی بن صدقہ کیلئے (جو کہ مسترشد باللہ کا وزیر تھا) نمل میں آئی۔ یہ روایت ہمیں الفاظ کہ خود مصنف کے خط سے ہے زیادہ مستند ہے۔

واقعہ کا دوسرا رخ..... وجہ تالیف کے ذیل میں یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ علامہ حریری نے مقامہ حرامیہ کے بعد چالیس مقامہ تحریر کئے اور ان کو ساتھ لے کر بغداد تشریف لائے اور وزیر موصوف کی خدمت میں پیش کئے حصول و بد خواہ لوگوں نے طعن کیا کہ یہ مقالے حریری کے نہیں ہیں اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں سچا ہے تو اسے چاہئے کہ مجمع عام میں اس جیسا مقامہ تحریر کر دے چنانچہ وزیر موصوف نے حریری کو دربار عام میں طلب کر کے ان مقامات کے متعلق درباہفت کیا حریری نے کہا بے شک یہ میں نے ہی تحریر کئے ہیں وزیر نے کہا اچھا اس جیسے اور تحریر کرو علامہ حریری۔ دولت قلم لے کر دیوان عام کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور دیر تک کوشش کرتے رہے مگر قسمت کی بات کہ مضمون کی آمد نہ ہو سکی بالاخر آپ کو شرمندہ ہو کر اٹھنا پڑا۔ اس کے بعد بصرہ واپس ہو کر آپ نے دس مقالے اور تیار کئے اور وزیر کی خدمت میں عذر پیش کیا کہ مجھ پر دربار عام میں آپ کی ہیبت چھا گئی تھی جس کی وجہ سے مقامہ تحریر نہ کر سکا۔

افترا پر دازی..... صاحب معجم نے لکھا ہے کہ بعض حاسدین نے افتراء پر دازی سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ مقامات حریری کی تصنیف نہیں ہے کیونکہ اس کی عبارات آپ کے وسائل سے مناسبت نہیں رکھتیں بلکہ یہ ایک ایسے شخص کی تصنیف ہے جو آپ کے یہاں مہمان رہ کر انتقال کر گیا تھا حریری نے اس کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عرب نے کسی قافلہ کو پکڑ لیا تھا جس کے مختلف ساز و سامان میں بعض اہل مغرب کا ایک تھیلا بھی تھا جس کو عرب نے بصرہ لے جا کر فروخت کیا اس میں مقامات کتاب بھی تھی حریری نے اس کو خرید کر دعویٰ کیا کہ یہ میری تصنیف ہے مگر مذکورہ بالا معتد و قابل وثوق روایات کے سامنے اس قسم کی روایات بالکل لچر اور پوچ ہیں۔

مقامات حریری کی روایت..... مقامہ عام طور پر ایک معمولی سے واقعہ کے ارد گرد گھومتا ہے جس کا تعلق ایک شخص معین سے ہوتا ہے جسے اصطلاح فن میں "ہیرد" کہتے ہیں مثلاً یہ ہیرد مقامات حریری میں ابو زید سرودی اور مقامات بدیع میں ابوالفتح اسکندری ہے اس ہیرد اور ایک دوسرے شخص میں بڑے گہرے تعلقات اور قدیم شناسائی ہوتی ہے یہ شخص ہر واقعہ میں اسے دیکھتا ہے اور ہر مجلس میں اس کی باتیں سنتا ہے اور ہر رازداری کے موقعہ پر اچانک آن دھمکتا ہے پھر اس کے متعلق جو کچھ برا بھلا اسے معلوم ہوتا ہے وہ اسے لوگوں کو بتا دیتا ہے اس شخص کو راوی کہتا جاتا ہے جیسے مقامات بدیع میں عیسیٰ بن ہشام اور مقامات حریری میں حارث بن ہمام۔

پھر مقامات حریری کی روایت اگرچہ حارث بن ہمام بصری کی طرف منسوب ہے لیکن اس سے مراد مصنف ہی کی ذات گرامی ہے یہ نام حضور اقدس ﷺ کی حدیث "کلکم حارث و کلکم ہمام" سے ماخوذ ہے حارث کب کرنے والے کو اور ہمام زیادہ اہتمام کرنے والے کو کہتے ہیں اور کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس کو حارث اور ہمام نہ کہا جاسکے کیونکہ ہر آدمی کیلئے اپنے امور کا کب اور اہتمام ضروری ہے۔

قاضی اکرم کمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف شیبانی وزیر حلب نے اپنی کتاب "انباء الرواة علی انباء الخلفاء" میں ذکر کیا ہے کہ ابو زید سے مراد مطر بن سلام ہی کی شخصیت ہے یہ ایک لغوی اور نحوی شخص تھا جس نے بصرہ میں رہ کر حریری سے علم حاصل کرنے کو اپنا مشغلہ بنایا اور ایک مدت تک آپ کے فیض صحبت سے مستفید ہوا تاہم بالآخر ۵۴۰ھ میں اس نے بصرہ میں وفات پائی۔ واللہ اعلم

مقامات حریری ادباء کی نظر میں..... معجم میں لکھا ہے کہ مقامات حریری کو جو سعادت و اقبال حاصل ہے وہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں اس میں بلاغت و جودت کی حقیقت ہے الفاظ کا اثر و وسیع ہے فصاحت و بلاغت اس کے تابع ہے گویا حریری کے ہاتھوں میں اس کی باگ ڈور ہے وہ جس قسم کے الفاظ اور ترتیب چاہتے ہیں منتخب کر لیتے ہیں حتیٰ کہ اگر وہ اس کے معجز ہونے کا دعویٰ کریں تو کوئی شخص اس کی تردید نہیں کر سکتا۔ مشہور مورخ استاذ گلشن نے کہا ہے کہ "مقامات حریری اہل بصرہ کیلئے ان کے آثار قدیمہ اور تہذیب و تمدن اور زبان کی ایک بے مثال یادگار ہے۔"

ناصر الدین مطرزی رقمطراز ہیں کہ "میں نے اوب عربی کی کتابوں اور معجم و عرب کی تصانیف میں کوئی کتاب تصنیف و تالیف اور ترمیم کے لحاظ سے زیادہ عجیب و غریب اور خوبصورت، اوبی نو اور نکات اور کہاوتوں کے اعتبار سے مقامات سے زیادہ جامع اور مکمل نہیں دیکھی جس کو زمانہ کی باجمال و باکمال شخصیت ابو محمد قاسم بن علی نے تصنیف کیا ہے جو بہترین انشاء بر حاوی ہے اور اپنی نوعیت کا ایک نادر و غریب مجموعہ ہے وہ ایک ایسی اچھوتی اور بلند پایہ کتاب ہے جس کے تمام محاسن مکمل و اکمل اور جس کی آیات و بینات اس کے اعجاز کیلئے برہان قاطع ہیں۔"

ڈاکٹر زکی میدک نے اپنی کتاب "التشریح لفظی" میں لکھا ہے کہ: جو لوگ فن مقامات سے متاثر ہیں ان کے آثار کی طرف رجوع کرتے وقت ہم ان کو عموماً حریری کا شاگرد پاتے ہیں کیونکہ اکثر لوگوں نے حریری کی طرح لفظی تحسین و تزیین اور صنایع و بدائع کا اہتمام کیا ہے لیکن اس کے باوجود بہت ہی کم لوگ ان کے فطری طرز سے مانوس ہوئے۔ علامہ زحمری نے حریری اور ان کی مقامات کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ

ان الحریری حریری بان. تکتب بالتبر مقاماتہ

اقسم باللہ و آیاتہ. و مشعر اللجج و مفاہتہ

معجزۃ تعجز کل الوری. ولو سروافی ضوء مشکاتہ

و للعلامہ ابن ظفر رازی

کتاب مقامات الحریری آیت. و صاحبہ ابدی بہ کل معجز و اوضح برہان الامت ناضرا. غوامضہ اعجاب بہ من مبرز

فلیس علی منوالہ نسبح ناسج. وناہیک من سحر حلال مجوز. اراہ حریرا والحریری حاکہ. وطرزہ الشیخ الامام المطرزی مقامات حریری اور درس مقامات..... صاحب مفتح السعادة اور مورخ ابن خلکان وغیرہ نے اپنی توارخ میں نقل کیا ہے کہ مقامات کتاب کے سات سو نسخے خود مصنف نے اپنے ہاتھ سے لکھے اور وہ سب آپ کے سامنے پڑھے بھی گئے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ لوہاء کی کتنی بڑی جماعت نے آپ سے مقامات پڑھی ہے لیکن ان میں آپ کے تینوں صاحبزادے نجم الدین عبداللہ، ضیاء الاسلام عبید اللہ، ابوالعباس محمد اور شریف الدین علی بن طرلوزینی، قوم الدین علی بن صدوق، ابن المائدان ابن التوکل، ابن النقاد وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں علامہ جلال الدین سیوطی نے "بغیۃ الوعاة" میں شیخ ابوسعید محمد بن علی بن عبداللہ بن احمد بن ابی جابر احمد بن الصبیغ بن حمدان العرانی الحلی متوفی ۵۶۱ھ کے متعلق لکھا ہے قراء المقامات علی الحریری وشرہا۔

مقامات اور اس کی خدمت..... مقامات حریری اپنی ہمہ گیر لوہیت اور جامع معنویت کے لاتعداد محاسن اور خصوصیات پر حاوی ہونے کی وجہ سے فضلاء اور لوہاء کیلئے ہر زمانہ میں محور نظر اور مرجع التفات رہی ہے کوئی زمانہ اس کی خدمت سے خالی نہیں رہا عربی فارسی، ترکی، عبرانی، فرانسیسی، جرمنی، انگریزی، لاطینی اور اردو وغیرہ متعدد زبانوں میں اس پر بسط تفصیل اور شرح و تفسیر کا کام ہوا ہے۔

ڈی ساسی نے اصل عربی مقامات کو ۱۸۲۲ء میں پیرس سے اور ایک دوسرے صاحب نے ۱۸۴۷ء میں فرانسیسی شروع کے ساتھ دو جلدوں میں اور سٹانیجاس نے ۱۸۹۶ء میں لندن سے انگریزی شروع کے ہمراہ طبع کیا ہے یورپ کے کتب خانوں میں بھی بہت سے قلمی نسخے پائے جاتے ہیں برطانیہ کے عجائب خانہ میں ایک نسخہ نقش و نگار سے آراستہ اور تقریباً کیاسی رنگین تصویروں سے مزین ۶۵۳ھ کا لکھا ہوا موجود ہے ایک اور انگریزی نے انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے جو چھ سو سے زائد صفحات پر ۱۸۵۰ء میں لندن سے طبع ہوا ہے شعری وغیرہ نے بھی انگریزی میں ترجمہ کر کے ایک مقدمہ اور شروع کے ساتھ تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں لندن سے ۱۸۹۸ء میں شائع کیا ہے لاطینی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے جو ہمبرگ میں ۱۸۳۲ء کے اندر تین جلدوں میں شائع ہوا ہے فارسی زبان میں محمد شمس الدین نے ترجمہ کیا ہے جو ۱۲۲۳ھ میں ہندوستان کے مشہور شہر لکھنؤ میں طبع ہوا ہے ترکی زبان میں بھی ترجمہ ہوا ہے جو قسطنطنیہ کا چھپا ہوا ہے بعض حضرات نے عبرانی زبان میں بھی ترجمہ کیا ہے۔

## فہرست شروع کتاب مقامات

نمبر	شرح	مصنف	سہ وقات
۱	شرح مقامات	ابوسعید بن عبداللہ بن احمد عراقی الحلی	۵۵۶۱
۲	=====	ابو عبداللہ محمد بن علی بن احمد معروف بابن حمیدہ الحلی	۵۵۸۰
۳	التقیب علی مانی المقامات من الغریب	ابن ظفر محمد بن عبداللہ بن محمد کل، مصقلی، ہانگی	۵۵۶۵
۴	شرح مقامات	ابوالمظفر محمد بن اسعد معروف بابن حکیم حنفی	۵۵۶۷
۵	=====	احمد بن داؤد بن یوسف جدای	۵۵۹۰
۶	=====	ابوبکر محمد بن عبداللہ بن میمون عدری، قرطبی	-
۷	=====	علی بن حسن نحوی معروف بنسجم حلی	۵۶۰۱
۸	=====	ابوجعفر احمد بن محمد نحوی	۵۸۳۸

۵۶۳۵	تاج الدین نعمان بن ابراہیم زر لوجی	الموضح	۹
۵۶۱۷	قاسم بن حسن خوارزمی معروف بصدر الافاضل	التوضیح	۱۰
-	شیخ رئیس الدین محمد مغربی طلبی	شرح مقامات	۱۱
بعد ۶۹۱ھ	ابن المعلم محمد بن ابی القاسم بن عبد اللہ جبائی سکنی	شرح مقامات	۱۲
۵۵۹۰	شیخ ابوالخیر سلامہ بن عبد الباقی بن سلامہ القریر نحوی	=====	۱۳
۵۶۰۰	صفی الدین بن عبد الکریم بن حسن بغوی بعلبکی	=====	۱۴
۵۶۲۹	موفق الدین عبد اللطیف بن یوسف بغدادی	=====	۱۵
-	شیخ قاسم بن القاسم واسطی	=====	۱۶
۵۶۱۶	المحریریتہ..... ابوالبقاع عبد اللہ بن حسن عکبری	شرح ما غرض من الالفاظ اللغویہ من المقامات	۱۷
۵۵۷۷	ابوالبرکات عبد الرحمن بن عبد اللہ انباری	شرح مقامات	۱۸
۵۵۸۳	مام ابوالفتح ناصر بن عبد الرحمن بن مسعود مسعودی مطرزی	الانصاح	۱۹
۵۵۸۳	ابوسعید محمد بن عبد الرحمن بن مسعود بندھی	معانی المقامات فی معانی المقولات	۲۰
۵۶۱۹	شیخ ابوالعباس احمد بن عبد المؤمن قیس، شریفی	شرح مقامات	۲۱
۵۷۱۰	شیخ نجم الدین سلمان بن عبد القوی طونی، حنبلی	=====	۲۲
۵۷۸۸	شیخ فخر الدین احمد بن محمد بن محمد معروف بابن صاحب	=====	۲۳
بعد ۵۳۰ھ	شیخ یوسف بن حمی تاوڈی	نہایتہ المقامات فی درایتہ المقامات	۲۴
-	شیخ ابوالعباس احمد بن مظفر رازی	شرح مقامات	۲۵
-	شیخ شہاب الدین احمد بن محمد حجازی	=====	۲۶
-	شیخ ابوالعالی مظفر بن سعد الدین محمد بن زین الدین مظفر	غرر المعانی	۲۷
۵۶۷۳	شیخ تاج الدین علی بن انجین الساعی البغدادی	شرح مقامات (۲۰ جلد)	۲۸
-	شیخ ابوالنجا نجم الدین عبد الغفار بن ابراہیم بن اسماعیل	=====	۲۹
-	شیخ مہذب الدین ابوالحسن علی بن الحسن بن غسٹر ثابت خلوتی	ارتبعت السفہصات فی شرح المقامات	۳۰
۱۰۹۵ھ	تاج العلماء مولوی نجف علی بن عظیم الدین جمہری	شرح مقامات	۳۱
-	بارون سلو ستری دی ساسی	شرح الخلد	۳۲
-	-	حل اللغات	۳۳
-	حافظ نبی احمد خاں شاد رامپوری	انموذج بی نظیری (اردو)	۳۴
-	مولوی ظہور الدین عیش کسنبھلی	=	۳۵
-	مولانا محمد افتخار علی صاحب۔ ل	=	۳۶۲

### (۵۵) صاحب نفتح الیمن

تعارف..... شیخ احمد عرب بن شیخ محمد بن علی بن ابراہیم انصاری یعنی شردانی یمن میں مقام حدیدہ شہر زبید کے باشندے تھے اس لئے یمنی کہلاتے ہیں تیرھویں صدی کے مشہور لویہ اور صاحب ذوق شخص تھے نظم و نثر دونوں پر پوری قدرت رکھتے تھے

۱۲ لہذا شروع علی المقامات لے از مفتاح السعاده، ابن خلکان، کشف الثنون، وازرۃ المدف، غلامان اسلام حریری اور مقامات ۱۲

برجستہ اشعار کہنے میں مہارت نامہ حاصل تھی چنانچہ مشہور شاعر اقبلی کے ساتھ آپ کے مراسلات و مناظرات نظم و نثر بردو میں بے شرکت ہوتے رہے ہیں بارہویں صدی ہجری کے اواخر یا تیرہویں صدی کے آغاز میں ہندوستان آئے اور بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کی اکثر کلکتہ میں مقیم رہے علامہ فضل حق خیر آبادی کے معاصر ہیں موصوف نے ایک اہم حادثہ کے سلسلہ میں آپ سے مراسلات بھی کی ہے۔ مولوی لوحہ الدین بلکراہی صاحب ”نفائس اللغات“ آپ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔

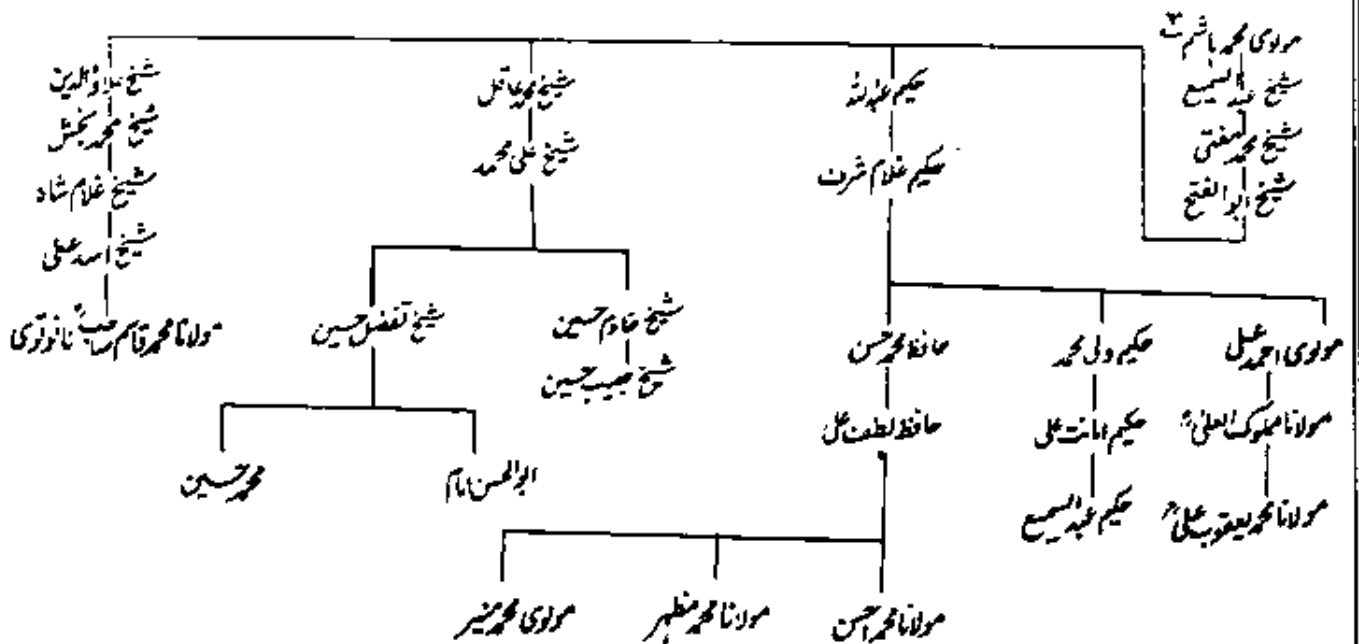
تحقیق شروان..... شروانی خاندان تاریخی لحاظ سے ایک ممتاز مقام رکھتا ہے تحصیل کا سکنج ضلع ایڑہ اور تحصیل اترولی ضلع علی گڑھ میں یہ خاندان زیادہ تر آباد ہے ان دیہات سے مشرقی سمت پر قصبہ سہارو ضلع ایڑہ تقریباً ۲۰ میل اور ریاست بوڈھانی ضلع علی گڑھ بھی جانب مغرب اتنی ہی مسافت پر ہے اس چالیس میل کے رقبہ میں یہ شروانی خاندان آباد ہے اسی لئے اسے خطہ افغانستان بھی کہہ دیا جاتا ہے یہ خاندان ہندوستان میں کب سے آباد ہے اس کی صحیح تاریخ تو ملنا مشکل ہے البتہ لودھی سلاطین کے زمانہ میں اس کا تذکرہ ملتا ہے ہملول لودھی ۸۵۵ھ میں بادشاہ بنا ۸۸۳ھ میں وفات پائی۔ عمر خاں شروانی اس کے زمانہ میں باقتدار تھے ہملول کے بعد سکندر لودھی کو تخت سلطنت پر عمر خاں شروانی ہی نے بٹھایا تھا اور پھر اس کے وزیر بنے ہوئے ان کے علاوہ اعظم خاں، بابو خاں، ابراہیم خاں، جبار خاں، بیٹ خاں، احمد خاں اور سعید خاں شروانیوں کا بھی تاریخ فرشتہ وغیرہ میں ذکر موجود ہے۔

وفات..... صاحب معجم نے لکھا ہے کہ ہمیں آپ کی تاریخ وفات کا علم نہ ہو سکا البتہ اتنا لکھا ہے کہ آپ تیرہویں صدی کے عالم اور ادیب گذرے ہیں۔ زر کلی نے الاعلام میں ۱۳۵۳ھ لکھی ہے۔

تصانیف..... نکتہ ایمن فیما یزول بذکر واجن، متی لمزؤن صدر المدر سین کلکتہ کی خاطر اور ”مناقب حیدریہ، غازی الدین حیدر فرماں روئے لکھنؤ کی خاطر تصنیف کی ان کے علاوہ ”اخوان الصفا“ الجواہر الوقاد فی شرح بانہ سعاد“ حدیقتہ الافراح الازلیہ الا تراخ، شمس الاقبال فی مناقب ملک بھوپال اور انشاء عجب اللباب فیما یغنیہ الکتا بیچ کی تصانیف ہیں۔ ۱۔

## (۵۶) صاحب مفید الطالبین

نام و نسب اور سکونت..... آپ کا نام محمد احسن ہے اور والد کا نام لطف علی اور دادا کا نام محمد حسن ہے شجرہ نسب یوں ہے۔



۱۔ از تذکرہ علماء ہندو باغی ہندوستان وغیرہ ۱۲۔

۲۔ مولوی محمد ہاشم سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک مکمل سلسلہ مکتوبات مولانا محمد یعقوب میں درج ہے ۱۲

دہن عزیز قصبہ نانوتہ کی مردم خیز پاک سر زمین ہے جہاں مولانا مملوک العلی مولانا محمد قاسم اور مولانا محمد یعقوب علی وغیرہ آسمان شریعت و طریقت کی دو نامور ہستیاں گزری ہیں جن کے نام بر صغیر کی اسلامی تاریخ میں بقائے دوام کا درجہ رکھتے ہیں۔  
خاندان ..... سکندر لودی کے عہد میں خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی لولاد میں ایک بزرگ قاضی مظہر الدین دہلی آئے اور جہاں آباد کے قاضی مقرر ہوئے ان کے بیٹے میران بڑھے نہایت جبری اور بہادر تھے انھوں نے نانوتہ کے قرب و جوار کے سرکش راجپوتوں کو سلطنت دہلی کا مطیع و منقاد بنایا جس کے صلہ میں قاضی میران بڑھے علاوہ املاک و جاگیر عہدہ قضا پر سرفراز ہوئے اور شاہجہانی میں ان ہی قاضی میران بڑھے کی لولاد میں ایک بزرگ مولوی محمد ہاشم ہوئے جو دربار شاہی میں مقرب تھے ان کو بھی چند دیہات جاگیر میں ملے تھے نانوتہ میں مولوی محمد ہاشم کی لولاد خوب پھولی پھلی، مولانا محمد احسن انہی کی لولاد میں ہیں۔

تاریخ پیدائش ..... صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکی، البتہ ارواح ثلاثہ میں مولانا کے بڑے بھائی محمد مظہر کے سلسلہ میں ایک روایت ہے کہ ”مولوی محمد مظہر نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی دونوں سے بڑے تھے۔“  
مولانا محمد قاسم صاحب کا سال پیدائش ۱۲۳۸ھ اور مولانا رشید احمد گنگوہی کا سال پیدائش ۱۲۳۳ھ ہے مولوی محمد مظہر کا سال پیدائش ۱۲۲۷ھ ہے کیونکہ محمد مظہر تاریخی نام ہے اور خاندانی روایت کے مطابق مولانا محمد احسن مولوی محمد مظہر سے تین چار سال چھوٹے تھے اس طرح مولانا محمد احسن کا سال پیدائش تقریباً ۱۲۳۱ھ ہوتا ہے۔

تحصیل علوم ..... جس طرح مولانا کے سال پیدائش کے سلسلہ میں معلومات محدود ہیں اسی طرح تعلیم و تدریس کے باب میں بھی ہماری معلومات تشدہ ہیں مولانا کے خاندان میں علم و فضل کا چرچا تھا آپ کے دادا اور والد ماجد حافظ قرآن تھے مولانا کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی اور اپنے والد حافظ لطف علی سے حفظ قرآن فرمایا پھر اپنے والد کے حقیقی چچا زاد بھائی استاذ العلماء مولانا مملوک العلی کے پاس دہلی پہنچے جو اس وقت دار الحکومت دہلی میں مجلس علوم و معارف کے صدر نشین تھے اور دہلی کالج میں تعلیم پائی نیز اس وقت کے ممتاز علماء مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولوی سبحان بخش شکارپوری وغیرہ سے بھی علم حاصل کیا علم حدیث کی تکمیل و تحصیل حضرت شاہ عبدالغنی مجددی متوفی ۱۲۹۶ھ سے کی جو شاہ محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد اور نقشبندی سلسلہ کے مشہور شیخ اور خانقاہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے مستد نشین تھے، یہ تمام حضرات حکیم الامتہ حضرت شادولی اللہ دہلوی کے خاندان کے فیض یافتہ تھے اور ان حضرات کا مسلک بھی وہی تھا۔

فضل و کمال اور علو مقام ..... مولانا محمد احسن جامع فضائل و کمالات تھے آپ نے علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی تھی تصنیف و تالیف سے ان کو خاص شغف تھا نیز آپ نے انگریزی زبان کا بھی باقاعدہ تحصیل کی تھی، آپ کی فلمی بیاض میں اکثر یادداشتیں انگریزی میں تحریر ہیں سر سید احمد خاں بہادر کی تحریک پر گاڈ فری ہیکنس کی کتاب کا ترجمہ حمایت الاسلام کے نام سے آپ ہی نے کیا تھا، مولانا کے تراجم کے متعلق مولف مظہر العلماء تحریر فرماتے ہیں۔

”مولوی محمد احسن نانوتوی، فرید العصر، وحید الدہر، مترجم لاتینی، یگانہ روزگار، مشہور ہر دیار و امصار، ایک دفتر عظیم کتب رینیات عربیہ کا ترجمہ نہایت دلچسپ پیرایہ میں تا قیام قیامت آپ سے یادگار ہے گا۔“

تعارف احسن بزبان حسین ..... مولوی محمد حسین مرلو آبادی اپنی کتاب ”انوار العارفین“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی محمد احسن حافظ قرآن و واعظ خوش بیان، عالم فروع و اصول، دانندہ براہین و دلائل معقول، مدرس علم معانی و کلام و درس کنندہ بصاحت و بلاغت تام، مفسر کلام اللہ و محدث حدیث رسول اللہ، جامع جمیع علوم، مترجم احیاء العلوم و متصف باخلاق حسنہ مستند۔“

قیام بنارس ..... دہلی کالج سے عربی کی تکمیل کے بعد آپ ۱۲۶۳ھ میں بنارس کالج میں فارسی کے مدرس اول مقرر

ہوئے آپ کی تصنیف ”تفتاح المصنفین“ کے آغاز کی عبارت ”جب کارکنان تقدیر نے روزی اس بے سرو پا کی شہر بنارس میں لکھ دی اہ“ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل علم کے بعد بنارس ہی سے مولانا کی ملازمت کا آغاز ہوا۔ ورنہ یہ الفاظ نہ ہوتے بلکہ تبادلاً وغیرہ کا ذکر ہوتا، آپ کے اس چار پانچ سالہ قیام بنارس میں بنارس کالج کے طلباء نے تعلیمی قائدے حاصل کئے، مسلمانان بنارس نے مولانا سے مذہبی و دینی خدمات لیں اور آپ نے یہاں احباب کا ایک حلقہ قائم کر لیا تھا۔

من احیاء سستی وکانما احیائی..... حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے برصغیر پاک و ہند میں تجدید و احیاء دین اور کتاب و سنت کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ دینی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں اس سلسلہ میں اس خاندان کے کارنامے بڑے روشن اور تابناک ہیں، برصغیر میں یہاں کے غیر اسلامی معاشرہ کے اثر سے نکاح یوگان کو معیوب خیال کیا جاتا تھا حضرت سید احمد شہید اور مولانا محمد اسماعیل شہید کی مساعی جنیلہ سے نکاح یوگان کا خوب شیوع ہوا مولانا مملوک العلی بنانو توی نے باوجود خاندان کی مخالفت کے احیاء سنت کے خیال سے پہلا نکاح قصبہ منگلور (ضلع سہارنپور) کے کاظمی سادات کے ممتاز و معزز رکن قاضی سید فدا حسین کی بیٹی ”اصالت النساء“ سے کیا تھا۔

مولانا محمد احسن صاحب بنارس میں مقیم تھے کہ ان کے حلقہ احباب میں سے ایک شخص مسکمی غلام محمد کا انتقال ہوا انہوں نے ایک جوان بیوہ، ایک لڑکی زینب اور ایک شیر خوار بچہ اپنی یادگار چھوڑے یہ نیک اور پاکباز بیوہ خاتون برادری اور خاندان کے جموں، رسم و رواج کے مطابق نکاح ثانی نہیں کر سکتی تھی حالانکہ شریعت اسلامیہ کی طرف سے صریح اجازت تھی اس بیوہ خاتون کا مولانا کے یہاں آمد و رفت کا سلسلہ تھا لیکن مولانا نے ان سے عالم دین تلمیذ مولانا مملوک العلی اور فیض یافتہ خاندان شاہ ولی اللہ دہلوی کو یہ آمد و رفت کس طرح گوارا ہو سکتی تھی اس میں ہزار دینی و دنیوی مقاصد و خطرات پوشیدہ تھے مولانا نے ان اربکان ملتہ کی دستگیری کی اور شریعت کے حکم کے مطابق بیوہ غلام محمد بناری کے ساتھ نکاح کر لیا اور شرعی طور سے ان کے کفیل و سرپرست بن گئے اس شیر بچے کا نام مولانا نے ”عبدالاحد“ رکھا یہ کون عبدالاحد ہے یہی مطہر حبتائی دہلی کے مالک ہیں جو بڑی حیثیت اور شہرت کے مالک ہوئے۔

بریلی کالج سے تعلق..... ۱۸۳۷ء میں بریلی میں ایک اسکول کا قیام ہوا ۱۸۳۱ء میں اسکول کی عمارت کی تعمیر شروع ہو گئی جو ۱۸۳۳ء میں اتمام کو پہنچی اس وقت کلارک کلکٹر بریلی تھے اس اسکول کو خوب ترقی ہوئی اور بریلی کی یہ درس گاہ اور میرٹھ اسکول دہلی کالج کی شاخ قرار پائے ۱۸۵۰ء میں بریلی کا یہ اسکول کالج بنا دیا گیا، مولانا محمد احسن صاحب بنارس سے جمادی الاول ۱۲۶۷ھ مطابق مارچ ۱۸۵۱ء میں تبدیل ہو کر بریلی پہنچے اور فارسی شعبہ کے صدر مقرر ہوئے اور جب عربی کا اجراء ہوا تو دونوں شعبوں کی صدارت آپ ہی کو تفویض ہو گئی جیسا کہ احسن القواعد کی تقریظ سے معلوم ہوتا ہے مولانا کالج کے طلبہ کی تعلیم کا خاص خیال رکھتے تھے آپ کی قلمی بیاض میں چند تلامذہ و نجف علی، فضل رسول، کرامت حسین، کالی چرن، چھم نے لال، سوہن لال، بھوانی پرشاد، اجود ہیا پرشاد، کشن پرشاد، بختاور سید اور کیدار ناتھ وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

قیام بریلی اور انقلاب ۱۸۵۷ء..... بنارس سے بریلی تشریف لانے کے بعد آپ نے مستقل قیام کیلئے بریلی ہی منتخب کر لی اور جب ۱۸۵۷ء کا انقلاب انگیز طوفان آیا تو آپ نے اپنے بھائیوں اور دوسرے بزرگوں اور ساتھیوں کے خلاف اس انقلابی طوفان کے سامنے سینہ تان لیا، ابھی یہ سیلاب بریلی میں داخل نہیں ہوا تھا کہ آپ نے وعظ و تقریر کے ذریعہ مسلمانوں کو شرکت سے روکنے کی کوشش کی چنانچہ ۲۲ مئی کو نماز جمعہ کے بعد آپ نے بریلی کی مسجد نو محلہ میں ایک تقریر کی جس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے لیکن زمانہ کی رو کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جانا قطعاً غلط تھا چنانچہ تمام مسلمان آپ کے خلاف ہو گئے اور عوام کی یورش یہاں تک بڑھی کہ اگر کو تو ال شہر شیخ بدر الدین کی فہمائش پر آپ بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ ۲۲ مئی ۱۸۵۷ء کو مولانا نے بریلی چھوڑ دی اور بریلی سے



آنولہ آئے یہاں حکیم سعادت علی خاں رئیس اعظم آنولہ و مدار لہبام ریاست رامپور کے صاحبزولے حکیم داہت علی صاحب کے پاس ٹھہرے اور پھر وہاں سے رامپور (افغانان) ہو کر نانوتہ پہنچے۔

بریلی کو واپسی..... جب ۱۸۵۷ء کا انقلاب پایا ہو گیا تو آپ آخر ذی قعدہ ۱۲۷۴ھ میں دوبارہ بریلی پہنچ گئے جیسا کہ آپ کی قلمی بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ یکم ذی الحجہ ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۸۵۸ء بروز شنبہ انہوں نے بریلی میں مکان کر لیا اور دوبارہ ملازمت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

مطبع صدیقی بریلی..... انگریزی حکومت کے قیام اور مغربی علوم و فنون کی اشاعت کے ساتھ برصغیر پاک و ہند میں پریس بھی قائم ہوئے اور جلد ہی ملک میں پریسوں کا ایک جمال پھیل گیا بریلی (رویل کھنڈ) میں سب سے پہلا مطبع ۱۸۴۷ء میں قائم ہوا یہ مطبع بریلی کالج سے متعلق تھا گویا یہ گورنمنٹ پریس تھا مراد آباد اور بدایوں کا سرکاری کام بھی اسی مطبع میں ہوتا تھا انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مولانا نے بریلی میں ”مطبع صدیقی“ قائم کیا اس مطبع کا صحیح سال قیام تو معلوم نہ ہو سکا مگر مولانا کی قلمی بیاض سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا قیام ستمبر ۱۸۶۲ء سے قبل ہوا تھا یہ مطبع مولانا اور آپ کے بھائی مولوی محمد منیر کی شرکت میں تھا مطبع کے منتظم مولوی محمد منیر تھے مولانا کا قیام خواجہ قطب (بریلی) میں تھا اور اسی محلہ میں مطبع صدیقی تھا مطبع میں دودستی مشینیں تھیں جس مکان میں مطبع تھا وہ ایک مدت تک ”چھاپہ خانہ والا مکان“ مشہور رہا ہے، اس مطبع میں مستقل کاتب غشی مشہو لال بریلوی تھے انہوں نے ازالت لکھنا وغیرہ کی کتابت کی ہے مولانا کے اس مطبع کا مقصد صرف تجارت کتب نہ تھا بلکہ دراصل یہ ”ولی اللہ ہی اکیڈمی“ تھی اس مطبع سے ولی اللہی حکمت و فلسفہ کی خوب نشر و اشاعت ہوئی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی اکثر معرکۃ الابدان تصنیفات حجتہ اللہ البالغہ اور ازالت لکھنا وغیرہ سب سے پہلے ۱۲۸۶ھ میں اسی مطبع سے شائع ہوئیں۔

احسن الاخبار بریلی..... مطبع صدیقی بریلی سے ایک ہفتہ وار اخبار ”احسن الاخبار“ کے نام سے ۱۷ ستمبر ۱۸۶۲ء سے نکلتا شروع ہوا اس اخبار کے مالک مدیر مولوی محمد احسن تھے اور اس کا دفتر روزی چوک بریلی میں تھا یہ اخبار بالعموم جمعہ کو شائع ہوتا تھا سالانہ چند سو سات روپے دس آنے تھا۔

حج بیت اللہ..... ۱۵ ستمبر ۱۸۶۶ء کو بریلی سے حج لے کر روانہ ہوئے پانچ مہینے اس مقدس سفر میں لگے چنانچہ قلمی بیاض میں ایک جگہ تحریر ہے حج ۱۵ ستمبر (۱۸۶۶ء) سفر حج افتادہ ہوا اور آمد رشت صرف شد آنچہ کہ بود دریں مدت صرف گریوید۔“ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں روزہ بن کر مہینے پر حاضر ہوئے، صاحب انوار العارفین سفر حج کے متعلق لکھتے ہیں ”ایشان درس سن یک ہزار و صد و ہشتاد و سوم برورد آستانہ بیت اللہ الحرام اجماعاً بیت سجدہ کردند و پیشانی سودند و از شوق و ذوق طواف نمود و عمرہ آورد و از غلبہ شوق۔ لیب گویاں بوادی عرفات و دیدند رخ لوار کردند پس از اں مدینہ منورہ حاضر شد و بر ویلیز باب السلام سید خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام بوسہ و لوندوبہ نیز تمام آداب و سلام آوردند“ مصداق حدیث شریف ”من زل فری و جب لہ شفاعتی بزینار سید کائنات علیہ الصلوٰۃ و التحیات سعادت اندوز گشتند و در مسجد قدس نماز یا جماعت ادا کردند۔“

مدرسہ مصباح التہذیب بریلی..... بریلی میں مختلف علماء کرام انفرادی طور پر مذہبی تعلیم دیتے تھے جن میں مولوی ہدایت علی فاروقی، مولوی لائق علی، مولوی یعقوب علی اور مولانا محمد احسن وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں، مولوی ہدایت علی نے بریلی میں مدرسہ شریعت کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس میں وہ درس دیتے تھے، اکبر حسین کبوتہ کی بیوی نے بھی ایک مدرسہ قائم کیا تھا اور وہ تھا اس مدرسہ کی کفیل تھیں، اس مدرسہ میں مولانا یعقوب علی نے بھی کچھ مدت تک درس دیا جو شہر کہتے بریلی کے رئیس عالم فاضل اور فقیہ تھے۔

ان مدارس کے باوجود مسلمانوں کی کوئی مرکزی درس گاہ نہ تھی اس لئے مولانا محمد احسن نے بریلی کے اکابر و عمائد

۱۔ مولانا کھنجر الدین ہمدانی نے حیات اعلیٰ حضرت جلد اول صفحہ ۲۱۱ میں مدرسہ مصباح التہذیب بریلی کا بانی مولوی احمد رضا خان بریلوی کے لد مولوی علی خاں کو لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے تفصیل ”تنبیہ الجمال“ میں موجود ہے۔ ۱۲

کے مشورہ اور معاونت سے ایک مدرسہ باسم تاجی "مصباح التہذیب" ۱۲۹۸ھ میں قائم کیا، باشندگان شہر کہتے بریلی نے اس مدرسہ کے قیام میں خاص طور سے حصہ لیا، اس مدرسہ کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے اور مولوی سخاوت حسین سید کلب علی شاہ، مولوی شجاعت علی، حافظ احمد حسین اور مولوی حافظ حبیب الحسن درس دیتے تھے، مگر جلد ہی بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے اس مدرسہ کی مخالفت شروع ہو گئی اور مولوی تقی علی خاں کے گردپ نے اس مدرسہ کے جواب میں ایک دوسری درس گاہ "مدرسہ اہل سنت" قائم کیا اور مولانا محمد احسن کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا۔

دور مخالفت..... مولانا محمد احسن بریلی میں علوم اسلامی کی گرفتدر خدمات انجام دے رہے تھے، بریلی کالج کے علاوہ طلباء کو گھر پر بھی درس دیتے تھے، تصنیف و تالیف کا سلسلہ قائم تھا مدرسہ مصباح التہذیب کے ذریعہ اسلامی علوم و فنون کی تعلیم جاری تھی، آپ کی یہ مذہبی و علمی خدمات بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے بعض علماء کو ناگوار ہوئیں جن میں مولوی تقی علی خاں بریلوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں، صورت یہ ہوئی کہ ۱۲۸۸ھ میں شیخوپور ضلع بدایوں میں مسئلہ امکان و امتناع نظیر پر مولوی عبدالقادر بدایونی اور امیر احمد سہسوانی کے درمیان ایک مناظرہ منعقد ہوا سہسوانی نے ہر دو فریق کے مفصل حالات و تحریرات پر مشتمل ایک کتاب "مناظرہ احمدیہ" کے نام سے طبع کراوی تحریرات مناظرہ میں اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کادحم و نوح کو حکماہ بھی زیر بحث آیا، سہسوانی نے آخر کتاب میں ایک جملہ یہ بھی لکھ دیا "مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی"

بھی اسی (صحت اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ) کے معتقد ہیں اور اسی مضمون بران کی مرثبت ہے اور اسی کے اور علماء دین قابل اور معتقد ہیں "سہسوانی کے نقل کردہ اقتباس پر مولانا محمد احسن کی تکفیر کی گئی جب ۱۲۹۰ھ میں مدرسہ مصباح التہذیب ختم ہو گیا جاتین سے رسالے لکھے گئے علمائے بریلی اور بدایوں نے مولانا محمد احسن کی بڑی شد و مد سے مخالفت کی بریلی میں اس مجاہد کی قیادت مولوی تقی علی خاں کر رہے تھے اور بدایوں میں مولوی عبدالقادر بن فضل رسول بدایونی سرخیل جماعت تھے، یہی بریلی اور دیوبند کی مخالفت کا نقطہ آغاز تھا جو بعد کو ایک بڑی وسیع خلیج کی شکل اختیار کر گیا۔

ترک سکونت بریلی..... مولانا نے بریلی کالج سے کب پنشن حاصل کی اور کب بریلی چھوڑی اس کے متعلق کوئی صحیح تاریخ نہیں ملتی شاہجہان پوری میں پہلا میلہ خدائشاہی ۷ مئی ۱۸۷۶ء کو منعقد ہوا تھا اس میں مولانا محمد احسن اور مولوی محمد منیر ہی کی تحریک پر مولانا محمد قاسم نانوتوی بلائے گئے اور واپسی میں حضرت نانوتوی مولانا محمد احسن ہی کے یہاں مقیم ہوئے حضرت نانوتوی نے مولانا محمد ابوالمنصور دہلوی کو جو ایک خط مورخہ ۳۰ محرم ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۷۷ء میں لکھا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳ فروری ۱۸۷۷ء تک مولوی محمد منیر اور مولانا محمد احسن بریلی میں تھے ۱۸۷۷ء میں بریلی کالج ناقابل برداشت مصداق کی وجہ سے بند کر دیا گیا پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۷۷ء کے تعلیمی سال کے اختتام کے بعد مولانا نے بریلی چھوڑی ہوگی اس کے بعد بھی مولانا کبھی بریلی آتے رہے۔

قیام نانوتہ..... مولانا محمد احسن نے بریلی سے آکر نانوتہ قیام کیا آپ کے ہمراہ آپ کے بھائی محمد منیر بھی نانوتہ آگئے یہاں بھی اصلاح و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کا کام شروع ہو گیا، مولانا کے مکان کی عمدت بہت وسیع تھی یہ مکان "بنگلہ وائی حویلی" کے نام سے مشہور تھا، اس مکان کے دروازہ کے بیضوی گذر میں صبح کو درس حدیث ہوتا تھا بانی اوقات میں مولانا تصنیف و تالیف کا کام کرتے تھے اسی زمانہ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسائل انصاف اور عقد الجید کا ترجمہ کشف اور سلک مرورید کے نام سے کیا، حصن حصین کے ترجمہ کو درست اور با محاورہ بنایا، قرۃ العینین فی تفسیر الشیخین فتاویٰ عزیزی اور جواہر القرآن کی ترتیب و تصحیح کی مولانا اپنے محلہ کی مسجد (نانوتہ) کے مہتمم تھے اس کی مرمت و درستی وہی کراتے تھے عید گاہ نانوتہ کا انتظام بھی مولانا ہی کے سپرد تھا۔

احسن المدارس ثانویہ..... مولانا نے جب ثانویہ میں قیام کیا تو یہاں بھی ایک مدرسہ قائم کیا جو مولانا ہی کے نام "احسن المدارس" سے موسوم ہوا۔ تو ان ہی مدرسہ جاری رہا ریاست بھوپال سے اس کو امداد ملتی تھی، یہ امداد منشی جمال الدین مدار الہام کی معارف پروری اور مولانا کے تعلقات کے نتیجے میں ہوئی۔ ۱۹۳۷ء تک یہ مدرسہ قائم رہا، جب ۱۹۳۷ء میں صوبہ یوپی میں پہلی مرتبہ کانگریسی وزارتیں قائم ہوئیں تو حکیم محمد احمد نانوتوی ولد ملا محمد اسماعیل کی بدولت یہ مدرسہ ختم ہو گیا اور ایک دوسرا مدرسہ "امدادیہ پرائمری اسکول ثانویہ" قائم کیا گیا جس کیلئے کانگریسی حکومت سے امداد حاصل کی گئی۔

بیعت و خلافت..... مولانا علوم ظاہری کے ساتھ علم باطن کا بھی ذوق رکھتے تھے اور کسی صاحب نظر شیخ کے متلاشی تھے چنانچہ اس زمانہ کے دو تین ممتاز اہل طریقت کی طرف آپ کا خیال گیا بالآخر اپنے استاد علوم ظاہری، حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ بیعت کا شرف بخشا جائے شاہ عبدالغنی صاحب مولانا کے علم و فضل سے خوب واقف تھے آپ نے فرمایا کہ جماعت درویشاں میں دعوی علم و فضل کی گنجائش نہیں یہاں تو "انا" کو مٹا کر بقا کی منزل ملتی ہے مولانا عقیدت و ارادت کے ساتھ خدمت شیخ میں حاضر ہوئے تھے لہذا شاہ عبدالغنی "کے دست حق پرست پر نقشبندی سلسلہ میں بیعت ہو گئے۔"

جب مولانا ۱۲۸۳ھ میں حج بیت اللہ کو گئے تو اپنے شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالغنی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اس موقع پر مولانا شرف اجازت و خلافت سے بھی سرفراز ہوئے صاحب انوار الاعرفین لکھتے ہیں "در صحبت شیخ خود از کیفیت نسبت لطیف اثر بلوغ بروا شتد و اجازت یافتہ دنازاں گردیدند۔"

جب ۱۲۸۷ھ میں مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی نے حج بیت اللہ کو جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنے مرید منشی محمد قاسم نیاگری (اجیری) کی اصلاح و تربیت کیلئے مولانا محمد احسن ہی کو تجویز کیا مولانا محمد احسن مرید بہت کم کرتے تھے آپ کے صاحبزادے منشی محمد اسماعیل کی اہلیہ نے ایک مرتبہ مولانا سے کہا کہ "مولوی صاحب! آپ بھی تو عالم اور بزرگ ہیں جس طرح مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرید کثرت سے ہیں آپ بھی لوگوں کو مرید کیجئے گھر بیٹھے آمدنی ہوگی۔" مولانا نے ہنس کر جواب دیا بی صاحب! مولانا رشید احمد صاحب کا کیا ذکر ہے وہ تو بادشاہی احدی ہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ محنت کر کے کھاؤ، اسی لئے ملازمت کرتا ہوں۔"

ذکر و شغل اور یاد الہی..... مولانا کے ذکر و اذکار کا یہ عالم تھا کہ کسی وقت یاد الہی سے غافل نہ ہوتے تھے جب عشاء کی نماز کے بعد لیٹ جاتے تو گھر کے لوگ سمجھتے کہ مولانا سو رہے ہیں مگر مولانا ذکر الہی میں مشغول ہوتے تھے اور سینہ معارف گنجینہ ہلتا ہوا معلوم ہوتا تھا آپ اکثر شب بیداری کرتے تھے۔

ذوق شعر و شاعری..... مولانا کو شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا احسن تخلص فرماتے تھے آپ کی تصنیفات میں اکثر قطعات تاریخ اپنے لکھے ہوئے ہیں رسالہ عروض میں مثالوں میں بعض جگہ خود مولانا کے اشعار میں "لنعمیہ اللہقان" اور احیاء العلوم کے ترجمہ میں اشعار کا ترجمہ اشعار میں کیا ہے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

تم نے بات نہ میری مانی	کس کام آئی یہ نادانی
غرض کیا کہوں کیا ہے میرا سوال	کہ ظاہر ہے دل پہ ترے سب کا حال
الہی کروں کس سے جا التجا	عنایت نہ ہو تجھ سے گرد عا
کتنی ہے گل سے یوں صبا کیوں شدہ بیجا کیا	اس کے عوض میں چاک ہے تیری قبا کا پیر بن
ہر چند ظاہر تھیں تری سب خلق میں بے باکیاں	لیکن نہ تھیں مجھ سے کبھی اس طور کی چالاکیاں
ہے براتوی اگر نکلتا ہے تو سب کی خطائیں	تو ہی اچھا ہے تری نظروں میں مگر خوب سب آئیں

غم کے عالم میں پزار بتا ہوں  
اس غم میں یاں نہیں جو کوئی مونس  
جو کچھ گذرے اسے سدا سستا ہوں  
دل ہی دل میں خدا خدا کرتا ہوں  
دن رات رہے ذکر و عبادت کا خیال  
کھانے کیلئے گرنے ہو مال حلال  
کچھ فائدہ نہ ہو احسن اس محنت سے  
احسن غفلت میں کئے ہیں دن رات  
کھوتے خرافات میں کیوں عمر عزیز  
قلعہ مولا کئی جمع الاوقات

فن تاریخ گوئی..... میں بھی مولانا بہت مہارت رکھتے تھے آپ نے اپنی تصنیفات نیز اکثر مطبوعات مطبع صدیقی بریلی پر قطعاً تاریخ خود لکھے ہیں، اس کے سوا ایک خاص بات یہ ہے کہ مولانا مطبوعات مطبع صدیقی کی لوح کی عنوان سطر ایسی عبارت سے ترتیب دیتے تھے جس سے سزا طاعت نکلتا تھا یہ بڑے کمال کی بات تھی، ازالت الخفاء کی سطر لوح عنوان "اللہ لطیف بعبادہ برزق من یشاء وہو القوی العزیز" ۱۲۸۶ھ غایت الاوطار کی "فھیہ واحد اشد علی الشیاطین من الف عابد" ۱۲۸۸ھ اور عقائد نظامیہ کی، "یعون ایزد متعال احد سے مثال" ۱۲۸۷ھ ہے جس سے سال طاعت ظاہر ہوتا ہے۔

وصال پر طلال..... مولانا کی عمر تقریباً ستر سال کی ہوئی تھی کہ شروع ۱۳۱۲ھ میں بیمار ہوئے علاج کی غرض سے دہلی گئے لیکن اتفاقاً نہ ہوا، مضمحل میں دہلی سے واپس آئے راستہ میں مولانا ذوالفقار علی نے دیوبند میں ٹھہرنے کیلئے اسرار کیا مولوی محمد منیر بحیثیت مستم درالعلوم اس وقت دیوبند میں مقیم تھے مولانا محمد احسن اپنے برادر عزیز مولوی محمد منیر کے یہاں ٹھہر گئے مولوی محمد منیر نے دیوبند کے اس مختصر سے قیام میں مولانا کی ہر قسم کی خدمت کی مگر موت کا وقت متعین سے منشی محمد اسماعیل کی واپسی کے دو روز بعد آخر ہفتہ رمضان ۱۳۱۲ھ میں مولانا کا انتقال ہو گیا اور درالعلوم دیوبند کے قبرستان میں اس مجسمہ فضل و کمال کا جسد خاکی سپرد خاک کر دیا گیا، مولانا فضل الرحمن (والد ماجد مولانا شہیر احمد عثمانی) نے آپ کی قبر کی نشاندہی ذیل کے اس شعر میں فرمائی ہے۔

ہاں! بے پاسبان آسودہ ترمانین رویار ان خویش  
قاسم بزم مودت احسن شائستہ خو

حلیہ..... آپ اوسط قد گورے چہنے، گھنی گول ڈاڑھی ناک ستواں، خوبصورت چہرہ کسی قدر گولائی لئے ہوئے خوش گفتار و شیریں آواز تھے چہرہ سے مسامتہ و سنجیدگی کا اظہار ہوتا تھا، حلم و بردباری طبیعت میں کوٹھ کوٹھ کر بھری تھی۔ لباس و پوشاک..... لباس میں کرسہ، پاجامہ اور عبا پہنتے تھے صدری اور انگرکھ بھی زیب تن کرتے تھے، موسم سرما میں لحاف، توٹنگ، رضائی دوہر اور چادر کا اہتمام ہوتا تھا کپڑوں میں خاصہ، ململ، چھینٹ، جامدانی، کٹھی، بافتہ، تینو اور اطلس کے کپڑے مولانا کے گھر میں استعمال ہوتے تھے "امید" خیاط کا ایک مستقل کھانا تھا۔

اولاد و امجاد..... مولانا کی پہلی بیوی المانت النساء (خواہر متولی نصیر الدین مکتوبی) سے دو لڑکے مولوی فضل الرحمن منشی محمد اسماعیل اور ایک لڑکی کلثوم تھیں دوسری بیوی سے ایک لڑکا محمد ابراہیم اور تین لڑکیاں عصمت، آمنہ، قاطمہ پیدا ہوئیں۔

تصانیف و تراجم..... مولانا کی زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف سے معمور ہے۔ آپ نے زیادہ تر ضخیم اور اہم کتابوں کے لہروں پر ترجمے کئے ہیں بریلی کے قیام میں تصنیف و تالیف کا کام زیادہ ہوا آخر زمانہ میں جب نانوتہ قیام رہا تو اس وقت مطبع حجتبائی دہلی کا صحیح و حواشی کا کام ہوا اور بعض ترجمے بھی ہوئے آپ نے جو ترجمے کئے ہیں ان کی زبان بامحاورہ صاف اور سلیس ہے بڑی حد تک قواعد زبان اور صحت عبارت کا خاص خیال رکھتے تھے، آپ کے علمی کارناموں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) تحفۃ المحققین، غالباً یہ آپ کی سب سے پہلی تصنیف ہے جو باشندگان بنارس کی درخواست پر ۱۲۶۵ھ مابین عیدین ان عورتوں کے بیان میں لکھی گئی ہے جن سے مرد کو نکاح کرنا حرام ہے، یہ ایک مقدمہ، نو فصلوں اور ایک خاتمہ پر

مشتمل ہے، ہر فصل کا مضمون بیان کرنے کے بعد متعلقہ مسائل بھی اسی فصل کے ساتھ درج کر دیے ہیں، تمام مسائل کا جواب فقہ حنفی کے موافق لکھا گیا ہے۔

(۲) اصول جرنیل۔ نام سے مضمون کتاب ظاہر ہے ۱۸۵۳ء میں بنارس سے طبع ہوئی ہے۔

(۳) نافعہ خریداران۔ یہ بیخوشی کے مسائل کے بیان میں ہے۔

(۴) قواعد اردو حصہ چہلم ہڈائزیکٹر آف پبلک انٹرکشن صوبہ شمال مغربی (یوپی) کے حسب الحکم نصاب کی غرض سے قواعد اردو کو چار حصوں میں ترتیب دیا گیا اس سلسلہ کا چوتھا حصہ ۱۸۶۲ء میں مولانا نے مرتب کیا ہے اور شروع کے تین حصے دوسرے حضرات نے لکھے ہیں، چونکہ یہ کتاب نصاب میں شامل رہی اس لئے اس کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہوئے۔ (۵) رسالہ عروض فن عروض میں مختصر مگر جامع رسالہ ہے جو کچھن صاحب بہادر ایم اے کے حسب الحکم ۱۲۸۰ھ میں تحریر کیا ہے۔ رسالہ میں اکثر مثالوں میں مولانا نے اپنے اشعار دیئے ہیں یہ رسالہ بھی متعدد بار طبع ہو چکا ہے (۶) لؤلؤ الخدر لت تعلیم نسواں کے موضوع پر ۱۲۸۸ھ میں تالیف کی گئی جو ایک تمہید، چار ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے گورنمنٹ نے ازراہ قدر دانی اس کی پانچ سو جلدیں خریدیں اور تین سو روپیہ انعام بھی دید۔ (۷) مذاق العارفین حجتہ الاسلام امام غزالی کی مشہور تصنیف احیاء العلوم کا با محاورہ و سلیس اردو ترجمہ منشی نول کشور کی فرمائش پر ۱۲۸۱ھ تا ۱۲۸۶ھ میں چار ضخیم جلدوں میں کیا ہے، مذاق العارفین تاریخی نام ہے تخریج عراقی سے احادیث کے مخارج کا حوالہ حاشیہ پر لکھ دیا ہے اور جن احادیث کو عراقی نے کسی وجہ سے معلول کہا ہے ان کے ساتھ ضعیف وغیرہ ہر جگہ حاشیہ پر تحریر ہے، پہلے آخری دو جلدوں کا ترجمہ کیا ہے پھر پہلی جلد کا اس کے بعد دوسری جلد کا۔

(۸) تمذیب الایمان۔ حافظ ابن قیم کی مشہور کتاب اغاثۃ اللہقان کا اردو ترجمہ منشی جمال الدین صاحب مدارالہبام ریاست بھوپال کی فرمائش پر صرف سات ماہ میں کیا ہے کتاب کا مضمون رد بدعات ہے ۶۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۹) احسن المسائل فقہ حنفی کی مشہور کتاب کنز الدقائق کا فارسی ترجمہ شاہ اہل اللہ دہلوی (برادر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) نے کیا تھا، مولانا نے اپنے بھائی محمد منیر کی فرمائش پر فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

(۱۰) غایۃ الاوطار، فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب در مختار کا اردو ترجمہ مشہور عالم مولانا خرم علی بھوری نے حسب فرمائش نواب ذوالفقار الدولہ رئیس باندہ ۱۲۵۸ھ میں کتاب النکاح سے شروع کیا، محرم ۱۲۷۱ھ میں قریب اختتام تھا کہ پیغام اجل آگیا، مولانا محمد احسن نے اس ترجمہ کو ان کے ورثاء سے اشاعت کی غرض سے خرید اور بقیہ ترجمہ از باب الاذان تا کتاب الحج مکمل کیا (جن حضرات نے غایت الاوطار کی نسبت علی الاطلاق آپ کی طرف کی ہے وہ صحیح نہیں)

(۱۱) حمایت الاسلام۔ انگلستان کے مشہور مصنف گاڈفری ہیکنس کی کتاب ”پالوجی“ (جو اس نے تائید و حمایت اسلام اور عیسائیوں کے اعتراضات کی تردید میں لکھی تھی) کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ ہے جو مولانا نے سر سید احمد خاں کی تفویض سے کیا ہے چونکہ اس زمانہ میں کچھ لوگ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وجہ سے مولانا کے خلاف تھے اس لئے مولانا نے اس ترجمہ کو منشی عبدالودود کے نام سے ۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی سے شائع کیا کتاب سر سید احمد خاں کے مصراف سے طبع ہوئی اور اس کے جملہ حقوق محمدان اینگلو اور نیشنل کالج لنڈ کمیٹی کیلئے محفوظ رہے۔

(۱۲) کشاف حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ ”الانصاف فی بیان سبب الاختلاف“ کا اردو ترجمہ ہے جو ۱۳۰۷ھ میں مالک مطبع جتپائی دہلی کی درخواست پر نہایت محنت و کاوش سے کیا ہے۔

(۱۳) سلك مر وارید حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ ”عقیدہ الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید“ کا اردو ترجمہ بھی مولوی عبدالاحد مالک مطبع جتپائی دہلی کی فرمائش پر نہایت صاف اور آسان زبان میں کیا ہے حسب ضرورت تشریح و وضاحت اور حاشیہ پر بعض مفید حواشی بھی لکھے ہیں۔

(۱۳) خیر متین، حسن حسین کار و ترجمہ ۱۳۵۳ھ میں مولانا نواب قطب الدین خاں دہلوی مرحوم نے باسم تاریخی ”ظفر جلیل“ کیا مولانا نے مالک مجتہبی پریس دہلی کی درخواست پر اس ترجمہ کو با محاورہ کیا اور تصحیح و درستی کے فرائض بھی انجام دیئے اور تاریخی نام ”خیر متین“ رکھا۔

(۱۵) نکات نماز، مشہور رسالہ ”اسرار الصلوٰۃ“ کا اردو ترجمہ ہے۔

(۱۶) مفید الطالبین..... عربی کے ابتدائی طلبہ کیلئے نصاب کی ضرورت سے یہ کتاب لکھی گئی ہے کتاب دو بابوں پر مشتمل ہے پہلے باب میں قریب ڈیڑھ سو امثال و مواعظ کے مختصر جملے ہیں اور باب دوم میں تقریباً چالیس سبق آموز حکایات و نقلیات شامل ہیں دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم کراچی اور اکثر مدرس عربیہ میں داخل نصاب ہے لایب شہیر مولانا اعزاز علی مرحوم نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔

حواشی و تصحیح..... مولانا نے اکثر کتابوں کو اپنے مفید حواشی اور ضروری تصحیح کے ساتھ مرتب کیا مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتہبی دہلی نے اکثر کتابیں مولانا کے حواشی اور تصحیح کے ساتھ شائع کیں چند کتابوں کے نام ذیل میں درج ہیں۔

(۱۷) حجتہ اللہ البانہ۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی مشہور و معرکہ آراء کتاب سب سے اول ۱۲۸۶ھ میں مولانا نے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کی آپ کے پیش نظر تصحیح و مقابلہ کیلئے اس کے چار قلمی نسخے مملوکہ مفتی سعد اللہ مراد آبادی مولوی ارشاد حسین رامپوری، مولوی ریاض الدین کاکوری اور مولوی احمد حسن مراد آبادی رہے، مولانا نے مقابلہ و تصحیح و تحشیہ کے فرائض بڑی خوبی سے انجام دیئے۔

(۱۸) ازالۃ الخفاء۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دوسری معرکہ آراء تصنیف ازالۃ الخفاء بھی سب سے اول ۱۲۸۶ھ میں مطبع صدیقی بریلی سے مولانا نے شائع کی، تصحیح و مقابلہ کیلئے مولانا کو اس کتاب کے صرف تین نسخے مل سکے۔

(۱۹) شفاء قاضی عیاض کو مولانا نے ۱۲۸۷ھ میں تصحیح کے بعد اپنے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کیا نصف کتاب پر مولانا احمد حسن مراد آبادی نے حاشیہ لکھا ہے اور بقیہ نصف پر مولانا محمد احسن نے حاشیہ کی تکمیل کی ہے۔

(۲۰) کنوز الحقائق۔ مولوی عبدالاحد کی فرمائش پر مولانا نے کنز الدقائق پر نہایت جامع حاشیہ عربی میں لکھا ہے اس کی تکمیل مولانا حبیب الرحمن دیوبندی نے کی ہے۔

(۲۱) لائحۃ الامین عربی کے مشہور ادیب احمد بن محمد شردانی یمینی کی کتاب پر مولانا نے فارسی میں حاشیہ لکھا ہے۔

(۲۲) خلاصۃ الحساب پر بھی مولانا نے حاشیہ لکھا ہے جو مطبع مجتہبی میں چھپا ہے۔

(۲۳) قرۃ العینین فی تفسیر الشیخین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور کتاب ہے جس کو مولانا نے بہ تصحیح تمام مرتب کی اور ضروری حواشی لکھے یہ ۱۳۱۰ھ میں مطبع مجتہبی سے شائع ہوئی ہے۔

(۲۴) رسالہ نیچرل فلاسفی گارسان و تاسی لکھا ہے کہ محمد احسن نانوتوی نے نیچرل سائنس پر ایک سو بیس صفحے کا ایک مضمون اردو زبان میں لکھا ہے یہ رسالہ مسٹر ٹیلر کی نگرانی میں شائع ہوا ہے۔

(۲۵) تنبیہ الرئیس علی مغالطہ ثبوت الحق الحقیق۔ شمس العلماء میاں نذیر حسین نے ایک رسالہ ”ثبوت الحق الحقیق“ لکھا تھا جو عامی اور غیر عامی لوگوں پر وجوب و عدم وجوب تقلید کے سوال کا جواب تھا، میاں نذیر حسین کے کسی شاگرد نے یہ رسالہ مولانا کے پاس بھیجا اور ایک قسم کا چیلنج دیا کہ آپ اب یا بعد دو چار مہینے کے خود یا مشورہ اپنے علماء کے اس کا جواب دیں۔

مولانا اگرچہ اپنی صاحبزادی کی بیماری کی وجہ سے پریشان تھے اور عارضی طور سے بریلی آئے ہوئے تھے مگر آئے فوراً اس رسالہ کا جواب لکھا اور بتایا کہ مولف مذکور نے اپنی تحریر میں اکثر مغالطے دیئے ہیں مولانا نے اپنے اس رسالہ میں بعض الزامی جواب بھی دیئے ہیں۔

## (۵۷) صاحب نختہ العرب

نام و نسب اور آبائی وطن..... نام محمد اعزاز علی اور لقب اعزاز العلماء ہے نسب نامہ یہ ہے: اعزاز علی، بن محمد مزاج علی بن حسن علی بن خیر اللہ اب آبائی وطن مراد آباد کے مضافات میں ایک مشہور قصبہ امر وہہ ہے آپ قبیلہ کبوسہ سے ہیں جو ہندوستان کا ایک مشہور قبیلہ ہے آپ کے آباؤ اجداد شاہی لشکر میں بلند مناصب اور اونچے عہدوں پر فائز تھے، آپ کی جدائش ہندوستان کے مشہور شہر بدایوں میں ۱۳۰۰ھ میں غروب شمس کے وقت ہوئی اور نانا جان نے اعزاز علی نام تجویز کیا۔ تحصیل علوم..... ابتداء میں آپ نے قطب الدین نامی ایک شخص کے پاس قرآن شریف کے دو ٹکٹ ناظرہ پڑھے اس کے بعد حافظ صرف الدین کی نگرانی میں تمام کلام اللہ حفظ کیا اور اردو کی معمولی سی تعلیم کے بعد فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اس کے بعد مقام تلمر کے مشہور مدرسہ عربی گلشن فیض میں مولانا مقصود علی خاں صاحب صدر مدرس مدرسہ کے پاس عربی درس نظامی کی ابتدائی کتابیں شرح ما جانی تک پڑھیں پھر شاہجہانپوری کی مشہور دینی درسگاہ عین العلم میں داخلہ لیا جو مولانا عبدالحق صاحب کا قائم کیا ہوا ہے یہاں آپ نے حضرت مولانا قاری بشیر احمد صاحب سے درس نظامی کی اکثر کتابوں کے علاوہ ملا جامی اور کنز الدقائق اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب سے فارسی کی بعض کتب کے علاوہ فقہ کی مشہور کتاب شرح وقایہ پڑھی۔

دارالعلوم دیوبند میں..... عین الغلم میں درس نظامی کی جب متوسط درجہ کی کتابوں سے فارغ ہوئے تو مولانا بشیر احمد اور مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے اصرار پر ہندوستان کی مرکزی درسگاہ دارالعلوم دیوبند پہنچ کر امتحان داخلہ میں کامیابی سے فارغ ہونے کے بعد مولانا حافظ احمد صاحب مستم دارالعلوم سے ہدایہ اولین اور دارالعلوم کے مشہور منطقی و فلسفی حضرت مولانا محمد سہول صاحب بھانگلپوری سے میر قلی اور اس کے علاوہ دوسرے اساتذہ سے بعض کتابیں شروع کیں۔ دارالعلوم میں آئے ہوئے ابھی ایک سال کا عرصہ بھی نہ گذرا تھا کہ مولانا نے اپنی ہمشیرہ سے جو اس وقت میرٹھ میں تھیں ملاقات کے خیال سے میرٹھ کا سفر کیا یہاں مولانا عاشق امی صاحب میرٹھی مصر ہوئے کہ ایک دو سال میرٹھ مدرسہ میں تعلیم حاصل کرو اس کے بعد دورہ حدیث شریف کی شرکت کے لئے دیوبند چلے جانا مولانا میرٹھی صاحب موصوف سے خصوصی تعلق اور گہرے مراسم کی وجہ سے آپ نے عارضی طور پر دیوبند کا قیام ترک کیا اور میرٹھ کی مشہور درسگاہ مدرسہ قونی خیر نگر میں داخلہ کر لیا۔ یہاں آپ نے مولانا عاشق امی صاحب سے اصول و عروض کی بعض کتابیں اور مولانا عبدالمومن صاحب دیوبندی صدر مدرس مدرسہ سے عقائد، منقولات اور فلسفہ کی اکثر بیشتر کتابیں پڑھنے کے علاوہ صحاح ستہ میں سے بخاری شریف کے علاوہ سب کتابیں تم کیں اس حد تک تکمیل کر چکنے کے بعد مولانا عاشق امی کی اجازت سے دوبارہ دیوبند حاضر ہوئی اور حضرت مولانا شیخ الہند صاحب سے صحیح بخاری، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد کے علاوہ ہدایہ اخیرین، بیضاوی اور توحیح و تلویح پڑھی اس کے علاوہ فتون کی بعض کتابیں دارالعلوم کے معقولی استاذ مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی سے اور فتویٰ نویسی کا کام حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب سے سیکھا اور ادب کی اکثر کتابوں کی تعلیم مولانا معز الدین صاحب سے حاصل کی۔

بھانگلپور میں درس و تدریس..... دارالعلوم سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الہند صاحب نے مولانا کی صلاحیتوں کو پا کر مدرسہ نعمانیہ واقع پورنی مضافات بھاگل پور میں تدریس کا حکم فرمایا آپ وہاں پہنچے اور مخلصانہ جدوجہد مسلسل سعی و کوشش کی وجہ سے اس غیر آباد و نامانوس علاقہ میں قال اللہ و قال رسول کا غلغلہ کچھ اس طرح بلند ہوا کہ طلبہ کی ایک بڑی جماعت بہار اور اس کے قریب و جوار کے دوسرے علاقوں سے جوق در جوق نعمانیہ مدرسہ میں پہنچنے لگی مدرسہ کی تعلیم آپ کی وجہ سے نہایت نچھوت ہونے لگی اور یہاں سے فارغ طلبہ ذی استعداد ہونے کی بناء پر دوسری جگہوں پر امتیازی نظروں سے دیکھے جانے لگے۔ انصاف المدارس شاہجہانپور میں مدرسہ..... اسی دوران میں مدرسہ مذکور کا آخری جلسہ ہوا جس میں علماء دیوبند کے علاوہ پورنی کے بعض شوریدہ سر عوام کے اصرار پر بعض بریلوی علماء کو بھی شریک کیا گیا جلسہ شروع ہوا تو سوچی سمجھی

اسکیم کے مطابق اختلافی مسائل کو چھیڑ کر مناظرہ کی خطرناک صورت پیدا کر دی گئی اور اس قدر بیجان برپا کیا گیا کہ صورت حال زیادہ سے زیادہ خراب ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ اصلاح حال کی کوشش بھی کامیاب نہ ہوئی تھی اس لئے آپ مدرسہ نعمانیہ سے مستعفی ہو کر شاہ جہانپور واپس آ گئے اور یہاں والد صاحب کے اصرار پر مدرسہ افضل المدارس سے اپنا تدریسی سلسلہ قائم کر لیا۔ اس مدرسہ کا نہ کوئی وقف تھا اور نہ عام چندہ، صرف ایک باہمت مغیر انسان کی توجہ سے چل رہا تھا کچھ عرصہ کے بعد ان صاحب کا انتقال ہو گیا اور مدرسہ کی حالت دگرگوں ہو گئی اور اس عرصہ میں نئی ماہ ایسے گذرے کہ مولانا اپنی تلیل تنخواہ بھی نہ لے سکے اور حسب اللہ حالات کی ناخوشگوارگی کے باوجود کام کرتے رہے اور بالآخر سخت مجبور ہو کر مولانا نے مدرسہ سے سبکدوشی اختیار کر لی اس مدرسہ میں مولانا کی مدت تدریس تین سال ہے۔

بحیثیت مدرس دارالعلوم دیوبند میں..... افضل المدارس سے علیحدگی کے بعد مشفق استاد حضرت مولانا محمد رسول صاحب بھگلپوری کی سعی و کوشش سے ۱۳۲۰ھ کے لاول میں دارالعلوم دیوبند کی منتظمہ کمیٹی نے مولانا کا تقرر پچیس روپے کے مشاہرہ پر کر دیا بھی آپ شاہجہاں پور ہی تھے کہ اہتمام دارالعلوم کی جانب سے تقرری کا اطلاع نامہ مولانا کو پہنچا آپ نے دارالعلوم کی تدریس کو دین کی نہایت اہم خدمت تصور کرتے ہوئے دیوبند آنے کا ارادہ فرمایا، آپ تشریف لائے اور دارالعلوم کے ابتدائی مدرس مقرر کئے گئے اور علم الصیغہ، مفید الطالین، نور الایضاح وغیرہ کتابیں تدریس کیلئے دی گئیں۔ ریاست حیدر آباد میں..... آپ دارالعلوم میں بسلسلہ تدریس مشغول رہے، شب و روز کی جدوجہد اور بعض اکابر اساتذہ کی توجہ سے مولانا کا شمار دارالعلوم کے ممتاز اساتذہ میں ہونے لگا علمی استعداد پر اعتماد کرتے ہوئے مجلس علیہ نے درمیانی درجہ کی کتابیں بھی تدریس کیلئے آپ کے یہاں بھیج دیں اسی دوران میں ریاست حیدر آباد کی جانب سے مولانا حافظ احمد صاحب کو ریاست کا مفتی اعظم بنا کر بلا گیا چونکہ حافظ صاحب اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے امور متعلقہ کے انجام دینے سے معذور تھے اس لئے حافظ صاحب نے آپ کو اپنے ہمراہ جانے کے لئے فرمایا اور تقریباً نو سال دارالعلوم میں تدریس کے بعد ۱۳۳۹ھ میں آپ کو دارالعلوم چھوڑنا پڑا۔

آپ کو حیدر آباد میں خدمات انجام دیتے ہوئے انہی ایک سال ہی گزرا تھا کہ ۱۳۴۰ھ میں مولانا حافظ احمد صاحب کو جبکہ دو حیدر آباد سے دیوبند کا سفر کر رہے تھے جان، جان آفریں کے سپرد کر دینا پڑی اور ہر دارالعلوم کے شعبہ افتاء میں مفتی عزیز الرحمن صاحب کی علیحدگی کی وجہ سے کسی مناسب آدمی کی ضرورت محسوس ہوئی اس پر ۱۳۴۰ھ کی مجلس شوریٰ و انتظامی کمیٹی میں مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی نے اس خدمت کے لئے آپ کا نام پیش کیا اور کمیٹی کے ہر رکن نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور حیدر آباد میں مولانا کو اس تقرری کی اطلاع کر دی گئی آپ ۱۳۴۰ھ میں حیدر آباد سے دیوبند تشریف لائے اور تادم آخر دارالعلوم میں خدمات انجام دیتے رہے۔

درس خصوصیات..... آج دنیا علم میں ایسے فاضل اساتذہ موجود ہیں جو ہر فن کی آخری کتاب مثنوی طلباء کو پڑھادیں لیکن یہ بہت مشکل ہے کہ وہ مبتدی طلبہ کو ابتدائی اسباق پڑھائیں اور ان کی استعداد کے مطابق حق ادا کر سکیں حضرت مولانا کی یہ نمایاں خصوصیت تھی کہ جس وقت دیوان مثنوی، حماسہ، بیضاوی، ہدایہ اخیر بن ابوداؤد شریف وغیرہ کا درس دیتے ہوتے تھے انہیں پیام میں آپ کے یہاں میزان، ابن عقیل، ملا جانی، فقہ العرب مفید الطالین اور مثنوی اللہ بحر کا درس بھی ہوتا تھا۔

جس طرح شاہ انور صاحب نے درس حدیث میں اپنے تخر علمی وسعت مطالعہ خداداد ذہانت ممتاز قوت حافظہ کی وجہ سے ایک ایسی نمایاں خصوصیت پیدا کی کہ دارالعلوم کی سابقہ تاریخ اس سے قطعاً خالی تھی اسی طرح حضرت مولانا نے ادب کی کتابوں کے پڑھانے میں بیان لغت، ترکیب نحوی، علم صرف، علم اشتقاق، علم معانی، علم بیان کا ایسا کامیاب اضافہ فرمایا جو پہلے کسی کے درس میں نہ تھا لوگ آپ کو شیخ الادب کہتے ہیں لیکن آپ بناء بر مناسبت طبعی فن فقہ پر جس حد تک قابو یافتہ تھے اس کی نظیر مشکل سے ملے گی مسائل فقہ میں ایسی موشگافیاں کرتے تھے کہ عقل حیران رہ جاتی تھی ہدایہ اخیر میں جو علم فقہ میں چوٹی کی کتاب ہے حضرت مولانا اس کا درس تقریباً چالیس سال تک نہایت کامیابی کے ساتھ اس طرح دیتے رہے کہ مسئلہ کو مسئلہ کی طرح سمجھا کر جملہ اشکالات کو رفع کرتے ہوئے فن کی گہری باتیں بھی ساتھ ساتھ لے کر



چلتے تھے مشکوٰۃ شریف کے درس میں معاملات کی تشریح مسائل کی تفصیل فقہی عبارتوں کی تنقیح آپ کی امتیازی خصوصیت تھی حدیث کی اہم کتاب ابو داؤد شریف کے درس میں روایت و درایت کے اعتبار سے حدیث کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہتا تھا، سند کے جھگڑے، ابو داؤد کی اپنی تحقیق اور دیگر لاسخل عقدے اس طرح حل ہوتے تھے کہ عام طلبان کو سل اور عام فہم سمجھنے لگے تھے حضرت شاہ صاحب کے زمانہ سے آپ کے یہاں شمائل ترمذی ہوتی تھی جس میں حدیثی نکات کے ساتھ حل لغت ترکیب نحوی، باحاورہ ترجمہ، مدافع حدیث علی وجہ الاتم ہوتا تھا۔

وقت کی پابندی..... جو درس کیلئے اور طلباء معلم کیلئے ایک ضروری امر ہے مولانا کا طفرائے امتیاز ہے سردی ہو یا گرمی، جاڑا ہو یا برسات، بیماری ہو یا تندرستی، شادی ہو یا غمی بہر حال مولانا کا یہ اصول تھا کہ سبق ہونا چاہئے کمرہ میں گھڑی موجود تھی وقت سے کم از کم دس منٹ قبل بغل میں کتاب دہانی کمرہ کو مقفل کیا اور گھنٹہ بجانے والا اچھی گھنٹہ بجانے سے فارغ بھی نہیں ہوا کہ آپ در سگاہ پہنچ گئے اور سبق شروع ہو گیا ادھر گھنٹہ بجی اور ادھر مولانا کی کتاب بند ہو گئی۔

مد و فرصت از دست نہ آیدت کہ توئے سعادت زمیڈاں بری

کہ فرصت عزیزست چل فوت شد ہے دست حسرت بدنداں بری

عادات و اخلاق..... اس پایہ کے عالم اور فقیہ ہونے کے باوجود ان کے مزاج میں انکساری فرد تنی اور تواضع حد سے زیادہ تھی جو مولانا کے لئے دلیل کمال ہے۔

فرد تنی است دلیل رسیدگان کمال کہ چوں سوانہ منزل رسد پیادہ شود

اس انکساری اور تواضع ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ شہرت سے حد درجہ نفور رہتے تھے یہاں تک کہ عام جمعوں میں جب کبھی آپ کی تلاش ہوتی تو آپ سب سے الگ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے پائے جاتے تھے۔

تجما نشین و صحبت دیو اختیار کن کاٹار انس در گمر آدمی نماند

غمول و گمنامی کو مولانا نے جلوت و مجلس آرائی کی بخشی ہوئی عزتوں پر ہمیشہ ترجیح دی ہے خود فرماتے ہیں

خولی الطیب الخالات عندی اعزازی لد بہم فیہ عاری

استغناء و خورداری..... اہل علم و فضل کے مزاج کے مطابق مولانا میں بے نیازی اور توکل حد درجہ تھا ہندوستان کی متعدد یونیورسٹیوں نے گر انقدر مشاہروں پر مولانا کو بار بار بلایا لیکن مولانا نے دارالعلوم کی قلیل تنخواہ کو چھوڑ کر گر انقدر مشاہروں پر جانا گوارا نہیں کیا۔

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

خود دار سو فقر تو ہے قرالی ہو صاحب غیرت تو ہے تمہید امیری

وہ کسی کے سامنے اپنی ضروریات کا اظہار کریں یہ تو بڑی بات ہے لوگوں کے پیش کردہ تحائف و ہدایا کے لینے میں بھی پس و پیش فرماتے تھے۔ غالباً کسی کہنے والے نے مولانا ہی کے لئے کہا ہے۔

آگے کسی کے کیوں کریں دست طمع دراز وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھڑے دھڑے

زہد و ورع..... علمی اشتغال و انہماک کی وجہ سے گو عبادت و ریاضت میں ان کی مشغولیت زیادہ نہیں تھی لیکن اس کے باوجود ورع و دشمن ضمیر بھی تھے طالب حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ سے ان کو شرف بیعت حاصل تھا اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت و خلافت۔

سادگی مزاج..... مولانا، مزاج کے بھی بہت سادہ واقع ہوئے تھے مزاج کی سادگی ان کے لباس سے نمایاں تھی، عام علماء کی طرح عبا و قبعا، جبہ و دستار مولانا کا لباس نہ تھا ان کے جسم پر کھادی کا ایک لمبا سا کرتہ، معمولی کھدر کا پاجامہ، سر پر دوپٹی ٹوٹی، ماڈوں میں نہایت معمولی قیمت کا جوتہ، مولانا کا لباس تھا زرق و برق پوشاک قیمتی ملبوس مولانا کے جسم پر بھی نہیں دیکھا گیا جسم کی آرائش و زیبائش ان کے یہاں پسندیدہ نہیں تھی۔

سجد و سجادہ بیچ اور جبہ و دستار بیچ

شاہد معنی کو آرائش کی کچھ حاجت نہیں

لیکن اس کے باوجود ہزاج میں نہایت نفاست تھی۔

و اطلب الریح مما فیہ خسران  
فانت بالنفس الابا جسم انسان

یا خادم الجسم کم سعی لخدمتہ  
علیک بالنفس فاستكمل فضاہا

شعر و شاعری..... اکابر و اساتذہ دارالعلوم دیوبند کے اکثر و بیشتر افراد شاعری کے اچھے خاصے مذاق سے بہرہ ور رہے ہیں۔ اسی جماعت کے ایک ممتاز کن حضرت مولانا بھی تھے جن کی شاعری اردو اور عربی دو حصوں میں منقسم ہے مولانا نے فارسی میں کبھی طبع آزمائی نہیں فرمائی حالانکہ فارسی کا ذوق بھی مولانا کو عربی سے کم نہیں تھا عربی میں آپ نے شعر اس وقت سے کہنا شروع کیا تھا جب آپ دیوبند سے فارغ ہو چکے تھے لیکن اردو میں آپ نہایت کمسنی اور خود سادگی سے کہتے چلے آئے ہیں آپ کے بعض عربی قصائد آپ کی تالیف نگہ العرب کے آخر میں درج ہیں جن سے قارئین کرام عربی سخن سنجی کی مہارت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں، اردو کلام کا مختصر انتخاب پیش خدمت ہے۔

مانا کہ تا کنامیر اسق و نجور تھا۔ زلفوں کا دام تم کو بچھانا ضرور تھا

افسوس ہے کہ تو کے بھی قابل نہیں رہا

جو آپ کی زبان پر کل تک حضور تھا۔ کس نے کہا کہ وادی غربت میں تھے جدا

دل سے بہت قریب تھا گو جسم دور تھا

اس دل میں حسرتوں کے سوا کچھ نہیں رہا۔ جو دل کہ تم کو دیکھ کے وقف سرد تھا

پہلے زمیں پہ چھوٹا تھاک بل گئے

یارب کسی کی آہ تھی یا غصہ اور صلہ سے نہ لیا آپ نے بھی کام

مانا کہ عشق آپ سے میرا تصور تھا

تیری نشانی آنکھ نے بے خود بنا دیا۔ اعزاز ورنہ صاحب عقل و شعور تھا

کچھ ہوش ہے اسے ساتی فرزند کسی کا۔ لہریز ہوا جاتا ہے بیانہ کسی کا

ہم آپ سے جاتے رہتے سنتے ہوئے جس کو

افسوں تھا ملی کہ وہ افسانہ کسی کا۔ اعزاز تیرا حال سنا دے کوئی اسکو

ہم دیکھتے ہیں جو صدا ایسا نہ کسی کا

پہنچا جو میں بولے کہ وہ پھر آیا ظالم

دربان اسے کس لئے روکا نہیں کرتے

دل چھین لیا جان کا بھی اب ہے ارادہ

یکس کو تو یوں چور بھی لوٹا نہیں کرتے

دل ہی نہیں وہ دل کہ تری جس میں جا نہیں

سری نہیں وہ جس میں کہ سوء اثر انہیں

اے غیرت سچا اتوا اپنے مر بیض کو

جاد کچھ تو کہ اس میں اب کچھ ہے بھی یا نہیں

حسن بیان میں نہیں اعزاز کا نظیر

آصف سالک میں کوئی فرما زوا نہیں

ہر اک رند نمازن کے پیچھے پڑھ لیتا۔ شیوخ و عطا اگر بادہ سے وضو کرتے

خطیب ہونے کا اپنے انہیں مزہ آتا

مشافہا جو کبھی مجھ سے گفتگو کرتے۔ دربار غیر میں گناہ ہو کے میں جو مروں

خدا کرے وہ پھر میری جستجو کرتے  
یہ دل کی دل میں تمنا ہی کہ وہ مجھ کو۔ کبھی رقیب کی نظروں میں سرخرد کرتے  
حرم کعبہ میں میں چنچ چنچ کر دیا  
ملا نگر رہے اعلان انصوت کرتے۔ مقدرات سے مجبور ہو گیا اور نہ  
بمال ان کی تھی وہ مجھ سے تم سے تو کرتے  
انقلاب چمن دہر کی دیکھی تکمیل۔ آج تارون بھی ہمد بتا ہے حاتم کو بخیل  
ابو حنیفہ کو کے طفل وستان جاہل  
مہر تاباں کو دکھانے لگی مشعل قدیل۔ مشرک اسلام کو کہنے لگے اہل تثلیث  
لوح محفوظ کو کہتی ہے حرف انجیل  
سامری موسیٰ عمران کو کہے جلاوگر۔ شیخ کی کرتے ہیں اسکول کے بچے جمیل  
شیر اور بھیڑ کی کجانی پہ حیرت کیوں ہو  
ایک ہی کانٹے میں تلنے لگے سوزون وکیل۔ صاحب طبل و علم بان جو میں کے محتاج  
نھو کریں کھاتے جو پھرتے تھے وہ لیتے ہیں خراج

بہار کے ایک دوست نے مولانا کو لکھ کر بھیجا کہ یہاں فلاں تاریخ میں ایک مشاعرہ ہے اس میں ہم بھی اشعار  
بڑھانا چاہتے ہیں تم خود یا کسی صاحب سے کچھ اشعار لکھو اگر سمجھو۔ آپ نے چند طلباء سے جو شعر کہتے تھے فرمائش کی لیکن  
کسی سے لکھیں نہ ہو سکی تو آپ نے ار تجا لایہ چند شعر کہے۔

ترے جگر میں ہوں میں نوہ زن، میں ہوں اور یہ شب تار ہے  
کوئی میر باغ میں مست ہے، کوئی ہے وطن میں بھید خوشی  
مرے پاس آوے جو مال و زر، تو ہو خوف سارق و راہزن  
جہاں تھے حسینوں کے قہقہے، جہاں بلبلوں کے تھے چھچھے  
وہ ہماری وضع میں تھی کشش جو نماز میں بھی نہیں ہے اب

وفات حسرت آیات..... آپ ۳۱ ارب ربوہ چہار شنبہ بوقت صبح صادق ۱۳۷۳ھ میں اس عالم آب و گل سے رشتہ  
حیات منقطع کر کے یہ کہتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

حرم آل روز کزین منزل: پراں بروم  
راحت جاں طلسم در پنے جاناں بروم  
اور مدرسہ دارالعلوم کے متصل قطعہ پاکیزہ گاہ میں بگاہ پائی جہاں دیگر اسلاف امت و سلاطین علوم دین آرام  
فرماتے ہیں (رحمت اللہ رحمۃ واسعتہ)

حلیہ مبارکہ..... قدرت نے حسن سیرت کے ساتھ آپ کو حسن صورت سے بھی نوازا تھا۔ قوی الجذہ متوسط قد و قامت  
، وہ ہر ابدان، صاف رنگ، شاداب چہرہ، آنکھوں میں ایک خاص چمک اور چہرے سے عظمت و جلال کے آثار نمایاں تھے۔  
تعلیقات و تالیفات..... دنیائے علم پر آپ کا مزید بوردگر انقدر احسان یہ ہے کہ آپ نے درس نظامی کی اوق اور اصعب  
کتابوں کے بڑی کاوش و تحقیق کے بعد حواشی لکھے اور اپنے طویل تدریسی تجربہ کی بنا پر ہر حیثیت سے ان کو سہل اور عام فہم  
کر دیا جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) حاشیہ نور الایضاح (فارسی) (۲) حاشیہ نور الایضاح (عربی) (۳) حاشیہ دیوان حمادہ (۴) حاشیہ کنز الدقائق  
(۵) حاشیہ دیوان مستبسی (عربی) (۶) اردو ترجمہ دیوان مستبسی (۷) حاشیہ شرح نقایہ (۸) حاشیہ مفید الطالبین (مختصر) (۹)  
حاشیہ مفید الطالبین (مطول) (۱۰) تلخیص العرب (۱۱) حاشیہ تلخیص العرب  
تلخیص العرب..... ادب عربی کے ابتدائی اور متوسط درجہ کے لئے مولانا کے حسن انتخاب کا بہترین مجموعہ ہے جس نے  
جدید تالیفات میں اپنے لئے ایک خاص مقام پیدا کر لیا ہے اور ارباب ادب میں اس تالیف کو پسندیدگی اور قدر کی نظروں

سے دیکھا گیا ہے فن ادب کی یہ ایک جامع کتاب ہے جس میں مولانا محمود نے کوشش کی ہے کہ اس کے ذریعہ سے طلباء میں اسلامی غیرت و حمیت، ادبی دل چسپی، علویت اور علوم عربیہ کی قوت و استعداد پیدا کی جائے نیز مسائل مبہمہ کی تسہیل، اخلاق فاضلہ کی تکمیل کے ساتھ مضامین ایسے شگفتہ اور جاذب ہوں کہ ان کو محنت کے ساتھ یاد کرنے میں طلباء کے اذہان کو نہ تعب ہونہ تشویش

حضرت مولانا کی یہ تالیف دارالعلوم کے علاوہ اکثر مدارس میں داخل نصاب ہے آپ کی یہ تالیف "العقد الفرید شذرات الذہب، تاریخ ابن خلکان، الاغانی وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ اگر تفصیل مطلوب ہو تو تحفۃ الادب شرح اردو فقہ العرب دیکھئے، ہم نے اس میں اکثر مضامین کتاب کے ماخذ کی نشاندہی کرائی ہے۔"

## (۵۸) صاحب میزان الصرف

درس نظامی میں علم صرف سے متعلق "میزان الصرف" رسالہ ایک اسامی اور بنیادی رسالہ ہے جس کو کتب عربیہ درسیہ میں خشیت اول کا درجہ حاصل ہے نہ اس کے بغیر کسی عربی خواں کی ابتداء ہوتی ہے اور نہ کوئی کسی اس سے بے نیاز ہوتا ہے صغیر انعم ہونے کے باوجود کثیر النفع ہونے کے لحاظ سے جو عظمت و شہرت اس کتاب کو حاصل ہے وہ شہرت آفتاب و ماہتاب سے کم نہیں، ذوق دہلوی لطیف ترین پیرائے میں میزان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

ہو گیا ظنی ہی سے دل میں ترازو تیر عشق بھاگے ہیں کتب سے ہم اور اہل میزان چھوڑ کر

مولوی بختاور علی خاں، عالمگیری نے "مرآۃ العالم" میں لکھا ہے کہ سلطان سکندر بن بملول لودی نے مشہور بزرگ نور صوفی سید الدین بن فخر الدین بن جمال الدین ملتانى ثم الدہلوی متولی ۵۹۰۱ سے میزان کا ایک سبق پڑھا تھا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جتنی اس کتاب کی شہرت ہے اتنا ہی اس کا مصنف نام ہے جس صاحب خبر سے ان کا پتہ پوچھے یہی جواب ملتا ہے۔

یقولون اخبارنا فانت ایضا ومانان اخبار ہم بامین

سینکڑوں تاریخی اور اہل الٹ پلٹ کرنے کے باوجود صحیح طور پر اس کے مصنف کا پتہ نہیں چلتا

۲ تسرت عن دھری بظلم جنابہ

فلو تسال الایام ما اسمی مادرت

۱ یعنی نری دھری و لیس برانیا

و این مکانی ماعوفن مکانیا

شرح میزان اور بعض دیگر اہل علم حضرات نے جن جن اشخاص کی جانب اس کا انتساب نقل کیا ہے وہ بھی محدود و مشہور معلوم ہوتا ہے اس لئے حتمی طور پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، البتہ انتہائی جدوجہد اور بے پناہ لگ و دو کے بعد جو اقوال ہم کو ملے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

پہلا قول..... عام طور سے مشہور ہے کہ یہ کتاب شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے مگر یہ قول بلاشک دریب رہنا بالغیب ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے، میزان الصرف مطبوعہ نظامی کانیور ۱۲۹۵ھ کے سرورق پر مولانا عبدالرحمن شاکر لکھتے ہیں کہ "و آنچه انتساب میزان حضرت شیخ سعدی شہرست اسطے ندارد"

دوسرا قول..... یہ ہے کہ مصنف میزان شیخ وجہ الدین بن عثمان بن حسین ہیں، عام شرح میزان کارحمان اسی طرف ہے نواب صدیق حسن خاں نے "سلسلۃ السجد فی ذکر مشائخ السند" کے آخر میں جو فہرست کتب قلبند کی ہے اس میں میزان الصرف کے خانہ میں لکھا ہے "وجہ الدین بن عثمان، حسب تصریح شرح میزان۔"

تیسرا قول..... مولانا محمد زرا احمد رکن اعلیٰ منتدی المصنفین جامع العلوم کاسبازی (سبب شہنہ تریمان العلوم میں میزان الصرف کو ملاحظہ فرمائیے) کی طرف منسوب کیا گیا ہے مگر کوئی حوالہ ہمیشہ نہیں کیا موصوف کا یہ انتساب کہاں تک صحیح ہے یہ خدا ہی جانتا ہے مگر کہ ملاحظہ کی طرف صرف منشعب منسوب ہے نہ میزان۔

چوتھا قول..... یہ ہے کہ اس کا مصنف شیخ صفی الدین بن نظام الدین بن خواجہ آدم غزنوی رودلوی جو پوری متونی ۱۳

۱۔ شخص از تذکرہ الاعزاز مولفہ مولانا محمد انظر شاہ و از دیگر کاغذات ۱۲۔

۲۔ میں اپنے محبوب کی جلوہ گاہ کی آرز میں زمانہ کی آنکھ سے چھپ گیا، پس میری آنکھ سب کو دیکھتی ہے اور مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا، سو تو اگر زمانہ سے جچی میرا نام پوچھے تو وہ نہ بتا سکے، اور اگر میری رہائش گاہ کا پتہ لگائے تو اس کے بتانے سے بھی وہ عاجز رہے۔ ۱۲۔

ذیقعدہ ۸۱۹ھ ہے کہا جاتا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ کی نسل سے ہیں ان کے داوانظام الدین دہلوی تشریف لائے اور کچھ عرصہ تک یہاں قیام کیا اس کے بعد جو پور منتقل ہو گئے، موصوف کو اصلاً ردولوی ہیں مگر بعد میں گنگوہ منتقل ہو گئے تھے، آپ شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی کے اجداد میں سے ہیں اور قاضی شہاب الدین

احمد بن حمد دولت آبادی متوفی ۸۴۹ھ جو مولانا خواجگی جیسے جلیل الشان عالم فاضل کے ساختہ و پرداختہ ہیں صنفی موصوف ان کے نواسے ہیں اور انہیں سے آپ نے تعلیم حاصل کی تھی اور علم طریقت شیخ اشرف بن ابراہیم سمنانی سے حاصل کیا تھا شیخ سمنانی فرماتے ہیں کہ شیخ صنفی کے علاوہ ہندوستان میں میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو نادر فنون اور عجیب غریب امور کے ساتھ آراستہ ہو۔ "ان کی تصنیفات میں دستور البندی جو انہوں نے اپنے صاحبزادے اسماعیل کے لئے لکھی تھی اور غایتہ تحقیق (شرح کافیہ) جو آپ نے شیخ شہاب الدین دولت آبادی کی شرح ہندی کو سامنے رکھ کر لکھی ہے جس کے متعلق صاحب کشف نے لکھا ہے کہ کافیہ کے جس قدر شروع و حواشی لکھے گئے ہیں ان سب میں اتم و کامل اور مفید تر شیخ شہاب الدین احمد بن حمد دولت آبادی کی شرح ہندی ہے ان کا تذکرہ تو ملتا ہے مگر میزان الصرف میری نظر سے کہیں نہیں گذری۔

پانچواں قول..... مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے "قوائد ہندیہ" میں محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسن متوفی ۹۱۱ھ کی تالیفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے، لہ حاشیت علی تفسیر سورة الانعام للیضوی و حاشیت علی المقدمات لاربع و محاکمت بین الدوانی والصدور الشیرازی و کتاب فی الصرف سماہ میزان الصرف صاحب کشف الظنون نے اسکو میزان التصریف کے نام سے ذکر کیا ہے اور مصنف کے والد کا نام مصطفیٰ کے بجائے مصطلح لکھا ہے یہ بڑے پایہ کے عالم اور شیخ یکان وغیرہ کے شاگردوں میں سے ہیں بروسا اور قسطنطنیہ کے مختلف مدارس میں مدرس اور شاہ محمد خاں اور ان کے صاحبزادے بایزید خاں کے عہد میں قاضی بھی رہے ہیں جعفر بن الناجی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

چھٹا قول..... صاحب تعداد العلوم علی حسب الفہوم، نے لکھا ہے کہ میزان الصرف شیخ سراج الدین عثمان اودھی کی تصنیف ہے اکثر علمائے اسی کو لیا ہے ان کے تفصیلی حالات تو ہم "ہدایۃ الخو" کے ذیل میں پیش کریں گے یہاں ہمیں اتنا عرض کرنا ہے کہ جن حضرات نے شیخ موصوف کے حالات لکھے ہیں کسی نے بھی ان کی کوئی کتاب ذکر نہیں کی بلکہ اس احتساب کا مدار "تعداد العلوم" پر ہے۔ میزان الصرف مطبوعہ کانپور کے شروع میں سے صاحب تعداد العلوم علی حسب الفہوم سراج الدین بن عثمان اودھی نوشتہ و گفتہ کہ ہدایۃ الخو شیخ سراج نیز از تصنیف ہمیں مصنف علام ست خود شیخ سراج کی عبارت قائل و مفعول را اور میزان بیان کر دیم سے بھی بظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے نواب صدیق حسن خاں نے فرست مذکورہ میں مصنف کے خانہ میں لکھا ہے "سراج الدین بن عثمان تبنصیص صاحب تعداد العلوم" اور تعداد العلوم کس کی ہے، کیسی ہے، کہاں ہے۔ کچھ یہ نہیں چلتا گویا منجر منجر عنہ سے زیادہ نام ہے۔ نیز شیخ سراج کی عبارت میں میزان سے کون سی میزان مراد ہے حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا، دوسرے یہ کہ شیخ سراج الدین کی وفات ۵۸۷ھ میں ہے اور فاضل میر خور و جو اکثر کتابوں میں شیخ سراج الدین کے شریک درس ہیں انہوں نے لکھا ہے:

الغرض خدمت مولانا سراج الدین در کبر سنی تعلیم کافی عمر ہو جانے کے بعد مولانا سراج الدین نے تعلیم شروع

کو در برابر کاتب حروف میر خور در آغاز تعلیم کی کاتب الحروف برابر آغاز تعلیم میزان اور گردان وغیرہ کے

میزان و تصریف و قواعد و مقدمات نو تحقیق کرد قواعد سے ساتھ تھا اور پڑھتا تھا

مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہی ہوا کہ شروع میں جیسا کہ اب بھی دستور ہے صرف کی

تعلیم سے ابتداء کی گئی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میزان ہی سے عربی زبان شروع ہوتی تھی۔

اس روایت سے جہاں شیخ سراج الدین کا مصنف میزان نہ ہونا ثابت ہوتا ہے وہیں سابقہ استنباطات بھی غلط ہو جاتے ہیں شروع و حواشی میزان الصرف..... (۱) تبیان شرح میزان از مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی۔ (۲) تبیان شرح میزان از مولانا عبدالحی صاحب (۳) تبیان شرح میزان، از مولانا وارث علی صاحب دہلوی (۴) حاشیہ سعدیہ از مولانا مفتی سعد اللہ صاحب (۵) حاشیہ میزان از مولانا عبدالحی صاحب مدرسی (۶) حاشیہ میزان از مولانا ابی بخش صاحب

(۷) شرح میزان الصرف، از مولوی اقامت اللہ بن سید فتح اللہ بن سید شاہ غلام علماء الدین سندلی (۸) ہدایت الصبیان، از شیخ رحمت اللہ بن نور اللہ لکھنوی (۹) الایذان از مولوی احمد اللہ بن اسد اللہ قریشی (۱۰) شرح میزان از شیخ محمد علیم بن موسی الہ آبادی۔ (۱۱) شرح میزان الصرف از مولوی عبدالوہاب بن حکیم محمد علی بن عبدالفتاح (۱۲) بیان الصرف شرح میزان الصرف از ابو نصر حبیب اللہ سنبھلی۔

### (۵۹) صاحب مشعب

میزان الصرف مطبوعہ نظامی کالج پور ۱۳۹۵ھ کے پیش لفظ میں حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ کتاب ملاحظہ ہدایونی کی ہے اور عام طور سے لوگ جو ملاحظہ ہدایونی کی طرف انتساب کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ یہ ہمزہ ہی کی تصحیف ہے مولانا عبدالحمید حسنی نے الثقافة الاسلامیہ فی السند میں اسی کی تصریح بھی کی ہے مگر ان کے مزید حالات ہم کو متبع اور تلاش کے باوجود نہیں ملے، ولعل اللہ یصلح بعد ذلك امرا۔

### (۶۰) صاحب شافیہ

علامہ ابن حاجب کی مشہور و معروف کتاب ہے ان کے حالات کافیہ کے ذیل میں آئیں گے۔

### (۶۱) صاحب صرف میر

یہ رسالہ سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی کا ہے ان کے حالات نحو میر کے ذیل میں آئیں گے

### (۶۲) صاحب پنج گنج

یہ کتاب شیخ سراج الدین اودھی کی بتائی جاتی ہے ان کے حالات ہدایت النحو کے ذیل میں آئیں گے بعض حضرات نے شیخ صفی الدین رودولوی کی تصنیف کہا ہے جن کا تذکرہ میزان الصرف کے ذیل میں آچکا ہے۔

### (۶۳) صاحب علم الصیغہ

نام و نسب اور پیدائش..... مفتی عنایت احمد بن مثنیٰ محمد بخش بن مثنیٰ غلام محمد بن مثنیٰ لطف اللہ۔ آپ قریشی نسل تھے آپ کے اجداد میں امیر حسام نامی ایک شخص بغداد سے آکر قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنگلی میں آکر سکونت پذیر ہوئے اور اپنے صاحبزادے ضیاء الدین کی شادی وہیں کی اور وہیں کے قاضی مقرر ہوئے۔

قصبہ دیوہ کے جس محلہ میں امیر حسام نے قیام کیا وہ حجازی محلہ مشہور ہوا جس کو بعد میں حجاجی کہا جانے لگا اسی مناسبت سے امیر حسام کی اولاد بھی حجاجی کہلائی۔ بانی یہ خیال غلط ہے کہ امیر حسام حجاج بن یوسف حاکم عراق کی اولاد سے ہیں، حجاج قریشی نہیں تھا بلکہ ثقفی تھا مفتی عنایت احمد صاحب اسی دیوہ مقام میں ۹ شوال ۱۲۲۸ھ کو پیدا ہوئے۔

سکونت کا کوری..... آپ کے دادا مثنیٰ غلام محمد کی سسرال کا کوری میں مثنیٰ آپ کے والد مثنیٰ محمد بخش اور چچا شیخ عبدالعزیز نے اسی حجابی تعلق کی بنا پر کوری میں سکونت اختیار کر لی پھر ان کے تمام قریبی اعضاء بھی کوری آکر سکونت پذیر ہوئے اور کوری کہلانے لگے اب بھی وہاں ان کا بڑا خاندان سکونت پذیر ہے۔

تحصیل علم..... ابتدائی تعلیم کوری میں حاصل کی جب ۱۳ سال کی عمر ہو گئی تو تحصیل علم کی غرض سے رامپور گئے وہیں مولوی سید محمد صاحب بریلوی سے صرف نحو، مولوی حیدر علی صاحب ٹونگی اور مولوی نور الاسلام صاحب سے دوسری دوری

کتابیں پڑھیں رامپور میں درسی کتابیں ختم کر کے دہلی پہنچے وہاں شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی متوفی ۱۲۶۲ھ سے کتب حدیث سب سے سبق پڑھیں اور سند حاصل کی دہلی سے علی گڑھ آئے جہاں مولانا بزرگ علی ماہروی شاگرد شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی و شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی (جامع مسجد کے مدرسہ میں دینی خدمات انجام دے رہے تھے یہ مدرسہ عمد شاہی میں بابی مسجد نواب ثابت خاں نے قائم کیا تھا علی گڑھ میں آپ نے تمام منقوی اور معقول کتابیں مولانا بزرگ علی سے پڑھیں اور فارغ التحصیل ہوئے بعد فراغ اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہو گئے کیونکہ ۱۲۶۲ھ میں مولانا بزرگ علی کا انتقال ہو گیا تھا۔

ملازمت ..... ایک سال تک مدرسہ میں مدرس رہے اس کے بعد مفتی و منصف کے عہدہ پر علی گڑھ میں ہی تقرر ہو گیا اسی زمانہ میں مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی متوفی ۱۳۳۲ھ کے تلمذ کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ مفتی صاحب کے نامور شاگرد گزرے ہیں مولوی سید حسین شاہ صاحب بخاری نے بھی اسی زمانہ میں پڑھا ہے۔

اجلاس میں سبق ..... مولوی سید حسین شاہ بخاری فرمایا کرتے تھے کہ مفتی صاحب مجھ کو ہدایہ اجلاس میں پڑھایا کرتے جیسے ہی کسی مقدمہ سے فرصت ہوتی اشارہ ہوتا میں پڑھنا شروع کر دیتا پھر کوئی سرکاری کام آجاتا تو اس میں مصروف ہو جاتے اس دو گونہ مشغولیت کے باوجود مسائل اس طرح ذہن نشین کر لیتے کہ کبھی فراموش نہ ہوئے۔ آپ طلباء سے خاص تعلق رکھتے تھے مولوی لطف اللہ صاحب کی تعلیم کے زمانہ میں ہی مفتی صاحب کا تدار علی گڑھ سے بریلی ہو گیا تھا مولوی لطف اللہ صاحب بریلی ساتھ گئے وہاں جملہ کتب درسیہ ختم کیں صبح کی نماز کے بعد مفتی صاحب تلاوت فرماتے تھے مولوی لطف اللہ صاحب خدمت میں حاضر رہتے، دوران تلاوت میں اگر کوئی مشکل صیغہ آتا تو مفتی صاحب ان کی طرف دیکھتے، یہ حل کرتے حل نہ کر سکتے تو بعد تلاوت خود حل کر کے بتاتے مفتی صاحب نے بعد فراغ مولوی لطف اللہ صاحب کو اپنے ہی اجلاس کا سرشتہ دالم مقرر کر لیا۔

قیام بریلی ..... بریلی کے قیام میں مفتی صاحب صدر امین ہوئے درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رہا بریلی کے تلامذہ میں قاضی عبدالجلیل صاحب قاضی شہر مولوی فدا حسین منصف اور نواب عبدالعزیز خاں شہید لوگ گزرے آخر الذکر حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں کے پوتے تھے درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری تھا اسی زمانہ میں بریلی میں مفتی صاحب کے ہم وطن مولوی رضی الدین بن علی الدین متوفی ۱۲۷۴ھ صدر الصدور تھے۔ ۱۲۷۳ھ میں اگر وہ صدر اعلیٰ مقرر ہوئے ابھی بریلی سے روانگی عمل میں نہیں آئی تھی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ شروع ہوئی اور آپ اگر وہ نہ جاسکے۔

انقلاب ۱۸۵۷ء ..... نواب خان بادر خاں نیر و حافظ رحمت خاں نے روہیلکھنڈ میں علم جملا بلند کیا تو مفتی صاحب بھی اس میں شریک ہوئے بریلی اور رام پور آپ کی سرگرمیوں کے آماجگاہ رہے۔ جب تحریک آزادی ناکام ہوئی اور انگریزوں کا ملک پر دوبارہ تسلط ہو گیا تو مفتی صاحب گرفتار ہوئے مقدمہ چلا اور عبور دریا شور کی سزا تجویز ہوئی۔

قیام انڈمان ..... مفتی صاحب نے جزیرہ انڈمان میں بھی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا۔ جزیرہ انڈمان میں آپ کے پاس کسی علم کی کوئی کتاب نہ تھی کھس اپنی قوت حافظہ پر مختلف فنون میں رسالے تصنیف کر دیئے اور وطن واپس آکر کتابیں دیکھیں تو تمام مسائل حرف بحرف سنج تھے۔

ایک انگریز کی فرمائش پر تقویم البلدان کا ترجمہ کیا جو دو برس میں ختم ہوا اور وہی رہائی کا سبب بنا ۱۸۷۷ء میں رہائی پا کر کوری آئے مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی نے تاریخ رہائی لکھی اور خود کوری حاضر ہو کر پیش کی۔ لے

چون بفضل خالق ارض و سماء استاد شد ز قید عم رہا  
بہر تاریخ خلاص آنجناب برنوشتم ان استاذی نجات  
قیام کانپور ..... انڈمان سے واپس آکر مفتی صاحب نے مستقل قیام کانپور میں رکھا مدرسہ فیض عام قائم کیا جو کہ کانپور کی مشہور دینی درسگاہ ہے مسلمان تاجر مدرسہ کے مصارف برداشت کرتے تھے ان میں حافظہ بر خوردار خاص طور سے مشہور تھے مفتی صاحب اپنے مصارف کے لئے صرف بچوں میں روپیہ ماہانہ تنخواہ لیتے تھے، بقول مولانا نواب حبیب الرحمن خاں شروانی اسی مدرسہ کا فیض بالآخر ندوۃ العلماء کی شکل میں ظاہر ہوا۔

سفر حج..... دو سال کے بعد حج کا ارادہ کیا مدرسہ فیض عام کانپور میں مولوی سید حسین شاہ صاحب بخاری کو مدرس اول اور مولوی لطف اللہ صاحب کو مدرس ثانی مقرر کر کے حج کو روانہ ہو گئے مفتی صاحب ہی امیر الحجاج تھے۔ اس زمانہ میں جہاز ہوا کی مدد سے چلتے تھے۔

شہادت..... جدو کے قریب جہاز ہڈ سے ٹکرا کر ڈوب گیا مفتی صاحب بحالت نماز احرام پاندھے ہوئے غرق و شہید ہوئے۔  
از عشق دم مزن چوں نکشتی شہید عشق  
دعوائے ہیں مقام درست از شہادت ست

یہ واقعہ ۷ شوال ۱۲۷۹ھ کا ہے۔ پس آپ نے ۵۲ برس کی عمر پائی اور حمہ اللہ

تصانیف..... (۱) مخلصات الحساب فن ریاضی پر مفید رسالہ ہے ریاضی کے ابتدائی اصول آسان پیرایہ میں تحریر کئے ہیں (۲) علم الفرائض (۳) تصدیق اسخ روح کلمۃ الحج (۴) کلام الامین فی آیات رحمت اللعالمین، یہ عظیم تصنیف ہے اس میں معجزات رسول کریم ﷺ کا بیان نہایت شرح و بسط سے کیا ہے (۵) بیان قدر شب پر اہ (۶) ضمان القردوس بخاری کی حدیث "من یضمن لی ما بین لحمیہ و ما بین رجليہ اضمن لہ الجنۃ کی شرح ہے۔ دو بابوں پر مشتمل ہے اور دوسرا باب عضو خاص کے گناہوں پر مشتمل ہے (۷) وظیفہ کریمہ (۸) رسالہ در مذمت میلہ با مسلمان ہندوؤں کے میلوں میں شرکت کرتے ہیں اس کے رد میں ہے (۹) فضائل علم و علماء دین (۱۰) محاسن العلم الافضل (۱۱) فضائل درود و سلام (۱۲) ہدایات الاضاحی (۱۳) الدر القریب فی مسائل الصیام والقیام والعبادۃ (۱۴) الجنۃ بحد، گلستان کے طرز پر نثر میں ہے انڈمان میں تالیف ہوئی (۱۵) احادیث الحبیب المتبرک، چالیس حدیثوں کا مجموعہ ہے جو قیام انڈمان کے زمانہ میں مرتب کیا (۱۶) تواریخ حبیب اللہ انڈمان میں سرکاری ڈاکٹر محمد امیر خاں کی فرمائش پر لکھی ہے۔ جن کا ذکر مفتی صاحب نے دیباچہ میں کیا ہے واقعات نہایت تفصیل سے بقید تاریخ لکھے ہیں سیرت میں بہت خوب کتاب ہے (۱۷) تقویم البلدان ایک انگریزی کی فرمائش پر انڈمان میں عربی سے ترجمہ کیا اور یہی رہائی کا سبب بنا (۱۸) نقشہ مواقع النجوم، یہ کتاب ہینت جدید (فیثا غوری) پر لکھی ہے بعض انگریزوں نے اس کو پسند کیا اور بقول مولف تذکرہ مشاہیر کاکوری مسرطاس نفیث گورنر مغربی شمالی نے جو علم ہیئت کے عالم تھے اس کو خاص طور سے پسند کیا۔ (۱۹) لوا مع العلوم و اسرار العلوم اس میں چالیس علوم کا خلاصہ لکھا پیش نظر تھا اور ہر ایک مسئلہ پر چالیس ورق لکھنے کا التزام اس صفت کے ساتھ تھا کہ مسئلہ بھی بے نقطہ ہو اور اس پر پوری بحث بھی شگفتہ عبارت میں اسی التزام کے ساتھ کی جائے ہر علم کا نام بھی بے نقطہ تھا، مثلاً علم التفسیر کا نام علم کلام اللہ، علم حدیث کا نام علم کلام الرسول، فقہ کا نام علم الاحکام وغیرہ، تفسیر میں و علم آدم الاسماء آیت اور حدیث میں کل مسکر حرام رواہ مسلم منتخب فرمائی تھی انیسویں کہ اس سفینہ علم کے ساتھ اس نادر تصنیف کا مسودہ بھی غرقاب ہو گیا جس کی تلافی ناممکن ہے۔

علم الصیغہ..... عربی صرف کا نہایت جامع رسالہ ہے جو آج تک درس میں شامل ہے کوئی حافظ سید وزیر اعلیٰ صاحب تھے ان کی تحریک پر ۱۲۷۶ھ میں انڈمان میں لکھا ہے یہ ایک مقدمہ چار باب اور خاتمہ پر مشتمل ہے علم الصیغہ تاریخی نام ہے اور دوسرا نام "تواریخ جزیرہ حافظیہ" ہے علم الصیغہ اور تواریخ حبیب اللہ کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات کے سینے علم کے سفینے بن گئے تھے تاریخی یادداشت ترتیب واقعات قواعد فنون، ضوابط علوم بھی حیرت انگیز کرشمے دکھا رہے ہیں، ان کے علاوہ شرح ہدایۃ الحکمۃ (صدر شیرازی) تصدیقات حمد اللہ اور شرح چغینی پر بھی حواشی لکھے ہیں۔

## (۶۴) صاحب مراح الارواح

ہو احمد بن علی بن مسعود، قال السیوطی لم اتق لہ علی ترجمہ وعلیہ شروع مفیدۃ عند لولہا للتادیون من الصبیان۔

## (۶۵) صاحب فصول اکبری

نام و نسب..... آپ کا نام علی اکبر اور والد کا نام علی ہے نسلاً حسینی اور مذہباً حنفی ہیں موطن و مسکن شہر الہ آباد ہے۔



عام حالات زندگی..... موصوف فقہ و اصول اور عربیت کے بلند پایہ عالم، وزیر سعد اللہ خاں کے صاحبزادے لطف اللہ اور شاہ عالمگیر اورنگ زیب کے صاحبزادے محمد اعظم کے معلم تھے، عالمگیر نے آپ کی علمی مہارت اور زہد و تورع کو یاد کر شر لاہور کا قاضی بنایا آپ عالمگیر کی حیات تک پوری ہیبت اور دبدبہ کے ساتھ امور قضاء انجام دیتے رہے، حدود و تعزیرات اور دیگر امور قضاء میں بھی آپ نے کوتاہی نہیں کی بہت پابند شریعت، نہایت پاکیزہ سیرت، بارعب و بادقار اور بلند کام تھے، امراء و عظماء آپ پر غیظ و غضب میں دانت پیتے رہتے تھے مگر عالمگیری ہیبت کی وجہ سے کچھ بگاڑ نہ سکے لیکن جب امیر قوم الدین اصفیانی لاہور کا قاضی ہوا تو اس نے نظام الدین وغیرہ کے ذریعہ سے ۱۰۰۹ھ میں آپ کو اور آپ کے بھانجے سید محمد فاضل کو قتل کرادیا۔

چوں شہید عشق در دیباہ عشق سر خردست  
اسے خوش آنساعت کہ مار اکتہ زیں میداں برند

اس روح فرسا واقعہ کو جب عالمگیر نے سنا تو اس نے فوراً امیر کو لور نظام الدین کو معزول کر دیا اور نظام الدین کو آپ کے ورثا کے حوالہ کر دیا چنانچہ انہوں نے قصاص میں اس کو قتل کر دیا اس کے بعد عالمگیر نے قاضی شیخ الاسلام پٹی کو حکم دیا کہ امیر توام الدین کے قضیہ کا فیصلہ شریعت کے مطابق کر دیں لیکن آپ کے ورثا نے امیر کو معاف کر دیا آپ بڑے صاحب فضل و کمال تھے جس وقت فتاویٰ عالمگیری کی تدوین ہو رہی تھی تو اس کی نگرانی کرنے والوں میں ایک آپ بھی تھے۔  
تصانیف..... فن صرف میں فصول اکبری آپ کی مشہور اور متداول تصنیف ہے اس کے علاوہ اصول اکبری اور اس کی شرح بھی صرف کی بہترین کتابیں ہیں فصول اکبری فارسی زبان میں ہے اور آخر الذکر دونوں عربی میں ہیں۔

## فہرست شروع فصول اکبری

سنہ وفات	مصنف	نمبر شمار شرح
۱۲۹۳ھ	مفتی سعد اللہ مراد آبادی	۱ نوادر الاصول فی شرح الاصول
۱۲۳۲ھ	ملا علاء الدین بن انوار الحق فرنگی محلی	۲ شرح فصول اکبری
-	مولوی حمایت علی بن مولوی محمد کاظم کاکوروی	۳ رکاز الاصول شرح فصول
-	مولوی علاء الدین احمد بن انوار الحق بن عبد الحق بن سعید	۴ شرح فصول اکبری
-	مولوی برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	۵
-	مولانا عبدالرب میرٹھی	۶ فیوض عثمانی (اردو)

## (۶۶) صاحب مائتہ عامل

تعارف..... عبدالقادر نام، ابو بکر کنیت، والد کا نام عبدالرحمن ہے جرجان کے باشندے ہیں جو طبرستان کا مشہور ضلع ہے اکابر نجات میں سے ہیں علوم عربیہ میں آپ کی شخصیت مسلم ہے معانی و بیان کے امام مانے جاتے ہیں آپ کی نظر و سنج و فکر و قلم و سخن سے علم معانی کی جو خدمت تبتی انصایات و اقصیٰ النہایات ہم پہنچی ہے اس کا عشر عشر بھی گولی نہ کر پایا۔  
انواع مجاز کے درمیان فرق قائم کرنا، بعض کو مرسل اور بعض کو استعارہ قرار دینا انواع و تشابہ کے درمیان تمیز کرنا مسائل ملبسہ کو متمیز بالحدود کرنا اسی امام عالی مقام کی سعی یلغ اور کمال جدوجہد کا نتیجہ ہے آپ کی تحقیقات عامتہ لور آپ کے زیریں اقوال علمایانہ کے لئے آج تک مشعل راہ بنے ہوئے ہیں آپ کی بے پایاں خدمات کی بنا پر علمایانہ نے آپ کو واضح علم بیان کے خطاب سے یاد کیا ہے۔

تحصیل علم..... زمرہ متقدمین کے آئمہ، شیوخ کا عام شیوہ تھا کہ وہ تحصیل علم کی خاطر صحرا النوروی اور بادہ پائی کرتے اور مختلف ملکوں کا سفر اختیار کر کے سینکڑوں اساتذہ سے اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے مگر شیخ عبدالقادر نے ابو علی فارسی کے

خواہر زلوه کے علاوہ کسی سے علم حاصل کیا اور شہر جرجان سے باہر قدم نکالا انھیں سے آپ کی تحصیل کا آغاز ہے اور انہیں سے فاتحہ فراغ اس کے باوجود آپ آسمان علم و فضل پر مرتاباں بگر نمودار ہوئے اور علوم عربیہ نحو، معانی، بیان، بدیع وغیرہ میں وہ شہرت حاصل کی کہ آج تک آپ کا نام روشن ہے طاش کبریٰ زلوه آپ کی توصیف میں رقمطراز ہیں کہ عربی دانی اور فصاحت و بلاغت کے بڑے لاموں میں تھے اور مسلک کے لحاظ سے شافعی اور اشعری تھے "احمد بن عبد اللہ الطبرانی لہبایازی صاحب۔" شرح المعجم اور ابوالظفر محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن اسحاق الایبوری صاحب "المحکمات والموکلف" وغیرہ آپ کے تلامذہ میں داخل ہیں۔ ومن شعرہ رحمۃ اللہ علیہ

کبر علی العلم یا خلیلی وعلی الی الجہل میل ہاتم وعش حماراً لعش معباً فالسعدنی طالع البہائم وقال

لا تامن النفس من شاعر مادام حیا سالما ناطقا فان من یمد حکم کاذبا یحسن ان یہجو کم صادقاً

وفات..... آپ نے ۷۱۷ھ میں بربان جگر لکھنوی یہ کہتے ہوئے لو خدا حافظ وہاں جاتے ہیں اب جس جگہ جا کر کوئی آتا نہیں وفات پائی بعض حضرات نے سنہ وفات (۷۱۷ھ) ذکر کیا ہے۔

تصانیف..... (۱) المغنی، شیخ ابو علی فارسی کی "الایضاح" کی شرح ہے جو تیس جلدوں میں بتائی جاتی ہے (۲) المقتصد شرح مذکور "المغنی" کا خلاصہ ہے ایک جلد میں ہے (۳) اعجاز القرآن (۴) تفسیر البحر جانی یہ غالباً سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے (۵) الجمل علم نحو میں مختصر سا سالہ ہے۔ (۶) العمدہ یہ علم تشریف میں ہے۔ (۷) لولائل الاعجاز (۸) اسرار البلاغہ، دونوں معانی و بیان کی بارہ ناز کتابیں ہیں جن کے متعلق حسب ذیل الفاظ میں تعریف کی گئی ہے یہ دونوں بڑی نشانی ہیں اور دونوں علوم میں ید بیضا کی حیثیت رکھتی ہیں بعد کے لوگ سب آپ ہی کے خوشہ چیں ہیں۔ (۹) مختار الاختیار فی فوائد معیار النظر، معانی بیان بدیع اور قوافی میں ہے (۱۰) مائتہ عامل، عوامل نحو کے موضوع پر بہترین اور مشہور و مقبول متن ہے۔

شروح و تعلیقات مائتہ عامل..... (۱) شرح العوالم از شیخ جاج باباطوسی (۲) شرح العوالم از شیخ حسام الدین توقانی (۳) شرح العوالم از شیخ احمد بن مصطفیٰ معروف بظاہر شہری زلوه متوفی ۹۶۸ھ (۴) شرح العوالم از شیخ عیسیٰ بن نجاشی متوفی فی لولائل ۱۰۰۰ھ (۵) شرح العوالم از شیخ عیسیٰ بن نصوح ابن اسرائیل (۶) شرح العوالم از علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ (۷) الاعراب فی ضبط عوالم الاعراب از شیخ ابراہیم بن احمد جزری (۸) تطبیق بر عوالم از سید شریف علی بن محمد جرجان متوفی ۸۱۶ھ (۹) شرح عوالم جرجانیہ از ملا سعد اللہ (۱۰) شرح عوالم جرجانیہ از حسن بن موسیٰ کردی ۱۱۳۸ھ۔

## (۶۷) صاحب کافیہ

نام و نسب..... عثمان نام، ابو عمر و کنیت، جمال الدین لقب اور والد کا نام عمر ہے حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ آپ کے والد امیر عزالدین موسک صلاحی کے یہاں دربان تھے جس کو عربی میں حاجب کہتے ہیں اس لئے آپ ابن الحاجب سے مشہور ہیں سلسلہ نسب یوں ہے جمال الدین ابو عمر و عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس الدونینی۔ سنہ پیدائش..... ملک مصر میں سعید اعلیٰ کے اعمال قوصیت میں اسنانامی ایک چھوٹی سی بستی ہے شیخ موصوف او آخر ۵۵ھ میں یہیں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم..... ابتداء آپ نے قاہرہ میں تعلیم پائی صنر سنی میں قرآن پاک حفظ کیا۔ علامہ شاطبی سے قرأت کی تحصیل اور "التیسیر" کا سماع کیا علامہ ابوالجود سے قرأت سبعہ پڑھی اور شیخ ابونصور اہباری وغیرہ سے علم فقہ مذہب مالکی میں علامہ شاطبی اور ابن البتار سے علم ادب حاصل کیا علامہ بویصری وغیرہ سے بھی سماع حاصل ہے۔ جلالت شان..... علامہ ابن حاجب بلند پایہ فقیہ، اعلیٰ مناظر بڑے دیندار متقی و پرہیزگار معتمد و ثقہ، نہایت متواضع اور تکلفات سے قطعاً آشنا تھے بحر علمی میں ہمت اور نچامقام رکھتے تھے۔ مورخ ابن خلکان کا بیان ہے کہ لو اء شہادت کے سلسلہ میں

آپ بار بار میرے پاس تشریف لائے میں نے علوم عربیہ کے مختلف مسائل مشکلہ آپ سے دریافت کئے آپ نے نہایت سکون اور وقار کے ساتھ ہر ایک کا تسلی بخش اور معقول جواب دیا میرے سوالات میں ایک سوال منہجی کے اس شعر کی بابت تھا۔

لفظ مصطر حتی لات مصطر فالان اقحم حتی لات مفنحم  
کہ لفظ مصطر اور نظم کیوں مجرور ہے جبکہ لات حروف جر میں سے نہیں ہے آپ نے بقول شاعر  
جواب دے کر نکش و مطبوع کفتمش جہاں کا مد ازل کفتمش

اس کا نہایت سطر و تفصیل کے ساتھ بہت عمدہ جواب دیا علم نحو کے بہت سے مسائل میں آپ نے نجات سے اختلاف رائے کیا ہے اور ایسے ایسے اشکالات و الزامات قائم کئے ہیں جن کا جواب خیلے دشوار ہے آپ کی ذکاوت و ذہانت کی تعریف میں ابن خلیکان ہی رقمطراز ہیں ”کان من احسن خلق الله ذہنا“ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ روشن ذہن تھے۔

درس و مدرسہ میں جامع دمشق میں ایک زمانہ تک درس و تدریس کے بعد آپ اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام مصر تشریف لائے اور مدرسہ قاضیہ میں صدر مقرر ہوئے اخیر میں آپ اسکندریہ منتقل ہو گئے تھے اور یہیں مستقل قیام کا ارادہ تھا مگر یہاں آپ کو کچھ زیادہ دن نہ ہوئے تھے کہ راہی ملک بھا ہو گئے۔

شعر و شاعری..... سے آپ کو طبعی ذوق تھا اور بہت عمدہ اشعار کہتے تھے کتاب کافیہ آپ نے خود نظم کی ہے جس کا نام ”الواقیہ“ ہے اور تحف اشعار پر مشتمل آپ کا نہایت جید تصدیقہ یہ ہے۔

نفسی الفداء لبائل وافانی  
نغز و معنی سے آپ کو خصوصی دلچسپی تھی اس سلسلہ میں آپ کے بہت سے اشعار منقول ہیں مثلاً

ای خدمع ید و ذوی حروف

و دواوق الحوت والنون ونا

! اوہو جواب عن الیبتین المشہورین و ہما

ربما عالج القوامی رجال

طار عنہم عین و عین و عین

وله ایضاً فی اسماء قداح العیسرۃ ثلاثۃ ابیات وہی۔

والمعلی الوغد ثم سفح وینسج و ذی الثلاث تھمل

وقات..... ۱۶ شوال ۶۳۶ھ میں جمعرات کے روز دن چڑھے اسکندریہ میں وفات پائی اور باب البحر سے باہر شیخ صالح ابن

الابی اسامہ کی تربت کے پاس مدفون ہوئے۔

تجربہ چہرہ جالی شود غبار تنم خوش آن زماں کہ ازیں گرد پردہ پر فلکم

تصانیف..... (۱) السنن للبتنی شیخ ابو علی فارسی کی الايضاح کی شرح ہے (۲) الايضاح شرح مفصل (۳) المختصر (فیلتھ)

(۴) المختصر فی الاصول (۵) بحال العرب فی علم الادب (۶) المقصد الجلیل فی علم الخلیل۔ فن عروض میں ہے (۷) منسی السوال

والامل فی علم الاصول و الجدل، یہ مذہب امام ہانک پر مشتمل کتاب ہے جسے اس نے ایک کتاب میں اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے

یہ خلاصہ مختصر ابن حاجب کے نام سے مشہور ہے (۸) السنن فی اصول میں ہے اور ”مختصر“ سے بڑی ہے (۹) شافیہ (۱۰) شرح

شافیہ (۱۱) الامالی الخویہ نہایت عمدہ ہے اور ایک ضخیم جلد ہے۔ (۱۲) کتاب جامع الاممات علم فقہ میں ہے۔

(۱۲) کافیہ..... یوں تو آپ کی ہر تصنیف بے پاموتیوں کا خزانہ ہے لیکن نحوی ولاتیوں میں کافیہ کی شہرت کا جو سکہ جما

ہوا ہے وہ محتاج بیان نہیں جس میں آپ نے علم نحو کے تمام قواعد نہایت عمدہ اسلوب کے ساتھ جمع کئے ہیں علم نحو کا یہ

جامع اور مستند ذخیرہ سات سو سال سے مدارس میں داخل درس ہے آپ کی تصانیف کی عمدگی اور افادیت کے بارے میں

بلاشبہ میں نے بہت صبر کیا یہاں تک کہ اب صبر کی قوت مجھ میں باقی نہیں رہی بس اب میں جنگ کی ہلاکت میں خود کو ڈالتا ہوں پھر

جنگ کی ضرورت نہ رہے گی۔ ۱۲۔

ابن خاکن کہتے ہیں ”وکل تصانیفہ فی نہایت الحسن والا فادۃ“ آپ کی کل تصانیف نہایت عمدہ اور مفید ہیں۔ کافہ اور علم تصوف..... دنیا جانتی ہے کہ کافہ علم نحو کی مشہور کتاب ہے لیکن میر عبد الواحد بلگرامی صاحب رسالہ ”سائل“ نے اس کو تصوف کی کتاب قرار دے کر ارباب تصوف کی زبان میں بحث غیر منصرف تک شرح لکھی ہے ارباب ذوق کی تفریح خاطر کے لئے بطور نمونہ اس کی تھوڑی سی عبارت پر و کلم ہے۔

”الکلمۃ“ لفظ ای ملفوظہ علی السنۃ محفوظہ بقلوبنا و بولہنا یعنی کلمہ توحید در مرتبہ اقرار برز بانمائے مالمفوظ دور مرتبہ تصدیق دلہامدالمفوظ دور مرتبہ احوال باطنہائے مازد محفوظہ، مصنف ”اکتفا بذکر مرتبہ اقرار کردور معطوف محفوظ فرو گذاشت بحکم آنکہ حکم کردن بر اسلام و سب جریان تکالیف احکام منوط و مربوط بمرتبہ اقرار است و قرینہ حذف محذوف از عبارت مصنف است کہ می گوید وضع معنی مفرد نمادہ شدہ است یعنی لازم گردانیدہ شدہ است قبول آں کلمہ توحید بر رقاب و نواجی بجمت تحصیل معنی کہ فرو بخردست از کفر و نفاق و معاصی پس لفظ مفرد قرینہ حذف است زیرا کہ افراسہ مرتبہ وارو، افرلو از کفر و افرلو از نفاق و افرلو از معاصی فالافرلو من الکفر فی رتبہ الا اقرار و الا افرلو من الشقاق فی رتبہ التصدیق و الا افرلو من المعاصی فی رتبہ الاحوال لان من لقی رتبہ تعالیٰ منہ حد ایبدل اللہ سیاتہ حسنت و ہی اسم و آں کلمہ توحید سے نوع است یکے اسم چہ اقرار و تصدیق فقط اسم توحید و صورت لوست و فعل و دوم فعل توحید و عمل لوست و آں دریافت احوال است و حرف و سیوم حرف توحید است و اس توحید عظمیٰ است کی از استعداد انسانی بر طرف است و از علامت آں ہر دو توحید مذکور بے نشان و بے کیف کہ علامتہ الحرف خلوہ عن علامات الاسم و الفعل۔“

علامہ آزاد بلگرامی فرماتے ہیں کہ میں نے کافہ کی دو شرحیں اور بھی دیکھیں ہیں جو حقائق کے طور پر لکھی گئی ہیں ایک عربی زبان میں ہے اس کے مصنف کا نام میر ابو البقاء ہے۔ بظاہر یہ میر عبد الواحد کے معاصر ہیں دوسری شرح فارسی زبان میں ہے اس کے مصنف ملا موہن بہاری ہیں جو میر عبد الواحد سے متاخر معلوم ہوتے ہیں میں نے حضرت الاستاذ مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ کی زبانی سنا ہے کہ بعض حضرات نے اس کو علم کلام کا رسالہ مان کر اس کی شرح بطرز متکلمین لکھی ہے جس سے کافہ کے ساتھ علماء کے غایت شغف کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

## فہرست شروح و حواشی کافہ

نمبر شمارہ	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح کافہ	شیخ جمال الدین ابو عمر و عثمان ابن الحاجب صاحب کافہ	۵۶۳۶
۲	===	شیخ رضی الدین محمد بن حسن استرآبادی	بعد ۶۸۳ھ
۳	حاشیہ = (فارسی)	سید شریف علی بن محمد جرجانی	۵۸۱۶
۴	البسیط (کبیر)	سید رکن الدین حسن محمد استری آبادی	۵۷۱۷
۵	الوافیہ (متوسط)	سید رکن الدین حسن بن محمد استرآبادی	۵۷۱۷
۶	شرح کافہ (صغیر)	=====	==
۷	=====	شیخ جلال الدین احمد بن علی بن محمود غجدوانی	-
۸	المرشح	شیخ ابو بکر شمس الدین محمد بن ابی بکر بن محمد خنصی	-
۹	شرح کافہ	شیخ تاج الدین ابو بکر محمد احمد بن عبدالقادر بن مکتوم قیس حنفی	۵۷۳۹
۱۰	السعیدی	شیخ نجم الدین سعید جمعی	-
۱۱	شرح کافہ	شیخ احمد بن محمد حلبی معروف بابین ملا	۱۰۰۰ھ
۱۲	تحفۃ الطالب (جلد ۲)	شیخ نجم الدین احمد بن محمد قولی	۵۷۲۷

۵۷۳۹	شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن اصہبانی	۱۳ شرح کافیہ
۵۸۲۹	شیخ شہاب الدین احمد بن عمر ہندی دولت آبادی	۱۴ حاشیہ =
۵۸۰۱	شیخ احمد بن محمد زبیدی اسکندری مالکی	۱۵ شرح کافیہ
۵۹۰۶	شیخ عیسیٰ بن محمد صفوی	==== ۱۶
-	شیخ علاؤ الدین علی فزاری	==== ۱۷
-	حکیم شاہ محمد بن مبارک قزوی	۱۸ کشف الحقائق
۵۸۰۸	شیخ محمد بن محمد اسنوی قدسی	۱۹ المناہل الصافیہ فی حل الکافیہ
۵۹۱۰	مولوی میر حسین میدی	۲۰ مرض المرضی
۵۹۳۳	شیخ عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائینی	۲۱ شرح کافیہ
۵۸۹۸	شیخ نور الدین عبدالرحمن بن احمد الجبای	۲۲ الفوائد الصیانیہ
۵۱۰۰۰	علامہ سودی	۲۳ شرح کافیہ (ترکی)
-	ملا عبد الباقی بن قاضی عبدالرسول عثمانی احمد نگری	۲۴ جامع القموض (فارسی)
-	شیخ شمس الدین بن قاضی کمال الدین	۲۵ فتح القتاج
-	شیخ معین الدین محمد امین ہروی	۲۶ شرح کافیہ (فارسی)
-	شیخ علاؤ الدین علی بن محمد قوشی	==== ۲۷
-	شیخ احمد بن ابراہیم حلبی	۲۸ اولی الوافیہ
۵۶۸۵	قاضی ناصر الدین عبداللہ بیضاوی	۲۹ شرح کافیہ
-	شیخ اسحاق بن محمد بن العمید ملقب بکیر دہلوی	==== ۳۰
-	شیخ محمد بن محمد بن علی بن محمود اراکی ساکنانی	==== ۳۱
۵۷۳۶	امام تاج الدین ابو محمد علی بن عبداللہ بن ابی الحسن اردبیلی	==== ۳۲
۵۸۱۹	شیخ صفی الدین نصیر الدین بن نظام الدین جونپوری	۳۳ غایۃ التحقیق
۵۸۶۳	شرف نور الدین علی بن ابراہیم شیرازی	۳۴ شرح کافیہ
۵۷۳۳	تاج الدین احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان المرادنجی الحنفی	۳۵ تعلیق
-	شیخ عبداللہ بن علی بن محمد معروف بظلمک العلما تیریزی	۳۶ الہادیہ الی حل الکافیہ
-	شیخ تقی الدین ابراہیم حسین بن عبداللہ بن ثابت طائی	۳۷ الحقہ الوافیہ
-	شیخ تاج الدین بن محمود جمی شافعی	۳۸ شرح کافیہ
-	علامہ اصہبندی	== ۳۹
۵۸۳۵ بعد	شیخ یعقوب بن احمد بن حاج عوض	==== ۴۰
-	شیخ اسمعیل بن ابراہیم بن عطیہ بحرانی	۴۱ الاسرار الصافیہ
-	شیخ رکن الدین حدیثی	۴۲ شرح کافیہ
-	حسین بن احمد مشہور بزینی زادہ	۴۳ حاشیہ زینی زادہ
-	مولانا محمد حیات صاب	۴۴ سعیدیہ (اردو)
-	مولوی مشیت اللہ صاحب دیوبندی	۴۵ ایضاح المطالب =
-	مولانا محمد شعیب صاحب	۴۶ تحریر سنبت
-		۴۷ صبیہ شرح کافیہ (اردو)

## معربات کافیه

نمبر شمارہ	معربات	مصنف	سند وقات
۱	الانصاح	بعض الفضلاء	=====
۲	معرب الکافیہ	شیخ حاجی باباطوسی	=====
۳	=====	شیخ محمد بن اوریس بن الیاس مرعشی	=====
۴	== (ترکی) ==	شیخ کمال الدین معرف باق کفنان	بعد ۱۰۲۸ھ

## مختصرات کافیه

نمبر شمارہ	مختصرات	مصنف	سند وقات
۱	اللب	قاضی ناصر الدین عبداللہ بیضاوی	۵۶۸۵
۲	الوائیہ فی مختصر الکافیہ	شیخ فضل بن علی جمال	۵۹۹۱
۳	مختصر الکافیہ	شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر جمہری	۵۷۳۲
۴	=====	شیخ محمد بن محمود مغلوی وقالی	-
۵	الاسئلہ العظیمہ	شیخ مختصر بن الیاس	-

## منظومات کافیه

۱	الوائیہ	شیخ جمال الدین ابو عمرو عثمان ابن الحاجب	۵۶۳۶
۲	نہایتہ السجود معروف بتالیہ	شیخ ابراہیم مستشری	۵۹۱۷
۳	نظم الکافیہ	ابن حسام الدین اسمعیل بن ابراہیم ل	۵۱۰۶

## (۶۸) صاحب ہدایتہ الخو

تعارف.....عارف کبیر شیخ سراج الدین عثمان چشتی نظامی معروف باخی سراج لودھی دین حق کے تیرے تاباں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محمد بدایونی دہلوی کے نمائندے شیخ نصیر الدین چرخ دہلوی شیخ عبدالحق پنڈوی، شیخ وجیہ الدین یوسف شیخ یعقوب، شیخ منیث، شیخ برہان الدین وغیرہ حضرات جو سر زمین ہند کے مختلف علاقوں میں بھرے ہوئے تھے انہیں میں سے ایک آپ بھی ہیں۔

ابتدائی حالات..... شیخ سراج الدین بالکل نو عمری میں حضرت نظام الدین محمد بدایونی کی خانقاہ میں آکر شریک ہو گئے تھے اور غفوان شباب میں علوم ظاہری سے قطعاً آشنا تھے البتہ علم کا شوق ضرور رکھتے تھے کیونکہ میر خورد نے لکھا ہے کہ جب یہ دہلی پہنچے تو کاغذ و کتاب خود کو جڑاں دیگر رشتے نہاشت کتاب لور کاغذ کے سوا کوئی دوسرا سامان ان کے پاس نہ تھا لیکن خانقاہ میں پہنچ کر وادین بوضارین کی خدمت میں کچھ اس طرح مشغول ہوئے کہ لکھنے پڑھنے کا موقع نہ مل سکا۔

آغاز تعلیم..... میر خورد لکھتے ہیں کہ جس وقت ہندوستان کے مختلف اقطار و جہات میں حضرت سلطان المشائخ نے چاہا کہ اپنے نمائندوں کو روانہ کریں تو قدر تا بجا ل کیلئے انہی کی طرف خیال جاسکتا تھا کہ ”ما اولنا من رسول الابلسان قومہ“

(نہیں بھیجا ہم نے کسی رسول کو لیکن اس کی قوم کی زبان کے ساتھ) لیکن جب یہ محسوس ہوا کہ انہوں نے علوم ظاہری کی تکمیل نہیں کی تو فرمایا۔ "اول درجہ دریں کار علم است نیز فرمایا کہ جاہل آدمی شیطان کا کھلونا ہوتا ہے کہ شیطان جس طرح چاہے اس سے کھیلتا ہوتا ہے۔

حضرت مولانا فخر الدین زراوی بھی مجلس میں تشریف فرما تھے انہوں نے عرض کیا اور شش ماہ اور اوائش مند سیکنم میں ان کو چھ ماہ میں مولوی بنا دوں گا۔

تعلیم صرف..... چنانچہ حضرت مولانا فخر الدین زراوی نے غیاث پور میں شیخ سراج کی تعلیم شروع کی آپ کو جو کتابیں پڑھانی گئیں ان میں میر خوردمیر بھی شریک تھے انہوں نے ان کتابوں کی جو فہرست دی ہے وہ یہ ہیں۔

لغرض خدمت مولانا سراج الدین در کبر سن تعلیم کرد و برابر کاتب حروف میر خوردمیر آغاز تعلیم میزان و تصریف و قواعد و مقدمات او تحقیق کرد

کافی عمر ہو جانے کے بعد مولانا سراج الدین کی تعلیم شروع کی کاتب الحروف برابر آغاز تعلیم میزان اور گردان وغیرہ کے قواعد سے ساتھ تھا اور پڑھتا تھا۔

مولانا فخر الدین کا جو وعدہ شش ماہ کا تھا اس کیلئے خود ان کو بھی کام کرنا پڑا۔ میر خوردمیر نے لکھا ہے کہ مولانا فخر الدین بخت او تصریفے مختصر و مفصل تصنیف کرد و اور عثمانی نام نہاد۔

مولانا فخر الدین نے ان کے واسطے مختصر اور مفصل گردان کی ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام عثمانی رکھا۔

غالباً یہ وہی کتاب ہے جو عربی مدارس میں اس وقت تک "زراوی" کے نام سے مشہور ہے۔

تعلیم نحو و فقہ..... صرف کی تعلیم کے بعد عثمان سراج نے شیخ رکن الدین اندریتی سے فقہ و نحو کی تحصیل کی ان میں جو کتابیں آپ کو پڑھانی گئیں ان کے متعلق میر خوردمیر قلمطراز ہیں کہ

پیش مولانا رکن الدین اندریتی کاتب حروف کافہ و مفصل و قدوری و مجمع البحرین تحقیق کرد و میرتہ افادت رسید کاتب حروف ہمیشہ مولانا رکن الدین اندریتی سے کافیہ، مفصل قدوری اور مجمع البحرین پڑھتا اور افادہ کے لائق ہوا۔

صاحب خزینۃ الاسفیاء نے لکھا ہے کہ آپ چھ ماہ کی مدت میں اس رتبہ پر پہنچ گئے تھے کہ کسی دانشمند کو آپ کے ساتھ بحث و مباحثہ کی مجال نہ تھی۔

عطاء خرقہ خلافت..... جیسا کہ لو پر مذکور ہو ابتدا میں آپ علم ظاہر سے بے بہرہ تھے اسی وجہ سے شیخ فرید شکر گنج نے عطاء خرقہ خلافت حصول علم ظاہر پر موقوف فرمایا۔ آپ عرصہ چھ ماہ میں تحصیل و تحقیق علم ظاہر کر کے مرتبہ تکمیل کو پہنچے ہنوز علم ظاہر سے فراغت نہ پائی تھی کہ حضرت شیخ فرید شکر گنج نے انتقال فرمایا اور وقت انتقال سلطان المشائخ سے ارشاد عطاء خرقہ خلافت فرمائے بعد اکتساب علم ظاہری بروایت اخبار الاغیہ تین برس کامل سلطان المشائخ سے تعلیم پائی و نحو صلی خرقہ خلافت و اجازت بمقام کور مشہور بہ لکھنؤی تشریف لائے اور شاہ علاء الحق پنڈوی وزیر بادشاہ بنگال کو اپنا سرید و خلیفہ اور جانشین مقرر فرمایا۔

احی سراج اور خدمت دین..... آج بنگال کے تین کروڑ سے زائد مسلمانوں پر مسلمانوں کو ناز ہے کہ اتنی بڑی آبادی کسی خالص اسلامی واحد ملک کی بھی نہیں ہے لیکن غریب الدین اسلام نے جب اس ملک میں قدم رکھا تھا تو لوگوں کو کیا معلوم کہ اس کی پالیسی کو کدھادینے والے کون کون لوگ تھے۔ ایک لڑکا۔

ہنوز موئے ریش آغاز نہ شدہ بود در حلقہ ازلت شیخ در آمد بود در سلک خدمتکاراں پرورش یافتہ ابھی سبزہ بھی نہ آیا تھا کہ شیخ کے ارادت مندوں میں داخل ہو چکے تھے اور خدمتکاروں سے مسلک ہو کر پرورش پانے لگے تھے۔

مسلک خدمتکاروں میں اسی پرورش پانے والے لڑکے کا نام بعد کو احی سراج الدین عثمان ہوا۔ جس نے نظام الاولیاء کی خانقاہ سے نکل کر سارے بنگال میں آگ لگادی ایمان و عرفان کا چراغ روشن کر دیا پنڈوہ کے علاء الحق والدین جن کا آج سارا بنگال معتقد ہے انہی احی سراج الدین عثمان رحمتہ اللہ علیہ کے تراشیدہ ہیں۔

مسلک خدمتکاروں میں اسی پرورش پانے والے لڑکے کا نام بعد کو احی سراج الدین عثمان ہوا۔ جس نے نظام الاولیاء کی خانقاہ سے نکل کر سارے بنگال میں آگ لگادی ایمان و عرفان کا چراغ روشن کر دیا پنڈوہ کے علاء الحق والدین جن کا آج سارا بنگال معتقد ہے انہی احی سراج الدین عثمان رحمتہ اللہ علیہ کے تراشیدہ ہیں۔

مسلک خدمتکاروں میں اسی پرورش پانے والے لڑکے کا نام بعد کو احی سراج الدین عثمان ہوا۔ جس نے نظام الاولیاء کی خانقاہ سے نکل کر سارے بنگال میں آگ لگادی ایمان و عرفان کا چراغ روشن کر دیا پنڈوہ کے علاء الحق والدین جن کا آج سارا بنگال معتقد ہے انہی احی سراج الدین عثمان رحمتہ اللہ علیہ کے تراشیدہ ہیں۔

مسلک خدمتکاروں میں اسی پرورش پانے والے لڑکے کا نام بعد کو احی سراج الدین عثمان ہوا۔ جس نے نظام الاولیاء کی خانقاہ سے نکل کر سارے بنگال میں آگ لگادی ایمان و عرفان کا چراغ روشن کر دیا پنڈوہ کے علاء الحق والدین جن کا آج سارا بنگال معتقد ہے انہی احی سراج الدین عثمان رحمتہ اللہ علیہ کے تراشیدہ ہیں۔

وفات ..... آپ نے ۱۷۵۸ھ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات اس قطعہ سے ظاہر ہے۔

چوں سراج الدین شد از دنیاے دوں  
سال وصل آں شد والا مکاں (۱۷۵۸ھ)

عارف امجد سراج الدین بگو  
سالک محرم سراج الدین نجواں (۱۷۵۸ھ)

تصانیف ..... آپ کی تصانیف میں میزان الصرف، شیخ متیج اور ہدایۃ الخو بتائی جاتی ہیں مگر جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے اس اعتبار کا مدار صاحب تعداد العلوم پر ہے موصوف کے حالات آئینہ اودھ، نزہۃ الخواطر وغیرہ بہت سی کتابوں میں مذکور ہیں لیکن کسی نے ان کی کوئی تصنیف ذکر نہیں کی۔ اے واللہ اعلم

شروح و حواشی ہدایۃ الخو ..... (۱) اور ایۃ الخو (۲) مصباح الخواز مولانا افتخار علی صاحب (۳) کفایت الخو (اردو) از مولانا محمد حیات صاحب سہجلی۔ (۴) شرح ہدایۃ الخواز سید جعفر الہ آبادی متوفی ۱۲۴۹ھ

## (۶۹) صاحب نحو میر

نام و نسب ..... علی نام، ابوالحسن کنیت، زین الدین لقب، والد کا نام محمد اور دادا کا علی ہے سر سید شریف کے ساتھ مشہور ہیں عجائب المقدور فی اخبار تیمور میں جو آپ کا نام محمد بتلایا گیا ہے وہ غلط ہے۔

سنہ پیدائش ..... بقول علامہ غیاث الدین ہروی صاحب، حبیب السیر فی اخبار افراد البشر آپ قریہ طاغوغ مملکت استر آباد میں ۲۲ شعبان ۷۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور صغر سنی ہی میں علوم ادبیہ کی تکمیل کی بلکہ صغر سنی ہی میں نحو کی متعدد کتابیں بھی لکھیں، چنانچہ دافیہ شرح کافہ دور تعلیم ہی کی تصنیف ہے مورخہ شمس الدین نے جائے پیدائش جرجان بتائی ہے۔

تحصیل علم ..... علوم ادبیہ کی تکمیل کے بعد آپ نے علوم عقلیہ کی تحصیل کی اور شرح مطالع و قطعی پڑھنے کے واسطے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ یہ خود ان کے مصنف سے پڑھیں ان صاحب امیتہ لوری برفیہ چانچہ آپ ان کتابوں کے مولف قطب الدین رازی (تحتالی) کی خدمت میں ہر نوے سنیے مگر اس وقت قطب موصوف کی عمر سوین منزل کی انتہا پہنچ چکی تھی اور آپ پیر فروت ہو چکے تھے بڑھاپے کی وجہ سے آبرو نگھوں پر لنگ آئے تھے اور اپنی آخری بہار دکھا رہے تھے کہن سال علامہ نے جوں ہمت سید کی ذہانت و قابلیت کی صحیح طور پر جانچ کی تو جو ہر دانش ناصیہ شباب پر نمودار پایا اور دیکھا کہ علم منطق میں آپ کی فکر و نظر برق کی طرح چمک رہی ہے اسلئے آپ نے اپنے بڑھاپے کا غدر کیا اور کہا کہ تم کو پڑھانے کیلئے جس محنت کی ضرورت ہے وہ مجھ سے نہیں ہو سکتی، اسلئے تم میرے آڑو کر دو غلام اور تلمیذ مبدک شاہ منطقی کے پاس قاہرہ چلے جاؤ مفتاح العسلاۃ میں ہے کہ۔

”یہ مبارک شاہ علامہ قطب الدین کے غلام تھے بچپن سے انھوں نے مبارک شاہ کو پالا پوسا اور بڑھایا تا اس کے مبارک شاہ مدرس ہو گئے اور ہر علم میں فاضل عام طور سے لوگ ان کو مبارک شاہ منطقی سے موسوم کرتے تھے۔“ ساتھ ہی مبارک شاہ کے نام ایک سفارشی خط بھی لکھ دیا۔

میر سید شریف کا شوق ان کو خراسان سے مصر لے پہنچا قاہرہ پہنچ کر مبارک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو استاد کا خط دیا سفارش کے اثر سے حلقہ درس میں تو داخل کر لئے گئے لیکن خدا جانے کیا صورت پیش آئی کہ مبارک شاہ نے ان کو صرف بیٹھنے اور سننے کی اجازت دی پوچھنے کی اور قرآن کی اجازت نہیں دی۔

علمی تکرار سے استاد بروجہ ..... مبارک شاہ کا مکان مدرسہ سے بالکل متصل اور اس کا دروازہ بھی مدرسہ ہی کی جانب تھا۔ ایک مرتبہ یہ دیکھنے کیلئے کہ طلبا کیا کر رہے ہیں شب کو چپ چاپ نکلے اور جس حجرہ میں سید شریف مقیم تھے وہاں آئے، اس وقت میر سید شریف آموختہ دہرا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کتاب کے مصنف نے تو اس مسئلہ کی یہ تقریر کی ہے اور شارع کا یہ قول ہے اور استاد نے اس کی تقریروں کی ہے اور میں اس کی تقریروں کر تا ہوں مبارک شاہ تھمر گئے اور کان لگا کر غور سے سننے لگے میر صاحب کی تقریر کا انداز بیان استاد لچپ تھا کہ مفتاح العسلاۃ میں لکھا ہے ”کھجہ الحجۃ والسرور حیث رقص فی فناء المدرستہ“ ان کو ایسی مسرت اور خوشی ہوئی کہ سخن مدرسہ میں ناچنے لگے اس واقعہ سے استاذ اتا متاثر ہوا کہ صبح



سے ان کا مستقل درس مقرر کر دیا۔

اساتذہ و شیوخ..... شرح مطالع اور قطبی کے علاوہ موافق بھی میر صاحب نے مبارک شاہ سے پڑھی اور علوم عقلیہ کے علاوہ علوم نقلیہ بمعیت کس الدین محمد فندی شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بابر بنی حنفی صاحب عنایہ (حاشیہ ہدایہ) سے قاہرہ میں حاصل کئے مفتح العلوم نور طاوسی (شارح مفتح) سے اور شرح مفتح مولف کے صاحبزادے مخلص الدین ابوالخیر علی بن قطب الدین رازی سے پڑھی۔ محمود بن اسرائیل (ابن قاضی سلوہ) اور الحاج پاشا صاحب تسہیل آپ کے ہم سبق تھے۔

میر صاحب اور سفر فرمان..... میر صاحب نے علامہ جمال الدین محمد بن محمد اسماعیلی شارح موجز کی علمی شہرت سن کر بلاد قرمان کا سفر کیا اور جب آپ اس کے قریب پہنچے تو جمال موصوف کی شرح ایضاح نظر سے گزری اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا "لینہ نعم بقر علیہ ذباب" یہ تو گائے کا گوشت ہے جس پر کھیاں بھینھنا ہی ہیں۔

و جب یہ بھی کہ ایضاح ایک مبسوط مفصل کتاب ہے جو حل و شرح سے بے نیاز ہے جمال الدین اس کا متن تمام لکھ کر سرخ سفر بنادیتے تھے اور کہیں کہیں اپنی طرف سے کلام کرتے تھے ذکان الشرح کا لذب باب علی نعم البقر۔

کسی طالب علم نے میر صاحب کا یہ جملہ سنا کر کہا آپ ان کے پاس جا کر ان کی تقریر سنئے کیونکہ ان کی تقریر تحریر سے بہتر ہوتی ہے میر صاحب تقریر سننے کی غرض سے تشریف لے گئے مگر شہر میں داخل ہونا تھا کہ جمال موصوف دنیا سے رخصت ہو گئے۔

علم باطن..... میر صاحب علوم ظاہری کے علاوہ علم باطن کے زیور سے بھی آراستہ تھے آپ نے علم تصوف حضرت خواجہ علاء الدین محمد بن محمد بن محمد عطارد بخاری خلیفہ خاص حضرت خواجہ خواجگان سید بہاء الدین نقشبندی سے حاصل کیا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے خدا کو کما حقہ اس وقت تک نہیں پہچانا جب تک کہ ہم خواجہ عطارد کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔

شاہ شجاع الدین تک رسائی اور درس و تدریس..... علامہ غیاث الدین شیرازی صاحب حبیب السیر نے ذکر کیا ہے کہ ۷۰۷ھ میں جبکہ شاہ شجاع الدین مظفر قلعہ زرد میں مقیم تھا میر صاحب کے دل میں آیا کہ اگر کسی طرح شاہ تک رسائی ہو جائے تو اچھا ہو چنانچہ میر صاحب نے فوجی دروی پستی اور اپنے معاصر سعد الدین تفتازانی سے کہا میں غریب آدمی ہوں تیر اندازی میں ماہر ہوں چاہتا ہوں کہ آپ میرے حق میں شاہ کے نزدیک سفارش کر دیں تاکہ میرے لئے کوئی صورت نکل آئے سعد الدین تفتازانی ان کو اپنے ہمراہ لے کر شاہ کے قلعہ تک پہنچے اور میر صاحب کو دروازہ پر ٹھہرا کر خود حاضر دربار ہوئے اور شاہ کے سامنے میر صاحب کی تعریف و توصیف کی شاہ نے میر صاحب کو طلب کر کے کہا آپ اپنا تیر اندازی کا کمال دکھائیے میر صاحب نے چند اور فن نکال کر پیش خدمت کئے جن میں مصنفین پر اعتراضات تھے اور کہا کہ یہی میرے تیر ہیں اور یہی میرا پیشہ ہے شاہ نے ان کے مطالعہ سے میر صاحب کے علمی کمالات کا اندازہ لگایا اور میر صاحب کو اپنے ہمراہ شیراز لے آیا اور یہاں کے بڑے مدرسہ "دارالاشفاکان کو مدرس مقرر کر دیا جس میں آپ دس برس تک مقیم رہے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا شریف نور الدین علی بن ابراہیم شرح اللہ شیرازی فخر الدین انجم، جلال الدین دولی کے والد سعد الدین دولی خواجہ حسن شاہ بقال، مظہر الدین محمد گازرونی آپ کے خوشہ چیں ہیں اور ہمام الدین احمد بن عبدالعزیز شیرازی نے آپ سے شرح مصباح پڑھی ہے۔

جر جانی و تفتازانی..... علامہ سعد الدین تفتازانی اور میر سید شریف جر جانی دونوں ہم عصر ہیں اور علوم و فنون میں دوش بدوش دونوں بزرگوں میں معاصرانہ چشمک دہتی ہے اور میر صاحب اپنی تحریرات میں علامہ تفتازانی پر خوب اعتراضات کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات نہایت سخت الفاظ استعمال کر جاتے ہیں مثلاً قطبی کے حاشیہ میں موصوف پر چوٹ کرتے ہوئے لکھتے ہیں فمن شنع

علیہ فی امثال هذه المواضع فلنک من فرط جهله بعلو حاله او طمعه من الجهلته اعتقاد رافضہ شانہ بتزیف مقالہ

میر صاحب کے پوتے ہندوستان میں..... میر صاحب کا علمی کمال صرف آپ کی ذات تک محدود نہ تھا بلکہ آپ کا فیض آپ کی نسلوں میں منتقل ہو کر دیر تک قائم و دائم رہا۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے "بغیۃ الوعاہ" میں آپ کے صاحبزادے محمد کے متعلق ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے علم حاصل کیا اور شرح لرشاد شرح کافیہ حاشیہ متوسط وغیرہ مختلف

کتا میں تصنیف کیں آپ کے حقیقی پوتے میر مرتضیٰ شریفی جن کے متعلق ملا عبد القادر نے لکھا ہے کہ  
 ”یہ میر سید شریف جرجانی کے پوتے ہیں ریاضی اور فلسفہ کے تمام شعبے، منطق اور کلام میں اپنے عہد کے تمام علماء پر ان  
 کو برتری حاصل تھی انہوں نے مکہ معظمہ جا کر علم حدیث شیخ ابن حجر سے حاصل کیا اور اس کے پڑھانے کی اجازت حاصل کی۔“  
 انہوں نے ہندوستان کو اپنے قدم سمیت لڑوم سے سرفراز کیا اور حرم کے مسند الوقت سے سند حاصل کر کے  
 ہندوستان میں اپنے فیض کا دریا جاری کیا بد اونی نے لکھا ہے کہ مکہ معظمہ سے میر صاحب پہلے دکن تشریف لائے اور دکن  
 سے آگرہ آئے یہاں پہنچ کر ان کو اگلے پچھلے علماء سب پر تقدم حاصل ہو امیر صاحب کا شغل علوم حکمت کا پڑھنا پڑھانا تھا۔  
 یوم وفات..... جب شاہ تیمور لنگ نے ۷۸۹ھ میں شیراز کو فتح کیا تو وہ سید شریف کو اپنے ہمراہ لے گیا جہاں سعد  
 الدین تغتا زانی صدر الصدور تھے تیمور ان کی بہت عظمت کرتا تھا اس لئے میر صاحب تیمور کی وفات تک سمرقند میں رہتے  
 رہے اور تیمور کی وفات کے بعد شیراز واپس آئے اور یہیں یوم چہر شنبہ ۶ ربيع الاول ۸۱۶ھ میں بمر ۷۶ سال نفس مجرد  
 شریف نے محل بار بدن خاکی کشیعت سے خلاصی پائی۔ مشہور دواہرین تاریخ وفات سے قال الایسی فی تاریخ وصالہ

چہر شنبہ مہتمم از ماہ ربيع آخر او  
 کر گلشت ربيع اول باغ خباں  
 چونکہ بود لوسر در اقران من در قرن خویش  
 سر در قرن آمدہ تاریخش ای آسی ازاں

میر صاحب نے آخر وقت میں اپنے بیٹے کو جو وصیت کی تھی وہ یہ تھی۔

نصیحت ہمیں مت جان پدہ  
 کہ عمرت عزیزست ضائع کن

علمی کارنامے..... (۱) شرح مشق العلوم، فرغ منہ او اوسط شوال ۸۰۳ھ (۲) شرح منتهی السوال والامل فی علمی  
 الاصول والجدول (لابن الحاجب) (۳) شرح مواقف، فرغ منہ فی لوائل شوال ۸۰۷ھ (۴) شرح فوائد غیاثیہ (۵) شرح  
 کافیہ (فارسی) (۶) حاشیہ بر لوامع الاسرار شرح مطالع الانوار (۷) حاشیہ بر شرح شمسیہ (۸) حاشیہ بر شرح کافیه (۹) حاشیہ  
 بر شرح وقایہ (۱۰) حاشیہ بر تحریر نصیر طوسی (۱۱) حاشیہ التمه الثانیہ (۱۲) حاشیہ بر تذکرہ نصیریہ (۱۳) حاشیہ بر تلویح  
 (۱۴) حاشیہ بر شرح حکمت العین (۱۵) حاشیہ بر خلاصیہ (فی اصول الحدیث) (۱۶) تعلیق بر نصاب البدایہ فی اللغۃ (۱۷) تعلیق  
 بر مقامات اربعہ توہم (۱۸) تعلیق بر شرح رضی (۱۹) تعلیق بر رسالہ عضدیہ (۲۰) تعلیق بر عوارف المعارف (۲۱) حاشیہ مطبول  
 (۲۲) الاچوبتہ لاسئلہ الاسکندر امن ملوک تہریز (۲۳) تقریضات العلوم (۲۴) تفسیر الزہر لوین (۲۵) رسالہ فی الانس  
 والافاق (۲۶) رسالہ البہایۃ (۲۷) رسالہ فی تقسیم العلوم (۲۸) رسالہ مرثیہ (۲۹) رسالہ فی الموجودات (۳۰) رسالہ صغری  
 (۳۱) رسالہ کبری (فی المنطق) (۳۲) صرف میر (۳۳) نحو میر (۳۴) رسالہ فی الادولہ (۳۵) شرح ایساغوتی (۳۶) حاشیہ  
 شرح تجرید اصفہانی (۳۷) شرح چینی (۳۸) شریفیہ شرح سراجیہ (۳۹) حاشیہ بیضاوی (۴۰) حاشیہ مشکوٰۃ (۴۱) حاشیہ  
 بدایہ (۴۲) حاشیہ عوالم جرجانیہ (۴۳) حاشیہ شرح الطوائع ان میں سے صغری کبری صرف میر داخل درس ہیں۔ میر  
 قطبی داخل درس تھی مگر ابھی چند سالوں سے متروک ہوئی۔

## (۷۰) صاحب شرح مائتہ عامل

حسب تصریح محمد ماہ بن محمد انور صاحب ”در مکنون“ یہ کتاب ملا عبد الرحمن جامی کی معلوم ہوتی ہے جن کے  
 حالات عنقریب شرح جامی کے ذیل میں آرہے ہیں۔

بعض حضرات نے اس کو سید شریف جرجانی کی تصنیف کہا ہے جن کے حالات نحو میر کے ذیل میں گذر چکے۔

شروح و حواشی شرح مائتہ..... (۱) التوہم الکامل، از مولانا امی بخش صاحب (۲) تبیین، از مولانا موصوف (۳) شرح  
 شرح مائتہ عامل از مولانا عبد الرسول صاحب (۴) شرح شرح مائتہ عامل از ابوالسعود ملا محمد مسعود (۵) حاشیہ صادق (۶) جو اہر  
 العرب ترجمہ و ترکیب شرح مائتہ اردو۔

## (۷۱) صاحب شرح جامی

نام و نسب..... نام عبدالرحمن لقب اصلی عماد الدین، لقب مشہور نور الدین کنیت ابو البرکات والد کا نام احمد اور لقب شمس الدین اور دوا کا نام محمد شیخ صغریٰ علاء الدین واعظ کاشفی نے ”رشدات عین الحیاء میں ذکر کیا ہے کہ آپ امام محمدؒ کی نسل سے ہیں آپ کا تخلص جامی ہے کماشیر الیہ بقولہ

مولدم جام ررشدہ فلمم۔

جرعہ جام شیخ الاسلامی ست

لاجرم درجریذہ اشعار۔

بدومعنی تخلصم جامی ست

پیدائش اور وطن عزیز..... آپ کے والد کا اصلی وطن اصفہان ہے دشت نامی محلہ میں رہتے تھے اسی لیے آپ نسبت میں دشتی کہلاتے ہیں، پھر کسی حادثہ کے موقع پر جام منتقل ہو گئے تھے جو خراسان کا ایک قصبہ ہے ملا عبدالرحمن جامی ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ میں بوقت عشاء یہیں پیدا ہوئے بعد میں ہرات کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔  
تحصیل علوم..... آپ نے اپنے زمانہ کے مشاہیر علماء و فضلاء سے علم کی تحصیل کی جن کے اسماء آپ کے تلمیذ خاص عبدالغفور نے حاشیہ نقحۃ الانس کے آخر میں درج کئے ہیں۔

پہلے صرف و نحو کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی پھر خواجہ علی سمرقندی تلمیذ سرسید شریف جر جانی مولانا شہاب الدین محمد جاجری تلمیذ سعد الدین تفتازانی اور مولانا جند اصولی کے حلقہائے درس میں شریک ہوئے طلبہ مولانا جند سے شرح مفتاح پڑھتے تھے اور یہ ان کو سمجھایا کرتے اور کہتے تھے کہ جب سے سمرقند آباد ہوا ہے اس وقت سے اب تک یہاں عبدالرحمن جامی جیسا جید اللطیف نہیں آیا۔

ہرات میں ملا علاء الدین توحیدی شاعر تجرید سے مباحثہ ہوا اور آپ ہی غالب رہے یہاں تک کہ علامہ توحیدی کو اپنے طلبہ سے یہ کہنا پڑا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ نفس قدسی اسی عالم میں موجود ہے۔

تصوف اور سلوک..... جب آپ ظاہری علوم کی تکمیل سے فارغ ہو گئے تو ایک روز کسی بزرگ کو خواب میں دیکھا جو آپ سے کہہ رہے ہیں ”اتخذ حیبا بیدیک“ خواب سے بیدار ہوئے اور اس واقعہ سے نہایت متاثر ہوئے آپ سمرقند سے خراسان منتقل ہو کر خواجہ عبید اللہ الاحرار نقشبندی کے حلقہ میں داخل ہو گئے خواجہ کی محبت کے فیوض و برکات نے آپ کو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچایا شیخ سعد الدین کاشغری سے بھی استفادہ کیا اور دیگر مشائخ عظام سے بھی ملاقات ہوئی ۸۷۷ھ میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور بلاد شام میں دمشق و حلب وغیرہ کا سفر کیا وہاں سفر حج کے علماء و مشائخ نے آپ کی تعظیم و تکریم کی علامہ شامی نے ملا جامی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ محض زیارت روضہ اقدس کی نیت سے سفر کیا جس میں حج کو بھی شامل نہ کیا تاکہ محض زیارت ہی کی نیت رہے۔  
غلبہ حال..... ایک مرتبہ آپ غلبہ حال میں یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

ہر کہ پیدایم شود از دور پندرام توئی

بسکہ در جاں فگارم پندرام توئی

جیسے مومن کہتا ہے: جب کوئی بولا صد اکانوں میں آئی آپ کی ایک منکر شخص بھی وہاں موجود تھا اس نے اعتراض کیا کہ اگر خر پیدایم شود تو آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ”پندرام توئی۔“

حضرت تھانوی علیہ الرحمہ قصہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ بعض اوقات غلبہ حال سکر تک ہو جاتا ہے جس سے تو اسے تفریح کا جواب دیا بیچارے مزہ لے رہے تھے اس گدھے نے خواہ مخواہ کھنڈت ڈالی۔

شیخ فریفتگی..... ذات اقدس ﷺ کے ساتھ والہانہ تعلق اور بے پناہ شیفتگی و عقیدت تھی آپ کے وصال سے چند روز قبل کے کہے ہوئے اشعار اس پر شاہد عدل ہیں۔

کہی رسانند از اہل نواحی پیام و صلت بجانب ما  
فان سجدنا لیک نسجد وان سعینا لیک نسعی

امن شو قالی و بار لقیبت فیما جمال مسلمی  
زہے جمال تو قبلہ جاں حریم کوئے تو کعبہ دل

بہت عیونی علی شیونی فساء حالی ولا ابالی  
 کہ دانم آخر طیب و صلت مریض خورر آکنہ اوا  
 شعر و شاعری..... سے نہ صرف یہ کہ آپ کو دلچسپی تھی بلکہ فارسی شعراء میں آپ کو ممتاز مقام حاصل ہے مثنوی  
 طرح نوئی یوسف زلیخا اور لیلیٰ مجنوں وغیرہ متعدد کتب منظومہ کے علاوہ آپ کا مستقل دیوان کلیات جلی کے نام سے  
 مطبوع ہے جو قصائد غزلیات، مریجات، ترجیعات اور مقطعات پر مشتمل ہے کاتب حروف کے پاس ہے بھی دیکھ لیتا  
 ہے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

در صورت آب دگل عیاں غیر تو نیست	در خلوت جان و دل نماں غیر تو نیست
گفتی کہ ز غیر من پیرو از دولت	اے جاں جہاں در دو جہاں غیر تو نیست
ای بردہ ز آفتاب بوجہ حسن سبق	قرص قرم مجز دست تو گشتہ شق!
تانی از عکس طلعت و تاری طرہات	صبح لوزا تنفس لیل از افسن
بر ہر کہ تافت بر تو انوار مر تو	شد سرخ روی در ہمہ آفاق چون شفق
دریں سراچہ کہ چرخش کینہ طاق نماست	بہیشہ قائم از بار دل چو طاق دو تاست
چگونہ شاد زید آنکہ ہر مردن زاد	بخامد کہ بے امدام کردہ بناست
باعتبار دریں کاخ زر نگار مگر!	کہ ہر نظر کہ نہ از روئے اعتبار خطاست
بے مشاہدہ از ہائے نمائی!	رخام و مر مرش آئینہای دادہ جلاست
لاف بے کبری مزن کال از نشان پائے مور	در شب تاریک بر سنگ سید پناں ترست
دو دروں کردن بروں آزا میگر آساں کزاں	کوہ را کندن بسوزن از زمیں آساں ترست

و قال فی ذم اینا الزماں

شکل ایساں شکل انساناں فعل شاں فعل سباع  
 ہم ذماب فی ثیاب او ثیاب فی ذماب  
 مثنوی جامی..... مولانا جامی علیہ الرحمہ کی ایک مشہور نعت ہے جو ”یوسف زلیخا“ کے شروع میں ہے اس کے متعلق  
 حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے فضائل درود شریف میں اپنے والد صاحب کی زبانی ایک قصہ نقل کیا ہے اور وہ یہ کہ  
 مولانا جامی یہ نعت کہنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کیلئے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ یہ تھا کہ روضہ اقدس کے پاس کھڑے  
 ہو کر اس نظم کو پڑھیں گے جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ نے خواب میں امیر کو یہ ارشاد فرمایا کہ  
 اس کو (جامی کو) مدینہ نہ آنے دو، امیر مکہ نے ممانعت کر دی مگر ان پر جذب و شوق اس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ  
 منورہ کی طرف چل دیئے، امیر مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا حضور ﷺ نے فرمایا وہ آ رہا ہے اس کو یہاں نہ آنے دو امیر نے آدمی  
 دوڑائے لو ران کو راستہ سے پکڑو اور بلایا، ان پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضور ﷺ کی زیارت  
 ہوئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آ کر میری قبر پر کھڑے ہو کر  
 پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے اگر ایسا ہو تو قبر سے مصافحہ کیلئے ہاتھ نکلے گا جس میں قندہ ہو گا اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت  
 اعزاز و اکرام کیا گیا، قصیدہ فارسی زمان میں ہے۔ چند اشعار یہ ہیں۔

۱۔ از مجوری بر آمد جان عالم	ترحم یا بنی اللہ ترحم
۲۔ نہ آخر رحمت للعالمین	ز محروماں چر اغافل نشینی
۳۔ ہاک اے لالہ سیراب پر خیز	چو ز گس خواب چند از خواب پر خیز
بروں آور سر از بردیمانی	کہ روئے تست صبح زندگانی

وفات..... آپ نے اعدا لولفظ ”کاس“ یعنی اکیاسی سال کی عمر میں ۱۸ محرم ۸۹۸ھ میں جمعہ کے دن شہر ہرات میں وفات  
 پائی اور یہیں مدفون ہوئے اور طاقتہ طاغیہ اروپلیہ نے خراسان کا قصد کیا تو آپ کے صاحبزولے ضیاء الدین یوسف نے  
 آپ کا جسم مبارک دوسری جگہ منتقل کر دیا آپ کی تاریخ وفات آیت ”ومن دخلہ کان امنا“ کے اعدا لول سے ظاہر ہے جس کو

بعض شعراء نے اس طرح نظم کیا ہے۔

فی روضت محلدة قار ضها السماء  
تاریخه ومن دخله كان آمنة

حامی کہ بود بلبل جنت بشوق رفت  
کلک قضا نوشت بدر وازہ بهشت  
ولای المدراسی فی العربیہ ۸۹۸ھ

کالروح کان فی جسد القبر کامنا

جامی نالذی هو راح بجامنا

ارخند ومن دخله کان آمنة

قدمات بالهراقه قد حل بالحرم

تصانیف..... آپ نے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن کی تعداد (۵۳) تک پہنچتی ہے جو آپ کے "جامی" کے بعد ہیں و ہذا من قبیل کرمانہ امر الہامی تفصیل حسب ذیل ہے (۱) التخصیر الی قولہ تعالیٰ قایای فارحبون (۲) شرح احادیث اربعین (۳) شرح حدیث ابی رزین یقظ العقبی الصحابیؓ۔ (۴) شواہد النبوة (۵) اللغات الانس من حضرات القدس (۶) شرح فصوص الحکم (۷) نقد الفصوص فی شرح نقش الفصوص (۸) الطریقۃ التفسیریہ (۹) اشعة المعانی (۱۰) اللوامع (۱۱) شرح قصیدہ تانیہ (۱۲) شرح رباعیات اللوامع (۱۳) شرح البیتین الاولین من المتنوی (۱۴) شرح آیات امیر خسرو دہلوی (۱۵) شرح کلمات خواجہ محمد پارسا (۱۶) الدرۃ الفاخرہ فی تحقیق مذہب الصوفیہ (۱۷) رسالہ فی وحدۃ الوجود (۱۸) رسالہ فی اسئلۃ المہمد واجوبتا (۱۹) مناقب عارف رومی (۲۰) رسالہ لا الہ الا اللہ (۲۱) مناسک حج (۲۲) اعتقاد نامہ (۲۳) الصرف المنظوم (۲۴) المنصور (۲۵) شرح اشعار مائتہ عامل منظوم (۲۶) شرح مفتاح الغیب (۲۷) متنوی طرح نوی (۲۸) سلسلۃ الذہب (۲۹) آسبال (۳۰) تحفۃ الاحرار متنوی ہے جو حضرت خواجہ بہا الدین نقشبندی بخاری کی منقبت میں لکھی گئی ہے (۳۱) سجدۃ الابرار (۳۲) یوسف زلیخا (۳۳) تلمی جنوں (۳۴) خرو نامہ اسکندریہ (۳۵) دیوان اول (۳۶) دیوان ثانی (۳۷) دیوان ثالث (۳۸) دیوان رابع (۳۹) الکبیر (۴۰) التوسط (۴۱) الصغیر (۴۲) الاصحاح اول رسالے معنی میں ہیں (۴۳) رسالہ فی العروض (۴۴) رسالہ فی القوانی (۴۵) رسالہ فی الموسیقی (۴۶) بہارستان علی غمط گلستان الفہ لولدہ ضیاء الدین یوسف ۸۴۰ھ ربیع علی ثمان روذات واوراوی کل بروحہ منہا لطائف حکمیہ و نوادر کثیرہ (۴۷) الکبری (۴۸) الصغری دونوں رسالے ادبیات و غنات میں ہیں۔ (۴۹) رسالہ فی البیاء (۵۰) رسالہ فی الاصحاح لاب (۵۱) رسالہ فی المنطق (۵۲) حاشیہ مفتاح (۵۳) ہدیۃ الخدایان فی لطائف البیان۔

(۵۳) شرح جامی..... شرح کافیہ میں رضی کے بعد نہایت اعلیٰ و ارفع اور سب سے زیادہ مشہور و متداول شرح ہے جس کا اصل نام "انفواند الہدائیہ" ہے کیونکہ یہ صاحبزادہ ضیاء الدین یوسف کیلئے لکھی گئی ہے اس میں علامہ جامی نے اکثر شرح کافیہ کو باحسن وجوہ توضیح کیا ہے اور زیادہ تر ماخذ قاضی شہاب الدین بن حسن الدین بخر زاولی دولت آبادی متوفی ۸۴۸ھ کی شرح ہے اس میں گوئی مباحث کو عقلیت کارنگ دیا گیا ہے تاہم ٹھوس استدعا و پیداکر نے کیلئے بہت عمدہ کتاب ہے قال الشیخ عمر بن عبد الوہاب عرشی

انوار افضاله من علمه السامی

لله درامام طال ماسطمت

کانما الخمر تسقی من صفا الجام

الفاظہ اسکرت اسما مناظر با

ومثلہ قول ابن الجنبلی

ذلول المعانی ذوانتساب الی الجام

لکافیۃ الاعراب شرح منفتح

ہی الخمر تبدی شمسها من صفا الجام

معانیہ محلی عین تلی کانما

لله شرح به شرح الصدور لنا

ومثلہ قول عبد اللہ الدنو شری المصری

قد اسکر السمع اذ تلی عجائبہ

کانہ الدر او ازہار اکمام

والسکر لامرؤ معروف من الجام

## فہرست حواشی شرح جامی

نمبر	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ شرح جامی	ملا عبد الغفور ملاری (تلمیذ الجابی)	۹۱۲ھ
۲	=====	شیخ عصام الدین ابراہیم بن محمد اسرانی	۹۲۳ھ
۳	القول السامی علی کلام ملا جامی	شیخ عبد اللہ الازہری	-
۴	حاشیہ شرح جامی	شیخ علاء الملک محمد بن موسیٰ بسوی	بعد ۱۰۳۵ھ
۵	=====	شیخ محمد عصمتہ اللہ بن محمود بخاری	-
۶	=====	مولانا عبد اللہ بن طور سون مشہور بقیضی	۱۰۱۹ھ
۷	=====	شیخ صالح الدین محمد ملاری	۹۷۹ھ
۸	=====	شاہ محمد بن احمد سرقتدی	-
۹	=====	شیخ غرس الدین احمد بن ابراہیم حلبی	۹۷۱ھ
۱۰	=====	شیخ قرۃ جہ احمد جمیدی	۱۰۲۳ھ
۱۱	حاشیہ شرح جامی (ترکی)	شیخ محمد بن عمر معروف بقورد آفندی	۹۹۶ھ
۱۲	=====	شیخ وجیہ الدین عمر بن الحسن ارزنجانی	-
۱۳	تعلیق بر شرح جامی	شیخ حسن بحری	-
۱۴	=====	شیخ علی بن امر اللہ	-
۱۵	الحاشیۃ السلطانیۃ	بابا سید بن بخاری معروف بابا شاہ	-
۱۶	حاشیہ شرح جامی	شیخ شریف الروستی معروف بفاضل امیر	۹۸۷ھ
۱۷	=====	شیخ عیسیٰ بن محمد صفوی اشعری شافعی	۹۵۵ھ
۱۸	=====	شیخ ابراہیم ہامونی شانی	-
۱۹	=====	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۹۹۸ھ
۲۰	سوال باسول	مولوی وسیم گل باسولی	-
۲۱	سوال کابلی	مولوی محمد عمر کابلی	-
۲۲	حاشیہ شرح جامی	شیخ خالد بن محمد بن عمر بن عبد الوہاب العرضی	بعد ۱۱۱۵ھ
۲۳	=====	شیخ سعد الدین خیر آبادی	۸۸۲ھ
۲۴	حاشیہ شرح جامی از حال تاجمورات	شیخ عبد النبی عماد الدین محمد شطری	۱۰۲۰ھ
۲۵	=====	ملا عصمت اللہ سہارنپوری	۱۰۳۹ھ
۲۶	=====	مولوی تراب علی شجاعت علی بن نقیہ الدین بن محمد دولت لکنوی	۱۲۸۱ھ

## (۷۲) صاحب تلخیص المفتاح

نام و نسب اور پیدائش..... نام محمد ابو عبد اللہ کنیت، ابو العالی، جلال الدین، قاضی القضاة، لقب والد کا نام عبد الرحمن اور کنیت ابو محمد ہے سلسلہ نسب یوں ہے۔  
 ابو عبد اللہ محمد بن ابی محمد عبد الرحمن بن امام الدین ابی حفص عمر بن احمد بن محمد بن عبد الکریم بن حسن بن علی بن ابراہیم بن علی بن احمد بن دلف بن ابی دلف الجبل آپ قزوین کے باشندے اور شافعی المسلک تھے۔

سنہ پیدائش حافظ ابن حجر نے ۶۶۶ھ بتایا ہے اور بعض نے ۶۶۰ھ ذکر کیا ہے۔  
 عیام حالات زندگی..... علامہ قزوینی قرن سابع کے مشہور عالم و فاضل اور باکمال بزرگ ہیں بہت ہی کم عمر میں فقہ کی  
 تحصیل سے فارغ ہو کر اطراف روم میں کسی جگہ قاضی ہو گئے تھے اس وقت آپ کی عمر میں سال سے بھی کم ہی تھی، کچھ  
 عرصہ کے بعد دمشق تشریف لائے اور علوم و فنون، عربیت و اصول، معانی و بیان وغیرہ میں اتقان اور پختگی پیدا کی علامہ ابن  
 حجر نے زانوئے تلمذ طے کیا اور غر فاروی وغیرہ سے حدیث کی تحصیل کی اور جامع دمشق کے خطیب مقرر ہو گئے کچھ  
 عرصہ کے بعد آپ کو سلطان ناصر نے شام کے عمدہ قضاء کیلئے منتخب کیا اور جو قرض آپ کے ذمہ تھا شاہ نے اس کی بھی  
 ادائیگی کر دی اس کے بعد علامہ ابن جماع کی جگہ مصر میں بھی آپ نے عمدہ قضاء کے فرائض انجام دیے شاہ وقت کی نظر  
 میں آپ سے زیادہ کسی قاضی کو وقعت حاصل نہیں ہوئی کہا جاتا تھا ہے کہ ایک مرتبہ جلال قزوینی کو شیخ بدر الدین محمد بن  
 یعقوب بن الہاس دمشقی معروف بابن الخویہ کے ساتھ عادلہ دمشق میں ہم نشینی کا موقع ملا تو موصوف نے ان سے ابو انیم  
 کے قول "کلمہ لم اصنع میں حرف سب کی تقدیم و تاخیر کی بابت سوال کیا تو یہ کوئی جواب نہ دے سکے۔  
 شعر و شاعری..... آپ کی بعض تصنیفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی چنانچہ  
 تلخیص المفتاح میں ایک جگہ آپ کا ایک شعر منقول ہے جو ایک فارسی شعر کا عربی میں ترجمہ ہے اور وہ یہ ہے۔

لو لم تكن نية الجوزاء خدمته لمارابت عليها عقد منطلق

(ترجمہ) اگر جوزاء کی نیت خدمت ممدوح نہ ہو تو اس پر پنکا باندھنے والے کی طرح گرہیں نہ دیکھتا یہ مندرجہ  
 ذیل فارسی شعر کا ترجمہ ہے۔

مگر نبودے قصد جوزاء خدمتش کس نہ دیدے بر میان او کمر

وفات..... زمانہ قضاء میں آپ پر فوج گرا اور اس سے جانبر نہ ہو سکے یہاں تک کہ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۷۳۹ھ میں آپ دنیا  
 سے رخصت ہو گئے۔

چوں بوئے گل آمدند بر باد سوار در خاک چو قطر بای باران رفتند  
 تصانیف..... موصوف نے امامین جلیلین شیخ عبدالقادر جرجانی اور علامہ ابو یعقوب یوسف سکاکی کے دلکش انداز نگارش و  
 طریق تحریر و تقریر کے مابین جمع کرتے ہوئے مفتاح العلوم کی قسم ثالث کی تلخیص و تلخیص کر کے ایک مختصر کتاب تالیف کی  
 جس کا نام تلخیص المفتاح ہے چونکہ یہ خاف توقع غایت درجہ مختصر ہو گئی تھی اس لئے موصوف نے کتاب مذکور کی تالیف سے  
 فراغت کے بعد ایک اور کتاب تصنیف کی جس کا نام "الایضاح" ہے اور متن مذکور کیلئے مثل شرح ہے "مفتاح کتاب میں مصنف  
 نے خود کہا ہے "لما بعد فہذا کتاب فی علم البلاغۃ و توجہ بہ ترجمہ بالایضاح و جعلت علی ترتیب مختصری الذی سمیت تلخیص المفتاح و  
 یسہل فیہ القول لیکون کا شرح لہ انتہی ان کے علاوہ "السور المر جانی من شعر الار جانی" بھی آپ کی نہایت نفیس کتاب ہے۔  
 تلخیص المفتاح..... متین چونکہ جامع اصول و فصول، حاوی ضوابط و قواعد، محیط الامثلہ و الشواہد، ذمہ کے ساتھ ساتھ  
 توضیح و تنقیح اور حسن ترتیب تمذیب کے اعتبار سے بھی عدیم المثال اور بے نظیر متن ہے اس لئے یہ ہمیشہ مقبول بین الخواص  
 و العوام رہا اور علماء نحول و افاضل اہل معقول و منقول حواشی و شروحات مخلصات و منظومات ہر اعتبار سے اس کتاب پر ذوق آزما  
 ہے جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

## شرح التلخیص المتعلقة بتوضیح مغلقاتہ

سنہ وفات  
۷۷۳۵

مصنف  
الفاضل شمس الدین محمد مظفر خطیبی غلخالی

نمبر  
مفتاح تلخیص المفتاح

لے قال الصفدی و عدتکم علی ہذا کلاما جیدا فی شرح کتابہ والسبب فی ذلك ان کل من وضع مصفا لایلز مدان ینحصر الکلام علیہ حتی یطلب مد  
 لانہ فی حالہ تصنیف یراجع الکتب المدونہ و یطالع فہم الکلام لم یشذعنہ قال ابن حجر او یكون السبب غیر ذلك ای کون المجلس

۵۷۹۲	الفاضل شمس الدین بن عثمان بن محمد زوزنی	شرح تلخیص المحتاج	۲
۵۷۸۶	علامة الملک الدین محمد بن محمود بن محمود یابری الحسینی	=====	۳
۵۷۷۳	شیخ بهاء الدین ابو حامد احمد بن تقی الدین عبد الکاظم سبکی	عروس الافراح	۴
۵۷۷۸	محب الدین محمد بن یوسف بن احمد بن عبد الدائم طبری	شرح تلخیص المحتاج	۵
۵۷۹۳	جلال الدین رسول بن احمد بن یوسف التتائی البیضی	=====	۶
۵۷۸۸	شیخ شمس الدین ابو عبد الله محمد بن یوسف بن الیاس قونوی	=====	۷
بعد ۵۷۶۱	شیخ محمد بن احمد بن الموفق الفیضی	=====	۸
-	الفاضل السید ابو عبد الله بن الحسن معروف بقره کار	=====	۹
۹۲۵	الحقق عصام الدین ابراهیم بن عربشاه اسفرائینی	الاطول	۱۰
-	شیخ محمد بن محمد تبریزی	نفائس التنصیح	۱۱
-	ذکر فی مصنفه ان جمال الدین اشادالی تالیفه	فتوح الاذواح	۱۲
-	امام خطیب	شرح تلخیص المفتاح	۱۳
۵۷۹۲	شیخ سعد الدین تفتازانی	مطول	۱۴
==	=====	مختصر المعانی	۱۵

## شروح التلخیص المتعلقة بترتیب ابیایه

سند و قات	مصنف	شرح	نمبر
۵۹۶۳	شیخ عبد الرحیم بن احمد عبادی	معاهد التنصیح علی شرایب التلخیص	۱
۵۹۸۲	شیخ بدر الدین محمد بن رضی الدین محمد غزی	شرح الشواهد	۲

## مختصرات التلخیص

سند و قات	مصنف	مختصر	نمبر
۵۷۸۸	شهاب الدین احمد بن محمد معروف بالصاحب	لطف المعانی	۱
۵۹۲۰	مولوی لطف الله بن حسن توقاتی	تلخیص التلخیص	۲
۵۸۹۳	زین الدین ابو محمد عبد الرحمن بن ابی بکر معروف بالقنی	تحفة المعانی	۳
۵۸۱۹	شیخ عزالدین محمد بن ابی بکر معروف بابن جماعة	تلخیص التلخیص	۴
۵۹۸۷	مولوی پرویز رومی	=====	۵
بعد ۵۹۶۲	شیخ نور الدین حمزه بن طور غمود	المسالك	۶
-	لبعض شراح المطول	اقصی المعانی	۷
۵۹۱۱	حافظ جلال الدین سیوطی	اقصی الامانی	۸

## منظومات التلخیص

سند و قات	مصنف	مختصر	نمبر
بعد ۱۰۶۰	شیخ خضر بن محمد اماسی	انجوب البلاغة	۱



۵۸۰۸	شیخ زین الدین ابو العز طاهر بن حسین بن حبیب حلبی	نظم التلخیص	۲
-	شیخ شہاب الدین احمد بن عبد اللہ ابنی	=====	۳
-	شیخ زین الدین عبد الرحمن بن القینسی	=====	۴
-	شیخ ابن النجاشی خلف القوی	=====	۵
۹۱۱ھ	شیخ جلال الدین سیوطی ل	مفتاح التلخیص	۶

مذکورہ بالا شرح کے علاوہ اور بھی شرح و حواشی ہیں مگر ان تمام میں سعد الدین تفتازانی کی شرح مطول اور مختصر کو جو خدا واد مقبولیت، برتری و فوقیت اور غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

### (۷۳) صاحب مختصر المعانی

نام و نسب..... مسعود نام، سعد الدین لقب، والد کا نام عمر اور لقب قاضی فخر الدین ہے، دادا کا نام عبد اللہ اور لقب برہان الدین ہے، علامہ سیوطی نے طبقات النہد میں ان کا نام مسعود اور والد کا نام عمر ہی ذکر کیا ہے اور یہی مشہور ہے، حافظ ابن حجر نے "الدرر الکامنه" اور انباء الفہر میں ان کا نام محمود بتایا ہے

اور ملا علی قاری نے ان کا نام عمر اور والد کا نام مسعود مانا ہے علامہ محی الدین محمد بن قاسم رومی نے "روض الاخبار المسخرہ" میں ربيع الابرار میں اور علامہ کفوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ ماہ صفر ۷۲۲ھ میں "تفتازان" میں پیدا ہوئے جو دلاپت ترسان کا ایک شہر ہے نواب صدیق حسن خاں نے "ریاض المرآتیں" میں آپ کو نساک کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ کسی نے آپ سے پوچھا تھا ہاں نساید۔ آپ نے جواب دیا: آری الرجال من النساء "نساء کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں بارہ ہزار چشمے جاری تھے اور یہاں استاد ابو علی وفاق کی خانقاہ کے برابر میں چار اولیاء آسودہ خواب ہیں اسی لئے نساکو شام خرد کہتے ہیں۔

ابتدائی حالت..... بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ موصوف ابتداء میں بہت کند ذہن تھے بلکہ عضد الدین کے حلقہ درس میں ان سے زیادہ غبی اور کوئی نہ تھا مگر جدوجہد، سعی و کوشش اور مطالعہ کتب میں سب سے آگے تھے ایک مرتبہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک غیر متعارف شخص مجھ سے کہہ رہا ہے سعد الدین چلو تفریح کر آئیں میں نے کہا میں تفریح کے لئے پیدا نہیں کیا گیا میں انتہائی مطالعہ کے باوجود کتاب نہیں سمجھ پاتا، تفریح کروں گا تو کیا حشر ہو گا وہ یہ سن کر چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد پھر آیا۔ اسی طرح تین مرتبہ آمد و رفت کے بعد اس نے کہا حضور ﷺ یاد فرما رہے ہیں میں گھبرا کر اٹھا اور ننگے پاؤں چل پڑا شہر سے باہر ایک جگہ کچھ درخت تھے وہاں پہنچا دیکھا تو آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں، مجھے دیکھ کر آپ نے تبسم آمیز لہجہ میں ارشاد فرمایا ہم نے تم کو بار بار بلایا اور تم نہیں آئے میں نے عرض کیا حضور مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ یاد فرما رہے ہیں اس کے بعد میں نے اپنی عبادت کی شکایت کی آپ نے فرمایا فتح تک میں نے منہ کھولا تو آپ نے اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور دعا کے بعد فرمایا جاؤ۔

بیداری کے بعد جب یہ عضد الدین کی مجلس میں حاضر ہوئے اور درس شروع ہوا تو اثناء درس میں آپ نے کئی اشکالات پیش کئے جن کے متعلق ساتھیوں نے خیال کیا کہ یہ سب بے معنی ہیں مگر استاد تاز گیا اور کہا یا سعد! الٹک الیوم غمیرک فیما مضی آج تم وہ نہیں ہو جو اس سے پہلے تھے۔

تحصیل علوم..... آپ نے مختلف اصحاب فضل و کمال اساتذہ و شیوخ عضد، قطب الدین رازی وغیرہ سے علوم و فنون کا استفادہ کیا اور تحصیل علم کے بعد عضو ان شباب ہی میں آپ کا شمار علماء کبار میں ہونے لگا، علامہ کفوی کا بیان ہے کہ آپ جیسا عالم آنکھوں نے کسی اور کو نہیں دیکھا۔

درس و تدریس..... تحصیل علم سے فراغت کے بعد فوراً ہی آپ مدرس پر رونق افروز ہوئے اور سینکڑوں تشنگان

علم نے آپ کے چشمہ فیض سے سیرابی حاصل کی عبدالواسع بن خضر شیخ شمس الدین محمد بن احمد حضری شارح تذکرہ نصیریہ، ابو الحسن برہان الدین حیدر بن احمد بن ابراہیم الروی اشعی، جلال الدین یوسف استاذ ملامصنک علی بن مجد الدین اور مولانا فضل اللہ لٹو جن سے بہمنی حکومت کے مشہور علم دوست اور خود مبحر حکیم سلطان فیروز شاہ بہمنی نے تعلیم حاصل کی یہ سب علامہ تفتازانی ہی کے شاگردان رشید ہیں۔

تصنیف و تالیف..... کا ذوق ابتداء ہی سے پیدا ہو چکا تھا اس لئے تحصیل علم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کے ساتھ ساتھ علم صرف علم نحو، علم منطق، علم فقہ، علم اصول فقہ، علم تفسیر، علم حدیث، علم عقائد، علم معانی غرض ہر علم کے اندر آپ نے کتابیں تصنیف کیں چنانچہ "شرح تفسیر زنجانی" آپ کی اس وقت کی تصنیف ہے جب آپ کی عمر صرف سولہ سال کی تھی۔

قبولیت عامہ..... شقائق نعمانیہ میں لکھا ہے کہ جب علامہ تفتازانی کی تصانیف روم میں پہنچیں اور درس میں مقبول ہوئیں تو ان کے نسخے دام خرچ کرنے پر بھی نہیں ملتے تھے مجبوراً علامہ شمس الدین کو علاوہ جمعہ اور سہ شنبہ کی معمولی تعطیلات کے دو شنبہ کی تعطیل مدارس میں اور مقرر کرنا پڑی پس طلباء ہفتہ میں تین دن کتابیں لکھتے تھے اور چار دن پڑھتے تھے۔ شعر و شاعری..... گو آپ کا مستقل شغل نہ تھا تاہم اس ذوق سے بالکل کورے بھی نہ تھے بلکہ گاہ بگاہ اشعار کہتے تھے چنانچہ صاحب شذرات الذہب وغیرہ نے آپ کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں مثلاً

اذا خاض فی بحر التفکر خاطری  
حضرت ملوک الارض فی نیل ماحووا  
علی درة من معضلات المطالب  
ونلت المعنی بالکتب لا بالکتاب

طوبت باحراز العلوم و کسبها  
فلما تحصلت العلوم و نلتها  
رداء شبابی و الجنون فبہ  
تین لی ان الفنون جنون  
مختصر المعانی میں ایک جگہ لفظ "غیر" پر کلام کرتے ہوئے خود لکھتے ہیں "ومن هذا القبیل ما درت لی فی قصیدة شعر....."

علافا صبح یدعوہ الوری ملکا  
کہ اسی قبیل سے میرے ایک قصیدہ کا یہ شعر ہے "علا ارح" یعنی میرا مدوح ابوالحسنین محمد کرت رفعت منزلت میں بلند ہو گیا یہاں تک کہ مخلوق اس کو ملک (بادشاہ) پکارتی ہے اور اگر وہ اس کے عین کلمہ کو فتح دے کر ملک پڑھے یا اس کو چشم بھیرت واکر کے دیکھے تو فرشتہ پائے۔

یہ ایک طویل قصیدہ ہے جس کے مندرجہ ذیل سات اشعار موصوف نے اپنی شرح مطول کے شروع میں ذکر کئے ہیں۔

خلیفہ ملک الافاق سطوتہ  
یحوم حول ذراہ العالمون کما  
والحق کان مداه ابنا ملکا  
تری الحجیح بیت اللہ معترکا  
مکافح بلظی من سخطہ ہلکا  
الی السماء لواء النرع قدسما  
قد کان فی ظلمات الغی منہمکا  
والمکک اقبل بالاقبال ممسکا  
وریشما فتحوا عینا غدا ملکا

وقال فی یزید

اللعن علی یزید فی الشرع یجوز  
قد صح لدی انه معتل  
واللاعن یجزی حسنات ویفوز  
واللعن مضاعف وذلک مہموز

تفتازانی کی شخصیت علماء کی نظر میں..... سید احمد طحطاوی فرماتے ہیں اہتہ الیہ ریاستہ الحنفیہ فی زمانہ آپ کے زمانہ میں ریاست مذہب حنفیہ آپ پر ختم ہو گئی علماء نے لکھا ہے کہ بلاد مشرق میں علم ان پر ختم ہو گیا علامہ کفوی فرماتے ہیں "کان سن محاسن الزمان لم تر العیون مثلہ فی الاعلام والاعیان علامہ تفتازانی العجوبہ روزگار تھے آپ کی نظیر بڑے بڑے علماء میں نہیں ملتی ان کی قابلیت اور وسعت علمی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ میر سید شریف جرجانی جیسے مقابل بھی ان کی کتابوں سے استفادہ کرتا اور ان کی قابلیت سے فائدہ اٹھاتا تھا فائدہ بیہیہ میں مولانا عبدالحی صاحب نے آپ کے حق میں کسی کا یہ قطعہ نقل کیا ہے۔

والعمر مضی ولم تنل امالا

فرق الدرس وحصل الامالا

افعلنل یفعلنل فعنلا لا

لا یفعلنل القیاس والعکس ولا

مگر یہ بات موصوف کے علوم مقام کے بالکل خلاف ہے۔

تفتازانی کی جلالت شان..... امیر تیمور نے ایک روز اپنا ایک قاصد کسی ضروری کام پر روانہ کیا اور اس کو عام اجازت دی کہ ضرورت کے وقت جس کا گھوڑا اہل جائے اس پر سوار ہو لے، قاصد کو ایک جگہ سواری کی حاجت ہوئی، اتفاقاً اسی موقع پر علامہ تفتازانی خیمہ زن تھے اور خیمہ کے پیش گاہ میں ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے برید وہاں گیا اور جاتے ہی بے دھڑک ایک گھوڑا کھول لیا علامہ مدوح اس وقت اپنے خیمہ کے اندر تھے اس قصہ کی اطلاع ہوئی تو نہایت برہم ہوئے اور قاصد سلطانی کو پتہ لگا کر نکلوا دیا، جب وہ لوٹ کر دربار پہنچا تو اس نے علامہ کی شکایت کی امیر تیمور کا جو حال یہ ماجرا سن کر ہوا ہوگا، آسانی سے قیاس میں آسکتا ہے بیجان غضب کے سبب سے تھوڑی دیر ساکت رہا اس کے بعد کہا کہ اگر شاہرح یہ حرکت کرتا تو بے شک سز پاتا مگر میں ایسے شخص کا کچھ نہیں کر سکتا جس کا کلم ہر شر و دیار کو میری تلوار سے بیشتر فرج کر چکا تھا۔

تفتازانی بارگاہ تیموریہ میں..... شاہ شجاع بن مظفر کے دربار میں آپ کا بہت رسوخ تھا، اس کے بعد شاہ تیمور لنگ کے یہاں صدر الصدور مقرر ہو گئے تھے شاہ تیمور آپ کا بڑا معتقد تھا اور بہت احترام کرتا تھا جب آپ نے مطول شرح تلخیص تصنیف کی اور شاہ کی خدمت میں پیش کیا تو شاہ نے بہت پسند کیا اور عرصہ تک قلعہ ہرا کے دروازہ کو اس سے زینت بخشی۔

فصل و کمال میں تفتازانی فائق ہے یا جرجانی..... یہ امر تو بجائے خود مسلم ہے کہ میر سید شریف جرجانی اور سعد الدین تفتازانی ہر دو اکابر علماء و مشاہیر فضلاء میں سے تھے اور اپنے زمانے کے آفتاب دماہتاب ان کے بعد علوم ادبیہ و عقلیہ بلکہ سوائے حدیث کے دیگر تمام علوم کا ماہر اور جامع ان دونوں جیسا کوئی نہیں گذرا ان میں سے ہر ایک خاتم العلماء و تحقیقین تھا، مگر منطق و کلام اور علوم ادبیہ و علوم فقہیہ میں علامہ تفتازانی میر سید شریف سے کہیں زائد تھے اور تحقیقات لیقہ و تدقیقات مفیدہ میں تو تفتازانی سے میر صاحب کو کوئی نسبت ہی نہیں تھی جیسے ذکات و قطعات طبع میں میر صاحب سے تفتازانی کو کوئی نسبت نہ تھی لہذا علم جانتے ہیں کہ بات میں بات پیدا کرنا شستہ سنجیدہ الفاظ میں مسئلہ کی تقریر کرنا پیچیدہ مسائل کو لکچریوں سے سمجھانا وغیرہ جو خوبییں تفتازانی کی تحریر میں ہیں وہ میر صاحب کو نصیب کمال، قال صاحب الکشف او الا فاضل فی الفضل بینہما علی قسمین والا کثر فی جنب السعد علامہ کفوی نے لکھا ہے کہ میر صاحب میلوئی تالیف و اثنا تصنیف میں علامہ تفتازانی کی تحقیق و تحریر کے دریا میں غوطہ زن ہوتے اور ان کی تدقیق و تسطیر سے مولی نکالتے تھے اور موصوف کی رفعت شان جلالت قدر اور علوم مقام کے معترف تھے لیکن جب تیموری مجلس میں مباحث و مناظرہ کے سبب سے ان میں منافرت واقع ہوئی اس وقت سے باہمی وفاق جاتا رہا اور میر صاحب علامہ تفتازانی کے ہر قول کی تریف کا التزام اور ان کی ہر تحقیق سے اختلاف کرنے لگے۔

لیتا تھا کام منہ کا شکم میں یہ ناف سے (ذوق)

اول ہی سے بشر کو بے رغبت خلاف سے

جس کا جواب علامہ تفتازانی کا طرز عمل یہ دے رہا ہے کہ

گلوں نے چاندوں کے چھیننے سے سوا خوشی کے دم نہ دیا شریف ابھیں اگر کسی سے تو پھر شرافت کہاں رہے گی

تفتازانی و جرجانی کے باہمی مناظرے..... میر سید جرجانی بھی شاہ تیمور کے دربار میں آتے جاتے تھے اور آپس

میں نوک جھونک و بحث و مباحثہ و مکالمہ و مناظرہ رہتا تھا صاحب کشف الظنون نے ان حضرات کے مختلف مناظروں کا تذکرہ کیا ہے اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مناظرے طبع بھی ہوئے ہیں مگر وہ ہمارے سامنے نہیں ہیں تمثیل مستلزم ترکیب ہے یا نہیں۔ یہ تفتازانی و جرجانی کا مشہور نزاعی مسئلہ ہے جو ان دونوں بزرگوں کے مناظرہ میں موضوع بحث رہ چکا ہے مناظرہ بہت دلچسپ طبیعت خیز ہے ارباب ذوق کی تفریح خاطر کیلئے اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

تفتازانی، تمثیل مستلزم ترکیب نہیں اور یہ بھی بطریق استعارہ طبعیہ بھی ہوتی ہے جیسے قول پاری اولنک علی ہدی من رہم جرجانی۔ اس پر کوئی دلیل ہو تو پیش کیجئے کیونکہ دعویٰ بلا دلیل مسوع نہیں ہوتا۔ تفتازانی علامہ زحشری کا کلام ملاحظہ ہو، معنی الاستعلاء فی الایات مثل لثمکنہم من الہدی و استقرار ہم علیہ و یتسکھم بہ ہشیت حالہم بحالی من اعطی الشی و رکب یعنی آیت میں استعلاء کے معنی یہ ہیں کہ اس میں مومنین کی ہدایات پر ثابت و مستکن ہونے کی تمثیل ہے جس میں ان کی حالت کو اس شخص کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو کسی شے پر بلند اور سوار ہو۔

علامہ طیبی نے موصوف کے قول ”مثل ہم اء“ کی مراد ظاہر کہتے ہوئے کہا ہے یعنی سواستعارہ تشبیہیہ واقعہ علی سبیل التبعیۃ بدل علیہ قول شہت جاہم اء یعنی زحشری کے قول ”مثل ہم“ کا مطلب یہ ہے کہ آیت میں استعارہ تشبیہیہ ہے جو بطریق جمعیہ واقع ہوا ہے موصوف کا قول شہت جاہم اء ”اس پر دال ہے استعارہ لعل کے سلسلہ میں علامہ سکاکی کا کلام بھی اس کی تائید کرتا ہے پس ایک حق پسند انسان کیلئے ان حضرات کا کلام کافی ہے یوں پیش کرنے کو تو بہت سی دلیلیں پیش کی جاسکتی ہیں مگر آپ اپنا مقصد ظاہر کیجئے کیا اس سلسلہ میں آپ کو کوئی اشکال ہے۔ جرجانی: جی ہاں اشکال ہے اور بہت بڑا اشکال ہے تفتازانی فرمائیے جرجانی اشکال یہ ہے کہ استعارہ جمعیہ صرف مفردات میں ہوتا ہے نہ کہ مرکبات میں کیونکہ استعارہ جمعیہ صرف معنی لعل اور متعلق معنی حرف میں ہوتا ہے اور استعارہ تشبیہیہ صرف مرکبات میں ہوتا ہے نہ کہ مفردات میں پس استعارہ تشبیہیہ اور استعارہ جمعیہ ہر دو کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔ یہ تو آگ اور پانی کا اجتماع ہے تفتازانی سید صاحب یہ تو کوئی بڑا اشکال نہیں ہے اس واسطے کہ استعارہ تشبیہیہ کا مدار ترکیب پر نہیں ہے بلکہ مدار صرف اس پر ہے کہ وجہ شبہ متعدد سے منشروع ہو اور بس جرجانی: وجہ شبہ طرفین نے منزع ہوتی ہے اور جب وجہ شبہ کا متعدد سے منزع ہونا ضروری ہو تو طرفین میں تعدد کا ہونا ضروری ہو گیا ”تفتازانی“ امور متعدد سے منزع ہونا ذات طرفین میں ترکیب کو مستلزم نہیں یہ چیز ان کے ماخذ میں ہوگی نہ کہ ذات طرفین میں جرجانی، صاحب ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ جب ہم (مثلاً) شبہیہ کو چند امور سے منزع کرنا چاہیں تو ان امور میں سے ہر ایک سے شبہ بہ کو ہتمامہ منزع نہیں کر سکتے کیونکہ شبہ بہ ہتمامہ کسی ایک سے منزع ہو چکا تو مقصود حاصل ہو گیا۔ اب پھر کسی امر آخر سے اس کو منزع کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ شبہ بہ کا کوئی جز کسی سے اور کوئی جز کسی سے ماخوذ ہے اور یہی ترکیب ہے۔ تفتازانی: انتزاع بھی مجموعہ سے ہوتا ہے اور بھی کسی ایک سے (بجائز امر آخر) اور ان دونوں تقدیروں پر ترکیب لازم نہیں آتی، علی اللہ لا مانع من اعتبار التلاصق بعد انتزاع وجہ منہما حتی تصویر جمیع الاشیاء کلشئی الواحد حسب جائزین سے سوال و جواب کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا تو ہر دو فاصلوں کے درمیان فیصلہ کیلئے نعمان معتزلی کو حکم بتایا گیا میر سید شریف علامہ تفتازانی کی نسبت نصیح اللسان تھے فی الکشف کان لسان السید ارجح من قلمہ اور تفتازانی کی زبان میں قدرے لگت تھی نیز حکم مذکور علامہ تفتازانی سے کسی بنا پر نالاں بھی تھا اس لئے اس نے میر سید شریف کے حق میں فیصلہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شبہ نے علامہ تفتازانی پر میر سید شریف کا رتبہ بڑھا دیا۔

وفات..... اس واقعہ سے علامہ تفتازانی کو سخت صدمہ ہوا لیکن تو اس وجہ سے کہ علامہ موصوف عوام و خواص میں کامیابی سے زیادہ شہرت رکھتے تھے اور یہ امر عام طور پر زبان زد تھا کہ علمی مذاق میں آپ سب سے بڑھ کر عالم ہیں بالخصوص میر صاحب کے مقابلہ میں آپ کی حیثیت بہت لوچی ہے اور کیسے نہ ہو جب کہ میر صاحب کو علامہ تفتازانی کے علاوہ میں شہد کیا گیا ہے۔

دوسرے اس لئے کہ تیموری دربار میں میر صاحب کی رسائی صرف علامہ تفتازانی کی وجہ سے ہوئی تھی بہر کیف صدمہ بڑھ گیا صاحب فراش ہو گئے علاج کیا مگر مطلقاً مفید نہ پڑا حتیٰ کہ ۲۲ محرم الحرام ۹۲ھ میں حیر کے روز سمرقند میں

جاں بحق ہو گئے اور وہیں آپ کو دفن کر دیا گیا اس کے بعد ۹ جمادی الاول میں بدھ کے روز مقام سرخس کی طرف منتقل کر لئے گئے۔

صبح محشر می کند فریاد کز منزل بر آ

ما غربال را بیزیر خاک ہم بجز اشتم

میر صاحب نے ان کی تاریخ وفات میں حسب ذیل شعر کہا ہے

عقل را پر سیدم از تاریخ سال رحلتش  
عفت تاریخش یکے کم طیب ۷۹۲ھ اللہ تراہ  
بعض حضرات نے سنہ وفات (۷۹۱) اور بعض نے ۷۹۷ لکھا ہے مگر صحیح یہ ہے۔

مسک ..... میر سید شریف تو بالائتفاق حنفی تھے لیکن علامہ تفتازانی حنفی تھے یا شافعی، اس میں اختلاف ہے صاحب بحر علامہ ابن نجیم مصری نے دیباچہ، فتح الغفار شرح منار میں اور سید احمد طحطاوی نے اواخر حواشی در مختار میں حنفی کہا ہے اور ملا علی قاری نے بھی آپ کو طہقات حنفیہ میں ذکر کیا ہے اور صاحب کشف نے "کشف الظنون" میں ملا حسن چلبی نے حاشیہ "مطول" کی بحث متعلقات قتل میں علامہ کفوی نے "ترجمہ" "السید السید اشرف" میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے "بغیۃ الوعاة" شافعی کہا ہے۔

مولانا محمد عنایت اللہ لکھنؤی، مترجم اکمال کہتے ہیں کہ "تلویح کو بنظر غائر دیکھنے والے سے یہ امر پوشیدہ نہیں رہے گا کہ اس کی بعض عبارتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ تفتازانی حنفی المسک تھے اس لئے میں اپنے ناقص خیال میں یہ حق سمجھتا ہوں کہ وہ حنفی تھے اور اسی بنا پر آپ نے کتب حنفیہ اور فقہ حنفی پر خاص توجہ کی ہے واللہ اعلم۔  
الباقیات الصالحات ..... علامہ تفتازانی کے علمی فیوض و برکات آپ کی نسلوں میں منتقل ہو کر تادیر قائم رہے آپ کے صاحبزادہ محمد متوفی ۸۳۸ھ زمرہ علماء میں شمار ہوتے ہیں "تہذیب المنطق والکلام" انہی کیلئے لکھی گئی ہے اور سبحا الوالد الاعز الحفی الحری بالاکرام سہمی حبیب اللہ اہ سے یہی مراد ہیں۔

آپ کے پوتے قطب الدین سہمی بن محمد متوفی ۸۸۷ھ علوم دینیہ سے حظ وافر رکھتے تھے جو مرزا شاہرخ بن تیمور کے آخری عہد سے مرزا سلطان حسین کے عہد تک منصب مشیخ الاسلام پر فائز رہے اور شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور آپ کے پڑپوتے شیخ الاسلام سیف الدین احمد بن سہمی بن محمد متوفی ۹۱۶ھ مشہور محقق تفتازانی کو علماء نے "العلامۃ فی العالم" لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ علوم نقلیہ و عقلیہ ہر دو میں ماہر تھے انھوں نے خراسان میں تقریباً بیس برس تک درس دیا ہے حاشیہ تلویح، حاشیہ شرح و قایہ شرح تہذیب المنطق والکلام اور شرح فرائض سراجیہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔  
علمی کارنامے ..... علامہ تفتازانی نے اپنی علمی زندگی میں مختلف فنون کی بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن کے متعلق مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں کل تصانیف، تہذیب علی لہ بحر بلا ساحل و جربلا مسائل مورخ ابن خلدون کا بیان ہے کہ میں مصر میں ہرات کے ایک بہت بڑے عالم کی متعدد تالیفات سے واقف ہوا جو سعد الدین تفتازانی کے لقب سے مشہور ہے جن میں سے بعض علم کلام میں تھیں اور بعض اصول فقہ میں اور بعض علم بیان میں اور یہ تمام تالیفات اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ مصنف کو ان علوم میں گہری واقفیت اور علوم حکمیہ و فنون نقلیہ میں ملکہ تامہ حاصل ہے موصوف کو یہ فخر امتیازی طور پر حاصل ہے کہ آپ کی تصانیف میں سے پانچ کتابیں تہذیب المنطق مختصر المعنی مطول شرح عقائد اور تلویح آج تک داخل درس ہیں۔

تات عہد خدائے بخشندہ

اس سعادت بزور بازو نیست

نصاب میں مطول و مختصر دونوں کتابوں کا اضافہ شیخ عبد اللہ و شیخ عزیز اللہ کے ذریعہ سے عہد سکندر لودھی یعنی نویں صدی کے آخر سے ہوا ہے، مطول کا نام سب سے پہلے ہمیں شیخ عزیز اللہ کے شاگرد رشید میاں حاتم سنبھلی کے تذکرہ میں ملتا ہے جن کے متعلق ملا عبد القادر بدایونی نے لکھا ہے کہ انھوں نے کتاب مطول چالیس مرتبہ سے زیادہ ازاول تا آخر پڑھائی ہے۔ صاحب شقائق نے اپنے ناموں عبدالعزیز بن سید یوسف حسینی مشہور بعباد چلبی سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے علی بن یوسف بابی بن شمس الدین محمد فتاری متوفی ۹۰۳ھ سے مطول پڑھنا شروع کیا تو روزگاہ دن چڑھے سے عصر کے وقت تک درس ہوتا تھا اور سبق کی کل ایک سطر یا دو سطر ہوتی تھی جب چھ ماہ اس طرح گزر گئے تو موصوف نے کہا اب



-	مولانا احمد طاشی	=====	۱۱
۵۸۳۲	شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان بسطامی الطائی۔	=====	۱۲
-	=====		
-	=====		
۵۸۳۳	شیخ سعید بن یوسف سیرامی حنفی	=====	۱۳
۵۱۱۰۱	سید عثمانی الازت بازاری	=====	۱۴
۵۸۹۱	شیخ حسن بن عبدالصمد سامونی	=====	۱۵
۵۹۰۱	شیخ نظام الدین عثمان خطابی	=====	۱۶
۵۹۹۸	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	=====	۱۷
۵۱۱۵۵	شیخ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی	=====	۱۸
==	ملا ابو الوعظ بن قاضی صدر الدین	=====	۱۹
==	سید محمد قنوی	=====	۲۰
۵۱۱۹۰	ملا محمد محسن	=====	۲۱
۵۱۱۹۵	تاج العلماء نجف علی بن عظیم الدین جہری	=====	۲۲
۵۱۱۹۵	ملا نور محمد کشمیری	=====	۲۳
		=====	۲۴
		=====	۲۵

### فہرست حواشی مختصر المعانی

نمبر	حاشیہ مختصر المعانی	مصنف	سہر وقت
۱	حاشیہ مختصر المعانی	شیخ نظام الدین عثمانی خطابی	۵۹۰۱
۲	=====	شیخ یوسف بن حسین کرماسی	۵۹۰۲
۳	=====	فاضل عبداللہ بن شہاب الدین بزدی	۵۱۰۱۵
۴	=====	شیخ حمید الدین بن افضل الدین حسینی	-
۵	غایہ سوال الجریس	شیخ ابراہیم بن احمد مشہور بابن ملاطی	-
۶	الروض الموشی	=====	-
۷	حاشیہ مختصر المعانی	شیخ الاسلام احمد بن سعید بن محمد الحفید	۵۹۱۶
۸	=====	شیخ محمد بن الخطیب	-
۹	=====	شہاب الدین احمد بن قاسم عبادی ازہری	-
۱۰	=====	علامہ محمد بن محمد عرفہ دسونی	-
۱۱	=====	محمد بن ابی بکر عبدالعزیز ابن جماع الحموی	۵۸۱۹
۱۲	التجرید	شیخ محمد مصطفیٰ بن محمد البنانی	-
۱۳	عقود الدرر فی حل ابیات المطول والمختصر	علامہ حسین بن شہاب الدین الشامی العاطلی	۵۱۰۷۶
۱۴	حاشیہ مختصر المعانی	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۵۱۰۷۶
۱۵	=====	مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ	-
۱۶	تسہیل الہبانی (ارو)	مولانا ناصر الدین	-

## (۷۴) صاحب ایساغوجی

نام و نسب..... اسم گرامی مفصل اشیر الدین لقب مولانا زادہ عرف اور والد کا نام عمر ہے لفظ اشیر اثر الحمدیث از اقلہ سے فعلیل بمعنی فاعل ہے ای الناقل لیکن ظاہر تر یہ ہے کہ یہ اثرہ از الختارہ سے فعلیل مفعول ہے ای الختارہ  
 سید ابہر..... آپ ابہر کے باشندے تھے جو روم میں ایک مقام کا نام ہے اس لئے نسبت میں ابہری کہلاتے ہیں مولوی محمد بن غلام محمد نے میر ایساغوجی کے حاشیہ میں بحوالہ قاموس نقل کیا ہے کہ ابہر بفتح باء سکون باء بلاد اصفہان کے ایک شہر کا نام ہے جو "آب ہر" بمعنی ماء الریحی کا معرب ہے مفتی محمد عبداللہ ٹوکی اپنی تعلیقات میں کہتے ہیں کہ یہ محشی کی بھول ہے کیونکہ ابہر امر کے وزن پر ہے جس کی تصریح بحر الجواہر میں موجود ہے منتخب میں ہے ان المشہور فی ہذا المعنی سکون الباء الموحدة وفتح الهاء

تعارف..... آپ بڑے عالم و فاضل اور بلند پایہ محقق و منطقی تھے امام فخر الدین رازی سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے جیسا کہ علامہ ابن العربی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

تصانیف..... آپ نے بہت سی عمدہ اور قابل قدر کتابیں تصنیف کیں جیسے ۱۔ الاشدات۔ ۲۔ زیدو۔ ۳۔ کشف الحقائق منطوق میں مختصر سی تصنیف ہے۔ ۴۔ المحصول۔ ۵۔ المغنی علم جدل میں ہے۔ ۶۔ ایساغوجی منطوق میں ہے۔ ہدایۃ الحکمۃ فلسفہ میں ۸۔ تنزیل الافکار فی تعدیل الاسرار، اس میں آپ نے قوانین منطقیہ و حکمیہ کی بابت اپنی آخری رائے تحریر فرمائی ہے اور بعض اصول مشہورہ کے فسو پر تنبیہ بھی فرمائی ہے آپ کی دو کتابیں ایساغوجی اور ہدایۃ الحکمۃ نہایت مقبول اور داخل درس ہیں بعضہم تحقیق ایساغوجی..... لفظ ایساغوجی یونانی کلمہ ہے بمعنی کلیات نفس یعنی جس، نوع، فصل، خاصہ اور عرض عام قائل بعضہم فی ضبطہ

جس و فصل و نوع و خاص و عرض عام جملہ را ایساغوجی کردند نام  
 میر سید شریف جرجانی نے حاشیہ ایساغوجی میں ذکر کیا ہے کہ یہ حکماء یونان میں سے ایک حکیم کا نام ہے جو معرفت کلیات میں مہارت تامہ رکھتا تھا حواشی مطالع میں ہے کہ یہ ایک حکیم کا نام ہے جس نے کلیات کا استخراج اور ان کی تدوین کی تھی پھر مستخرج کو باہم مستخرج یا مدون کو باہم مدون موسوم کر دیا گیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک شخص کا نام ہے جو کسی حکیم کے پاس پڑھتا تھا اور ہر مسئلہ میں اس کے نام کے ساتھ مخاطب کرتا ہوا کہتا تھا یا ایساغوجی الخالی گذر بعض حضرات نے ذکر کیا ہے کہ اس کے معنی اصل میں پانچ پتھروں والے پھول کے ہیں پھر اس کو کلیات نفس کا علم کر دیا گیا کیونکہ حکیم نے ان کو پانچ اور اق میں مدون کیا تھا بہر کیف باب کلیات نفس منطوق کے ابواب تعد میں سے ایک عظیم ترین باب ہے جس میں بہت سے لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں جیسے فر نور یوس حکیم، شیخ مؤتی الدین عبداللطیف بن یوسف بغدادی اور علامہ اشیر الدین ابہری وقات..... سنہ وفات میں مختلف اقوال ہیں صاحب کشف نے ۷۰۰ھ لکھا ہے اور فہرست کتب خانہ مصر یہ میں ہے کہ ۷۰۰ھ کے حدود میں وفات پائی جرجانی زیدان نے ۶۶۳ھ مانا ہے ایک قول ۶۷۱ھ کا بھی ہے صاحب معجم نے ۶۶۰ھ لکھا ہے اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

## فہرست حواشی و شروح کتاب ایساغوجی

سنہ وفات

۷۸۱۶ھ

مصنف

سید شریف علی بن محمد الجرجانی

شرح

میر ایساغوجی

نمبر

۱



۵۸۳۳	علامہ شمس الدین ابی محمد بن حمزہ قاری	شرح ایسا غوجی	۲
-	شیخ خیر الدین جلیسی	=====	۳
-	شیخ شباب الدین احمد بن محمد مشہور بالابدی	=====	۴
۵۸۶۲	شیخ شریف نور الدین علی بن ابراہیم شیرازی	=====	۵
۵۹۶۹	شیخ مصطفیٰ بن شعبان سروری	=====	۶
۵۹۱۰	شیخ زکریا بن محمد انصاری قاہری	المطلع	۷
-	فاضل عبداللطیف نجفی	شرح ایسا غوجی	۸
-	شیخ ابوالعباس احمد بن محمد آمدی	=====	۹
۵۹۶۶	علیم شاہ محمد بن مبارک قزوینی	=====	۱۰
-	شیخ خیر الدین خضر بن عمر عطوفی	=====	۱۱
-	شیخ محمد بن ابراہیم حلبی	=====	۱۲
-	مولانا برکت اللہ بن احمد اللہ لکنوی	التحقیق المنطقی	۱۳
-	مولانا نائل احمد بن محمد بن خضر	اشرح اشرح	۱۴
۵۷۶۰	مولانا حسام الدین حسن السکانی	قال اقول	۱۵

### منظومات کتاب ایسا غوجی

۵۹۰۰	شیخ نور الدین علی بن محمد اشونی	منظومہ ایسا غوجی	۱
-	شیخ عبدالرحمن بن سیدی محمد	اسلم المشرق	۲
۵۱۰۱۶	شیخ ابراہیم بن حسام مستبشری	موزون المیزان	۳

### (۷۵) صاحب رسالہ شمس

تعارف..... آپ کا نام علی کنیت ابوالحسن، لقب نجم الدین اور والد کا نام عمر اور دادا کا نام علی ہے حکیم و پیران سے مشہور ہیں نسبت میں کاتبی اور قزوینی کہلاتے ہیں۔

محقق نصیر الدین طوسی متوفی ۶۷۲ھ کے ارشد علامہ میں سے ہیں موصوف نے مراند میں جو رصد خانہ کی بنیاد ڈالی تھی اس کی مہم میں علامہ کا رہی بھی شریک تھے۔

تصانیف..... (۱) جامع الدقائق فی کشف الحقائق (۲) یعنی القواعد۔ ۳۔ بحر الفوائد شرح عین القواعد۔ ۴۔ قاضی افضل الدین محمد خوجی کی کتاب ”نوامض الاذکار“ کی شرح کشف الاسرار۔ ۵۔ حکمۃ العین۔ ۶۔ لام فخر الدین رازی کی تفسیر کی شرح المنصص وغیرہ جیسی بلند پایہ کتابیں آپ ہی کی تصانیف ہیں۔ ۷۔ منطلق میں مختصر متن ”شمس“ بھی آپ ہی کا ہے جو تاہجہ شمس الدین محمد کیلئے لکھا ہے اور انھیں کی طرف نسبت کر کے ”شمس“ کے نام سے موسوم کیا ہے

وفات..... بقول صاحب تاریخ محمدی ۳ رجب المرجب اور بقول صاحب فوات الوفيات ماہ رمضان ۶۷۵ھ میں آپ نے وفات پائی۔

سہرہ و خاں چوبوئے گل فردوسہ محملہ

تورہ از کثرت اسباب بر خود تنگ میداری

ایک اہم اشتباہ..... صاحب کشف الظنون نے رسالہ شمس کے ذیل میں مصنف تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے نجم

ان کی یہ تشریح ”میکروزی“ کے نام سے بھی مشہور ہے کیونکہ موصوف نے اس کو صبح کے وقت شروع کر کے اسی روز مغرب کے وقت

افراغت پائی تھی نام طور سے میکروزی کا انتساب جو علامہ تفتازانی کی طرف کرتے ہیں یہ غلط ہے ۱۲۔

۱۳۔ تخم المطبوعات، کشف الظنون میر ایسا غوجی وغیرہ ۱۲۔

الدین عمر بن علی القزوی، المعروف بالکاتبی تلید نصیر الدین طوسی اور سنہ وفات ۴۹۳ ذکر کیا ہے جو بالکل غلط ہے کیونکہ یہ سن وفات نہ طوسی کا ہے اور نہ کاتبی کا، طوسی کا تو اس لئے نہیں ہے کہ خود صاحب کشف نے تحقق طوسی کی کتاب "تجرید" اور "تذکرہ اصیریہ" وغیرہ کے ذیل میں سنہ وفات ۶۷۲ مانا ہے، اور واقعہ بھی یہی ہے اور کاتبی کا اس لئے نہیں ہو سکتا کہ وہ طوسی کا شاگرد ہے اور طوسی اس وقت تک پیدا بھی نہ ہوا تھا کیونکہ طوسی کا سنہ پیدائش ۵۹۷ء ہے۔

پھر طرفہ یہ کہ خود صاحب کشف نے شرح کشف الاسرار، عین القواعد، حکمۃ العین، اور المنصص کے ذیل میں سنہ وفات ۶۷۵ ذکر کیا ہے اس کے باوجود شمس کے ذیل میں ۴۹۳ اور جامع الدقائق کے ذیل میں ۶۵۰ تحریر کر رہے ہیں علاوہ ازیں نام و نسب میں بھی غلط ہے شمس کے ذیل میں "عمر بن علی" ہے اور جامع الدقائق کے ذیل میں "ابو الحسن علی بن عمر" اور عین القواعد کے ذیل میں "ابوالعالی علی بن عمر بن علی" اور حکمۃ العین کے ذیل میں "ابو الحسن علی بن محمد" قتب۔

## فہرست حواشی و شروح رسالہ شمس

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح شمس	محمد (یا محمود) بن محمد قطب الدین رازی	۵۷۶۶
۲	سعدیہ شرح شمس	نلامہ سعد الدین مسعود بن عمر قفازلی	۵۷۹۱
۳	شرح شمس	شیخ علاؤ الدین بن محمد مشہور مصنف	۵۹۳۰
۴	==== (نا تمام)	شیخ جلال الدین محمد بن محمد محلی	۵۸۶۴
۵	=====	احمد بن عثمان ترکمانی جرجانی	۵۸۴۴
۶	=====	ابو محمد زین الدین عبدالرحمن بن ابی بکر العینی	۵۸۹۴
۷	=====	شیخ محمد بن موسی بسوی	۵۱۰۴۵
۸	=====	سید محمد بن سید علی ہمدانی	۵۹۸۴
۹	حاشیہ شمس	شیخ نور الدین بن محمد احمد آبادی	۵۱۱۵۵
۱۰	تقریب حاشیہ شمس	لبعض الاصل	==

## (۷۶) صاحب قطبی

نام و نسب..... محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، قطب الدین تھتانی لقب، والد کا نام بھی محمد ہے، رازی رازی کی طرف نسبت ہے، جو بلا و علم کا ایک شہر ہے سنہ پیدائش غالباً ۶۹۲ء ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے "بغیۃ الوعاة میں اور طاش کبری زادہ رودی صاحب مفتاح السعادة نے اور صاحب کشف الظنون نے ان کا نام محمود بتایا ہے۔

قطب الدین کے ساتھ التھانی کی وجہ تسمیہ..... صاحب مفتاح السعادة نے لکھا ہے کہ قطب الدین رازی مصنف قطبی اور قطب الدین شیرازی (ابو افتاء محمود بن مسعود بن مصلح) شارح حکمۃ الاشراف و مصنف درۃ التاج وغیرہ یہ دونوں ہم نام و ہم عصر عالم ایک ہی زمانہ میں شیراز کے ایک مدرسہ میں استاد مقرر ہوئے بالائی منزل میں شیرازی پڑھاتے تھے اس لئے ان کو قطب الدین فوقانی کہتے ہیں اور پگلی منزل میں قطب الدین رازی درس دیتے تھے اس لئے ان کو قطب الدین تھتانی کہتے ہیں۔

تحصیل علوم..... ابن شہبہ نے طبقات الشافعیہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے اپنے بلاد میں رد کر علوم عقلیہ کی تحصیل کی اور علوم شرعیہ میں بھی شریک رہتے اور عضد وغیرہ سے علمی استفادہ کیا پھر دمشق چلے گئے اور تادم حیات یہیں زندگی بسر کی، مفتاح السعادة میں ہے کہ آپ نے اہل الدین بابرلی صاحب عنایہ کے ساتھ قاہرہ میں شیخ شمس الدین صہبانی سے بھی پڑھا ہے۔

علمی مقام..... علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبری میں ان کی تعریف بایں الفاظ کی ہے، امام میرزائی الاصلیہ اشہر

اسمہ و بعد صیغہ، معقولات میں چوٹی کے امام تھے آپ کا نام مشہور ہے اور دور دراز تک آپ کی شہرت ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ جب ۶۳ھ میں دمشق پہنچے اور ہم نے ان سے بحث و مباحثہ کیا تو منطق و حکمت میں امام اور معانی و بیان اور علم تفسیر کا بہترین عالم پایا، حافظ ابن کثیر نے ان کے متعلق "احد الملکین العالمین بالمنطق کے الفاظ لکھے ہیں۔

درس و مدرسہ میں..... میں عبادت تامہ رکھتے تھے آپ کے حلقہ تلمذ میں شامل ہونے والے اکثر لوگ آسمان علم و فضل پر مرجاں تاب بن کر نمودار ہوئے، سعد الدین تفتازانی جیسی شخصیت نے آپ سے استفادہ کیا اور محقق وقت علامہ جلال الدین دوانی بھی آپ ہی کے شاگرد رشید ہیں جن کے متعلق مزید الخواطر میں یہ الفاظ ہیں۔

احد العلماء المشهورین بالدرس والافادة قراء العلم على الشيخ قطب الدين الرازي شارح الشمسيو قدم الهند درس و افادہ میں جو علماء مشہور ہیں ان میں ایک سر بر آور وہ عالم آپ کی ذات بھی ہے آپ نے علم شمس کے شارح شیخ قطب الدین رازی سے حاصل کیا اور ہندوستان تشریف لائے۔

میر سید شریف جرجانی بھی استفادہ کیلئے حاضر ہوئے تھے مگر اس وقت قطب الدین ضعیف ہو چکے تھے اسلئے استفادہ کا موقع نہ ہو سکا۔

ایک ضروری تنبیہ..... مزید الخواطر کی عبادت متذکرہ بالا جس میں ملا جلال الدین دوانی کو قطب الدین رازی کا شاگرد بتایا گیا ہے یہ ہم نے مولانا مناظر احسن گیلانی کی کتاب "نظام تعلیم و تربیت" صفحہ ۲۱۱ سے نقل کی ہے، مگر یہ عبادت محل تامل ہے اس واسطے کہ رازی کا سنہ وفات ۶۶ھ ہے اور دوانی کا سنہ پیدائش ۸۲۸ھ ہے پس دوانی کی پیدائش رازی کی وفات سے بائیس سال بعد ہے پھر تلمذ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ (تدبر)

دنیا سے رحلت..... موصوف نے لگ بھگ چوبیس سال کی عمر پائی ۶ ذی قعدہ ۶۶ھ میں اس قطب وقت کو سپرد خاک کیا گیا حافظ ابن کثیر اور جلال الدین سیوطی نے سنہ وفات یہی ذکر کیا ہے بعض حضرات نے سنہ وفات کچھ اور ذکر کیا ہے۔ تصنیفات..... آپ نے بہت سی عمدہ اور نافع کتابیں تصنیف کیں جن سے آپ کی جودہ طبع و استفادت فہم کا پتہ چلتا ہے مثلاً۔

(۱) الاوامع الاسرار شرح مطالع الانوار منطق و حکمت میں عظیم القدر و کثیر الشیخ کتاب ہے سلطان خدا بندہ کے وزیر غیاث الدین محمد بن خواجہ رشید کیلئے تصنیف کی گئی ہے۔ (۲) محاکمات شرح اشارات محقق نصیر الدین طوسی اور امام فخر الدین رازی نے شیخ ابو علی ابن سینا متوفی ۸۲۸ھ کی کتاب اشارات و التہنئات کی شرح لکھی ہے اور صاحب کتاب پر نقص و معارضہ بحث و مباحثہ اور بہت کچھ لے دے کی اسے اسی لئے بعض حضرات نے فخر الدین رازی کی شرح کو جرح سے تعبیر کیا ہے قطب الدین رازی نے فخر الدین رازی کے کلام پر کچھ اعتراضات و مباحث جمع کر کے قطب شیرازی کو دکھلائے آپ نے فرمایا لعقب علی صاحب الکلام الشیر لیسر و انما اللائلن تک ان تکون حکما بینہ و بین النصیر اس پر آپ نے محاکمات تصنیف کی جس سے آپ لوآخر جمادی الاخری ۵۵ھ میں فارغ ہوئے (۳) سالہ قطبیہ (۴) حواشی کشف تا سورہ طہ (۵) شرح الجودی الصغیر یہ چار ضخیم جلدوں میں ہے پھر بھی بقول ابن رافع نامکمل ہے۔

(۶) قطبی..... شرح شمس آپ کی مقبول و متداول کتاب ہے جو یوم تصنیف سے آج تک داخل درس ہے بلکہ بقول ملا عبد القادر بدائی، قبل ازیں بغیر از شرح شمس و شرح صحائف از مشفق و کلام در ہند شائع ہو دو نویں صدی کے آخر تک منطق میں قطبی اور کلام میں شرح صحائف کے علاوہ کوئی اور کتاب شائع ہی نہ تھی یعنی لازمی طور پر نصاب کے ختم کرنے والوں کو معقولات کی جن کتابوں کا پڑھنا ضروری تھا وہ صرف یہی تھیں یہ کتاب بھی آپ نے وزیر موصوف غیاث الدین کیلئے تصنیف کی تھی اس کا پورا نام "تحریر القواعد المنطقیہ فی شرح رسالت الشمس" ہے۔

حواشی قطبی..... (۱) حاشیہ از مولانا فاضل سمرقندی من علماء زمن السلطان حسین (۲) حاشیہ از مولانا حصام الدین ابراہیم بن عربشاہ اسفرائینی (۳) حاشیہ از مولانا طویل بن محمد قرمانی رضوی (۴) حاشیہ از ملا عبد الحکیم سیالکوٹی (۵) حاشیہ از شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی (۶) حاشیہ از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی۔

## (۷۷) صاحب میر قطبی

میر سید شریف جرجانی کا حاشیہ ہے جن کے حالات ”نحو میر“ کے ذیل میں گذر چکے موصوف کا یہ حاشیہ قطب الدین رازی کی کتاب ”قطبی“ پر ہے جو نہایت عمدہ حاشیہ ہے اور ایک عرصہ تک داخل نصاب رہا ہے ایک دور وہ تھا کہ تصویر کشی معشوق میں معجوران عشق کے پرواز تخیل کی انتہا قطبی و میر قطبی پر ہوتی تھی۔

عالم منطق مصور ہو تیری تصویر کا منہ کتابی قطبی ہے خط حاشیہ ہے میر کا (آتش لکھنوی) اور ایک یہ دور ہے کہ شرح جامی و میر قطبی وغیرہ کتب کے مضامین عالیہ سے نازک انداموں کے غیر متحمل اذہان گراں بار ہو رہے ہیں جس کے نتیجے میں ان کتب کو خیر باد کہہ کر نصاب سے خارج کیا جا رہا ہے قالی اللہ المستغنی۔  
حواشی میر قطبی..... (۱) حاشیہ محمد بن سعد جلال الدین دوانی (۲) حاشیہ عماد الدین لکنئی (۳) حاشیہ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی بر قطبی و میر قطبی (۴) حاشیہ صدر الدین شیرازی (۵) حاشیہ ابو الورود (۶) حاشیہ میر داؤد (۷) حاشیہ ملا محمود سرخ (۸) حاشیہ ملا عصام الدین بر قطبی و میر قطبی (۹) نعم النصیر لِحاشیۃ لمیر از نام تحریر

## (۷۸) صاحب تہذیب المنطق

شیخ سعد الدین قناتزانی کا مشہور متن متین ہے جن کے حالات مختصر الہی کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔

## فہرست شروع و حواشی کتاب تہذیب المنطق

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح تہذیب	علامہ جلال الدین محمد بن اسعد صدیقی دوانی	۵۹۰۷
۲	=====	شیخ مصلح الدین محمد بن صلاح اللاری	۵۹۷۹
۳	=====	شیخ الاسلام احمد بن محیی بن محمد مشہور بھید سعید الدین	۵۹۱۶
۴	=====	شیخ مرشد بن امام شیرازی	-
۵	=====	شیخ عبید اللہ بن فضل اللہ خسبسی	-
۶	جدد المقل	شیخ زین الدین عبد الرحمن بن ابی بکر	-
۷	شرح تہذیب	شیخ محی الدین محمد بن سلیمان کاجی	-
۸	=====	شیخ محمد بن ابراہیم بن ابی الصفا	-
۹	=====	شیخ بہ اللہ حسینی مشہور بشاہ میر	-
۱۰	=====	شیخ مظفر الدین علی بن محمد شیرازی	۵۹۲۲
۱۱	=====	شیخ عبد اللہ بن حسین یزدی	۵۱۰۱۵
۱۲	حاشیہ تہذیب	مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	-
۱۳	شرح تہذیب	شیخ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی	۵۱۱۵۵

## (۷۹) صاحب صفری و کبری

یہ دونوں رسالے میر سید شریف جرجانی کے ہیں جن کے حالات نحو میر کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔

حواشی و شروح..... (۱) شرح از میر ابو البقاء بن عبد الباقی حسین (۲) شرح۔ از میر موصوف (۳) شرح از ملا عام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائی (۴) حاشیہ۔ از مولانا بركات اللہ بن محمد احمد اللہ

## (۸۰) صاحب شرح تہذیب

تعارف..... ان کا نام عبد اللہ ہے لوز والد کا نام حسین، نسبت میں یزدی کہلاتے ہیں صاحب کشف نے جو شارحین تہذیب کی فہرست میں ”مجم الدین شہاب الدین عوبعد اللہ“ کو ذکر کیا ہے غالباً وہ یہی ہیں اپنے وقت کے زبردست محقق، علامہ روزگار عظیم لہیاء اور نہایت خوبصورت تھے شیخ بہاؤ الدین محمد بن حسین عالی ابراہیم ہمدانی اور آپ کے صاحبزادہ حسن علی وغیرہ نے آپ سے تعلیم پائی۔ ۱۰۱۵ھ کو شہر اصبہان میں انتقال ہوا اور شرح القواعد، شرح الجلال، حاشیہ شرح مختصر (شرح نفیس) حاشیہ بر حاشیہ خطائی اور شرح تہذیب وغیرہ یادگار چھوڑیں، مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں ”کلام غوبتہ متعہ“

## فہرست حواشی شرح تہذیب

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ شرح تہذیب	ملا عبد انبی بن قاضی عبد الرسول احمد نگری	-
۲	=====	مولوی محمد اسماعیل مراد آبادی	۱۳۵۳ھ
۳	=====	ملا محمد امین کشمیری	۱۲۰۹ھ
۴	تہذیب علی شرح التہذیب	مولوی عبد الرزاق ایشاوری	-
۵	تحقیقات المتقیہ	مولوی محمد کبھوی	-
۶	تحفہ شاہ جہانی	مولی الہی بخش فیض آبادی	۱۳۰۶ھ

## (۸۱) صاحب سلم العلوم

نام و نسب اور پیدائش..... ہندوستان کی سیر حاصل زمین نے جہاں فقہ و حدیث میں صفائی علمی متقی، شیخ عبدالحق، کلام و اسرار شریعت میں، بحر العلوم اور شادولی اللہ لوبہ معانی میں عبد المتقدر ملک العلماء اور ملا محمود، لوبہ شاعری میں سلمان خسرو اور فیضی تاریخ و خبر میں برنی ابو الفضل اور آزاد بلگرامی کو پیدا کیا وہیں فلسفہ و منطق میں ملا نظام الدین اور ملا محبت اللہ کو پیدا کیا۔

آپ کا نام محبت اللہ ہے اور والد کا نام عبد الشکور، جو انا آزاد نے ”سجۃ المرجان“ میں لکھا ہے کہ صوبہ بہار میں کڑا نامی گاؤں ”جو“ محبت علی پور“ پر گنہ سے تعلق رکھتا ہے یہاں آپ پیدا ہوئے آپ کا تعلق بہار کی ایک شریف قوم ملک“ سے تھا جس کی اس زمانہ میں بھی اس صوبہ میں معقول تعداد ہے اور وہی دو بیوی ہر حیثیت سے مسلمانوں میں ایک امتیاز رکھتا ہے نہ صرف قدیم بلکہ جدید تعلیم یافتوں کا طبقہ بہار میں ”ملک“ ہی قوم سے تعلق رکھتا ہے۔

تحصیل علوم..... عقوان شباب میں دیدار یورپ کی سیاحت کی اور جا بجا چیدہ چیدہ حضرات شیخ قطب الدین بن عبد الحلیم انصاری سہاوی وغیرہ سے ابتدائی اور درجات دستگی کی کتابیں پڑھیں آخر میں علامہ سید قطب الدین حسینی شمس آبادی کی خدمت میں شمس آباد (ہنوج) پہنچے اور اس قطب والاد درجات کی رہنمائی سے درجات تکمیل ملے کر کے زیور فضائل سے آراستہ ہوئے مولانا فضل لام خیر آبادی نے ”آدم نامہ“ میں لکھا ہے کہ آپ ملا ابو الواعظ بن قاضی صدر الدین (انالیق لورنگ زیب عالمگیری) کے از مولفین عالمگیری) کے درس میں شریک ہونا چاہتے تھے مگر آپ کے پاس وقت نہ تھا اس لئے سہالی جا کر ملا قطب الدین شہید کے شاگرد ہو گئے، صاحب ہاٹر الکرام نے آپ کو ”بحریت از علوم بدریست ہیں الجوم“ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

قاضی صاحب کا آخر اقبال بر اوج جلال..... قاضی محبت اللہ نے اپنے زمانہ میں جہاں دینی حیثیت سے کمال حاصل کیا

وہیں دنیاوی حیثیت سے بھی ترقی کے آخری نقطہ پر پہنچے جو ملاگیری کے پیشہ کرنے والوں کی معراج کمال تھا یعنی تکمیل علوم سے فراغت کے بعد دکن کی جانب سفر کیا اور بارگاہ خلد مکالم (عالمگیر بادشاہ) میں باریاب ہو کر لکھنؤ کے منصب قضاء پر فائز ہوئے تھوڑے دنوں کے بعد اس منصب سے معزول ہو کر دوبارہ دکن کا رخ کیا اور حیدر آباد کے منصب قضاء کی خدمت میں مامور اور سر فرما ہوئے لیکن خاص سبب سے معسوب ہو کر یہاں سے بھی معزول ہو گئے کچھ ارکان دولت عالمگیر کی سفارش سے عتاب سے نجات پا کر شاہزادہ رفیع القدر (ابن شاہ عالم بن اورنگ زیب) کے اتالیق مقرر ہوئے جب شاہ عالم پیشگاہ خلافت سے صوبہ کابل کی گورنری پر مامور ہوئے تو قاضی صاحب شاہزادہ کے ہمراہ کابل پہنچے سلطان عالمگیر کی وفات کے بعد جب شاہ عالم سلطنت مغلیہ کے فرمانروا اعظم اور محمد مطلق شہنشاہ ہو کر ہندوستان واپس ہوئے تو قاضی صاحب کا اختر اقبال بھی ادب جلال پر پہنچا بقول مولانا آزاد صدارت مجموعہ ممالک ہندوستان کے منصب جلیل پر سر فرما ہوئے جو ہندوستان میں شیخ الاسلامی کے عہدہ کے مرادف تھانیز مزید اکرامات و اعزازات کے ساتھ شاہ عالم نے "فاضل حل" کے پر ہیبت خطاب سے ان کے لامہات میں جا چاند لگائے۔

محبت اللہ کی علمی یادداشت..... مسلم الثبوت کا جو نسخہ مصر سے شائع ہوا ہے اس کے آخر میں ملاحظہ اللہ کی ایک خود نوشتہ عجیب یادداشت چھاپ دی گئی ہے جس میں موصوف نے عہدہ نعت کے بعد لکھا ہے کہ اصل کتاب کی تالیف سے فارغ ہونے کے بعد میرے بعض دوستوں نے فرمائش کی کہ خود ہی اپنی اس کتاب کے مشکلات کی تشریح میں ایک حاشیہ لکھوں بہر حال اصل متن اور اس کے حواشی لکھنے کے وقت جو کتابیں ان کے سامنے تھیں ان کی فرست خود انہی کے قلم سے یہ ہے۔

واعلم انه قد جمع الله بفضله لدى حين تصيفي لهذا الكتاب من كتب الحنفية كتاب البزدوى وكشف المنار والبدیع و شرح الشرح والتوضیح والتلویح والتحریر لابن الهام والتقریر والتیسیر مع شروحه ومن كتب الشافعية للحصول للامام الرازی الاحكام للامدی و شرح المختصر للقاضی وتعلیقاه مع حاشیت السيد الشریف والا بهری و شرح الشرح انشازانی وحاشیت الفاضل میرزان جان مالودور والعقود المنهاج البیضاوی و شرحه للاسوی ومن كتب المالکیت المختصر والمنتهی لابن الحاجب.

معلوم ہونا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے پاس اس کتاب کی تصنیف کے زمانہ میں حسب ذیل کتابوں کا ذخیرہ جمع کر دیا تھا حنفیوں کے اصول فقہ کی کتابوں میں سے تو البزدوی اور اصول سرخی، کشف بزدوی کشف المنار اور البدیع نیز البدیع کے شارحوں نے جو اس کی شرحیں لکھی ہیں تو صحیح و مکمل ابن ہمام کی تحریر (اس کی شرح) التقریر اور التیسیر اپنے مختلف شروح کے ساتھ یوں ہی شافعیوں کی کتابوں میں سے الحصول امام رازی کی الاحکام آمدی کی شرح مختصر قاضی کی نیز اس کے تعلقاً سید شریف کے حاشیہ کے ساتھ الابہری کی شرح نیز انشازانی کی شرح الشرح اور فاضل میرزا جان کا حاشیہ الودود اور العقود نامی کتابیں بھی قاضی بیضاوی کی منہاج اور انھوں نے جو اس کی شرح لکھی ہے اور مالکیوں کی کتابوں میں ابن حاجب کی مختصر اور غنی الاصول۔

اہل علم جانتے ہیں کہ ملاحظہ اللہ نے کتب اصول فقہ کی جو فرست پیش کی ہے کتنی جامع اور حاوہرست ہے اس فن کی اہم کتابوں میں خود ہی غور کیجئے کہ آخر کون سی کتاب رہ گئی ہے صرف اصول احناف کی ہی کتابیں نہیں بلکہ شافعی مالکی اصول فقہ کی اہمات کتب بھی زیر مطالعہ تھیں۔

محبت اللہ و امان اللہ میں مباحثہ..... مولانا آزاد نے ملاحظہ اللہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ان کا اور مولانا حافظ امان اللہ بنارس کا اجتماع اتفاقاً لکھنؤ میں ہو گیا، ملاحظہ اللہ لکھنؤ کے قاضی تھے اور حافظ صاحب صدر الصدور دونوں ایک ہی استاد مولانا قطب الدین شمس آبادی کے شاگرد تھے اسی محاصرے نے دونوں میں مقابلہ کا بازار کچھ دنوں تک گرم رکھا، لکھتے ہیں "ہاں، طریق مباحثہ علمی مسلوک و امتداد"

علمی کارنامے..... علامہ موصوف نے (الجواہر المفرد۔ فی بحث جزء لا یتجزی (۲) سالہ فی المغالطات العامۃ الورود (۳) سالہ فی ان مذہب الحنفیۃ بعد بن الرائی من مذہب الشافعیہ (۴) منہیات حواشی مسلم الثبوت وغیرہ مختلف کتابیں

تصنیف کیں۔ فن منطق میں (۵) سلم العلوم جیسا معرکہ الا آراء متن متین جس نے منطقی دنیا میں پھل بجای اور اصول فقہ میں (۶) مسلم الثبوت جیسی شرہ آفاق و بیش ہا کتاب جو بقول مولانا سبلی "درس نظامیہ کے نصف نصاب کو اپنے نیچے تقریباً دو سال اس نے دبا کر رکھا۔ درس نظامیہ کی مشہور کتابیں ہیں، مسلم الثبوت کتاب سلم العلوم کے بعد کی تصنیف ہے کیونکہ مسلم الثبوت میں کئی جگہ سلم کا حوالہ موجود ہے چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں "وفیہ نظر اثرت الیہ فی السلم" (۷) الافادات اس کا ذکر مسلم الثبوت میں موجود ہے حیث قال "وقد فرغنا عنسانی السلم والافادات" (۸) القطرة اللاتہ یہ ایک رسالہ ہے جس میں اصول غامضہ مذکور ہیں جن میں سے ایک مسئلہ اختیار ہے اس کا ذکر بھی مسلم الثبوت میں موجود ہے جس کی بابت موصوف نے کہا ہے "وانما لاجدی من تقادیر العصاص" کہ یہ بہت ہی نافع کتاب ہے۔

علمی کارناموں نے ملا کو محسود اقران بنا دیا..... اور ان کو بدنام کرنے کی یہ عجیب کوشش کی گئی کہ کسی صاحب نے منطق میں ایک رسالہ لکھا جس کے عام مسائل کی عبارتیں ہی نہیں بلکہ مسلم کے مشہور دیباچہ "بیجانہ ما اعظم شانہ" سے ملا جلا خطبہ بھی لکھا جس کے کچھ الفاظ مولانا محمود الحسن ٹونگی کی کتاب "معجم المکلفین" میں نقل بھی کیے ہیں۔

"الحمد لمن هو عن الکلیت والجزئیات تعالیٰ و عن الجنس و الفصل تبری فلا یحد ولا یحد به نعم یتصور بوجه یمتاز بہ او" اور لطیفہ یہ کڑھا کہ مشہور معقول و کلامی مصنف مرزا جان کی طرف اس کو منسوب کر دیا، مقصد یہ تھا کہ محبت اللہ کی کتاب سرقہ ثابت ہو جائے تماشا کی بات یہ ہے کہ ایک ایرانی عالم کی کتاب "روضات الجنات" جس میں علماء کے حالات میں خود مرزا جان لور ان کے معاصر ابوالحسن الکاشی کے متعلق لکھا ہے "کان مشیجان من کثیر الکتب الخیر للتلولہ" (یعنی یہ دونوں غیر مشہور کتابوں سے چرایا کرتے تھے لکھا ہے کہ زیادہ تر غیث منصور کی کتابوں سے یہ دونوں حضرات سرقہ کیا کرتے تھے۔

غالباً مرزا جان کی طرف منسوب کرنے کی وجہ بھی یہی تھی: وہی کہ وہ خود اس مسئلہ میں بدنام تھے واقعہ یہ ہے کہ مسلم جیسی کتاب اگر مرزا جان صاحب کے قلم سے پہلے ہی نکل چکی ہوتی تو جہاں ان کی بیسیوں معمولی کتابیں علما میں پھیلی ہوتی ہیں ایسا متن متین گوشہ گمانی میں کیوں بڑا رہ جاتا۔

نیز ملامت اللہ کی عبادت میں جو آمد سے اور اس جعلی کتاب میں جو آوردے خود دلیل ہے اس کے جعلی ہونے کی محبت اللہ ایک خاص طرز تعبیر کے موجد ہیں مسلم میں بھی ان کا یہی رنگ ہے لیکن مرزا جان کی کسی کتاب کی عبارت مسلم و مسلم کے طرز کی نہیں ہے۔

لطیفہ..... کتب خانہ عرفانیہ میں مسلم الثبوت کی ایک شرح قلمی موجود ہے شارح کا نام تو معلوم نہیں ہو سکا لیکن اس کے کاتب محمد اکمل کے قلم سے ایک نوٹ شروع میں درج ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۵ شعبان ۱۸۰ھ کو یہ شرح تصنیف ہوئی اور ۱۱۳۹ھ میں کاتب نے مصنف کے اصل مسودہ سے یہ میسرہ تیار کیا اس وقت شارح کا انتقال ہو چکا تھا اس کتاب میں متن کی عبارت "لا بعد فیقول الفکور الصبور محبت اللہ بن عبدالفکور" کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے "فی الماشیہ" الوصف الاول کاتبہ بالارث والوصف الثانی کاتبہ بنفسہ" اس کے بعد لکھا ہے کہ طلبہ میں یہ بات مشہور ہے کہ مصنف نے اس کتاب کو تصنیف کرنے کے بعد اپنے استاد عالم تحریر کی خیر شیخ قطب الدین انٹھوی مشہور بہ شمس آبادی کی خدمت میں بھیجا انھوں نے جب یہ عبارت دیکھی تو فرمایا کہ یہ اس نے کیا کیا کہ اپنے باب کو اپنا غلام بنا لیا۔

وفات..... شاہ عالمگیر لورنگ زیب نے اپنے پوتے (شاہ عالم کے صاحبزادے) فریح القدر کی تعلیم کیلئے ملامت اللہ کو شاہ عالم گورنر کابل کے ساتھ کابل بھیج دیا تھا انہی دنوں میں عالمگیر کی وفات ہو گئی یہ خبر کابل پہنچی تو اس جاں گداز مصیبت پر شاہ عالم وہاں سے ۱۱۱۸ھ میں اکبر آباد پہنچے اور اس کے دوسرے سال یعنی ۱۱۱۹ھ میں قاضی صاحب منصب حیات سے ہمیشہ کیلئے معزول ہو گئے پھر وفات "تذہر لور قاضی مولوی محبت اللہ لور مصر عہد رفتہ سوئے لرم محبت اللہ سے ظاہر ہے۔

شروح و حواشی مسلم..... (۱) شرح سلم از قاضی مبارک بن محمد وائم گویا مولوی (۲) شرح سلم از ملا محمد اللہ سندیلوی (۳) شرح سلم از ملا حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ (۴) شرح سلم از محمد عین بن ملامت اللہ بن احمد عبدالحق (۵) البحر العلوم از مولانا عبدالعلی بن نظام الدین بن قطب الشہید (۶) اصحاب المعلوم از مولانا بکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ

لکھنوی (۷) ضیاء الجوم از علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی۔ (۸) کشف الاسرار از ملا کندیا مرحوم (۹) شرح سلم از ملا احمد عبدالحق بن ملا قطب الدین فرنگی بھلی (۱۰) شرح سلم از قاضی احمد علی بن سید فتح محمد سندیلی (۱۱) شرح سلم (تالابحد ولایت) از مفتی شرف الدین رامپوری (۱۲) شرح سلم از علامہ محمد بن علی العصبان متوفی ۱۲۰۶ھ (۱۳) شرح سلم از محمد وارث رسول نمابڑہ سی (۱۴) انوار العلوم اردو از انوار الحق کاکا خیل پشاور سی۔ ۱۔

## (۸۲) ملاح احمد اللہ

نام و نسب..... آپ کا نام حمد اللہ ہے اور والد کا نام حکیم شکر اللہ سلسلہ نسب یوں ہے حمد اللہ بن حکیم شکر اللہ بن شیخ دانیال بن پیر محمد صدیقی سندیلوی، ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہالوی اور شیخ کمال الدین فتح پوری کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں نہایت بلند پایہ معقول عالم اور حازق طیب تھے۔

درس و تدریس..... قصبہ سندیلہ جس کو آپ کا وطن عزیز ہونے کا فخر حاصل ہے اسی سندیلہ کے ایک مدرسہ میں عرصہ تک درس و افتادہ میں مشغول رہے آپ کے دامن تربیت سے فیض یافتہ بہت سے نامور فضلاء نکلے مثلاً قاضی احمد علی سندیلوی (۱) صاحب ترجمہ مولوی احمد حسین لکھنوی، ملاح باب اللہ جونپوری، مولوی محمد اعظم قاضی زاوہ سندیلہ، مولوی عبد اللہ بن زین العابدین مخدوم زاوہ سندیلہ وغیرہ۔

علمی مقام..... صاحب زہدہ الخواطر لکھتے ہیں "کان من الاساتذۃ المشہورین فی ارض ہندوستان میں مشہور اساتذہ میں سے تھے" ایک جگہ لکھتے ہیں "انتہت الیہ الاماتہ فی العلم والتدریس" علم و تدریس میں امامت اسی پر ختم تھی۔

قدر و منزلت..... ملاح احمد اللہ کے ہاتھ وزیر ممالک مغلیہ ابوالمصور نواب صفدر جنگ کا بہت گہرا تعلق تھا اور اس کی نگاہ میں آپ کی غیر معمولی وقعت تھی اسی لئے نواب موصوف نے آپ کو دی دربار سے "فضل اللہ خان" کا خطاب دلویا تھا ان کے تعلقات کی جو نوعیت تھی صاحب تذکرہ علماء ہند اس کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں نواب ابوالمصور خان صوبہ دار اور نواب ابوالمصور خان جو صوبہ اودھ کے صوبہ دار تھے۔

دستار بدل برادرانہ کا تعلق رکھتے تھے

بودے دستار بدل برادرانہ داشت

دستار بدل برادرانہ کا مطلب..... دستور تھا کہ جو واقع میں بھائی نہ ہوتا تھا اس کو کوئی بھائی بنانا چاہتا تو اپنی پگڑی یا ٹوپی اس کے سر پر اور اس کی پگڑی یا ٹوپی اپنے سر پر رکھتا اسی کا نام "دستار بدل برادرانہ" تھا۔ اخوت کا جو تعلق اس رسم کے بعد قائم ہوتا تھا وہ رشتہ کے تعلقات سے بھی آگے بڑھ جاتا تھا آخر دم تک لوگوں کو اس کا لحاظ پاس کرنا پڑتا تھا۔

صفدر جنگ کے عہد اقتدار میں علم و کمال کی وہ بے قدری تھی کہ بیک گردش قلم خاندان تباہ و برباد کر دیئے گئے مگر یہی نواب اپنی دستار ایک معمولی قصبائی مولوی کے سر پر رکھ کر ان کو اپنا بھائی بناتا ہے اس سے ملاح احمد اللہ کی معقول وقعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے علاوہ ازیں موصوف نے احمد شاہ دہلوی سے سفارش کر کے آپ کو چند گاؤں بطور جاگیر دلوائے جس کے بعد آپ نے سندیلہ میں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا۔

ملا کا مذہب..... مولوی حمد اللہ کس اعتقاد کے آدمی تھے صحیح طور پر نہیں کہا جاسکتا لیکن چونکہ حمد اللہ میں میر باقر ولماو کے متعلق عموماً "خیر الخلق بالہمہ" کا خطاب التزاماً استعمال کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ فرقہ لامیہ کے عالم بہاء الدین عالمی کی کتاب "رہبہ الاصول" (جو غالباً شیعی اصول فقہ کی کتاب ہے) اس کی شرح بھی لکھی ہے اس لئے لوگوں کا عام خیال یہ ہے کہ انھوں نے ذاتی طور پر شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا۔

وفات..... ۱۱۶۰ھ میں آپ نے دہلی میں وفات پائی اور حضرت قطب الدین لوشی کے مزار کے جانب غرب و جنوب میں مدفون ہوئے۔

تصانیف..... ملاح احمد اللہ نے بہت سی معرکتہ الاراء کتابیں تصنیف کیں جو زیادہ تر فن معقولات ہی سے متعلق ہیں چنانچہ



حمد اللہ (شرح تصدیقات سلم حاشیہ شمس بازغہ حاشیہ بر صدر اشرف زبدۃ الاصول عالی آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔

## فہرست حواشی کتاب حمد اللہ

نمبر	حاشیہ	مصنف	سن وفات
۱	حاشیہ بر حمد اللہ	مولوی تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت لکھنوی	۱۲۸۱ھ
۲	=====	مفتی سعد اللہ مراد آبادی	۱۲۹۳ھ
۳	=====	مفتی عبد اللہ شمس العلماء ٹوبکنی	-
۴	=====	مفتی عنایت احمد کاکوروی	۱۲۷۹ھ
۵	=====	مولوی عبد الحکیم بن عبد الرب بن بحر العلوم عبد العلی	۱۲۸۷ھ
۶	رفع الاشتباہ عن شرح السلم	مولوی برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	-
۷	کشف الاشتباہ ==	مولوی عبد الحکیم بن امین اللہ بن محمد اکبری فرنگی محلی	۱۳۸۵ھ
۸	حاشیہ حمد اللہ	مولوی عبد الحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی	۱۳۱۶ھ
۹	تعلیقات بر حمد اللہ	مولوی حیدر علی بن حمد اللہ سندیلوی ل	۱۲۲۵ھ

## (۸۳) قاضی مبارک

نام و نسب..... آپ کا نام مبارک ہے اور والد کا نام محمد دائم، وطن عزیز گویا موہے، سلطان ابراہیم بن ادہم کی اولاد سے ہیں سلسلہ نسب یوں ہے قاضی مبارک بن دائم علی بن عبد الحئی بن عبد الحکیم بن المبارک ادہمی ناصحی گویا موہی، مولوی حمد اللہ سندیلوی اور مولوی قاضی احمد علی سندیلوی کے ہم عصر ہیں اور ان دونوں حضرات سے علمی مباحثہ و مناظرہ بھی رکھتے ہیں۔ تحصیل علوم..... آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا محمد دائم علی ادہمی اور قاضی شہاب الدین گویا مری سے پائی مولوی حکیم عبد الحئی صاحب مرحوم نزمیہ الخواطر میں لکھتے ہیں ”و تلقی العلم فی مصرہ عن القاضی شہاب الدین اللوفا موہی“ پھر خیر آباد جا کر محدث وقت حاجی محمد صفت حسینی غیر آبادی سے سند حدیث حاصل کی اور اکبر آباد پہنچ کر میرزا بہ بن محمد اسلم بیروی سے معقولات کی تکمیل کی اس کے بعد دہلی تشریف لائے اور مدت دراز تک درس و افتادہ میں مشغول رہے۔

مختصر مگر جامع تعارف..... مولانا فضل امام خیر آبادی آمد نامہ میں لکھتے ہیں ”قاضی مبارک ذہن رسا و طبیعت عالی داشت اور امور عامہ دانی مشہور بود اول کسی کہ حاشیہ بر میرزا بہ نوشت و سلم را شرح کرد و او بود، منبع طرز میرزا بہ قرا و ما دست عبادت شرح مسلم بیروی میر اختیار کرد۔“ صاحب نزمیہ الخواطر لکھتے ہیں ”کان من مشاہیر الاذکیاء شہرۃ مغنیۃ عن الاطباء فی وصفہ“ آپ مشہور ترین ذہانت و ذکاوت والوں میں سے تھے اور آپ کو ایسی شہرت حاصل تھی کہ تعریف و توصیف کی زیادتی سے آپ بے نیاز تھے۔

وفات..... ۵ شوال ۱۱۶۳ھ میں بعد احمد شاد دہلی میں انتقال ہوا جنازہ دہلی سے گویا مولایا گیا اور جہر امجد کے مدرسہ میں دفن کیے گئے مادہ تاریخ حسن خاتمہ ہے۔

تصانیف..... آپ کی تصانیف یہ ہیں (۱) حاشیہ شرح مواقف (۲) تعلیقات بر حاشیہ سید زاہد علی ابوالرسانۃ الطلیب (۳) تعلیقات بر حاشیہ شرح تہذیب حق الدوانی (۴) شرح سلم مشہور بقاضی مبارک قابل فی خاتمہ قد تم اشرف بفضل من اللہ تعالیٰ و تبارک من عبدہ محمد مبارک فی سنۃ الف و ما یتہ لربیعین و ثلث من الحجۃ النبویۃ فی سابع شہر ربیع الاول یوم الغیبیس فی بلدہ شاہجہاں آباد۔

## فہرست حواشی قاضی مبارک

نمبر	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	الصلیق الرضی علی شرح القاضی	مولوی تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت لکھنوی	۱۲۸۱ھ
۲	حاشیہ شرح قاضی	حافظ دراز محمد احسن محمد صادق بن محمد اشرف پشوری	۱۲۶۳ھ
۳	=====	مولانا فضل حق بن فضل امام خیر آبادی	۱۲۷۸ھ
۴	=====	مولانا عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی	۱۲۱۶ھ
۵	القول المسلم علی شرح المسلم	مولانا عبدالحق بھوپالی	
۶	حاشیہ شرح قاضی	مولانا محمد یوسف	

### (۸۴) ملاحسن

نام و نسب..... آپ کا نام محمد حسن ہے اور والد کا نام قاضی غلام مصطفیٰ سلسلہ نسب یوں ہے محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ بن ملا سعد بن قطب الدین شہید سہالوی۔

تحصیل علم..... آپ نے بعض کتابیں اپنے ماموں ملا کمال الدین فتح پوری سے اور اکثر کتب استاذ السند مولانا نظام الدین بن قطب الدین شہید سے پڑھ کر تمام علوم میں مہارت حاصل کی یہاں تک کہ علمایان کرتے ہیں کہ اگر ملا حسن شیخ ابن سینا سے معقولات میں مقابلہ کرتے تو ان پر غالب آجاتے ایک دن اپنے استاذ نظام الدین سے کسی منطقی مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے استاذ نے فرمایا کہ شیخ نے سفاء میں یہ کہا ہے تم کیوں اس کے خلاف گفتگو کر رہے ہو ملا حسن نے باادب عرض کیا کہ معقولات میں تقلید نہیں کی جاسکتی شیخ نے یہ کہا ہے میں یہ کہتا ہوں آپ شاہ اسحاق خاں شاہجہان پوری کے مرید اور شاہ عبدالرزاق ہانسوی کے خلیفہ تھے۔

قوت حافظہ..... ملاحسن اپنے تمام بھائیوں سے ذکاوت و ذہانت میں سبقت لے گئے تھے کبھی ان کو کتاب کی مراجعت کی حاجت نہیں پڑتی تھی قوت حافظہ اس قدر زبردست تھی کہ کتب درسیہ کی عبارتیں ان کو زبانی یاد تھیں یہاں تک کہ اگر ہدایہ وغیرہ کی مانند کسی کتاب کی عبارت غلط ہوتی اور کئی سطریں چھوٹ گئی ہوتیں تو اس کو اپنی یاد سے درست فرماتے اور پوری شیخ عبارت پڑھ دیتے واقعہ یہ ہے کہ خاندان فرنگی محل میں ملاحسن سے زائد قوی حافظہ ذہین ذکی اور طریق منطقی پر بحث کا ماہر کوئی نہیں گزرا۔

درس و مدرس..... آپ نے ایک زمانہ تک فرنگی محل میں تدریس و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا ایک عالم اس چشمہ علم سے سیراب ہو اور دور دور کے طلبہ آپ کے پاس پڑھنے کیلئے آتے تھے مولوی محمد مبین لکھنوی اور مولوی عماد الدین لکھنوی آپ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔

سفر شاہ جہانپور..... ایک مذہبی مناقشہ کی وجہ سے آپ کو ترک وطن کرنا پڑا اور پوشیدہ طور پر شاہ جہاں پور کی جانب سفر فرمایا وہاں پہنچ کر حضرت سید مدن میاں کے دولت کدہ پر قیام فرمایا چونکہ اس زمانہ میں حافظہ رحمت خاں والی شاہجہانپور مرہٹوں کے ساتھ جہاد کرنے کے انتظامات میں شب و روز لگے ہوئے تھے اس لیے وہ ملاحسن کی خدمت نہ کر سکے۔

ضابطہ خاں کے یہاں باضابطہ قیام..... اسی درمیان میں ضابطہ خاں بن نجیب الدولہ نے آپ کو بلا بھیجا اور آپ کے تشریف لے جانے پر نہایت اعزاز و اکرام کیا اور معقول مشاہرہ مقرر کر کے آپ کے استاذ ملا کمال الدین کی جگہ پر دارالترک کے مدرسہ میں مقرر کر دیا، مولوی برکت اللہ آبادی بھی اس زمانہ میں وہیں تھے ضابطہ خاں کو مرہٹوں سے شکست ہو گئی

اور نظام سلطنت درہم برہم ہو گیا ملا حسن دہلی چلے گئے اور کچھ زمانہ تک شاہ عالم کی رفاقت میں رہے اس کے بعد ضابطہ خاں کا انتظام سلطنت درست ہو گیا تو انھوں نے آپ کو پھر بلوایا اور بدستور سابق اعزاز و احترام کے ساتھ دارانگر کا مدرسہ آپ کے سپرد کر دیا۔

شہر رامپور کو واپسی..... کچھ زمانہ کے بعد ضابطہ خاں کو پھر متعدد لڑائیوں کی طرف متوجہ ہونا پڑا جس کی وجہ سے نظام بہت گڑبڑ ہو گیا مجبوراً آپ رامپور واپس آئے اور یہاں اقامت اختیار فرمائی، نواب فیض اللہ خاں دہلی رامپور نہایت اعزاز سے پیش آئے اور گرانقدر سخاوت مقرر کر کے سرکاری مدرسہ آپ کے سپرد کیا۔

وقت..... آپ نے وہیں ۱۲۰۹ھ میں بعد بہادر شاہ وفات پائی آپ کا مزار رامپور ہی میں ہے۔  
الباقیات الصالحات..... ملا حسن سے زائد فرنگی محل میں کسی نے عقد نکاح نہیں کئے موصوف کے پانچ عقد ہوئے ایک مولانا احمد عبدالحق کی صاحبزادی سے جن کے بطن سے پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں کوئی لڑکا نہیں ہوا دوسرا عقد ایک زن اجنبیہ سے لکھنؤ میں ہوا جن سے دو صاحبزادے عبد اللہ اور عبد الرزاق پیدا ہوئے تیسرا عقد صفی پور میں ہوا جن سے صرف ایک صاحبزادہ غلام دوست محمد پیدا ہوا چوتھا اور پانچواں عقد رامپور میں ہوا پانچویں بیوی سے صرف دو صاحبزادے محمد اسحاق اور محمد یوسف پیدا ہوئے آپ کی اولاد میں سے سوائے دوست محمد کی اولاد کے اور کوئی باقی نہیں ہے۔

تصانیف..... (۱) شرح مسلم الثبوت (۲) حاشیہ بر صدر (۳) حواشی زوائد ثلاثہ (۴) معارج العلوم متن منطق میں (۵) معارج العلوم متن حکمت میں (۶) حاشیہ نفس باذغہ (۷) ملا حسن..... شرح مسلم تاحف موجهات آپ کے کمال جو دت طبع پر یہ شرح شاہد عدل ہے طرز معقولی میں سلم کی کوئی شرح اس کے مقابل نہیں ہو سکتی۔

حواشی ملا حسن..... (۱) التعلیق الاحسن علی شرح ملا حسن ابوالبرکات رکن الدین مولانا تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت لکھنوی متوفی ۱۲۸۱ھ القول الاسلامی محل شرح العلم از مولانا عبدالحلیم بن امین اللہ بن محمد اکبر انصاری فرنگی محلی متوفی ۱۲۸۵ھ (۳) التحقیق الاتقن علی شرح الاسلامی لمللا حسن از مولوی برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۴) سوانح الزمن علی الملوی حسن از مولانا حافظ محمد حسن سنبھلی ل۔

## (۸۵) صاحب مرقات

نام و نسب..... آپ کا نام فضل امام ہے اور والد کا نام شیخ محمد ارشد پور انب نامہ یوں ہے۔  
فضل امام بن شیخ محمد ارشد بن حافظ محمد صالح بن ملا عبد الواحد بن عبد الماجد بن قاضی صدر الدین بن قاضی اسماعیل

ہرگامی بن قاضی عماد الدین بدایونی بن شیخ ارزانی بن شیخ منور بن شیخ خطیر الملک بن شیخ سالار شام بن شیخ دجید الملک بن شیخ بہاء الدین بن شیر الملک شاد۔

ان چودہ واسطوں کے بعد یعنی شیر الملک پر آپ کا سلسلہ نسب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے شجرہ نسب سے مل جاتا ہے اس کے بعد کا سلسلہ یہ ہے۔

ابن شاہ عطا الملک بن ملک بادشاہ بن حاکم بن عادل بن تارون بن جر جیس بن احمد نامدار بن محمد شریار بن محمد عثمان بن دلمان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس طرح ۳۳ واسطوں سے آپ کا نسب خلیفہ ثانی تک پہنچتا ہے۔

پیدائش اور وطن عزیز..... ہندوستان کے وہ قصبے جو مردم خیزی میں مشہور رہے ہیں ان میں ضلع پیتاپور کا قصبہ خیر آباد بھی ہے اب چودھویں صدی کے راج آخر میں اس کی حالت کچھ بھی ہو مگر حلقہ درس و تدریس سے تعلق رکھنے والے

جانتے ہیں کہ گذشتہ صدی کے آخر تک خیر آباد کو خیر البلاد لکھا جاتا تھا حضرت مولانا فضل امام صاحب اسی خیر آباد کے مشہور فاضل ہیں لیکن چند وجوہ و اسباب کی بنا پر آپ نے شاہجہاں آباد میں اس طرح تو لمن اختیار کیا کہ یہیں کے روسا میں محسوب ہوئے گئے۔

آباؤ اجداد..... آپ کے مورث اعلیٰ شیخ الملک ایک قطعہ ملک ایران پر قابض و حکمران تھے زوال ریاست پر دولت علم کمائی ان کے دو صاحبزادے بہاء الدین و حسن الدین ایران سے وارد ہندوستان ہوئے حسن الدین نے مسند افتاد و جنگ سنبھالی شاہ ولی اللہ صاحب انہی کی اولاد سے تھے اور بہاء الدین قبلۃ الاسلام بدایوں کے مفتی ہوئے ان کی اولاد میں شیخ ارزانی بدایونی نامور بزرگ اور اعلیٰ درجہ کے مفتی ہوئے۔

شیخ عماد الدین بن شیخ ارزانی تحصیل علم کی خاطر قاضی ہرگام (ضلع سیتاپور اودھ) کی خدمت بابرکت میں پہنچے قاضی صاحب نے تحقیق شرافت و نجابت کے بعد اپنا داماد بنا لیا۔ قاضی صاحب کے انتقال کے بعد قاضی ہرگام بن گئے وہیں شیخ اسماعیل پیدا ہوئے آپ کے والد شیخ محمد ارشد نے ہرگام کو خیر باد کہہ کر خیر آباد ضلع سیتاپور آباد کیا۔

والد ماجد..... شیخ محمد ارشد فرشتہ سیرت انسان تھے مولانا احمد اللہ بن حاجی صفت اللہ محدث خیر آبادی سے بیعت تھے آپ کے ایک صاحبزادے عالم جوانی میں فوت ہو گئے یہ اقتضائے عمری احکام شریعہ کے باندہ نہ تھے اس لئے شیخ محمد ارشد کو تشویش رہتی تھی پیر و مرشد کی خدمت میں قلبی بے چینی ظاہر کی پیر نے دعا کی۔ شب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی دیکھا کہ آپ کے باغ میں (جہاں مرحوم کی قبر تھی) تشریف لائے اور نیل کے درخت کے نیچے وضو فرمایا بعد نماز فجر پیر و مرید دونوں ایک دوسرے کو مبارک باد دینے روئے ہوئے راستہ میں دونوں ملائی ہوئے تو ایک نے دوسرے کو بشارت کا حال بتایا وہیں سے دونوں کے باغ میں پہنچے دیکھا کہ مقام معمور میں وضو کا اثر یعنی پانی کی تری موجود تھی ایک عرصہ تک لوگ اس کی زیارت کرتے رہے مولانا تقی علی خاں بھی مع صاحبزادہ مولانا احمد رضا خان ۱۳۰۹ھ میں اس مقام کی زیارت کیلئے بریلی سے خیر آباد پہنچے اور مولانا حسن بخش کے مہمان ہوئے۔

افسوس کہ نہ اب وہ درخت باقی ہے نہ اس جگہ کا پتہ چل سکتا ہے مفتی فخر الحسن خیر آبادی جوان معزز مہمانوں کی نجات میں شریک تھے خطیرہ کے پاس اس نیل کے درخت کی جگہ بتاتے ہیں۔

تحصیل علم..... مولانا فضل امام صاحب بڑے طباع و ذہین تھے مولانا سید عبدالواجد کرمانی غیر آبادی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے علوم نقلیہ و عقلیہ انہی سے حاصل کیے اس کے بعد دہلی میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز ہوئے مولانا شاہ صلاح الدین صفوی گویا موی (تلیڈر شید مولانا محمد اعظم سندیلوی و مرید خلیفہ مولانا شاہ قدرت اللہ صاحب صفی پوری) کے مرید تھے۔

درس و تدریس..... فرائض ملازمت کے ساتھ مشغلہ تدریس و تصنیف ہمیشہ جاری رکھا مادہ انہام و تفہیم خدا نے ایسا بخشا تھا کہ ایک بار شریک درس ہونے کے بعد طالب علم دوسری طرف کا رخ بھی نہ کرتا تھا آپ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ نمایاں آپ کے صاحبزادے فضل حق اور مفتی صدر الدین خاں آزرہ صدر الصدور دہلی ہوئے مولوی سناء الدین احمد بن محمد شفیع بدایونی اور شاہ غوث علی بھی آپ ہی کے شاگرد ہیں۔

طلباء کے ساتھ حسن سلوک..... شاہ غوث علی صاحب جو موصوف کے شاگرد اور صوفی منش بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے تمام عمر سیاحت میں بسر کی ان کا بیان تذکرہ غوثیہ میں نظر سے لکھا فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ عبد القادر صاحب اور مولانا فضل امام صاحب کی شاگردی کا فخر مجھے حاصل ہے آخر الذکر استاذ کی جو شفقت میرے حال پر تھی وہ بیان سے باہر ہے مولانا کے ساتھ دہلی سے پیالہ تعلیم کی غرض سے میں بھی چلا گیا میری عمر اٹھارہ سال کی تھی استاذ عالم جاودانی کو رخصت ہو گئے میں نے بھی تعلیم کو خیر آباد کہہ دیا کہ نہ ایسا شیخ و قابل استاد ملے گا نہ بڑے ہوں گا ایک بار جب یہی شاہ صاحب مولانا فضل امام کے صاحبزادے علامہ فضل حق کو ملے اور موصوف نے تعلیم کے نام لے کر رہ جانے پر اظہار افسوس کیا تو کہنے لگے کہ ”پورے عالم ہو جاتے تو کیا ہو تا زیادہ سے زیادہ آپ جیسے ہوتے۔“

شفقت کا ادنیٰ نمونہ..... ایک مرتبہ مولانا فضل امام نے ایک طالب علم کو فرمایا جاؤ فضل حق سے سبق پڑھ لو وہ آیا

غریب آدمی بد صورت عمر زیادہ علم کم ذہن کند یہ نازک طبع، ناز پروردہ، جمال صورت و معنی سے آراستہ چودہ برس کا سن و سال نئی فضیلت ذہن میں جو رت بھلا میل ملے تو کیسے ملے اور صحبت راس آئے تو کیونکہ آئے تھوڑا سبق پڑھایا تھا کہ بگڑ گئے جھٹ سے اس کی کتاب پھینک دی اور برا بھلا کہہ کر نکال دیا۔ وہ روتا ہوا مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا حال بیان کیا آپ نے فرمایا بلا اس خبیث کو مولوی فضل حق صاحب آئے اور دست بستہ کھڑے ہوئے، مولانا نے ایک ٹھپڑ ایسے زور سے دیا کہ ان کی دستار فضیلت دور جاڑی اور فرمانے لگے کہ تو تمام عمر بسم اللہ کے گنبد میں رہا ناز و نعمت میں پرورش پائی جس کے سامنے کتاب کھولی اس نے خاطر داری سے پڑھایا طالب علموں کی قدر و منزلت تو کیا جانے اگر مسافرت کرتا بھیک مانگتا اور طالب علم بنتا تو حقیقت معلوم ہوتی، ارے طالب علمی کی قدر تو ہم سے پوچھو۔

درازی شب، از سرگان من پرس  
خبر دار تم جانو گے اگر آئندہ ہمارے طالب علموں کو کچھ کہنا یہ چپ چاپ کھڑے رہے کچھ دم نہ مارا۔ خیر قصہ رفع دفع ہوا لیکن پھر کسی طالب علم کو کبھی کچھ نہیں کہا۔

علمی قابلیت..... کا اندازہ تو اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک جانب شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر صاحب کا ذکر معقولات میں ہے اور دوسری طرف اسی دہلی میں مولانا فضل امام کے معقولات کا سکہ چل رہا تھا طلباء و نون دریاؤں سے سیراب ہو رہے تھے سر سید احمد خاں نے آثار انصاویہ میں مولانا کا ذکر جس عقیدت مندی سے کیا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے ابتداء ان صفات و القاب سے کی ہے۔

اکمل افراد نوع انسانی صہبہ انوار فیوض قدسی سراب سر چشمہ عین الیقین موسس اساس ملت دین، ماحی آثار جمل، ہادی بنا، استغاف، خی بر اسم علم بانی مہمانی انصاف، قدوہ سہلا، فحول جاوی، معقول منقول، سند اکابر روزگار، مرجع اعالی و اولی ہر دیار، مزاجڈن شخص کمال، جامع صفات جلال و جمال، مورد فیض ازل وابد، مطرح انظار سعادت سرمد، مصداق مفہوم تمام، اجزاء، واسطہ، لہجہ سلسلہ حکمت الہیاتی و مشائی، زہدہ کرام، اسوہ عظام، مقتدائے انام، مولانا مخدومنا مولوی فضل امام اود خلسہ اللہ عظام فی جنبہ التعمیم بلطفہ الیم۔

ایک خواب اور اس کی عجیب و غریب تعبیر..... مولانا نے دہلی میں خواب دیکھا کہ رسول کریم ﷺ مکان میں فروکش ہوئے ہیں اور فلاں کمرے میں اقامت گزین ہیں تعبیر دریافت کرنے کے لئے علامہ کو شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں بھیجا، شاہ صاحب نے فرمایا کہ جا کر فوراً سامان کمرے سے نکال لو اور اس کو بالکل خالی کر دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا خالی ہوتے ہی وہ کمرہ فوراً گر گیا۔ یہ بات سمجھ میں نہ آئی شاہ صاحب سے دریافت کیا گیا کہ یہ تعبیر کیونکر ہوئی۔ فرمایا کہ اس وقت بے اختیار یہ آیت ذہن میں آگئی تھی۔

ان الملوك اذ دخلوا قرية افسدھا

وفات..... ۵ ذی قعدہ ۱۲۴۰ھ کو مولانا نے سفر آخرت اختیار کیا مرزا غالب نے حسب ذیل تاریخ وفات لکھی۔

اے درینا قدوہ ارباب فضل	کرد سوئے جنت المادوی حرام
چوے اراوت از پے کشف شرف	جست سال فوت آں عالی مقام
چہرہ ہستی خراشیدم ست	تا بنائے تخرجہ گردو تمام
مکتوم اندر سایہ لطف نبی	باو آرمکے فضل امام

احاطہ درگاہ مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی میں اپنے دادا استاد مولانا محمد اعلم سندیلوی اور استاد ملا عبدالواجد کرمانی خیر آبادی کے قریب مدفون ہوئے اب تینوں قبریں شکستہ ہیں۔

تصانیف..... مولانا نے بیسیوں مفید و معرکتہ آراء کتابیں لکھیں جن مصحفات کا نام و پتہ معلوم ہو سکا وہ درج کی جاتی ہیں وہ ایک کے سوا سب غیر مطبوعہ ہیں سب سے زیادہ مشہور تصنیف علم منطق میں مرقات ہے جو تمام مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے اس کے علاوہ میرزا ہد رسالہ میرزا ہد بلا جلال اور افق المبین پر حواشی لکھے تخصیص الشفاء تحفہ السرور آمد

نامہ تصنیف کیا ہے "آمد نامہ کہ در آل قواعد فارسی بیان کردہ و نیز ترجمہ علما جواری لکھنؤ تحریر فرمودہ  
شروح و حواشی مرقات..... (۱) شرح مرقات (عربی) از مولانا عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی  
(۲) ہدیہ شاہجہانیہ حل مرقات پیرانہ (فارسی) از مولوی علی حسن بن نواب صدیق حسن خاں لہ بھوپالی (۳) مرآة حاشیہ  
مرقاۃ از مولانا عماد الدین شیر کونی۔

## (۸۶) صاحب شریفیہ ۲

یہ رسالہ آداب بحث و فن مناظرہ میں سید السید میر شریف جرجانی کا ہے جن کے حالات نحو میر کے ذیل میں گزر  
چکے، موصوف نے جملہ صلوٰتیہ و اصلوٰۃ علی سید انبیاء و سند لویاء میں بصورت صنعت خمیس نہایت لطیف پیرائے میں اپنے  
لقب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

## (۸۷) صاحب رشیدیہ

نام و نسب..... آپ کا نام محمد عبدالرشید ہے اور لقب شمس الحق، والد کا نام محمد مصطفیٰ اور دوا کا نام عبدالحمید ہے نسلاً عثمانی  
ہیں اٹھارہ واسطوں سے آپ کا نسب شیخ کبیر مری بن مفلس سغلی سے مل جاتا ہے  
سن پیدائش..... آپ ۱۰۰۰ھ میں "برونہ" مقام میں پیدا ہوئے جو اعمال جو پور میں سے ایک گاؤں کا نام ہے  
کلب کی والدہ شیخ نور الدین بن عبدالقادر صدیقی برنوی کی صاحبزادی ہیں۔

تحصیل علوم..... شروع میں آپ نے قرآن پاک اور کچھ لکھنا پڑھنا سیکھا اس کے بعد شیخ کبیر نور سے تشریف لب ارشاد،  
کافیہ اور مفہوم عالم سدھوری سے لب و عیاب کا کچھ حصہ اور ارشاد اور شیخ قاسم سے کافیہ، شرح جامی اور ارشاد کا کچھ کچھ  
حصہ پڑھا نیز یہ کتابیں شیخ مبارک مرغنی اور شیخ نور محمد مداری اور محی الدین بن عبدالشکور سے بھی پڑھیں اور شیخ  
عبدالغفور بن عبدالشکور سے یزدی کی شرح تہذیب کا کچھ حصہ اور شیخ صیب اسحاق سے حاشیہ ملاذیہ کا کچھ حصہ اور شیخ  
جمال کوروسی سے حسامی تا بحث امر اور شیخ محمد لاہوری سے بست باب تا آخر و از اور سید عبدالعزیز عینی سے شرح ہدایت  
الہیۃ کا کچھ حصہ اور سید عبداللہ بن عبدالعزیز سے شرح شمس رازی کا کچھ حصہ اور اپنے ماموں مفتی شمس الدین برنوی سے  
شرح جامی حاشیہ کافیہ شرح ہدایت نامہ نوعات قصیدہ بردہ، بقیہ حسامی، مختصر مع حاشیہ، شرح و قالیہ پر ایہ توضیح مع  
تکوین اور شیخ محمد افضل بن محمد حمزہ عثمانی جو پوری سے شرح شمس رازی شرح عقائد، مطول مع حاشیہ سید ہر شرح موافق  
مقدمات اربعہ تکوین رسالہ عضد بہ تفسیر بیضاوی اشرف چینی مشکوٰۃ الصالح اور پوری موجز پڑھی اور مفتی نور الحق بن  
عبدالحق بخاری دہلوی۔ سے مصابح مشکوٰۃ اور شیخ بخاری وغیرہ پڑھ کر سند حدیث حاصل کی۔

درس و تدریس..... تکمیل علوم سے فراغت کے بعد طویل مدت تک درس و افتادہ میں مشغول رہے پھر اس کو ترک  
کر کے کتب حقائق کے مطالعہ میں لگ گئے بالخصوص شیخ محی الدین بن العربی کی تصنیفات سے آپ کو بہت دلچسپی رہی شیخ  
ذکور کو جو عباراتیں محل طعن میں موصوف ان کو بہترین محامل پر محمول کرتے تھے۔

وقار علم و خودداری..... جب شاہجہاں تک آپ کے علم و فضل زہد و تقویٰ کا چرچا پھیلنا چاہتا تو مولانا آزلو لکھتے ہیں۔

صاحب قرآن شاہجہان بہ السماع اوصاف قدسیہ خواہش ملاقات کردہ منشور طلب مصروب یکے از

ملازمان ادب داں فرستاد۔

صاحب قرآن شاہجہاں نے اوصاف قدسیہ سنتے ہی ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور طلبی کا فرمان دے کر ایک بااوب

ملازم کو خدمت میں روانہ کیا۔

۱۔ شریفیہ نام سے میر صاحب کی کئی کتابیں ہیں ایک تو یہی شریفیہ فن مناظرہ میں اور ایک شریفیہ حاشیہ کافیہ علم نحو میں اور ایک شریفیہ  
شرح مرآۃ علم فراغ میں ۲۔ از نہرہ انخواطر باغی ہندوستان تذکرہ غوثیہ تذکرہ علاہند آثار العبادید شائدہ لاماضی وغیرہ ۱۲

ادب دان ملازم جو علم و دین کی قدر و قیمت کا جوہری تھا فرمان شاہی لے کر حاضر خدمت ہوا لیکن یہ شیخ ابا کردو قدم از کج عزلت بیرون نہ گذاشت شیخ نے انکار کر دیا اور گوشہ تنہائی سے قدم باہر نہ رکھا۔

جس دربار میں ایک ایک آیت کی تلاوت کے صلہ میں مسلم مسلم سیر حاصل گاؤں جاگیریں میں مل رہے ہوں اہل علم سونے میں تل رہے ہوں اور بادشاہ خود بلار باہو۔ اس کی ذات سے کیا کیا توقعات قائم کی جاسکتی ہیں لیکن کج عزلت کی حلاوت سے جس کا ایمانی ذوق چاشنی گیر ہو چکا تھا اس نے دکھا دیا کہ شاہجہاں جیسے دراز کندو والے بادشاہوں کی رسائی بھی ان بلند آشیانوں تک نہیں ہے جنہوں نے ہر قسم کی غیر الہی شاخوں کو کاٹ کر الالہ کی بلند ترین شاخ پر اپنا نشیمن بنا لیا ہے۔

نہ زگر نبود کج قناعت باقی ست آنگہ آن داد بٹاہاں بگدایاں اس داد

طریقت و سلوک ..... آپ بچپن ہی میں اپنے والد محترم شیخ محمد مصطفیٰ سے خرقہ تصوف زیب تن کر چکے تھے لیکن والد محترم کے زیر تربیت مشغل ذکر و اذکار کا موقع نہ ہو سکا اور آپ جو پور آکر تحصیل علم میں مشغول ہو گئے کچھ دنوں کے بعد شیخ طیب بن معین بناری سے سرسری ملاقات ہوئی پھر ”منذولایہ“ مقام میں جو بنارس کے دیہات میں سے ایک گاؤں سے دوبارہ ملاقات ہوئی اور کچھ دنوں تک ان کی صحبت میسر آئی آپ نے چاہا کہ بحث و اشتغال کو چھوڑ کر ان سے طریقت حاصل کروں مگر شیخ راضی نہ ہوئے اور جو پور جانے کا حکم فرمایا چنانچہ آپ جو پور واپس ہو گئے اور یہاں کے اماتہ کرام سے علم کی تحصیل کی فراغت کے بعد پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقہ چشتیہ قادریہ سرور دیہ میں داخل ہو کر ایک مدت تک شیخ کے زیر سایہ ذکر و اشتغال میں مشغول رہے یہاں تک کہ رتبہ مشیت کو پہنچ گئے۔ ۱۰۳۰ھ میں شیخ نے خرقہ خلافت سے نوازا اور ایک دثیقہ بھی لکھ دیا علاوہ ازیں طریقہ قادریہ میں شیخ شمس الدین محمد بن ابراہیم حسنی اور شیخ موسیٰ بن حامد بن عبدالرزاق سے اور طریقہ چشتیہ سرور دیہ میں شیخ احمد الحکیم پوری سے اور طریقہ قلندریہ مداریہ فردوسیہ میں شیخ عبدالقدوس بن عبدالسلام جو پوری سے بھی اجازت حاصل ہے، آپ کے ملفوظات شیخ نصرت جمال ملتانی نے سچا ر شدی میں اور مودود بن محمد حسین جو پوری نے جمع کیے ہیں۔

وفات ..... بروز جمعہ ۹ رمضان المبارک ۱۰۸۳ھ میں عین نماز فجر کے تحریر کی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا اور آغوش رحمت میں چاہنچے۔

تصانیف ..... (۱) رشیدیہ مناظرہ میں (۲) شرح ہدایۃ الحکمتہ حکمت اور فلسفہ میں (۳) شرح اسرار المخلوقات (۴) مقصود الطالبین اور لو میں (۵) ذوالسالکین (۶) حواشی مختصر عضدی کلام میں (۷) حواشی کافیہ (۸) خلاصۃ الخو علم نجوم میں (۹) یونان شعر حواشی رشیدیہ ..... (۱) حاشیہ رشیدیہ از حافظ امان اللہ بن نور اللہ بن حسین بناری متوفی ۱۱۳۳ھ (۲) حاشیہ رشیدیہ از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۳) حمیدیہ حاشیہ رشیدیہ از مولانا فیض الحسن بن مولانا نورا حسن سہارنپوری (۴) منہیات از شارح غلام عبدالرشید صاحب ل

## (۸۸) صاحب ہدایۃ الحکمتہ

فاضل اشیر الدین مفضل بن عمر ابہری متوفی ۶۶۰ھ کی تصنیف ہے جن کا تذکرہ ایسا غوجی کے ذیل میں گزر چکا۔

## فہرست حواشی و شروح ہدایۃ الحکمتہ

نمبر شمار شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	مولانا احمد زادہ بن محمود ہردی خزناتی	-
۲	قاضی میر حسین بن معین الدین حسینی بیہدی	۹۱۰ھ
۳	فاضل محمد بن شریف حسینی	-

-	شمس الدین محمد بن مہدک شاہ بخاری	=====	۴
-	شیخ قطب الدین جبلی	=====	۵
-	شیخ معین الدین سامی	=====	۶
-	شیخ سعید الدین مسعود بن محمد قزوینی	=====	۷
-	مولانا امین الدولہ	=====	۸
-	خواجہ صائغ الدین	=====	۹
۹۱۹ھ	شیخ نصیح الدین محمد نظامی		۱۰ حاشیہ ہدایۃ الحکمت
۱۱۳۸ھ	مولوی سعد اللہ بن عبد الشکور سلونی		۱۱ شرح ہدایۃ الحکمت
۱۳۱۶ھ	مولانا عبدالحق بن فضل امام خیر آبادی	=====	۱۲

## (۸۹) فاضل میبذی

نام و نسب..... نام میر حسین لقب کمال الدین اور والد کا نام معین الدین ہے نسباً حسینی ہیں اور قصبہ میبذ کے باشندے ہیں کیا جاتا ہے کہ آپ کے یہاں سوتی فرش وغیرہ بہت عمدہ قسم کے تیار ہوتے تھے۔

تحقیق میبذ..... میبذ میم و سکون یا اوضم بباء موحده اطراف اصمہان میں ایک مشہور قصبہ ہے جو شہر یزد سے تقریباً چار فرسخ پر واقع ہے صاحب روضات الجنات وغیرہ نے میبذ بکسر بباء بروزن مسجد ضبط کیا ہے فی القاموس ان ذلك الاسم علی وزن میسر بلد قرب یزد لیکن شہر یزد اور اس کے اطراف میں یہ لفظ عام طور سے بباء کے فتح کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ مختصر تعارف..... موصوف افضل علماء عراق بلکہ اعظم دانشمندان آفاق میں سے تھے عنقوان شباب میں شیراز پہنچنے اور محقق روانی سے علوم کی تحصیل کی اور مملکت یزد میں ایک مدت تک عمدہ تقاضا فرما کر رہے صاحب مجسم نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ”آب علامتاخرین وماہرین متکلمین میں سے بڑے عالم صاحب تصانیف کثیر و تھے۔

فارسی شعر و شاعری..... سے کافی ذوق تھا اور منطقی تخلص کرتے تھے ذیل کے اشعار آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

ذکر شب آمد و من جتلائے ہجرانم  
از حسن بیجد توای نازنین شائل  
عقل شد ستد ہو جنوں شد ست عاقل  
اگر سلطان بزرگ من فرستد  
کجا روم چہ کنم چارہ نمی دانم  
سر قاضی عبیدی را فرستم  
کہ بفرست از برائے من اسامی  
کہ باشد طبل بازی یا فطاسی

تصانیف..... (۱) جام گیتی نما (۲) شرح دیوان حضرت علیؑ بزبان فارسی (۳) شرح کافیہ (۴) شرح ہدایۃ الحکمت (۵) شرح طوابع (۶) شرح شمسیہ (۷) رسالہ فی المعما وغیرہ آپ کی عمدہ تصانیف ہیں صاحب روضات الجنات نے آپ کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ”منہا کتابہ المعروف الموسوم بالہدایت الاثیریت فی محکمت والکلام“ مگر یہ غلط ہے کیونکہ ہدایۃ الحکمت متن آپ کا نہیں بلکہ علامہ اشیر الدین لہری کا ہے جس کی آپ نے شرح کی ہے۔ وفات..... تاریخ محمدی میں ہے کہ آپ نے ۹۱۰ھ میں وفات پائی، بعض حضرات نے ۹۰۴ھ لکھا ہے۔

## فہرست حواشی کتاب میبذی

نمبر شمار حاشیہ	مصنف	سنہ و قلابت
۱ حاشیہ میبذی	شیخ مصطفیٰ بن یوسف مشہور خواجہ زادہ	۸۹۳ھ



۵۹۷۷	شیخ مصلح الدین محمد بن صلاح الدین لاری	=====	۲
	شیخ نصر اللہ بن محمد خلخالی	=====	۳
۵۹۲۹	شیخ لطف اللہ بن الیاس رومی	=====	۴
	امیر فخر الدین استر آبادی	=====	۵
۵۱۰۶۷	ملا عبد الحکیم سیالکوٹی	=====	۶
۵۱۲۵۳	مولوی محمد اسماعیل مراد آبادی	=====	۷
	مولوی عین القضاة	=====	۸
۵۱۲۳۵	سیدنا جعفر الہ آبادی	=====	۹
	مولوی برکت اللہ بن محمد نعت اللہ لکھنوی	=====	۱۰

### (۹۰) صاحب صدرا

نام و نسب..... نام محمد اور لقب صدر الدین ہے والد کا نام ابراہیم اور لقب فخر الدین ہے، حارث بن کلدہ طیب عرب کی نسل سے ہیں اور شیرازی الاصل ہیں آپ کی مادری زبان فارسی اور تصنیف و تالیف کی زبان عربی ہے استاذ کے نام سے مشہور ہیں آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہو سکی۔

تحصیل علوم..... آپ نے اکثر علوم متعارفہ شیخ بہاء الدین عامی سے حاصل کیے اور طب کی بعض کتابیں محمد باقر بن عماد الدین نمود شیرازی سے پڑھیں۔ ۱۰۱۱ھ میں ہندوستان آئے اور حکیم علی گیلانی سے استفادہ کیا آپ کے بچاؤ میں بیک آپ سے پہلے ہی ہندوستان آچکے تھے۔

شاہی تقرب..... موصوف جوانی کے عالم میں ہندوستان آئے اکبر شاہ کا قرب حاصل ہوا اور حکومت کی طرف سے زمرہ اطباء میں داخل ہو گئے جہاں گلیں نے آپ کو ”سخ الزماں“ کے معزز خطاب سے نوازا پھر شاہجہاں نے آپ کیلئے پچاس ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کیا کچھ عرصہ کے بعد آپ نے علاج معالجہ کو باندیشہ مضرت ترک کر دیا تو شاہجہاں نے آپ کو ”عرض مکررہ کے عہدہ پر سرفراز کیا۔

زیارت حرین شریفین..... ۱۰۳۳ھ میں حج و زیارت کیلئے حرین شریفین تشریف لے گئے اس سے قبل دور جہاںگیر میں بھی ایک بار حاضری ہو چکی تھی حج سے واپسی کے بعد شاہجہاں نے شہر سورت کا حاکم بنا دیا من ایماہ  
یگذر از خود کہ ز خود ہر کو بانی یابد  
گر بصد قید گرفتار بود آزاد است

عقیدہ اور مسلک..... فیض الہامی میں ہے کہ صدر الدین شیرازی شیعہ صوفی ہیں صحابہ کرام پر سب و شتم نہیں کرتے لیکن شیخ ابوالحسن اشعری اور فخر الدین رازی کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں۔

وفات..... شاہنواز خان نے ”ماثر الامراء“ میں لکھا ہے کہ آپ نے ۱۰۶۱ھ میں کشمیر میں وفات پائی قاموس الاعلام میں سنہ وفات ۱۰۵۹ھ مرقوم ہے۔

تصانیف..... حاشیہ صدر آپ کی معرکتہ الاراء تصنیف ہے جو آج بھی داخل درس ہے اس کے علاوہ شواہد الربوبیہ اور اسفار از بعد اسرار الآیات، انوار الیقات، اکسیر العارفين، تفسیر سورہ واقعہ، حاشیہ بر شرح تجرید القونجی، الرسائل العربیہ، المبداء، والمعاد اور مفتاح الغیب شرح اصول السکاکي الشاعر، ثمان رسائل وغیرہ بہترین تصانیف ہیں۔

## فہرست حواشی کتاب صدر ا

نمبر شمار حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	مولوی تراز علی بن شجاعت بن محمد دولت لکھنوی	۱۲۸۱ھ
۲	قاضی مرتضیٰ علی بن مصطفیٰ گویا موی	۱۲۵۱ھ
۳	سید نندار علی بن معین الدین بن عبد الہادی لکھنوی	۱۳۳۵ھ
۴	مولانا بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین بن قطب الدین	
۵	مولوی فیض احمد بن غلام احمد بن شمس الدین بدایونی	۱۲۷۳ھ
۶	مولوی محمد اعلم سندیلوی	اواخر ۱۲۰۰ھ
۷	=====	=====
۸	=====	=====
۹	مولانا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ	۱۲۰۹ھ
۱۰	مولانا محمد معین بن محمد مبین لکھنوی	۱۳۵۸ھ
۱۱	ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سالوی	۱۱۶۱ھ
۱۲	مولانا ولی اللہ بن حبیب اللہ بن ملا محبت اللہ فرنگی محلی	۱۲۷۰ھ
۱۳	مفتی عنایت احمد بن مفتی بخش کاکوروی ل	۱۲۷۹ھ

## (۹۱) صاحب شمس بازغہ

نام و نسب..... آپ کا نام محمود ہے اور والد کا نام محمد اور دادا کا نام بھی محمد ہے آپ سبافاروقی ہیں اور وطن عزیز جو پور ہے  
پس ۹۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور جد امجد شاہ محمد کی گود میں پرورش پائی۔

تحصیل علوم..... آپ نے کتب درسیہ اپنے جد امجد شاہ محمد سے پڑھیں پھر استاذ الملک محمد افضل بن حمزہ عثمانی جو پوری کی  
خدمت میں رہے اور آپ سے استفادہ کیا سترہ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت پائی اور علماء کبار و فقہانہ دار میں سے ہو گئے۔  
علمی مقام..... محمد نجی بن محمد امین عباس الہ آبادی نے ”ذیات الاصلام“ میں اور سید غلام علی بن محمد نوح حسینی بنگرامی نے  
صیغۃ المرجان میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں وہ ہی مجدد ہوئے ایک شیخ احمد سرہندی علم حقائق میں اور دوسرے ملا محمود جو  
پوری علوم حکمیہ و ادبیہ میں۔

پیشگی علم..... میں کتا ہوں کہ تیسرے حضرت شاد ولی اللہ صاحب دہلوی میں فانہ کان عدیم النظر فی الفلسفۃ الالہیہ  
آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی آپ سے کچھ پوچھتا اگر آپ کی طبیعت حاضر ہوتی تو اس کا جواب دیتے ورنہ کہہ دیتے کہ  
اس وقت میری طبیعت حاضر نہیں ہے۔

صاحب تذکرہ علامہ ہند لکھتے ہیں ”اگر بوجہ دش سر زمین جو پور بمز بوم شیراز نقاخر جست رو ابودے۔“  
فن ناکا بھید..... آپ نے ہندوستان کے خاص فن ”ناکا بھید“ کا بھی کافی مطالعہ کیا اور اس میں ایک مستقل کتاب بھی

لکھی نا کا بھید کیا ہے۔ مولانا آزاد نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

آں چنان ست کہ ہندیان معشوق را باعتبار اداء  
و انداز و درجات عمر و مراتب الفت و بے الفتی  
و غیر ذلک چندان قسم مختلفہ اندوہر قسم رلتا سے معین  
ساختہ و اشعار آبداء در ہر قسم بہ نظم آوردہ  
وہ اس طرح ہے کہ ہندوستانی معشوق کو اداء و انداز  
درجات عمر و لول الفت و بے الفتی وغیرہ کے مراتب کے  
اعتناء سے بہت سی اقسام میں تقسیم کیا ہے اور ہر قسم کا  
ایک خاص نام مقرر کیا ہے اور ہر قسم کے بارے میں آبدار اشعار نظم کئے ہیں  
شاہی تقرب..... جب تخت تیموری پر شاہ جہاں جیسا دین پرور معارف پڑوہ بادشاہ جلوہ افروز ہوا جس کے استغناء و تعطف  
کا کنگرہ اتنا بلند تھا کہ مغل امپائر کے سلاطین کی بھی وہاں رسائی نہ تھی اور قدر واتیوں کا شرہ من کر اظہار لرض سے علماء فضلا  
شاہی دربار کی طرف کھینچ کر چلے آئے تو جہاں پنجاب سے ملا عبد اکلیم ایک دفعہ نہیں دو دفعہ بڑھ سنجیدہ ہو کر روکے ہوئے  
وہیں پورب سے ملا محمود جو پوری بادشاہ کے مقررین خاص میں داخل ہوئے۔

حریک قیام ر صد خانہ..... آپ ہی نے شاہ جہاں کو اس پر آمادہ کیا کہ جس طرح سلاطین پیشین نے اپنے اپنے ممالک  
میں مختلف زمانوں میں ر صد خانے تیار کئے ہیں آپ بھی ہندوستان میں ایک ر صد خانہ قائم کیجئے اور اس کیلئے مقام کا بھی  
انتخاب کر دیا لکھا ہے کہ

زینے کو برائے صد تجویز کردہ بود چندے بعد ظاہر  
شد کہ کے از حکما پیشین آں محل برائے ر صد اختیار  
شاہ جہاں نے آپ کی رائے کو قبول کیا مگر شاہی منظوری کے باوجود ہندوستان کا یہ ر صد خانہ نہ بن سکا، لکھا ہے کہ عین  
موقعہ پر بیچ کی مہم پیش آگئی ویر نے ایسے وقت میں ر صد خانہ کے مصارف کو غیر ضروری قرار دے کر تجویز کو ملتوی کر دیا۔  
درک و مدریس..... جب آپ ر صد خانہ کی تعمیر سے ناامید ہو گئے تو جو پور واپس آگئے اور یہاں ایک عرصہ تک درس  
و افادہ میں مشغول رہے کچھ عرصہ کے بعد آپ کو شاہ شجاع بن شاہ جہاں نے بنگال بلا لیا آپ وہاں تشریف لے گئے شجاع  
مذکور نے آپ سے حکمت کی کتابیں پڑھیں اور نواب شائستہ خاں ابوطالب بن الی الحسن اکبر آبادی نے ”فرائد محمودیہ“  
اور شیخ نور الدین جعفر جو پوری اور عبد الباقی بن غوث الاسلام صدیقی وغیرہ نے دیگر کتب کی تعلیم حاصل کی۔  
تحصیل طریقت..... ارض بنگالہ میں شیخ نعمت اللہ بن عطاء اللہ فیروز پوری سے ملاقات ہوئی آپ ان کے ہاتھ پر  
بیعت ہوئے اور ان سے علم طریقت حاصل کیا محمد سبئی عباسی نے ”وفیات الاعلام“ میں انکار سے متعلق ان کا ایک رسالہ  
بھی نقل کیا ہے جو آپ نے شیخ مذکور سے حاصل کیا تھا۔

وفات..... ۹ ربیع الاول ۱۰۶۲ھ میں شہر جو پور میں وفات پائی تاریخ وفات ”فخر آفاق“ ہے قبر شہر سے باہر ہے اور  
مشہور ہے آپ کی رحلت سے آپ کے استاذ شیخ محمد افضل اس قدر غمگین ہوئے کہ چالیس روز تک انہوں نے تبسم نہیں  
کیا اور چالیس روز کے بعد آپ بھی انہی سے ملحق ہو گئے۔

تصانیف..... معانی و بیان میں ”الفرائد شرح الفوائد“ اقسام نسواں میں چہ درتی ”رسالہ“ کتاب الترویہ کے رد میں  
”حرز الایمان“ شعر و شاعری میں ایک ”دیوان“ فن حکمت میں ”الحکمۃ البالغہ“ اور اس کی شرح ”شمس بازغہ“ جس کے  
بارے میں علما کا اتفاق ہے کہ اس کے برابر آج تک علم حکمت میں کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی آپ کی تصانیف ہیں۔

## فہرست حواشی کتاب شمس بازغہ

نمبر شمار

مصنف

حاشیہ

سنہ وفات

مولوی تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت

حاشیہ شمس بازغہ (نا تمام)

۱

۲	حاشیہ بردوحہ شمس بازغہ	مولوی ظہور اللہ بن محمد ولی بن غلام مصطفیٰ
۳	حاشیہ شمس بازغہ	ملا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ
۴	=====	ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سالوی
۵	=====	ملا احمد اللہ بن حکیم شکر اللہ سندویلی
۶	=====	مولانا محمد یوسف
۷	=====	مولانا عبدالکلیم

## (۹۲) صاحب ہدیہ سیدیہ

نام و نسب اور پیدائش ..... آپ کا نام فضل حق ہے اور والد کا نام فضل امام اور دادا کا نام شیخ محمد ارشد ہے (پورا نسب صاحب مرقات کے حالات میں گزر چکا) آپ ۱۲۱۲ھ میں اپنے آبائی وطن خیر البلاد خیر آباد میں پیدا ہوئے والد ماجد مولانا فضل امام دہلی میں صدر الصدور تھے مولانا فضل حق کی تعلیم و تربیت آپ ہی کے زیر سایہ دہلی میں ہوئی۔ تحصیل علوم ..... آپ نے تیرہ سال کی عمر میں تمام مرہجہ علوم عقلیہ و نقلیہ و آیہ کی تکمیل کی چار ماہ اور کچھ روز میں قرآن پاک حفظ کیا دہلی میں ایک سے بڑھ کر ایک باکمال موجود تھا مفسرین محدثین فقہاء فلاسفہ اولیا شعراء جس طبقہ پر نگاہ ڈالیے زکدام باغے ائے گل کہ چنین خوش است بویت۔ بے ساختہ زبان پر آجاتا تھا والد ماجد نے مکان کے علاوہ ہاتھی اور پالکی پر بھی دربار آتے جاتے وقت ساتھ بٹھا کر درس دینا شروع کیا اور علوم آیہ میں صفر سنی ہی میں اپنا جیسا ایگانہ روزگار بنا دیا۔

منقولات میں حضرت شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی بارگاہ فیض پناہ سے علم حدیث کی خوشہ چینی کی۔ قطانت و ذہانت ..... شاہ عبدالعزیز صاحب نے جب رشتہ میں تھنہ اثنا عشریہ محققانہ انداز میں تحریر فرمائی تو شیخان ہند کی طرح اہل تشیع ایران میں بھی بیجاں پیدا ہوا ایران سے میر باقر دہلوی صاحب ائق مبین کے خاندان کا ہجر عالم و مجتہد لونٹوں پر کتب فریقین بار کر کے شاہ صاحب سے مناظرہ کیلئے دہلی پہنچا خانقاہ میں داخل ہوئے پر شاہ صاحب نے فرانس میزبانی اوائے نور مناسب جگہ قیام کیلئے تجویز فرما کر رخت سفر کھلویا شام کو فضل حق صاحب حاضر ہوئے تو شاہ صاحب کو مصروف مہمان نوازی دیکھ کر کیفیت معلوم کی تھوڑی دیر حاضر خدمت رہ کر بعد مغرب مجتہد صاحب کی خدمت میں پہنچے، مزاج پر سی کے بعد کچھ علمی گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا مجتہد صاحب نے پوچھا میاں صاحبزادے کیا پڑھتے ہو۔ عرض کیا شرح اشادات، شفاء اور ائق مبین وغیرہ دیکھتا ہوں، مجتہد کو بڑی حیرت ہوئی ائق مبین کی کسی عبارت کا مطلب پوچھ لیا علامہ نے ایسی مدلل تقریر کی کہ متعدد اعتراضات صاحب ائق مبین پر کر گئے معزز مہمان نے اعتراضات کی جوابدہی کی کوشش کی تو ان کو جان چھڑانا اور بھی دو بھر ہو گیا، جب خوب عاجز کر لیا تو اپنے شبہات کے ایسے انداز میں جوابات دے کر تمام ہر ای علمائے اگشت بد بدیں ہو گئے۔

اے عقل راز رازیت روشن شدہ مسائل دے دہم راز ذہنیت حل گشتہ جملہ مشکل

آخر میں آپ نے یہ بھی اظہار کر دیا کہ شاہ صاحب کا ادنیٰ شاگرد اور کفش بردار ہوں اور اظہار معذرت کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔ علماء ایران نے اندازہ کر لیا کہ اس خانقاہ کے بچوں کے علم و فضل کا جب یہ عالم ہے تو خود صاحب خانقاہ کا کیا حال ہوگا۔ صبح کو جب خیریت طلبی مہمان کیلئے شاہ صاحب نے آدمی بھیجا تو پتہ چلا کہ آخر شب میں دہلی ہی سے روانہ ہو چکے ہیں شاہ صاحب کو بڑی حیرت ہوئی سب ناخوشی مہمان معلوم کرنے کی کوشش فرمائی تو فضل حق کی کرشمہ سازیوں کا راز

کھلا بلا کر بہت ڈانٹا کہ مہمانوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جاتا وہ ہم سے گفتگو کرنے آئے ہم خود ان سے نبٹ لیتے۔  
ذوق شعر و شاعری..... عالم و فاضل، فقیہ و محدث، ادیب کامل، لغت و حکمت اور فلسفہ میں امام ہونے کے ساتھ  
ساتھ شعر گوئی و سخن فہمی میں بھی کمال حاصل تھا بچپن ہی سے شعر کہنا شروع کیا عربی فارسی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی  
فرمائی فارسی شاعری کیلئے فرقتی تخلص رکھا کہتے ہیں۔

فرقتی در کعبہ رفتی بار بار  
نامسلمان نامسلمانی ہنوز

ادب عربی میں وہ کمال پیدا کیا کہ عرب کے معاصرین شعراء سے کہیں سبقت لے گئے عربی میں آپ نے پچاسوں  
قصیدے کے جن میں نعت کا حصہ زیادہ ہے جمادی الاولیٰ ۱۲۳۲ھ میں بمقام ہائسی اسی اشعار کا نعتیہ قصیدہ لکھا جس کے چند  
اشعار یہ ہیں۔

ومع جری فی شانہ. هملا وفرط انانہ

یا سا نلا عن شانہ. یغینک عن تیانہ

عنہا الیہا نازعا. بشکو اسما توفانہ

ماذا تسانل نازعا. قاصی المواطن نازحا

والطرف فی ہمعانہ. والقلب فی خفقانہ

فہواہ فی ہججانہ. وجواہ فی دہجانہ

عربی قصائد اور عربی نثر دیکھنا چاہو تو باغی ہندوستان اور آثار الصنادید دیکھو

حقانی سینہ اشعار کا خزینہ..... ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ نے ایک قصیدہ عربی زبان میں امراء القیس کے قصیدہ پر کہا اور  
شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں لائے شاہ صاحب نے ایک مقام پر اعتراض کیا اس کے جواب میں آپ نے متقدمین  
کے بیس اشعار پڑھ دیے مولانا فضل امام صاحب نے فرمایا: بس حد ادب آپ نے جواب دیا کہ حضرت یہ کوئی علم حدیث و  
تفسیر تو ہے نہیں فن شاعری ہے اس میں بے ادبی کی کیا بات ہے شاہ صاحب نے فرمایا بر خور دار تو کج کتاب ہے مجھ کو سو ہوا۔  
آپ اتنے کثیر گو تھے کہ آپ کے اشعار چار ہزار شمار کئے گئے ہیں۔

درس و مدرس..... ۱۸۰۹ء سے ۱۸۵۸ء تک مسلسل پچاس برس درس دیا، عرب، ایران، بخارا، افغانستان اور  
دوسرے دور دراز ملکوں سے شائقین علم آکر شریک حلقہ درس ہوئے تیرہ برس کی عمر اور مسند مدرس پر روز افزوی عجیب  
سداوقہ معلوم ہوتا ہے حلقہ درس میں معتمد صاحب ریش و برود تلامذہ اور قدمات کی کتابیں زیر درس  
اس عادت بزور بازو نیست  
تازہ عطف خدائے بخشندہ

مولوی رحمان علی خاں اپنا مشاہدہ لکھتے ہیں کہ میں نے ۱۲۶۳ھ میں پوری ایک صدی کی بات ہے اس وقت علامہ  
کی عمر باون سال کی تھی) بمقام لکھنؤ مولانا کو دیکھا کہ حقہ نوشی کی حالت میں شطرنج بھی کھیلتے جاتے اور ایک طالب علم کو  
افتخار میں کادرس اس خوبی سے دیتے تھے کہ مضامین کتاب طالب علم کے ذہن نشین ہوتے جاتے تھے۔

تلامذہ..... ہزاروں شاگردوں میں سے چند مشہور تلامذہ جو اپنے وقت کے لام الفتن سمجھے جاتے تھے حسب ذیل ہیں شمس العلماء  
مولانا عبدالحق خیر آبادی، مولانا ہدایت اللہ خاں جو نیوری لویب جلیل مولانا فیض الحسن سہلپوری (استاذ علامہ شبلی نعمانی) مولانا  
جمیل احمد، مولانا سلطان احمد بریلوی، مولانا عبداللہ بلگرامی مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا شاہ عبدالحق کانپوری، مولانا ہدایت علی  
بریلوی (استاذ مولانا فضل حق رامپوری) مولانا غلام قادر گوماموی، مولانا خیر الدین دہلوی (والد مولانا ابوالکلام آزاد)

ملازمت..... والد ماجد کے انتقال کے وقت علامہ کی عمر اٹھائیس سال تھی خاندانی ذمہ داریوں کا بار پڑا اکبر شاہ خانی کا زمانہ تھلوی  
میں ریزیدنٹ رہا کرتا تھا اس کے محکمہ کے سر ریشہ دار ہو گئے کچھ عرصہ کے بعد ریزیدنٹ کی سے کشنری میں اپنے آپ کو تبدیل  
کر لیا یہاں رنگ بے رنگ تھا یہ نازک مزاج واقع ہوئے تھے حکام ننگ مزاج حفظ مراتب کہاں۔ ارباب علم اور بے علم سب  
ایک ٹکاد سے دیکھے جاتے تھے آپ نے استغناء دیدیا۔

دہلی سے جھجھر وغیرہ..... جب آپ نے ریزیڈنٹ دہلی کی ملازمت ترک کی تو نواب فیض محمد خاں والی جھجھر نے موقع غنیمت جانا اور فوراً مبلغ پان صد روپیہ ماہانہ کی پیش کش کی اور قدردانی کے ساتھ اپنے پاس بلا لیا ایک عرصہ تک جھجھر رہے پھر مہاراجہ انور نے بلا لیا، انور سے آپ سہارنپور گئے بعد ازاں نواب یوسف علی خاں نے رام پور بلا لیا اور آپ آٹھ برس رامپور میں رہے، نواب نے خود تلمذ اختیار کیا اور محکمہ نظامت اور مراۃ عدالتین میں منسلک کر دیے گئے پھر لکھنؤ میں پہلے صدر الصدور بنائے گئے اور جب ایک نئی پجھری "حضور تحصیل" کے نام سے بنی تو اس کے مہتمم قرار پائے۔

ہردلعزیزی..... ابو ظفر بہادر شاہ جو خود بھی شعر و سخن کا شاہ تھا اور اہل علم کی قدردانی میں بھی شاہانہ شان رکھتا تھا اس کو علامہ سے یہاں تک تعلق خاطر تھا کہ جب آپ دہلی کی ملازمت ترک کر کے جھجھر جانے لگے اور وداعی ملاقات کیلئے دہلی عہد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بہادر شاہ نے اپنا خاص دو شالہ آپ کو اڑھایا اور آبدیدہ ہو کر کہا۔

ہر گاہ شہابی گویند کہ من رخصت می شوم مرا جز این کہ پذیرم گریز نیست اما بزود انا داند کہ لفظ وداع از دل برزباں نمی رسد الا بعد جز ثقیل۔

آپ فرما رہے ہیں کہ میں رخصت ہوتا ہوں میں بھی مجبور ہوں قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں مگر خدائے عظیم خوب جانتا ہے سینکڑوں جر ثقیل کام میں لائے جائیں تب کہیں لفظ وداع دل سے زبان تک آسکتا ہے۔

گر فحاری و قید بند..... فتنہ السنہ کے ہنگامہ میں انگریزوں نے آپ کو بازام غدار عبور دریاے شور کی سزا دی تھی جہاں پہلے آپ کو صفائی کے کام پر لگایا گیا آپ برہنہ پا صرف ایک لنگی اور کھیل کا کرتہ پہنے کوڑا کرکٹ صاف کرتے اور ٹوکڑے میں اکٹھا کر کے پھینک آتے، اس کے علاوہ اور طرح طرح کی اذیتیں جیل خانہ میں سہتے رہے جن کا خاکہ خود مولانا نے اپنی تصنیف "الثورہ السنہ" میں کھینچا ہے۔

کس قدر سہولت..... کچھ دنوں بعد آپ کو محرری کے کام پر لگایا گیا اور اس تبدیلی کا سبب آپ کا علمی تجربہ ہوا۔ صورت یہ ہوئی کہ سپرنٹنڈنٹ کے پاس علم ہیئت کی ایک قلمی کتاب تھی سپرنٹنڈنٹ کے یہاں ایک مولوی صاحب کام کرتے تھے اس نے وہ کتاب مولوی صاحب کو دی کہ اس کی غلطیاں درست کر دیں مولوی صاحب یہ کتاب علامہ کے پاس لے آئے آپ نے نہ صرف عبارتیں درست کیں بلکہ جگہ جگہ مضمون کی بھی تصحیح و توضیح کر دی اور کتابوں کے حوالے بھی درج کر دیے، سپرنٹنڈنٹ کو جب مولانا کے علم و فضل کا احساس ہوا تو اس نے صفائی کی خدمت سے ہٹا کر محرری پر لگادیا اور حکومت سے رہائی کی سفارش بھی کر دی۔

دل بے تاب کو یہ کہہ کے سنبھلاشب غم  
نصرا ب صبح کے آثار نظر آتے ہیں

پروانہ رہائی اور موت کا پیغام..... علامہ کے صاحبزادے مولوی شمس الحق اور خواجہ غلام غوث بیہیز میر غنشی لکھنؤ گورنر کی کوششیں برابر جاری رہیں ادھر انڈمان کے سپرنٹنڈنٹ جیل نے بھی سفارش کی تھی نتیجہ میں کامیابی ہوئی یعنی رہائی کا حکم ہو گیا۔

ازیں نوید مبارک کہ ناگماں آمد  
بشارتے بدل و مشرودہ بجاں آمد

لیکن عجیب و غریب اور نہایت تکلیف دہ اور دل خراش صورت پیدا ہوئی کہ مولانا شمس الحق صاحب پروانہ رہائی حاصل کر کے انڈمان پہنچے جہاز سے اتر کر شہر میں گئے۔

دریں چمن کے بہار و خزاں ہم آغوش ست  
زمانہ جام بدست و جنازہ بردہ شست

ایک جنازہ نظر بڑا جس کے ساتھ بڑا بڑا زہام تھلا عاشر کا جند ہے ذر لوصوم سے نکلے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کل ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ کو علامہ فضل حق خیر آبادی جیسا آفتاب علم و عمل دیار غربت میں غروب ہو گیا اسے سپرد خاک کرنے جلد ہے ہیں۔

قسمت کی بد نصیبی کہاں ٹوٹی ہے کند  
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا  
یہ بھی بھد حسرت و ماس شریک و فن ہو گئے آپ کا مزار اب تک مزاج نام اور زیار نگاہ خاص و عوام ہے اور آج  
بھی بر زبان حال کہہ رہی ہے۔

ملک آغا محمد علیا      فانظر وابدناتی الامار

تصانیف..... علامہ نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھا خاص اور اہم مجبوریوں کے سوا کبھی  
اس سے تساہل نہ ہوتا آپ کی دور جنوں تصانیف ہیں جن میں مشہور حسب ذیل ہیں۔

(۱) انجمن افغانی شرح جواہر العالی (۲) حاشیہ الفی بین (۳) حاشیہ تلخیص الشفا (۴) رسالہ تشلیک ماہیات (۵) رسالہ  
کلی طبعی (۶) رسالہ علم و معلوم (۷) مدوض الجودی تحقیق حقیقہ الوجود (۸) رسالہ فاطینغوریاں (۹) رسالہ تحقیق حقیقہ الاجسام  
(۱۰) الشوریۃ السندیہ (۱۱) تصانیف فقہ السنہ (۲ ض) مجموعۃ التصانیف (۱۳) انتزاع النظر (۱۴) تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی  
(۱۵) حاشیہ شرح سلم قاضی مہدک اس کی جو شان ہے اس سے طلبہ و علمائے خوبی واقف ہیں ساری تصانیف میں حاشیہ قاضی پر  
علامہ کو کتنا فخر تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جزیرہ اندمان میں بعض اسیر فرنگ علما نے دریافت کیا کہ ہندوستان میں کیا  
یادگار چھوڑی ہے۔ فرمایا یادگار میں چھوڑ آیا ہوں ایک حاشیہ شرح سلم قاضی مہدک اور دوسری یادگار بر خور دار عبدالحق۔

(۱۶) ہدیہ سعیدیہ..... خلف الرشید عبدالحق کو ریزید کسی آتے جاتے وقت ہاتھی پایا لگی میں جو سبق دیے جاتے تھے ہدیہ  
سعیدیہ انہی کا مجموعہ ہے علامہ روز ایک سبق تحریر فرمالتے تھے وہی راستہ میں صاحبزادے کو پڑھا دیتے تھے، فلکیات تک یہی  
سلسلہ رہا جب معتدیہ حصہ ہو گیا تو تلامذہ نے کتابی شکل دینے پر اصرار کیا علامہ نے طلبہ کی آرزوؤں کو مامال نہ کرتے ہوئے  
تصنیفی حیثیت سے قلم اٹھایا اہل علم ہائیم الاجسام اور عنصریات کے اس فرق کو بخوبی محسوس کر سکتے ہیں، فلکیات تک یہ معلوم  
ہوتا ہے کہ مبتدیوں کیلئے کتاب لکھی گئی ہے لیکن عنصریات میں شہاد قلم کی بلند پروازی کچھ اور ہی کہہ رہی ہے سعادت مند  
فرزند ہی کی مناسبت سے ہدیہ سعیدیہ نام بھی رکھا گیا ہے نواب محمد سعید خاں والی رامپور کے نام کا لحاظ بھی ضمنا پیش نظر تھا  
اس کتاب میں زمین کی حرکت پر کافی دلائل قائم کر کے موجودہ سائنس کی تحقیقات کو غلط ثابت کیا ہے۔

حواشی ہدیہ سعیدیہ..... (۱) ہدایتہ السندیہ علی ہدایتہ السعیدیہ، از شمس العلماء، عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام  
خیر آبادی (۲) حاشیہ ہدیہ سعیدیہ از حافظ عبد اللہ بن سید آل احمد بلگرامی متونی ۱۳۰۵ھ۔ ۱

### (۹۳) صاحب ملخص چغینی

نام و نسب اور سکونت..... محمود نام، ابو علی کنیت، شرف الدین لقب، والد کا نام محمد اور دادا کا نام عمر ہے چغین کی طرف  
منسوب ہیں خوارزم کا ایک قریہ ہے خوارزم ایک مشہور روایت ہے جس میں بہت سے شہر ہیں اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف  
اقوال ہیں آثار البلاد میں ہے کہ اہل خوارزم کی زبان میں خوار بمعنی گوشت اور زم بمعنی لکڑی ہے جن لوگوں نے اس کو اول  
دبے آباد کیا تھا ان کی غذا چونکہ شکار کا گوشت تھا اور وہاں لکڑی کے جنگلات بکثرت تھے اس لئے اس کو خوارزم کہنے لگے  
بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ جب ہر مہربن نوشیرواں نے یہاں قیام کیا اور اس کی زمین کو نرم پایا تو اس نے کہا: خوار  
زمین یعنی یہ زمین خوب نرم ہے پس اس کا نام خوارزم ہو گیا پیل ان الحرب السہیل علی سکانہا قلیل البلاد ہم خوارزم

تعارف..... آپ فلکیات اور حساب کے زبردست عالم اور فن طب میں بڑی مہارت رکھتے تھے بہت بسیطہ میں آپ  
کی ”الملخص“ کتاب نہایت مقبول ہے جو ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر مرتب ہے مقدمہ اقسام اجسام میں ہے اور پہلا مقالہ

اجرام علویہ میں اور دوسرا مقالہ بساط سفیہ میں ہے۔

آپ کی دوسری کتاب قانونچہ ہے جو اپنے ابن سینا کی ”القانون“ سے اخذ کر کے تالیف فرمائی ہے اس میں دس مقالے اور ہر مقالے کے تحت بہت سی فصلیں ہیں، آپ کی یہ دونوں کتابیں داخل درس ہیں۔ اس کے علاوہ حساب میں ایک رسالہ، قوۃ الکواکب و جمعہا کے نام سے ایک کتاب اور شرح طرق الحساب فی مسائل الوصایا بھی آپ ہی کی تالیف ہے۔

وفات..... بس کشف الظنون وغیرہ میں آپ کا سن وفات ۱۱۸ھ تحریر ہے۔

## فہرست شروع کتاب الملخص

نمبر شمار	شرح	مصنف
۱	شرح چینی	سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی
۲	=====	شیخ فضل اللہ العییدی
۳	=====	شیخ کمال الدین ترکمانی
۴	=====	شیخ سنان الدین یوسف مشہور بقرہ سنان
۵	=====	شیخ محمد بن حسین بن رشید مشہدی خوارزمی
۶	=====	شیخ عبد الماجد
۷	=====	شیخ بدر الدین ثامنی
۸	=====	شیخ عبد الواحد بن محمد
۹	=====	موسی پاشا بن محمد مشہور بقاضی زاد درومی

## (۹۴) شارح چغینی

نام و نسب..... نام موسی پاشا اور لقب صلاح الدین ہے قاضی زاد درومی سے مشہور ہیں اور والد کا نام محمد اور دادا کا نام محمود ہے جو قوچہ آفندی سے مشہور ہیں۔

ان کے دادا قوچہ آفندی جامع علوم شرعیہ و علوم نقلیہ اور اپنے زمانہ کے مشہور ہر دلعزیز علما میں سے تھے شاہ مراد خاں نے ان کو ۷۰۷ھ میں بروسا کا قاضی بنا دیا تھا جہاں آپ شاد مایزید خاں کے زمانہ تک قیام پذیر رہے شارح چغینی کے والد محمد بھی عالم و فاضل آدمی تھے مگر ان کی زندگی نے وفاتہ کی اور عقوان شباب ہی میں انتقال کر گئے۔

تحصیل علوم..... شارح چغینی نے ابتدائی علوم کی تحصیل اپنے وطن روم میں کی اور جب اساتذہ عجم کے کمال کا شرہ سنا تو خراسان کا شوق دل میں پیدا ہوا اور چپکے چپکے سامان سفر کرنے لگے ان کی بہن خدا داد دیر کی سے بھائی کے ارادہ کو پا گئیں اور بجائے اس کے کہ روپیٹ کر گھر بھر کو خبر گردیتیں اپنا بہت ساز پور بھائی کے سامان سفر میں چھپا کر رکھ دیا تاکہ مسافرت میں خرچ کی طرف سے پریشانی نہ ہو۔ بہن کے اس عزیز توشہ نے جو نفع دیا ہو گا اس کا اندازہ کوئی بھائی کے دل سے پوچھتا۔

خراسان پہنچ کر آپ نے یہاں کے مشائخ سے استفادہ کیا اس کے بعد ماوراء النہر پہنچے اور یہاں کے علما سے علوم کی تکمیل کی کہا جاتا ہے کہ آپ میر سید شریف کے حلقہ درس میں بھی شریک ہوئے تھے مگر ان سے آپ کی کچھ بنی نہیں اس لئے چھوڑ کر چلے آئے۔



شاہی دربار تک رسائی..... جوہر فضل و کمال نے آپ کو شاہ سمرقند امیر اعظم الغ بیگ بن شاہرخ بن امیر تیمور کے یہاں پہنچایا، امیر مذکور نے نہ صرف یہ کہ ادب و احترام کیا بلکہ ان کے سامنے پیشانی طلب فرود کی اور کتب ریاضی کے علاوہ دیگر علوم کی بھی تعلیم لی۔

درس و مدرسے..... سمرقند میں ایک بہت بڑا مدرسہ تھا جس میں بہت سی درسگاہیں طلباء کے قیام کیلئے حجرے، وسیع ہال اور مختلف فضلاء وقت حضرات درس دیتے تھے شارح چینی اسی مدرسہ میں رئیس المدرسین تھے طریق درس یہ تھا کہ پہلے جملہ مدرسین تمام طلباء کو لے کر آپ کے درس میں شریک ہوتے اور جب آپ درس سے فارغ ہو کر مکان چلے آتے تب ہر ایک مدرس اپنی اپنی درسگاہ میں جا کر متعلقہ اسباق پڑھاتا، درس میں امیر اعظم الغ بیگ بھی گاہ بگاہ شریک ہوتا تھا، علاوہ الدین علی بن محمد توحیحی شارح تجرید جیسا ماہر علوم ریاضی اسی قاضی زلوه کا بالابا ہوا مایہ ناز علمی فرزند ہے۔

خیر خواہی اور ہمدردی..... ایک مرتبہ امیر مذکور نے کسی مدرس کو علیحدہ کر دیا آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے مدرسہ جانا چھوڑ دیا امیر کو خیال آیا کہ شاید طبیعت بنا ساز ہے چنانچہ وہ عیادت کیلئے آئے دیکھا تو آپ بعافیت تھے امیر نے مدرسہ نہ آنے کی وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا کہ میرے شیخ نے مجھے وصیت کی تھی کہ ایسے دنیوی عمداں کا ہرگز متولی نہ ہونا جن سے صاحب عمدہ کو عادات معزول کروایا جاتا ہو تو میں یہ سمجھتا تھا کہ مدرس کی یہ شان نہیں ہے مگر آپ کے معزول کرنے سے میرا خیال غلط سا ثابت ہوا امیر نے فوراً معذرت پیش کی اور مدرس کو اس کے عمدہ پر بحال کر دیا تب آپ نے مدرسہ جانا شروع کیا۔

تجزیہ چلے کسی یہ تڑپتے ہیں ہم امیر سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

قاضی زاوہ اور ذوق ریاضی..... شارح چینی بقول میر سید شریف ”غلب علی طبعہ الرياضیات“ علم ریاضی کا بڑا دلدادہ تھا اور اس فن میں اس نے وہ کامل دستری بہم پہنچائی تھی کہ اپنے ہم عصروں بلکہ محققین ریاضیوں پر بھی فوقیت رکھتا تھا، عربی کی ریاضیات میں آپ کی شرح چینی جس پایہ کی کتاب ہے اس سے ریاضی دنیا کا بچہ بچہ واقف ہے جو ۸۱۳ھ کی تصنیف ہے اور اس وقت سے آج تک ہمارے کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہے علامہ شبلی نے ”مقالات“ میں لکھا ہے کہ محمد شاہ کے زمانہ میں جب راجہ جے سنگھ والی جے پور نے بیس لاکھ کے صرفہ سے رصد خانہ قائم کیا اور فن ریاضی کے ساتھ نہایت اہتمام کیا تو علماء اسلام نے اس کے علم سے شرح چینی اور ہیئت کی دیگر کتابوں کا ترجمہ بھاشا (ہندی زبان میں کیا۔) وقات..... حدائق حنفیہ میں ہے کہ آپ نے ۳ رمضان ۸۹۹ھ میں وفات پائی۔

تصانیف..... شرح چینی کے علاوہ محقق نصیر الدین طوسی کی ”التحریر“ کا حاشیہ، احمد زاوہ بن محمود ہروی کی شرح ہدایۃ الحکمۃ کا حاشیہ علم ہندسہ میں ”اشکال التامیس“ کی شرح آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

## فہرست حواشی شرح چغینی

نمبر شمار حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	قاضی نور اللہ شوستری	۱۲۹۳ھ
۲	مفتی سعد اللہ مراد آبادی	۱۲۷۹ھ
۳	مفتی عنایت احمد کاکوری	۹۹۸ھ
۴	شیخ وجہیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	
۵	شیخ فتح اللہ شروانی	
۶	شیخ شان پاشا یوسف بن خضر بیگ بن جمال الدین	۸۹۱ھ

۹۱۱ھ	شیخ عبدالعلی بن محمد حسین برجنئی	=====	۷
۱۰۳۰ھ	شیخ بہاء الدین بن حسین عبدالصمد عالمی	== شرح ==	۸
۱۱۳۵ھ	امام الدین بن لطف اللہ ریاضی	== حاشیہ ==	۹

## (۹۵) صاحب تشریح الافلاک

نام و نسب..... آپ کا نام محمد، لقب بہاء الدین اور والد کا نام حسین اور لقب عز الدین ہے اسکندر بیگ نے "تاریخ عالم آرا" میں اور سید صدر الدین علی خاں بن نظام الدین نے "سلافتہ العصر" میں اور شیخ محمد بن حسن بن علی عالمی نے "امل الآمل فی ذکر علماء جبل عامل" میں آپ کے والد کا نام حسن بتلایا ہے شجرہ نسب یوں ہے۔

شیخ بہاء الدین محمد بن شیخ عز الدین حسین بن عبدالصمد بن شمس الدین محمد بن علی بن حسن بن محمد بن صالح الحارثی الجبلی العالمی، حاج سید محمد شفیع بن اکبر موسوی نے روضۃ البہیہ میں آپ کا لقب امین الدین ذکر کیا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ آپ اپنی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی بہاء الدین ہی سے مشہور ہیں عام سوانح نگار بھی یہی ذکر کرتے ہیں علاوہ ازیں آپ فارسی شاعری میں "بہائی" تخلص کرتے ہیں جو واضح دلیل ہے کہ آپ کا لقب بہاء الدین ہے نہ کہ امین الدین۔

تحقیق نسب..... تاجیہ شام میں جبل عامل کی طرف منسوب ہو کر العالمی کہلاتے ہیں اور قرآن جبل عامل میں سے قریہ "جبہ" کی طرف منسوب ہو کر الجبلی الحارثی حارث ہمدانی کی طرف نسبت ہے جو خواص اصحاب امیر المومنین میں سے تھے۔

تاریخ پیدائش..... خلاصۃ الاثر اور سلافتہ العصر وغیرہ میں ہے کہ آپ بروز چہار شنبہ بوقت غروب آفتاب ۷ ذی الحجہ ۹۵۳ھ کو بعلبک شہر میں پیدا ہوئے، لولوی البحرین قصص العلماء، فردوس التواریخ اور منتخب التواریخ وغیرہ میں یوم ولادت ۷ محرم الحرام اور روز پنج شنبہ مانا ہے ان کے مشہد پر ایک پتھر نصب ہے اس میں بھی یہی مکتوب ہے اس کی عبارت یہ ہے طلوع نیزہ لادنش در غروب پنج شنبہ شہر محرم الحرام در بعلبک در ۹۵۳ھ واقع لیکن اس پتھر کی عبارت کچھ زیادہ قابل اعتبار اس لئے نہیں ہے کہ یہ موصوف کی وفات کے ایک عرصہ دراز کے بعد نصب کیا گیا ہے۔

آباء و اجداد..... روضات الجنات اور مستدرک الوسائل وغیرہ میں خود شیخ کی زبانی منقول ہے کہ ہمارے آباء و اجداد اصحاب کرامات بزرگوں میں سے تھے اور ہمیشہ جبل عامل میں مشغول عبادت رہتے تھے میرے دادا شیخ شمس الدین محمد بن علی نے بیان کیا ہے کہ میری دادی بھی صاحب کرامت بزرگ تھیں ایام برف و باراں میں جب رودی کا انتظام نہ ہوتا اور بچے بھوکے رہتے تو برف کا ٹکڑا تھور میں ڈال دیتی تھیں اور چند ہی منٹ بعد بچی پکائی رودی تھور سے نکال کر کھلا دیتی تھیں۔

عام حالات زندگی..... ابتداء میں آپ نے اپنے والد بزرگوار سے تھوڑا بہت پڑھنے کے بعد اکابر وقت علماء سے تعلیم حاصل کی فراغت کے بعد مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے مگر بعد میں دنیوی مناصب ترک کر کے فقر وفاقہ کی زندگی کو ترجیح دی کئی بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے نجف مصر مکہ قدس حلب اصفہان سرندیپ وغیرہ مختلف ممالک کی تیس سال تک سیاحت کی مکہ مکرمہ میں مستقل چار سال اور مصر میں دو سال تک اقلیت پذیر رہے جب آپ سیاحت کرتے ہوئے اصفہان پہنچے اور شاہ عباس اول کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے آپ کو "مشیختہ العلماء" کے عہدے پر فائز کیا تھا نواب صدیق حسن خاں نے "خطیر القدس" میں یہ اشعار آپ ہی کی طرف منسوب کئے ہیں۔

لو ان مقامی فلک الافلاک

للسوق الی حلیہ حیثی باکی

المشی علی ہننتہ الاملاک

یسخر من مشی الی روضتہا

درس و تدریس..... ایک عرصہ تک باب درس و افادہ کشادہ رہا دور و راز کے تشنگان علم آپ کے چشمہ فیض سے

سیراب ہوئے چند مشہور تلامذہ کے نام حسب ذیل ہیں۔  
 شیخ جواد اللہ بن سعد اللہ بن جواد بغدادی سید ابو علی ماجد بن ہاشم بن مرتضیٰ ملا محمد حسن بن مرتضیٰ بن محمود سید  
 مرزا رفیع الدین محمد بن حیدر طباطبائی مولوی محمد شریف بن شمس الدین محمد اصفہانی، ملا خلیل احمد بن غازی قزوینی۔  
 المتفکر فی آیات اللہ..... شیخ بہاء الدین عاملی کا خود اپنا بیان ہے کہ جن آیات کے مضامین و مدلولات میں میرے والد نے  
 مجھے تدبر و تفکر کی وصیت کی تھی وہ یہ تین آیات ہیں (۱) ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (۲) تلك الدار الاخرة نجعلها للذين  
 لا يريدون علوا في الارض ولا فساوا والعاقبة للمتقين (۳) اولم نعمرکم ما ينذکرفیه من تذکر وجاءکم النذیر  
 وفات..... ۴ شوال ۱۰۳۰ھ میں بیمار ہوئے اور سات روز علیل رہ کر ۱۲ شوال کی شب میں اصفہان میں وفات پائی مرزا  
 اعتماد الدولہ ابوظالب نے تاریخ رحلت ان اشعار میں نظم کی ہے۔

رفت چوں شیخ زوار فانی  
 دوست جست ز من تاریخش  
 گشت ایوان جنائش بلائے  
 گفتش شیخ بہاء الدین دائے

تصانیف..... آپ نے درجنوں کتابیں تصنیف کیں چو اسی تصانیف کا تذکرہ "احوال و اشعار فارسی شیخ بہائی" میں  
 موجود ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔

(۱) رسالہ اثنا عشرہ (۲) اربعین حدیث (۳) اسرار البلاغہ (۴) مجموعہ اشعار فارسی و عربی (۵) بحر الحساب (۶) بند اہل  
 دانش و ہوش بزبان گریہ و موش (۷) تحفہ حاتمہ در اسطرلاب برائے مرزا حاتم بیگ اعتماد الدولہ نوشتہ (۸) تنبیہ الغافلین۔  
 (۹) توضیح المقاصد۔ (۱۰) تمذیب البیان در علم نحو۔ (۱۱) جامع عباسی در فقہ بزمان فارسی۔ (۱۲) جبر و مقابلہ۔ (۱۳) جواب  
 ثلث مسائل۔ (۱۴) جواب مسائل الدتیات۔ (۱۵) جواب مسائل الشیخ صالح الجزائری۔ (۱۶) جواہر الفرد۔ (۱۷) حاشیہ  
 ارشاد الاذہان۔ (۱۸) حاشیہ تفسیر بیضاوی نا تمام۔ (۱۹) خلاصۃ الحساب۔ (۲۰) حاشیہ خلاصۃ الحساب۔ (۲۱) حاشیہ خلاصۃ  
 الرجال۔ (۲۲) حاشیہ شرح عسندی۔ (۲۳) حاشیہ شرح مختصر الاصول (۲۴) حاشیہ مطول نا تمام (۲۵) جبل التین (۲۶)  
 حدائق الصالحین۔ (۲۷) حدیثۃ الملالیۃ (۲۸) حل جروف القرآن (۲۹) حواشی اثنا عشریہ (۳۰) حواشی تشریح  
 الافلاک (۳۱) حواشی زبدہ۔ (۳۲) حواشی شرح تذکرہ۔ (۳۳) حواشی شرح تمذیب الاصول۔ (۳۴) حواشی تفسیر کشاف  
 (۳۵) رسالہ تضاریر الارض (۳۶) شرح شرح چمنی (۳۷) شرح فرائض نصیریہ (۳۸) صراط مستقیم (۳۹) طوطی نامہ۔  
 (۴۰) عرۃ الوثقی (۴۱) عین الحیوۃ (۴۲) نواد صدیہ (۴۳) تشریح الافلاک

حواشی تشریح الافلاک..... ۱۔ حاشیہ ملا فرح اللہ بن محمد بن درویش حویزی۔ ۲۔ حاشیہ مرزا محمد صادق حکامی۔ ۳۔  
 حاشیہ سید محمد شرموطی۔ ۴۔ حاشیہ سید عبداللہ شکر بن عبدالکریم قنوی۔ ۵۔ حاشیہ سید حیدر طباطبائی۔ ۶۔ حاشیہ شیخ محمد  
 بن عبداللطیف قطیفی۔ ۷۔ حاشیہ قاضی نور اللہ شوستری۔ ۸۔ حاشیہ سید صدر الدین محمد بن محمد صادق قزوینی۔ ۹۔ شرح ملا  
 امام الدین بن لطف اللہ ریاضی۔ ۱۰۔ حاشیہ از بہاء الدین عاملی (مصنف کتاب)۔

## (۹۶) صاحب تشریح

تعارف..... فاضل کبیر شیخ امام الدین بن لطف اللہ بن احمد لاہوری ثم الدہلوی، فنون ریاضی میں اتنے ماہر تھے کہ ان  
 فنون میں آپ کی نظیر نہ تھی بلکہ ریاضی کے لقب ہی سے مشہور تھے صاحب زہدہ الخواطر لکھتے ہیں۔

احد العلماء المبرزين في فن الرياضيت لم يكن له نظير في عصره في تلك الفنون

۱۔ از خلاصۃ الاثر مرآة العالم احوال و اشعار شیخ بہائی انجم المصطفیٰ وغیرہ

آپ فن ریاضی کے ماہر علماء میں تھے اپنے زمانہ میں اس فن میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔  
تصانیف..... تشریح تشریح الافلاک ۱۱۰۳ھ میں برجستہ تحریر فرمائی اس کے علاوہ شرح چترینی پر ایک عمدہ حاشیہ لکھا  
وفات..... نزہۃ الخواطر میں ہے کہ آپ نے ۱۱۴۵ھ میں وفات پائی۔ لے

## (۹۷) صاحب بست باب

نام و نسب..... محمد نام، ابو عبد اللہ (ابو جعفر) کنیت قیصر الدین لقب، والد کا نام محمد اور دادا کا نام حسن ہے شہر طوس کے  
باشندے ہیں، عقیدہ بہت عالی درجہ کے شیعہ تھے۔  
وطن عزیز..... شہر طوس ایک مردم خیز جگہ ہے جہاں نظام الملک، امام غزالی اور شاعر فردوسی تین بڑے مشہور شخص  
گزرے ہیں کسی کا شعر ہے۔

چوں نظام الملک و غزالی و فردوسی بود

ہر دیر و شاعر و مفتی کہ او طوسی بود

محقق طوسی اسی زر خیز زمین میں ۵۹۷ھ میں دو شنبہ کے دن ۱۱ جمادی الاولیٰ کو پیدا ہوئے اور بیس نشوونما پائی  
تحصیل علوم..... محقق طوسی اپنے وقت کے بے مثل فیلسوف ماہر علم الاوائل بالخصوص رصد و جہتی اور علم ریاضی میں  
یکتاے روزگار تھے معین الدین سالم بن بدران معتزلی رافضی اور کمال الدین یونس موسلی وغیرہ سے آپ نے علوم کی تحصیل  
کی فراغت کے بعد شاہ ہلاکو خان کے یہاں وزارت کے عہدے مامور ہوئے، شاہ ہلاکو خان آپ کا بہت احترام کرتا تھا اور ہر  
کام میں آپ سے مشورہ لیتا تھا کہا جاتا ہے کہ شاہ موصوف آپ کے مشورہ کے بغیر بھی پابہ رکاب نہیں ہوا۔  
اخلاق و عادات..... موصوف نہایت خوب صورت و خوب سیرت بلند اخلاق و پاکیزہ صفات کریم الطبع حسن العشرہ اور  
بڑے حلیم و بردبار تھے ایک مرتبہ کسی نالائق نے آپ کے نام ایک خط لکھا جو فحش گوئی سے بھرا ہوا تھا اور یہ الفاظ تحریر تھے  
”یا کلب ابن الکلب“

آپ نے پورا خط پڑھا اور پڑھ کر نہایت سنجیدگی کے ساتھ جواب تحریر فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا ”یا کلب ابن الکلب“  
بالکل غلط ہے کیونکہ کتا چو پاؤں میں سے ہے بھونکتا ہے، طویل الاظفار ہے اور میں بجز اللہ متعصب القامتہ بادی البشرہ،  
عریض الاظفار اور ناطق و ضاحک ہوں پس کتے کے فضول و خواص اور ہیں اور میرے فضول و خواص اور ”غرض آپ نے اپنی  
طرف سے کوئی ناشائستہ لفظ بھی تحریر نہیں فرمایا، طاش کبریٰ زادہ نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ آپ اپنے زمانہ میں حکما  
مدققین کے سردار و پیشوا متقدمین و متاخرین ہر ایک کے علوم پر گہری نظر رکھتے تھے۔

بنام صد خانہ و تعمیر کتب خانہ..... ۱۱۵۷ھ میں آپ نے شہر مراند میں ایک عظیم ترین رصد گاہ بنائی اور ایک بہت بڑا  
قبہ تعمیر کر لیا جس وقت بغداد و شام اور جزیرہ وغیرہ پر تاتاری حملہ ہوا اور وہاں کی کتابیں لوٹی گئیں تو اس میں طوسی کو چار لاکھ  
کتابیں ہاتھ آئیں اور وہ ساری کتابیں آپ نے اسی قبہ میں جمع کیں موصوف نے اپنی کتاب ”الرتج الاطلیانی“ میں لکھا ہے کہ  
اس رصد خانہ کی مہم میں جو حکما میرے شریک کار رہے ان میں دمشق سے موید عرضی موصل سے فخر الدین مراستی بقلس  
سے فخر الدین خلاطی اور تزدین سے نجم الدین کاہتی (صاحب شمس) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

لطیفہ عجیبہ..... منقول ہے کہ ایک مرتبہ نصیر الدین طوسی کسی دلی کی زیارت کیلئے گیا لوگوں نے تعارف کرایا کہ یہ عالم دنیا  
نصیر الدین طوسی ہے دلی نے دریافت کیا کہ ان میں کون سا کمال ہے۔ لوگوں نے کہا کہ علم نجوم میں ان کی نظیر نہیں دلی نے  
کہا کہ علم نجوم تو اس سے زیادہ گدھا جانتا ہے یہ سن کر طوسی بہت زیادہ کبیدہ خاطر ہوا اور مجلس سے اٹھ کر چلا آیا اتفاق کی بات

اسی رات طوسی ایک پن چکی واسلے کے دروازے پر شب گزاری کیلئے مقیم ہوا طحان نے کہا اندر آجائے کیونکہ آج شب میں بہت تیز بارش ہوگی یہاں تک کہ اگر دروازہ بند نہ کیا گیا تو سیلاب میں بہہ جائے گا طوسی نے اس کی وجہ دریافت کی طحان نے کہا کہ میرے یہاں ایک گدھا ہے جب وہ اپنی دم آسمان کی طرف کر کے تین بار ہلاتا ہے تو بارش نہیں ہوتی اور جب وہ زمین کی طرف کر کے ہلاتا ہے تو بارش ہوتی ہے یہ سکر طوسی اپنے بچر کا معترف اور ولی کی صداقت کا قائل ہو گیا۔

وفات ..... آخر میں آپ اپنے اصحاب و تلامذہ کی ایک بھاری جماعت کے ساتھ بغداد تشریف لائے اور یہاں چند ماہ قیام کرنے کے بعد ۷۵ برس کی عمر یا کر دو شنبہ کے دن ۸ ازی الحجہ ۶۷۲ھ میں دنیا سے رخصت ہو گئے اور مشہد کاظم میں آپ کو ہمیشہ کیلئے سپرد خاک کر دیا گیا۔

الباقیات الصالحات ..... آپ نے تین صاحبزادے صدر الدین علی، اصیل حسن اور فخر الدین احمد یادگار چھوڑے اور آپ کے بعد آپ کے اکثر مناصب پر صدر الدین علی فائز ہوئے۔

تصنیفات و تالیفات ..... اذیۃ الادرک فی ہیئۃ الافلاک - ۲ - تجرید: علم کلام کی بہت عمدہ اور مشہور کتاب ہے چھ مقاصد پر مرتب ہے لیکن شیعیت کا گہرا رنگ چڑھا ہوا ہے منقول ہے کہ حضرت عمر ؓ نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا اللهم اجعلنی من القلیل آپ نے فرمایا: یہ کیا دعا ہے۔ اس نے کہا حق تعالیٰ کا رشاد ہے "وفلیل من عبادی الشکور" پس میں اس کی دعا کر رہا ہوں کہ حق تعالیٰ مجھے ان قلیل بندوں میں سے بنا لے اس پر حضرت عمر ؓ نے فرمایا "سکل الناس اعلم من عمر" طوسی نے اسی "تجرید" کتاب میں حضرت عمر ؓ کے قول مذکور سے اس پر استدلال کیا ہے کہ حضرت عمر ؓ خلافت کے اہل نہ تھے (لا حول ولا قوۃ) و انما قال ما قال کسر النفسہ - ۳ - الزیج الالبجانی - ۴ - التذکرہ بیت بیط سے متعلق ہے - ۵ - الزیج الشاہی، ۶ - قوانین الطب، ۷ - اختصار المحصل اس میں امام فخر الدین رازی پر خوب لے دے کی ہے اسی لئے خود فرماتے ہیں کہ یہ شرح نہیں بلکہ جرح ہے یہ آپ نے بیس سال میں لکھی ہے - ۸ - شرح اشارات - ۹ - کتاب الطلوع والغروب - ۱۰ - الظفر فی الجبر - ۱۱ - کتاب التوسطات فی المندرس - ۱۲ - کتاب المناظر - ۱۳ - اخلاق ناصری - ۱۴ - لوصاف الاشراف - ۱۵ - قواعد العقائد - ۱۶ - تخلص فی الکلام والعروض - ۱۷ - جامع الحساب - ۱۸ - شرح کتاب البجعلی - ۱۹ - کتاب المطالع - ۲۰ - بست باب فی معرفتہ اسطرلاب وغیرہ

شروح و حواشی بست باب ..... شرح بست باب: شیخ نظام الدین بن حبیب اللہ حسینی الفہ ۵۸۷۳

## (۹۸) صاحب خلاصۃ الحساب

علامہ بہاؤ الدین عالمی کی تصنیف ہے جن کے حالات "تشریح الافلاک" کے ذیل میں گزر چکے۔

## (۹۹) صاحب تحریر اقلیدس

محقق نصیر الدین طوسی کی تصنیف ہے جن کے حالات "بست باب" کے ذیل میں گزر چکے

## (۱۰۰) صاحب القانون

نام و نسب ..... حسین نام، ابو علی کنیت، شرف الملک لقب والد کا نام عبد اللہ ہے سلسلہ نسب یوں ہے حسین بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن سینا شہر بخارا کے نزدیک خر مین گاؤں میں جہاں ان کے باپ نوح بن منصور سامانی کی طرف سے

گورز تھے ۳ صفر ۷۵ھ میں پیدا ہوا اور والد نے اس کا نام حسین رکھا۔

تحصیل علوم..... جب اس کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو اسے تعلیم دلانے کے خیال سے اس کے والدین نے شہر بخدا میں اقامت اختیار کی اور ایک نیک سیرت بزرگ معلم کی شاگردی میں دے کر قرآن کریم عربی صرف و نحو غیرہ کی تعلیم دلائی ابتدائی تعلیم کا مرحلہ اس نے خود لاد ذہانت و طبیعت کی مدد سے صرف پانچ سال میں طے کر لیا اس کے بعد بخدا کے مشہور فقیہ اسماعیل زاہد کی خدمت میں علم فقہ اور محمود مساح نامی ایک نامور ہندسہ دان سے جو سبزی فردوشی کا کام کرتا اور ساتھ ہی علم ہندسہ اور مساحت کی درس بھی دیا کرتا تھا ریاضیات کی تحصیل شروع کی یہاں بھی اس کی تیزی طبع اور ذہانت نے استادوں کو حیران اور اس پر نہایت مہربان بنا دیا چنانچہ بہت ہی قلیل عرصہ میں شیخ کو ان علوم میں اچھی مہارت ہو گئی اور بہت کم استادوں کی مدد کا محتاج رہ گیا۔

شیخ اسماعیل زاہد اور محمود مساح کی خدمت میں جانا ہی تھا کہ بخدا میں ایک نامور عالم اور فلسیوف عبداللہ ناکلی وارد ہوا شیخ کے باپ نے ہونہار فرزند کی تعلیم کیلئے ناکلی کو اپنا مہمان بنا کر بیٹے کو اس کے سپرد کر دیا ناکلی نے اس کی ذکاوت دیکھ کر اس کے والد عبداللہ سے کہا کہ تمہارا یہ فرزند بہت بڑا عالم ہو گا بشرطیکہ تم اسے علم کے کسی اور کام میں نہ پھنساؤ پھر بڑی توجہ کے ساتھ اس کو منطق کی کتاب ایسا غومی پڑھانی شروع کی پہلے ہی سبق میں استاد اس کی تقریر سن کر دنگ رہ گیا اور تھوڑے ہی زمانہ میں شیخ کو منطقی مسائل سے کامل واقفیت ہو گئی اس کے بعد اس کا دماغ اس علم کے اسرار کا جو یا ہوا مگر استاد کو اس قابلیت کا آدمی نہ پا کر مجبوراً خود ستون کے ساتھ ان کی شرحوں کا مطالعہ شروع کیا اسی طرح اس نے اقلیدس کی چند شکلیں اور کتاب محسوطی کا کچھ حصہ استادوں سے پڑھ کر باقی خود حل کیا۔ اس اثنا میں عبداللہ ناکلی بخدا سے چلا گیا اور شیخ کے دل میں علم طب حاصل کرنے کا شوق گدگدی پیدا کرنے لگا۔

تحصیل طب..... مشہور سوانح نگاروں کا کہنا ہے کہ شیخ ابو علی ابن سینا نے طب کا خود مطالعہ کیا بعض حضرات لکھتے ہیں کہ شیخ نے امیر نوح بن منصور سلطان بخدا کے درباری طبیب حسن بن نوح القمیری اور ابو سہل حسینی کے حلقہ درس میں شرکت کی اور بہت جلد اس فن میں بھی وہ کمال پیدا کیا کہ استاد وقت اطباء اس کی شاگردی کا دم بھرتے اور اس پر فخر کرنے لگے سولہ سال کی عمر میں تمام مروجہ وقت علوم و فنون میں کمال کا درجہ حاصل کر چکا تھا اب اس کو شیخ کہا جاتا اور وہ اس معزز لقب کا مستحق شمار ہوتا تھا۔

درس و تدریس..... تھوڑے ہی عرصہ میں اسکی مجلس درس نے تمام معاصر علماء و مشائخ کی مجالس درس کو پیچھا اور ماند کر دیا طالب علموں کا مجموعہ اسے گھیرے رہتا تھا نام اور شہرت پر پرواز لگائے دنیا میں اڑ رہی تھی دور دراز مقامات سے تشنگان علم جوق در جوق آپ کے پاس آتے اور کسب فیض کرتے تھے سچے شاہان علوم کی جو تسلی ابن سینا کی دل پذیر و خاطر نشین تقریر مطالب سے ہوتی وہ اور کسی کی تقریر سے نہیں ہوتی تھی۔

شوق مطالعہ..... قدرتی امر ہے کہ پڑھنے کے بعد جب پڑھانے کا دور آئے تو مطالعہ ہی ترقی علم و تکمیل معرفت کا ذریعہ ہوتا ہے شاگردی کی قید سے آزاد ہو کر شیخ کو بھی اس طرف توجہ ہوئی اور اس کی ذہانت و ذکاوت اپنا جوہر عیاں کرنے لگی مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ علمی مسائل اور دقیق ترین کتابی عبارتیں وہ کچھ اس آسانی سے حل کر لیتا کہ اس کے معاصر علماء حیران رہ جاتے اور اس کی طباطبائی و نکتہ رسی کو مان لینے سے چارہ نہ پاتے تھے کتاب ہاتھ میں آجانے کے بعد مجال کیا تھی کہ بغیر اسے تمام کیے ہوئے رکھ دے اور یہی نہیں کہ پڑھ کر رکھ دے بلکہ اس کو پورے طور پر سمجھ کر اور اس کا تمام مطلب درکار آمد حاصل خزانہ دماغ اور گنجینہ محافظہ میں بھر کر چھوڑتا تھا اس جاگ کر کتب بینی میں بسر کر دیتا نیند غالب آتی یا مکان محسوس ہوتا تو پانی پیتا اور تازہ دم ہو کر پھر کتاب دیکھنے لگتا تھا ایک مرتبہ کسی کتاب کو چالیس مرتبہ اس طرح دیکھا کہ

وہ بالکل حفظ ہو گئی مگر مطلب کچھ نہ سمجھا تھک کر کتاب رکھ دی مگر چند روز بعد ایک دلال کے کہنے سے تین درہم قیمت میں ایک اور کتاب مول لے لی جو فارابی کی کتاب مابعد الطبیعہ تھی اس کے مطالعہ سے پہلی کتاب کا مطلب بھی حل ہو گیا اس خوشی میں اس نے بہت سا روپیہ خیرات کیا۔

ابن سینا اور خاکروب ..... تاریخ گزیدہ میں ہے کہ ایک روز شیخ رئیس باکوچہ وزارت ایک خاکروب کے پاس کو عین اس وقت میں گذرا جبکہ وہ اپنے خاکروبی کے عمل میں مشغول تھا شیخ نے سنا کہ وہ بائیس بیت مترنم مست گرامی داہتم اے نفس ازانت کہ آساں بچد زور بدل جہانت

شیخ نے بطریق تعریض ہنس کر کہا کہ شاید کمال عزت نفس یہی ہے کہ تو نے اس کو خاکروبی کی ذلت میں گرفتار کر رکھا ہے اور عمر نفیس کو اس شغل خمیس میں برباد کر رہا ہے خاکروب نے جواب دیا کہ عالم ہمت میں شغل خمیس کے ذریعہ شکم سیر ہونا بامنت رئیس برداشت کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اگر کئی ذرائع جہود کناسی۔ دگر کئی ذرائع مجوسی گلکاری۔ دریں دو کار خمیس اس قدر کراہیت نیست۔ دریں دو نفل قبیح ان مشابہ دشواری۔ کہ در سلام فروداگان صدر نشیں۔ بروئے سینہ نمی دست بر فروری۔

شاہی دربار تک رسائی ..... حصول علم و کمال کا ایک نتیجہ قدر دانی علم سے بہرہ ور ہونا بھی ہے تفسیح بھی جدوجہد کے بعد اس مرتبہ کا مستحق ہو گیا تھا کہ دنیا اس کے فضل و کمال کی قدر کرے اور وہ اپنی محنتوں کا ثمر دے۔

بخارا میں بچہ بچہ شیخ کے کمالات علمی سے واقف اور اس کے نام سے روشناس تھا اتفاق سے انہی دنوں نوح بن منصور سخت بیمار ہو اور درباری اطباء کا علاج کارگر نہ ہوا آخر شیخ کا تذکرہ آیا اور اسے بلوایا گیا باجملہ شیخ کے علاج سے بادشاہ کو صحت ہوئی پھر کیا تھا دولت و نعمت اس کے قدموں پر آ پڑی اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ شاہی کتب خانہ اس کیلئے گویا وقف کر دیا گیا شیخ نقشہ کامان محبت کی طرح کتابوں کے مطالعہ پر مائل ہوا کتب بینی سے علم میں اضافہ اور نظر میں وسعت پیدا ہوئی جن کتابوں کے متعدد نسخے طے ان میں سے ایک ایک نسخہ شیخ نے لے کر اپنا خاص کتب خانہ سجایا اور دیگر کار آمد کتابیں نقل کرا کے اپنے دارالکتب میں داخل کیں۔

قید و بند اور مصائب و محن .....

اسی باعث سے دایہ طفل کو اقون دیتی ہے کہ تا ہو جائے لذت آشنا تخی دوراں سے

جب شیخ بائیس برس کے ہوئے تو پدری سایہ سے محروم ہو گئے اور وطن چھوڑ کر خوارزم کے علاقہ میں چلے گئے اور پھر برابر سفر کرتے رہے جرجان پہنچے اور وہاں تعلیم و تصنیف کا شغل جاری کیا طب میں کتاب القانون لکھی پھر وہاں سے ہمدان واپس آئے جہاں شمس الدولہ بن بویہ نے انہیں قلم و دان وزارت سونپ دیا لیکن ابھی انہیں یہ عمدہ سنبھالے ہوئے تھوڑی ہی مدت گذری تھی کہ فوج نے ان کے خلاف بغاوت کر دی ان کا مال لوٹ لیا اور شاہ سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں قتل کر دے مگر شاہ نے صرف جلا وطن کرنے پر اکتفا کی اس پر بھی ان کی مشکلات کا خاتمہ نہ ہوا بلکہ تاج الدولہ کے یہاں ان کے خلاف نہایت نازیبا قسم کی خیانت کا اہتمام لگایا گیا جس پر اس نے انہیں چار ماہ تک ایک قلعہ میں بند رکھا اور انہوں نے بھیس بدل کر فرار ہو کر نجابت حاصل کی اور اسمہان میں علاء الدولہ کے پاس پناہ لی اور اس کی حفاظت میں کچھ زمانہ اطمینان سے گذرا لیکن۔

ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹا جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ

ایک طرف تو پیہم حوادث نے ان کی کمر توڑ کر حوصلہ پست کر دیا اور دوسری طرف شہوت پرستی کے غلبہ نے ان کو جسمانی طور پر کمزور کر کے ایک ایسی لاعلاج بیماری میں مبتلا کر دیا جس کے علاج میں ان کی تمام طب اور ایڈا ایر ناکام رہ گئیں۔ وفات ..... شیخ کو درد فوج کی شکایت رہا کرتی تھی اور قبض دور کرنے کیلئے حقنہ لیا کرتا تھا ایک مرتبہ علاء الدولہ کے

ہر کاب کسی جنگ میں شریک تھا سفر ہی میں درود کا دورہ ہوا قبض دور کرنے کیلئے ایک دن بل آٹھ پار حقہ لیا جس سے آنتوں میں خراش آگئی پھر اسی دن سفر کرنا ہزارہ کی ٹکان نے دوسری منزل پر یہ حالت گردی کہ جان پر آہنی اور طرہ یہ ہوا کہ اس کے دوا ساز طبیب نے معلوم نہیں غلطی سے یا عمد معمولی نسخہ میں ایک دوا کی مقدار مانج گئی بڑھادی جو آنتوں کی خراش کو قرحہ بنا گئی اور خان ملازموں نے اس کو ایون کی بست سی مقدار اور بھی کھلا دی اب تو شیخ کی ساری قوت سلب ہو گئی اور وہ جاں بلب حالت میں اصفہان لایا گیا۔

شیخ نے اصفہان پہنچ کر دوائیں قطعاً چھوڑ دیں وہ سمجھ گیا تھا کہ اب خیر وقت آپہنچا ہے موت سے بچنا غیر ممکن ہے بد پر ہیزی میں حضرت کو کمال تھا شروع مرض سے بے احتیاطیاں کر کے مرض کو بڑھا لیا اور زندگی کے چند آخری دن سخت تکلیف سے بسر کر کے تریں سال کی عمر پا کر جمعہ کے دن ماہ رمضان ۳۲۸ھ میں دنیا سے رحلت کر گئے وفات کے بعد ان کی لاش شہر ہمدان کے پچھتم کی طرف دیوار فصیل کے نیچے دفن کی گئی اور بقول بعض اس کا لاشہ اصفہان لایا گیا اور شیخ کے مکان سکونت کون گنبد کے بڑے بھانگہ پر دفن ہوا یہ مکان خاص شیخ کے رہنے کا تھا۔

عمر گر خوش کہ زدن زندگی خضر کم ست  
در بنا خوش گزر و نیم نفس بسیار ست  
لطیفہ..... عجیب بات ہے کہ شیخ مرض توج کا حکمی علاج کرتا مگر خود اسی بیماری میں مرا چنانچہ اس کا ایک ہم عصر اسی حادثہ پر تعریض کرتا ہوا کتاب ہے

و یا بجز مات اخس المسات

ریت ابن سینا یعادى الرجال

ولم شیخ من موت النجات

فلم یشف مانالہ بالشفاء

اسی طرح منقول ہے کہ حکیم جالینوس نے اپنے ساتھیوں کو دو گولیاں دیں اور کہا کہ میرے مرنے کے بعد ان میں سے ایک کو لوہہ کی سوہان پر رکھنا اور دوسری کو پانی سے بھری ہوئی شیشی میں رکھنا ساتھیوں نے اس طرح کیا دیکھا تو سوہان پھل کر پانی پانی ہو گئی اور شیشی کو توڑا تو پانی اسی طرح جما ہوا تھا جیسے وہ گویا شیشی ہے حکماء کہتے ہیں کہ اس سے جالینوس کا مطلب یہ تھا کہ میں گولوہے کو بکھال دینے اور پانی کو جمائے پر قادر ہوں لیکن میرے پاس موت کی کوئی دوا نہیں ہے و لفا قال بعضهم

فان الموت قد یاتی ولو صیرت قارونا

الایا یرا المرور تب من غیر تاخیر

واقفاطون یر سام و جالیوس مبطونا

بسل مات لرسطالیس بقراط بافلاح

مسک شیخ..... شیخ کے عقیدہ و مذہب پر بہت کچھ چہ میگوئیاں ہوتی تھیں کوئی اس کو سنی کہتا تو کوئی شیعہ بلکہ بعض کافر بھی کہتے تھے عارف جامی نے کہا ہے

روشی از چشم تا بیجا جوئے

نور دل از حسینہ سینا جوئے

باعث خوف ست بشارت او

جانب کفر ست اشارت او

اہل نجاش زگر قناری ست

فکر شفا لیش ہمہ بیماری ست

لیکن شیخ کی یہ رباعی سب کے طعنوں کا بہت اچھا جواب ہے۔

حکام تراز ایمان من ایمان نبود

کفر چو منی گزاف و آساں بود

پس در ہمہ دہر یک مسلمان نبود

در دہر چو من کیے و آں ہم کافر

علاوہ ازیں اس نے اپنے دوست ابو سعید کو ایک خط میں جو اپنے عقائد کے متعلق لکھا تھا یہ بھی لکھا ہے کہ خوب یاد رکھو کہ نماز بہترین عمل ہے اور روزہ بہت اچھا سبب تسکین صدقہ تمام نیکیوں سے بڑھ کر مفید نیکی ہے اور عمل و بردباری پاکیزہ ترین خوبی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مرض الموت میں جب اس کی صحت حد سے زیادہ خراب ہو گئی تو اس نے غسل کیا پانچ گاہ ایزوی میں



نہایت عاجزی کے ساتھ توبہ کی پھر اپنا تمام مال فقراء پر صدقہ کیا اور اپنے تمام حقوق جو اسے پاتھے او اکیئے اور کثرت سے تلاوت قرآن کرنے لگا چنانچہ ہر تیسرے روز ایک قرآن ختم کرتا تھا ان واقعات سے شیخ کا صافی مشرب ہونا ثابت ہوتا ہے ہاں وہ آزاد خیال اور شہوت پرست ضرور تھا۔

کمال شیخ و کرامت ولی..... منقول ہے کہ ایک ولی نے شیخ سے کہا کہ تو نے علوم عقلیہ میں اپنی ساری عمر گنولوی آخر کس مرتبہ تک پہنچا۔ شیخ نے کہا کہ ساعات یومیہ میں سے مجھے ایک ایسی گھڑی معلوم ہے کہ اس میں لوہا مثل خیر ہو جاتا ہے ولی نے کہا کہ جب وہ گھڑی آئے تو مجھے بتانا چنانچہ شیخ نے وہ گھڑی بتائی اور ہاتھ میں لوہا لے کر اس میں انگلی داخل کی تو وہ اس کے اندر دھنس گئی گھڑی گزر جانے پر ولی نے شیخ سے کہا کہ اب پھر اسی طرح کرو شیخ نے کہا وہ گھڑی گزر چکی اب ممکن نہیں ولی نے لوہا ہاتھ میں لے کر انگلی داخل کر دی اور فرمایا کہ دانشمند کیلئے یہ زیبا نہیں کہ وہ اپنی عزیز عمر زائل و فانی چیز میں صرف کرے۔ تصانیف..... شیخ نے علمی دنیا میں جو کچھ کام کیا اس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک ایسا شخص جس کی عمر کا اکثر حصہ مصائب و تکالیف ہی میں گزرا وہ کیونکر اپنی اتنی یادگاریں چھوڑ گیا۔ موصوف کی تصانیف کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے جن میں سے بعض کتابیں کئی کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں بعض تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱۔ حاصل و محصول فقہ میں اس کی بیس جلدیں تھیں مگر یہ معدوم ہو گئی، ۲۔ مجموع ایک جلد، ۳۔ البر والاشم: اخلاق میں اس کی دو جلدیں ہیں، ۴۔ الانصاف: بیس جلد جب سلطان محمود نے اصفہان کو تاراج کیا اس وقت ضائع ہو گئی، ۵۔ الشفاء: اٹھارہ جلد، ۶۔ الارصاد والقلیہ، ۷۔ الاشدات اس میں تمام علوم پر بحث ہے اور اکیس برس کی عمر میں لکھی ہے، ۸۔ النجات: تین جلد، ۹۔ الہدایہ، ۱۰۔ المختصر الاوسط، ۱۱۔ دانش نامہ علانی، ۱۲۔ القونج، ۱۳۔ لسان العرب: دس جلد، ۱۴۔ کتاب المبدأ والمعاد، ۱۵۔ کتاب البیاضات، ۱۶۔ رسالۃ القضاء والقدر، ۱۷۔ آلہ صدیہ، ۱۸۔ غرض قاطیغوریاں، ۱۹۔ قصائد منطوق، ۲۰۔ رسالۃ فی الحروف، ۲۱۔ مختصر اقلیدس، ۲۲۔ الحدود، ۲۳۔ الاجرام السماویہ، ۲۴۔ اقسام الحکمۃ، ۲۵۔ خطب الکلام، ۲۶۔ عیون الحکمۃ، ۲۷۔ کتاب المشکوٰۃ والظہیر، ۲۸۔ مقالہ در ہیئت امراض، ۲۹۔ کتاب الخ، ۳۰۔ رسالۃ العشق، ۳۱۔ حاشیہ قانون

۳۲۔ القانون..... طبعی تصانیف میں نہایت جامع اور معرکتہ ازاراء کتاب ہے جو چودہ جلدوں میں ہے قلعہ فرواجمان میں مقید رہتے ہوئے لکھی ہے اسپین، اٹلی اور فرانس کی یونیورسٹیوں میں انجمنی تک یہ کتاب فن طب میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے درس نظامی میں اس کا ایک حصہ حیات القانون الشامل نصاب ہے اور اس کا مختصر قانونچہ کامل طور پر پڑھایا جاتا ہے یورپ والوں نے جالیوس اور بقرابط کی کتابوں سے زیادہ اس کی کتابوں کو اپنی زبانوں میں منتقل کیا اور اس کی بیشتر تصانیف کلاسیکی میں ترجمہ کیا ہے جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہے نیز انہوں نے جدید فلسفہ کی تشکیل میں اسی پر بنیاد رکھی ہے۔

### (۱۰۱) صاحب قانونچہ

شرف الدین ابو علی محمود بن عمر چغتائی کی تصنیف ہے جن کے مخصوص چغتائی کے ذیل میں گزر چکے آپ کی یہ کتاب دس مقالات اور ۹۴ فصول پر مرتب ہے پہلا مقالہ امور طبعیہ میں ہے جس میں پانچ فصلیں ہیں اور دوسرا مقالہ تشریح میں ہے جس میں سات فصلیں ہیں تیسرا مقالہ انسانی بدن کے احوال میں ہے جس میں پانچ فصلیں ہیں چوتھا مقالہ نبض سے متعلق ہے جس میں چھ فصلیں ہیں پانچواں مقالہ تدبیر امعاء میں ہے اور اس میں دس فصلیں ہیں چھٹا مقالہ سر کی پہلوئوں سے متعلق ہے اور اس میں تیرہ فصلیں ہیں ساتواں مقالہ سینہ کے امراض میں ہے اور اس میں اٹھارہ فصلیں ہیں آٹھواں مقالہ بقیہ اعضاء کے امراض میں ہے جس میں نو فصلیں ہیں نواں مقالہ علل ظاہرہ کے بیان میں ہے اور اس میں آٹھ فصلیں ہیں دسواں مقالہ قوی اطعمہ اور لشرہ مالوفہ میں ہے اور اس میں تیرہ فصلیں ہیں۔

## (۱۰۲) صاحب شرح اسباب و (۱۰۳) نفیسی

تعارف..... آپ کا نام نفیس برہان الدین لقب اور والد کا نام عوض ہے اور دوا حکیم کرمانی سے مشہور ہیں آپ فن طب کے بہترین عالم اور سمرقند میں سلطان الخ بیگ کے خاص طبیب تھے۔

تصانیف..... آپ نے شیخ نجیب الدین محمد بن علی بن عمر سمرقندی کی کتاب "الاسباب والعلامات" کی نہایت بہترین اور محققانہ شرح لکھی جس کی وجہ سے کتاب مذکور کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی چنانچہ صاحب کشف فرماتے ہیں۔

قد اشہتر هذا الكتاب بسبب شرح المحقق برهان الدين الكرمانی و هو شرح لطیف ممزوج حقیق فیہ

واجادوا وضح المطالب فوق ما یراد۔

یہ کتاب (الاسباب) محقق برہان الدین کرمانی کی شرح کے سبب سے مشہور ہوئی جو نہایت عمدہ شرح ہے جس میں آپ نے بہت تحقیق اور عمدگی کے ساتھ مطالب کتاب کو فوق ما یراد واضح کیا ہے۔

آپ نے یہ شرح لوآخر صفر ۸۲۷ھ میں سمرقند میں لکھ کر شاہ الخ بیگ کی خدمت میں پیش کی۔ اس کے علاوہ آپ نے علاء الدین علی بن ابی النخرم قرشی معروف بابین النفیس متوفی ۶۸۷ھ کی کتاب "موجز القانون" کی بھی شرح لکھی جو نفیسی کے ساتھ مشہور ہے یہ بھی بقول صاحب کشف "ہو معتبر لانہ اجود شروحہ" نہایت معتبر اور عمدہ کتاب ہے جو ذی الحجہ ۸۳۱ھ میں تصنیف کی ہے قال فی آخرہ: تم التالیف فی غرة ذی الحجہ ۸۳۱ھ بیلدة سمرقند اس شرح پر غرس الدین احمد بن ابراہیم طلمی متوفی ۹۸۱ھ وغیرہ نے حواشی لکھے ہیں۔

وفات..... علامہ خیر الدین زرکلی نے لکھا ہے کہ آپ نے ۸۳۱ھ مطابق ۱۴۳۸ء کے بعد وفات پائی۔

## (۱۰۴) صاحب مقدمہ ابن خلدون

نام و نسب..... قاضی القضاة ولی الدین ابو زید عبدالرحمن بن الشیخ الامام ابی عبداللہ محمد بن خلدون الحضرمی المالکی صاحب ترجمہ نے اپنی سوانح حیات میں خود کو حضرمی الاصل بتایا ہے اور اپنا سلسلہ نسب حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ملایا ہے جو جلیل القدر صحابی تھے اور یمن میں تعلیم قرآن اور تبلیغ اسلام پر مامور تھے مگر ان کے معاصرین نے ان کو اکثر و بیشتر مغربی یا تو کسی کی نسبت سے یاد کیا ہے اس لئے کہ یہ ان کے ہاں بلاد مغرب سے آئے تھے۔

القاب و صفات..... آپ کے بڑے بیٹے زید کی نسبت سے آپ کی کنیت ابو زید ہوئی اور ولی الدین کا لقب آپ کو اس وقت سرفراز ہوا جبکہ آپ مصر میں مالکی مذہب کے قاضی القضاة کے عہدہ پر فائز تھے پھر اپنی مدت حیات میں جن جن عہدوں پر فائز ہوتے گئے مختلف القاب و صفات ان کے نام کے ساتھ چسپاں ہوتے گئے اور ان کی شخصیت کیلئے باعث زیب و زینت ہے مثلاً الوزير، رئیس، الحاجب، الصدر الکبیر، الفقیہ الجلیل، علامتہ الامتہ، امام الامتہ، جمال الاسلام و المسلمین وغیرہ، بعد ازاں انقلاب زمانہ کے ماتحت جب آپ مختلف عہدوں سے رفتہ رفتہ دست بردار ہوئے تو ان کے القاب و صفات بھی یکے بعد دیگرے ترک ہوتے گئے یہاں تک کہ بعد میں آپ صرف ابن خلدون کے نام سے یاد کئے جانے لگے۔

ابن خلدون لقب کی وجہ..... حضرت وائل رضی اللہ عنہ کے کوئی پوتے (صاحب ترجمہ کے آباء و اجداد میں کوئی بزرگ) خالد بن عثمان نامی یمنی لشکر کے ہر او اپنے وطن سے نکل کر اندلس جا بے تھے اہل مغربہ نے اپنی عادت کے مطابق خالد کے نام کو خلدون سے بدل ڈالا اسی بنا پر ان کی پچھلی نسل بنو خلدون کے نام سے مشہور ہوئی۔

بعض مورخین کی سنگین غلطی..... گو تاریخ میں کئی ایسے اشخاص کا بھی پتہ لگتا ہے جو ابن خلدون کے نام سے مشہور ہوئے اور انہوں نے اپنے اپنے دور حیات میں بڑے بڑے سیاسی کارنامے بھی انجام دیئے مگر بایں ہمہ ابن خلدون (صاحب ترجمہ) کی بے پناہ شہرت کے باعث اب ابن خلدون کا نام صرف ان کی ذات کیلئے مخصوص سا ہو گیا ہے جس طرح لفظ مقدمہ صرف ان کے مقدمہ کیلئے بعض لوگ ان میں اور ان کے چھوٹے بھائی محیی بن خلدون میں امتیاز نہ کر سکے اور وہ یوں سنگین غلطی کے مرتکب ہوئے کہ کتاب ”نیغیۃ الرواۃ فی اخبار بنی عبدالوواد“ کی نسبت ان کی طرف کر دی حالانکہ یہ ان کے بھائی ابو زکریا محیی کی تصنیف ہے، اسی طرح بعض ان میں اور عمر بن خلدون میں فرق نہ کر سکے جو علوم ریاضیہ و فلکیات میں مہارت نامہ و شہرت عامہ رکھتا تھا حالانکہ شخص موصوف ابن خلدون سے تقریباً تین صدی قبل گزرا ہے۔

تاریخ سید الشہ..... علامہ ابن خلدون یکم رمضان ۷۳۲ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۳۳۲ء میں شہر تونس کے اس مکان میں پیدا ہوئے جو اس شہر کی مشہور سڑکوں میں ”شارع تربتہ البائی“ پر واقع ہے۔

عظمت خاندان..... بنو خلدون اول اول قرمو میں رہے بسے جہاں ان کے جد اکبر خلدون بن عثمان آکر اترے تھے پھر وہ اشبیلیہ کی طرف منتقل ہو گئے اور وہیں بڑھے پلے، تیسری صدی کے آخر میں انہوں نے سیاست ملکی میں زبردست حصہ لیا اور خلفا امویین کے خلاف اندلس میں جو بغاوت و شورش پھیلی پڑی تھی اس میں بھی انہوں نے سرگرمی دکھائی پھر میدان علم و سیاست میں کارہائے نمایاں انجام دیئے اور بلند بلندیوں پر فائز ہوئے چنانچہ پانچویں صدی ہجری کا مشہور اندلسی مورخ ابن حیان لکھتا ہے کہ ”بنو خلدون اب تک اشبیلیہ میں بہائی شہرت کے مالک ہیں اور حکمرانی و علم دانی میں سرآمد روزگار ہیں، ابن حیان کے قول کے مطابق ان میں سب سے پہلے وہ شخص جو ریاست و حکومت کے میدان میں آکر نکلے وہ کریب بن خلدون ہیں اور علمی میدان میں سر بلندی پانے والے عمر بن خلدون جن کے بارے میں ابن ابی اصیہ کتاب ”عیون الانباء فی طبقات الاطباء“ میں رقمطراز ہیں کہ ابو مسلم عمر ابن خلدون الحضرمی اہل اشبیلیہ کے شرفاء میں سے ہیں علوم فلسفہ میں ان کو کافی دسترس حاصل تھی اور علوم ہندسہ نجوم و طب میں شہرت تامہ رکھتے تھے اور علوم ریاضیہ میں مشہور ابو القاسم مسلمہ الجریطی کے شاگرد تھے۔

ابن خلدون کے پردا نے وزارت کا عہدہ بھی سنبھالا اور پھر ایک بغاوت میں مارے گئے اسی طرح ان کے دادا بھی کئی بار منصب وزارت سے سرفراز ہوئے لیکن ان کے والد نے علم و کمال کو سیف و ستان پر ترجیح دی اور اپنی توجہات کامرکز علم و ادب کو بنایا ابن خلدون کہتے ہیں کہ میرے والد کو علم و ادب میں سب پر سبقت نصیب تھی اور فنون شعر پر ان کی اچھی نظر تھی اہل ادب ان کے پاس فیصلہ کیلئے آتے اور اپنے کلام کو ان کے سامنے پیش کرتے تھے بہر کیف ابن خلدون کا خاندان علم و ادب اور سیاست و ریاست میں ممتاز تھا۔

تعلیم و تربیت..... ابن خلدون کے والد چونکہ خود صاحب علم تھے اس لئے انہوں نے ان کی تعلیم و تربیت پر پوری پوری توجہ دی بعض علوم ان کو خود پڑھائے اور بعض کیلئے تونس میں جو زیادہ سے زیادہ قابل اساتذہ دستیاب ہو سکتے تھے ان کے حلقہ درس میں بٹھادیا۔

ابن خلدون فطرتاً علم و کمال کا شوق لے کر پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ حصول علم میں مسلسل کوشاں رہے اول قرآن کریم حفظ کیا اور قرأت عشرہ پر اس کی مشق کی علوم نحو فقہ و حدیث سب سے سبقاً مگرے مطالعے سے پڑھے اور کتب ادب و دوا دین بھی مطالعہ سے نکالے بہت سے اشعار از بر یاد کئے پھر آخر میں علوم عقیدہ کی تکمیل کی صحاح ستہ موطا امام مالک کتاب اسیب لابن اسحاق اور کتاب ابن الصلاح کی تکمیل مغرب کے امام الحدیث والحاۃ شیخ عبدالمہمن سے کی اور شیخ محمد بن ابراہیم اہلی کے زیر تعلیم آٹھ برس تک علوم ریاضیہ، منطق اور فنون حکمیہ میں مہارت حاصل کی۔

رحلت والدین..... ابن خلدون کی پیدائش ان کے دلواسی کے سامنے ہو گئی تھی مگر یہ ابھی پانچ ہی برس کے تھے کہ دلوانے وفات پائی اور والدین بقید حیات رہے جب یہ سترہ برس کی عمر کو پہنچے تو ان کو ایک زبردست مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اور وہ یہ کہ تونس میں شدید طاعون پھیل گیا جس میں شہر کے شہر صاف لور بڑے بڑے مثل خ آسی آفت کی نذر ہو گئے اور ان کے والدین بھی بولغ جدائی ہوئے گئے اور اب خاندان میں ان کے صرف دو بھائی زندہ رہ گئے ایک ان سے بڑے اور دوسرے ان سے چھوٹے۔ کوچ از وطن مالوف..... جب آپ کے خاندانی حالات ایسے ناسازگار ہو گئے تو اب وطن میں آپ کیلئے کوئی دل چسپی اور دل بستگی کا سامان نہ رہا اور آپ نے کوچ در حلت کا سامان باندھا مگر ان کے بڑے بھائی محمد نے ان کو اس ارادہ سے سختی سے باز رکھا لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد کچھ ایسی سیاسی ترکیب آپڑی کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور تونس سے مغرب کی جانب نکل کھڑے ہوئے صورت یہ ہوئی کہ وزیر ابن تافراکین نے جو اس زمانہ میں تونس کی حکومت میں خود مختاری کے مزے لوٹ رہا تھا علامہ کو سلطان ابو اسحاق کی طرف سے کاتب علامت کی خدمت پر مامور کیا یہ خدمت صرف اس قدر تھی کہ ”الحمد لله والشکر لله“ کو جلی قلم سے بسم اللہ و مضمون خط کے درمیان لکھا جاتا تھا چنانچہ علامہ نے بیس برس کی عمر میں یہ خدمت سنبھالی، انیس ایام میں امیر حصصی تحت سلطنت کے لالچ میں قبائل کی جراثیم کو لے کر تونس کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا دوسری طرف وزیر بھی اس کے مقابلہ کیلئے قبائل کو جمع کر رہا تھا آخر سلطان تونس اپنی فوج کو لے کر تونس سے نکلا ابن خلدون بھی اس کے ساتھ تھے جب یہ مراجنہ پر پہنچے تو امیر قسطنطینیہ کی فوج سامنے آئی اور جانبین میں گھسان کی لڑائی چھڑی آخر میں سلطان اور اس کی جماعت کو شکست فاش ہوئی اور ابن خلدون بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر میدان کارزار سے نکلے اور مقام آبیہ میں پہنچ کر نجات پائی پھر یہاں سے مجسمہ، قعصہ، زاب، بیسکرہ، تلمسان، بجایہ وغیرہ میں اقامت پذیر ہوتے ہوئے سلطان ابو عثمان کی پیش کش پر اس پہنچ گئے۔

سیر و سیاحت..... علامہ ابن خلدون کا مولد گو تونس ہے لیکن ان کی حیاتی تنگ و دو کامیدان پورا عالم عربی ہے جہاں وہ طرح طرح کے خطرات و احوال اور قید و بند کی آفات سے ٹکراتے ہیں بیس برس کی عمر میں انہوں نے وطن مالوف کو خیر باد کہا اور مغرب ادنیٰ و اقصیٰ اور اندلس میں گھومتے گھومتے تھپیس برس کے بعد پھر وطن لوٹے مگر صرف چار برس رہنا نصیب ہوا پھر مصر کیلئے سامان باندھا اور آخر زندگی تک وہیں رہے مصر کے قیام میں بھی وہ کئی مرتبہ پردیس و سفر میں نکلے ایک مرتبہ فریضہ حج کی لواستگی کی نیت سے حجاز مقدس کی طرف کوچ کیا اور ایک بار مقامات مقدسہ کی زیارت کی غرض سے قدس کی طرف گئے ایک موقع پر دمشق کی دفاعی تدابیر میں حصہ لیا یوں گویا آپ کی زندگی کے کل چوبیس برس تونس میں گذرے اور چھبیس برس مغرب اوسط و اقصیٰ و اندلس میں اور چوبیس برس مصر و شام اور حجاز میں غرض قلب جزیرہ عرب اور عراق کو چھوڑ کر پورے ملک عرب پر یہ چکر لگاتے رہے اور تونس میں ۱۳۳۲ء سے ۱۳۵۲ء تک تونس اور مغرب کے درمیان ۱۳۵۲ء سے ۱۳۵۴ء تک، فاس میں ۱۳۵۴ء سے ۱۳۶۲ء تک، اندلس میں ۱۳۶۳ء سے ۱۳۵۶ء تک، بجایہ میں ۱۳۶۵ء سے ۱۳۶۶ء تک، بیسکرہ میں ۱۳۶۶ء سے ۱۳۷۴ء تک، قلعہ ابن سلامہ میں ۱۳۷۴ء سے ۱۳۷۸ء تک، تونس میں ۱۳۷۸ء سے ۱۳۸۲ء تک، مصر میں ۱۳۸۲ء سے ۱۳۰۶ء تک مقیم رہے۔

ازدواجی زندگی..... مغرب اوسط میں پہنچ کر ازدواجی زندگی اختیار کی اور قدرت سے ان کو اولاد بھی نصیب ہوئی چنانچہ جب موصوف نے مصر میں قیام کا ارادہ کیا تو اپنے اہل و عیال کو قاہرہ بلانے کا قصد کیا لیکن سوء قسمت سے جس حجاز میں بال بچے سوار ہو کر آ رہے تھے وہ اسکندریہ پہنچنے سے پہلے ہی ڈوب گیا اور علامہ کو ان کا دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

درس و تدریس..... ایک عرصہ تک آپ نے تدریسی خدمات بھی انجام دیں چنانچہ قاہرہ پہنچ کر جامعہ ازہر میں اپنے مالکی مسلک کے مطابق درس دیا پھر رئیس برقوق نے آپ کو جامعہ عمرو کے متصل مدرسہ مجیہ میں مدرس مقرر کیا اور مالکی

مسلک کا عمدہ بھی آپ کے سپرد کیا اس کے بعد مدرسہ ظاہریہ سے مسلک ہوئے پھر مدرسہ سرشمش سے اس کے بعد آپ نے خانقاہ بھیرسیہ کی مشقت سنبھالی۔

تصنیف و تالیف ..... ۱۲۷۳ء میں علامہ ابن خلدون قلعہ ابن سلامہ کے محل میں فرود کش ہوئے جو لولاد عریف کے شیوخ کا مسکن و قرار گاہ تھا۔ اس وقت آپ کی عمر بیالیس برس کی تھی اس سے پہلے گواہیک طویل بے چین سیاسی زندگی پر حوادث و پر فتن گزرا رکھے تھے مگر اس میں بھی انہوں نے اپنا دامن علم و درس سے کلیتہً نہیں چھڑایا تھا بلکہ اس ارمان میں رہتے تھے کہ کاش ان کو فکری ترقیوں کیلئے سکون کی گھڑیاں ملیں چنانچہ اس قلعہ میں ان کو اپنے ارمان نکالنے کا پورا موقع میسر آیا اور چار سال تک یہیں مقیم رہ کر پوری دل جمعی اور طمانیت قلبی کے ساتھ اپنی تاریخ کتاب المعبر و دیوان البتداء و الخیر فی لیام العرب و انجم البربر و من عاصر حم سن ذوی السلطان الاکبر اور اس کے مقدمہ کی تالیف کا سلسلہ چھیڑا، مقدمہ کی تالیف سے فراغت کے بعد اہل عرب و بربر اور زناہ کے حالات قلمبند کرنے کیلئے قلم اٹھلایا، اب تک جو لکھا تھا وہ اپنے حافظہ کے ذخیرہ کی بنا پر تھا جب عرب و بربر کی تاریخ لکھنے بیٹھے تو انہوں نے کتابوں کی طرف مراجعت کرنے کو از بس ضروری جانا اور اس مقصد کیلئے تونس جانا مناسب خیال کیا اور چھبیس برس پھر پھر اگر سلطان ابو العباس سے اجازت طلبی کے بعد پھر تونس آن اترے شاہ مذکور خود فن تاریخ کا لدادہ تھا اس لئے اس نے علامہ کی ہمت بندھائی اور ان کی تاریخ کے سلسلہ میں پوری پوری سوتلیں بہم پہنچائیں، ابن خلدون اپنی اس شاندار اور مشہور تصنیف سے یہیں تونس میں فارغ ہوئے اور اس کا ایک نسخہ شاہ کی خدمت میں پیش کیا، نیز موصوف نے شاہ کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ بھی پڑھا جو ایک سواک ابیات پر مشتمل ہے ان میں سے صرف آٹھ ابیات محض کتاب سے متعلق ہیں جو درج ذیل ہیں۔

صحفا ترجم عن احادیث الالی

و نمود قبلہم و عاد الاول

لخصت کتب الاولین لجمعہا

شردو اللغات بہانطقی ذلل

و البک من سیر الزمان و اعلمہ عبر ایدین بففلہا من یعدل

غیر و افجمل عنہم و تفصل تندی التباع و العمائق سرہا

و القانمون بملتہ الاسلام من ضرور بربر ہم اذا ما حصولا

و اتبت اولہا بما قلنا غفلوا و التنت حوشی الکلام کا نما

اہلیت منہ الی علاک جو اہرا، مکونت و کوا کبالا نافل و جعلتہ لصوان ملک مقفرا، یاہی الندی بہ دیز ہوا المحفل

(ترجمہ) : ۱۔ اور آپ کے سامنے زمانہ اور اہل زمانہ کی گردش کے سلسلہ میں ان عبرتوں کو پیش کر رہا ہوں

جن کی فضیلت کا وہ لوگ اعتراف کریں گے جو منصف ہیں۔ ۲۔ یہ وہ صحیفے ہیں جو گذشتہ لوگوں کے واقعات

کی ترجمانی کر رہے ہیں جو کسی واقعہ کو اجمالاً بیان کرتے ہیں اور کسی کو تفصیل سے۔ ۳۔ جو تاریخ (قدیم شاہان

عین) اور عمالقہ (عرب قدیم) اور ان سے بھی پرانی قوم نمود اور ماد اولی کے مخفی حالات کو ظاہر کرتے ہیں۔

۴۔ اور نیز اہل مضر اور بربر میں سے ان لوگوں کے احوال کو بھی جو اسلام لانے کے بعد ملت اسلام پر قائم

رہے ہیں۔ ۵۔ میں نے ان صحیفوں کی تدوین میں قدماء کی کتابوں کی تحقیق کی ہے اور جن چیزوں سے

انہوں نے غفلت برتی ہے ان کو شروع سے بیان کر دیا ہے۔ ۶۔ اور اس ناموس کلام کو جو وحشی جانور کی

طرح رمیدہ تھا میں نے ایسا رام کیا کہ اب زبانیں اس کی نواہنگی میں میرے نطق کی تابع ہیں۔ ۷۔ تیرے

دربار کے اندر میں نے اس میں سے چھپے ہوئے موتیوں کو بدیہ کیا ہے اور ان ستاروں کو جو ہمیشہ درخشش

رہتے ہیں۔ ۸۔ اور تیری مملکت محروسہ کیلئے اس کو ایسی فخر کی چیز بنا دیا ہے کہ مجلس اس پر ناہاں ہوگی اور

محفل اس سے آراستہ رہے گی۔

مقدمہ اور تاریخ پر نظر ثانی ..... قیام مصر کے زمانہ میں آپ نے اپنی تاریخ نور مقدمہ پر نظر ثانی کی، تاریخ مشرق پر

چند ایجابات کا اضافہ کیا اور کچھ فصلیں بڑھائیں، مقدمہ میں بعض فصلوں کو بالکل بدل ڈالا اور بعض فقروں کا اضافہ کیا اور اس کا ایک نسخہ ملک ظاہر کی خدمت میں پیش کیا۔

مقدمہ ابن خلدون..... میں علم تاریخ کی نسبت، تاریخ مذہب کی تحقیق، مورخین کی غلطیوں پر تنقید و تبصرہ نفسیاتی تاریخ اور نظریاتی فلسفہ بیان کیا ہے اس لحاظ سے یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہے اسلامی تاریخ میں یہ متفکرانہ انداز کسی نے بھی اختیار نہیں کیا، اس مقدمہ پر علماء مغرب اور فلاسفہ نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور یہ اعتراف کیا ہے کہ ابن خلدون پہلا شخص ہے جس نے اجتماعی اقتصادی، سماجی اور سیاسی علوم، نیز فلسفہ تاریخ اور عام قانون بنائے اور ان کی بنیاد رکھی، علماء شرق نے بھی آپ کے علمی فضل و کمال اور فلسفہ تاریخ کا لوہا مانا اور اس مقدمہ کو اپنی زبان میں ترجمہ کیا علامہ شبلی نعمانی القادوقی نے متاخرین پر نکتہ چینی کے بعد تاریخ ابن خلدون کے متعلق لکھتے ہیں کہ لیکن اس عام نکتہ چینی میں ابن خلدون کا نام شامل نہیں ہے اس نے فلسفہ تاریخ کا فن ایجاد کیا اور اس پر نہ صرف متاخرین بلکہ مسلمانوں کی کل قوم ناز کر سکتی ہے۔

رحلت و وفات..... علم و فضل کا یہ آفتاب چوتھریس برس درخش رہا کہ ۲۶ رمضان ۸۸۸ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۴۰۲ء میں ہمیشہ کیلئے زیر خاک روپوش ہو گیا ان کے معاصرین نے بتلایا ہے کہ قاہرہ میں باب النصر سے باہر مقبرہ صوفیہ میں دفن ہیں۔ (رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ)

ارباب چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے  
ہر شاخ پہ اپنا ہی نشان چھوڑ دیا ہے

## مصنفین کتب امتحان، ووی

اس کورس میں اکثر کتابیں تو وہی ہیں جو درس نظامی کی ہیں یعنی فصول اکبری، کافہ، قدوری، اصول الشاشی، مرقات، تہذیب، شرح تہذیب، ہدایۃ الحکمہ، عقائد نسفیہ، جلالین شریف (نصف اول)، موطا امام محمد، ان کے مصنفین کے حالات ان کتابوں کے ذیل میں گزر چکے، ان کے علاوہ مزید کتابیں یہ ہیں۔

مجانبی الادب، دروس البلاغہ، متن الکافی، رسالہ اصول الحدیث، زبدہ الاصول، موجز، کامل الصناعۃ، ازہار العرب، کفایۃ المحتفظ، النسخۃ الاجملیۃ فی الصلوات الفعلیۃ۔

## (۱۰۵) صاحب مجانبی الادب

الاب لوئیس بن یوسف بن عبد المسیح بن یعقوب بن عبد المسیح، شیخ قس یسوعی آپ ۱۲۷۵ھ میں ماروین میں پیدا ہوئے اور لبنان کے مدرسہ الابار الیسوعین میں تعلیم پائی فراغت کے بعد رہبانیہ یسوعیہ کے زمرہ میں منسلک ہوئے اور بلاد اور باد شرق کی سیاحت کی اور کتب عربیہ کا بہت کچھ مطالعہ کیا، آداب عربیہ کی تعلیم کیلئے جامعۃ القدس یوسف میں مدرس ہوئے جہاں آپ نے عرصہ تک تعلیم دی اور مجملہ المفروق جاری کیا۔ ۱۳۴۶ھ میں بیروت میں آپ نے وفات پائی۔ مجانبی الادب فی حدائق العرب، المخطوطات، العربیۃ منکتبہ التصانیف، التصانیف و آداب ما بین العرب الجاہلیۃ الاداب العربیہ فی القرن التاسع عشر، بیروت تاریخ ہاں آثار باغیرہ بہت سی کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔

## (۱۰۶) صاحب دروس البلاغۃ

یہ کتاب حفصی بک ناصف کی ہے جو انہوں نے ادباء مصر کی ایک جماعت محمد بک دیاب، محمد بک صالح اور مصطفیٰ

معلوم وغیرہ کے ساتھ مل کر تصنیف کی ہے۔

نام و نسب اور جائے پیدائش..... محمد حفی ناصر بن شیخ اسماعیل ناصر ۱۲۷۲ھ میں قاہرہ کی مضافاتی بستی ”برکندہ ایچ“ میں ناداری نوری شیبی کی حالت میں پیدا ہوا اور ماموں اور دادی نے اس کی کفالت کی۔

تحصیل علم اور حالات زندگی..... حفی بک نے ابتداءً بستی کے ایک مدرسہ میں داخل ہو کر قرآن کا کچھ حصہ حفظ کر کے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور گیارہ برس کی عمر میں بھاگ کر اذہر چلا گیا اور وہاں تیرہ سال رہا پھر دارالعلوم میں داخلہ لے کر علوم و فنون میں مہارت حاصل کی یہاں سے فراغت کے بعد مدارس امیر یہ میں عربی کے استاد مقرر ہوئے پھر انہیں لاہور کا استاد منتخب کر لیا گیا یہاں ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ طلبہ کی کلاسوں میں بھی شامل ہو جاؤں چنانچہ انہوں نے قانون پڑھ لینے کے بعد پڑھانے کا مشغلہ چھوڑ دیا اور سرکاری وکیل کے سیکریٹری بن گئے پھر ۱۸۹۲ء میں ملکی عدالت کے جج معین کر دیئے گئے اور اس ضمن میں اتنی ترقی کی کہ ”ملٹا“ کی ملکی عدالت کے نمائندے ہو گئے اسی اثناء میں انہیں جامعہ مصریہ نے ادب عربی پڑھانے کی دعوت دی جس پر لبیک کہتے ہوئے انہوں نے ادب عربی پر نہایت پر معلومات لیکچر دیئے جو کتابی شکل میں جمع کر دیئے گئے پھر جب وزارت تعلیم کے چیف انسپکٹر شیخ حمزہ فتح اللہ پنشن پارک لگ ہو گئے تو پرنسپل حفی بک ان کی جگہ آئے اور ستر برس کی عمر میں انہیں بھی پنشن مل گئی۔

اخلاق و عادات..... موصوف بڑے خوش مذاق، شگفتہ طبع، برجستہ گو و حاضر جواب، مزاج پسند اور خلیق تھے وہ ہر علم و فن کا ساتھ دیتے اور قدیم و جدید کو نہایت توازن کے ساتھ ملائے دیتے تھے۔

نثر نگاری اور شاعری..... حفی بک ناصر جدید ادبی تحریک کے ایک محکم ستون تھے انہوں نے اپنی علمی کاوشوں اور تالیفوں سے اس تحریک میں جان ڈالی اور اپنے قصائد و مقالات سے اس کو تقویت پہنچائی انہیں لغت میں بڑی مہارت، قواعد میں وسیع معلومات حاصل تھی اسرار کلام سے باخبر اور فن تنقید میں بڑی گہری نظر رکھتے تھے مضمون نگاری میں ان کا انداز عصر عباسی کے آخری دور کے اسلوب کی طرح تھا جس میں جمع بندی اور بدیع پسندی تھی لیکن مقالات نویسی میں ان کا اسلوب نگارش ان قیود سے آزاد تھا اسلئے اس میں رقت و سلاست اور سادگی و متانت ہے یہی شاعری تو اس کا اسلوب نثر منظوم کا سا ہے جس میں لطائف اور لفظی حسن کی زیادتی ہے کبھی کبھی تراکیب میں کمزوری نمایاں ہو جاتی ہے تاہم مجموعی طور پر درود وال اور فطری ہے۔

حفی شاعری کا نمونہ..... ایک رئیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اصیبت آملی و کنت امتہا من طول مالاقیت من اخوانی۔ اولی باخلاصی لہم و ازود عن۔ اعراضہم بجوارحی و لسانی  
حقیقہم و دی فلما لیسروا۔ کانت بدایئہ امر ہم نسیانی۔ حسبی من الدنیا صدیق ثابت۔ فروقہ و لا احتیاج لشان۔  
عالموں کی بے بسی پر رنج کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

انقضى معی ان حان حینی تجاریبی۔ و ما قتها الا بطول عناء۔ و یحزنی الا ازی لی حیلت

لا عطانہا من یستحق عطانی۔ اذا ورث المؤمنون ابناء ہم غنی۔ و جاها فما نشقی بنی الحکماء

وفات..... حفی بک ناصر نے ۱۳۲۷ھ مطابق نومبر ۱۹۱۹ء میں داکی اہل کولیک کمالور مقبرہ شافعی میں مدفون ہوئے۔  
تالیفات..... (۱) دروس البلاغۃ انہوں نے دوسرے مولفین کے ساتھ مل کر عربی زبان کے قواعد کی کتابوں کا ایک سلسلہ جاری کیا جو آج کل مصری مدارس میں بطور کورس مقرر ہے دروس البلاغۃ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت اچھی کتاب ہے، ابو الفضال مولانا فضل حق رامپوری نے ”شموس البراءۃ فی شرح دروس البلاغۃ“ کے نام سے عربی زبان میں اس کی شرح لکھی ہے۔ (۲) تمیزات لاد العرب یہ موصوف نے مستشرقین کی اس

کانفرنس میں پیش کی تھی جو ”وائٹا“ میں ۱۸۸۶ء میں منعقد ہوئی تھی نیز وہ اس وفد کے سیکریٹری بھی تھے جو اس کانفرنس میں مصر کی نمائندگی کر رہا تھا (۳) ”حیة اللغۃ العربیۃ“ یہ ان لیکچروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے جامعہ مصر میں دیئے تھے (۴) النظر السریح فی علم البدیع (۵) الامثال العلیۃ (۶) بدیع اللغۃ العلیۃ بن کے علاوہ ایک رسالہ بحث و مناظرہ پر اور ایک منطق پر بھی لکھا ہے ان کی بیشتر کتب غیر مطبوعہ ہیں۔

### (۱۰۷) صاحب الکافی

ابوالعباس شہاب الدین احمد بن عیاد بن شعیب الشافعی القناتی ثم القاہری متوفی ۸۵۸ھ المعروف بالخواص آپ کے مولفات میں الکافی فی علمی العروض والقوافی اور نیل المنجد الامجد فیمن اسمہ احمد بتائی جاتی ہیں۔

### (۱۰۸) صاحب اصول حدیث

میر سید شریف جرجانی کا مختصر سا رسالہ ہے ان کے حالات ”نحو میر“ کے ذیل میں گزر چکے۔

### (۱۰۹) صاحب زبدۃ الاصول

علامہ بہاء الدین عاملی شیبلی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”تشریح الافلاک“ کے ذیل میں گزر چکے۔

### (۱۱۰) صاحب الموجز

علاء الدین علی بن ابی حزم المقرشی المعروف بابن النخعی المصری الشافعی آپ ۶۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور شیخ مہذب الدین دحوار سے علم طب حاصل کیا اور اس فن میں وہ کامل دسترس بہم پہنچائی کہ ابن سینا کے بعد آپ جیسا کوئی نہ ہو سکا چنانچہ طاش کبری زادہ نے لکھا ہے۔

واما الطب فلم یکن علی وجه الارض مثله فی زمانہ قلیل ولا جاء بعد ابن سینا مثله

فن طب میں آپ کے زمانہ میں روئے زمین پر آپ جیسا کوئی نہ تھا بلکہ بقول بعض ابن سینا کے بعد آپ جیسا کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔

آپ طبیب حاذق ہونے کے ساتھ بہت بڑے فقیہ بھی تھے اور علاج میں تو آپ کا مقام شیخ بوعلی سینا سے بھی آگے تھا آپ نے اصول فقہ، منطق اور طب وغیرہ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں فن طب میں آپ کی ضخیم کتاب ”الشامل“ اسی جلدوں میں پھیلی ہوئی ہے پھر بھی نامکمل ہے کہ اگر اسے پوری کرتے تو تین سو جلدوں میں مکمل ہوتی فن طب میں دوسری کتاب ”الموجز“ ہے جو آپ کی تصنیفات میں سب سے اچھی تصنیف ہے صاحب کشف نے لکھا ہے۔

هو كتاب مفید معتبر و هو خير ما صنف من المختصرات و المطولات اذ هو موجز

فی الصورة لکنہ کامل فی الصناعت منہاج الرایت حاو للذخائر النفسہ شامل للقوانین الکلیت والقواعد

الجزئیۃ جامع لاصول المسائل العلمیۃ والعملیۃ.

یہ نہایت مفید معتبر اور مختصر و مطول کتابوں میں سب سے اچھی کتاب ہے کیونکہ یہ بظاہر موجز ہے لیکن درحقیقت فن طب میں کامل ذخائر نفسیہ پر حاوی قوانین کلیہ و قواعد جزئیہ کو شامل اور اصول مسائل عملیہ و علمیہ کی جامع ہے۔



آپ کی یہ کتاب چار فنون پر مرتب ہے فن اول اجزاء طب علمی و عملی کے قواعد میں ہے فن دوم ادویہ و اغذیہ مفردہ اور مرکبہ کے بیان میں ہے فن سوم ان امراض کے بیان میں ہے جو خاص اعضاء کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں فن چہارم عام امراض اور ان کے اسباب و علامات اور معالجات کے بیان میں ہے۔

آپ نے تقریباً اسی سال کی عمر پا کر ۱۱ ذی قعدہ ۱۶۸۷ھ میں وفات پائی آپ کی کتاب ”الموجز“ پر بہت سے لوگوں نے حواشی و شرح لکھے جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) حل الموجز از جمال الدین محمد بن محمد بن محمد بن فخر الدین اقسرانی متوفی ۵۷۷ھ۔ (۲) نفیسی از شیخ نفیس بن عوض کرمانی متوفی ۸۴۰ھ (۳) شرح الموجز از شیخ ابوالاسحاق ابراہیم بن محمد سویدی متوفی ۶۹۱ھ (۴) الجزاز رئیس الاطباء محمود بن احمد امشاطی (۵) سیدی از علامہ سدید گازرونی۔ ۱

### (۱۱۱) صاحب کامل الصناعہ

علاء الدین علی بن عباس الازہازی الحوی التونی ۳۸۳ھ مشہور طبیب ہے اس نے ابوہامر موسیٰ بن سیار وغیرہ سے علم حاصل کیا اور شاہ عضد الدولہ فنا خسرو ابن رکن الدولہ ابو علی حسن بن بویہ دیلمی کیلئے ادویہ مفردہ کے ذریعہ مدارہ امراض میں ایک کتاب لکھی، علم طب میں ان کی کتاب کامل الصناعۃ الطیبہ دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ ۲

### (۱۱۲) صاحب ازہار العرب

نام و نسب اور حالات زندگی..... ابو عبد اللہ محمد بن یوسف ۳۰۷ھ میں ضلع سورت کے ایک گاؤں ”سامرود“ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہوئی سات برس کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا پھر فارسی اور عربی سیکھی بغرض تعلیم ایک سال سورت میں اقامت کی پھر بمبئی پہنچے ۳۲۰ھ میں اعلیٰ تعلیم کا شوق انہیں شہر دہلی لے گیا جو علوم دینیہ و عربیہ کیلئے مرکزی حیثیت رکھتا تھا وہاں مختلف مدارس میں متعدد اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ۳۲۶ھ میں علامہ محمد طیب کئی سے استفادہ کیلئے حیدر آباد کن پینچے اور جب علامہ موصوف رامپور گئے تو یہ بھی ان کے ہمراہ رامپور گئے بعد ازاں ۳۲۹ھ میں شیخ طیب عرب ندوۃ العلماء میں اویب اول کے عہد پر فائز ہوئے تو ان کے ساتھ ان کا یہ قابل شاگرد بھی لکھنؤ پہنچا اور تقریباً پانچ سال تک شیخ طیب کے ساتھ رہا اس عرصہ میں شیخ سے منطق، فلسفہ، ادب، اصول فقہ، کچھ علم کلام، تفسیر اور صحیح بخاری شریف مکمل پڑھی پھر ملک کے مختلف جلیل القدر علماء سے ملاقاتیں کیں اور محرم ۳۳۵ھ میں ریاست ٹونک کے ایک معزز گھرانے میں شادی ہوئی موصوف قلمی کتابوں کی تلاش میں ٹونک کے مشہور کتب خانہ پہنچا کرتے تھے۔

جلالت شان و علمی مقام..... علوم عربیہ و دینیہ بالخصوص لغت، عربی شاعری، تاریخ النساب، اسماء الرجال، حدیث اور تفسیر میں ان کا مطالعہ نہایت وسیع تھا علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے معارف بابت ستمبر ۱۹۴۲ء شذرات میں ان کے متعلق لکھا ہے ”پچھلے مینے کا سب سے اندوہناک علمی حادثہ مولانا محمد سورتی کی وفات ہے مرحوم اس عہد کے مستحی دل و دماغ اور حافظہ کے صاحب علم تھے جہاں تک میری اطلاع ہے اس وقت اتنا وسیع النظر، وسیع المطالعہ کثیر الحافظ عالم موجود نہیں، صرف و نحو، لغت و ادب، اخبار و انساب اور اسماء رجال کے وہ اس زمانہ میں درحقیقت امام تھے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں: ”مرحوم کا پایہ علم و ادب و رجال و انساب و اخبار میں اتنا اونچا تھا کہ اس عہد میں اس کی نظیر مشکل تھی، جو کتاب دیکھتے تھے وہ ان کے حافظہ کی قید میں آجاتی تھی سینکڑوں نادر عربی تصانیف، ہزاروں عربی اشعار اور

لغات و انساب نوک زبان تھے ان کو دیکھ کر یقین ہوتا تھا کہ ابتدائی اسلامی صدیوں میں علماء و ادباء اور محمد شین کی وسعت حافظہ کی جو عجیب و غریب مثالیں تاریخ میں مذکور ہیں وہ یقیناً صحیح ہیں شادی کے بعد اپنی دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ انہوں نے صرف تین ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔

اخلاق و عادات..... موصوف نہایت سادہ مزاج، بے تکلف، احباب پرور، فیاض اور مستغنی تھے مطالعہ کتب کے دلدادہ اور نادر کتب جمع کرنے کے شیدائی تھے اگر کوئی نادر کتاب خریدنا ممکن نہ ہوتا تو اس کی نقل خود کر لیتے یا کسی کاتب سے کر لیتے تھے انہوں نے اپنا بہت بڑا قلمی کتب خانہ چھوڑا آپ علوم عربیہ و اسلامیہ کے طلباء کے بڑے ہمدرد اور مددگار تھے ان کی بڑی حوصلہ افزائی کرتے اور لوگوں کو مشورہ دیتے کہ اپنے ذہن بچوں کو عربی پڑھاؤ اور علوم اسلامیہ کی طرف متوجہ کرو مسلک آپ اہل حدیث تھے اور نہایت درجہ متشدد، الحب للہ والبغض للہ ان کا شعار تھا حق کے اظہار میں کبھی نہیں چوکتے تھے اور نہ کسی کی رعایت کرتے تھے، علامہ حلیل بن محمد عرب نے ان کے مرثیہ میں بجا کہا ہے۔

یا جاہرا یا لہج غیر مردع  
ما خفت غیر اللہ فی الجہاد

تعلیمی خدمات..... آپ جامعہ ملیہ اسلامیہ میں شعبہ عربی کے صدر رہے جہاں آپ سے بہت سے طلبہ نے کسب فیض کیا ڈاکٹر عبدالعلیم احمراری، پروفیسر محمد سرور اور ڈاکٹر ذاکر حسین آپ کے ہونہار شاگردوں میں سے ہیں چند ماہ مدرسہ رحمانیہ میں بھی ادب و حدیث وغیرہ کی تعلیم دی تھی بمبئی میں قرآن و حدیث اور ادب عربی کی تعلیم کیلئے ایک اولاد اور الحمد للہ قائم کیا۔  
شعر و شاعری..... جاہلیت عرب کی شاعری سے دلچسپی اور اس پر عبور نیز لغت میں مہارت کی وجہ سے ان کی شاعری میں نقل و غریب الفاظ بکثرت ملتے ہیں ان کی شاعری کا اسلوب خالص جاہلیت کی شاعری سے ملتا جلتا ہے البتہ شاعری میں جدید ایجادات کا ذکر ان کی جدت پسندی کی دلیل ہے ان کی شاعری کا بڑا حصہ دینی موضوعات پر مشتمل ہے اور مدح غزل غتاب ہجو، مرثیہ اور وصف میں بھی بہت کچھ لکھا ہے ان کی شاعری میں معنوی بلندی تو ملتی ہے لیکن شاعرانہ ٹیپ ٹاپ اور مبالغہ آرائی ناپید ہے ایک جگہ اسے متعلق خود کہتے ہیں۔

ولست بشاعر أفسف انی  
الابی ذاکم دینی وعدی

ان کی شاعری میں زہد اور شکوہ احباب کا عنصر نمایاں ہے آنحضرت ﷺ کی مدح میں بھی انہوں نے قصیدے کہے ہیں۔  
نمونہ شاعری..... ایک طویل مدحیہ قصیدہ میں جس کا مطلع

ودع اہنیۃ جان منکر حیل  
واخو الصباۃ للوداع سمیل

ہے ابتدائی تشبیب کے بعد گریز کیلئے بجائے اونٹ کے جدید سواری ریل گاڑ کر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

فازا عرتک من الزمان ملماتہ فنجاة امرک فہذا الریل	فارکہ من سارعلے علائہ۔ یطالاکام لہن منہ الیل
یمشی علی کرة یصبح تاوہا۔ کفمامہ قصف لہا تزجیل	تمشی الریاح وراءہ وکانہا۔ وکانہ قطم تلنہ افیل
وقابتہ فی سیرہ جوابتہ فاللیل والایام فہ بلیل	وامامہ حاداً صم کانہ۔ جن بدابمہامتہ مفلول
یستاقہ فی شدۃ وصرامتہ نارو ماء فی حشاہ تمیل	یعدو علی صم یواصل مشرقاً۔ من مغرب وکذالہ التعدیل
فیسرا سبوعاً بساعات کذا۔ فہرا بیوم لیس فیہ حویل	یطوی البلاد قفارہ و بحارہ۔ و سہولہ و عورہ فیحویل

هذا الذی یمشی بنا متحرماً۔ عند الا میرلہ الندی واصل

شاہد ولی اللہ صاحب کے مزار پر کہے ہوئے ایک قصیدہ میں کہتے ہیں۔

لقد کان لایالو عن الحق ساعتہ وحق لہ ان یدعی بمحقق  
اذا قال ابدی حجتہ اللہ قاطعاً۔ وفصل عن اقوال کل مرنق  
اپنے استاد علامہ محمد طیب عرب کے مرثیہ میں کہتے ہیں

لیکک علم الدین والفسرانہ. غریب بهذا العصر بدمی و یسحب  
لقد کان یدی الحق محضا لطالب. ویزری باقوال سخاف و یضرب  
اذا اعفلت بالقوم عقدة آية. وماها بقول صاحب فثعب

اہل حدیث کی مدح میں کہتے ہیں

اہل الحدیث عصابت نبوتہ ترضی بفعل المصطفیٰ و بامرہ  
ونحط رای الناس اراقوالہم. حط السيول الصخراء علی صخرہ

وہابی لقب کے متعلق کہتے ہیں

ذاک الترهیب فادعنی رهابی

ان کان بدی محمد وسیلہ

وفات حسرت آیات ..... موصوف نے اپنی بیماری کا آخری زمانہ علی گڑھ میں گزارا اور یہیں ۲۳ شعبان ۱۳۶۱ھ بروز جمعہ مطابق ۷ اگست ۱۹۴۲ء رابی ملک بقاء ہو گئے کسی شاعر نے تاریخ وفات میں یہ مصرعہ کہا ہے

یک آفتاب علم و عمل زیر خاک شد

تالیفات و تصنیفات اور تحقیقی و تنقیدی مقالات ..... ۱۔ ابتداء میں انہوں نے ”ابو ہریرہ“ پر ایک رسالہ لکھا جس میں اسے غیر متصرف ثابت کیا ہے اور اس پر دلائل و شواہد پیش کئے ہیں۔ ۲۔ ازہار العرب یہ عربی تصانیف کے منتخب اشعار کا مجموعہ ہے جو متعدد امتحانات میں بطور کورس مقرر ہے۔ ۳۔ قواعد عربیہ یہ اردو زبان میں علم صرف پر ایک جامع و مبسوط کتاب ہے۔ ۴۔ شرح دیوان حسرت بن ثابت علمی اور ادبی دنیا میں آپ کی یہ تعظیم خدمت ہے جو تقریباً ایک ہزار صفحات میں تقسیم ہے اور صرف حرف دال تک ہے۔ ۵۔ ترجمہ کتاب التوحید۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا اردو ترجمہ ہے جو مع حواشی شائع ہو چکا ہے۔ ۶۔ احسن الحدیث فی اثبات حجیۃ الحدیث یہ شائع نہیں ہو سکی۔ ۷۔ عام برزخ یہ معارف میں شائع ہوا تھا۔ ۸۔ رسالت فی البدو و قہ بدو و قہ سے شکار کے مسئلہ پر عربی میں ایک کتابچہ ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ گولی لگنے سے جو شکار مر جائے وہ حلال ہو گا ان کے علاوہ آخر میں ایک عربی اردو لغت انجمن ترقی اردو ہند کے ایماء پر لکھ رہے تھے جو تقریباً حرف عین تک لکھ سکے جس کا باقی حصہ ان کے صاحبزادے عبدالرحمن طاہر سورتی نے مکمل کیا ہے آپ کے علمی ادبی، تحقیقی و تنقیدی اور ادبی مقالات و رسائل معارف اعظم گڑھ اور جامعہ دہلی سے شائع ہوتے تھے جن میں علامہ شبلی نعمانی کی سیرت پر تنقید بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ ۹۔

### (۱۱۳) صاحب کفایتہ المحتفظ

ابو اسحاق ابراہیم بن اسماعیل بن احمد بن عبد اللہ طرابلسی مشہور بابن الاجدالی، شراجہ ایہ جو کہ برقہ اور طرابلس کے درمیان واقع ہے اس کی طرف منسوب ہو کر اجدالی کہلاتے ہیں امام کامل ادیب فاضل اور فن لغت کے بڑے ماہر عالم تھے۔ کتاب الانوار اور کفایتہ المحتفظ و نہایتہ التلخیص وغیرہ کتابیں آپ ہی کی یادگار ہیں آخر الذکر کتاب فن لغت میں مختصر سا رسالہ ہے جو چالیس ابواب اور چودہ فصول پر مشتمل ہے اور صغیر انجم ہونے کے باوجود نہایت جامع اور نفع بخش ہے قاضی شہاب الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الخولی متوفی ۶۹۳ھ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن محمد القسلی متوفی ۷۶۳ھ اور ابن جابر محمد بن احمد الاغمی وغیرہ نے اس کو نظم کیا ہے صاحب کشف الظنون و صاحب دائرة المعارف اور علامہ یاقوت حموی وغیرہ نے آپ کا تذکرہ کیا ہے مگر کسی نے تاریخ وفات ذکر نہیں کی۔

## مصنفین کتب امتحان عالم

اس کورس میں بھی اکثر کتابیں وہی ہیں جو درس نظامی میں داخل ہیں یعنی شافیہ تلخیص المفاتیح، نغیبتہ الفکر، شرح وقایہ سر اجی، نور الانوار، خمیہ، قطبی، سلم العلوم، ملاحسن، خلاصۃ الحساب، تحریر اقلیدس، تصریح، شرح ہدایت الحکمتہ، شرح عقائد نسلی، کلیات نفیس، شرح اسباب، دیوان متنتی، مدارک التزیل، مشکوٰۃ شریف ان کے مصنفین کے حالات ان کتابوں کے ذیل میں گذر چکے ان کے علاوہ مزید کتابیں یہ ہیں۔

مفصل الجہنی، دول العرب والاسلام۔ محیط الدائرہ، فقہ اللغۃ، وجیزہ، تاریخ اسلام، جوہرہ نیرہ، شرایع الاسلام (حصہ عبادات) حکمتہ العین، کامل الصناعہ

## (۱۱۴) صاحب مفصل

نام و نسب اور سنہ پیدائش..... ابوالقاسم کنیت فخر خوارزم اور جبار اللہ لقب محمود نام ہے والد کا نام اور دادا کا نام محمد اور پر دادا کا نام عمر ہے بروز چہار شنبہ ۲۷ رجب ۷۶۷ھ میں بمقام زرخشر پیدا ہوئے جو خواندم کا ایک قصبہ ہے اسلئے نسبت میں زرخشری کہلاتے ہیں اور چونکہ ایک مدت تک مکہ معظمہ میں سکونت پذیر رہے اس لئے جبار اللہ کے پڑوسی کہلاتے ہیں۔ تحصیل علم..... آپ نے علم ادب ابوالحسن علی بن مظفر نیشاپوری، ابو نعیم اصبہانی ابو مضر منصور اور دیگر بڑے بڑے علما و فضلا سے حاصل کیا اور ابوالفضل زین الشیخ بقالی محمد بن ابی القاسم خوارزمی الموفق احمد بن محمد ابوالموئذ خطیب خوارزم وغیرہ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔

ایک بخش ترین عظمی..... علامہ کفوی محمود بن سلیمان نے "کتاب اعلام الاخیار" میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے بغیۃ الوعاہ میں ابوالفتح ناصر الدین بن عبدالسید ابی الکلام بن علی المطرز کی صاحب "المغرب" کو بھی علامہ زرخشری کے تلامذہ میں بتلایا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ خود علامہ کفوی نے زرخشری کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ان کی وفات ۵۳۸ھ میں ہوئی ہے اور صاحب مغرب کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ ان کی پیدائش ۵۳۶ھ میں ہے فانی صحیح التلمذ نیز علامہ سیوطی نے صاحب مغرب کا سنہ پیدائش ۵۳۸ھ بتلایا ہے فلاح التلمذ اصلاً۔

قوت حافظہ اور علمی مقام..... آپ تفسیر و حدیث کلام و لغت، معانی و بیان بالخصوص ادب و نحو کے زبردست امام تھے علامہ سمعانی فرماتے ہیں۔

کان یضرب بہ المثل فی الادب والنحو

آپ علم ادب اور علم نحو میں ضرب المثل تھے۔

ذہانت و ذکاوت میں بھی قدرت کی طرف سے حظ وافر ملا تھا علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

کان کثیر الفضل غایۃ فی الذکاء وجودۃ القریحة مضانی کل علم

آپ بڑے صاحب فضل نہایت ذہین و ذکی تیز طبع اور ہر علم میں ٹھوس استعداد رکھتے تھے۔

بڑے بڑے اہل علم حضرات نے آپ کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے چنانچہ ابن خلکان کہتے ہیں

کان امام عصرہ من غیر مدافع تشد الیہ الرجال فی فنونہ

آپ بالافتقار اپنے زمانہ کے ایسے امام تھے کہ آپ سے علوم و فنون حاصل کرنے کیلئے لوگ آپ کی طرف سفر کرتے تھے۔

علامہ عبدالحئی فرنگی نقل فرماتے ہیں۔

له فی العلوم آثار لیست لغيره من اهل عصره  
علوم و فنون میں آپ کے ایسے کارنامے ہیں کہ آپ کے دور میں کسی نے نہیں کئے۔  
علامہ زحشری فصاحت و بلاغت کے بھی امام تھے کسی نے آپ کے اور علامہ سرکلی کے متعلق کہا ہے۔

لو لا الاعرجان لجهلت بلاغة القران

اگر دو لنگڑے نہ ہوتے تو بلاغت قرآن سے کوئی واقف نہ ہوتا۔

اعرج لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ..... کہتے ہیں کہ ان کے پاؤں میں ایک پھوڑا نکلا تھا جس کی وجہ سے پاؤں کاٹ کر اس کی جگہ لکڑی کا ایک مصنوعی پاؤں فٹ کر دیا گیا تھا جب یہ چلتے تھے تو پاؤں پر کپڑا لٹکا لیتے تھے جس سے دیکھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ آپ لنگڑے ہیں بعض حضرات نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ موصوف بلاد خوارزم کے سفر میں تھے خشکی اور برف شدت کے ساتھ پڑی جس کے نتیجے میں پاؤں بیکار ہو گیا لیکن بعض حضرات نے خود علامہ زحشری سے جو وجہ نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ جب موصوف بغداد آئے اور دامغانی حنفی فقیہ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو موصوف نے کہا کہ یہ والدہ محترمہ کی بددعا کا نتیجہ ہے جس کا واقعہ یہ ہے کہ میں بچپن میں ایک چڑیا کے پاؤں میں دھاگا باندھ کر کھیل رہا تھا اتفاق کی بات چڑیا ہاتھ سے چھوٹ کر ایک سوراخ میں جا گئی میں نے دھاگا کھینچا تو اس کا پاؤں ٹوٹ گیا اس پر والدہ نے کہا خدا کرے تیرا بھی پاؤں ٹوٹے۔ والدہ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ مقبول ہو گئے چنانچہ میں جب طلب علم کیلئے بخارا کی طرف نکلا تو راہ میں سواری سے گر کر پاؤں ٹوٹ گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔  
شعر و شاعری..... سے غیر معمولی دلچسپی تھی اور بہت عمدہ اشعار کہتے تھے کتب تواریخ میں ان کے بہت سے اشعار ملتے ہیں بطور نمونہ چند اشعار ذیل میں درج ہیں۔

فانا اقتصرنا بالذین تصایفت

ولم ارفی الدنیا صفاء بلا کلوا

فقلت له جننی بورد وانما

فقلت له ہبہات مالی منتظر

الاقل لسعدی مالنا فیک من وطر۔ وما نطلبن النجل من اعین البقر

عیونہم واللہ بجزی من اقتصر۔ ملیح ولكن عنده کل جفوة

ولم انس از غازلة قرب روضة۔ الی قرب حوض فیہ للماء منحدر

اردت بہ درد الحدود و ماشعر۔ فقال انتظر نی رجع طرف اجی بہ

فقال دلاور دسوی الخلد حاضر۔ فقلت له انی قعت بما حضر

اپنے دور میں قضا کے جو رجوع اور نا انصافی کی شکایت کرتے ہوئے کہتے ہیں

عدوما فی القضا یا لا خصوصاً

للمصوامن عواتمنا فصوصاً

قضاة زماننا صاروا الصوصاً

خشینا منهم لو صافحونا

اپنے شیخ ابو مضر منصور کے مرثیہ میں کہتے ہیں۔

وقالہ ماہذہ الدرر الی

تساقط من عینک سمطین سمطین

ابو مضر اذنی تساقط من عینی

نقلت هو الدرر الذی کان قدحنا

اپنے مذہب کو اشعار کی بھول بھلیوں میں مخفی رکھتے ہوئے کہتے ہیں۔

فان حفیاً قلت قالوا باننی

ایبع لهم اکل الکلاب وهم ہم

وان حبلیبا قلت قالوا باننی

یقولون نیس نیس یدری و یفہم

اذا سالوا عن مذہبی لم ابح بہ۔ واکتمہ و کتمانہ لی اسلم

ایبع الظلاو هو الشراب المحرم۔ وان مالکیا قلت قالوا باننی

وان شافعیاً قلت قالوا باننی۔ ایبع نکاح البنت والبنت محرم

تقبیل حلولی بفیض مجسم۔ وان قلت من اهل الحدیث و حزبه

تعجبت من هذا الزمان واهله. فما احد من السن الناس يسلم  
 عليهم انهم لا يعلمون واعلم. ومذا فلق الجهال ايقنت اني  
 علمي لذت کے اظہار میں کہتے ہیں۔  
 سهرى لقيقح العلوم الذلى. من وصل غانية وطيب عناق  
 اشهى واحلى من مدامه ساق. وصرير اقلامى على اور اقها  
 والذمن نقر الفتاة لدفها. نقرى لا لقى الرمل عن اور اتى  
 و من كلامه ايضا  
 واخبرنى دهرى وقدم معشرا  
 انا الميم والا يام اقلح اعلم  
 و تمايلى طربا لحل عوبصة  
 احلى من الدد كاه والعشاق  
 ابيت سهران الدجى وتبته. نوما و تبغى بعد ذاك لحاقى

زمان كل حب فيه خب  
 لهم سوق بضاعة نفاق  
 وطعم النخل خل لوبذاق  
 فنافق فالنفاق له نفاق

و مما ينسب اليه ايضا

ان قومى تجمعوا وبقتلى تحدنوا  
 لا ابالى بجمعهم كل جمع مونث

قانون خداوندی کا مشاہدہ..... حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وقال الذین کفر والرسول کفر جنکم من ارضنا اولعودن فی  
 ملتنا فادحی الیہم ربہم لنہلکن الظالمین ولنسکتکم الارض من بعدہم“ (اور کہا کہ ان لوگوں نے اپنے رسولوں کو ہم نکال  
 دیں گے تم کو اپنی زمین سے یا لوٹ آؤ ہمارے دین میں تب حکم بھیجا ان کو ان کے رب نے ہم عارت کریں گے ان ظالموں  
 کو اور آباد کریں گے تم کو اس زمین میں ان کے پیچھے)

زحشری نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس مضمون کا چشم خود مشاہدہ کیا ہے فرماتے  
 ہیں کہ میری بستی کا حاکم میرے ماموں پر ظلم کرتا تھا اور اس کی وجہ سے مجھے بھی ایذا پہنچاتا تھا کچھ ہی روز بعد حاکم کا انتقال  
 ہو گیا اور اللہ نے اس کی جائید لو کا مجھے مالک بنا دیا ماموں کے بچے وہاں آنے جانے لگے، ایک روز مجھے ان کی آمد و رفت پر نبی  
 کریم ﷺ کا ارشاد ”من آزی جارہ ورثہ اللہ وارہ“ یاد آیا اور پورا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا میں نے یہ حدیث ان لوگوں کو سنائی اور  
 سجدہ شکر ادا کیا۔

خجل کن انی تا تو ان از قوی  
 لب خشک مظلوم را گو بچند  
 کہ روزے تو انتر ازوے شوی  
 کہ دند ان ظالم بخو اہند کند

حبک الشئی یعنی دھسم..... جاء اللہ زحشری مذہبا عالی درجہ کا معتزلی ہے اور کشف میں اس کی عام عادت ہے کہ اپنے  
 اعتقادات کو نہایت رازداری کے ساتھ سوتا چلا جاتا ہے لیکن آیت ”قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی کے ذیل میں  
 وہاں اعتزال نے زحشری کو اپنی اصولی روش چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور وہ مذہبی تعصب کے رنگ میں اہل سنت والجماعہ پر  
 طعن و تشنیع پر اتر آیا۔ اہل سنت والجماعہ رویت باری عزاسمہ کے قائل ہیں قال الشاعر۔

براه المومنون بغیر کیف  
 وادراکہ ضرب من مثال

مومن خدا کو دیکھیں گے جنت میں خوش خصال  
 بے کیف و بے جنت بے شبہ و بے مثال

اور معتزلی لوگ اس کے منکر ہیں اس سلسلہ میں زحشری نے اہل سنت والجماعہ کے حق میں جو شنیع ترین الفاظ  
 استعمال کئے ہیں وہ بعینہ اس کی عبارت میں ملاحظہ ہوں۔

ثم تعجب من المتسمین بالاسلام المتسمین باهل السن والجماعة كيف اتخذوا هذه العظميه مذبا ولا  
 يعرفونك تسترهم بالبلکفت فانه من منصوبات اشباحهم والقول ما قال بعض العدلیة فيهم۔

لكنهم حمر لعمرى موكفه

لجماعة سماوا هوام سنة

شع الوردى فسترورا باليلكفة

قدشبهوه بخلقهم و نخو فورا

پھر تعجب کر ان لوگوں پر جو اپنے آپ کو مسلمان اور اہل سنت والجماعتہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس بڑی بات کو (یعنی امکان رویت باری کو) کیسے مذہب بنا لیا اور ان کا بطنہ کی آڑ لیتا (یعنی یہ کہنا کہ دیدار خداوندی بلا کیف ہوگا) تجھے دھوکے میں نہ ڈالے کیونکہ یہ بات ان کے شیوخ کی من گھڑت ہے ان کی بابت فرق عدلیہ کے ایک شخص کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ ایک جماعت ہے جس نے اپنی خواہشات کا نام سنت رکھ چھوڑا ہے مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ لوگ گدھے ہیں انہوں نے خدا کو مخلوق سے تشبیہ دی اور جب خلق خدا کی تشبیح کا اندیشہ ہو تو بالکل گفہ کی آڑ میں چھپ گئے۔

یہ بے علامہ جار اللہ کی بعینہ عبارت سو بقول علامہ ناصر الدین ابن المنیر اسکندرانی اگر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی پیروی مقصود نہ ہوتی تو ہم صرف یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے کہ

فمضيت ثمة و قلت لا بعينى

ولقد امر على التميم يسبنى

لیکن چونکہ ایسے موقعہ پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کی ہے اس لئے ہم اصحاب سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ترکی کا جواب ترکی میں دیتے ہیں سنئے۔

بالعدل ما فهم لعمرى معرفة

عجبا لقوم ظالمين نلقبوا

تعطيل ذات الله مع نفي الصفه

قد جاء هم من حيث لا يدرونه

تعجب سے اس ظالم قوم پر جو اپنے آپ کو عدلیہ کہتی ہے مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ لوگ بالکل بدحو ہیں ان کے قول پر تو ذات باری کا تعطل اور صفات باری کی نفی لازم آگئی جس سے یہ لوگ بالکل بے خبر ہیں۔

وقول رسول الله اوضح فاصل

رضينا كتاب الله للفصل بينا

وليس بعدل دونص الدلائل

وتحريف آيات الكتاب ضلالة

وتصويب آراء النظام دواصل

وتضليل اصحاب الرسول وذفهم

فاعدل خلق الله عاص بن وائل

ولو كان تكذيب الرسول عدالة

لكنت جديرا باجماع القضاة

فلو لآك جار الله من فرق الهوى

ہم اپنے لئے کتاب اللہ کے فیصلہ سے راضی ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد واضح ترین فیصلہ کن ہے آیات کتاب اللہ کی تحریف کھلی گمراہی ہے اور منصوص اولہ کی تردید اصحاب رسول کی تضلیل اور نظام دواصل کی آراء کی تصویب خلاف عدل ہے اگر تکذیب رسول کا نام ہی عدالت (وانصاف) ہے تو مخلوق خدا میں عاص بن وائل سب سے بڑا عادل ہے سوائے جار اللہ اگر تو فرقہ اہل ہوی سے نہ ہو تا تو جامع فضائل ہوتا۔

رحلت و وفات ..... علامہ زعمری مکہ معظمہ سے جرانیہ خوارزم میں آئے اور وہیں عرفہ کی شب میں ۵۳۸ھ میں وفات پائی موصوف نے سورہ بقرہ کی تفسیر میں یہ اشعار نقل کئے ہیں۔

ويرى مناظر عرو قهافى نحرها

يامن يرى مدالبعوض جناحها. فى ظلمة الليل البهيم الالعبيل

ما كان منى فى الزمان الاول

والمخ فى تلك العظام النحل. امن على بتوبة امحو بها

علامہ ابن خلکان نے ان کے متعلق بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ موصوف نے وصیت کی تھی کہ یہ اشعار میری قبر پر کنداں کرائے جائیں آپ کی وفات پر کسی نے مرثیہ کے چند اشعار کہے ہیں جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

فارض مكة تلوی الدمع مقلتها

حزنا لفرقة جبار الله المحمود

علمی کارنامے..... علامہ زحشری نے قانون مختلفہ لغت ادب، نحو، تفسیر وغیرہ میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن کی تعداد مرابوالبیان میں تیس بتائی گئی ہے جن میں سے مفصل کشاف اور اساس البلاغہ کو جو شرہ آفاق حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے آپ کے مصنفات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) مفصل..... اس کی تصنیف یکم رمضان ۱۲۵۱ھ میں شروع ہوئی اور یکم محرم ۱۲۵۵ھ میں تکمیل کو پہنچی ملک معظم شرف الدین عیسیٰ بن سیف الدین ابو بکر بن ایوب صاحب دمشق نے ہر حافظ مفصل کیلئے ایک سواشرنی اور خلعت فاخرہ کا اعلان کر دیا تھا جس کی وجہ سے ایک بہت بڑی جماعت مفصل کی حافظ ہو گئی تھی۔

(۲) کشاف..... یہ بڑی معرکتہ الآراء تصنیف ہے جو تحقیق اینق و مدقین رشیق اسرار و باسالیب عربیہ حقیقت و مجاز استعارات و تشبیہات سے بھرپور ہے مدت تصنیف دو سال چار ماہ (یا تین ماہ) اور نو دن ہیں چنانچہ دیباچہ کتاب میں ہے۔

ففرخ منه فی مقدار مدة خلافة ابي بكر الصديق رضی اللہ عنہ و كان بقدر تمامه فی اكثر من ثلاثين سنة.

اس کی تصنیف سے فراغت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت کے بقدر قلیل عرصہ میں ہوئی حالانکہ اندازہ یہ تھا کہ یہ تیس سال سے بھی زیادہ میں پوری ہوگی۔

صاحب مفتاح العساة ثور ابن خلکان نے کشاف کے متعلق لکھا ہے ”لم یصف مثله قبلہ“ کہ اس جیسی کوئی کتاب اس سے پہلے تصنیف نہیں ہوئی و من کلامہ رحمہ اللہ فی مدح الکشاف تحدثنا بنعمة ربہ و شکراً.

ان التفاسیرنی الدنیا بلا عدد

ولیس فیہا لعمری مثل کشاف

ان کنت نبغی الہدی فالزم قرانہ

فالجهل کالداء و الکشاف کالشافی

مگر موصوف چونکہ اصول و الاعتقاد کے لحاظ سے کھلے معتزلی تھے (جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے) یہاں تک کہ جب یہ کسی کے ہاں جاتے اور دروازہ پر دستک دیتے تو کہا کرتے تھے ”ابو القاسم معتزلی بالباب“ اس لئے اپنی تصنیف میں بہت سے مقامات پر اپنے اعتقاد کے مطابق آیات کی تاویل میں سور تعبیر اور تعبیر سے کام لیا ہے لوگوں کی سوتلنی ان کے متعلق اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ گویا شکر میں پیٹ کر کوئین کھلانے کی مہارت سمجھا جاتا ہے کہ اس شخص کو خاص طور پر حاصل ہے اسی لئے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض فقہاء نے اس کتاب کا مطالعہ کرنا حرام بتایا ہے کیونکہ یہ اپنی کتاب میں چھپا چھپا کر اپنے عقائد خاص کی سمیت جذب کرتے چلے گئے ہیں جن کو کم علم لوگ سمجھ نہیں پاتے علامہ ناصر الدین احمد بن محمد بن المیر اسکندرانی مالکی متوفی ۶۸۳ھ نے اس راز کو خوب فاش کیا ہے۔

موصوف نے جب کشاف کی تصنیف کا آغاز کیا تو شروع ہی میں اپنے اعتقاد کے مطابق کہا تھا ”الحمد لله الذی خلق القرآن اس پر لوگوں نے اس کو متنبہ کیا اور کہا اگر کتاب کو اسی بیج پر رکھو گے تو کوئی نہیں پڑھے گا اس پر اس نے عبارت میں قدرے ترمیم تو کی یعنی خلق کے بجائے جعل کر دیا لیکن بات وہی رہی کیونکہ معتزلہ کے یہاں جعل بمعنی خلق ہے بعض نسخوں میں جو ”الحمد لله الذی انزل القرآن“ ہے یہ عبارت مصنف کی نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کی طرف سے اصلاح ہے۔ نام تحریر نے کشاف کے جتہ جتہ مقامات کا مطالعہ کیا ہے اور لا بیریری میں محفوظ ہے۔

لطیفہ عجیبہ..... کہتے ہیں کہ محی السنہ امام غزالی مفتی الثقلین تھے ایک روز انہوں نے جنات سے حوالات کی بابت دریافت کیا جنات نے کہا کہ علامہ زحشری قرآن پاک کی تفسیر لکھ رہے ہیں اور نصف کے قریب پہنچ چکے ہیں امام غزالی نے تفسیر منگوائی اور پوری نقل کروا کر اصل نسخہ جنات کے ذریعہ واپس کر دیا، جب امام زحشری موصوف کے یہاں آئے تو آپ نے زحشری کو کتاب دکھائی زحشری کتاب دیکھ کر حیران رہ گئے اور سوچنے لگے کہ اگر میں یہ کہوں کہ کتاب میری ہے



تو یہاں کیسے آئی جبکہ میں نے اس کو اس طرح محفوظ رکھا تھا کہ کسی کو اس کی اطلاع بھی نہیں اور اگر یہ کہوں کہ کسی دوسرے کی ہے تو لفظاً معلیٰ رضا تریباً تاکثیر تو ارد عقلاً محال ہے زحشری کی اس حیرت کو دیکھ کر امام غزالی نے کہا کہ یہ تمہاری ہی کتاب ہے میں نے جنات کے ذریعہ منگوائی ہے زحشری جنات کے قائل نہ تھے لیکن اس مجلس میں قائل ہو گئے۔

۳۔ اساس البلاغہ کشاف کی طرح یہ بھی تھا قنق و قانق قین سے لبریز ہے۔ ۴۔ الفائق یہ علم غریب الحدیث میں ہے اس کی تصنیف سے فراغت ماہ ربیع الاخر ۵۱۶ھ میں ہوئی ہے راقم الحروف کے پاس ہے اور اکثر مطالعہ میں رہتی ہے۔ ۵۔ المفرد۔

۶۔ الحاجات بالمسائل الخویہ۔ ۷۔ ربیع الا برارد نصوص الاخذ۔ ۸۔ اسامی الرواۃ۔ ۹۔ النصح العکبر۔ ۱۰۔ النصح الصغار۔

۱۱۔ صالتہ الناشر۔ ۱۲۔ الرافض فی القرائض، ۱۳۔ الانموذج۔ ۱۴۔ رؤس المسائل۔ ۱۵۔ شرح آیات سیویہ۔ ۱۶۔ المستقصى فی امثال العرب، ۱۷۔ صمیم العربیہ۔ ۱۸۔ سوازل الامثال، ۱۹۔ دیوان التخیل، ۲۰۔ شقائق العجمان فی حقائق العجمان، ۲۱۔ شانی العجمی من کلام الشافعی، ۲۲۔ القسطاس، ۲۳۔ مجسم الحدود، ۲۴۔ المنہاج، ۲۵۔ مقدمتہ الادب، ۲۶۔ دیوان الرسائل، ۲۷۔ دیوان الشعر، ۲۸۔ الرسالۃ الناصحہ، ۲۹۔ الامالی، ۳۰۔ اطواق الذهب، ۳۱۔ شرح مشکلات المفصل، ۳۲۔ الکلم النوائج، اس کا تھوڑا سا نمونہ درج ذیل ہے قال المرص والحاجۃ خطبان امر من نقیع الخطبان، کما یحدث بین الخبثین ابن لا یوبن القرث والدم یخرج منهما اللبن، الامین آمن والخائن حائن السوقیة و الکلاب السلوقیة سواء حجج الموحدين لاتدحض بشبه المشبه کیف یضع مارفع ابراهیم ابرهہ کم احدث بک الزمان امر امر کمالم یزل یضرب زید عمرا ماقدع السفیه بمثل الاعراض وما اطلق عنانه بمثل الاعراض محک الموده والاخاء حال الشدة دون حال الرخاء، من ارسل نفسه مع الهوی، فقد هوی فی ابعده الهوی، استغنم تنفس الاجل، وامکان العمل واقطع ذکر المعازیر والعلل، فانک فی اجل محدود، دعمر غیر ممدود، الجودو المحلم حاتمی و احنفی والدين والعلم حنفی وحنفی اذا حصلتک یاقوت هان علی اللروالیاقوت مامنع قول الناصح ان یروقک وهو الذی ینصح خروک اتل علی کل من وزر کلا لاوزر۔

## (۱۱۵) صاحب المجتبیٰ

نام و نسب..... ابو بکر محمد بن الحسن بن درید بن عثمانیہ بن حاتم بن الحسن بن حمای بن جردین واسم بن وہب بصری آپ کے اجداد میں حمای سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے یہ ان ستر آدمیوں میں سے تھے جو رسول اکرم ﷺ کے وصال کی خبر سن کر عمان سعید بنہ منورہ گئے تھے۔

سنہ پیدائش اور تحصیل علم..... آپ ۲۲۳ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور بیس پرورش پائی، ابو حاتم جستان ابو الفضل جاسس بن الفرخ نحوی عبد الرحمن بن عبد اللہ (ابن الخ الاصمعی) ابو عثمان سعید بن ہارون اشاندانی جیسے مشہور حضرات سے علم کی دولت کمائی اور آپ سے ابو الفرخ اصہبانی ابو سعید سیرانی ابو علی قالی جیسے بلند پایہ ائمہ لغت و ادب نے علم حاصل کیا۔

عام حالات زندگی..... تحصیل علوم کے بعد زنگیوں کے فتنہ میں بصرہ چھوڑ کر عمان چلے گئے اور یہاں بارہ برس رہ کر دیہاتی عربوں سے عربی اور شاعری کی معلومات بہم پہنچائیں اور پھر بصرہ واپس آگئے اس کے بعد شاہ بن میکال اور اس کے بیٹے سے طلب اعانت کیلئے ایران چلے گئے جو ایران کا گورنر تھا اسی کیلئے آپ نے کتاب جمہرۃ اللغہ تصنیف کی اور اپنے قصیدہ ”مقصودہ“ کے ذریعہ اس کی مدح کی اس نے آپ کی قدر افزائی کرتے ہوئے سرکاری دفاتر کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا چنانچہ حکومت ایران کی جس قدر بھی ڈاک نکلتی وہ آپ کے مشورہ اور دستخط سے نکلتی تھی جب میکال کے بیٹوں کو گورنری سے برطرف کر دیا گیا تو وہ خراسان چلے گئے اور ابن درید ۳۰۸ھ میں بغداد آگئے یہاں وزیر علی بن فرات نے آپ کا نہایت اعزاز و احترام سے استقبال کیا اور انعامات سے نوازا جب خلیفہ مقتدر باللہ کو آپ کے علمی بلند مرتبہ کا علم ہوا تو اس نے پچاس دینار مالانہ وظیفہ

مقرر کر دیتا کہ آپ معاشی تنگ دوو سے مطمئن ہو کر علمی کام جاری رکھ سکیں چنانچہ یہ وظیفہ آپ کی حیات تک جاری رہا۔ اخلاق و عادات..... ابن درید موسیقی اور آلات طرب کا بڑا دلدادہ، شراب کا عادی دولت کا دشمن کھیل کود و عظیموں اور بخششوں پر مال بہت صرف کرنے والا تھا، بایں ہمہ لغت و ادب اور انساب میں چوٹی کا عالم مانا جاتا ہے۔ علمی مقام اور قوت حافظہ..... خطیب بغدادی ان لوگوں سے جنہوں نے ابن درید کو دیکھا ہے روایت کرتے ہیں کہ وہ بے حد قوی الحافظ تھے سر زمین عرب میں ان سے بڑھ کر حافظہ والا کسی کو نہیں دیکھا گیا آپ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ آپ کے سامنے دو ادین پڑھے جاتے اور وہ آپ کو ازبر ہو جاتے تھے ابو الطیب لغوی نے ”مراتب الخوین میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

هو الذي انثت اليه لغة البصريين وكان احفظ الناس و اومعهم علما و اقدرهم على الشعر و ما ازدهم العلم و الشعر في صدر احد ما ازدهما في صدر ابن دريد.

بصريوں کا لغت آپ ہی پر منتھی تھا لوگوں میں سب سے زیادہ حفظ اور علم والے تھے شعر گوئی پر بہت قدرت رکھتے تھے ابن درید کے سینے میں علم اور شعر کا ایسا ہجوم تھا جو کسی میں نہ تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

انه كان راسا في الادب يضرب المثل بحفظه هو اشعر العلماء و اعلم الشعراء.

آپ علم ادب کے سر خیل قوت حافظہ میں ضرب مثل اور علماء شعراء میں سب سے بڑھ کر علم و شعور رکھتے تھے۔ علامہ مسعودی مروج الذهب میں لکھتے ہیں

انه كان ببغداد ممن برع في زماننا هذا في الشعر و انتهى في اللغة و قام مقام الخليل بن احمد فيها و اورد اشياء في اللغة لم توجد في كتب المتقدمين.

آپ ہمارے زمانہ میں بغداد کے شعراء ماہرین میں سے تھے لغت آپ ہی پر منتھی تھا اور اس فن میں خلیل بن احمد نحوی کے ہم پلہ تھے لغت میں ایسے نو اور ذکر کئے ہیں جن سے حقد مین کی کتابیں خالی ہیں۔ ابن درید کی شاعری..... بھی نہایت ٹھوس شیریں اور خوشگوار ہے جو اس کی قادر الکلامی اور طبیعت کی جولانی پر وال ہے اس کا بہترین حصہ مقصورہ ہے جس میں دو سو انتیس اشعار ہیں جن میں عربوں کے بہت سے واقعات ضرب الامثال اور حکیمانہ اقوال جمع کر دیئے ہیں اس کا مطلع یہ ہے طرة صبح تحت اذبال الدجى و الشتعل المبيض في مسوده مثل اشتعال النار في جنول الغضا

تصانيف..... آپ نے بہت سی مفید اور نفع بخش کتابیں لکھی ہیں جیسے الجنتی الامالی، السراج و اللجام اشتقاق اسماء القبائل، المتنبس، المقصور و الممدود، غریب القرآن، تقویم اللسان، کتاب الملاحن، کتاب انخيل الكبير، کتاب انخيل الصغير، کتاب الانواء، کتاب السلاح، کتاب المطر کتاب ادب الکتاب وغیر۔

وفات..... نوے سال کی عمر میں آپ پر فاج گرا علاج کے بعد صحت یاب ہو گئے ایک سال کے بعد پھر فاج لگا اور اسی میں کمزور ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ ۱۸ شعبان ۳۲۱ھ میں بدھ کے روز بغداد میں وفات پائی اور مقبرہ عباسیہ میں مدفون ہوئے فقہ اللغہ کے پیش لفظ میں ہے کہ ابن درید اور ابو ہاشم جبائی نے ایک ہی دن وفات پائی اور مقبرہ خیزران میں مدفون ہوئے لوگوں نے ان کے انتقال پر کہا ”مات علم اللغة و الکلام بموت ابن دریده الجبانی . و رثاه ححظة فقال .

لما غدا ثالث الاحجار و التراب

فقدت باہن دريد كل منفعة

نصرت ابكى لفقدا الجود و الادب له

قد كنت ابكى لفقدا الجود آونة

۱۔ از کتاب الاعلام للعلامة خير الدين۔ تاريخ ادب عربي ۱۲

## (۱۱۶) صاحب دول العرب

محمد طلعت پاشا بن حسن بن محمد حرب قاہری۔ آپ قاہرہ میں ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے اور مصر میں اقتصادیات کے لیڈر رہے قاہرہ میں ۱۸۸۹ء میں لاکھ ڈگری حاصل کی پھر مترجم ہوئے اس کے بعد بعض کمپنیوں کے منتظم ہو گئے پھر ۱۹۰۹ء میں تعاون مالی کی کمپنی قائم کی۔

آپ کی شہرت ایک رسالہ سے ہوئی جس میں آپ نے قاتل السولیس کی کمپنی کے امتیاز کا مسئلہ ۱۹۱۰ء میں اٹھایا تھا پھر اسی سال ایک مصری بینک قائم کرنے کی اسکیم چلائی، بڑی بڑی مخالفتوں کے بعد یہ اسکیم بھی کامیاب ہوئی اور بینک قائم ہو گیا۔

آپ نے بہت سی کتابیں اور رسائل لکھے جن میں سے "تاریخ دول العرب والاسلام" مشہور و معروف اور شامل نصاب ہے اس کے علاوہ البراہین علی تعلیم البنات علاج مصر اقتصاد کی کتاب علی الاسلام فصل الخطاب فی المرأة والحقاب، خطب طلعت الحرب (تین جلدوں میں) مکتبہ مصر الجدیدہ تصنیف کیں آپ نے قاہرہ میں ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں وفات پائی۔ ۱

## (۱۱۷) صاحب محیط الدائرہ

ڈاکٹر کر نیلوس فنڈیک الامیریکانی آپ لندن الاصل ہیں اعمال ولایینہ نیویارک کی بستی کنڈر ہوگ میں ۱۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور علم طب، صیدلہ، ریاضیات، اور لغات قدیمہ وغیرہ میں مہارت حاصل کی اور دیار سوریا کے شہیب منتخب ہوئے پھر بیروت آئے اور یہاں عربیت میں مہارت تمامہ پیدا کی نیز بطرس بستانی کی معیت میں عیہ لبنان میں ایک مدرسہ قائم کیا اور بیروت کے کلب امریکہ میں تعلیم کے متولی بھی رہے آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے محیط الدائرہ فی علمی العروض والقافیہ اصول الباثولوجیۃ الداخلیہ، اصول علم الہیۃ المرأة ابو فتیہ فی الکفرہ الارضیہ الرونتہ الزہریہ فی الاصول الجبریہ قابل ذکر ہیں۔ آپ نے بیروت میں ۱۳۱۳ھ میں وفات پائی۔ ۲

## (۱۱۸) صاحب فقہ اللغۃ

نام و نسب اور سن پیدائش..... ابو منصور کنیت عبدالملک نام والد کا نام محمد اور دادا کا نام اسماعیل ہے نسبت میں ثعالبی کہلاتے ہیں جس کی بابت علامہ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ یہ لومزیوں کی چرم دوزی کی صنعت کی طرف نسبت ہے چونکہ موصوف اس کی پوسٹین وغیرہ بناتے تھے اس لئے ثعالبی کے ساتھ مشہور ہو گئے امام ثعالبی ۳۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ابو بکر خوارزمی وغیرہ سے انہوں نے علم حاصل کیا۔

علمی مقام..... آپ اپنے وقت کے امام بلند پایہ لویب اور صاحب قلم عالم تھے علامہ ابن بشام صاحب ذخیرہ آپ کے حق میں رقم طراز ہیں کان فی وقته راعی تلعات العلم و جامع اشات النثر و النظم واس المؤلفین فی زمانہ و امام المصنفین بحکم اقرانہ "اسی طرح امام باخرزی آپ کے متعلق لکھتے ہیں: ان الثعالبی هو جاحظ نسا بور و زبده الاحقاب والد هو ر لم تر العیون مثله ولا انکر الاعیان فضله۔

شعر و شاعری..... موصوف بہت اچھے شاعر بھی تھے ابن خلکان وغیرہ نے ان کے بہت سے اشعار نقل کئے ہیں۔ فمن

ذالک ما کتبہ انی الامیر ابی لفضل المیکالی

لک فی المفاخر معجزات جمہ۔ ابدا لغیرک فی الوری لم تجمع  
شعر الولید و حسن لفظ الاصمعی۔ کالنور او کالبحر او کالبدرد  
ونزل الصابی یزین علوه۔ خط ابن مقلدہ ذوالمحل للارفع  
وافی الکریم بعید فقر مدقع۔ و اذا تفتق نور شعرک ناظرا  
ارجلت فرسان الکلام ورضت افراس البدیع وانت امجد مدع

ونقشت فی فص الزمان بدائعنا تزری یاثار الربیع المعرع

رحلت ووفات ..... آپ نے اسی برس کی عمر یا کر ۴۳۰ھ میں وفات پائی۔

تصنیفات ..... امام ثعالبی نے طبقات الامم، سحر البلاغہ، سر العربیہ، من غاب عن المطر، مونس الوحید، برو الاکبوا، المصحح، التمشیل، الحاضرہ، التماہی فی الکتابیہ اور ثمر القلوب وغیرہ بہت سی کتابیں تصنیف کیں لیکن دو کتابیں قابل ذکر ہیں اول فقہ اللغۃ جو تیس ابواب اور پانچ سو چون فصلوں پر مشتمل ہے باقی تفصیل کہ باب امیں ۱۳ باب ۲ میں ۵ باب ۳ میں ۳ باب ۳ میں ۳ باب ۵ میں ۱۰ باب ۶ میں ۳ باب ۷ میں ۳ باب ۸ میں ۳ باب ۹ میں ۸ باب ۱۰ میں ۳۸ باب ۱۱ میں ۱۰ باب ۱۲ میں ۱۲ باب ۱۳ میں ۲۹ باب ۱۳ میں ۷ باب ۱۵ میں ۷ باب ۱۶ میں ۲۳ باب ۱۷ میں ۳۵ باب ۱۸ میں ۲۳ باب ۱۹ میں ۳۹ باب ۲۰ میں ۲۳ باب ۲۱ میں ۱۳ باب ۲۲ میں ۲۶ باب ۲۳ میں ۳۹ باب ۲۴ میں ۷ باب ۲۵ میں ۱۸ باب ۲۶ میں ۷ باب ۲۷ میں ۲۷ باب ۲۸ میں ۹ باب ۲۹ میں ۵ باب اور ۳۰ میں ۲۹ فصلیں ہیں۔

موصوف نے اس کتاب کو جن حضرات کے علوم سے مرتب کیا ہے وہ یہ ہیں: ابو عبد اللہ محمد بن زیاد الکوئی۔ ابن الاعرابی م ۲۳۲ھ، ابو الفتح عثمان بن جنی م ۳۹۲ھ، ابو عبد اللہ حسن بن خالویہ لغوی م ۳۷۰ھ، ابو بکر محمد بن درید م ۳۲۴ھ، ابو یوسف یعقوب بن السبیت م ۲۳۳ھ، ابو الحسن نصر بن شمل نخوی م ۲۰۳ھ، ابو الحسن احمد بن فارس بن زکریا م ۳۹۰ھ، ابو محمد عبد اللہ بن مسلمہ بن قتیبہ م ۷۰ھ، ابو المنذر ہشام بن ابی النصر محمد بن السائب کلبی م ۲۰۳ھ، ابو تراب عسکر بن الحسن غنشی م ۲۳۵ھ، ابو زید سعید بن لوس م ۲۱۵ھ، ابو عبیدہ قاسم بن سلام م ۲۲۳ھ، ابو عبیدہ معمر بن السثنی م ۲۱۰ھ، ابو عمر و بن العلاء م ۱۵۷ھ، ابو عمرو اسحاق بن مرار م ۲۰۶ھ، ابو الیاس رازی م ۲۲۲ھ، ابو منصور محمد بن احمد ازہری م ۳۷۰ھ، ابو سعید عبد الملک الاصمعی م ۲۱۶ھ، ابو العباس ثعلب احمد بن سخی بن زید بن سید شیبانی م ۲۹۱ھ، ابو نصر اسماعیل بن احمد الجہری م ۳۹۳ھ، ابو محرز خلف بن حیان م ۱۸۷ھ، عبد الرحمن غفیل بن احمد م ۷۴ھ، ابو بکر محمد بن عباس خوارزمی م ۳۸۳ھ، زجاج م ۳۱۱ھ، سلمہ م ۲۴۰ھ، سیبویہ م ۱۶۱ھ، سیرانی م ۳۶۸ھ، ابو القاسم الفصاحب م ۳۸۵ھ، عمارہ بن عقیل م ۲۹۳ھ، ابو ذکریا یحییٰ بن زیاد الفراء م ۲۰۷ھ، ابو الحسن علی بن حمزہ الکسانی م ۱۸۹ھ، ابو الحسن علی بن حازم المخیانی م ۲۱۵ھ، ابو القاسم محمد بن عبد الملک اسدی م ۱۶۹ھ، ابو الخلد لیث بن سعد المہلبی م ۱۶۵ھ، ابو العباس محمد بن زیاد البہرہ م ۲۸۵ھ، ابو عبد الرحمن مقفل بن احمد الفہمی م ۲۲۰ھ، ابو فہد مورج بن عمرو السدوسی ۱۹۵ھ۔

امام ثعالبی کی دوسری قابل ذکر کتاب ”میتۃ الدہری فی محاسن اہل العصر“ ہے جو کتب اویبیہ میں احسن اور اکمل کتاب مانی گئی ہے ابو الفتح نصر اللہ بن فلاس اسکندری نے اس کی بابت کہا ہے۔

ماتوا و عاشت بعدہم۔ فلذاک سمیت الیتیمہ

ابیات اشعار الیتیمہ۔ ابکار افکار قدیمہ

یہ کتاب چار قسموں پر منقسم ہے قسم اول آل حمد ان کے اشعار اور ان کے شعراء وغیرہ کے محاسن میں ہے اور قسم دوم اہل عراق کے اشعار اور انشاء دولت و ملیہ کے محاسن میں قسم سوم اہل جبال فارس جرجان اور طبرستان کے اشعار کے محاسن میں قسم چہارم اہل خراسان و ماور النہر کے محاسن میں ہے۔

## (۱۱۹) صاحب الوجیزہ

علامہ بہاء الدین محمد بن حسین عالمی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”تشریح الافلاک“ کے ذیل میں گزر چکے۔

## (۱۲۰) صاحب تاریخ الاسلام

محمی الدین بن احمد بن اہل سیم الحیاط آپ ماہر جب ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں لبنان کے صیدا نامی مقام میں پیدا ہوئے ہیں نشوونما پائی اور جمعیت المقاصد الخیریہ میں تعلیم پائی یوسف سر اور ابراہیم احدب وغیرہ سے اخذ علوم کیا فراغت کے بعد صیدا کے بعض مدارس میں معلم ہو گئے آپ بہترین صاحب قلم و صاحب زبان ادیب و شاعر اور بلند پایہ مورخ تھے جریدہ اقبال و جریدہ بیروت وغیرہ میں آپ کے بہت سے مضامین و مقالات شائع ہوتے رہے ہیں دروس المقرآۃ دروس الصرف والنحو، دروس تاریخ الاسلامی، دروس الفقہ اور تفسیر الغریب من دیوان ابی تمام وغیرہ کتابیں آپ کی یادگار ہیں شرح نوح البلاغۃ (للشیخ محمد عبدہ) پر تعلق بھی لکھی ہے آپ کے اشعار میں بڑی جاذبیت پائی جاتی ہے مگر افسوس کہ وہ دیوان کی شکل میں مرتب نہیں ہو سکے آپ نے ۱۳ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں بیروت میں وفات پائی۔ ۱۔

## (۱۲۱) صاحب جوہرہ نیرہ

ابو بکر بن علی بن محمد المعروف بالجدادی العبادی الزبیدی وادی زبید نامی گاؤں کے رہنے والے تھے اور فقہ حنفیہ کے زبردست فقیہ، ملا علی قاری نے ”طبقات الحنفیہ“ میں ان کے متعلق لکھا ہے۔

کان عالما عاملا ناسکا فاضلا زاهدا کان یقری فی کل یوم خمسۃ عشر درسا  
آپ عالم با عمل فاضل بے بدل اور بڑے متقی و پرہیزگار تھے ہر روز پندرہ کتابوں کا درس دیتے تھے۔  
علامہ صدیقی فرماتے ہیں کہ آپ نے حنفی مسلک میں بہت عمدہ اور جلیل القدر کتابیں تصنیف کی ہیں آپ کی تصنیفات کل میں جلدوں میں بتائی جاتی ہیں جن میں سے قابل ذکر کتابیں یہ ہیں۔  
۱۔ السراج الوہاج الموضح لکل طالب محتاج، یہ کتاب قدوری کی شرح ہے جو آٹھ جلدوں میں بتائی جاتی ہے مگر علامہ برکلی نے اس کو کتب ضعیفہ غیر معتبرہ میں سے شمار کیا ہے ۲۔ الجوہرۃ النیرۃ یہ شرح مذکور کا اختصار ہے اور شرح سے بہتر ہے ۳۔ سراج الکلام یہ منظومۃ الہامی کی شرح ہے ۴۔ کشف التزیل یہ علم تفسیر میں ہے جو آج کل تفسیر حدادی کے نام سے مشہور ہے آپ نے ۸۰۰ھ کے حدود میں وفات پائی۔ ۵۔

## (۱۲۲) صاحب شرایع الاسلام

ابو القاسم جعفر بن حسن بن یحییٰ بن حسن بن سعید الہذلی آپ ۶۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور محقق نجم الدین جلی کے ساتھ مشہور ہوئے۔ صاحب نجم نے ان کے متعلق لکھا ہے ”ہو تکلم عالم فقیہ، اصولی، ادیب و لہ نثر و نظم۔  
آپ کی تصانیف میں سے شرایع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام، حج الوصول الی معرفۃ علم الاصول، المسلك فی اصول الدین، نکت التہایۃ اور المعارج وغیرہ کتابیں مشہور ہیں۔ آپ نے ۶۷۶ھ میں وفات پائی۔ ۳۔

## (۱۲۳) صاحب حکمتہ العین

علامہ نجم الدین قزوینی کا تہی کی تصنیف ہے جن کے حالات شمشیہ کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔

## مصنفین کتب امتحان فاضل

اس کورس میں بعض کتابیں درس نظامی کی ہیں اور اکثر اس کے علاوہ مشترک کتابیں یہ ہیں۔  
سبعہ معلقہ، مقامات حریری، دیوان حماسہ، حسای، توضیح تکوین، حجتہ اللہ البالذہ، حمد اللہ، قاضی مہدک، ہدایہ آخرین  
صدر، شمس بازغہ، کلیات وحمیات قانون، شرح اسباب، بیضادی، ترمذی، بخاری شریف ان کے مصنفین کے حالات ان  
کتابوں کے ذیل میں گزر چکے۔

غیر مشترک کتابیں یہ ہیں :

الکامل، البیان والتبین، سنج البلاغہ، معنی اللہیت، مفتاح العلوم، نقم الشعر، محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ تاریخ  
تمدن الاسلامی، تاریخ آداب اللغۃ العربیہ، مقدمہ ابن الصلاح، ہدایۃ المجتہد، منہاج الاصول، سیرۃ ابن ہشام، تاریخ  
التشریح الاسلامی، محصل، الملل والخل، کتاب المعیتر، شرح اشعار، شرح مواقف، شرح تجرید، رسالہ فقہیہ، ادب  
الکاتب، الاقان، مجمع البیان، معالم الاصول، غلل اشراغ، عروج الذہب، دیوان، شرح حکمتہ الاشراف

## (۱۲۴) صاحب الکامل

نام و نسب اور تحصیل علم..... ابو العباس محمد بن یزید بن عبد الاکبر البہرذی بصری، آپ ۵۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور  
امام کسائی، ابو عمرو جرمی، ابو عثمان مازنی، ابو حاتم بجاتی وغیرہ سے شرف تلمذ حاصل کیا لیکن اساتذہ میں مازنی کو زیادہ مانتے  
تھے موصوف نے کتاب سیبویہ ابو عمرو جرمی سے شروع کی اور مازنی سے فاتحہ قرآن پڑھا آپ سے اسماعیل صفار لفظیہ اور  
صولی وغیرہ نے روایت کی ہے۔  
علمی مقام..... آپ اپنے دور میں خود صرف،، فصاحت و بلاغت اور عربیت میں بغداد کے امام تھے طاش کبری زادہ نے  
لکھا ہے۔

کان ابو العباس مبردا امام العربیہ ببغداد فی زمانہ وکان فصیحا بلیغا مغو ہائفا اخبار یا علامۃ صاحب نو  
ادر و ظرافۃ.

ابو العباس مبردا اپنے زمانہ میں بغداد میں عربیت کا امام تھا اور فصیح و بلیغ زبان اور خطیب ثقہ اخباری علامہ اور نوادر و  
ظرافت والا تھا۔

مولانا عبد العلی چنوری ثمرات الحیاء میں لکھتے ہیں:

ابو العباس محمد بن یزید کان شیخ اهل النحو و العربیۃ والیہ انتھی علمہما بعد طبقۃ ابی عمرو الجرمی و ابی  
عثمان المازنی.

ابو العباس محمد بن یزید نحویوں اور لویوں کا استاد تھا اور ابو عمرو جرمی اور ابو عثمان مازنی کے طبقہ کے بعد ان دونوں علوم  
میں سب سے آگے تھا۔

میرد لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ..... علامہ مازنی نے جب ”کتاب الالف واللام“ تصنیف کی تو انہوں نے میرد سے اپنی کتاب کی بعض باریک اور مشکل چیزیں دریافت کیں میرد نے ان کا برجستہ اور نہایت عمدہ جواب دیا اس پر مازنی نے کمال فائز البیرد (اٹھ تو حق کو ثابت کرنے والا ہے) اسی وقت سے آپ کو میرد کہا جانے لگا۔ یہ لفظ اصل میں میرد (بکسر راء) ہے جو باب تفعیل کا اسم فاعل ہے لیکن کوفیوں نے اس میں تغیر کر کے راء کو فتح دے دیا۔

میرد اور ثعلب..... علامہ سیرانی فرماتے ہیں کہ میرد اور ثعلب کے درمیان بڑی کشیدگی اور منافرت رہا کرتی تھی اور آپ ہمیشہ ثعلب سے مناظرہ کی تاک میں رہتے تھے مگر ملاقات کا اتفاق نہ ہوتا تھا کسی کا شعر ہے۔

فابدا نفاہی بلدة و النقاء نا عسیر کانا ثعلب و میرد

ہمارے اجسام ایک شہر میں ہیں اس کے باوجود ہمارا مناد شوارہ ہے ہمارا حال ثعلب اور میرد کی طرح ہو گیا۔  
اس میں شک نہیں کہ میرد اور ثعلب دونوں چوٹی کے ادیب تھے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

ایاطالب العلم لاتجھلن. و عذبا المیرد او ثعلب تجد عند هذین علم الوری

فلاتک کالجمل الاجوب. علوم الخلاق مفرونة بهذین فی الشرق والمغرب

لیکن اہل علم کے نزدیک میرد کو ثعلب پر بدرجہا ترجیح تھی میرد فصیح و بلیغ، لطیف و ظریف بھی تھے یہ اوصاف ثعلب میں کہاں پھر میرد کے مقابلہ میں ثعلب کب آسکتے تھے ایک مرتبہ ثعلب نے میرد کو برے الفاظ سے یاد کیا میرد کو اس کی اطلاع ہوئی تو میرد نے یہ شعر پڑھا۔

رب من بعیه حالی. و هو لا یجری ببالی قلبه ملان منی. و فوادى منه خالی

تصانیف..... میرد نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے الکامل بہت مشہور ہے اس کے علاوہ المعقب الروحہ المقصور والمدود، اشتقاق القوانی، اعراب القرآن، نسب عدنان و قحطان، الرد علی سیبویہ، شرح شواہد الکتاب ضروریہ الشعر، العروض، ما تفرق لفظ و اختلف معناه، طبقات الخاء البصرین اس کی علمی یادگار ہیں۔

وفات..... میرد نے بغداد میں ۲۸۵ھ یا ۲۸۶ھ میں وفات پائی۔

## (۱۲۵) صاحب البیان والتبیین

نام و نسب اور تحصیل علم..... ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب الجاحظ البصری شیخ المعز لہ، امام الادباء صاحب القلم لیث بن بکر بن عبدمنان بن کنانہ کی طرف منسوب ہو کر اپنی اور کنانی کہلاتے ہیں ان کی دونوں آنکھوں کی پتلیاں باہر کو نکلی ہوئی تھیں اس لئے ان کو جاحظ کہا جانے لگا کیونکہ عربی میں جو بظاہر بھرنے کے معنی میں آتا ہے موصوف بصرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی، اجمعی اور ابو عبیدہ جیسے لغت و روایت کے بلند پایہ علماء سے علم حاصل کیا اور ابو اسحاق نظام معزلی سے علم کلام میں سند حاصل کی۔

شوق مطالعہ..... کتب نبی کے بڑے شوقین تھے جو کتاب ہاتھ میں آتی اسے ختم کرنے اور اس کے جوہر کو پوری طرح اخذ کرنے سے قبل ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے کاتبوں اور کاغذ فروشوں کی دوکانیں کرلیے پر لیتے اور ان میں بیٹھ کر مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔

عام حالات زندگی..... ان کی عمر کا بیشتر حصہ بے فکری و آسودگی کے ساتھ پیدا کنی دطن بصرہ میں رہ کر تصنیف و تالیف میں گذرا خطوط و رسائل اور تصانیف کی وجہ سے گورنروں میں مقبول اور شہر کے باعزت لوگوں میں معزز رہے پھر

مامون معتمد و اثن اور متوکل کے زمانوں میں تلاش معاش کیلئے بغداد کا سفر کرتے رہے ان کے بعد محمد بن عبد الملک کی تینوں وزارتوں کے زمانہ میں آپ انہیں کے ہو رہے۔

اخلاق و عادات..... جاہظ طنز و مزاح کے خوگر، مروجہ رسومات و آداب کی ہنسی اڑانے کے عادی تھے تاہم نہایت سلیم الطبع زندہ دل شگفتہ مزاج، ظریف اور اپنے دوستوں کے سچے ہمدرد تھے۔

مسلک..... امام جاہظ مسلک کا نظام معتزلی کے ہم خیال تھے اور اپنی تحریروں میں بھی معتزلہ کے مذہب کی حمایت کرتے تھے عقیدہ توحید میں انہوں نے تمام متکلمین کو چھوڑ کر اپنا ایک جداگانہ مسلک ایجاد کیا جس کی بہت سے متکلمین نے تائید کی جن کا نام جاہظی ہے دیگر علوم میں آپ دوسرے علماء کے ہم خیال رہے۔

شعر و شاعری..... سے بھی اچھا خاصا ذوق تھا لیکن ان کی شاعری میں نہ کوئی دل کشی ہے نہ جمال، شاعری میں ان کا رجحان پرانے طرز کی طرف ہے جدید تخلیقی اسلوب کی طرف نہیں اشعار بھی کم ہیں جو ان کے خطوط و مضامین اور تصانیف میں جا بجا بکھرے ہوئے ہیں مثلاً ذرا بن عبد الملک کی شان میں کہے ہوئے اشعار۔

بداہین اثری لاخوانہ. فضل منہم شبۃ العدم  
و ابصر کیف انتقال الزمان. فباوربا لعرف قبل المندم  
ومن کلامہ

مشیت علی رسلی فکنت المقدما

فتبرم منقوصا وتنقص مبرما

لکن قدمت قبلی رجال فطالما

ولکن هذا الدهر تاتی صروفہ

و قال فی مدح احمد بن ابی داؤد

وقد تسنمت ماتو عمرنہ

وعند الحجاج در تنیر

وعویص من الامور بہیم. غامض الشخص مظلّم مستور

بلسان یزینہ التجیر. مثل وشى البرود هلہلہ النسیج

حسن الصمت و المقاطع اما النصت القوم و الحدیث بدور ثم من بعد لحظۃ نورث الیسر. و عرض مہذب موفور  
حلیہ..... جاہظ ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے بے ڈول بدن، بد شکل و بد وضع قابل نفرت اور بد صورتی میں ضرب  
المثل تھا کسی نے ان کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا ہے۔

ماکان الا دون مسخ الجاحظ

وہوا لقدی فی عین کل ملاحظ

لو یسوخ الخنزیر مسخا ثابیا

رجل ینوب عن الحجیم بوجہ

نیز ایک دفعہ کسی نے خلیفہ متوکل علی اللہ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے صاحبزادے کی تعلیم و تربیت کیلئے جاہظ کو مقرر  
کر دیجئے اس سے بہتر اتالیق نہیں مل سکتا چنانچہ متوکل نے ”سر من لہ رائے“ میں جاہظ کو بلوایا یہ حاضر و بار ہوئے تو  
خلیفہ ان کی بد صورتی اور فح منظر سے نہایت غضب ہوا اور دس ہزار درہم دے کر واپس ہو جانے کا حکم دیدیا مگر یہ چیز  
قدرتی ہے جس میں آدمی معذور ہے۔

نگاریدہ دست تقدیر اوست

گرت صورت حال بدیا کوست

علمی مقام..... حق تعالیٰ نے ان کو دولت علم سے بھی ایسا نوازا تھا کہ اپنے باطنی جوہر اور علمی و فنی فضل و کمالات کے لحاظ  
سے قابل رشک تھے۔

چو جاں زروم بود گو تن از جشی می باش

چہ غم ز مہمت صورت اہل معنی را

نحو، ادب، معانی، بیان اور فصاحت و بلاغت کے امام اور علم کلام، تاریخ و لغت میں ید طولی رکھتے تھے و فور علم، قوت  
استدلال، بحث کے تمام پہلوؤں پر احاطہ، مقابلہ میں شدت اور کلام کے دل نشین و بلیغ ہونے کے باعث اپنے تمام ساتھیوں



سے سبقت لے گئے تھے آپ ہی سب سے پہلے عربی عالم ہیں جنہوں نے سنجیدہ و مزاحیہ مضامین کی باہم آمیزش اور گفتگو کے موضوعات میں وسعت پیدا کی۔

تصانیف..... جاہظ کی تصنیفات دو سو سے زائد ہیں جو بقول ابن العمید لولا عقل لور ثانیاً لوب سکھاتی ہیں ان میں ہے "البدیان والتمہین" کتب و انشاء اور خطابت میں "کتاب الحیوان" جو اپنے موضوع پر عربی زبان کی قدیم ترین کتاب ہے اور "کتاب الحاسن والا ضد لو" اور "کتاب الخلاء" اور اس کے مضامین و خطوط کے مجموعہ کے علاوہ کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی ہے ان کے علاوہ چند دیگر تصانیف یہ ہیں کتاب الاسماء والکنی والالقاب والابناء کتاب الزرع والحلل فخر السووان علی البیضان کتاب بھر جان الحاسد والسحسود۔ البدیان والتمہین..... دنیائے ادب کی وہ عظیم الشان کتاب ہے جو ادب عربی کی شہرہ آفاق کتب اربعہ میں سے ایک ہے موصوف نے یہ کتاب صاحب سطوہ جاہ قاضی ابو عبد اللہ احمد بن ابی داء و دیادی کیلئے لکھی تھی جس کے صلہ میں قاضی نے پانچ ہزار اشرفیوں کا انعام دیا تھا۔

وفات..... اخیر عمر میں جاہظ پر فاجعہ کا ایسا سخت حملہ ہوا کہ بدن کا نصف داہنا حصہ بے حد گرم رہتا تھا جس پر صندل اور کانور لگاتے تھے اور نصف بائیں حصہ ٹھنڈا رہتا تھا وہ خود کہتے تھے کہ میں اپنی بائیں جانب سے ایسا مفلوج ہوں کہ اگر کبھی سے میری کھال کاٹی جائے تو مجھے معلوم بھی نہ ہو گا اور دائیں جانب سے ایسا گرم رہتا ہوں کہ اگر کبھی بھی بیٹھ جائے تو نا قابل برداشت تکلیف ہونے لگتی ہے۔

آپ نے نوے برس سے کچھ زائد عمر یا کراہی مرض میں بسرہ میں ماہ محرم ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔

## (۱۲۶) صاحب نبج البلاغہ

نام و نسب اور پیدائش..... ابوالحسن محمد بن ابی احمد الحسین بن موسیٰ بن محمد ابراہیم بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہم موسوی مشہور بشریف رضی۔ ۳۵۹ھ میں بغداد میں پلہ ہوئے اور اپنے باپ کی زیر نگرانی تربیت پائی۔

تحصیل علم اور عام حالات زندگی..... شریف رضی نے اپنے بچپن ہی میں علم حاصل کیا اور علم فقہ و فرائض میں کمال اور علم ادب میں مہارت و تفوق سے سرفرازی حاصل کی ابھی اس کی عمر دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہوئی تھی کہ شاعری کرنے لگا۔ ۳۸۸ھ میں جب وہ تیس برس کا ہوا تھا تو اس نے طالبین کی ناقتیت میں اپنے باپ کی جانشینی کی بعد ازاں وہ باقی ماندہ امور بھی اس کو تفویض کر دیئے گئے جو اس کا باپ انجام دیتا تھا یعنی مقدمات کے فیصلے کرنا اور لوگوں کو جگانا وغیرہ چنانچہ شریف رضی ایک مدت تک یہ فرائض انجام دیتا رہا تا آنکہ فاطمی علویوں کی طرف داری کے الزام میں خلیفہ قادر باللہ اس سے ناراض ہو گیا اور اسے ان فرائض کی انجام دہی سے برطرف کر دیا۔

اخلاق و عادات..... شریف رضی جو بڑا خود دل، بلند ہمت، نہایت غیور اور عفت ماب تھا کسی کا انعام و عطیہ قبول نہیں کرتا تھا اور ان چیزوں سے احتراز کرنے میں اتنا مستعد تھا کہ اس نے امیروں اور پادشاہوں کے دو وظیفے اور انعامات بھی پس کر دیئے تھے جو اس کے باپ کو ملتے چلے آ رہے تھے۔ نبویہ نے بہت چاہا کہ وہ ان کے انعامات کو قبول کر لے لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے۔

خود داری و عبوری..... ابو حامد محمد بن اسفرائینی شافعی نے نقل کیا ہے کہ میں ایک روز بہاء الدولہ کے وزیر فخر الملک ابو غالب محمد بن خلف کے پاس بیٹھا کہ اچانک شریف رضی تشریف لے آئے تو وزیر موصوف نے آپ کی بہت تعظیم کی یہاں تک کہ جو کاغذات آپ کے زیر نظر تھے وہ بھی علیحدہ کر دیئے اور ان کی واپسی تک گفتگو میں مشغول رہے اس کے بعد ان کا

بھائی ابو القاسم مرتضیٰ آیا تو وزیر موصوف شریف رضی کی تعظیم و تکریم کی طرح اس کے ساتھ پیش نہیں آیا بلکہ بے اعتنائی کے ساتھ اپنے کاغذات دیکھنے میں مشغول رہا اس پر میں نے کہا حضور! مرتضیٰ تو بہت بڑا فقیہ متکلم اور صاحب آذان ہے بخلاف شریف رضی کے کہ وہ صرف ایک شاعر کی حیثیت رکھتا ہے وزیر نے کہا کہ مجلس برخواست ہونے پر بواب دروازے پر چنانچہ جب مجلس برخواست ہو گئی اور میرے علاوہ کوئی نہیں رہا تو وزیر نے اپنے خادم سے کہا کہ دو دو خط جو میں نے چند روز قبل تم کو دیئے تھے لے آؤ خادم نے دو دو نون خط پیش کئے وزیر نے کہا کہ یہ مرتضیٰ کا خط ہے جو اس نے اپنے بچے کی پیدائش پر لکھا ہے میں نے اس سلسلہ میں اس کو ایک ہزار اشرفیاں بھجوائی تھیں کیونکہ اس موقع پر عموماً احباء کی طرف سے دایہ کو کچھ نہ کچھ پیش کیا جاتا ہے مگر اس نے اشرفیاں واپس کر دیں اور لکھا ہے کہ ہمارے یہاں تو اپنی ہی بوزھی عورتیں اس کام کو انجام دے لیتی ہیں اور کچھ خرچ کی ضرورت پیش نہیں آتی بخلاف مرتضیٰ کے کہ ہم نے نرس عیسیٰ کی کھدائی کے سلسلہ میں اہل اطالاک پر صرفہ تقسیم کر دیا تھا اور مرتضیٰ کے حصہ میں صرف بیس درہم پڑے تھے جس پر اس نے ایک سو سطر میں انتہائی منت و سماجت کا خط لکھا ہے کہ مجھ سے یہ صرف سادہ کر دیا جائے اب تمہیں بتاؤ کہ عزت و احترام کے لائق کون ہے۔ فقلت رفق اللہ الوزير! واللہ ما وضع الامر الا فی موضعہ ولا اطلہ الا فی محلہ۔

شعر و شاعری..... میں رضی کا اسلوب قدیم شعراء سے مشابہ تھا بھلائی بھر کم الفاظ پر شوکت معانی میں اس کی شاعری سحری کی شاعری سے زیادہ ملتی جلتی ہے تاہم فخر و حماسہ میں وہ اس پر بازی لے گیا اس کی شاعری میں ولید کی سی بے مغز شاعری اور مزاح بھی نہیں ہے۔ صاحب تیسبہ اللہ ہر امام ثعلابی کا قول ہے کہ ”یہ تمام پچھلے اور موجودہ طالبین میں سب سے عمدہ شاعر ہے باوجودیکہ ان میں بلند پایہ شعراء کی کثرت ہے اور اثر میں یہ بھی کہہ دوں کہ یہ قریش کا سب سے بڑا شاعر ہے تو بھی غلط بیانی نہ ہوگی اس کے بعد کہنا ہے کہ ”موجودہ دور کے شعراء میں مرثیہ نگاری پر اس سے زیادہ قادر مجھے کوئی شاعر نہیں ملتا۔

شاعری میں اس درجہ بلند مقام ہونے کے ساتھ ساتھ نثر نگاری میں بھی اتنی بڑی مہارت حاصل تھی اور اگر یہ صحیح ہے کہ ”سج البلاغہ“ میں اس کا بھی ہاتھ ہے تو کوئی مصنف یہ فیصلہ کرنے میں ذرا پچکچاہٹ محسوس نہیں کر سکتا کہ وہ عربی زبان کا سب سے بڑا انشاء پرداز ہے۔

شریفی شاعری کا نمونہ..... شریف رضی نے قادر باللہ کی مدح میں جو قصیدہ کہا ہے اس کا نمونہ درج ذیل ہے اس قصیدہ میں مدح کا وہی اسلوب ہے جو متوکل کی مدح میں سحری کا ہے۔

لله يوم اظلمتک به العلاء. علما بزاول بالعیون و بریق	لما سمت بک عزة مو موفة
کالشمس تبهر بالضياء وتومق. و برزت فی بردانی وللهدی	نور علی اسرار وجهک مشرق
وکان دارک جنة حصار. الجادی او انما طها الاستباق	فی موقف تغضی العیون و جلاله
فیه و یعثر بالکلام المنطق. وکانما فوق السرب و قدما	اسد علی نشزات غاب مطرق
والناس امارا جمع متهب. مما رانی او طالع متشوق	مالوا الیک محبة فتجمعوا
وراوا علیک مهابة ففرقوا. و طعنت فی غرر الکلام بفیصل	لا یسقل به السنان الازرق
و غرست فی جب القلوب مودة. تزکوا علی مر الزمان و نورق	وانا القریب الیک فیه و دونه
لیدی عدوک طود عز اعنق. عطفوا امیر المومنین فانا	فی درحة العلیاء لانتفرق
ما بیننا یوم الفخار تفاوت. ابدا کلا نافی المعالی معرق	الاحلافة میز تک فانی. انا عاظل منها وانت مطوق
ومن غرر شعره قوله	

ابدا ینزع عاشقا معشوق

رمت المعالی فامتعن ولم یزل

و صبر حتى نلتھن و لم اقل  
و وفات ..... شریف رضی نے محرم ۱۲۰۳ھ میں (اور بقول بعض ۱۲۰۶ھ) میں انتقال کیا اور کرخ میں اپنے گھر کے اندر دفن کیا گیا نماز جنازہ وزیر فخر الملک ابو غالب نے پڑھائی و وفات پر اس کے بھائی مرتضیٰ نے ذیل کے اشعار میں مرثیہ پڑھا۔

یا للرجا بفضیحة جذمت بدی. دو دوت لو ذھبت علی براسی  
مازلت اصدر وردا حتی اتت  
لم یسها مطلبی و طول مکاسی

لله عمرک من قصیر طاھر. ولرب عمر طال بالا و ناس

انجوبہ شریفہ ..... علامہ ابن خلکان نے بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ اس نے ایک مجموعہ میں دیکھا ہے کہ ایک اویب "سرمن رائے" میں شریف رضی کے مکان پر گزرا جو مردِ لایم کی وجہ سے نہایت خستہ ہو چکا تھا اور اس کی رونق ختم ہو چکی تھی البتہ کچھ نشانات باقی تھے جن سے اس کی رونق رفتہ کا اندازہ کیا جاسکتا تھا یہ شخص تعجب کی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور شریف رضی کے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

ولقد بکیت علی ربو عھم. وطلو لها بیدا لیلی نہب  
فبکیت حتی ضج من لغب. نصوی ولج بعدلی المرکب

ونلتفت عینی فمد خفیت. عنی الطلول نلتفت القلب

اسی اثناء میں وہاں ایک راوی گزر اور اس نے پوچھا جانتے ہو یہ مکان کس کا ہے۔ اس نے کہا نہیں! راوی گھر کے کما کہ یہ مکان اسی کا ہے جس کے تم پہ شعر پڑھ رہے ہو۔ تعجب کلا، ہا من حسن الاتفاق۔

تصانیف ..... موصوف نے معالیٰ اقرآن کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جو اس کی نحوی و لغوی مہارت کے علاوہ اصول دین سے کمال واقفیت کا ثبوت پیش کرتی ہے دوسری تصنیف قرآن میں مجاز کے استعمال پر ہے اس کے مکاتیب کا ایک مجموعہ بھی ہے اور اس کے اشعار کو بہت سے لوگوں نے دیوان میں جمع کیا ہے سب سے بہتر مجموعہ ابو حکیم الخیری کا ہے جو چار ضخیم جلدوں میں ہے نیز اس کی ترتیب دی ہوئی کتاب "نہج البلاغہ" ہے جس کو قرآن مجید کے بعد لوبی نقطہ نظر سے بلاغت و بیان میں ثانوی حیثیت حاصل ہے اس میں امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا کلام جمع کیا ہے اور اپنی وفات سے صرف چار سال (یا چھ سال) قبل یعنی ۱۲۰۰ھ میں اس جمع و تالیف سے فراغت پائی ہے جیسا کہ خود موصوف نے آخر کتاب میں اس کی تصریح کی ہے چونکہ اس کتاب میں صحابہ کرام کے خلاف دید و دلیری اور بد زبانی ہے نیز اس میں فلسفہ اخلاقیات اصول اجتماعیات، رقت و صف، تکلف صنعت و دامور ہیں جو اس دور کے مزاج اور اس زمانہ کی قوت سے بالاتر ہیں اس لئے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کتاب کا بیشتر حصہ خود شریف کا بتایا ہوا ہے علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔

من طالع کتاب نہج البلاغہ جزم انه لکذب علی امیر المؤمنین.

جو شخص بھی نہج البلاغہ کا مطالعہ کرے گا وہ یقیناً یہ کہے گا کہ یہ امیر المؤمنین پر افتراء اور جھوٹ ہے۔

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ نہج البلاغہ شریف رضی کی تصنیف ہے یا اس کے بھائی ابوالقاسم علی بن حسین مشہور شریف مرتضیٰ مولود ۱۲۵۵ھ کی ہے جو نہایت بلند پایہ اویب و شاعر اور صاحب قلم تھا مشہور مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں "کان الہامانی علم الکلام والادب والشعر" کہ یہ علم کلام علم ادب اور فن شاعری میں اپنے دور کا امام تھا صاحب مجتم لکھتے ہیں۔

کان الشریف المرتضیٰ اوحد اهل زمانہ فضلا و علما و کلاما و حدیثا و شعرا.

شریف مرتضیٰ علی فضل و کمال بالخصوص عقائد و کلام اور حدیث و شعر گوئی میں اپنے زمانہ کا یکتا تھا

شریف مرتضیٰ شریف رضی کا بھائی تھا اور شیعہ مذہب رکھتا تھا یہ دونوں بھائی عربیت میں بہت مشہور تھے اور دونوں نے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن نعمان سے پڑھا تھا پڑھنے کے بعد ان کی ایسی شہرت ہوئی کہ دنیا بھر میں ان کے علم و ادب کی دھوم مچ گئی۔

اس نے اپنے مذہب کے مطابق بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسے الامالی جو غرورہ الفوائد سے مشہور ہے الشہاب فی الشیب والنشاب المسائل الناصریہ وغیرہ شریف مرتضیٰ نے اتوار کے دن ۲۵ ربیع الاول ۳۳۶ھ کو بغداد میں وفات پائی اور اپنے وطن عمشیر میں لے مدفون ہوا۔

## (۱۲۷) صاحب معنی اللیب

ابو محمد جمال الدین عبداللہ بن یوسف بن احمد بن عبداللہ بن ہشام مصری نحوی انصاری شنبہ کے دن ۵ ذیقعدہ ۷۰۸ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور شہاب عبداللطیف بن المرغل ابن السراج تاج تبریزی اور تاج فاکمانی وغیرہ سے علوم حاصل کئے اور ابو حیان سے دیوان زہیر بن ابی سلمیٰ کو سنا۔ شیخ وجمونی کہتے ہیں کہ ابتداء میں آپ نے فقہ شافعی پڑھی پھر حنبلی مسلک اختیار کیا زندگی کے آخری ایام میں یعنی مرنے سے پانچ برس پہلے مختصر المزنی کو چار مہینے سے کم میں حفظ کیا جو آپ کی غیر معمولی قوت حافظہ پر بین دلیل ہے آپ علم نحو اور عربیت کے مشہور امام تھے طاش کبریٰ زادہ نے لکھا ہے۔

اتفق العربیہ ففراق الاقران بل الشبوخ

عربیت میں ایسی مہارت پیدا کی کہ ہم عمروں بلکہ استادوں پر فوقیت لے گئے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں

مازلنا ونحن بالمغرب نسمع انه ظهر بمصر عالم بالعربیہ یقال له ابن ہشام انحنی من سیویہ

مغرب میں ہم لوگ برابر یہ سنتے رہے کہ مصر میں ابن ہشام نامی ایک شخص پیدا ہوا ہے جو سیویہ سے بھی زیادہ نحو

جانتا ہے۔

آپ بڑے کثیر التصانیف تھے نحو کی مشہور کتاب شذور الذہب آپ ہی کی تصنیف ہے جس کی آپ نے خود شرح بھی کی ہے نحو میں یہ کتاب بہت عمدہ ہے مثالیں اکثر و بیشتر آیات قرآنی سے پیش کی ہیں اور اس سے زیادہ مشہور کتاب معنی اللیب ہے جو فن نحو میں اپنی نظیر آپ سے دیگر تالیفات یہ ہیں۔ التوضیح علی الالفیہ۔ رفع الخاصہ (۲ جلد) عمدۃ الطالب فی تحقیق تعریف ابن الحاجب (۲ جلد) التحصیل والتحصیل الکتاب القفزیل والتتمیل۔ شرح التسهیل شرح الشواہد (کبریٰ) شرح الشواہد (صغریٰ) القواعد الکبریٰ، القواعد الصغریٰ، قطر الندی، شرح قطر الندی، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، شرح الملحد لابن حیان، شرح بانہ سعاد، شرح قصیدہ بردہ، اللذکرہ (۱۵ جلد) المسائل السفریہ۔

آپ نے ۵۳ برس کی عمر پاکر شب جمعہ ۵ ذیقعدہ ۷۶۱ھ میں وفات پائی۔

## (۱۲۸) صاحب مفتاح العلوم

نام و نسب اور تحقیق نسبت..... سراج الدین ابو یعقوب یوسف بن ابی بکر محمد بن علی القوارزی اسکاکی آپ کی نسبت میں اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ شرسکا کہ جو نیشاپور یا عراق یا یمن میں واقع ہے اس کی طرف منسوب ہیں لیکن یہ قول کچھ قرین قیاس نہیں کیونکہ ارتشاف میں ابو حیان سے متعدد جگہوں پر منقول ہے کہ آپ اہل خوارزم سے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سکاکی آپ کے اجداد میں سے کسی کا نام ہے جیسا کہ ابو حیان نے ارتشاف میں ایک جگہ آپ کو ابن اسکاکی کے ساتھ تعبیر کیا ہے علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ ان کے دلو کی نسبت ہے جو سونے چاندی کو ڈھال کر سکے بنایا کرتے تھے۔

سنہ پیدائش و تحصیل علم..... آپ منگل کی شب میں ماہ جمادی الاولیٰ ۵۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور علامہ سدید بن محمد حناطی محمود بن عبید اللہ بن صاعد مروزی، مختار بن محمود رازی جیسی بلند پایہ اور قابل نامہ ہستیوں کے شرف تلمذ سے بہرہ اندوز ہوئے اور مختلف علوم میں کامل دسترس بہم پہنچائی چنانچہ آپ کو علم صرف علم نحو، علم بیان، علم عروض، علم شعر، علم منطق، علم فلسفہ، علم کلام، علم ادب، علم خواص الارض، علم تسخیر جن، علم اجرام سما، علم الکواکب فن طلسمات، فن سحر، فن سیما، جملہ علوم و فنون میں یدِ طولیٰ حاصل تھا، طاش کبریٰ زاوہ لکھتے ہیں۔

کان علامۃ بار عالمی علوم شنی خصوصاً المعانی و البیان ولہ کتاب مفتاح العلوم

آپ مختلف علوم کے ماہر اور علامہ تھے بالخصوص معانی و بیان میں مفتاح العلوم آپ ہی کی تصنیف ہے۔

ایک عجیب قصہ..... علامہ غیاث الدین ہروی صاحب حبیب السیر فی اخبار افرات البشر نے ان کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ جب شاد چغتائی خاں بن چنگیز خاں حاکم ماور النہر و حدود خوارزم و کاشغر و بدخشاں و بلخ وغیرہ کو ان کے علمی فضائل و کمالات معلوم ہوئے تو اس نے آپ کو اپنا خاص امین و جلس بنایا ایک مرتبہ آپ نے مرقع کو مسخر کر کے چغتائی خاں کے لشکر میں آگ بھڑکادی چغتائی خاں کا وزیر حبش اعمید ابتدا ہی سے آپ کے ساتھ حذر رکھتا تھا اس نے موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے شاد سے کہا کہ جب سکا کی ایسی ایسی باتوں پر قادر ہے تو کچھ عجیب نہیں کہ وہ آپ کی سلطنت پر قبضہ کرے شاد کے دماغ میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ گئی اور اس نے آپ کو قید کرادیا۔

صحر او بھی نہ پایا بغض و حسد سے خالی ساہو جلا ہے آیا کیا پھو الہو ذہاک بن میں (آتش کاغذی)

وفات..... چنانچہ تین سال قید خانہ میں رہ کر لوائل رجب ۶۲۶ھ میں آپ دنیا فانی سے رخصت ہوئے۔ تصانیف..... آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جو نہایت مفید، نفع بخش، جامع اور ٹھوس ہیں آپ کی سب سے بڑی تصنیف مفتاح العلوم ہے جو اپنے موضوع پر اپنی نظیر آپ سے حتیٰ علیٰ فیہ انہ مدیر مثلہ فی الادا کل والاواخر حواشی مفتاح العلوم..... آپ کی یہ کتاب تین قسموں پر منقسم ہونے کے بعد بارہ علوم صرف ”نحو“ منطق عروض وغیرہ پر مشتمل ہے جس میں قسم ثالث علم بلاغت کیلئے مخصوص ہے۔

آپ کی اس کتاب پر مختلف اہل علم حضرات شیخ ناصر الدین ترمذی شمس الدین خطیبی خلخالی، عماد الدین کاشی قطب الدین شیرازی میر سید شریف جرجانی حسام الدین قاضی روم، شیخ تاج الدین ترمیزی اور علامہ سعد الدین تفتازانی وغیرہ نے خاصہ فرسائی کی ہے۔

## (۱۲۹) صاحب نقد الشعر

ابو الفرج قدامہ بن جعفر بن قدامہ بن زیادہ بغدادی۔ آپ عباسی خلیفہ متغلی باللہ کے ہم عصر اور فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل تھے منطق و فلسفہ میں بھی علماء حقا میں شمار ہوتے ہیں۔

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں تین کتابیں قابل ذکر ہیں اول ”نقد الشعر“ جس کے آغاز میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ بعض حضرات نے مجھ سے جاہل کی کتاب ”البیان والتعمین“ کے بارے میں کہا کہ اس میں سوائے اخبار تھکد و خطب منتخبہ کے کچھ بھی نہیں نہ کما حقہ و صف بیان ہے نہ کما حقہ اقسام بیان لہذا آپ ایسی کتاب لکھیں جو اقسام بیان پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ جامع اصول بھی ہو اور محیط فصول بھی مبتدی کیلئے بھی ذریعہ استفادہ ہو اور منتہی کیلئے بھی باعث استفانہ چنانچہ آپ نے نقد الشعر تصنیف کی جس میں لولا عقل کی مویب و کمسوب کی جانب تقسیم کی بعدہ بیان کی چار

تسمیں ذکر کیں اور لول کو اعتبار کے ساتھ ثانی کو اعتقاد کے ساتھ ثالث کو عبادت کے ساتھ رابع کو بیان بالکتاب کے ساتھ موسوم کیا ہے اس کے بعد قیاس، حد، وصف، رسم، انواع، بحث، انواع سوال وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے، نیز اشتقاق تشبیہ اور اس کے اقسام لحن، رمز، وحی، استعارہ، امثال، لغز، حذف و دوائی حذف مبالغہ اور اس کے اقسام قطع و عطف تقدیم و تاخیر محاسن شعر وغیرہ میں سے ہر ایک کو مستقل باب میں ذکر کیا ہے ان کی یہ کتاب بڑی لاجواب اور مدہیم المثال کتاب ہے۔

دوسری کتاب ”نقد الشعر“ ہے جس میں حد شعر اسباب جوہ شعر، وزن، قافیہ، ترصیع، تشبہ، مبالغہ اور اقسام تشبیہ، مقابلہ، تفسیر، حکیم، نکالوا، التفات، مسالو، اشادہ، ارداف وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی ہے تیسری کتاب ”جوہر اللفاظ“ ہے جس میں الفاظ و عبارات مترادفہ سے تشکیک کی ہے اور اس کا آغاز ایک مقدمہ کے ساتھ کیا ہے جس میں ترصیع، جمع، اتساق، بناء، ائتلاف، وزن، اشتقاق لفظ من اللفظ، کس وغیرہ کا تذکرہ ہے ان کے علاوہ کتاب البیان، السیاسة، البلدان، زہر الریح، نزہۃ القلوب، ہی آپ کی علمی یادگار ہیں۔

آپ نے بعد ازاں ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں وفات پائی۔ ۱

### (۱۳۰) صاحب المحاضرات

محمد بن عقیفی مشہور شیخ خضریٰ قاہرہ کے نواح میں زیتون نامی ایک مقام کے رہنے والے تھے ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے دارالعلوم قاہرہ سے فراغت حاصل کی اور خرطوم میں قاضی بنائے گئے پھر قاہرہ کے مدرسہ الفقہ الشریعی میں مدرس ہوئے اور بارہ برس تک مدرسہ کی خدمات انجام دیتے رہے اس کے بعد جامعہ مصر میں تاریخ اسلامی کے استاد مقرر ہوئے پھر مدرسہ الفقہ الشریعی کے وکیل بنے اس کے بعد وزارت المعارف کے محافظ و نگران ہو گئے۔

آپ بہترین عالم شریعت تھے ادب اور تاریخ اسلامی میں بڑا ملکہ تھا ایک زباں آور خطیب بھی تھے آپ نے بہت سی مفید کتابیں لکھی ہیں جن میں محاضرات فی تاریخ الامم الاسلامیہ دو حصوں میں نہایت عمدہ کتاب ہے اس میں آپ اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ اس کے نکل پر بحث کرتے ہیں دیگر تالیفات یہ ہیں۔

اصول الفقہ، تاریخ التشریح الاسلامی، تمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء، نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین تمذیب الاغانی (جلد ۱) محاضرات فی نقد کتاب الشعر الجاہلی لدکتور طحسین الغزالی و تعالیمہ و آراہ

آپ نے ۱۳۴۵ھ میں قاہرہ میں وفات پائی۔ ۲

### (۱۳۱) صاحب تاریخ التمدن الاسلامی

جرجی بن حبیب زیدان بیروت میں ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں پیدا ہوئے وہیں نشوونما پائی اور تعلیم بھی وہیں حاصل کی فراغت کے بعد مصر گئے وہاں مجلہ ”المطالع“ نکالنا شروع کیا جو بیس برس تک اس کی ادارت میں نکلتا رہا آپ مشہور فلسفی، لغوی، باآمال صحافی، مقبول ناول نویس اور بڑے تاریخ دان تھے اور تاریخ و ادب لغت و اجتماعیت کے موضوع پر متعدد بیس قیمت تصانیف کے مصنف تاریخ التمدن الاسلامی تاریخ مصر الحدیث (جلد ۲) تاریخ العرب قبل الاسلام تاریخ الماسونیت، العالم، تراجم مشاہیر اشرق (جلد ۲) فلسفہ لغویہ، تاریخ اللغۃ العربیہ (جلد ۳) الشاب العربیہ القدام، علم القراستہ الحدیث، طبقات الامم، عجائب الخلق، التاریخ العام، مختصر تاریخ ایونان و الرومان، مختصر جغرافیہ مصر علوم العرب وغیرہ آپ کی علمی یادگار ہیں۔

آپ نے ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔ اس تاریخ ادب عربی میں سندہ وفات ۱۹۲۳ء مذکور ہے۔

## (۱۳۲) صاحب تاریخ آداب اللغة العربیة

ابوصفر احمد حسن بن علی الکلاعی المالقی مشہور بائزیت تقریباً ۶۴۹ھ میں پیدا ہوا اور ۷ شوال میں بیش مالقہ میں وفات پائی۔ صاحب معجم عمر رضا کمالہ نے ان کے متعلق لکھا ہے ”مقری“ اویب خطیب متصوف عالم مشارک فی بعض العلوم آپ کی تصنیفات میں النقام المحزون فی الکلام الموزون اشرف الاصفی فی المارب الاوئی لذب السمع فی القرات السبع، قاعدة البیان وضابطه اللسان قرۃ عین السائل وبعیۃ نفس الاماکن وغیرہ بتائی جاتی ہیں۔

## (۱۳۳) صاحب المقدمه

تام و نسب اور سندہ پیدائش..... تقی الدین ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن بن عثمان بن موسی بن ابی النصر آپ شہزادہ سے قریب اربل کے ایک گاؤں شرخان میں ۵۷۷ھ میں پیدا ہوئے اس لئے شرخانی کہلاتے ہیں اور اپنے پردادا ابو النصر کی طرف منسوب ہو کر نصری۔

تحصیل علم..... شروع میں اپنے والد عبدالرحمن صالح سے علم حاصل کیا پھر خراسان میں جاکر علم حدیث کی تکمیل کی آپ علم حدیث، فقہ، نقل لغات بالخصوص اسامہ و رجال میں غیر معمولی ملکہ رکھتے تھے ابن خلکان لکھتے ہیں۔

كان احد علماء عصره في التفسير و الحديث و الفقه و اسماء الرجال و ما يتعلق بعلم الحديث و نقل اللغة و

كانت له مشاركة في فنون عديدة

آپ علم تفسیر، حدیث، فقہ، اسامہ و رجال اور نقل لغات اور علم حدیث سے متعلق تمام علوم میں اپنے دور کے یکتا تھے نیز آپ گوہرست سے فنون میں کامل دسترس حاصل تھی۔

درس و مدرس..... خراسان سے آپ شام آئے اور مدرسہ ناصریہ میں مدت دراز تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے شام سے دمشق مدرسہ رواجیہ میں منتقل ہوئے اس کے بعد جب ابن الملک العادل بن ایوب نے دمشق میں دارالحدیث کی تعمیر کی تو اس نے آپ کو دارالحدیث میں بلا لیا آپ مشہور مورخ علامہ ابن خلکان کے استاذ ہیں ابن خلکان لکھتے ہیں۔

وهو احد اشراف الذين انتفعت بهم

آپ میرے ان اساتذہ میں سے ایک ہیں جن سے مجھے بہت نفع پہنچا۔

زہد و ورع..... موصوف جس طرح علم کے زیور سے آراستہ تھے زہد و ورع میں بھی اپنی نظیر آپ تھے ابن خلکان لکھتے ہیں۔

و كان من العلماء و الدين على قدر عظيم

آپ علم و بنداری میں بڑے مرتبہ پر فائز تھے۔

تالیفات..... علوم حدیث میں آپ کی کتاب ”المقدمہ“ بہت پایہ کی کتاب ہے منافع حج میں بھی ایک کتاب تالیف ہے اور فقہ میں کتاب الوسیطہ پر کچھ اشکالات جمع کئے جس آپ کے فتاویٰ بھی اتنی شکل میں مرتب ہو گئے ہیں۔

وفات و مدفن..... آپ نے بدھ کے روز علی الصباح ۲۵ ربیع الاخر ۶۳۳ھ میں وفات پائی ظہر کے بعد نماز جنازہ پڑھی گئی اور باب النصر سے باہر مقام صوفیہ میں دفن کئے گئے۔

## (۱۳۴) صاحب بدایتہ المجتہد

نام و نسب اور جائے پیدائش..... ابوالولید محمد بن ابی القاسم احمد بن محمد بن احمد بن ابی الولید رشد الاندلسی المالکی الشیبیری  
 ۵۲۰ھ مطابق ۱۱۲۶ء میں بمقام قرطبہ پیدا ہوئے جو ملک اندلس کے وسطی حصہ کا دار الحکومت اور علم و ہنر کا گھر تھا۔  
 تحصیل علم..... ابن رشد نے جس خاندان میں جنم لیا تھا اس کی علمی اور دنیوی حیثیت کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ  
 وہ قاضیوں کا خاندان تھا علم و کمال کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ اکثر خود بھی عالم و کامل ہوا کرتا ہے پھر وہ ہونما اور جوہر  
 قابل جو فطرہ علم و فضل کا اہل پیدا ہو اس کی تربیت کیلئے ایسے علمی گھرانے کا وجود سونے پر سہاگہ تھا صاحب کمال باپ کی  
 گود میں پرورش پا کر تعلیم کی عمر تک پہنچا تو زمانے کے دستور کے موافق قرآن شریف کی تعلیم کیلئے استاد گھر ہی پر مقرر  
 کر دیا گیا اس فاضل استاد کا نام ابو محمد بن رزق تھا جو نہایت خوش اخلاق نیک صفات اور عابد و زاہد حافظ قرآن تھا ابن رشد کو  
 قدرت کے فیاض ہاتھوں سے طبیعت اور ایسا دماغ عطا ہوا تھا جو علم کیلئے موزوں تھا۔ ذہن طبیعت کی رسائی، شوق علم،  
 حافظہ، ذکا، تیز فہمی، خوش بیانی غرضیکہ کسی ایسی چیز کی جو ایک اچھے عالم کے واسطے لازمی ہے اس میں کمی نہ تھی۔

ابن رشد نے تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد اپنے والد ابو القاسم، مدت اور  
 ابو القاسم بن بشکوال، ابو مردان بن میسرہ، ابو بکر بن سکون، ابو جعفر بن عبد العزیز اور ابو عبد اللہ مازری سے نقد و حدیث  
 میں مہارت بلکہ کمال پیدا کیا اور ساتھ ہی عقلی علوم میں علامہ ابن ہنبل کے رو بردارانوں نے تلمذ لے لیا اور ابو مردان بن  
 جریول سے علم طب حاصل کیا تحصیل علم سے فراغت کے بعد فقہ اور اصول اور علم کلام کی تدریس میں لگ گئے تو ابو بکر  
 بن جمہور ابو محمد بن حوط اللہ اور ابو احسن بن سل بن مالک وغیرہ آپ سے فیضیاب ہوئے اور تھوڑا ہی زمانہ گزرنے پر  
 اندلس میں ابن رشد کے علم و فضل کا چرچا ہو گیا۔  
 علمی کمال..... فلسفہ اسلام عقائد فقہ، فلسفہ حمیہ، طب اور ریاضیات میں وہ اپنے زمانہ کا عالم تسلیم ہونے لگا صاحب معجم  
 نے لکھا ہے۔

لم ينشاء بالاندلس مثله كمالا و علما و فضلا  
 علم و فضل اور کمال میں آپ جیسا کوئی شخص اندلس میں پیدا نہیں ہوا۔  
 جزدر آئینہ و آئینہ نژاد یافت نظیر

حالات زندگی..... تحصیل علوم کے بعد ابن رشد حکمت و فلسفہ سے متعلق بحث و تحقیق میں لگ گیا۔ ۵۴۸ھ میں ابن  
 الطفیل نے اس کا تعارف ابویعتوب یوسف بن عبد المؤمن سے کر دیا جو فلسفہ سے بڑی دلچسپی رکھتا تھا چنانچہ ابن رشد نے  
 اس کی تالیفات و رسائل کتابوں سے خلاصے تیار کئے پھر اسے ۵۶۵ھ میں ایشیلیہ کی قضاء کا منصب تفویض کیا گیا وہاں سے  
 مراکش چلا گیا جہاں امیر المؤمنین نے اسے اپنا طبیب خاص بنانے کیلئے دعوت دی تھی لیکن تھوڑی مدت کے بعد ہی وہ  
 قاضی بن کر قرطبہ واپس آ گیا جب ابویعتوب کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا یعقوب المنصور تخت نشین ہوا تو اس نے بھی ابن  
 رشد کو اس کے منصب پر ہی بحال رکھا اور اس کا بڑا احترام کرتا رہا۔

شہر و آفاق..... ابن رشد کے علم و کمال کا شہرہ اندلس کی سرزمین سے باہر نکل کر افریقہ کے ریگستانوں کو طے کرتا ہوا  
 ممالک مشرق میں بھی جا پہنچا تھا امام فخر الدین رازی کو جو اس وقت مشرقی ممالک میں بے نظیر علامہ و امام تھے، ابن رشد  
 سے ملاقات کا شوق و امیغیر ہوا اور اسی ارادے سے مصر کے شہر اسکندریہ تک آئے لیکن یہاں انہیں خبر ملی کہ مناصب  
 منصور نے اس بے نظیر للسیوف کو چند غلط فہمیوں کی بنا پر قید میں ڈال دیا اس لئے امام رازی مغرب جانے کا ارادہ کر کے



اپنے وطن رے کو واپس چلے گئے اور دونوں فیلسوفوں کو ایک دوسرے سے جسمانی ملاقات حاصل نہ ہو سکی۔ واقعہ قید و بند..... ابن رشد کے قید ہونے کا واقعہ یہ تھا کہ اس کے فلسفیانہ خیالات اور پر زور عقلی دلائل کی کہہ اندلس کے دیگر معاصرین علما کی سمجھ میں نہ آئی تو انہوں نے ابن رشد پر کفر والحاد کے فتویٰ لگادئے اور مختلف طریقوں سے سلطان یعقوب المنصور کو ابن رشد کی جانب سے اشتعال دلا کر بد ظن کروایا یہاں تک کہ اس نے حکم دیدیا کہ ابن رشد کو شہر بدر کر کے مقام بوسینا میں جو یہودیوں کا گاؤں تھا مقید کیا جائے چنانچہ ابن رشد سات برس تک یہاں نظر بند رہا۔

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند      نظرہ نیساں ہے زندان صدف سے ارجمند

مشک از فرجیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے      مشک بنجاتی ہے ہو کر نافہ آہو میں بند

اس کے بعد ۱۱۹۸ء میں قید سے آزادی ہوئی اور سلطان منصور پھر اس پر مہربان بنا اور اسے بڑی عزت کے ساتھ دربار میں سابقہ رتبہ پر جگہ دی۔

بلگشت شام کبکست و صبح ظفر دمید      گم شد خزان رنج بہار طرب رسید

مگر افسوس کہ اب اس یادگار زمانہ فیلسوف کا وقت اخیر ہو چکا تھا اور زندگی کے آخری ایام میں اس کو پھر اپنا عروج پانارہ گیا تھا جو یوں پورا ہو گیا۔

وفات..... چنانچہ وہ دربار سلطانی میں بمقام مراکش حاضر ہوا اور چند ہی روز بعد ۱۹ صفر ۵۹۵ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۱۹۸ء کو دنیا سے آخرت کی طرف سفر کر گیا۔

زین چمن چوں شدنی تو در پردہ      خواہ گل تازہ خواہ پڑمردہ

وفات کے بعد ابن رشد کو شہر مراکش کے دروازہ ”باب ناغروت“ کے باہر دفن کیا گیا پھر تین ماہ بعد اس کی لاش یہاں سے نکال کر قرطبہ پہنچائی گئی جو اس کا وطن اور زاد بوم تھا اور وہاں اس کو مقبرہ ابن عباس میں اس کے بزرگوں کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

سر دبا لائے تو در خاک در بلیغ است در بلیغ      زیر خاک آں گریاک در بلیغ ست و در بلیغ

جائے آں بود کہ جائے تو بود در دیدہ      داشتی جائے تو در خاک در بلیغ ست و در بلیغ

مسک کے لحاظ سے موصوف ماکی المذہب تھے۔

فلسفہ ابن رشد..... اگر عقیدہ تاسخ صحیح ہو تا تو ہم کہہ دیتے کہ ارسطو کی روح مجاہدین خدمت کو از سر نو آراستہ و بہر است کرنے اور فلسفہ کی گتھیاں سلجھانے کیلئے ابن رشد کے بدن میں حلول کر آئی تھی۔ عرب کا یہ علم خلفاء یونان کا بڑا مداح تھا اس کا خیال تھا کہ ارسطو علم کی انتہائی بلند یوں پر پہنچا ہوا تھا چنانچہ اس نے اپنی زندگی اس کے فائدہ کی تشریح اور اس کی تصانیف کی تلخیص کیلئے وقف کر دی تھی، بعد میں یورپ والوں نے ابن رشد کی کتابوں کو بڑے اہتمام سے ترجمہ کرنا اور پڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ یہی ان کی حکمت کی اساس اور فلسفیانہ سرگرمیوں کیلئے پیمانہ بن گیا اس کے متعلق ارسطو اور جان اپنی تصنیف ”ابن رشد اور اس کا مذہب“ میں لکھتا ہے۔ یہ ”قرون وسطیٰ کے ان فلسفیانہ جنمان نے ارسطو کی پیروی کی اور حریت قول و فکر کی راہ پر گامزن ہوئے سب سے بڑا فلسفی تھا۔ ارسطو کے شاگردوں میں ابن رشد اور اس کے ہم پو آؤں کا فلسفہ میں تقریباً وہی مذہب تھا جو مادہ پرستوں اور حلول کے ماننے والوں کا ہے جن کے خیال میں مادہ ازلی ہے اور خلق اس مادہ میں اضطراری حرکت ہے اور یہی حرکت یا محرک خالق ہے ان کا خیال یہ ہے کہ ازلیت میں مخلوقات بھی مادہ کے ساتھ شریک ہیں کیونکہ وہ بھی مادہ ہی سے ہیں لہذا جب انسان ماقول میکونی سے تحصیل علم میں منہمک ہو جاتا ہے تو وہ بتدریج اللہ میں مستغرق ہوتا جاتا ہے، نیز یہ کہ بشری عقول ایک ہیں جو سب کی سب عقل اول کی طرف رجوع کرتی ہیں

جسے وہ لوگ ”عقل فاعل“ کہتے ہیں اور صرف یہی وہ عقل عام ہے جو انفرادی عقول سے ہٹ کر اللہ تک پہنچتی ہے اس فلسفہ کی بناء پر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسانی نفوس بھی موت اجسام کے ساتھ مر جاتے ہیں مادہ کے سوا کسی کو مخلوق حاصل نہیں اس لئے نہ ثواب کچھ معنی رکھتا ہے نہ عقاب، اور یہ کہ خالق کو حوادث کے کلیات کا تو علم ہوتا ہے جزئیات کا نہیں، و تا۔ تعالیٰ اللہ عما یقولون علوا کبیرا حجۃ الاسلام امام غزالی اور بہت سے یورپ کے علمائے اس مذہب کی تردید کی ہے۔

تصانیف ..... ابن رشد کی تصانیف یا وجود بشرت: ہونے کے آج بہت ہی کم ملتی ہیں زمانے نے اس کی تصانیف کے ساتھ جیسا براسلوک کیا شاید ہی کسی حکیم و علامہ کی کتابوں کے ساتھ یہ سنوک ہو، کہا جاتا ہے کہ موصوف کے تصنیفی کارنامے ساٹھ کے لگ بھگ ہیں جو دس ہزار اور اٹھ میں چیلے ہوئے ہیں اس کی تصنیفات کے جس قدر نام کتابوں میں ملے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱)۔ بدایۃ المجتہد و نہایۃ المتقصد، فقہ میں آپ کی مشہور و معروف کتاب ہے جو مذہب اربعہ میں لکھی ہے یہ کتاب مختصر اور نہایت نفع بخش ہے اس کتاب کی بابت شیطانیہ انتطیب میں ابن سعید کے الفاظ ہیں۔

کتاب جلیل معظم معتمد عند المالکینہ.

یہ اہم اور زبردست کتاب ہے مالکیہ کے یہاں قابل اعتماد ہے۔

ابو جعفر زہبی کا قول ہے کہ ”فقہ میں اس سے بہتر کتاب میں نے نہیں دیکھی“

(۲)۔ فصل المقال فیما بین الفلئفہ و الشریعۃ من التیسال (۳) کتاب التخصیل (۴) کتاب المقدمات (۵) کتاب

المجوان (۶) تہافت التہافت یہ امام غزالی کی کتاب ”تہافت الفلاسفہ“ کے رد میں ہے اس کے آخر میں ابن رشد لکھتا ہے کہ بلاشبہ اس شخص (غزالی) نے شریعت کے بارے میں وہی غلطی کی جو اس نے فلسفہ کے بارے میں کی اور اگر اہل حق کی طرف داری میں طلب حق کا تقاضا نہ ہوتا تو میں اس موضوع پر کچھ نہ لکھتا۔

(۷) منہاج الادب فی عقائد الملئہ، ۸۔ شرح کتاب القیاس (الارسطو) ۹۔ مسائل حکمت، ۱۰۔ خلاصہ کتاب

الاخلاق (الارسطو طالیس)، ۱۱۔ خلاصہ کتاب المزاج (الجالینوس)، ۱۲۔ خلاصہ العلل و الامراض (الجالینوس)، ۱۳۔ فلسفہ

ابن رشد، ۱۴۔ رسالۃ التوحید و الفلئفہ، ۱۵۔ کتاب الکلیات (طب میں)، ۱۶۔ مختصر التعمیمی اصول میں۔ ۱۷۔ الضروری

عربیہ میں، ۱۸۔ فلسفہ ارسطو اس کی تصانیف کے اصلی نسخے تاپید میں صرف لاطینی اور عبرانی تراجم باقی ہیں۔ ۱۹۔

## (۱۳۵) صاحب منہاج الاصول

قاضی، مرالدین بیضاوی کی تصنیف ہے جن کے حالات تفسیر بیضاوی کے ذیل میں گزر چکے۔

## (۱۳۶) صاحب السیرۃ

ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری مغربی مسر کے باشندے تھے اور آبائی وطن یسر و تھا اخبار و انساب نحو لغت اور عربیت وغیرہ میں ید طولی رکھتے تھے ابن خلکان لکھتے ہیں۔

انہ مشہور بحمل العلم متقدم فی علم النسب و النسحو

آپ مشہور عالم اور علم نسب و نسحو میں سبقت لے جانے والے تھے۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں

كان اما مافی اللغة والنحو والعربية ادبا اخبارا بانسابه

آپ لغت نحو اور عربیت میں امام تھے نیز ماہر ادیب اور تاریخ و نسب کے بہت جاننے والے تھے۔ آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں لیکن "سیرۃ ابن ہشام" کی وجہ سے علمی حلقوں میں زیادہ شہرت رکھتے ہیں، اس میں آپ نے ابن اسحاق کی سیرۃ کو مہذب و مخلص کیا ہے جو آپ کی طرف منسوب ہو کر "سیرت ابن ہشام" کہلائی ہے کتاب کا اصل نام "السیرۃ النبویہ" ہے۔

علاوہ ازیں تمیر اور ملوک حمیر کے انساب میں ایک کتاب تصنیف کی نیز اشعار السیر کے غریب اشعار کی شرح بھی کی ہے۔ وفات میں اختلاف ہے علامہ ذہبی نے اور ابو سعید عبد الرحمن بن احمد بن یونس نے اپنی کتاب تاریخ مخمض میں ۲۱۸ھ ذکر کیا ہے لیکن مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ آپ نے ۲۱۳ھ میں وفات پائی اور تاریخ وفات ۲۱۳ھ ہی والاخر ہے۔

## (۱۳۷) صاحب تاریخ التشریح الاسلامی

محمد بن عینی مشہور شیخ فخری کی تالیف ہے جن کے حالات "المناضرات" کے ذیل میں گزر چکے۔

## (۱۳۸) صاحب المحصل

نام و نسب اور پیدائش۔ محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، فخر الدین لقب اور ابن الخطیب سے مشہور ہیں اور ہرات میں شیخ الاسلام کے لقب سے پکارے جاتے ہیں سلسلہ نسب یوں ہے محمد بن ضیاء الدین عمر بن حسین بن حسن بن علی بن محمد بن ابی بکر بن اسحاق بن تاریخ نو ما آپ کو سدیقی بتاتے ہیں لیکن خود موصوف نے اپنی تصنیفات میں تصریح کی ہے کہ ہم فاروقی نسل سے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان کا ہی قول سب سے زیادہ معتبر ہو سکتا ہے۔

آپ ۲۵ رمضان ۵۴۴ھ مطابق ۱۱۳۹ء میں بمقام شہر سے پیدا ہوئے اس لئے نسبت میں رازی کہلاتے ہیں ان کے والد ابو القاسم ضیاء الدین عمر شہر کے مستند عالم اور خطیب، متکلم، صوتی، محدث، ادیب اور انشا پرداز تھے۔ دفع اشتباہ..... فخر الدین لقب اور رازی نسبت کے ساتھ دو عالم مشہور ہیں ایک شافعی یعنی صاحب ترجمہ اور ایک حنفی یعنی احمد بن علی صاحب "احکام اقرآن" وغیرہ ان کی ولادت ۵۲۵ھ میں سے اور وفات ۵۳۷ھ میں پھر صاحب ترجمہ کا نام محمد بن عمر ہے اور اسی نام و نسب اور نسبت، لقب کے ایک حنفی عالم ہیں یعنی فخر الدین محمد بن عمر ابو الفصائل الرازی ان کی وفات ۶۵۶ھ میں ہے۔

تحقیق رئے..... یہ ایک مشہور شہر ہے جس سے زیادہ آباد اور بڑا شہر بغداد کے بعد نیشاپور کے سوا اور کوئی شہر نہ تھا صہمی نے اس کو "عروس الدنیا" کہا ہے حمد اللہ مستوفی کہتے ہیں کہ یہ حضرت شیث علیہ السلام کا شہر ہے خلیفہ مہدی کے زمانہ میں اس کے اندر چھ ہزار چار سو مدارس و خانقاہیں ایک ہزار سے زائد حمام چھبالیس ہزار چار سو مسجدیں اور مجموعی مکانات کی تعداد ان لاکھ تین ہزار چھبالیس تھی، بہرام گور کے زمانہ میں رئے سے اصفہان تک مسلسل باغات تھے لیکن قتل عام اور زلزلہ کی زد میں آکر یہ یران ہو گیا، شیخ نجم الدین نے "مرصاد العباد" میں لکھا ہے کہ چنگیز خانی فتنہ میں سات لاکھ قابل قدر نفوس اپنے رام شہادت نوش کیا تھا عام مقتولین کی تعداد کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے۔

تحصیل معلوم..... آپ نے علم فقہ علم کلام اور علم اصول کی تعلیم وطن ہی میں اپنے پدر بزرگوار سے پائی والد کی وفات کے بعد ایک مدت تک کمال سمنانی سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے ہوش سنبھالنے پر استاذ مجد الدین جیلی کے



نے ایک بار ان کو بطور قرض کچھ روپے دیے اور جب واپس لینے کیلئے حاضر ہوئے تو اس نے آپ کو بہت سامان دیا اور ہمیشہ "تائے و عطا و پند سے مستفید ہوتا رہا اسی طرح خوارزم شاہی خاندان کے سلطان علاء الدین اور اس کے بیٹے محمد نے آپ کی نہایت قدر دانی کی، اول اول علاء الدین نے ان کو اپنے بیٹے محمد کا استاد مقرر کیا اور اس کے بعد جب خود محمد بادشاہ ہوا تو اس کے دربار میں آپ کو اس قدر جاہ و مال حاصل ہوا جو اس کے دربار میں کسی کو حاصل نہ تھا۔

درس و تدریس..... تحصیل علم سے سند فراغ حاصل کر کے وسط ایشیا کے شہروں میں سیاحت شروع کی اور جہاں جتے وہیں مجلس درس گرم کی ہر طبقہ اور ہر درجہ کے علماء و تشنگان علوم ان کے سرچشمہ تحقیق سے فیضیاب ہونے کیلئے ان کی مجلس میں حاضر ہوتے اور فائدہ اٹھاتے تھے اور جب موصوف سواری پر سوار ہوتے تو ان کے پیچھے تین تین سو طلبہ پیادہ چلتے تھے۔

مشہور تلامذہ..... علامہ ابن العربی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ۶۳۲ھ کے حدود میں فخر رازی کے تلامذہ میں حسب ذیل حضرات بڑے صاحب فضل و بلند مرتبت تصانیف دالے تھے۔ زین الدین الکشی، قطب الدین مصری خراسان میں، افضل الدین محمد خونجی صاحب "غوامض الافکار" مصر میں، شمس الدین خسرو شاہی دمشق میں، علامہ اشع الدین اہری صاحب ایساخونجی روم میں۔

شان درس..... مجلس درس نہایت شاندار اور وسیع تھی شاگردوں کی نشست اس ترتیب سے ہو آرتی تھی کہ بڑے بڑے طلبہ تلامذہ زین الدین کاشی، قطب الدین مصری اور شہاب الدین نیشاپوری وغیرہ امام کے نزدیک ہوتے پھر درجہ بدرجہ ان سے کم رتبہ کے طلبہ ہر ایک علمی بحث اور سوال کا جواب پہلے ہی نامور طلباء دیا کرتے اور جس مسئلہ کا جواب ان سے نہ بن آتا اس پر امام فخر الدین رازی تقریر فرماتے تھے۔

وعظ و تذکیر..... علمی فضل و کمال کے ساتھ ساتھ آپ وعظ و تذکیر میں بھی یکماتے روزگار تھے عربی اور عجمی دونوں زبانوں میں وعظ فرماتے تھے اثناء وعظ میں آپ پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور کثرت سے روتے تھے چنانچہ ایک روز انہوں نے وجد کی حالت میں سر سبز سلطان شہاب الدین غوری سے کہا کہ دنیا کے بادشاہ! نہ تیری سلطنت باقی رہے گی اور نہ رازی کا تعلق و نفاق ہم سب کو خدا کے پاس واپس جانا ہو گا اس پر بادشاہ روپڑا، شہر ہرات میں جب آپ وعظ فرماتے تو آپ کی مجلس میں مختلف مذاہب کے لوگ آتے اور طرح طرح کے اشکالات پیش کرتے اور آپ ان کے جوابات نہایت عمدہ طریقے پر دیتے تھے چنانچہ اس وعظ کی برکت سے ہمت سے اہل کرامیہ نے اپنے عقائد سے توبہ کی اور اہل سنت کے صحیح مسلک کو اختیار کیا آپ کو ہرات میں لوگوں نے "شیخ الاسلام" کا لقب دیا تھا آپ سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی بعض اہم نظریات پر خط و کتابت رہی ہے۔

پر شکوہ مجلس وعظ..... امام صاحب کی مجلس وعظ میں بھی شاہانہ جاہ و جلال پایا جاتا تھا ایک مرتبہ آپ بامیان سے ہرات میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ آئے تو وہاں کے بادشاہ حسین بن خرمن نے ان کا استقبال کیا اور وہاں کی جامع مسجد کے صدر ایوان میں ان کیلئے ایک منبر نصب کروایا تاکہ عام طور پر لوگ ان کی زیارت سے شرف اندوز ہوں امام صاحب صدر ایوان میں رونق افروز تھے اور ان کے دائیں بائیں ان کے ترکی غلاموں کی دو صفیں تلواریں سے نیک لگائے کھڑی تھیں شاہ ہرات حسین بن خرمن نے آکر سلام کیا پھر سلطان محمود شاہ فیروز کوہ نے آکر سلام کیا آپ نے اپنے قریب ان دونوں کو

۱۔ شیخ اکبر کے ایک خط کی نقل آصفیہ کتب خانہ حیدرآباد میں موجود ہے، یہ خط امام رازی کے نام ہے اس میں شیخ اکبر نے عقل و وجدان بادل و دماغ کی صلاحیتوں پر نہایت ہی پر تاثیر گفتگو کی ہے اور امام رازی کو بتایا ہے کہ کلردین استدلال سے ممکن نہیں عقل انسانی کے ذرائع محدود ہیں ان پر اعتماد کرنا درست نہیں ان کی رہنمائی میں انسان ارتقائی منازل طے نہیں کر سکتا عقل بول کو سکون نہیں پہنچاں بول دماغ میں پیمانہ پیدا کرتی ہے۔ اس کے بعد شیخ اکبر نے امام رازی سے کہا ہے کہ وہ اپنے اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں کہ کس طرح تین سال کی محنت کے بعد ایک نتیجہ پر پہنچتے تھے لیکن عقل نے پھر ایک لمحہ میں ایک شبہ پیدا کر کے ساری محنت کو لوی۔ ۱۲۔

دونوں طرف بیٹھنے کیلئے جگہ دی اس کے بعد نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ نفس پر ایک طویل تقریر کی اسی اثنا میں ایک باز ایک کیوٹر پر چھٹا اور وہ بدحواسی کی حالت میں اوہر اوہر مسجد میں اڑنے لگا یہاں تک کہ تھک کر امام صاحب کے پاس گر پڑا اور باز کے حملہ سے شیخ گیارف الدین ابن عیین شاعر اس جلسے میں موجود تھا اس نے موقع پر دو شعر کہے اور اسی وقت امام کی اجازت سے ان کے سامنے پڑے۔

والموت بلمع من جناحی خاطف

لہ جات سلیمان الرمان بشحوها

حرم و انک ملحاء للخنائف

من نساء انور فاء ان محکم

امام صاحب اس کے اشعار میں کر نہایت محظوظ ہوئے اور جب مجلس وعظ سے اٹھ کر گئے تو اس کے پاس خلعت اور بہت سی اشرفیاں بھجوائیں اور ہمیشہ اس کے ساتھ سلوک کرتے رہے۔

کتب خانہ فخریہ ..... ”سرور الصدور“ میں امام صاحب کے کتب خانہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ”چند اہل کتب گرد مولانا شیخ نجم الدین بودے کے بارہا بودے اہ“ یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان محمد غوری نے ایک بار پانچ ہزار کتابیں ان کو پیش کی تھیں۔

شیخ نجم الدین کبریٰ کی ملاقات سے ملاقات ..... جب آپ ہرات تشریف لے گئے اور وہاں کے تمام علماء صلحاء، امراء اور سلاطین آپ کی ملاقات کو آئے تو امام صاحب نے یہ دریافت کیا کہ کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ہماری ملاقات کو نہیں آیا۔ لوگوں نے کہا صرف ایک شخص ہے جو اپنے زلیوہ میں گوشہ نشین ہے آپ نے فرمایا کہ میں واجب التعمیم شخص اور مسلمانوں کا امام ہوں پھر اس نے میری ملاقات کیوں نہیں کی لوگوں نے اس مرد صالح سے امام صاحب کی یہ بات کہی لیکن اس نے کچھ جواب نہیں دیا اس کے بعد شعر کے لوگوں نے ایک دعوت کی اور دونوں نے دعوت کو قبول کیا اور ایک باغ میں جمع ہوئے امام صاحب نے ملاقات نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو اس مرد صالح نے کہا کہ میں ایک فقیر آدمی ہوں نہ میری ملاقات سے کوئی شرف حاصل ہو سکتا ہے اور نہ ملاقات نہ کرنے سے کوئی نقص پیدا ہو سکتا ہے امام صاحب نے کہا یہ جواب اہل ادب یعنی صوفیہ کا ہے اب مجھ سے حقیقت حال بیان کیجئے مرد صالح نے کہا آپ کی ملاقات کس بناء پر واجب ہے۔ آپ نے کہا میں مسلمانوں کا امام اور واجب التعمیم شخص ہوں، مرد صالح نے کہا! آپ کا سرمایہ فخر علم ہے لیکن خدا کی معرفت راس العلوم ہے پھر آپ نے خدا کو کیونکر پہچانا۔ آپ نے فرمایا دلیلوں سے مرد صالح نے کہا: دلیل کی ضرورت تو شک زائل کرنے کیلئے ہوتی ہے لیکن خدا نے میرے دل میں ایسی روشنی ڈال دی ہے کہ اس کی وجہ سے میرے دل میں شک کا گزر ہی نہیں ہو سکتا کہ مجھ کو دلیل کی ضرورت ہو امام صاحب کے دل میں اس کلام نے اثر کیا اور اسی مجلس میں اس مرد صالح کے ہاتھ پر توبہ اور خلوت نشین ہو گئے اور برکات حاصل کیں راوی کا بیان ہے کہ یہ مرد صالح شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ تھے۔

رجوع الی اللہ ..... امام ہرازی فرماتے ہیں کہ میں نے طرق کلامیہ و فلسفیہ سب کا تجربہ کر دیکھا ہے جو نفع مجھے قرآن عظیم میں نظر آیا وہ کہیں نظر نہ آیا کیونکہ قرآن اس پر زور دیتا ہے کہ تمام عظمت و جلال خدا ہی کیلئے تسلیم کر لیا جائے اور اس کے مقابلہ و معارضہ سے احتراز کیا جائے کیونکہ ان ننگ و تاریک راستوں میں عقل انسانی گم ہو جاتی ہے پھر کہتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کا دین اختیار کر چکا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا جمل ایمان ہی قبول فرمائے اور مجھ سے تفصیل نہ کرے۔

شعر و شاعری ..... اسی سابق مضمون پر امام ہرازی نے حسب ذیل اشعار کہے ہیں

وسواہ فی جہلاتہ بیغمم

العلم للرحمن جل جلالہ

بسی ليعلم انه لا يعلم

ما للتراہ وللعلوم وانما

علم صرف ایک اللہ جل جلالہ کیلئے ہے باقی سب اپنی جمالتوں میں مبتلا ہیں اس خاک کے پتلے کو علم سے کیا واسطہ وہ

اے کیوٹر سلیمان زمانہ کے پاس اپنی فریاد لے کر ایسی حالت میں آیا کہ اچک لینے والے باز کے پروں کے درمیان اس کی موت نظر آرہی تھی کیوٹر کو کس نے بتایا کہ آپ کا عمل حرم ہے اور آپ خوفزدوں کیلئے جائے پناہ ہیں۔ ۱۲

یہی کو شش کر رہے کہ یہ جان لے کہ وہ نہیں جانتا۔

امام رازی فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے اس زمانہ میں حکماء و فلاسفہ زیادہ تر اپنے شاعرانہ اور حکیمانہ خیالات رباعی میں ظاہر کرتے تھے اسی لئے امام صاحب نے بھی اپنے خیالات کے اظہار کیلئے رباعی ہی کا انتخاب کیا طبقات الاطباء میں امام صاحب کے بہت سے عربی اشعار نقل کر کے لکھا ہے کہ ان کے علاوہ بہت سے فارسی اشعار اور رباعیاں ہیں ہم یہاں پہلے دو چار عربی اشعار پیش کرتے ہیں۔

واكثر سعي العالمين ضلال	نہایۃ اقدام العقول عقاب
وغایۃ دنیا نادى و وبال	دارو احنانی و حشۃ من جوسنا
سوی ان جمعافیه قیل وقال	ولم نستفد من بحثنا طول سمرنا
بعاجل ترحالی الی ابن ترحالی	لعمری وما ادری وقد اذن البلی
من الهیکل النحل والجسد البالی	وابن محل الروح عند خروجها
فدیناک من حملک بالروح والجسم	اپنے صاحبزادے محمد کے مرثیہ میں کہتے ہیں
ولم انحر ف عن ذاک فی کیف والکم	فلو کانت الاقدار منقادۃ لنا
لجسمک الا انه ابدایہسی	سابکی علیک العمر بالدم دائما
بل الموت اولی من مداومۃ العلم	وما صدقی عن جعل جفنی مدفنا
و آرائش حال بحر منا جاۃ تو نیست	جانی و موتی واحد بعد بعد کم
دانندہ ذات تو معجز ذات تو نیست	فارسی کی چند رباعیاں ملاحظہ ہوں
کم مدبرا سراز کہ مفہوم نشد	کہ خردم در خواریات تو نیست
معلوم شد کہ هیچ معلوم نشد	من ذات ترا بواجبی کہے دانم
سورازوہ بر گذرے افتاداست	ہرگز دل من ز علم محروم نشد
ہر جا کہ نہی پانے سے افتاداست	ہفتادو دو سال فکر کردم شب و روز
لاشی مثل خلاق انت الا واحد	ہر جا کہ زمہرت اثرے افتاداست
	دروصل تو کہے توان رسیدان کانجا

سلطان علاء الدین علی خوارزم شاہ نے جب غوری کو شکست دی تو امام صاحب نے اس کی مدح میں ایک عربی قصیدہ لکھا جس کو ابن ابی الصیرہ نے طبقات الاطباء میں نقل کیا ہے اس کے بعض اشعار میں فارسی ترکیبیں بھی آگئی ہیں مثلاً

امروز تو ملک الزمان باسره  
رحلت و وفات ..... امام صاحب نے ۶۰۶ھ میں دو شنبہ کے دن ۶۳ سال کی عمر میں ہرات میں وفات پائی طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے کہ یہ عید الفطر کا دن تھا اور ابن ابی الصیرہ کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں کہ امام صاحب کا قیام زیادہ تر رنے میں رہتا تھا لیکن وہ وہاں سے خوارزم آئے اور وہیں بیمار ہوئے شدت مرض میں ۲۱ محرم ۶۰۶ھ میں اتوار کے دن اپنے شاگرد ابراہیم بن ابی بکر بن علی اصفہانی سے ایک وصیت نامہ لکھو لیا اس کے بعد مرض نے طول کھینچا یہاں تک کہ عید کے دن اسی سن میں حکم شوال کو ہرات میں انتقال کیا لیکن قلعہ نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ ذی الحجہ میں انتقال ہوا اگر یہ صحیح ہے تو عید الفطر کے بجائے عید الاضحیٰ کا دن ہوگا۔

مدفن : مزار ..... مقام : فن میں اختلاف ہے شہر زوری نے لکھا ہے کہ ہرات میں پہاڑ کے نیچے دفن ہوئے اور ابن

خداوند میں ہے کہ ہرات کے قریب ایک گاؤں میں جس کا نام ”مزداخان“ ہے اسی گاؤں کے قریب ایک پہاڑ ”پرہون“ کے آئین میں دفن کئے گئے خود امام صاحب نے بھی اسی جگہ دفن کرنے کی وصیت کی تھی لیکن قفلی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ ظاہر تو یہی کیا گیا لیکن درحقیقت امام صاحب اپنے گھر ہی میں دفن کئے گئے کیونکہ ان کے عقائد سے لوگ بدظن تھے اس لئے خیال تھا کہ لوگ ان کی لاش کے ساتھ بے ادبی کریں گے دوسرے مورخین کے مختلف بیانات سے بھی قفلی کی یہ روایت قرین قیاس معلوم ہوتی ہے طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے اپنے تلامذہ کو حکم دیا تھا کہ جب وہ مر جائیں تو وہ لوگ ان کی موت کی خبر کو نہایت شدت کے ساتھ چھپائیں شہر زوری کی تاریخ الحکماء میں ہے کہ امام صاحب نے عوام کے خوف سے وصیت کی تھی کہ وہ رات کو دفن کئے جائیں۔

سبب وفات ..... بھی فرقہ کرامیہ کا بغض و عناد تھا چنانچہ طبقات الشافعیہ اور اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ اسی فرقہ کے لوگوں نے امام صاحب کو زہر دلویا اور اسی زہر کے اثر سے انہوں نے وفات پائی۔ دولت شاہ نے امام صاحب کی ایک تاریخ وفات نقل کی ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کی موت غیر طبعی اسباب کا نتیجہ تھی چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ ”وفات امام فخر الدین درہرات بود و مدفن مبارک در خیابان است و عزیزے در تاریخ وفات امام می فرماید

امام عالم و عالم محمد رازی

کہ کس نہ دید و نہ بیند و را نظیر و جمال

نماز دیگر۔ اثنین و غرہ شوال

بسال ششصد و شش و شش ہشہرات

تاریخی غلطی ..... نواب صدیق حسن خاں نے ”الاکسیر فی اصول التفسیر“ میں سنہ وفات (۶۶۰) لکھا ہے جو زائد قلم ہے اب اس لئے کہ یہ کلمات ثقات کے خلاف ہے چنانچہ اس لئے کہ خود نواب صاحب نے اکسیر ہی میں ایک دوسری جگہ ۶۰۶ھ ہی ذکر کیا ہے۔

حلیہ ..... امام موصوف نہ بہت موٹے تھے اور نہ دبلیے قاق بلکہ متوسط بدن کے تھے سینہ کشادہ، سر بڑا ڈاڑھی گھنی اور خوبصورت تھی بڑھاپے تک بال بہت کم سفید ہوئے تھے آواز بلند اور رعب دار تھی اور بیان نہایت فصیح و بلیغ ہوتا تھا، ذلت ان میں کسی قدر تند مزاجی پائی جاتی تھی۔

اوصاف و عقائد ..... امام صاحب اگرچہ ایک مدت تک فلسفی، متکلم اور فقیہ رہے لیکن بعد کو وہ صوفی ہو گئے اور ان کی حالت میں یہ انقلاب شیخ نجم الدین کبریٰ کی ملاقات کے بعد ہوا تھا، علامہ سبکی طبقات الشافعیہ میں لکھتے ہیں کہ وہ اہل دین اور اہل تصوف سے تھے اور اس میں ان کو دسترس حاصل تھی چنانچہ ان کی تفسیر سے اس کا پتہ چل سکتا ہے لسان المیزان میں ہے کہ ”وہ نماز روزہ میں بھی کمی نہیں کرتے تھے اور علم کلام میں مہارت کے باوجود کہا کرتے تھے کہ جو شخص بوڑھی عورتوں کے دین کا پابند ہو وہی کامیاب ہے“ اپنے وصیت نامہ میں آپ نے خود لکھا ہے کہ ”وہ وجود، توحید، قدم، ازلیت، تدبیر، فعالیت میں شرکاء سے برات کے متعلق جو چیز ظاہری و باطنی سے ثابت ہے میں اسی کا قائل ہوں۔“ اس کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ ”میرا دین محمد سید المرسلین علیہ السلام کی متابعت اور میری کتاب قرآن مجید ہے اور دین کی تبتو میں میرا اعتماد اسی دونوں چیزوں پر ہے۔“

یہ وصیت نامہ آپ نے اپنے شاگرد ابراہیم بن ابی بکر بن علی اصفہانی سے لکھوایا تھا جس کو طبقات الاطباء اور طبقات الشافعیہ میں بطل نقل کیا ہے خوف طوالت کی وجہ سے ہم نے اس کو ترک کر دیا اس سے آپ کے مذہبی خیالات اور حسن عقیدت کا اظہار نہایت واضح طور پر ہوتا ہے۔

آل و اولاد ..... کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی طبقات الاطباء میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنی وفات کے بعد دو لڑکے چھوڑے جن میں بڑے لڑکے کا لقب ضیاء الدین تھا اور وہ علمی مشغلہ رکھتا تھا، چھوٹا لڑکا شمس الدین کے لقب سے مشہور



ہو جو غیر معمولی طور پر ذہین تھا، ایک اور لڑکا تھا جس کا نام محمد تھا، امام صاحب کو اس سے بڑی محبت تھی اور اکثر کتابیں اس کیلئے لکھی ہیں اور بعض کتابوں میں اس کے نام کی تصریح کی ہے لیکن وہ امام صاحب کی زندگی ہی میں ۶۰۱ھ میں مر گیا امام صاحب کو اس کی وفات کا بہت صدمہ ہوا چنانچہ تفسیر کبیر میں جا بجا اس کا نام کیا ہے اور اس کے مرثیہ میں کچھ اشعار بھی کہتے ہیں جن میں سے بعض اشعار ہم پہلے نقل کر چکے اس کی وفات کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہوا اس کا نام بھی محمد تھا اسی لڑکے سے امام صاحب کی اولاد کا سلسلہ چلا اور بہت دنوں تک قائم رہا اور یہ سب کے سب صاحب علم ہوئے ان کے علاوہ ایک لڑکی بھی تھی جس کی شادی علاء الملک علوی کے ساتھ ہوئی جو خوارزم شاہ کا وزیر اور بہت بڑا فاضل اور ادیب تھا حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا ہے کہ امام صاحب کی کوئی زینا اولاد نہیں تھی یہ موصوف کے عدم علم پر مبنی ہے۔

تصنیف و تالیف ..... امام صاحب عمر بھر تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور تقریباً ہر فن پر عربی اور فارسی زبان میں نہایت کثرت سے کتابیں لکھیں، شہر زوری نے لکھا ہے کہ انہوں نے بعض ایسے فنون پر بھی کتابیں لکھی ہیں جن کے متعلق خود ان کو اعتراف تھا کہ وہ ان علوم سے واقف نہ تھے مثلاً سحر و طلسمات پر کتاب "السر المکتوم"

امام صاحب نے خود اپنے وصیت نامہ میں بیان کیا ہے کہ "میں ایک علم دوست آدمی تھا اور ہر فن کے متعلق جس کی کیت اور کیفیت سے ناواقف خواہ وہ حق ہو یا باطل نیک ہو یا بد کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا تھا۔"

علمی کارنامے ..... حسب ذیل ہیں۔ ۱۔ تفسیر کبیر یہ کتاب عام طور پر اسی نام سے مشہور ہے لیکن خود امام صاحب نے اس کا نام "الغیب" رکھا تھا اور اس کو باریک خط میں ۱۲ جلدوں میں لکھا تھا ابن خلدان نے لکھا ہے کہ "امام صاحب نے اس کو مکمل نہیں کیا" لیکن یہ نہیں بتایا کہ امام صاحب نے کہاں تک تفسیر لکھی تھی اور ان کے بعد کس نے اس کی تکمیل کی شہاب نے شفقائے قاضی عیاض کی شرح میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے صرف سورۃ انبیاء تک کی تفسیر لکھی تھی لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ امام صاحب کی عادت ہے کہ اکثر سورتوں کے خاتمہ میں لکھ دیتے ہیں کہ اس سورۃ کی تفسیر فلاں دن فلاں مہینہ اور فلاں سنہ میں ختم ہوئی اور اس قسم کی تصریحات سورۃ انبیاء کے بعد بھی متعدد سورتوں میں ملتی ہیں مثلاً سورۃ مومن کی تفسیر کے خاتمہ میں لکھتے ہیں کہ اس سورۃ کی تفسیر سنچر کے دن ۲ ذی الحجہ ۶۰۳ھ میں شہر ہرات میں ختم ہوئی، اسی مہینے اور اسی سنہ میں انہوں نے سورۃ حم سورۃ شوری، سورۃ زخرف، سورۃ جاثیہ، سورۃ احقاف اور سورۃ محمد کی تفسیر بھی لکھی ہے اور سب کے آخر میں اس قسم کی تصریح کر دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ محمد تک خود امام صاحب نے تفسیر لکھی ہے پھر اس کی تکمیل سب سے پہلے قاضی شہاب الدین بن خلیل الحنبلی دمشقی المتوفی ۶۳۹ھ نے کی ان کے بعد شیخ نجم الدین احمد بن محمد التمولی المتوفی ۷۷۷ھ نے بھی نغمہ لکھا یہ تفسیر چونکہ بہت بڑی تھی اس لئے برہان الدین محمد بن محمد النشئی المتوفی ۶۸۷ھ نے اختصار کیا اور اس کا نام "واضح رکھا محمد بن قاضی ایٹلوغ نے بھی اس کی تلخیص کی اور اس میں اپنی جانب سے بھی بعض فوائد کا اضافہ کیا۔

۲۔ اسرار التزیل و انوار التاویل قفطی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ یہ قرآن مجید کی چھوٹی تفسیر ہے لیکن کشف الظنون میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے اس کتاب میں بیان کیا ہے کہ اس کے چار حصے ہیں پہلا اصول میں دوسرا فروع میں تیسرا اخلاق میں چوتھا مناجات و ادعیہ میں لیکن چونکہ اس کتاب کے مکمل کرنے سے پہلے ہی امام صاحب وفات پا گئے اس لئے یہ کتاب پہلے حصے کے اخیر تک پہنچ کر رہ گئی۔

۳۔ تفسیر سورۃ فاتحہ کشف الظنون میں ہے کہ یہ تفسیر دو جلدوں میں لکھی ہے اور اس کا نام "مفتاح العلوم" رکھا ہے۔  
۴۔ تفسیر سورۃ بقرہ ایک جلد میں ہے اور صرف عقلی طرز پر ہے۔ ۵۔ تفسیر سورۃ اخلاص کشف میں ہے کہ یہ چار فصلوں میں ہے اور اس میں اس سورۃ کے بعض اسرار ایسے بیان کئے ہیں جن سے اکثر مفسرین ناواقف تھے۔

۶۔ لوامع البیہات فی شرح اسماء اللہ تعالیٰ والصفات، ۷۔ الاربعین فی اصول الدین اس میں علم کلام کے چالیس مسائل ہیں، ۸۔ معالم کشف میں اس نام سے تین کتابوں کا ذکر ہے اول معالم فی اصول الدین اس کی نسبت لکھا ہے کہ یہ پانچ علوم میں ہے علم کلام اصول فقہ، فقہ، وہ اصول جو علم خلاف میں معتبر ہیں آداب نظر و جدل دوم معالم فی اصول الفقہ سوم معالم فی الکلام، ۹۔ المسین فی اصول الدین اس میں علم کلام کے پچاس مسائل ہیں، ۱۰۔ نہایت العقول، ۱۱۔ کتاب القضاء القدر، ۱۲۔ اساس الفقہ یس علم کلام میں ہے اور اس میں جسمانیات اور عوارض جسمانیات سے خداوند تعالیٰ کی تزیینہ ثابت کی ہے امام صاحب نے سلطان سیف الدین ابو بکر بن ایوب کی خدمت میں اس کتاب کو جیسا کہ خود اس کے دیباچے میں تصریح کی ہے ہدیۃ بھیجا تھا اور سلطان نے اس کے صلہ میں ہزار دینار عطا کئے تھے۔ ۱۳۔ لطائف الغیاشیہ، ۱۴۔ عصمۃ الانبیاء، ۱۵۔ مطالب العالیہ اس کی تین جلدیں ہیں جو علم کلام میں ہے اور نامکمل ہے اور آپ کی آخری تصنیف ہے، ۱۶۔ رسالہ فی البیوت، ۱۷۔ الریاض المونقہ یہ کتاب ملل و نحل میں ہے، ۱۸۔ کتاب الملل و النحل، ۱۹۔ تحصیل الحق، ۲۰۔ البیان والبرہان فی الرد علی اهل الزندقہ و الطغیان، ۲۱۔ المباحث العمادیہ فی المطالب العمادیہ، ۲۲۔ تمذیب الدلائل و عیون المسائل، ۲۳۔ ارشاد النظار الی لطائف الاسرار، ۲۴۔ اجوبۃ المسائل النجاریہ، ۲۵۔ زبدۃ الافکار و عمدۃ النظائر، ۲۶۔ کتاب الخلق و البعث، ۲۷۔ تنبیہ الاشارہ، ۲۸۔ شرح و جیز تین جلدوں میں ہے لیکن عبادات اور نکاح تک پہنچ کر نامکمل رہ گئی، ۲۹۔ ملخص منطوق و حکمت میں ہے، ۳۰۔ الرسالۃ الکاملیہ فی الحقائق الالہیہ منطوق و حکمت میں مختصر سار سالہ ہے اور فارسی زبان میں ہے، ۳۱۔ مباحث مشرقیہ علم الہی اور طبیعی میں نہایت مفصل کتاب ہے جس کو ہدیۃ ”قوام الدین ملک الوزراء ابو المعالی سہیل بن عبدالعزیز مستوفی کے کتب خانہ میں بھیجا تھا، ۳۲۔ کتاب الاشارات فی شرح الاشارات اس میں شیخ بوعلی سینا پر اس کثرت سے اعتراضات کئے ہیں کہ بعض ظریف الطبع لوگوں نے اس شرح کا نام جرح رکھ دیا، ۳۳۔ شرح عیون الحکمۃ یہ اپنے شاگرد حکیم محمد بن رضوان کی درخواست پر لکھی ہے، ۳۴۔ لباب الاشارات یہ شرح اشارات کا خلاصہ ہے، ۳۵۔ کتاب مباحث الوجود والعدم، ۳۶۔ منتخب کتاب و نکلوشا، ۳۷۔ رسالۃ المحدث، ۳۸۔ رسالۃ الجوہر الفرد، ۳۹۔ تجریر الفلاسفہ، ۴۰۔ مباحث الحدود، ۴۱۔ شرح مصادرات اقلیدس، ۴۲۔ کتاب فی الهندسہ، ۴۳۔ رسالۃ فی النفس، ۴۴۔ الاحکام العالیہ فی الاعلام السماویہ اس کو سلطان علاء الدین محمد بن خوارزم شاہ کیلئے لکھا تھا، ۴۵۔ کتاب احکام الاحکام، ۴۶۔ کتاب جامع الکبیر الملکی طب میں ہے اور نامکمل ہے، ۴۷۔ شرح کلیات القانون قانون شیخ کی نامکمل شرح ہے جس کو حکیم فقہ الدین عبدالرحمن بن عبدالکریم سمرخسی کیلئے لکھا تھا، ۴۸۔ کتاب فی البیض، ۴۹۔ کتاب التشریح نامکمل ہے صرف سر سے حلق تک کے اعضاء کے حالات ہیں، ۵۰۔ کتاب الاشریہ، ۵۱۔ سر لاج القلوب، ۵۲۔ الطریقۃ العالیہ علم خلاف میں ہے اور چار جلدوں میں ہے، ۵۳۔ شفاء النحی و الخفاف، ۵۴۔ کتاب الطریقۃ، جدل میں ہے، ۵۵۔ کتاب فی ابطال القیاس۔ نامکمل ہے، ۵۶۔ کتاب الاخلاق، ۵۷۔ کتاب فی ذم الدنیاء، ۵۸۔ کتاب الرمل، ۵۹۔ فقہ المصدر، ۶۰۔ البراہین البہائیہ، ۶۱۔ کتاب الفراستہ، ۶۲۔ کتاب مباحث الجدل، ۶۳۔ الایات البیہات، ۶۴۔ الرسالۃ الصحیہ، ۶۵۔ الرسالۃ المجدیہ، ۶۶۔ رسالۃ فی السوال، ۶۷۔ کتاب جواب الفیلانی، ۶۸۔ کتاب الرعیہ، ۶۹۔ نہایت الایجاز فی درایتہ الاعجاز، ۷۰۔ المحصل شرح المفصل، ۷۱۔ شرح سقط الزند نامکمل ہے، ۷۲۔ شرح سنج البلاغۃ نامکمل ہے، ۷۳۔ مناقب امام شافعی، ۷۴۔ فضائل صحابہ، ۷۵۔ بحر الانساب کشف میں ہے کہ یہ امام صاحب کی بہت بڑی کتاب ہے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ علم انساب پر ہے، ۷۶۔ حدائق الانوار فی حدائق الاسرار موضوعات علوم پر ہے اور اس میں ساٹھ علوم کے موضوعات بتائے ہیں، ۷۷۔ السرا المکتومہ فی مخالطۃ الشمس و النجوم سحر و طلسمات وغیرہ پر ہے اخبار الحکماء اور طبقات اطباء دونوں میں اس کا نام آیا ہے طبقات الشافعیہ اور مقدمہ ابن خلدون میں ہے کہ یہ کتاب امام صاحب کی تصنیف نہیں بلکہ ایک جعلی کتاب ہے لیکن خود امام صاحب نے شرح اشارات میں طلسمات کے متعلق لکھا ہے کہ اگر تم

تحقیق چاہتے ہو تو سر مکتوم کی طرف رجوع کرو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب خود امام صاحب ہی کی ہے۔  
۷۸۔ کتاب الحصول اصول فقہ میں نہایت مبسوط کتاب ہے۔

۷۹۔ کتاب الحصول..... اس کا پورا نام محصل افکار المتقدمین والمتاخرین من الفقہاء والمفسرین ہے اور اس میں علم کلام کے صرف اصول و قواعد بیان کئے ہیں اور اس کو چار رکن پر مرتب کیا ہے پہلا رکن مقدمات میں ہے دوسرا تقسیم معلومات میں تیسرا الہیات میں اور چوتھا سمعیات میں، عزالدین عبدالحمید نے اس پر ایک تعلیق لکھی ہے علاء الدین علی بن عثمان المارودینی متوفی ۵۷۵ھ نے اس کا اختصار کیا ہے اور محقق علی بن عمر الکاتبی القزوی متوفی ۶۷۵ھ نے اس کی شرح مفصل کے نام سے لکھی ہے، محقق طوسی نے بھی الحصول کے نام سے اس کی تخریج کی ہے اور اس میں امام صاحب پر اعتراضات کئے ہیں۔

ماخذ تصنیفات..... کاپتہ چلانا نہایت اہم اور دلچسپ کام ہے امام صاحب نے قدامت و متاخرین دونوں کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا ہے اور دونوں کے خیالات میں آمیزش پیدا کی ہے چنانچہ فلسفہ و حکمت میں بوعلی سینا اور فارابی کی تصانیف سے ابو البرکات بغدادی کی کتاب المعبر سے فن تفسیر میں عام مفسرین کی تفسیروں کے ساتھ خاص خاص عقلی مسائل میں ابو مسلم اصفہانی، ابو القاسم بجنی، ابو بکر اصم اور قتال کی تفسیروں سے حکماء اسلام میں امام غزالی کی تصنیفات سے، ادبی مسائل میں زحشری کی کشف سے احکام القرآن میں ابو بکر رازی حنفی کی کتاب سے اور اصول فقہ میں امام غزالی کی کتاب مستہنی اور ابو الحسین بصری کی کتاب معتمد سے خاص طور پر فائدہ اٹھایا ہے۔

خصوصیات تصنیف..... ان کی تصنیفات کی وجہ سے مسلمانوں کی تصنیفی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوا کیونکہ آپ نے تصنیف و تالیف میں ایک خاص جدت پیدا کی اور تصنیفات کے مرتب کرنے کا ایک نیا انداز قائم کیا چنانچہ ابن خلکان نے لکھا ہے ”وہ اول من اخترع ہذا الترتیب فی کتبہ والی فیہا بہالم سبق الیہ“ کہ امام صاحب وہ پہلے شخص ہیں جس نے اپنی کتابوں میں یہ ترتیب ایجاد کی اور ان میں ایسی ایسی باتیں بیان کیں جن کو ان سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیا تھا، اس بناء پر قدامت کے بعد تصنیف و تالیف کا جو نیا انداز قائم ہوا اس کا پہلا خاکہ امام صاحب ہی نے قائم کیا۔

۲۔ آپ کی تصانیف کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ مشکل سے مشکل مسائل کو اس قدر سہل اور آسان طریقہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک بچہ کو بھی ان کے سمجھنے میں دقت پیش نہیں آتی، آپ سے پہلے فلسفہ و حکمت کے مسائل نہایت پیچیدہ اور دقیق الفاظ میں بیان کئے جاتے تھے سب سے پہلے امام غزالی نے اس طلسم کو توڑا امام غزالی کے بعد امام رازی نے اس کو باز بچہ اطفال بنا دیا۔

۳۔ آپ کی تصنیفات کی یومیہ مقدار جو تفسیر کبیر کی بعض سورتوں کی تفسیر سے معلوم ہوتی ہے نہایت حیرت انگیز ہے مثلاً سورۃ انفال کی تفسیر کے خاتمے میں لکھتے ہیں کہ ”اس سورۃ کی تفسیر رمضان ۶۰۱ھ میں اتوار کے دن تمام ہوئی اس کے بعد سورۃ توبہ کی تفسیر شروع کی ہے اور اس کے خاتمہ میں لکھا ہے کہ ”اس سورۃ کی تفسیر سے ۱۴ رمضان ۶۰۱ھ میں جمعہ کے دن فراغت حاصل ہوئی۔“ اس سورۃ کی تفسیر مصری چھاپے میں ۱۹۳ صفحات میں تمام ہوئی ہے اور ہر صفحے میں ۳۱ سطریں ہیں جن کا خط نہایت باریک ہے اس لحاظ سے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ رمضان کی پہلی تاریخ اتوار کے دن بڑی تھی تو سورۃ توبہ کی تفسیر میں ۱۴ دن یعنی صرف دو دن صرف ہوئے اور اس حساب سے اگر ۱۹۳ صفحات کو ۱۴ دن پر تقسیم کیا جائے تو تصنیف کی یومیہ مقدار تقریباً ۱۴ صفحے ہوتی ہے اور یہ ایک ایسی مقدار ہے کہ عام طور پر لوگ روزانہ ۱۴ صفحے کی کتابت بھی بمشکل کر سکتے ہیں اور سورۃ حم السجدہ کی تفسیر کے لحاظ سے تو یومیہ مقدار ۲۰ صفحے ہوتے ہیں جو پہلے سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔

۴۔ سب سے بڑی خصوصیت استقصاء و جامعیت ہے کہ آپ ہر مسئلہ پر نہایت تفصیل سے بحث کرتے ہیں اور اس مسئلہ پر جس قدر دلائل و براہین اور اعتراضات و جوابات ہوتے ہیں سب کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں اسی اصول کے

مطابق انہوں نے تفسیر کبیر لکھی ہے اسی لئے ان کی تفسیر میں نحوی، صرفی، ادبی، عقلی اور متکلمانہ ہر قسم کے مباحث موجود ہیں اور انہی میں وہ باتیں بھی شامل ہیں جن کو خاص تفسیر کہتے ہیں لہذا شیخ ابو حیان کا اپنی کتاب ”البحر“ میں یہ کہنا کہ ”اس میں اور سب چیزیں ہیں مگر تفسیر نہیں ہے“ سراسر ظلم ل ہے۔

## (۱۳۹) صاحب الملل والخل

ابو الفتح محمد بن ابی القاسم عبدالکریم بن ابی بکر احمد، شہرستان جو خراسان کا ایک شہر ہے اس میں ۴۶۷ھ میں پیدا ہوئے اس لئے نسبت میں شہرستانی کہلاتے ہیں۔

آپ نے احمد خوانی اور ابونصر قشیری وغیرہ سے علم فقہ، ابوالقاسم انصاری سے علم کلام اور علی بن احمد مدینی وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے حافظ ابو سعید عبدالکریم سمعانی نے حدیث کی کتابت کی، آپ اشعری مذہب کے بلند پایہ متکلم علوم و فنون میں اپنے دور کے امام، بڑے قوی حافظ اور شیریں کلام تھے آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں لیکن الملل والخل زیادہ مشہور ہے جس میں آپ نے مختلف مذاہب و عقائد محققانہ انداز میں بیان کئے ہیں آپ نے اواخر شعبان ۵۲۸ھ میں شہرستان میں وفات پائی۔ ۲

## (۱۴۰) صاحب کتاب المعبر

اوحد الزمان ابو البرکات بہتہ اللہ بن مکا البغدادی اپنے دور کا ماہر طبیب علوم اوائل کا واقف کار نہایت خوبصورت اور صاحب ثروت تھا صاحب مفتاح السعادة لکھتے ہیں:

اوحد الزمان طبیب فاضل عالم بعلوم الاوائل كان حسن العبارة لطيف الاشارة

اوحد الزمان فاضل طبیب، علوم اوائل کا جاننے والا بہتر عبارت اور لطیف اشارہ والا تھا۔

لیکن طبیعت کے لحاظ سے بہت دینی تھا نیز اس کی زندگی کا بیشتر حصہ یہودیت ہی میں گزرا تھا ایک مرتبہ ابن اخلع نے اس کی ہجو میں یہ اشعار کہے۔

اذا تكلم يهوى فيه من فيه

۳ لنا طبیب یہودی حماقتہ

كانه بعدلهم يخرج من التيه

یتبہ والکلب اعلى منه منزلته

جب اس نے یہ اشعار سنے تو اس کو بڑی غیرت آئی اور دل میں سوچنے لگا کہ جب تک میں اسلام قبول نہیں کرتا اس وقت تک نواز نہ جاؤں گا چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اور پھر اپنی زندگی درس و تدریس اور لوگوں کے علاج معالجہ کیلئے وقف کر دی۔ آخر عمر میں آنکھوں سے محذور ہوا، کانوں کی سماعت جالی رہی، مزید برآں برس اور جذام کی بیماری نے حملہ کیا اور ایسی ایسی آفتیں آئیں کہ بقول صاحب مفتاح اگر وہ کسی پہاڑ پر نازل ہوتی تو اس کی جڑوں کو بھی کھوکھلا کر دیتیں اس کی تاریخ وفات کا صحیح پتہ نہ چل سکا البتہ صاحب مفتاح السعادة نے لکھا ہے کہ اس نے چھٹی صدی کے وسط میں وفات پائی۔ مرنے کے بعد قبر پر اس کی وصیت کے مطابق یہ عبارت لکھی گئی۔

هذا قبر اوحد الزمان ابی البرکات ذی البرکات صاحب المعبر فبحان من لا بغلبه غالب ولا ینجو من

قضایہ مستحیل ولا ھارب.

۱۔ از ابن خلکان تاریخ الاطباء مقالات الجواہر النبیہ امام رازی وغیرہ۔ ۲۔ از مفتاح السعادة ۱۴

۳۔ ہمارا ایک طبیب ہے یہودی جب وہ بولتا ہے تو اس کی حماقت ظاہر ہوتی ہے وہ یہودیت میں ایسا سرگرداں ہے کہ اب تک اس کو اس سے نکلنے کی توفیق نہیں ہوئی اور وہ ایسا دنی ہے کہ اس سے کتابھی اچھا ہے۔ ۱۴

یہ اوجد الزمان ابوالبرکات کی قبر ہے جو بڑی عبرت والا اور کتاب المعترف کا مصنف ہے پس پاک ہے وہ ذات جس پر نہ کوئی غالب آنے والا ہے اور نہ اس کی قضا سے کوئی حیلہ گر اور بھاگنے والا بھاگ سکتا ہے۔  
اس کی کتاب المعترف بہت مشہور کتاب ہے جس میں اس نے ریاضی کے علاوہ حکمت کی تمام اقسام کو بیان کیا ہے۔

### (۱۴۱) صاحب شرح اشارات

ایک علامہ قطب الدین رازی کی ہے جن کے حالات ”قطبی“ شرح شمیہ کے ذیل میں گزر چکے اور ایک امام فخر الدین رازی کی ہے جن کے حالات ”المحصل“ کے ذیل میں گزر چکے۔

### (۱۴۲) صاحب شرح مواقف

میر سید شریف جرجانی کی ہے جن کے حالات ”نحو میر“ کے ذیل میں گزر چکے۔

### (۱۴۳) صاحب شرح تجرید

تعارف مع تحقیق توشیحی..... علاء الدین علی بن محمد مشہور بقوشیحی صاحب شقائق طاش کبریٰ زادہ رومی نے توشیحی بمعنی ”حافظ البازی“ لکھا ہے مولانا عبدالحئی صاحب نے الصلیقات السیہ میں ۸۹ پر نقل کیا ہے کہ ان کی زبان میں اس کے معنی معنی ہیں تو ممکن ہے کہ آپ باز اور شکرے کی تسلوں کے متعلق زیادہ معلومات رکھتے ہوں جس کی وجہ سے آپ کو توشیحی کہا جاتا ہے مولانا موصوف ہی نے تعلیقات ۳۸ پر صاحب ”حبیب السیر“ کے حوالہ سے ایک اور وجہ ذکر کی ہے اور وہ یہ کہ علامہ موصوف اپنے بچپن میں امیر النج بیگ کے منظور نظر تھے اور وہ آپ کو غایت شفقت کی بنا پر اپنا بیٹا کہا کرتا تھا اور بعض اوقات پرند کو اپنے ہاتھ سے ان کے ہاتھ پر بٹھا دیتا تھا اس لئے آپ قوشیحی سے مشہور ہو گئے۔  
صاحب اکسیر کی..... بہر کیف ان نقول سے یہ ثابت ہو گیا کہ صاحب ”اکسیر فی اصول التفسیر“ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ توشیح ایک جگہ کا نام ہے اور اس کی طرف منسوب ہو کر آپ توشیحی کہلاتے ہیں یہ غلط ہے۔

تحصیل علوم..... آپ نے سمرقند کے مختلف علماء سے علم حاصل کیا خصوصیت سے علوم ریاضیہ قاضی زادہ رومی شارح مختص چینی سے حاصل کئے جو علوم ریاضی میں بڑی مہارت رکھتے تھے اس کے بعد آپ بلاد کرمان تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء سے مختلف علوم و فنون حاصل کر کے اپنے دور کے علامہ بنے صاحب حبیب السیر نے ان کے متعلق لکھا ہے ”کان اعلم علماء زمانہ و الفضل حکماء درانہ“ آپ اپنے زمانہ کے علماء میں عالم تر اور حکماء میں فاضل تر تھے۔

جب آپ سمرقند چھوڑ کر کرمان گئے تو آپ نے کسی کو اطلاع نہیں کی بلکہ چپکے سے نکل گئے اور وہاں علوم حاصل کرنے کے بعد شرح تجرید لکھی پھر آپ سمرقند واپس ہوئے اور امیر النج بیگ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت پیش کی کہ میں صرف تحصیل علم کی خاطر اتنی مدت آپ سے غائب رہا، امیر نے آپ کا عذر قبول کیا اور پوچھا کہ کرمان سے کیا تحفہ لائے ہو۔ فرمایا کہ رسالہ لانا ہوں جس میں میں نے قمر کے شکل کو حل کیا ہے جس کے حل میں بڑے بڑے لوگ ناکام رہے ہیں امیر نے کہا: لاؤ دیکھیں کہاں کہاں غلطی کی ہے آپ نے وہ رسالہ پیش کیا امیر نے کھڑے کھڑے ہی اس کا مطالعہ کر ڈالا اور آپ کی اس عجیب و غریب کوشش و محنت سے بہت خوش ہوا۔

مجمّل حیات..... صاحب شقائق نے لکھا ہے کہ جب امیر النج بیگ نے سمرقند میں رصد خانہ کی تعمیر شروع کی تو اولاً اس

مم کو غیاث الدین جمشید کی سپردگی میں دیا گیا جو اس فن کا ماہر تھا مگر اس کی زندگی نے وفات کی اور کچھ ہی دن بعد اس کا انتقال ہو گیا اس کے انتقال کے بعد یہ مم قاضی زادہ رودی کی ذمہ داری میں آئی لیکن قاضی زادہ رودی بھی قبل از تکمیل دنیا سے رخصت ہو گئے تو علامہ توحیحی کو اس کا ذمہ دار بنایا گیا اور آپ کے ہاتھوں رصدا خانہ کی تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچی تعمیر رصدا خانہ کے دوران جو حالات پیش آئے ان کو کتابی شکل میں قلمبند کیا گیا جس کو زیج النجیگ کہا جاتا ہے۔

جب امیر النجیگ کی وفات کے بعد حکومت کی باگ ڈور اس کی اولاد کے ہاتھ میں آئی اور انہوں نے علامہ کی قدر نہ کی تو آپ سمرقند سے امیر حسن الطویل کے یہاں تبری ز آگئے امیر حسن نے آپ کی بہت تعظیم کی اور آپ کو شاہی خاں شہنشاہ بلاد روم کے پاس سفیر و ثالث بنا کر بھیجا تاکہ آپ ان دونوں میں مصالحت کی کوئی صورت پیدا کریں آپ شاہ محمد خاں کے یہاں حاضر ہوئے تو اس نے امیر حسن سے کہیں زیادہ تعظیم و تکریم کی اور آپ کو اپنے یہاں رہنے کی دعوت دی آپ نے شاہ کی دعوت کو قبول کیا اور کہا میں اپنی سفارت کی ذمہ داری سے سبکدوشی کے بعد ہی آپ کے یہاں آسکتا ہوں گا چنانچہ آپ امیر حسن کے یہاں واپس آئے اور ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل کی ادھر شاہ محمد خاں نے آپ کو بلائے کیلئے حدام بھیج دیئے شاہی حدام ہر منزل پر ایک ہزار درہم لٹاتے ہوئے علامہ کو قسطنطنیہ لائے یہاں علماء و اعیان شہر نے آپ کا پر زور استقبال کیا۔ علامہ نے حاضر دربار ہو کر علم حساب میں اپنا تصنیف کردہ ایک رسالہ ”محمدیہ“ شاہ کی خدمت میں پیش کیا جس کے متعلق لکھا ہے ”رسالت لطیفۃ لایوحدا نفع منها“۔

جب شاہ محمد خاں امیر حسن طویل کے ساتھ جنگ کیلئے گیا تو علامہ بھی ساتھ تھے آپ نے اسی سفر میں ایک رسالہ علم ہیئت میں تصنیف کیا جو ”تختیہ“ کے ساتھ موسوم ہے اس کے بعد شاہ محمد خاں قسطنطنیہ واپس ہو اور اس نے ”لیا صوفیہ“ مدرسہ آپ کے حوالہ کیا جس میں آپ کا روزینہ دوسودرہم تھا۔

وفات ..... آپ آخر عمر تک قسطنطنیہ قیام پذیر رہے یہیں آپ نے وفات پائی اور سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے جوار میں مدفون ہوئے صاحب کشف الظنون نے آپ کا سنہ وفات ۸۷۹ھ لکھا ہے۔  
تصانیف ..... مذکورہ بالا کتب کے علاوہ آپ نے کتاب العقود، محبوب العمال، حاشیہ علی شرح الکشاف (للتنازانی) رسالہ فی مباحث الحد وغیرہ کتابیں تصنیف کیں لیکن آپ کی تصنیفات میں شرح تجرید سب سے عمدہ کتاب ہے جس کی بابت صاحب شقائق نے لکھا ہے۔

وهو شرح عظیم لطیف فی غایہ اللطافہ لخص فیہ فوائد الاقدمین احسن تلخیص و اضاف الیہا زوائد

وهی نتائج فکرہ مع تحریر سہل واضح .

و ایک عظیم الشان نہایت لطیف شرح ہے جس میں آپ نے متقدمین کے فوائد کو عمدہ طریقہ سے مخلص کیا ہے اور مزید فوائد کا بھی اضافہ کیا ہے جو آپ کے فکر کا نتیجہ ہے اور تحریر نہایت سہل اور واضح ہے۔ ل

## (۱۴۴) صاحب رسالہ قشیریہ

زین الاسلام ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ القشیری ۲۷۶ھ مطابق ۹۸۶ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے دور میں علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے لحاظ سے خراسان کے شیخ کھلائے آپ قشیر بن کعب کے خاندان سے تھے اس لئے نسبت میں قشیری کہلاتے ہیں نیز آپ کا قیام بیشتر نیشاپور میں رہا اس لئے نیشاپوری بھی کہے جاتے ہیں سلطان الپ ارسلان آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔

آپ کی تصنیفات میں ”الرسالة التفسیرية“ فن تصوف کا بے نظیر رسالہ ہے اور بہت مقبول ہے اس کے علاوہ التفسیر فی التفسیر اور لطائف الاشارات بھی آپ کی تصانیف میں آپ نے ۱۰۷۰ء میں وفات پائی۔

### (۱۴۵) صاحب ادب الکاتب

ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن تیبہ الدینوری ۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے اسحاق بن راہویہ، ابو اسحاق ابراہیم بن سفیان بن سلیمان زیادی، ابو حاتم مجستانی وغیرہ سے علم کی تحصیل کی بغداد کی بود و باش اختیار کی اور وہیں ایک عرصہ تک حدیث اور اپنی تصانیف پڑھاتے رہے اور دینور کے قاضی بھی رہے آپ عالم فاضل اور صاحب تصانیف ہیں صاحب معجم نے آپ کا تعارف ان الفاظ سے کر لیا ہے۔

عالم مشارك في انواع من العلوم كاللغة والنحو و غريب القرآن و معانيه و غريب الحديث والشعر و الفقه و الاخبار و ايام الناس و غير ذلك.

آپ لغت و نحو غریب القرآن و معانی قرآن غریب الحدیث شعر فقہ و اخبار اور واقعات عرب وغیرہ بہت سے علوم کے ماہر عالم تھے۔

غریب القرآن، غریب الحدیث، مشکل القرآن، مشکل الحدیث، ادب الکاتب، عیون الاخبار، طبقات الشعراء، المعارف کتاب الاثر، اصلاح الغلط، کتاب الخلیل، کتاب الانواء، کتاب المسائل و الجوابات، کتاب التیسر و القدر، جامع النہج اور کتاب الجراشیم وغیرہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں آپ نے ۲۷۶ھ میں اچانک وفات پائی۔

### (۱۴۶) صاحب الاقان

علامہ جلال الدین بن سیوطی کی تصنیف ہے جن کے حالات تفسیر ”جلالین“ کے ذیل میں گزر چکے۔

### (۱۴۷) صاحب مجمع البیان

امین الاسلام، امین الدین ابو علی فضل بن حسن بن الفضل طبرسی، طوسی، سبز واری، شیعنی، صاحب معجم نے لکھا ہے مفسر مشارک فی بعض العلوم۔

مجمع البیان، اعلام الوری باعلام الہدی (۲ جلد) حقائق الامور (فی الاخبار) غنیۃ العابد و منیۃ الزاہد، عمدۃ السفر و عمدۃ الخضر وغیرہ کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں آپ نے ۵۴۸ھ میں وفات پائی۔

### (۱۴۸) صاحب معالم الاصول

جمال الدین ابو المنصور حسن بن زین الدین بن علی بن احمد بن محمد بن جمال الدین بن تقی الدین بن صالح عالمی بھی مشہور بالشامی فقیہ، اصولی، محدث، ادیب اور شاعر تھے۔ مقام جمع میں ۲۷ رمضان ۹۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور بیس شروع محرم ۱۰۱۱ھ میں وفات پائی۔ منتقى الجمال فی الاحادیث الصحاح و الحسان، معالم الدین و ملاذ المجتہدین فی اصول الدین، التحریر الطائوسی (فی الرجال) مشکاة القول السدید فی الاجتهاد و التقليد اور دیوان شعر وغیرہ آپ کی علمی یادگار ہیں۔

## (۱۴۹) صاحب علل الشرائع

ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی الشیبی الشیربانی شیخ الصدوق مفسر و فقیہ، اصولی محدث حافظ اور اسماء رجال کے عالم تھے اصل کے لحاظ سے آپ خراسانی ہیں لیکن آپ کی اکثر زندگی بغداد میں گزری اور ۲۸۱ھ میں رنے میں وفات پائی۔

آپ بہت بڑے صاحب قلم اور کثیر التصانیف تھے فرست طوسی میں آپ کی تصانیف کی تعداد تین سو تالی ہے اور علامہ عالمی نے ۱۸۶ تصانیف کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے چند مصنفات یہ ہیں۔

الجمعة الجماعة، الجنة والنار، المواعظ والحکم، غریب حدیث النبی ﷺ و امیر المؤمنین من لایحضره

الفقیہ، علل الشرائع - ۱

## (۱۵۰) صاحب مروج الذهب

ابو الحسن علی بن حسین بن علی السعودی، نبی کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں اس لئے نسبت میں سعودی کہلاتے ہیں۔

بلند پایہ مورخ و اخباری اور مختلف علوم و فنون کے عالم و فاضل تھے جمادی الاخرہ ۳۴۵ھ یا ۳۴۶ھ میں مصر میں وفات پائی اور بہت سی علمی قابل قدر تصانیف یادگار چھوڑیں مثلاً مروج الذهب، معادن الجواہر (فی تحت الاشراف والملوک) التاریخ فی اخبار الامم من العرب و اتم التنبیہ و الاشراف خزائن الملک و سر العالمین کتاب المقالات فی اصول الدیانات وغیرہ۔ مولانا شبلی نے "القدوق" میں لکھا ہے کہ ابو الحسن سعودی فن تاریخ کا امام ہے اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مورخ پیدا نہیں ہو اور دنیا کی اور قوموں کی تواریخ کا بہت بڑا امام تھا اس کی تمام تاریخی کتابیں ہاتھیں تو کسی اور تصنیف کی کچھ حاجت نہ ہوتی لیکن افسوس ہے کہ قوم کی بد مذاقی سے اس کی اکثر تصنیفات ناپید ہو گئیں یورپ نے بڑی تلاش سے دو کتابیں میاں کیں ایک مروج الذهب اور دوسری کتاب الاشراف و التنبیہ مروج الذهب مصر میں چھپ گئی ہے موصوف نے سنہ ۳۸۶ھ لکھا ہے۔ علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ سعودی نے مروج الذهب میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ اپنے زمانہ ۳۳۰ھ تک کی تمام غربی و شرقی اقوام عالم کے حالات بسط و شرح کے ساتھ ضبط کئے ہیں ان کے مذاہب و عادات ان کے شہروں کے حالات ان کے پہاڑوں، دریاؤں، ممالک و سلطنتوں کی کیفیات معرض بیان میں لایا ہے اور عرب و عجم کو علیحدہ علیحدہ خاندانی شاخوں میں دکھایا ہے اسی لئے اس کو مورخین میں سر بلندی نصیب ہوئی۔ ۲

## (۱۵۱) صاحب الدیوان

علامہ خیر الدین زرکلی کے اشعار کا مجموعہ ہے جن کی کتاب "الاعلام" دس جلدوں میں ہے اور راقم الحروف کے مطالعہ میں رہی ہے افسوس کہ ان کے مزید حالات ہم کو نہ مل سکے۔

## (۱۵۲) صاحب شرح حکمتہ الاشراف

نام و نسب اور تحصیل علم..... قطب الدین ابوالشاء محمود بن مسعود بن مصلح الفارسی الشیرازی الشافعی ۶۳۳ھ میں

۱۲ ایضاً - ۱۲ از عجم المؤمنین الفاروق مقدمہ ابن خلدون ۱۲۔



شیراز میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم اپنے والد مسعود سے (جو اپنے دور کے مشہور طبیب تھے) اور اپنے چچا کی سے حاصل کی پھر محقق نصیر الدین طوسی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اخذ علوم کیا اس کے بعد آپ روم چلے گئے صاحب روم نے آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی اور وہاں آپ کو سیواس اور ملطیہ کا قاضی بنا دیا گیا پھر آپ بغداد و مشن اور شام گئے۔ درس و تدریس..... اس کے بعد تبریز آکر مستقل سکونت اختیار کر لی اور تاحیات وہیں علوم عقلیہ اور جامع الاصول وغیرہ کا درس دیتے رہے علامہ بغوی کی "شرح السنہ" کا مطالعہ کثرت سے کرتے تھے۔

جامعیت..... بقول علامہ اسنوی، معقولات میں امام عصر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ظریف الطبع بھی تھے رنج و غم کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے تھے، اور لطف یہ کہ ہر فن میں اولی تھے گانا بجانا موسیقی، جینڈ، شعبدہ اور شطرنج وغیرہ ہر چیز کا آپ شوق رکھتے تھے۔

زہد و عبادت..... لیکن اس کے باوجود نہایت متورع اور عایت درجہ محتاط بھی تھے چنانچہ نماز ہمیشہ باجماعت ادا فرماتے تھے، علماء و نقباء کے ساتھ نہایت عاجزی و انکساری سے پیش آتے، جب کوئی کتاب تصنیف فرماتے تو روزہ رکھتے اور رات بھر جاگتے تھے۔

تصنیفات..... آپ نے بہت سی اہم اور مفید کتابیں تصنیف کیں فن تفسیر میں آپ کی مشہور کتاب "فتح السان" چالیس جلدوں پر مشتمل ہے اس کے علاوہ مشکلات التفسیر شرح کلیات قانون (لابن سیناطب میں) شرح مفتاح العلوم (بلاغت میں) غرۃ التان (حکمت میں) نہایت الادراک فی درایۃ الافلاک، التقدیر الشہیہ، التبصرہ، (تینوں علم ہیئت میں) شرح الاسرار (المسہر و روی) الانصاف فی شرح الکشاف شرح مختصر ابن حاجب شرح تذکرہ نصیریہ رسالہ (فی البرص) وغیرہ آپ کی بہترین تصانیف ہیں فلسفہ میں نہایت عمدہ اور مفید کتاب شرح حکمۃ الاشراف بھی آپ ہی کی ہے صاحب صیب السیر علامہ غیاث الدین ہروی نے قطب الدین شیرازی دومانے ہیں ایک تلمیذ طوسی شارح قانون اور ایک شارح مفتاح و شارح حکمۃ الاشراف مگر یہ غلط ہے اور یہ سب کتابیں آپ ہی کی ہیں ملا معصوم بلی بھی معصوم ہونے کے باوجود حواشی شرح لخص چچمنی میں اس وہم کے شکار ہو گئے مولانا عبدالحی صاحب نے التعلیقات السنیہ اور الافادۃ الخطیۃ فی بحث سبع عرض شعبہ میں اس پر تنبیہ فرماتی ہے فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

وفات..... قطب موصوف نے ۲۴ رمضان ۷۱۰ھ مطابق ۱۳۱۱ء میں وفات پائی۔

## مصنفین کتب متفرقہ

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ بعض مدارس میں کچھ اور کتابیں بھی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آخر کتاب میں ان کے مصنفین کے حالات بھی مختصر طور پر ذکر کر دیئے جائیں۔ واللہ الموفق

### (۱۵۳) صاحب دستور المبتدی

شیخ صفی الدین بن نصیر الدین رودلوی کی تصنیف ہے جن کے حالات "میزان الصرف" کے ذیل میں گزر چکے۔

### (۱۵۴) صاحب شذ العرف

شیخ احمد الحملاوی متوفی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۲۲ء کی تصنیف ہے جو دارالعلوم قاہرہ میں عربی زبان کے استاذ تھے اور

علماء ہر میں باحیثیت تصور کئے جاتے تھے ذہرۃ الریح فی المعانی والبیان والبدیع بھی آپ ہی کی تصنیف ہے۔

## (۱۵۵) صاحب الخوالواضح

علی بن صالح بن عبدالفتاح الجارم، مصر کے مشہور شاعر ادیب، انشاء پرواز لغوی اور تصحیح و تبلیغ تھے مصر کے رشید نامی مقام میں ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں تعلیم حاصل کی ۱۹۰۸ء میں علمی وفد کے ساتھ انگلینڈ گئے اور وہاں انگریزی ادب، نفسیات اور منطق وغیرہ کی تعلیم حاصل کی ۱۹۱۲ء میں دارالعلوم قاہرہ کے مدرس ہوئے ۱۹۳۰ء میں اس کے رکن منتخب ہوئے۔

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں الخوالواضح اور البلاغۃ الواضحة بہت مقبول اور بعض مدارس میں داخل درس ہیں ان دونوں کی تالیف میں آپ کے ساتھ مصطفیٰ امین بھی شامل ہیں۔

دیگر تالیفات یہ ہیں خاتمة الطاف، دیوان اجارم (جلد ۴) سیدۃ القصور، الشاعر الطموح، شاعر ملک العرب فی اسبانیاء، مرآة العربیہ، ہاتف الاندلس، فارس بن حمدان، شرح الکفاۃ، ادب الاسلام تصحیح کتاب الجلاء، علم النفس و آثارہ فی التریبۃ والتعلیم، تمذیب کتاب الفخری وغیرہ۔

آپ نے ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں وفات پائی۔

## (۱۵۶) صاحب الفیہ

نام و نسب اور تحقیق نسبت ..... جمال الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن مالک الطائی نساب الشافعی مذہب الجبالی منشاء۔ الدمشقی اقامتہ، جیان (فتح جیم و تشدید یا) جو اندلس میں ایک شہر ہے وہیں ۵۵۹۷ھ میں پیدا ہوئے علامہ ذہبی نے سنہ ۶۰۰ھ یا ۶۰۱ھ بیان کیا ہے۔

تحصیل علوم ..... علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ آپ نے دمشق میں شیخ نحاوی، حسن بن عیاض اور ایک جماعت سے حدیث کا سماع کیا اور بہت سے علماء سے علوم عربیہ حاصل کئے اور حلب میں شیخ ابن یعیش کے تلمیذ ابن عمرون کے درس میں بھی شرکت کی علامہ تبریزی نے اواخر شرح حاجیہ میں نقل کیا ہے کہ آپ علامہ ابن حاجب کے حلقہ درس میں بھی شریک ہوئے ہیں اور ان سے استفادہ کیا ہے لیکن شیخ دامتی فرماتے ہیں کہ یہ نقل مجھے کسی اور سے نہیں ملی نیز ابن مالک کے ایک تلمیذ نے خود ابن مالک کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے جیان میں ثابت بن حیان سے پڑھا ہے اور میں تقریباً تیرہ روز شیخ ابو علی شلوین کے حلقہ درس میں بیٹھا ہوں حافظ سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں ذکر کیا ہے کہ ابن مالک کے اساتذہ میں جلیل القدر استاذ شیخ موفق الدین ابو البقاء مشہور بابن یعیش و معروف بابن الصالح ہیں چنانچہ ابن ایاز نے اوائل شرح التصریف میں ذکر کیا ہے کہ ابن مالک نے ابن یعیش جلی شارح مفصل سے علم حاصل کیا ہے۔

علمی مقام و جلالت شان ..... شیخ ابن مالک نحو و تصریف، تجوید و قرأت، لغت و عربیت اور فن حدیث وغیرہ بہت سے علوم میں اپنے وقت کے امام تھے بالخصوص نحو، عربیت میں تو بحر ناپیدا کنار تھے اور بڑے بڑے نحویوں کو نظر میں نہ لاتے تھے چنانچہ موصوف شیخ جمال الدین بن الحاجب کی بابت کہا کرتے تھے کہ انہوں نے علم نحو صاحب مفصل (جار اللہ زحشری) سے حاصل کیا ہے اور صاحب مفصل معمولی نحوی ہے شیخ رکن الدین بن القویح کہا کرتے تھے کہ ابن مالک نے نحو کی کوئی حرمت و منزلت نہیں چھوڑی، شباب الدین محمود بن مالک کا بیان ہے کہ ابن مالک عادلہ میں امام تھے جب

آپ نماز سے فارغ ہوتے تو قاضی القضاة شمس الدین ابن خلکان ان کی تعظیم کی خاطر گھر تک ساتھ آتے تھے، آپ عربیت وغیرہ میں امام ہونے کے ساتھ ساتھ کامل العقل، رفیق القلب نہایت پاکدامن اور کثیر العبادت تھے۔ درس و تدریس..... علامہ ابن مالک گواند لسی الاصل ہیں مگر بعد میں آپ دمشق منتقل ہو گئے تھے تاحیات میں اقامت پذیر رہے اور ہمیں تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کا شغل رہا چنانچہ ایک مدت تک تربتہ العالیہ اور جامع معمر میں صدر کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور آپ کے صاحبزادے امام بدر الدین ابو عبد اللہ محمد اور شمس بن ابی اسحاق علی بدر بن جماع، عطاء بن اعطار، شہاب الدین ابو بکر بن یعقوب شافعی اور امام نووی جیسی بلند پایہ ہستیاں آپ کے شرف تلمذ سے بہرہ اندوز ہوئیں۔ تصنیفات و تالیفات..... آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے الفیہ نحو میں بہت مشہور ہے اور بعض مدارس میں اب بھی داخل درس ہے، علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ آپ نے نحو میں ایک اور جوازہ نظم کیا جس کا نام ”الکافیۃ الشافیۃ“ ہے یہ تقریباً تین ہزار اشعار پر مشتمل ہے پھر آپ نے اس کو نثر میں لکھا جس کا نام القوائد الخویہ و المقاصد الخویۃ ہے جس پر علامہ سعد الدین ابن العربی صوفی نے ان اشعار میں تقریظ لکھی ہے۔

الاحصہ والنشر العلم اہلہ

ان الامام جمال الدین فضلہ

یزول مفید الذی لب ناملہ

املی کتابالہ یسمی القوائد لم

ان القوائد جمع لانظیر لہ

فکل مسئلۃ فی النحو یجمعہا

اس کے بعد آپ نے اس کی تلخیص کی جس کا نام تسہیل القوائد و تکمیل المقاصد ہے شیخ قاضی القضاة محی الدین عبد القاضی بن ابی القاسم ہانکی فرماتے ہیں کہ تسہیل القوائد میں القوائد پر الف لام عمد کا ہے جس سے کتاب مذکور ”القوائد الخویہ“ کی طرف اشارہ ہے اور ابن العربی کے قول ”ان القوائد جمع اہ“ سے مراد بھی یہی ہے شیخ صلاح صفدی نے جو یہ سمجھا ہے کہ اشعار تسہیل کی بابت ہیں اور کہا ہے کہ ”نی قولہ“ ان القوائد جمع لانظیر لہ تو ریضہ لولا ان الکتاب تسہیل القوائد لا القوائد یہ موصوف کی غلط فہمی ہے ان کے علاوہ دیگر تصنیفات یہ ہیں۔ (۴) الصرف فی معرفۃ لسان العرب (۵) سبک المنظوم و تک المنحوم (۶) عمدۃ اللافظ و عمدۃ اللافظ (۷) ایجاز النعریف (۸) شواہد التوضیح (۹) تحفۃ المورود فی المقصود و الحمد و (۱۰) الاعتقاد فی الفرق بین النظار و النقاد (۱۱) شرح الجوزیۃ (۱۲) شرح التسہیل (۱۳) الفتاوی (۱۴) نظم القوائد۔ رحلت و وفات..... آپ نے دمشق میں ۱۲ شعبان ۷۶۷ھ مطابق ۱۳۷۳ء میں وفات پائی شرف الدین حصنی نے آپ کی وفات پر ایک طویل مرثیہ لکھا جس کے آخری شعر یہ ہیں۔

الاعراب یا ملبا اکل مقال

یا لسان الاعراب یا جامع

وفی نقل منہات العوالی

یا فریہ الزمان فی النظم والنثر

علموا ما بیعت عند الزوال

لم علومہ شیبتانی اس

شیخ صلاح صفدی نے لکھا ہے کہ میں نے کسی نحوی کے بارے میں اس سے بہتر مرثیہ نہیں دیکھا۔

## فہرست حواشی و شرح کتاب ”الفیہ“

نمبر شمار	شرح	مصنف
۱	دفع الخصاصۃ عن الخلاصۃ	شیخ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف الحروف باین ہشام
۲	بلغۃ الخاصۃ فی حل الخلاصۃ	شیخ محمد بن محمد الاسدی القدسی
۳	فتح الزب الممالک شرح الافیہ ابن مالک	شیخ محمد بن قاسم بن علی الغزوی

علامہ جلال الدین سیوطی	۴	الہجۃ الرضیۃ فی شرح الالفیہ
علامہ تقی الدین احمد بن محمد الشمسی	۵	منہج المسالک الی الفیہ ابن مالک
شیخ برہان الدین ابراہیم بن محمد بن قیم الجوزیہ	۶	ارشاد المسالک
فاضل احمد زینی و حلان	۷	الازہد الزیدیہ
امام ابن مالک (صاحب الترمذی)	۸	شرح الالفیہ
بدر الدین ابو عبد اللہ محمد (ولد الامام ابن مالک)	۹	=====
شیخ شمس الدین حسن بن احمد بن القاسم المرادی	۱۰	=====
شیخ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر الاعسی الہواری	۱۱	=====
شیخ ابو زید عبدالرحمن بن علی بن صالح المکووی	۱۲	=====
شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن محمود الخطیب البجری	۱۳	=====
شیخ محمد بن ابی الفتح بن ابی الفضل الحنبلی	۱۴	شرح الالفیہ
علامہ اشیر الدین ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی	۱۵	منہج المسالک فی الکلام علی الفیہ ابن مالک
شیخ ابولامہ محمد بن علی السعاش الدکاکی	۱۶	شرح الالفیہ
شیخ محمد بن احمد السنوی	۱۷	=====
شیخ دین الدین عمر بن المظفر بن الوردی	۱۸	=====
شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن بن علی۔ ابن الصلح الزمردی	۱۹	=====
قاضی برہان الدین ابراہیم بن عبد اللہ الحکری المصری	۲۰	=====
شیخ ہرام بن عبد اللہ الدیری	۲۱	=====
شیخ نور الدین علی بن محمد الاشمونی	۲۲	=====
شیخ بدر الدین محمد ابن محمد الرضی الغزوی	۲۳	=====
شیخ ابو محمد عبد اللہ بن عبدالرحمن الشہیر بابن عقیل	۲۴	=====

### (۱۵۷) صاحب شرح الفیہ

نام و نسب اور پیدائش..... قاضی القضاۃ بہاء الدین عبد اللہ بن عبدالرحمن بن عبد اللہ بن محمد بن محمد القرشی الباشمی العقیلی الہدانی الیاسی المصری سیدنا عقیل بن ابی طالب کی نسل سے ہیں اس لئے ابن عقیل سے مشہور ہیں آپ کے آباء و اجداد شہر ہمدان میں مقیم تھے وہاں سے حلب اور رقبہ کے درمیان باللس نامی مقام پر کچھ افرلو آکر بس گئے اس کے بعد ان میں سے کسی ایک نے مصر آکر بودوباش اختیار کر لی اور اسی دلد مصر کی نسل سے موصوف بقول ابن حجر و صفدی قاہرہ میں بروز جمعہ ۹ محرم ۶۹۸ھ میں پیدا ہوئے بعض حضرات نے سنہ پیدائش ۶۹۳ھ لکھا ہے۔

تحصیل علوم..... آپ نے علم قرأت تقی صالح سے اور فقہ زین الدین کتانی سے حاصل کیا اور خاص طور سے علاء قونوی سے فقہ عربیت، معانی، تفسیر اور عروض کی بالا التزام تعلیم پائی نیز جلال الدین قزوینی اور ابو حیان سے بھی استفادہ کیا اور حار حسن بن عمر کردی اور شرف بن الصابونی وغیرہ سے حدیث سماعت کی۔

درس و تدریس..... تحصیل علم کے بعد قطیہ، خشابہ اور جامع ناصری میں درسی خدمات انجام دیں پھر جامع طولونی میں

اپنے شیخ ابو حیان کے بعد درس تفسیر میں مشغول رہے شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی، جلال الدین جمال بن ظہیر اور شیخ دہلی الدین عراقی کو غیرہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

علمی مقام و عہد و قضا..... آپ کا شمار آئمہ نہاد میں ہوتا ہے چنانچہ اسنوی نے اپنی کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ آپ عربیت اور بیان میں امام تھے اور فقہ و اصول میں بہترین کلام کرتے تھے آپ کے متعلق بعض اکابر کا قول ہے ”ما تحت اوتیم السماء انھی من ابن عقیل“ کہ آسمان تلے ابن عقیل سے بڑھ کر کوئی نحوی نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ موصوف نہایت بار عب اور باوقار تھے ہمہ وقت آپ کے یہاں شرفاء و امراء کا مجمع رہتا تھا حسنیہ میں جلال قزوینی کے اور قاہرہ میں عز بن جماع کے نائب قاضی بھی رہے ہیں۔

وفات..... آپ نے شب چہار شنبہ ۲۳ ربیع الاول ۶۹ھ مطابق ۱۳۶۷ء میں بمقام قاہرہ وفات پائی اور امام شافعی کے قریب مدفون ہوئے۔

تصانیف..... آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں شرح الفیہ ابن مالک، جو ”شرح ابن عقیل“ کے نام سے مشہور ہے نحو کی بہترین کتاب ہے جس کا جرمنی زبان میں ترجمہ بھی ہوا ہے، دیگر تصنیفات یہ ہیں، الساعد فی شرح التسمیل تیسیر الاستعد او التریبۃ الاجتہاد، الصلحین الوجیز علی الکتاب العزیز، الجامع النہیس (فی فقہ الشافعیہ) افسوس کہ آخر الذکر دونوں کتابیں پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکیں۔

شرح و تعلیقات شرح ابن عقیل..... (۱) الشرح النہیل الحاوی لکلام ابن الصنف و ابن عقیل از شیخ عماد الدین محمد بن احمد الاقفسی (۲) السیف الصقل علی شرح ابن عقیل از علامہ جلال الدین سیوطی (۳) حاشیہ از شیخ محمد خضری الد میاطلی (۴) فتح الجلیل فی شرح شواہد ابن عقیل، از علامہ سجاجی التونی ۱۱۹ھ (۵) تعلیق از شیخ محمد محی الدین عبد الحمید لہ (۶) حاشیہ العقد الجلیل علی شرح ابن عقیل از رالم سطور محمد حنیف غفر لہ گنگوہی۔

## (۱۵۸) صاحب شرح شذور الذهب

شیخ جمال الدین ابن ہشام نحوی کی ہے جن کے حالات ”معنی اللیب“ کے ذیل میں گزر چکے۔

## (۱۵۹) صاحب نقد النصوص

ملا عبد الرحمن جامی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”شرح جامی“ کے ذیل میں گزر چکے۔

## (۱۶۰) صاحب تیسیر المنطق

نام و سنہ پیدائش..... مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی، مجاز طریقت حضرت مولانا ظلیل احمد صاحب (نور اللہ مرقدہ) مولود

تحصیل علم..... آپ ہوش سنبھالتے ہی انگریزی تعلیم میں لگ گئے گھر لہ دیندر تھا چنانچہ آپ بچپن ہی میں پابند صوم و صلوة تھے اور نماز کیلئے محلہ کی لال مسجد میں آتے تھے، اسی مسجد کے ایک حجرہ میں حضرت مولانا محمد عتی صاحب کاندھلوی رہا کرتے تھے آپ نے ان میں نماز کا شوق دیکھ کر دینی تعلیم کی رغبت دلانی آپ کی سمجھ میں آگیا اور مولانا سے میزان شروع کر دی آپ قدرے غبی تھے مولانا آپ کو ہر روز ایک گردان یاد کراتے تھے ایک روز آپ نے دو گردانیں یاد کرنے کیلئے کہہ دیا مگر شام تک

رہتے رہے لوریانہ ہوئیں مولانا نے فرمایا ”بندہ خدا ایک گردن میں شام کر دی کہنے لگے نہیں حضرت یہ تو وہ ہیں۔ لوریہ کہہ کر آبدیدہ ہو گئے ہر حال ہسلا پھسلا کر آگے چلایا شدہ شدہ آپ کی انگریزی پھوٹ گئی اور عربی کے ہو رہے یہاں تک کہ صرف تین سال میں تعلیم پوری کر لی فراغت کے بعد خانقاہ لدویہ تھانہ بھون میں نوروپے ماہوار پر مدرس ہوئے اور اس کے ساتھ تجارت کتب کا سلسلہ بھی رکھا حضرت حکیم الامت نے اپنے مواعظ قلمبند کرنے کا کام بھی آپ کے سپرد کیا۔

درس و تدریس ..... ۱۲ شوال ۱۳۲۷ھ میں پندرہ روپے ماہوار پر مظاہر علوم سہارنپور میں مدرس ہوئے اور شوال ۱۳۲۸ھ میں اکابر مدرسہ کے ساتھ حج کیلئے تشریف لے گئے، سفر حج سے واپسی پر صفر ۱۳۲۹ھ سے ایک ماہ چوتیس یوم مدرسہ میں کام کیا اس کے بعد اہل کاندھلہ کے اسرار پر براہ راست تھانہ بھون ہو کر کاندھلہ تشریف لائے اور یہاں مدرسہ عربیہ میں جو پہلے سے قائم تھا خیر تک تعلیم دیتے رہے۔

وفات ..... ۱۵ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۲۱ء شب شنبہ میں کاندھلہ ہی میں انتقال ہوا اور عید گاہ کے متصل قبرستان میں جس میں حضرت مفتی الہی بخش صاحب وغیرہ اکابر علماء مد فون ہیں تدفین عمل میں آئی۔

تصانیف ..... تیسیر المبتدی (جو آپ نے مولانا شبیر احمد عثمانی کی تعلیم کیلئے لکھی تھی) اور تیسر المنطق جو حضرت حکیم الامت کے ایماء سے تصنیف کی تھی) اور اکمال الشیم شرح اتمام النعم (ترجمہ تہویب الحکم) آپ کی علمی یادگار ہیں۔

## (۱۶۱) صاحب ملا جلال

نام و نسب اور پیدائش ..... جلال الدین محمد بن اسعد الصدیقی نساب الشافعی مذہب کا ذرون میں دو ان نامی ایک قریب کے رہنے والے تھے اس لئے دو انی کہلاتے ہیں آپ تقریباً ۸۲۸ھ میں پیدا ہوئے شیراز کی سکونت اختیار کی اور فارس کے قاضی بنے۔ تحصیل علوم ..... آپ نے مختلف اصحاب علم حضرات سے علوم کی تحصیل کی جن کا ذکر موصوف کے رسالہ ”انموذج العلوم“ کے آغاز میں موجود ہے ان میں سے چند حضرات کے نام یہ ہیں۔

(۱) آپ کے والد سعد الدین اسعد جو کا ذرون کے مدرسہ ”جامع المرشدی“ میں مدرس تھے ان سے آپ نے علوم آلہ و عقلیہ فنون ادبیہ اور علم فقہ و تفسیر حاصل کیا۔ (۲) شیخ صفی الدین بن عبدالرحمن ابجدی ان سے آپ نے الاربعین النوریہ پڑھی۔ (۳) ابو الجعد عبداللہ بن میمون کرمانی ان سے آپ نے حدیث مسلسل بالادویہ پڑھی۔ (۴) مظہر الدین محمد تلمیذ میر سید شریف جرجانی (۵) کن الدین روز بہان العمری الشیرازی۔ (۶) محی الدین محمد انصاری کو سکناری (۷) شیخ ہمام الدین کلپاری شارح طوابع (۸) خواجہ حسن شاہ بقال (یہ دونوں حضرات سید شریف جرجانی کے تلامذہ میں ہیں) (۹) شیخ محبوبی ملاری۔

نیز موصوف نے ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اہل شیراز کو علی الاطلاق اجازت دی تھی جن میں سے ایک میں بھی تھا اس لحاظ سے آپ کو حافظ ابن حجر سے بھی اجازت حاصل ہے۔

درس و تدریس اور اصحاب و تلامذہ ..... پہلے آپ امیر زادہ یوسف بن مرزا جمان شاہ کی جانب سے عمدہ صدارت پر فائز تھے پھر آپ اس سے مستعفی ہو کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور مدرسہ ”دار الایام“ میں پڑھاتے رہے جرجان ہرموز، کرمان، عراق اور خراسان وغیرہ کے بے شمار تشنگان علم نے آپ سے سیرابی حاصل کی، عبداللہ یزدی، خطیب ابوالفضل گازرونی، رفیع الدین ابجدی شیرازی آپ ہی کے تلامذہ میں سے ہیں۔

علمی مقام ..... یوں تو آپ تمام علوم پر گہری نظر رکھتے تھے لیکن علوم عقلیہ میں خصوصیت کے ساتھ مہارت تامہ حاصل تھی آپ کی تعریف میں کسی کا شعر ہے۔

فنون فضل راجع کتاب

سپر علم را بود آفتاب

علامہ شمس الدین سخاوی المصنوع للملاح میں رقم طراز ہیں :

قدم فی العلوم بمعانی عقلیات و اخذ عنہ اهل تلك النواحي دار تحلو اليه من الروم و خراسان و ما وراء النهر .  
آپ تمام علوم میں سبقت لے گئے بالخصوص علوم عقلیہ میں اور آپ سے وہاں کے باشندوں نے علم حاصل کیا  
اور روم خراسان اور ماوراء النہر سے لوگ آپ سے علم حاصل کرنے کیلئے آئے۔  
مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی التعلیقات السنیہ میں لکھتے ہیں۔

ر قدم راسخ فی العلوم العقلية و مشاركة فی العلوم الشرعية تصانیفه دلت علی انه البحر بلا منازع  
و البحر بلا نازع۔

علوم عقلیہ میں ٹھوس معلومات رکھتے تھے اور علوم شرعیہ میں بھی معلومات تھیں آپ کی تصانیف گواہ ہیں کہ  
آپ بالاتفاق علم کے دریا اور اس کے ماہر ہیں۔  
تصانیف ..... آپ کثیر تصانیف ہیں اور آپ کی کتابیں بڑی معرکتہ الاراء نہایت ٹھوس اور بہت مفید ہیں جن کی  
تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) شرح عقائد عضدیہ علم کلام میں ہے اور عقائد جلال کے ساتھ مشہور ہے (۲) شرح تہذیب المنطق ملا جلال  
کے ساتھ مشہور ہے یہ دونوں کتابیں بعض مدارس میں اب بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ (۳) شرح مختصر عضد اصول میں ہے۔  
(۴) شرح ہیاکل النور (۵) الزوراء (۶) شرح الزوراء یہ سب حکمت میں ہیں الزوراء اسد اللہ الاکبر کے روضہ کے  
قریب قیام کے زمانہ میں لکھی ہے۔ (۷) تفسیر سورۃ اخلاص (۸) سالہ قدیمہ فی اثبات الواجب (۹) سالہ جدیدہ فی اثبات  
الواجب (۱۰) حاشیہ فتاویٰ الانوار فقہ شافعی میں ہے۔ (۱۱) حاشیہ قدیمہ (۱۲) حاشیہ جدیدہ یہ دونوں شرح تجرید قونجی پر ہیں۔  
(۱۳) حاشیہ قدیمہ (۱۴) حاشیہ جدیدہ یہ دونوں شرح مطالعہ پر ہیں جن میں اپنے معاصر میر صدر الدین شیرازی پر رد کیا ہے  
اور اکثر مباحث میں آپ ہی غالب رہے ہیں۔ (۱۵) حاشیہ شرح تلمیذ قطبی (۱۶) مسئلہ فی ایمان فرعون (۱۷) انموذج  
العلوم اس میں علوم مختلفہ و فنون متفرقہ کے معرکتہ الاراء مسائل مذکور ہیں۔ (۱۸) شرح غمّتی الشہادۃ (۱۹) العشرۃ مجالیہ  
(۲۰) تاجیہ لولہاف و القلم و ما یسطرون (۲۱) بستان القلوب (۲۲) اخلاق جلالیہ۔

قدیمہ جدیدہ، اجد ..... کیا چیز ہے؟ عوام تو عوام اب تو خواص بھی مشکل سے واقف ہوں گے محقق طوسی نے علم کلام  
میں تجرید نامی متن لکھا تھا علامہ علی قونجی نے اس کی شرح لکھی شرح پر دوآنی نے حاشیہ لکھا اس کے معاصر امیر صدر الدین  
الاشعری نے بھی شرح تجرید پر حاشیہ لکھا جس میں دوآنی پر چونیں کی گئیں تھیں دوآنی نے اس کا جواب لکھا الاشعری نے پھر اس کا  
جواب لکھا، دوآنی نے جواب جواب تحریر کیا، یوں دوآنی کے تین حاشیے قدیمہ، جدیدہ، اجد ہو گئے صدر الدین مرگئے تھے ان  
کے بیٹے میر غیاث منصور نے جو غیاث الحکماء کے نام سے مشہور ہیں والد کی طرف سے حجاب لکھا اب ادھر بھی وہی تین  
قدیمہ، جدیدہ، اجد ہو گئے، ذہنی زور آزمائیوں کا ان کتابوں میں طوفان ابلتا تھا۔

وفات ..... سنہ وفات میں اختلاف ہے سخاوی کے بعض تلامذہ نے ضوع کے حاشیہ پر ۹۱۸ھ لکھا ہے بعض نے ۹۰۷ھ اور  
بعض نے ۹۰۹ھ بتلایا ہے پھر بعض نے غیاث الدین منصور کے محاکمات کے دیباچہ سے ۹۰۸ھ نقل کیا ہے یہی راجح معلوم ہوتا  
ہے کیونکہ صاحب کشف لور دیگر مصنفین نے اسی کو اختیار کیا ہے آپ نے کل اسی برس کی عمر پائی جائے وفات قریہ دولہا ہے  
حواشی حاشیہ ملا جلال ..... (۱) حاشیہ از عبد اللہ یزدی (۲) حاشیہ از سید ابوالفتح سعیدی متوفی ۹۵۰ھ (۳) حاشیہ از جمال  
الدین شیرازی (۴) حاشیہ از مولانا یوسف کوچ قرا باغی (۵) حاشیہ از بحر العلوم عبد العلی لکھنوی متوفی ۱۲۲۵ھ (۶) حاشیہ از

مفتی ظہور اللہ لکھنوی متوفی ۱۲۵۶ھ (۷) حاشیہ از قاضی ارتضاعلی خاں مدرسی (۸) حاشیہ از مولانا عماد الدین لکنی (۹) حاشیہ از سید محمد میرزا ہدی متوفی ۱۱۱۱ھ۔ ۱

### (۱۶۲) صاحب سبع شداو

لطف اللہ بن حسن توقانی، مولی لطفی کے ساتھ مشہور ہیں، روم کے باشندے تھے اس لئے پرومی کہے جاتے ہیں آپ بڑے جید عالم و فاضل تھے آپ نے علوم دینیہ ستان پاشا سے حاصل کئے اور علوم ریاضی علامہ قونجی سے بلا روم میں جبکہ سلطان بایزید کا زمانہ تھا آپ نے مراد خاں کے مدرسہ میں جو بروسا میں واقع تھا مدرسہ کی خدمات انجام دیں پھر شہر درند کے مدرسہ دارالحدیث میں مدرس ہوئے احمد بن سلیمان رومی جو ابن کمال پاشا سے مشہور ہیں آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ آپ کے قلمی فضل و کمال اور اطالیت لیبان کی بنا پر ہم عصروں کو آپ سے حسد ہو گیا اور آپ پر لحد و زندیق کا فتویٰ لگایا یہاں تک کہ مولی خطیب زادہ نے آپ کے قتل کی اباحت کا حکم دیدیا چنانچہ آپ ۹۰۰ھ میں قتل کر دیئے گئے۔ آپ کی تصنیفات میں رسالہ سبع شداو ہے جس میں میر سید شریف جرجانی پر سات سوالات ہیں یہ فن ریاضی کی بہت عمدہ کتاب ہے اور مدارس عربیہ میں داخل درس ہے اس کے علاوہ آپ نے سید شریف کے حاشیہ شرح مطالع اور شرح مفتاح پر حواشی بھی لکھے ہیں۔ ۲

### (۱۶۳) صاحب القراءۃ الرشیدۃ

شیخ علی عمر اور شیخ عبدالفتاح صبری بک شیخ علی عمر مصر کے باشندے تھے باجوہ نامی ایک مقام میں ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں تعلیم حاصل کر کے انگلینڈ گئے فراغت کے بعد کچھ دنوں تدریسی کام کیا پھر سیاست میں حصہ لیا اور ملک کی آزادی کیلئے شب و روز کوشاں رہے اس کے بعد وزارت المعارف کے آرگنائزر مقرر ہو گئے۔ آپ کی تصانیف میں ہدایت المدارس ہے اس کے علاوہ آپ القراءۃ الرشیدۃ کی تالیف میں شیخ عبدالفتاح صبری بک کے ساتھ شریک رہے اور قاہرہ میں ۱۳۳۹ھ میں وفات پائی۔ ۳

### (۱۶۴) صاحب قلیوبی

شہاب الدین ابوالعباس احمد بن احمد بن سلامہ، مصر میں اہل قلیوب سے تعلق ہونے کی وجہ سے قلیوبی کہلاتے ہیں بہترین فقیہ اور لائق ادیب تھے آپ کی متعدد تصانیف ہیں مثلاً رسالہ قلیوبی ادب میں تجتذہ الراغب اہل بیت کے تذکرہ میں رسالہ مکہ و مدینہ اور بیت المقدس کے فضائل میں اور اق لطیفہ، جامع صغیر سیوطی پر تعلیق ہے جس میں حسن، ضعیف اور صحیح روایات کی نشاندہی کی ہے کتاب الہدایہ من الضلالۃ فی معرفۃ الوقت و القبلہ من غیر آلہ وغیرہ آپ نے ۱۰۶۹ھ مطابق ۱۶۵۹ء میں وفات پائی۔ ۴

### (۱۶۵) صاحب اخوان الصفا

شیخ احمد بن محمد طرولانی کی تالیف ہے جن کے حالات ھجرت الیسن کے ذیل میں گزر چکے۔

۱۔ از الصواع اللامعہ الصلیاتیات حبیب السیر نظام تعلیم وغیرہ ۱۲۔ ۲۔ الشائق حدائق الصلیاتیات ۱۲۔  
۳۔ از ہجرت المؤمنین۔ ۴۔ از کتاب الاعلام۔



## (۱۶۶) صاحب مقامات بدیع

نام و نسب اور تحصیل علوم..... بدیع الزماں ابو الفضل احمد بن حسین بن سحی بن سعید ہمدانی شہر ہمدان میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی ہرات جو بلاد خراسان میں واقع ہے وہیں کے باشندے ہو گئے تھے آپ نے فارسی و عربی دونوں زبانوں میں علم حاصل کیا اور ہمدان میں کوئی ادیب ایسا نہ چھوڑا جس کا تمام علم حاصل نہ کر لیا ہو اس کے بعد آپ ہمدان چھوڑ کر صاحب بن عباد کے پاس گئے اور ان کے علوم و احسانات سے ترقی پائی بعد ازاں جرجان کا رخ کیا اور اکتاف اسماعیلیہ میں رہے نیز ابو الحسن احمد بن فارسی صاحب الجمل وغیرہ سے علوم حاصل کئے اور شعر و ادب میں اونچا مقام پیدا کیا امام شعالی نے تیمتہ الدہر میں آپ کو فخر ہمدان و فروزان، جیسے معزز القاب سے یاد کیا ہے اور ابو اسحاق نے زہرۃ الآداب میں کہا ہے کہ بدیع الزماں ایک عظیم ہے جو اپنے کسی کے موافق ہے۔

عام حالات زندگی..... موصوف ۳۸۲ھ میں نیشاپور گئے جہاں آپ کی خدا واد صلاحیت کے جوہر آشکارا ہوئے اور لوگوں میں شہرت عام حاصل ہوئی یہاں آپ نے چار سو مقالے لکھوائے پھر ابو بکر خوارزمی سے مناظرات میں مشغول ہو گئے جو آپ سے زیادہ سن رسیدہ اور نامور تھا شروع میں ان کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہوا جس نے بڑھ کر مناظرہ کی شکل اختیار کر لی کچھ لوگوں نے اسے غالب بتایا اور کچھ نے بدیع کو لیکن بدیع کو اس کی جوانی اور خوش بیان نیز خود نمائی کی ضرورت نے مدد ہم پتہ پتہ چنانچہ وہ خوارزمی پر اس قدر نمایاں فوقیت لے گئے کہ اس کی وجہ سے امراء و رؤسا میں ان کی شہرت عام اور عزت بڑھ گئی اور ہر آپ کے حریف نے داعی اجمل کو لبیک کہا جس کے باعث ان کیلئے میدان صاف اور زمانہ سازگار ہو گیا پھر آپ ایران کے امراء سے مدد استعانت کیلئے شہر بشہر آمدورفت کرتے رہے اور بالاخر ہرات میں مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے اور یہاں آپ معززین علمائے شہر ہونے لگے اور نہایت آسودگی و خوش حالی کے ساتھ زندگی گزارتے رہے۔

اخلاق و عادات اور خدا واد صلاحیتیں..... آپ شکل و صورت کے لحاظ سے نہایت حسین و خوبصورت ہنس کھٹک منساغیور ذکی و ذہین اور تجربہ علمی میں یگانہ روزگار تھے حافظہ اور یادداشت بڑی قوی اور پختہ تھی لائبے لائبے قصیدوں اور بڑی بڑی کتابوں کو ایک بار پڑھ کر بلا تقدیم و تاخیر اور بلا کم و کاست نہایت روانی کے ساتھ دہرا دیتے تھے کتاب کے پانچ پانچ اور چار چار ورق صرف ایک دفعہ دیکھ کر محفوظ کر لیتا ایک معمولی بات تھی بسا اوقات کسی قصیدہ یا رسالہ کی آخری سطر سے بڑھنا شروع کرتے اور مطلع تک التاہی پڑھتے چلے جاتے تھے۔

بدیہ گوئی..... طبیعت کی شعلہ باری اور جدت، دل و دماغ کی صفائی اور سرعت، بدیہ گوئی اور مضامین کی ندرت میں بدیع کی شان ممتاز ہے آپ کی فرمائش پر احباب حسب منشاء موضوع جاتے اور آپ فی البدیہہ اسی موضوع پر مقالہ کا املاء کر دیتے تھے اس بدیہ گوئی کا ثمرہ ہے کہ آپ بسا اوقات فارسی اشعار کی ارتجالا ایسے طور پر تعریف کرتے ہیں کہ اس کا حسن و جمال اور معنی و مضمون دونوں بالکل اسی طرح باقی رہتے ہیں جیسا کہ پہلے تھے۔

بدیع الزماں کی شاعری..... لطیف و نازک ہے لیکن عمدگی میں اس کی نثر کے برابر نہیں پہنچتی، بیک وقت عمدہ شاعری اور عمدہ انشا پر دازی کسی ایک شخص میں بہت کم جمع ہوتی ہیں ابو القاسم ناصر الدولہ کے متعلق کہے ہوئے اشعار سے اس کی شاعری کا اندازہ ہو سکتا ہے جو درج ذیل ہیں۔

واقعی حیاء ک یار یا۔ ح نقد کسدرت العین ہزا

خلع الربیع علی الربی۔ در بو عبا خز او بزا

دکان امطار الربیع۔ الی مدی تنفیک تعزی

غصی جنونک یار یا۔ ض نقد خنت الحور غمزا

وارفق جفتک یا غما۔ م نقد خدشت الورود خزنا

ومطار فائدہ نقشت۔ فی سایہ الامطار طرزا

یا ایہ الملک الذی۔ بسا کر الامال یفری خلقت ید اک علی العدی۔ سیفاو للعاقلین کنزا

لازلت یا کف الامیر۔ لنا من الاحداث حرزا

مقامات بدیع..... حریری اور بدیع دونوں بڑے اہل علم اور اہل ادب سے تھے مشرق و مغرب میں ان کا شرہ تھان کی نظم و نثر ضرب المثل تھی انہوں نے رسائل بھی لکھے اور مقامات بھی اور ان میں بلند پایہ لطیف مضامین کو شستہ عبارات میں پر اثر اور زور دار طریقہ کے ساتھ بیان کیا خوشگوار استعارات عمدہ اور بہترین تھیں، پر زور اور نادر تشبیہات مشہور حکمتیں اور کہاوتیں قرآنی اقتباسات، آثار قدیمہ کی جانب اشارات دونوں کی مقامات میں بدرجہ کمال پائے جاتے ہیں، ان ہی صفات کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں ادب کے روشن چراغ بلکہ ”فرقدین“ ستارے ہیں لیکن بدیع الزماں سب سے پہلا شخص ہے جس نے اس صنف نثر میں خوبی پیدا کی جس کا اعتراف خود حریری نے اپنے مقامات میں کیا ہے بدیع نے مقامات لکھنا سنے استاد ابن فارس سے سیکھے پھر بھیک مانگنے اور دوسرے موضوعات پر اس نے چار سو مقامات املاء کرائے جنہیں ابوالفتح اسکندری کی طرف منسوب کر کے عیسیٰ بن ہشام کی زبانی کہلایا ہے ان میں سے صرف تریپن مقامات دستیاب ہو سکے جن کی شرح محمد عبدہ نے کی ہے۔ شیخ عبدہ نے لکھا ہے کہ بدیع کے کلام کی امتیازی خصوصیات میں یہ ہے کہ اس کو اپنی فصاحت اور شان و شوکت کے لحاظ سے اہل دبر (بدوی لوگ) کے کلام پر فخر حاصل ہے اور لطافت و نزاکت اور ساخت و پرداخت کے اعتبار سے اہل حضر (شہری لوگ) کے کلام سے ملتا جلتا ہے وہ سامع کے ذہن و فکر میں جہاں اپنے خیموں کے درمیان ہونے کا نقشہ کھینچتا ہے وہیں عبارات و محلات کی رہائش کا منظر بھی پیش کرتا ہے۔

بدیع الزماں کی دیگر تصانیف..... آپ نے مقامات کے علاوہ بہت سے رسائل بھی لکھے ہیں جو فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بہت معیاری ہیں چنانچہ ابن خلکان نے اسی وصف کے ساتھ آپ کا تعارف کر لیا ہے فرماتے ہیں۔

صاحب الرسائل الرفیقہ والمقامات الفانقہ.

عمدہ رسائل اور بلند تر مقامات والے تھے

آپ کے مکتوبات کو حاکم ابو سعید عبدالرحمن بن سعد نے جمع کیا ہے نیز اس کے اشعار کا ایک دیوان بھی ہے۔

وفات..... آپ نے بروز جمعہ ۱۰ جمادی الثانیہ ۳۹۸ھ میں ہرات شہر میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے بعض حضرات نے سنہ وفات ۳۹۲ھ سے سبب وفات میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ طبعی موت مر اور بعض کہتے ہیں کہ زہر دے کر مارا گیا۔ وفات کا عجیب و غریب واقعہ..... حاکم ابو سعید فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے معتبر لوگوں سے سنا ہے کہ آپ پر سکتہ طاری ہوا اور حالت یہ ہو گئی کہ

بسکہ اب دیر نہیں صبح چلے شام چلے

سفر ملک عدم پر ہیں رشید آمادہ

لوگوں نے سمجھا کہ آپ کی روح پرواز کر گئی اس لئے انہوں نے دفن کر دیا، قبر میں آپ کو افاقہ ہو گیا اور وہاں کی تاریکی دیکھ کر چیخا چلانا شروع کیا، لوگ آواز سن کر دوڑے اور قبر کھولی تو اس حال میں ملے کہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ہیں گویا قبر کے خوف و ہراس سے آپ پر موت طاری ہو گئی۔

## (۱۶۷) صاحب دیوان بختری

نام و نسب اور پیدائش..... ابو عبادہ ولید بن عبید اللہ بن سحی بختری الطائی خالص عربی النسل تھا۔ بخر جو اس کے اجداد میں کوئی صاحب تھے اس کی طرف منسوب ہو کر بختری کہلاتا ہے اور اسی سے مشہور ہے یہ ۲۰۶ھ میں بمقام ”مخ“ جو حلب

اور قرأت کے درمیان ایک جگہ ہے پیدا ہوا اور دیہات میں طائی قبائل وغیرہ میں پرورش پانے کی وجہ سے عربی فصاحت اس پر غالب رہی۔

حالات زندگی..... بخری اپنے وطن سے بغداد گیا وہاں ابو تمام سے ملاقات ہوئی اور اسی کا ہور ہا چنانچہ اس سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ بدیع میں اس کے طریقہ کو اپنایا اور ابو تمام کا پروردہ بن کر اس کی آواز کو دہرا تا اور اسی کے نقش قدم کا اتباع کرتا رہا کیونکہ یہ بھی اسی جیسا طائی تھا یہیں تک کہ ایک روز اس سے ابو تمام نے کہا بیٹے! بغداد امیرے بعد تم ہی شاعروں کے سردار مانے جاؤ گے خدا نے اس کی یہ پیشین گوئی سچ کر دکھائی چنانچہ ابو تمام کے بعد بخری کی شاعری کا چرچا گھر گھر عام ہو گیا اور وہ اب و شاعری میں امام بن گیا عراق میں یہ متوکل نور اس کے وزیر بن خاقان کا خدمت گار رہا یہاں تک کہ وہ دونوں اس کی موجودگی میں قتل کر دیئے گئے اور یہ مٹی واپس آ گیا اس اثنا میں کبھی کبھار بغداد کے گاؤں ”سرمن رانی“ کے رئیسوں کے پاس جاتا اور ان کی مدح کرتا رہا، ابو تمام کے علاوہ دیگر علماء سے بھی روایت رکھتا ہے جن میں ابو العباس میرد بھی شامل ہے۔

بخری کا ادبی مقام..... بخری اپنے زمانہ کا بلند پایہ شاعر اور ادیب تھا امراء و سلاطین کی مجالس میں اس کے اشعار بنظر استحسان دیکھے اور سنے جاتے تھے اس کے اشعار سلاسل الذہب کہلاتے ہیں پر شوکت الفاظ مضامین کی دل کشی حلاوت و فصاحت اس کا وہ خاص اسلوب ہے جس میں وہ اپنے استاد عربی سے بھی ممتاز ہے اور یہی وہ اسلوب ہے جسے اس کے معاصرین اور بعد میں آنے والوں نے اپنایا اور جسے بعد میں ”اسلوب اہل شام“ سے پہچانا جانے لگا۔

بڑے بڑے شعراء کا حسن اعتراف..... مشہور شاعر معری سے پوچھا گیا کہ ابو تمام بخری اور منتہی تینوں میں اچھا شاعر کون ہے معری نے کہا کہ ابو تمام اور منتہی دونوں عقلمند ہیں اور شاعر درحقیقت بخری ہے ابو الطیب منتہی جو بڑوں بڑوں کو نظر میں نہیں لاتا اس نے بخری کی شان میں ایک مستقل قصیدہ لکھا ہے جو چودہ اشعار پر مشتمل ہے جس کے تین شعر یہ ہیں۔

واین منک ابن یحییٰ صولتہ الاسد

فاین من زفرانی من کففت بہ

وہا لوری قل عندی کثرة العدد

لما ورتت بک الدنيا فملت بہا

ابا عبادۃ حتی ورتت فی خلدی

مادرافی خلد الابام لی فرح

اخلاق و عادات..... علم و ادب اور فضل و کمال کے ساتھ ساتھ بخری میلے کچیلے کپڑوں والا نہایت بخیل اور بڑا کنجوس تھا شعر پڑھنے اور سنانے کا انداز نہایت ناپسندیدہ اور بھونڈا تھا اپنا کلام پڑھتے وقت جھکتا یا چھینچھینچتا، جھک کر جھک کر آگے یا پیچھے ہٹتا کبھی سر کبھی مونڈھوں کو حرکت دینا آستین سے اشارہ کرتا ہر شعر کے بعد ٹھہرتا اور کہتا تھا بخدا کیا خوب عرض کر رہا ہوں پھر سامعین کی طرف متوجہ ہو کر کہتا تھا آپ لوگوں کو کیا ہوا کہ اس کلام کی داد نہیں دے رہے۔ بخدا یہ وہ کلام ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے سب قاصر ہیں۔“

اہل کمال کی فضیلت کا اعتراف..... ہاں ہمہ لو صاف بخری منصف مزاج اور صاحب کمال لوگوں کی فضیلت کا معترف تھا اور بوکس دعویٰ نہیں کرتا تھا ایک مرتبہ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم زیادہ اچھا شعر کہتے ہو یا ابو تمام اس نے جواب دیا جیدہ خیر من جیدی و ردی خیر من رویہ“ اس کا عمدہ شعر میرے عمدہ شعر سے اور میرا ردی شعر اس کے ردی شعر سے بہتر ہے نیز ایک مرتبہ لوگوں نے اس کے اشعار سن کر کہا ”آپ ابو تمام سے بہتر شعر کہتے ہیں۔“ اس نے کہا تمہارے اس قول سے نہ مجھے کوئی فائدہ پہنچے گا اور نہ اس سے ابو تمام کا کوئی نقصان ہو گا بخدا اس کے طفیل میں روٹی پارہا ہوں میری دلی تمنا ہے کہ میں لوگوں کے کہنے کے مطابق ہوتا لیکن بخدا میں ابو تمام کا تابع، اس کا خوشہ چین اور اس کی پناہ میں رہتا والا ہوں اس کی تیز و تند ہوا کے

۱۔ تو میری آہوں سے کس مرتبہ میں جس میں اس محبوب کی آہیں جس پر میں عاشق ہوں اور کس مرتبہ میں ہے اسی حسی کے بیٹے تیرے حملے سے شیر کا حملہ جب میں نے تیرے ساتھ دنیا کو تولد تو دلور نالور اہل دنیا سے تیرا اہلہ جھکد باس وقت سے میرے نزدیک کثرت عدد کمتر اور بے حقیقت ہو گئی اے ابو عبادہ زمانہ کے دل میں میرے لئے بھی کوئی خوشی نہ گزری یہاں تک کہ تو میرے دل میں گزرا۔“

سامنے میرا نرم و نازک جھونکار دکھاتا ہے اور اس کے آسمان کے مقابلہ میں میری زمین پست رہ جاتی ہے۔  
بختری شاعری..... شعر و شاعری میں بختری ابو تمام کا پیر و اور بدیع میں اس کا تابع ہے تاہم معانی کیلئے نہایت حسین الفاظ  
منتخب کرتا ہے، اس نے مضامین و معانی فطرت کے جمال افزہ نظاروں اور اپنے تیل کے المام سے پیدا کئے ہیں نہ کہ علم منطق  
کے قیوں سے اس طرح اس نے شاعری کے حسن و جمال رفتہ کو واپس کر دیا بختری نے ہجو کے علاوہ شاعری کی تمام اصناف  
میں جولانی طبع دکھائی ہے عمدہ مدح کہنا اس میں اعتدال کو ملحوظ رکھنا مدوح کے اخلاق کی پوری پوری تصویر کشی انوکھے محلات  
اور عمدہ تعمیرات کا وصف اس کی شاعری کی ماہرہ الامیاز خصوصیت ہے تقریباً اس کے ہر قصیدہ کے آغاز میں تشبیب ہوتی ہے۔  
بختری شاعری کا نمونہ..... معتز باللہ ابن التوکل کی تعریف میں لکھتا ہے۔

لک عہد لدی غیر مضاع. بات شوقی طوعا لہ ویراعی وھوی کلما جری منہ و مع. ایس العاذلون من اقلاعی  
تو تو لیت عنہ خیف رجوعی. او تجوزت فیہ خیف ارتجاعی  
توکل کے تعمیر کردہ تالاب کا وصف بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

تنصب فیہاد فولاد الماء معجلہ. کالقیل خارجہ من حیل محبر یھا  
من السبائک تجری فی محار یھا. اذا علتھا الصبا ابدت لھا جکا  
من الجواش مصقولا حواشیھا  
مخاحب الشمس احیا نابضا حکمھا. وریق الغیث احیاناً یبیا کھیھا

اذا النجوم ترات فی جوائیھا. لیلا حسب سماء رکت فیہا

خلیفہ متوکل کی مدح اور عید الفطر کے موقع پر مبارک بادی میں لکھتا ہے

بالبر صمت وانت افضل صائم۔ وبتہ اللہ الرضیۃ تظفر  
یوم اغر من الزمان مشہر۔ اظہرت عز الملک فیہ یحفظ  
فالقیل تصبیل، الفوارس مدعی۔ وایمضی جمع، والاسۃ ترہر  
والجو معتکر الجوانب اغمر۔ وایتمس طالعہ تو قد فی النضی  
حتی طلعت بنور و منک فاخل۔ ذاک الدجی، وایجاب ذاک العشر  
یومی الیک براہین حنظر۔ ذکر واطلک الی فیہا  
حتی انتہیت الی المصلی لابننا۔ نور الہدی ید وعلیک وینظہر  
للہ لایزہی ولا یتکبر۔ مخلوان مشا قاتکف فوق ما  
ابدیت من فصل الخطاب حکمت۔ تمی عن الحق المبین وحبیب  
خواب میں محبوبہ کے دیدار پر لکھتا ہے

اذا ما الکوری اھدی الی خیالہ. شغی قرہ البتریخ او نفع الصدی  
حسبت حبیباً راح منی او غدا. ولم او مثلینا ولا مثل شاننا

بختری کے معاشی حالات..... بختری کا بیان ہے کہ میں ابو عامر کے یہاں محض میں حاضر ہوا دیکھا کہ بہت سے  
شعراء وادباء دربار میں حاضر ہیں اور اپنے اپنے اشعار پیش کر رہے ہیں میں نے بھی اپنا کلام پیش کیا شاہ نے پوری توجہ کے  
ساتھ میرا کلام سنا اور ختم مجلس کے بعد میری مزاج پر سی کرتے ہوئے پوچھا معاشی لحاظ سے تمہارا کیا حال ہے۔ میں نے  
اپنی غربت اور افلاس کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ بہت ہی پریشان ہوں یہ سن کر شاہ نے اہل معرہ کے نام ایک خط لکھا  
جس میں میرے اشعار کی تعریف و توصیف کی اور میری مدح و ثنا کے بعد سفارشی کلمات لکھے جب میں خط لے کر معرہ پہنچا

اذا انتزعتہ من یدی انتباہتہ

نعذب ایقاضا وننعم ہجدا

توان لوگوں نے میرا امتحانی اکرام و اعزاز کیا اور چار ہزار روپے بطور وظیفہ مقرر کر دیئے۔  
بھٹری کی وفات..... اس کے سنہ وفات میں اختلاف ہے بعض نے ۲۸۵ھ ذکر کیا ہے اور بعض نے ۲۸۳ھ اور بعض  
نے ۲۸۲ھ لیکن آخر الذکر ہی صحیح معلوم ہوتا ہے چنانچہ انجمن اسی اور تاریخ ادب عربی وغیرہ بہت سی کتابوں میں یہی سنہ  
نذکور ہے جائے وفات مقام پنج ہے۔

تصانیف..... بھٹری کی شاعری کو ابو بکر صولی نے یکجا کر کے حروف ہجاء کے مطابق ترتیب دیدیا ہے یہ دیوان آج بھی بعض  
مدارس میں پڑھایا جاتا ہے اس کے علاوہ اس کی کتاب ”معانی الشعر“ اور ”مناسبات بھٹری“ ہے جو ابو تمام کے حماسہ کی طرح ہے لیکن  
بھٹری کا حماسہ کثرت ابواب اور خوش آہنگ شاعری میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے یہ حماسہ ہیردت سے شائع ہو چکا ہے۔

## (۱۶۸) صاحب الاغانی

نام و نسب اور پیدائش..... ابو الفرج علی بن حسین بن محمد بن احمد اصبہانی نسلاً اموی اور آخری اموی خلیفہ مروان بن  
محمد کے اجداد میں تھا، اس کی ولادت ۲۸۳ھ میں معتقد باللہ کے عہد میں شہر اصبہان میں ہوئی بچپن بغداد میں گذرا جو اپنی  
اہمیت کے لحاظ سے اس زمانہ میں ام البلاد کی حیثیت رکھتا تھا۔

تحقیق اصبہان..... یہ ولاد یاٹ میں سے اصبہان بن فلوج کا یا اصبہان بن سام کا آباد کیا ہوا ہے یہ بھی کہتے ہیں کہ اصب  
بمعنی شہر ہے اور ہان سواران پس اصبہان کے معنی شہر سواران ہے یہ ملک ایران کا ایک بہت بڑا شہر ہے جس میں حضرت  
سلمان فارسیؓ، شیخ علی عماد الدین کاتب، ضمیری، شکیبی، غیاثی، نکائی مذاہنی وغیرہ بہت سے نامور لوگ پیدا ہوئے ہیں۔

اصبہانی کا ماحول..... اغانی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو الفرج کے فکر و فن کی تعمیر میں اس کے خاندان کے  
شعری و ادبی ماحول کا اہم حصہ ہے اس کا پورا گہرانہ شعر و سخن کے رنگ میں رنگا ہوا تھا اس کی چچی ساز و شنایکی دلدادہ تھیں  
اس کے والد کو موسیقی سے بڑی دلچسپی تھی آل مرزبان اس زمانہ میں گانوں اور موسیقی کے راگوں میں باکمال سمجھے جاتے  
تھے ذوق کے اس اشتراک کی بنا پر آل مرزبان اور ابو الفرج کے خاندان میں گہری دوستی تھی علم و ادب بھی اس کو ورثہ ملا  
تھا تعلیم و تعلم اور ادبی افادہ و استفادہ کے اس ماحول نے ابو الفرج کی سیرت و شخصیت کی تعمیر میں اہم رول ادا کیا۔

استفادہ علوم..... ابو الفرج نے جن باکمال اہل علم سے استفادہ کیا ان میں ابن درید، ابن الانباری، انسی، الحنفی طبری،  
نظریہ، ابن المرزبان، ابن قدامہ، اور یزیدی جیسے لغت، نحو، ادب، شعر، انساب، حدیث تفسیر اور تاریخ کے فضلاء و ائمہ  
ہیں ابو الفرج کی شخصیت کی تعمیر میں ان کا بڑا حصہ ہے جاہل کے علمی و ادبی ترکہ سے بھی پورا فائدہ اٹھایا اور ابو تمام بھٹری  
اور ابن الرومی کی نازک خیالی، پرگوئی اور حسن ادا سے استفادہ کیا باقی زندگی جیسے بلند پایہ شاعر کے عہد میں بسر کی جس  
کی شاعری کی پوری دنیا نے عرب میں دھوم مچائی اور اس کا یہ دعویٰ تھا۔

والد بہر الامن رواہ قصائدی      اذ اقلت شعر الراجح الدہر بعدا

اصبہانی دور حیات..... اصبہانی کا زمانہ عیش و عشرت، طوائف الملوک اور علوم و فنون کی ترقی کیلئے مشہور ہے یہ علم و ادب کا  
عہد زریں تھا عباسی عہد کا یہ تیسرا دور علوم و فنون کی ترقی کے ساتھ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو کر رنگ رلیوں، فضول  
خرچیوں اور عیش پرستیوں کیلئے مشہور ہے ابو الفرج اصبہانی اسی دور کا نمائندہ ہے جس کو علمی فضل و کمال کے ساتھ دنیاوی  
حیثیت سے بھی وجاہت حاصل تھی، عرصہ تک وہ مشہور بومی حکمران ابو محمد ابو زریا امہلی کا اہم نشین اور رکن الدولہ کا  
سیکرٹری رہا، سیف الدولہ کے دربار سے بھی منسلک رہا، بنو امیہ اندلس سے بھی اس کے تعلقات استوار و خوشگوار تھے، اس  
طرح اس کو بغداد، حلب اور اندلس وغیرہ کے مختلف و متضاد علمی و تمدنی سرچشموں سے استفادہ کا پورا موقع میسر ہوا۔ بغداد

میں فارسی الاصل شیعہ اور شعوبی اثرات حلب میں عربی حمدانی قوم پرستی کے رجحانات اور مغرب کے اموی تازثرات اور ان سب کی باہمی کشمکش نے ابو الفرج کے مزاج میں وسعت اور آزاد مشربی پیدا کر دی تھی اور وہ اپنی فطری صلاحیتوں کی بنا پر موقع شناس اور عیش پسند فنکار شاعر اور آزاد مشرب لویب کی حیثیت سے ابھر اور دیکھتے دیکھتے دنیائے عرب میں مشہور ہو گیا۔

جلالت شان و علو مقام..... ابو الفرج اصمہانی مشہور حکایت نگار، مایہ ناز انشاء پرداز، کامل ادیب، ماہر لسان و لغت شاعر نقاد، مورخ مرقع نگار، مصور عصر اور زبردست عالم تھا، علم انساب، صرف و نحو، سیر و مغازی، بیطرہ طب اور علم نجوم کے ساتھ ساتھ موسیقی اور ساز و سرود کا بھی ماہر تھا نیز علم مجلسی کا بڑا واقف کار، آثار صحابہ و تابعین اور احادیث مسندہ پر غیر معمولی نظر رکھنے والا اور داستان گوئی و سوانح نگاری میں اپنی نظیر آپ تھا۔  
قوت حافظہ..... غضب کی رکھتا تھا مشہور مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں۔

كان يحفظ من الشعر والاغاني والاحبار والامثال والاحاديث المسند والنسب ما لم ارقط من يحفظ مثله.

شعر، اغانی، اخبار و آثار، احادیث مسند اور نسب کا ایسا حافظ تھا کہ اس جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا  
اخلاق و عادات اور کردار..... کے متعلق بطرس البستانی لکھتا ہے

كان ابو الفرج لاصبهاني لطيف المنامة حسن المعاشرة هلو الحديث يحب اللذو و مجالس اللهو

و يشرب الخمر و يصحب القيان و المغنين.

ابو الفرج اصمہانی بڑا منفسار، آداب مجلس کا واقف کار شیریں گفتار، عیش و طرب کی مجلسوں کا دلدادہ، شراب نوشی کا خو شکر تھا اور مغلیوں اور طوائفوں کے یہاں رہتا تھا۔

یا قوت حموی صاحب معجم الادباء کا بیان ہے کہ یہ بڑا لامابالی تھا صفائی و ستھرائی اور لباس کی طرف اس کی کوئی توجہ نہ تھی، جب تک کپڑے پھٹ نہ جاتے نہ بدلتا تھا، وزیر مہلبی کو اس کی یہ عادت بڑی ناگوار تھی مگر اس کے علم و فضل اور شعر و ادب کی بنا پر گوارا کرتا تھا، اس کو جانوروں سے بڑی دلچسپی تھی چنانچہ اس کے یہاں بہت سے جانور پلے تھے جن میں ایک بلی اور مرغ بھی تھا جن کے مرنے پر اس نے نہایت دل کش انداز میں مرنے لکھے ہیں لوگ اس کی بچو سے ڈرتے تھے مگر منہ پھٹ ہونے کے باوجود نہایت خوش مزاج دلچسپ اور بذلہ شیخ تھا اپنی خوش گفتاری، لطیفہ گوئی اور ظرافت سے مہلبی جیسے وزیر کا نہایت مقرب صاحب اور ندمیم رہا ہے۔

مذہب و مسلک..... بطرس البستانی کی تحقیق ہے کہ یہ شیعہ تھا چونکہ شیعوں کے درمیان اس کی تعلیم و تربیت ہوئی انہیں سے میل جول رہا اس پر شیعوں کے احسانات بھی رہے تھے اس لئے اموی الاصل ہونے کے باوجود شیعیت پر قائم رہا جس پر ابن الاثیر نے تعجب کا اظہار کیا ہے اور بات ہے بھی عجیب اس لئے کہ ایک طرف تو اس نے مقاتل الطالبین میں اپنے کو شیعان علی میں شمار کیا ہے اور دوسری طرف اپنی امویت پر بھی فخر کرتا ہے دراصل وہ اپنے دور کے سیاسی سماجی اور فکری رجحانات کی ترجمانی اور ہم رنگی کے ساتھ بڑی ہوشیاری سے درباب اقتدار کے عظمت و جلال کو ختم کرنا چاہتا تھا چنانچہ اس نے ان کے کمزور پہلوؤں کو نمایاں کیا اور باب حکومت کی سر مستیوں کے ذکر سے اس کا مقصد آزادی اور آزاد خیالی کے رجحانات کی ہمت افزائی بھی تھی اور خوبصورت انداز میں درباب حکومت پر بالواسطہ تنقید بھی۔

ابو الفرج بحیثیت شاعر..... نثر نگاری نے ابو الفرج کو باقاعدہ طور پر شاعری اور قصیدہ نگاری کا موقع تو نہیں دیا پھر بھی اس کا اور ماحول شاعرانہ تھا خود ابو الطیب مستبکی اس کا ہم عصر تھا اس لئے ابو الفرج نے بھی کبھی تفریح اور کبھی ضرورت شعر و سخن کی طرف بھی توجہ کی اور اپنے ادبی دور اور موقع و محل کی مناسبت سے ہجو گوئی، مدح سرائی تو صلیبی شاعری اور کبھی کبھی وجدانی اور داخلی شاعری کے پھول کھلائے۔

وصفیہ شاعری..... میں ابو الفرج کو کمال حاصل تھا "رثاء الدیک" اس کا مشہور مرثیہ ہے جو اس نے اپنے پالتو مرغ کی موت پر لکھا تھا اس کا ایک ایک شعر اس کی دقیقہ رسی، بلندی، تخیل اور جدت ادیبانہ دیتا ہے اس نے ایسے انداز میں مرغ کی مرقع نگاری کی ہے جس سے اس کی تصویر نگاہوں کے سامنے پھر جاتی ہے اس کے کچھ نمونے ملاحظہ ہوں۔

لهفی علیک ابا النذیر لوانہ  
دفع المنايا عنک لهف شفیق  
اس کے سفید، چمکدار اور رنگ برنگے طاؤسی پروں کی مصوری ان الفاظ میں کرتا ہے۔

و کسیت کما اطانوس ریشا لامعا  
ملا لها ذارونق و بریق

من خمرة فی صفره فی خضره  
تخلیها یعنی عن التحقیق

اس کی گردن کے لوہری حصہ کو مون جزریں سے تشبیہ دیتا ہے اور اس کے کیس کو لعل عقیق کے تاج سے تعبیر کرتا ہے۔

و کان سالفیک تبر سائل  
و علی المفارق منک تاج عقیق

پھر اس کی سریلی آواز کو یاد کرتا ہے جس میں اس کو موسیقی کے نغمے محسوس ہوتے ہیں۔

نانی دقیق ناعم قرت بہ  
نغم مولفته من الموسیق

تاریخ و سیر کی کتابوں میں اس مرثیہ کے ۳۰ اشعار منقول ہیں جو سب بلند پایہ ہیں وصف الہر و الفار یعنی چوہے ملی کی توصیف پر بھی اس کی وصفیہ شاعری کا شاہکار ہے یہ اس کی جدت طبع تھی کہ اس نے روایتی و رباری شاعری سے ہٹ کر ترقی پسندانہ روش اختیار کی اور معمولی چیزوں پر طبع آزمائی کر کے ان کو بڑے دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔

مدح سرائی..... میں بھی ابو الفرج نے تشبیہات و استعارات سے بڑی ندرت پیدا کی سیف الدولہ اور وزیر مہلمی کی شان میں اس نے کئی قصیدے لکھے جو تاریخ ادب کی زینت ہیں اگرچہ قصیدہ نگاری میں مہلمی کے سامنے اس کا چراغ نہ جل سکا مگر اس میں بھی اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اعتراف اویوں کو کرنا پڑا وزیر مہلمی کے یہاں بچہ پیدا ہوا تو ابو الفرج نے اس کی صحیبت میں ایک طویل قصیدہ لکھا جس میں مہلمی کو مبارک باد دیتے ہوئے کہتا ہے۔

اسعد بمو لودا تاك مبارکا  
کالبدرا شرق جع لیل مقمر

شمس الضحی قرت الی بلدر الدجی  
حی اذا اجتماعا انت بالمشتری  
ایک دوسرا قصیدہ تہنیتہ عید الفطر کا ہے جس کا مطلع ہے

اذا ما علا فی الصدر و النهی و الامر  
وزیر مہلمی کی تعریف میں کہتا ہے۔  
ولسبهما فی النفع منه و فی الضر

ولما انتجعنا لاندین بظله  
اعان دماغنی و من و مامنا

وردنا علیہ مقترین فراشنا  
وردنا حماہ مجدین فاخصنا

ایک دوسرے قصیدہ میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے

لذاتک نفسی هذا الشتاء. علینا بسطانہ قدھجم  
ولم یبق من نشبی درھم

ولامن ثیابی الارم. یوتر فیہا نسیم الھواء  
وتخر قھا خافیات الوھم

فانت العماد و نحن العفاه. وانت الرئیس و نحن الخدم

بجو گوئی..... کی بہت سے اہل ادب نے تعریف کی ہے لیکن اس کی بجو گوئی طنز و مسخر کی روح سے جو بجو کی جان ہے بالکل خالی ہے، راضی باللہ کے عہد میں جب ابو عبد اللہ بریدی منصب وزارت پر سرفراز ہوا تو ابو الفرج نے ایک طویل بجو یہ قصیدہ لکھا جس کے دو شعر یہ ہیں۔

قد تولى وزاره وابن البريدى

ياساء اسقطنى ويارض ميدي

وحيت آثاره نور مودى

بدم ركن الاسلام واهمك الملك

ابن البريدى وزارت پر آگيا ہے اسے زمین تو دھنس کیوں نہیں جاتی اسے آسمان تو ٹوٹ کر گر کیوں نہیں جاتا اسلام کا ستون گر ادا گیا، اقتدار سوا ہو گیا اس کے آثار مندا ئے گئے کیونکہ وہ شخص برباد ہی کرنے والا ہے۔ ایک بار وہ کسی وجہ سے اپنے سر پرست ابو محمد وزیر مہلبی سے شکوہ سنج ہوا اور کہنے لگا۔

بعد الغنى فرجيت بي من خالق

ابعين مفتقر اليك رانيتى

کیا آپ نے کسی گداگر کی طرح مجھ کو سمجھا ہے اگر ایسا ہے تو آپ نے گویا معنی بنانے کے بعد مجھ کو بلند یوں سے نیچے دھکیل دیا ہے۔ آخر میں کہتا ہے۔

املت للاحسان غير الخالق

لست المعلوم انا المعلوم لاننى

آپ مورد ملامت نہیں تصور دار تو میں ہی ہوں کہ میں نے خالق کائنات کو چھوڑ کر اس کے غیر سے حسن سلوک کا آسرا لگایا۔  
داخلی اور وجدانی شاعری..... ایک مرتبہ ابو الفرج بصرہ گیا وہاں وہ بالکل اجنبی تھا کسی سے بھی واقف نہ تھا صرف بعض لوگوں کا نام جانتا تھا اس کس مہر سی کے عالم میں وہ ایک سرانے کی طرف چل پڑا اور اسے ایک کمرہ کرایہ پر ملا اسی کمرہ میں حکایت حال کے طور پر ایک قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں ان میں وہ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ آخر میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ کیا اب دنیا سے میزبانی و مہمانی کی رسم اٹھ چکی ہے۔ بازار کا کھانا اور کرایہ پر رہنا تو مجھے اپنا اچھا گھریا دلانا ہے ایسی حالت میں میں کیونکر خوش و خرم رہ کر چین کی نیند سو سکتا ہوں وہی پاک ذات غیب کی بات جانے! اس مفہوم کو اس نے اس طرح ادا کیا ہے۔

اصار فى الدهر والى حاله

الحمد لله على ما ارى. من صنعى من بين هذا الورى

وصار خبز البيت خبز الشرى

يعدم فيه الضيف عند القرى. اصبح ادم السوق لى ما كلا

فكيف الغنى لاهيا ضاحكا

وبعد ملكى منزلا مبهجا. سكت بهامن بيوت الكرى

وبين ابدينا وتحت الثرى

وكيف احظي بلذيد الكرى. سبحان من يعلم خلفنا

ابو الفرج اصیہالی بحیثیت شاعر..... بنیادی طور پر ابو الفرج ایک انشاء پرداز اور صاحب طرز ادیب تھا اس کا جوہر نثر و انشاء ہی کے میدان میں نمایاں ہوا نثری ادب میں اس کا حصہ نہایت مہتمم بالشان ہے اور اس کی بیشتر ادبی خدمات کا تعلق چار دائروں سے ہے۔ ۱۔ حکایت نگاری، ۲۔ تاریخ نویسی، ۳۔ تنقید نگاری، ۴۔ مرقع نگاری اور تصویر کشی۔

حکایت نگاری..... اس کا خاص موضوع ہے اغانی کی حکایات میں اس نے لوبی رنگ و آہنگ میں عرب اور لیا م عرب کے واقعات، ادباء و شعراء کے قصوں، سازندوں اور موسیقی کاروں کے لہجوں کو اس دلچسپ اسلوب نگارش میں پیش کیا ہے جس کی دوسری مثال مشکل سے مل سکتی ہے، اغانی کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس کتاب میں اغانی (راگ رانی) اور مغنیوں کے حالات بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر حکایت سے حکایت ٹھٹکی چلی گئی اور ضمنا اخبار و آثار، سیر و اشعار، ادبی قصص اور لطائف و ظرائف بھی شامل ہوتے گئے اور فنکاروں کے ذکر میں ان کے اخلاق و عادات اور فکر و فن پر تبصرہ بھی شامل ہو گیا اس طرح حکایت نگاری کے پردہ میں ایک عمد کی پوری زندگی اس کتاب میں جلوہ آراء ہو گئی۔

تاریخ نویسی..... خالص تاریخ میں ابو الفرج کی کوئی کتاب موجود نہیں کتاب الاغانی کی حکایات و مرویات کی حیثیت انہم تاریخی قصوں سے زیادہ نہیں جو بعد میں رومان میں تبدیل ہوتے گئے، اغانی کی اہمیت و شہرت کی وجہ اس کی تاریخی حیثیت



نہیں بلکہ ادبی سے اس سے ایک ادیب اور انشا پرداز کے ذوق کی آسودگی ہوتی ہے اور متفرق واقعات کی روشنی میں چند ادوار کی عمومی جھلک بھی دیکھی جاسکتی ہے لیکن ایک مورخ و محقق کی تسکین کا سامان اس میں نہیں ہے۔

البتہ ابو الفرج کی ایک دوسری تصنیف ”مقاتل الطالبین“ ہے جو تاریخی سیر و سوانح کی کتاب ہے اس میں اس کا تاریخی ذوق نمایاں ہے یہ کتاب اس نے ۲۹ سال کی عمر میں مکمل کر لی تھی، اس میں عمدہ رسالت سے لے کر ۳۱۳ھ تک بنی طالب کے جتنے لوگ قتل کئے گئے ان سب کے سیر و سوانح اور اسباب قتل روایت حدیث کے طرز پر رواہ کے سلسلہ کے ساتھ لکھے گئے ہیں خواہ رواہ کسی پایہ کے ہوں اس میں موصوف نے دروغ بر گردن رلوی کے اصول پر عمل کیا ہے چونکہ اس کتاب میں

اغانی سے زیادہ تاریخ نویسی کے ادب ملحوظ رکھے گئے ہیں اس لئے اس کو مصنف کی تاریخی خدمات میں شمار کیا جاتا ہے۔

حالات و زمانہ کی تصویر کسی..... اور اشخاص کی مروجہ نگاری اصہبانی کا خاص موضوع ہے جس کا نمونہ الاغانی ہے اسکی تاریخی حیثیت جیسی بھی ہو مگر بحیثیت مجموعی اس دور کے حالات کی جیسی تصویر اس میں نظر آتی ہے کسی کتاب میں نہیں مل سکتی۔

تنقید نگاری..... میں بھی ابو الفرج نے اپنی عبقریت اور تنقیدی بصیرت کا ثبوت دیا ہے بحیثیت مجموعی اس کی تنقید میں بڑا اعتدال و توازن ہوتا ہے، تنقید ادب ہو یا تنقید سماج اس کی تنقیدیں انفراد و تفریط اور انتہا پسندی سے پاک ہوتی ہیں۔

اسلوب نگارش..... واقعات کی روایت میں ابو الفرج نے محدثین کا طرز اختیار کیا ہے جو اس دور میں مقبول عام تھا چنانچہ انہیں کی طرح روایت میں معصن سلسلے ”عن فلاں بن فلاں“ کا اہتمام اغانی اور مقاتل الطالبین دونوں کتابوں میں رکھا ہے

البتہ استاد کی صحت اور رواہ کی جرح و تعدیل کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں رکھی، مقاتل الطالبین میں کبھی کبھی بعض رواہ کی خامیوں کی طرف اشارہ کر جاتا ہے مثلاً ایک جگہ علی بن محمد النوفلی کی روایت کو بیکار محض اور انواہ (اراجیف و باطلیل) قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس کی تمام روایات اس کے والد سے موقوف مروی ہیں جو اس سے بہت دور کوفہ سے بہت پہلے

جا چکے تھے، مفرد الفاظ اور فقرے نہایت چست، بر محل، موزوں اور سچے تلمے استعمال کرتا ہے، زبان سلیس اور ترکیبیں شگفتہ ہوتی ہیں جو ہر دور میں مقبول رہیں حتیٰ کہ آج بھی ان کا رنگ پھیکا نہیں پڑا یہی وجہ ہے کہ اغانی اپنے موضوع اور زبان و

بیان کے اعتبار سے ہر دور میں بے مثال اور سدا بہار رہی ہے اور آج بھی ہے الفاظ اور زبان پر اس کو اتنی قدرت ہے کہ چند الفاظ اور فقروں میں مطلوب چیز کا پورا نقشہ کھینچ دیتا ہے مثلاً غظ و غضب کا بیان ان الفاظ میں کرتا ہے ”فتر بدو و جظلت نیناہ و ہم بالبوئوب، فحقن کما حقن الطائر، فاضطرب اضطراب الصغور فحیل الی ان الشجرۃ سحطن“

اصہبانی کی وفات..... بروز چہد شنبہ ۱۴ ذی الحجہ ۲۶۵ھ میں مدینہ السلام بغداد میں ابو الفرج کی وفات ہوئی اسی سال ابو علی قالی جیسے عالم اور سیف الدولہ معز الدولہ بن بویہ اور کافور انشیدی جیسے ادب نواز بادشاہوں کا بھی انتقال ہوا تھا کہتے

ہیں کہ مرنے سے پہلے ان کے حواس کچھ مختل ہو گئے تھے اغانی کے مقدمہ میں الطون صالحانی نے ان کی وفات پر بڑے موثر انداز میں اظہار تاسف کیا ہے۔

لما قبض ابو الفرج جنت حدائق الادب و ذوات اشجار النسب واصبح الابداء ایاماً وھانوا بعدان کا

نوکر اما علی ان من ترک مولفا مثل ھذا لاموت له ذکر ولا یقطع له نشر.

ابو الفرج کے انتقال سے ادب کے چستان ویران ہو گئے انساب کے شگونی مر جھا گئے، ادباء بے سہلا ہو گئے جبکہ وہ اس سے پہلے صاحب کرم تھے، لیکن جس نے اغانی جیسی یادگار چھوڑی ہو اس کا ذکر نہیں مٹ سکتا وہ ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

وامامات من البقی لنا ذکر علمہ واحیالہ ذکر اعلیٰ غایرا لدھر

جب تک کسی کے علمی ذخائر باقی ہیں وہ نہیں مر سکتا، اس کا ذکر ہمیشہ زندہ رہے گا۔

اصہبانی کے ادبی کارنامے..... یا قوت حموی کے بیان کے مطابق اس کی جملہ تصانیف کی فہرست حسب ذیل ہے۔ ۱۔

الاعانی الکبیر، ۲۔ الاعانی الصغیر یہ ابو الفرج نے الاعانی کی تمام جلدوں کا خلاصہ ایک جلد میں کیا تھا، ۳۔ مقاتل الطالبین تاریخ کتاب ہے جس میں بنو طالب کے مقتولین کے سوانح کور ان کے قتل کے اسباب بیان کئے ہیں، ۴۔ ادب الغریاء، ۵۔ التحدیل والانصاب فی اخبار القبائل و انسابہا، ۶۔ اخبار القیام، ۷۔ الاماء والشواعر، ۸۔ کتاب الممالیک الشعراء، ۹۔ کتاب الادیات، ۱۰۔ کتاب تفصیل ذی الحجہ، ۱۱۔ کتاب الاخبار والنوادر، ۱۲۔ کتاب لوب السماع، ۱۳۔ کتاب اخبار الطفیلین، ۱۴۔ مجموع الاخبار والآثار، ۱۵۔ کتاب الخمارین والخمرات، ۱۶۔ کتاب الفرق والمعیاء فی الادعاد والاحرار، ۱۷۔ کتاب دعوة النجار، ۱۸۔ کتاب اخبار حطیہ البرکلی، ۱۹۔ کتاب جمہرۃ النسب، ۲۰۔ کتاب نسب بنی عبد شمس، ۲۱۔ کتاب نسب بنی شیبان، ۲۲۔ کتاب نسب المہلبتہ، ۲۳۔ کتاب نسب بنی تغلب، ۲۴۔ کتاب الظلمان الغنین، ۲۵۔ کتاب الخصیان، انطون صالحی نے عربی نے اعانی کے مقدمہ میں کتاب ”نزہۃ الملوک والاعیان فی اخبار القیام والمغنیات الاوائل الحسنان“ کا تذکرہ کیا ہے اس کے بیان کے مطابق اس کتاب میں ابو الفرج نے مشہور گانے والیوں کے حالات زندگی اور ان کے گانے کے طرز پر روشنی ڈالی ہے اس کے ساتھ بڑے دلچسپ لطائف و ظرائف اور پر تکلف حالات قلمبند کئے ہیں۔

کتاب الاعانی..... یوں تو ابو الفرج کے علمی ادبی کارنامے بہت ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا فہرست سے ظاہر ہے لیکن اس کا ادبی پایہ تنہا ”الاعانی“ کی بنا پر ہے جو اس کی شاہکار تصنیف ہے اس لئے ہم ذیل میں اس کا تعارف قدرے تشریح کے ساتھ مکراتے ہیں۔

عربی شاہکار، سرچشمہ ادب و انشاء اور مایہ ناز و بے نظیر کتاب ”الاعانی“ کے بارے میں اہل علم اور مورخین کا متفقہ فیصلہ ہے ”لنہ لم یعمل فی بابہ مثله“ کہ اس موضوع پر اس جیسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی اور یہ کہ ادب کی ہر کتاب اس سے کم درجہ یا اس کی خوشہ چیں ہے نیز یہ کہ اگر یہ جامع تصنیف نہ ہوتی تو جاہلیت صدر اسلام اور عمدہ بی امیہ کی بڑی ادبی روایات ضائع ہو جاتیں، اس کتاب کی بنیاد ان سوسروں پر ہے جو خلیفہ رشید کیلئے منتخب کئے گئے تھے اور جن میں واقع کیلئے اضافہ کیا گیا تھا اور جو خود اس نے اپنے منتخبہ راگوں میں سے پسند کئے تھے اس کتاب کے بہت سے اجزاء ہیں جن میں سے ۱۲۸۵ھ میں بیس اجزاء شائع ہوئے تھے بعد میں ایک مستشرق کو یورپ کے کسی کتب خانہ میں اس کا ایک اور حصہ مل گیا تو اس کے اکیس اجزاء مکمل ہو گئے ایک اطالوی پروفیسر گوئیڈے نے اس کی طویل فہرست ابجد کے لحاظ سے مرتب کی جو ۱۹۰۰ء میں لندن سے شائع ہوئی پھر وہ فہرست عربی میں منتقل ہو کر ۱۲۲۳ھ میں الاعانی کے ساتھ مصر سے شائع ہوئی، موصوف کی یہ کتاب ایک طرح کی ادبی انسائیکلو پیڈیا ہے جس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو کر لویات عالم میں جگہ پانچکے ہیں اہل مغرب خصوصیت سے اس کتاب کے شیدائی رہے ہیں۔

مدت تالیف..... کے بارے میں ابو محمد الوزیری المہلبی نے آپ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کتاب کو پچاس برس کی محنت شاقہ کے بعد مکمل کیا ہے اور اپنی عمر میں صرف ایک بار ہی لکھا ہے۔

کتاب الاعانی کی قدر و قیمت..... کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ابو الفرج نے یہ کتاب مکمل کرنے کے بعد سیف الدولہ کے حضور میں پیش کی وہ اس وقت رومیوں سے جنگ کی تیاری میں مشغول تھا اس نے ایک ہزار اشرفیاں دیں اور معذرت کی کہ عجلت کے باعث اس کی پوری قدر نہ کر سکا یہ خبر جب نامور انشاء پرداز صاحب بن عباد کو پہنچی تو اس نے کہا سیف الدولہ نے ناقدری کی ابو الفرج تو اس سے کہیں زیادہ کا مستحق تھا اعانی کے قابل رشک محاسن اور سچے تلے فقروں کا حریف کون ہو سکتا ہے، یہ الفاظ اور فقرے زاہد کیلئے مایہ تفریح، عالم کیلئے معلومات کا خزینہ، انشاء پرداز اور جوئے ادب کیلئے سرمایہ تجارت، بہادر کیلئے ہمت و شجاعت کی ڈھال، ظریف کیلئے ریاضت و صناعت، بادشاہ کشور کشا کیلئے سامان سرور و لذت ہیں میرے کتب خانہ میں ایک لاکھ سترہ ہزار کتابیں ہیں مگر اعانی سے بڑھ کر میری انیس کوئی کتاب نہیں۔

صاحب بن عباد نے یہ بھی کہا کہ کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جس کی مجھے جستجو رہی اور اغانی میں نہ مل گئی ہو جو واقعات علماء نے بہت سی کتابوں میں لکھے ہیں وہ سب اس میں حسن تالیف اور لطف بیان کے ساتھ موجود ہیں سیف الدولہ سفر و حضر میں اس کتاب کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا، کہتے ہیں کہ اس کا ایک مسودہ بغداد میں چار ہزار درہم میں فروخت ہوا تھا، صاحب الخ طیب کے حوالہ سے بطرس بستانی نے لکھا ہے کہ اندلس کے اموی خلیفہ حاکم مسنصر نے اغانی کو محض دیکھنے کیلئے ایک ہزار دینار بھیجے تھے حکومت مروانیہ کے فرماں روا حکم بن ناصر کے بارے میں بھی اسی طرح کی روایت بیان کی جاتی ہے اس نے بھی ایک ہزار دینار صاحب اغانی کو محض اس کتاب کے دیکھنے کیلئے عنایت کئے تھے تاکہ وہ عباسی خلفا سے پہلے اس کو دیکھ لے۔

اغانی کی اہم خصوصیات ..... ڈاکٹر ذکی مہدک لکھتے ہیں کہ اغانی کے مقدمہ پر نظر ڈالنے سے اس کی اہم خصوصیات خود بخود واضح ہو جاتی ہیں۔ صاحب اغانی خود لکھتا ہے۔

”کتاب کے ہر فصل میں بیچھ نہ کچھ ایسا مواد مہیا کیا گیا ہے جو اہل ذوق کی تفریح کا سامان بن سکے، اس میں سنجیدہ واقعات بھی ہیں اور خرافات بھی، ایام عرب کے قصص بھی ہیں اور مستند تاریخی واقعات بھی، شاہان عرب اور خلفاء اسلام کے انسانے بھی ہیں اور شعراء و ادباء کے ظریفانہ قصے بھی موسیقی کے جس قدر راگ لکھے گئے ہیں ان میں سے بیشتر کے متعلق کوئی نہ کوئی ایسا افسانہ ضرور ہے جو لوگوں کے ہنسنے ہنسانے کا کام دے لیکن ہر لحن کے ساتھ اس کا التزام نہیں ہے اور جو واقعات نقل کئے گئے ہیں ضروری نہیں کہ وہ نتیجہ خیز بھی ہوں اور اگر نتیجہ خیز ہوں تو ضروری نہیں کہ سامعین کیلئے دلچسپ بھی ہوں جس سے اہل ذوق محفوظ ہو سکیں۔“

اغانی کا سلسلہ اسناد ..... جس دور میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اس دور میں نقل روایت کا ایک خصوصی بیج قائم ہو گیا تھا اور ہر واقعہ سلسلہ اسناد و رواہ کے ساتھ پیش کیا جاتا تھا اس کے بغیر کوئی کتاب مشکل ہی سے قابل توجہ بنتی تھی اس لئے اغانی بھی اسی اسلوب میں لکھی گئی چنانچہ اس کے مندرجات مسلسل سند سے مروی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ معین سلسلہ سے (عن فلاں ابن فلاں انہ قال کے انداز پر) جو حکایت بھی نقل کر دی جائے وہ لازمی طور پر مستند و معتبر ہی ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسناد کے خوبصورت سلسلہ کے باوجود رواہ اور اسناد دونوں نہایت کمزور ہیں اور ان میں بڑا تضاد و تناقص ہے، مستشرقین کو اس اسلوب نگارش سے غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے اغانی کی تمام روایات کو مستند خیال کر لیا جو زینب ہیل کی کتاب ”عربوں کا تمدن“ اسی غلطی کا ایک نمونہ ہے۔

اغانی کے انتخابات ..... بہت سے ادباء نے اس کے انتخابات لکھے ہیں جن میں سے وزیر ابن القربی متوفی ۴۱۸ھ ابن واصل حموی متوفی ۶۹۷ھ ابن باقیہ کاتب حلبی متوفی ۴۸۵ھ امیر محمد بن عبداللہ بن احمد حرانی متوفی ۴۲۰ھ جمال الدین محمد بن مکرّم انصاری متوفی ۷۱۱ھ قابل ذکر ہیں۔

## (۱۶۹) صاحب جمہرۃ اشعار العرب

ابوزید محمد بن ابی الخطاب قرشی متوفی فی حدود ۷۰۰ھ کی تصنیف ہے مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

## (۱۷۰) صاحب تعلیم التعلیم

تعارف ..... شیخ برہان الاسلام زرنوجی کی تصنیف ہے جو چھٹی صدی ہجری کے علما میں سے ہیں اور صاحب ہدایہ کے

تلامذہ میں ہیں آپ کے علاوہ شیخ قوام الدین حماد بن ابراہیم بن اسماعیل الصفاء شیخ رکن الاسلام المعروف بالادیب الختار، شیخ سعید الدین شیرازی، شیخ فخر الاسلام المعروف بقاضی خاں، شیخ رضی الدین نیشاپوری صاحب ”مکارم الاخلاق“ شیخ شرف الدین العقیلی اور شیخ فخر الدین کاشانی وغیرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔  
شعر و اشعار..... فقہ وقت ہونے کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے آپ کے اکثر اشعار نصح و ہدایت سے متعلق ہیں تعلیم المعلم میں ذکر کردہ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

من شاء ان يحتوى آماله جملا. فليتخذ ليله في دو کہا جملا

اقلل طعامك كي تحظى به ثمرا. ان شئت يا صاحبى ان تبلغ الكملا

دعى نفسك التكاثر والتواني. والا مايتبى في ذا الهوان قلم ارللكسالى الحظ يعطى. سوى ندم و حرمان الامان

الفقه انفس شتى انت ذاخره. من يدرس العلم لم تدرس مفاخره

فاكسب لنفسك ما اصبحت تجهله. فادل العلم اقبال واخره

اذا تم عقل المرء قل كلامه وايقن بحقق المرء ان كان ممكثرا

تصانيف..... آپ کی کتاب ”تعلیم المعلم“ تیرے فصلوں پر مشتمل ہے جس میں پڑھنے سے متعلق ضروری باتیں بتائی گئی ہیں یہ کتاب گو مختصر ہے مگر بہت مفید ہے مولانا عبدالحی صاحب نے اس کے متعلق لکھا ہے

هو كتاب نفيس مفيد مشتمل على فصول قليل الحجم كثيرا المنافع

یہ عمدہ اور مفید کتاب ہے جو چند فصلوں پر مشتمل ہے کم ضخامت والی اور بہت نفع والی ہے۔

شروح و حواشی کتاب ”تعلیم المعلم“..... (۱)۔ شرح ”تعلیم المعلم“ از شیخ ابراہیم بن اسماعیل۔

### (۱۷۱) صاحب منیۃ المصلی

شیخ سعید الدین محمد بن محمد بن علی کاشغری، آبائی وطن کاشغری تھا اس لئے نسبت میں کاشغری کہلاتے ہیں اپنے وقت کے بلند پایہ فقیہ تھے عرصہ تک مکہ معظمہ میں رہے اور علم تصوف حاصل کیا پھر یمن گئے اور وہاں نعر نامی ایک گاؤں میں مستقل اقامت پذیر ہو گئے۔

آپ کی تصنیفات میں ”مجمع الغرائب و متج العجائب“ چار جلدوں میں ہے اور منیۃ المصلی و غنیۃ المبتدی بعض مدارس میں داخل درس ہے جو صرف ابواب الصلوٰۃ پر مشتمل ہے شیخ ابراہیم حلبی نے ”غنیۃ المستملی“ کے نام سے اس کی بہت عمدہ شرح لکھی ہے جو کبیری کے نام سے مشہور ہے آپ نے ۱۳۰۵ھ میں وفات پائی۔

### (۱۷۲) صاحب بلوغ المرام

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”تختہ الفکر“ کے ذیل میں گزر چکے۔

### (۱۷۳) صاحب ریاض الصالحین

نام و نسب اور پیدائش..... محی الدین ابوزکریا محیی بن شرف بن حسن بن حسین بن محمد بن جمہ بن حزام النوادی، آپ ماہ محرم ۶۳۰ھ میں تولد مقام میں پیدا ہوئے جو ارض حوران میں اعمال دمشق کا ایک قصبہ ہے وہیہ بقول الشاعر

لہ از نو اندہیہ تعلیم المعلم ۱۲۔ ۱۲ کتاب الاعلام ۱۲۔

لقبت خیر ایاہوی

ووقیت من الم النوی. فلقد نشابتک عالم

لله اخلص مانوی. و علا علاه و فضلہ

فضل الحبوب علی النوی

اس لئے نسبت میں نوادی کہلاتے ہیں اتحاف میں سال ولادت ۸۱ھ ہے جو ناخین کی تحریف ہے۔

تحصیل علوم..... ابتدا میں اپنے شہرہ میں رہ کر قرآن پاک حفظ کیا پھر ۶۳۹ء میں انیس برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ مدرسہ رواجہ دمشق میں آگئے اور وہاں کمال الدین اسحاق بن احمد جعفری رضی بن برہان زین الدین بن عبد الدائم عماد الدین بن عبد الکریم، زین الدین خلف بن یونس، تقی الدین بن ابی الیسر، جمال الدین بن الصیرنی سے علم حاصل کیا اور اپنے وقت کے بہت بڑے امام بنے، علامہ عبدالحی صاحب لکھتے ہیں۔

و برع فی العلوم و صار محققاً فہو نہ مذقفاً عملہ حافظاً للحدیث عارفاً بانواعہ

علوم میں بہت نمایاں، فنون میں محقق، عمل میں مدقّق حافظ حدیث اور اس کے انواع سے باخبر تھے۔

حالات زندگی..... ۶۵۱ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کیلئے گئے اور مدینہ منورہ میں ڈیڑھ ماہ قیام کیا وقت کے بہت پابند تھے اور کھانا صرف ایک مرتبہ عشاء کے بعد کھاتے تھے آپ نے زندگی بھر شادی نہیں کی آپ بہت ہی سربیع التصنیف تھے کہا جاتا ہے کہ لکھتے لکھتے جب آپ کا ہاتھ تھک جاتا تب آپ قلم رکھتے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

لئن کان هذا الدمع یجری صاباً علی غیر سعدی فہو دمع مضیع

آپ کی مجموعی تصانیف کا حساب لگایا گیا تو یومیہ دو کراسہ سے زائد کا اوسط پڑا۔

افضل الجہاد کلمتہ حق عند سلطان جائز..... علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن الخاضرہ میں ذکر کیا ہے کہ جب شاہ ظاہر پیرس نے ملک شام میں تاتاریوں سے جنگ کا ارادہ کیا تو اس نے علماء سے اس بات کا فتویٰ طلب کیا کہ میں دشمن کے مقابلہ کیلئے رعیت سے مال لے سکتا ہوں چنانچہ تمام علمائے اس کی رائے کے مطابق فتویٰ دیدیا اس کے بعد ظاہر نے دریافت کیا کہ تمہارے علاوہ کوئی اور ایسا عالم ہے جس نے فتویٰ نہ دیا ہو۔ علمائے کہاں! شیخ محی الدین نوادی ہیں ظاہر نے آپ کو بلوا کر فتویٰ کی فرمائش کی تو آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں یہ فتویٰ نہیں دے سکتا، ظاہر نے اس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو امیر بندو قدار کا غلام اور بالکل نادار تھا اللہ نے تجھے حاکم بنا دیا تو اب تیرے پاس سونے چاندی میں لدے ہوئے ایک ہزار غلام اور دو سو باندیاں ہیں سو جب تو کرد فرمایا یہ تمام مال صرف کر چکے تب رعیت سے مال لینے کا فتویٰ دے سکتا ہوں۔

آئین جو انرداں حق گوئی دیباکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روپاہی

یہ سنکر ظاہر نہایت غضب ناک و برہم ہوا اور لام نوادی سے کہا کہ تو میرے شر یعنی دمشق سے نکل جا، آپ نے فرمایا "السمع والطاعة" چنانچہ آپ دمشق سے نئی آگئے علمائے ظاہر سے سفارش کر کے واپسی کی اجازت حاصل کی مگر آپ نے فرمایا کہ جب تک ظاہر دمشق میں موجود ہے میں وہاں قدم بھی نہ رکھوں گا اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ہی ظاہر کا انتقال ہو گیا۔ تصانیف..... آپ کی تصانیف میں شرح مسلم نہایت مشہور و مقبول کتاب ہے بلکہ علمی حلقوں میں آپ شارح مسلم ہی کی حیثیت سے مشہور ہیں اس کا نام "المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ہے نیز ریاض الصالحین کو بھی غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے اور بعض مدارس میں داخل درس ہے ان کے علاوہ دیگر تصنیفات یہ ہیں۔

(۳)۔ تہذیب الاسماء واللغات: اس میں آپ نے وہ تمام الفاظ جمع کر دیئے ہیں جو مختصر مزنی تہذیب و سبب تہذیب،

وجیز اور روضہ میں ہیں مزید براں مردوں، عورتوں، ملائکہ اور جن وغیرہ کے اسماء کا آپ نے اضافہ کیا ہے کتاب کے دو حصے ہیں ایک حصہ میں اسماء ہیں دوسرے میں لغات اسی لئے آپ کو تہذیب الاسماء واللغات کہا جاتا ہے۔ ۴۔ الروضہ، ۵۔ شرح

المہذب، ۶۔ کتاب الاذکار، ۷۔ کتاب المناسک، ۸۔ الاربعون، ۹۔ النبیان فی آداب حملہ القرآن، ۱۰۔ الاشارات فی مہمات الحدیث، ۱۱۔ التحریر فی الفاظ التنبیہ، ۱۲۔ الخلاصہ، ۱۳۔ الارشاد، ۱۴۔ التقریب فی اصول الحدیث، ۱۵۔ التیسیر مختصر الارشاد، ۱۶۔ تجنید الطالب، ۱۷۔ شرح التنبیہ، ۱۸۔ نکت علی الوسیط، ۱۹۔ شرح الوسیط، ۲۰۔ شرح البخاری یکم حصہ، ۲۱۔ ردؤس المسائل، ۲۲۔ رسالہ فی الاستقاء، ۲۳۔ رسالہ فی استحباب القیام لایل الفضل، ۲۴۔ رسالہ فی قسمۃ الخنائم والاصول والضوابط، ۲۵۔ الاشارات علی الروضہ، ۲۶۔ شرح سنن ابوداؤد نامکمل ہے۔

وفات..... جب آپ بیت المقدس کی زیارت کر کے واپس ہوئے تو اپنے والدین کی موجودگی میں شب چہار شنبہ ۱۳ رجب ۷۶۷ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے، جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا گیا۔

بشائر قلبی فی قدمی علیہم. ویا لسروری یوم سیری الیہم

وفی رحلتی یتصفو مقامی و حینا. مقام بہ حظ الرجال لدیہم

ولا زادلی الا یقینی بانہم. لہم کسرم یعنی الوفود علیہم

انتقال کے بعد آپ کے مرثیہ میں یہ اشعار پڑھے گئے۔

رای الناس منہ زہد یحیی سمیہ. وتقواہ فیما کان یدعی و یتغنیہ

تحلی باوصاف النبی وصحبہ. وتابعہم ہدیا فمن ذابذانیہ

فطوبی لہ ما شاقہ طیب مطعم. ولا... لانت ورقہ حواشیہ

یسرا اذا ما سدوا الخصم حججہ. وان ضل عن قصد الحجۃ یتبدیہ

قضی ولہ علم تجدد ذکرہ. وغیثہ فالذہر ہیات بطوبہ

بکی فقدہ علم الحدیث و اہلہ. راویہ والکتب الصحاح وقاریہ

ولاح علی وجہ العلوم کاتبہ. تخیر ان العلم قدمات محییہ

## (۱۷۴) صاحب تنویر الابصار

نام و نسب اور تحقیق نسبت..... شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم خطیب الترمذی غزنی لکھنوی ترمذی شامی بنیم تاویم و سکون راء خوارزم کا ایک گاؤں ہے (کذا فی الطحطاوی) غزنی ملک شام میں ایک شہر ہے جس کو غزہ پر ہاشم کہتے ہیں قاموس میں ہے کہ غزنی فلسطین میں ایک شہر ہے جہاں امام شافعی پیدا ہوئے تھے اور وہیں ہاشم بن مناف نے وفات پائی تھی۔

تحصیل علوم..... آپ نے پہلے اپنے شہر غزہ کے علما کبار سے علوم کی تحصیل کی پھر قاہرہ جا کر شیخ زین بن نجیم مصری صاحب بحر الرائق اور امین الدین بن العال وغیرہ سے استفادہ کیا اور اپنے زمانہ کے محدث کبیر و فقیہ بے نظیر بنے شیخ عبد النبی اظہری اور شیخ صاحب لکھنوی اشاہ و نظار و غیرہ علما تدار نے آپ سے علم حاصل کیا۔

تصانیف..... آپ کی تصانیف میں سے تنویر الابصار فقہ میں نہایت مشہور متن ہے جس میں آپ نے غایت درجہ تحقیق و تدقیق کی داد دی ہے اور خود اس کی شرح بھی لکھی ہے جس کا نام شرح الفقار ہے جس پر شیخ الاسلام خیر الدین رملی نے حواشی لکھے ہیں دوسری محققانہ تصانیف یہ ہیں، تحفۃ الاقران فقہ میں منظوم ہے حاشیۃ الدرر والغرر، شرح کنز، شرح زہد الفقیر، شرح وقایہ، فتاویٰ دو جلدوں میں ہے شرح منار اصول فقہ میں شرح منظوم ابن وہبان، معین المفتی علی جواب المستفتی، رسالہ کراہت فاتحہ خلف الامام، رسالہ عصمت انبیاء رسالہ عشرہ مبشرہ وغیرہ۔

۱۔ از طبقات الشافعیہ، مقدمہ تدریب الراوی، الرسالۃ المستطرفہ، التحلیقات السنیہ، حسن الحاضرہ وغیرہ ۱۲۔

وفات..... آپ نے ۱۰۰۶ھ میں غزوہ ہاشم میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ ل

### (۱۷۵) صاحب در مختار

شیخ محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبدالرحمن بن محمد جمال الدین بن حسن بن زین العابدین <sup>حصکلی</sup> مولود ۱۰۲۵ھ آپ قلعہ حصن بیضاء جو دیار بکر میں دریائے وجلہ کے کنارے پر جزیرہ ابن عمرو اور میافارقین کے درمیان واقع ہے وہاں کے باشندے تھے اس لئے <sup>حصکلی</sup> کہلاتے ہیں۔

آپ اپنے دور کے مشہور محدث و فقیہ، جامع معقول و منقول، بلند پایہ ادیب بڑے فصیح و بلیغ تھے اور تقریر و تحریر ہر دو میں ملکہ رکھتے تھے۔ نحو و صرف اور فقہ وغیرہ میں بے نظیر اور احادیث و مرویات کے بڑے حافظ تھے آپ کے فضل و کمال کی شہادت آپ کے منشی اور ہم عصروں نے بھی دی ہے خصوصیت سے آپ کے شیخ خیر الدین رملی نے آپ کے کمال و ارایت و روایت کی بڑی تعریف کی ہے۔

آپ نے بہت سی عمدہ کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے فقہ کی کتاب ”تویر الابصار“ مولفہ شمس الدین محمد بن عبداللہ الغزالی کی شرح ”الدر المختار“ بہت مشہور ہے اور مدارس عربیہ میں فتویٰ نویسی سیکھنے والوں کو پڑھا جاتی ہے راقم الحروف نے اس کا بارہا مطالعہ کیا ہے تعالیٰ الانوار از عبدالمولیٰ بن عبداللہ الدمیاطی، حاشیہ در مختار از سید احمد طحطاوی ردالمحتار، از علامہ شامی اس کے مشہور حواشی ہیں دیگر تصانیف حسب ذیل ہیں۔

(۲) شرح منتقى الاخر فقہ میں سے اور بہت عمدہ کتاب ہے راقم الحروف نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے (۳) شرح منار اصول فقہ میں (۴) شرح قطر ظلم نحو میں (۵) مختصر فتاویٰ صوفیہ (۶) حواشی تفسیر بیضاوی (۷) حاشیہ در مہ (۸) تعلیقات بخاری میں اجزاء ہیں اس کے علاوہ آپ نے فتاویٰ ابن تیمیہ کو مرتب کیا ہے آپ نے ۶۳ سال کی عمر یا کر ۱۰ شوال ۱۰۸۸ھ میں وفات پائی اور باب صغیر کے مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ ل

### (۱۷۶) صاحب مشارق الانوار

نام و نسب اور تحقیق نسبت..... شیخ رضی الدین ابو الفضائل حسن بن محمد بن حسن بن حیدر بن علی العدوی العمری <sup>اصطنعی</sup> الصغانی، صغان جو ماوراء النہر میں شہر مرو کے پاس واقع ہے جس کا اصل نام چغان ہے وہیں کے باشندے تھے اس لئے صغانی اور صغانی کہلاتے ہیں۔

حالات زندگی..... حافظ ذہبی کے بیان کے مطابق آپ کی پیدائش لاہور شہر میں ۷۷۵ھ میں ہوئی اور غزنی میں جا کر نشوونما پائی ابتداء میں والد محترم سے تعلیم حاصل کی فراغت کے بعد ۶۱۵ھ میں بغداد گئے وہاں تقریباً دو سال تک درس و تصنیف میں مشغول رہے پھر ۶۱۷ھ میں خلیفہ بغداد کی طرف سے سفیر مقرر ہو کر ہندوستان آئے اور یہاں کئی برس تک رہے پھر مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور حج بیت اللہ سے شرف ہو کر اوہر ہی سے یمن گئے پھر بغداد گئے اس کے بعد دوبارہ ہندوستان آئے اور تیسری مرتبہ پھر بغداد گئے اور آخر تک وہیں مقیم رہے۔

علمی مقام..... شیخ صغانی اسلامی ممالک میں بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں آپ تمام علوم میں تبحر بالخصوص فقہ و حدیث اور لغت میں اپنے زمانہ کے امام ہیں مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں۔

كان فقيها محدثا لغويا ذامشاركة تامة في جميع العلوم  
آپ فقیہ، محدث، لغوی تھے اور دیگر تمام علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔  
علامہ سیوطی بغیۃ الوعایہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وهو حامل لواء اللغة في زمانه

ان کے دور میں لغت کا جھنڈا انہی کے ہاتھوں بلند تھا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: "وكان اليه المنتهى في اللغة" ان کے دور میں فن لغت کی انتہا ان ہی پر ہوئی تھی۔  
حضرت نظام الدین اولیاء کا زمانہ صفائی کے قریب ہی قریب ہے بلکہ اگر التاء ثابت نہ ہو تو معاشرت یعنی ہے  
حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات کو جو علماء الدین امیر حسن سنجری نے "نوائد القواد" کے نام سے قلمبند کیا ہے اس  
میں شیخ صفائی کی بابت لکھا ہے کہ

دراں ایام در حضرت دہلی علما کبار بودند باہمو (صفائی) در علوم متساوی بود امداد علم حدیث

ازہمہ ممتاز و هیچ کس مقابل اونبود۔

ان دنوں دلی میں بڑے بڑے علمائے اور علوم میں صفائی ان کے مساوی تھے لیکن علم حدیث میں صفائی کو سب پر  
امتیاز حاصل تھا اس علم میں ان کا مقابل کوئی دوسرا نہ تھا۔  
اسی نوائد القواد میں حضرت نظام الدین کا قول منقول ہے: "أحد شیخ براد مشکاں شدے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام  
را خواب دیدے: صحیح کر دے۔"

وفات..... بعد خلیفہ مستنصر باللہ شہر بغداد میں خدا کی یہ رحمت ۶۵۰ھ میں خزانہ رحمت کی طرف منتقل ہو گئی اور  
وصیت کے مطابق آپ کو مکہ معظمہ میں دفن کیا گیا۔

تصنیفات و تالیفات..... آپ بڑے کثیر التالیفات ہیں اور فقہ و حدیث اور لغت وغیرہ میں متعدد کتابیں آپ نے  
دنیا کے اسلام کے سامنے پیش کی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) مشارق الانوار..... اس کا پورا نام "مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ" ہے آپ کی یہ مشہور کتاب  
حدیثی انتخاب کا بہترین مجموعہ ہے جو عام اسلامی ممالک میں مدت تک زبردست رہا، متن حدیث پڑھانے کیلئے اس سے اچھا  
مجموعہ مقلوع الاسانید حدیثوں کا شاید اب بھی پیش کرنا دشوار ہی ہے۔

جب آپ ہندوستان سے سفیر ہو کر بغداد گئے اس وقت مستنصر باللہ عباسی خلیفہ کا عہد تھا اسی کے حکم کے بموجب  
آپ نے حدیثوں کا یہ مجموعہ مرتب کیا ہے جو صحیحین کی دو ہزار دو سو چھیالیس احادیث کا نہایت عمدہ انتخاب ہے جس کو  
حق تعالیٰ نے غیر معمولی حسن قبول عطا فرمایا ہے کہتے ہیں کہ خود خلیفہ مذکور نے یہ کتاب شیخ سے پڑھی ہے۔

(۲) کتاب العباب..... یہ لغت کی بہترین کتاب ہے مگر افسوس کہ پوری نہیں ہو سکی اور نیم تک پہنچتے پہنچتے ممت  
ہو گئی حتیٰ قبل فیہ

كان قصارى امره. ان انتهى الیہ بكم

ان المصغانی الذی. حاز العلوم والحکم

علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے ابن سیدہ کی "الحکم" اور صفائی کی "العباب" دونوں کو ملا کر ساٹھ جلدوں میں لغت  
لکھی تھی اسی کا خلاصہ قاموس ہے حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ "عربی زبان کے اس ہندی لغوی (صفائی) کے بعد جس نے  
جہاں کہیں بھی عربی لغت پر جو کچھ بھی لکھا ہے وہ ایک لحاظ سے صفائی ہی کا زلہ رہا ہے انہی کی محنت و تلاش تجر و اجتہاد کا  
مرہون منت ہے صفائی کی دیگر تصنیفات یہ ہیں۔ ۳۔ مصباح الدجی من احادیث المصطفیٰ، ۴۔ الشمس المنیرہ من الصحاح



المناثورہ، ۵۔ درۃ السحابہ فی ذیات الصحابہ، ۶۔ شرح بخاری، ۷۔ مجمع البحرین لغت کی نہایت ضخیم کتاب ہے چودہ جلدوں میں تمام لغات عرب پر حاوی ہے، ۸۔ کتاب الشولوزیہ بھی لغت میں ہے، ۹۔ کتاب الاعتعال، ۱۰۔ کتاب العروض، ۱۱۔ کتاب النوادر فی اللغۃ والترکیب، ۱۲۔ زبدۃ المناسک، ۱۳۔ کتاب الفرائض، ۱۴۔ درجات العلم والعلماء، ۱۵۔ کتاب اسماء الفقارہ، ۱۶۔ کتاب اسماء الاسد، ۱۷۔ کتاب اسماء الذئب، ۱۸۔ بغیۃ الصدیان، ۱۹۔ شرح ابیات المفعول، ۲۰۔ بحملۃ الصحاح اس میں صحاح جوہری کے افلاط کی تصحیح کی ہے۔

ان کے علاوہ آپ نے احادیث موضوعہ میں دو رسالے بھی لکھے مگر ان میں تشدد اختیار کیا ہے اور موضوع احادیث کے ساتھ غیر موضوع احادیث کو بھی ذکر کر ڈالا ہے اسی لئے آپ ابن الجوزی اور صاحب سفر السعادہ جیسے تشددین میں شہرہ ہوتے ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب نے اس قسم کے تشددین محمد شین کا تذکرہ اپنے رسالہ ”الاجوبۃ الفاضلہ لاسول العشرہ والکاملہ“ میں کیا ہے۔

حافظ سخاوی نے فتح المغیث بشرح الفیئۃ الحدیث میں ذکر کیا ہے کہ علامہ صغانی نے اپنے ان رسالوں میں ”الشباب القضاۃ“ ”انجم النبی“ اور ”اربعین ابن ودعان“ ”الوصیہ“ ”لعلیٰ ابن ابی طالب خطیبہ الوداع احادیث ابی الدنیا الا شیخ اور نسطور و نعیم بن سالم، دینارہ سمعان وغیرہ سے احادیث ذکر کی ہیں وہ فیما التثیر ایضاً من اصح واخص وما فیہ ضعف یسر۔ ل

## (۱۷۷) صاحب نظرات و عبرات

نام و نسب اور پیدائش..... سید مصطفیٰ لطفی بن محمد لطفی بن محمد حسن لطفی مظلومی، صوبہ اسیوط کے شہر مظلوط میں ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے اور اپنے شریف گھرانہ میں پرورش پائی جو دینی عظمت اور فقہی میراث کا مالک تھا ان کے گھرانہ میں تقریباً دو سو سال تک شرعی قضا کا عہدہ اور صوفیہ کی گدی وراثت چلی آرہی تھی۔

تحصیل علوم..... اپنے آبائی دستور کے مطابق مظلومی کی بھی تعلیم و تربیت ہوئی رہی چنانچہ اس نے مدرسہ میں قرآن مجید حفظ کیا، جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی اور باوجودیکہ ان کا دل مائل بتقویٰ تھا اور آبائی سلسلہ بھی متقاضی تھا کہ وہ دینی تعلیم میں دلچسپی لیں لیکن ان کی توجہ صرف لسانیات و ادبیات ہی پر مرکوز رہنے لگی وہ اشعار یاد کرتے، نادر کلام ضبط کرتے، اشعار نظم کرتے اور مضامین لکھتے تھے، ازہریوں میں ان کی ذہانت اور ان کے حسن اسلوب نگارش کی شہرت ہونے لگی تو مفتی محمد عبدہ نے انہیں اپنا مقرب بنا لیا، انہیں ادب و زندگی کے بلند مقصد اور اس تک پہنچنے کے لئے بہترین راستہ سے باخبر کیا، مفتی محمد عبدہ کے قرب سے مظلومی نے سعد باشا زنگلول سے راز و بہم پیدا کر لی اور ان دونوں تنظیم شخصیتوں کے قرب نے اسے رسالہ ”الموید“ کے مالک کی نظر میں بلند مرتبہ بنوایا یہی سب سے بڑی وہ تین قومیں ہیں جنہوں نے مظلومی کی فطری صلاحیت اور اس کے والد کی تربیت کے بعد اسے کامیاب ادیب بنانے میں نمایاں حصہ لیا۔

قید و بند اور ابتلاء مصائب..... ازہر کی طالب علمی کے زمانہ میں ان پر الزام لگایا گیا کہ اس نے ایک ہفتہ وار رسالہ میں خدیو عباس حلکی ثانی کی جہو میں قصیدہ کہہ کر شائع کر لیا ہے چنانچہ اس الزام میں اس کو قید کی سزا دی گئی اور اس نے جیل میں اپنی سزا کی مدت پوری کی اور جب مفتی محمد عبدہ کا انتقال ہو گیا تو ان سے امید اور ان پر اعتماد کی وجہ سے مظلومی کو بہت صدمہ ہوا اور وہ ناامید ہو کر اپنے وطن واپس آ گیا۔

تصنیع وری اور قسمت کی پابوری..... ایک مدت کے بعد اس کی مردہ امیدوں میں جان آئی تو وہ رسالہ ”الموید“ کے ذریعہ اپنی کامیابی کے ذرائع تلاش کرنے لگا اور جب وزارت تعلیم سعد باشا کو ملی تو انہوں نے اپنی وزارت میں مظلومی کو عربی

کا انشاء پرواز مقرر کر لیا، پھر جب سعد باشا وزارت قانون میں منتقل ہوئے تو وہ اپنے ساتھ مظلومی کو بھی لے گئے اور اسی قسم کا عمدہ وہاں دیدیا پھر حکومت سعد باشا کی مخالف پارٹی کے ہاتھ میں چلی گئی تو یہ بھی وہاں سے چلے گئے پھر جب پارلیمنٹ قائم ہوئی تو انہیں سعد باشا نے وہاں انشاء پر دازی سے متعلق ایک عمدہ پر مقرر کر دیا جس پر آپ تادم حیات قائم رہے۔

حلیہ اور اخلاق و عادات..... مظلومی نہایت سڈول اور مناسب بدن، خوش مذاق و خوش وضع، لطیف الفکر اور عمدہ اسلوب والے تھے ان کے قول و فعل سے نہ عبقریت کی جھلک نظر آتی تھی اور نہ غیابت و کج فہمی کی وہ بات کو صحیح طور پر سمجھ لیتے تھے مگر زور اور کے بعد ان کی فکر لغزشوں سے پاک رہتی تھی مگر اس کیلئے انہیں کچھ کوشش کرنی پڑتی تھی وہ در فتنہ افس تھے لیکن قدرے سکون کے ساتھ وہ بڑی احتیاط سے لب کشائی کرتے تھے اور یہ خصائل جس میں بھی ہوں لوگ اسے غبی اور جاہل سمجھیں گے یہی وجہ ہے کہ وہ مجلسوں سے کنارہ کش بحث و جدال سے گریزاں رہتے اور تقریر کرنے کو ناپسند کرتے تھے ان خصائل کے ساتھ وہ در فتنہ القلب، صاف دل، پاک نفس، نیک طبیعت، صحیح العقیدہ اور فیاض طبع تھے اور اپنی تمام صلاحیتوں کو خاندان و وطن اور انسانیت پر نثار کرنے والے تھے۔

اسلوب نگارش..... مظلومی فطرتاً ادیب پیدا ہوئے تھے، ان کے ادب میں آمد آورد سے بہت زیادہ ہے اس لئے کہ تکلف سے نہ کوئی نیا ادب پیدا ہوا ہے نہ کوئی مستقل اسلوب، ان کے زمانہ تک فنی نثر قاضی کے ادب کی ایک بگڑی ہوئی شکل یا ابن خلدون کے فن کا ایک بقیہ ڈھانچہ تھی لیکن آپ اس کے اسلوب کو ان دونوں میں سے کسی کا چہرہ نہیں کہہ سکتے، اپنے زمانہ میں مظلومی کا اسلوب بالکل ایسا ہی تھا جیسے ابن خلدون کا اسلوب اپنے زمانہ میں بالکل انوکھا جسے بغیر کسی نمونے کے کسی زوردار طبیعت نے ایجاد کر لیا ہو۔

افسانہ نگاری..... مظلومی سب سے پہلا افسانہ نویس ہے اور اس نے اس فن کو اس حد تک عمدہ اور کامل بنا دیا جس کی توقع اس جیسے ماحول میں پیدا ہونے والے اور اس کے دور کے لکھنے والوں سے نہیں کی جاسکتی تھی مظلومی کے ادب کے پھیلنے کا راز یہ ہے کہ وہ اس زمانہ میں رونما ہوا جب خالص ادب پر جمود و اضمحلال طاری تھا اور اس عالم میں اچانک لوگوں کو اس کے یہ دلچسپ افسانے نظر آئے جو پاکیزگی اسلوب، شیریں بیانی اور حسن الفاظ کے ساتھ نہایت عمدگی سے درد و غم کی مصوری اور نہایت دلکش اسلوب سے معاشرہ کے عیوب کی نشاندہی کر رہے تھے۔

ادبی خامی اور کوتاہی..... مظلومی کے ادب میں دو ایسی خامیاں ہیں جن کی وجہ سے اسے دوام نہیں ہو سکا ایک لفظی کمزوری دوم معنوی تنگی، لفظی کمزوری کی وجہ یہ ہے کہ اس کو اپنی زبان کا وسیع علم اور اس کے ادب پر گہری نظر حاصل نہ تھی یہی وجہ ہے کہ آپ اس کے بیان اور تعبیر افکار میں غلطی، زائد الفاظ کی بھرمار اور الفاظ کا بے محل استعمال پائیں گے معنوی تنگی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نہ تو علوم شرقیہ کو کمال حاصل کیا تھا اور نہ وہ مغربی علوم سے براہ راست واقفیت رکھتے تھے یہی سبب ہے کہ آپ ان کی فکر میں سطحیت، سادگی، محدودیت اور ادھر اپن پائیں گے مختصر یہ کہ نثر میں مظلومی کو وہی مقام حاصل ہے جو بارودی کو شاعری میں حاصل تھا دونوں نے اپنی اپنی جگہ احیاء و تجدید ادب کا فریضہ انجام دیا اپنے لئے ایک معین اور واضح اسلوب اختیار کیا اور ادبی اسلوب کو ایک منجمد حالت سے دوسری بہتر حالت میں منتقل کر دیا۔

وفات..... مظلومی نے ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۲۳ء میں وفات پائی، وفات کے وقت ان کی عمر پچاس کے لگ بھگ تھی۔ تصانیف و تراجم..... (۱) انشکرات تین جلدوں پر مشتمل ہے جس میں اس کے وہ تمام مضامین جمع کر دیئے گئے جو رسالہ "المؤید" میں شائع ہوتے رہے ان میں کچھ تو تنقیدی ہیں کچھ اجتماعیات اور وصف سے متعلق ہیں اور کچھ کہانیاں ہیں۔ (۲) "تجربات" اس میں اس کے طبع زوایا خود افسانے ہیں (۳) "مختار المظلومی" یہ قدیم شاعر اور لوہیوں کے اشعار و مضامین کا انتخاب ہے۔ اس کے بعض دستوں نے فرانسیسی زبان سے اس کیلئے الفونس کاء کی تصنیف "میڈولین" (زیر فون درختوں کے

سایہ تلے) برناڈی سان بھیر کی تصنیف بول دور صحنی (فضیلت) لڈمون رشان کی تصنیف ”سیر انو بر گراک“ (شاعر) کے ترجمے کے جنہیں اس نے آزادانہ اپنے الفاظ میں منتخل کر دیا اور اس طرح اس نے عربی ادب کے سرمایہ میں گر انقدر دولت کا اضافہ کیا جس نے جدید افسانہ نگاری کو بڑی قوت بخشی اور قابل اقتدار نمونہ فراہم کیا۔ ۱

## (۱۷۸) صاحب تیسیر

نام و نسب اور پیدائش..... شیخ ابو عمر و عثمان بن سعید بن عثمان بن سعید بن عمر الدانی مقام دانیہ کے باشندے تھے اس لئے نسبت میں دانی کہلاتے ہیں سنہ پیدائش ۲۷۱ھ ہے آپ فن قرأت کے امام حدیث طرق حدیث اور اسماء و جال کے ماہر، عمدہ خطاط، جید لفظ، ذکی و ذہین، متقی و پرہیزگار اور مستجاب الدعوات تھے۔

حالات علوم و حالات زندگی..... ۳۸۶ھ میں علم کی تحصیل شروع کی ۳۹۷ھ میں مشرق کی طرف گئے اسی سال شوال میں مصر گئے اور یہاں ایک سال قیام کیا پھر حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور ماہ ذیقعدہ ۳۹۹ھ میں اندلس آئے پھر ۴۰۳ھ میں سرحد کی طرف نکلے اور سر قسط میں سات سال قیام کیا وہاں سے قرطبہ گئے اور ۴۱۷ھ میں قرطبہ سے اپنے وطن دانیہ میں آئے اور آخر تک یہیں قیام پذیر رہے صاحب مفتاح السعادات نے آپ کا تعارف بایں الفاظ کر لیا ہے۔

كان احد الانمة في علم القرآن درواياته و تفسيره و معانيه و طرقه و اعرابه.

آپ علم قرآن اس کی روایت تفسیر اس کے معانی طرق اور اعراب کے امام تھے۔

قوت حافظہ..... آپ فرماتے تھے کہ میں نے جو چیز دیکھی اسے لکھ لیا اور جو لکھا اسے حفظ کر لیا اور جو کچھ حفظ کیا اسے کبھی نہیں بھولا۔

تصانیف..... آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں ”التیسیر“ فن قرأت سبعہ میں بہت مشہور اور عربی مدارس میں داخل درس ہے دیگر تصنیفات یہ ہیں جامع البیان، الاقتصاد، المقصع، یہ رسم مصحف پر ہے الحکم یہ نقط پر ہے الخوی یہ طبقات القراء پر ہے الفتن والملاحم شرح قصیدہ خاقانی وغیرہ۔

وفات..... آپ نے تقریباً تتر سال کی عمر پا کر بروز دو شنبہ ۱۵ شوال ۴۴۴ھ میں وفات پائی۔ ۲

## (۱۷۹) صاحب رسالہ حمیدیہ

حسین بن محمد بن مصطفیٰ الجسر ۱۲۶۱ھ میں طرابلس میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی پھر مصر آئے اور ۱۲۷۹ھ میں جامعہ ازہر میں داخل ہوئے اور ۱۲۸۳ھ تک رہے اور عالم جید ہو کر طرابلس واپس ہوئے کہا جاتا ہے کہ جسر کا خاندان مصری الاصل تھا ۱۱۷۰ء کے لگ بھگ ان کے اسلاف دمیاط سے نکال دیئے گئے تھے اب وہ مختلف مقامات میں جا کر آباد ہو گئے۔

آپ فقہ و لوب کے بہترین عالم تھے اور مفید کتابیں بھی تالیف کیں جن میں ”الرسالۃ الحمیدیہ فی ہیئۃ الدیانۃ الاسلامیہ“ بہت مشہور و معروف اور مقبول کتاب ہے اس میں آپ نے شریعت اسلام کے عقائد و موز و اسرار اچھوتے انداز میں بیان کئے ہیں اور اس میں فلسفہ جدید کی روشنی میں بہت سے حقائق کا انکشاف کیا ہے کتاب کی عمدگی کی بناء پر بعض مدارس عربیہ میں شامل نصاب کر لی گئی ہے اس کے علاوہ آپ نے الحصول الحمیدیہ فی العقائد الاسلامیہ نزہۃ الفکر اشارات الطاعنی حکم صلوة الجماعۃ ریاض طرابلس الشام ۱۰ جلدوں میں، الکوکب الدرہ فی الفنون الادبیہ اور

”طرابلس“ کے نام سے ایک اخبار بھی نکالا تھا آپ نے طرابلس ہی میں ۱۳۲۷ھ میں وفات پائی۔

## (۱۸۰) صاحب شرح عقائد جلالی

یہ عقائد عضدیہ کی شرح جلال الدین دوانی کی ہے جن کے حالات ”صاحب ملا جلال“ کے ذیل میں گزر چکے۔

## (۱۸۱) صاحب تدریب الراوی

## (۱۸۲) صاحب شرح نقایہ

شیخ نور الدین علی بن سلطان بن محمد المشہور بالقادی الروی ہرات میں قادر نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوئے اور طلب علم کیلئے ہرات سے مکہ معظمہ حاضر ہو کر محقق وقت شیخ احمد بن حجر تہجدی کی علامہ ابوالحسن بکری، شیخ عبداللہ سندھی، شیخ قطب الدین کی وغیرہ سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی اور تفسیر حدیث، فقہ، کلام، منطق، فلسفہ غرض ہر فن میں مہارت حاصل کر کے اپنے وقت کے لام بنے بالخصوص تحقیق و تدقیق میں آپ کا بہت اونچا مقام ہے مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں۔

احد صدور العلم فرد عصرہ الباهر السمیت فی التحقیق  
روساء علم میں سے ایک اپنے دور کے ایک اور تحقیق و تفتیش میں بڑے نمایاں تھے۔  
آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں اور بے شمار کتابیں لکھی ہیں اور ایسی عمدہ اور مفید مجموعہ نقائس و فرائد کہ ان کی وجہ سے آپ کو بیسویں صدی کا مجدد کہا جاتا ہے مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں:

وکلها مفیدة بلغت الی مرتبة المجددیة علی راس الف  
آپ کی سب تصانیف مفید ہیں اور آپ کو دسویں صدی کے مجدد ہونے کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔  
آپ کی تصنیفات میں شرح نقایہ کتب فقہ میں نہایت اہم درجہ رکھتی ہے اور بعض مدارس عربیہ میں داخل درس ہے اس کا اٹلی نام ”فتح باب العنایۃ فی شرح نقایہ“ ہے حضرت شاہ صاحب کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ ”یہ کتاب ان لوگوں کا جواب ہے جو کہتے ہیں کہ فقہ حنفی کے مسائل احادیث صحیحہ سے مبرہن نہیں ہیں اس میں آپ نے تمام مسائل پر محدثانہ کلام کیا ہے نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بھی آپ کی معرکہ آراء تصنیف ہے بحمد اللہ اب تو بمبئی اور ملتان دو جگہ سے شائع ہو چکی ہے ورنہ کچھ دن پہلے اس کے نئے چھ سو روپیہ میں بھی دستیاب نہیں ہو سکے، دیگر تصانیف یہ ہیں۔

- ۳۔ نور القاری شرح صحیح البخاری، ۴۔ شرح صحیح مسلم، ۵۔ جمالین حاشیہ جلالین، ۶۔ شرح شفاء قاضی عیاض، ۷۔ جمیع الوسائل شرح الشمائل، ۸۔ شرح جامع الصیغر فی حلث البشیر النذیر لسیوطی، ۹۔ شرح حصن حصین، ۱۰۔ شرح اربعین نووی، ۱۱۔ شرح الجزریہ، ۱۲۔ شرح الخبیہ، ۱۳۔ شرح فقہ اکبر، ۱۴۔ شرح الشاطبیہ، ۱۵۔ شرح ثلاثیات البخاری، ۱۶۔ شرح موطا امام محمد، ۱۷۔ سند الانام شرح مسند الامام، ۱۸۔ شرح مناسک حج، ۱۹۔ الاتعار الجینہ فی اسماء الحنفیہ، ۲۰۔ نزہتہ الخاطر الفاتر فی مناقب شیخ عبدالقادر، ۲۱۔ تزیین العبارة فی تحسین الاشارة، ۲۲۔ التذہین للترنین یہ دونوں رسالے تشہد میں انگلی اٹھانے کے سلسلہ میں ہیں، ۲۳۔ الحظ الاوفر فی الحج الاکبر، ۲۴۔ الناموس فی تلخیص القاموس، ۲۵۔ تذکرۃ الموضوعات، ۲۶۔ الابتلاء فی الاقتلاء، ۲۷۔ فرائد القلائد فی تخریج احادیث شرح

العقائد، ۲۸. الصنوع فی معرفة الموضوع، ۲۹. كشف الخنز عن المر الخضز، ۳۰. ضوء المعالی شرح بدر الامالی، ۳۱. معدن العذنی فی فضائل اریس القرنی، ۳۲. الاحادیث القدسیہ والکلمات الانسیہ، ۳۳. تبعد العلماء عن تقرب الامراء، ۳۴. الحزب الاعظم، ۳۵. حاشیہ مواهب اللدنیہ، ۳۶. بهجة الانسان فی منحة الحيوان، ۳۷. شرح عين العلم، ۳۸. اربعین فی النکاح، ۳۹. اربعین فی فضائل القرآن، ۴۰. اعراب القاری، ۴۱. رسالة فی صلوة الجنابة فی المسجد، ۴۲. مشرب الوردی فی منہب الہدی، ۴۳. رسالہ فی والدی المصطفی، ۴۴. رسالہ فی حکم سب الشیخین وغیر ہما من الصحابہ، ۴۵. رسالہ فی ترکیب لا الہ الا اللہ، ۴۶. رسالہ فی قرآۃ البسملة اول سورۃ البراۃ.

آپ نے مکہ معظمہ میں ماہ شوال ۱۰۱۳ھ میں وفات پائی۔

### (۱۸۳) صاحب اسباق الخو

نام و نسب اور پیدائش..... مولانا حمید الدین بن مولوی عبدالکریم فراہی ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں ”پھریرا“ میں ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے جو آب کا پوری وطن ہے اسی پھریرا کو عربی شکل دے کر مولانا اپنے نام کے ساتھ کبھی کبھی فراہی لکھا کرتے تھے آپ کا خاندان ضلع کے معزز خاندانوں میں سے شہد ہوا ہے آپ مولانا شبلی مرحوم کے ماموں زاد بھائی تھے۔ تحصیل علم..... سب سے پہلے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا پھر فارسی کی ابتدائی کتابیں اسی ضلع کے ایک دیہات چنارا کے باشندہ مولوی مہدی حسین صاحب سے پڑھیں فارسی زبان اور فارسی ادب کا ذوق ان میں بچپن ہی سے نمایاں تھا اس لئے فارسی زبان میں بہت جلد اس قدر ترقی کی کہ شعر کہنے لگے عربی زبان کی تحصیل زیادہ تر مولانا شبلی مرحوم سے کی اور مولانا شبلی سے کسب فیض کرنے کے بعد کچھ مدت تک مولانا عبدالمحیٰ لکھنوی کے حلقہ درس میں شرکت کی پھر لاہور کا سفر کیا اور یہاں مشہور ادیب مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اورینٹل کالج لاہور میں پروفیسر تھے ان کی شاگردی سے آپ نے پورا فائدہ اٹھا کر عربی زبان اور دینی علوم کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد کم و بیش بیس سال کی عمر میں انگریزی زبان کی تحصیل کیلئے علی گڑھ کالج میں داخل ہوئے اور یہاں انگریزی اور دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ خاص توجہ سے فلسفہ جدیدہ کی تحصیل کی اور اس میں امتیاز حاصل کیا۔

درس و تدریس..... سب سے پہلے ۱۸۹۷ء میں مدرسۃ الاسلام کراچی میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے جہاں آپ نے کئی سال بسر کئے اس کے بعد ۱۹۰۶ء میں علی گڑھ میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور یہاں دو سالہ قیام کے بعد ۱۹۰۸ء الہ آباد یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے ۱۹۱۰ء میں اعظم گڑھ کے سرانے میر نامی مقام میں آبادی سے باہر ایک باغ میں مدرسۃ الاصلاح کی بنیاد رکھی ۱۹۱۳ء کے اوائل میں آپ الہ آباد سے حیدر آباد آئے اور یہاں دارالعلوم حیدر آباد کے صدر پرنسپل بنائے گئے۔

وفات..... آپ ابتداء سے ورزش کے عادی تھے جس کا اثر آپ کی صحت پر بہت نمایاں تھا لیکن آپ کو کبھی کبھی پیشاب کے رک جانے کی شکایت تھی یہ تکلیف آپ کو کئی بار ہوئی اور آخری مرتبہ آپ آپریشن کرانا پڑا جو ناکام رہا اور ۱۹ جولائی ۱۳۳۹ھ مطابق نومبر ۱۹۳۰ء کو انتقال فرما گئے اور مقرر میں (جہاں آپریشن ہوا تھا) غریبوں کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

تصنیفات و تالیفات..... تفسیر نظام القرآن، مفردات القرآن، الامعان فی اقسام القرآن، الراى الصحيح فیمن هو الذبیح، جمہرہ البلاغۃ، اصول التاویل، القائد الی عیون العقائد، بحج القرآن، کتاب الرسوم فی معرفة الناسخ و

المسوخ، الرابع فی اصول الشرائع، الاکلیل فی شرح الانجیل، اسباق النحو وغیرہ۔

## (۱۸۴) صاحب اصول بزودی

نام و نسب..... شیخ فخر الاسلام ابوالحسن و ابوالعسر علی بن محمد بن حسین بن عبدالکریم بن موسی بن مجاہد البزودی الحطی قلعة بزودہ جو نصف سے چھ فرسخ کے فاصلہ پر ہے اس کی طرف منسوب ہو کر بزودی کہلاتے ہیں۔

علامہ کفوی نے آپ کے اور آپ کے بھتیجے احمد بن ابی الیسر کے نور عبدالکریم بن موسی کے تراجم کے ذیل میں عبدالکریم کو آپ کا دادا مانا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ آپ کے پردوا ہیں چنانچہ علامہ سمعانی نے کتاب الانساب میں حافظ ذہبی نے سیر المتبائع میں اور ملا علی قاری نے طبقات میں یہی ذکر کیا ہے۔

عام حالات زندگی..... آپ ۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور فروغ و اصول فقہ و حدیث مناظرہ و کلام وغیرہ تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل کر کے مرجع خلافت بنے مولانا عبدالحئی صاحب نے آپ کا تعارف ان الفاظ میں کر لیا ہے، ”الامام الکبیر الجامع بین اشتات العلوم امام الدینیانی الفروع والاصول“ آپ حفظ مذاہب میں ضرب المثل تھے آپ نے ایک عرصہ تک سمرقند میں درس و تدریس اور قضاء کے فرائض انجام دیئے ہیں صاحب حدائق نے نقل کیا ہے کہ آپ کے زمانہ میں ایک شافعی المذہب حجازی عالم آئے جن کے بحر کا یہ عالم تھا کہ وہ جس سے بھی مناظرہ کرتے اسی پر غالب آجاتے یہاں تک کہ اس نے بہت سے احناف کو شافعی بنا لیا یہ صورت حال دیکھ کر لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ وہ ان کی طرف توجہ کریں ورنہ ہم سب لوگ شافعی ہو جائیں گے آپ چونکہ گوشہ نشین آدمی تھے اس لئے آپ نے اولاً انکار کیا لیکن جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ خود اس عالم کے پاس تشریف لے گئے عالم مذکور نے امام شافعی کے فضائل و مناقب بیان کرنا شروع کئے اور کہا کہ ہمارے امام کا حافظ اس قدر تھا کہ ایک ماہ میں قرآن حفظ کیا اور ہر روز ایک قسم کرتے تھے نیز رات کو تراویح میں پورا قرآن پڑھا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ قرآن پاک بتامہ کمال ہے اور اس کو یاد کر لینا اہل علم کیلئے سہل مناسب ہے، تم سرکاری دفتر کا حساب و کتاب لاؤ اور دو سال کے آمد و خرچ کی سب تفصیل پڑھ کر مجھے سناؤ لوگوں نے ایسا ہی کیا آپ نے دفتر مذکور کو شاہی مہر لگا کر ایک مقفل مکان میں محفوظ کر دیا اور حج کیلئے تشریف لے گئے چھ ماہ بعد واپس ہوئے اور ایک عام جلسہ میں دفتر مذکور منگوا کر شافعی علم کے ہاتھ میں دیا اور دو سال کا حساب زبانی بلا کسی تغیر و تبدل کے سنا دیا، آپ کا یہ غیر معمولی حافظہ دیکھ کر وہ شافعی عالم شرم سے پانی پانی ہو گیا اور دوسرے حاضرین مجلس میں بھی حیرت زدہ رہ گئے۔

تصانیف..... آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے اصول فقہ میں آپ کی کتاب جو ”اصول بزودی“ کے نام سے مشہور ہے بعض مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے موصوف کی یہ کتابیں ایک ایسا متن ہے جس کی عبارتوں کا سمجھنا گویا لوہے کے چنے چینا ہے لیکن اگر اس لوہے کے چبانے کی قدرت کسی میں پیدا ہوگئی تو پھر اس کیلئے واقعی جو چبانے کی چیزیں ہیں وہ کچھ بھی باقی نہیں رہتیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کیلئے تو فخر الاسلام نے یہ کتاب لکھی لیکن واقعی اصول فقہ کے مسائل کے سمجھنے اور ان پر حاوی ہونے کیلئے شاید ان ہی کے مشورے سے نہایت سلیس صاف اور واضح عبارتوں میں ان کے حقیقی بھائی جن کا نام محمد تھا اس فن میں اور اس کے علاوہ دوسرے فنون میں ایسی کتابیں لکھیں کہ ایک طرف لوگوں نے فخر الاسلام کو ابوالعسر (مشکل عبارتوں کا باپ) کہا تو دوسری طرف ان کے بھائی کا نام ابوالیسر (آسانی و سہولت کا باپ) رکھ دیا مفتاح العساکر میں طاش کبری زادہ نے لکھا ہے۔

وللامام فخر الاسلام البزودی اخ مشہور بابی الیسر تصنیفاته کما ان فخر الاسلام مشہور بابی العسر لعسر تصنیفاته.

امام فخر الاسلام بزدوی کے ایک بھائی ہیں جو ابو الیسر سے مشہور ہیں ان کی تصنیفات کی سہولت و آسانی کی وجہ سے جیسے فخر الاسلام ابو العسر سے مشہور ہیں ان کی تصنیفات کی دشواری کی وجہ سے۔

بزدوی کے متن کی کیفیت بحر العلوم مولانا عبدالعلی شمس المسلم الثبوت کے دیباچہ میں ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وتلك العبارات كانها صخر مركوزة فيها الجواهر و اراق مسعورة فيها الرماهر تحيرت اصحاب الاذهان

الثاقبة في اخذ معانيها وقع الغانصون في بجارها بالصداف عن لا ليها دلا استحي من الحق و اقول قول

الصدق ان جل كلامه العظيم لا قدر على حله الامن نال فضله تعانى الجسيم و افي الله وله قلب سليم.

لور یہ عبارتیں گویا چٹانیں ہیں جن میں جو اہر جڑے ہوئے ہیں یا پتے ہیں جن میں شگوفے چھپے ہوئے ہیں روشن ذہن و ذکاوت والے ان کے معانی حاصل کرنے میں متحیر ہیں اور ان عبارتوں کے سمندروں میں غوطہ لگانے والے بجائے موتیوں کے سیپوں پر قناعت کر رہے ہیں میں حق کے اظہار میں شرماتا نہیں اور سچی بات کہتا ہوں کہ ان کی باتیں جو عظیم ہیں۔ ان کو وہی حاصل کر سکتا ہے جس نے خدا کے فضل عظیم سے حصہ پایا ہو اور خدا کے پاس سے قلب سلیم لے کر دنیا میں آیا ہو۔

(۲) مبسوط..... اس کی گیارہ جلدیں ہیں (۳) تفسیر قرآن نہایت ضخیم ہے ۱۳۰ اجزاء پر مشتمل ہے اور ہر جزو کی ضخامت قرآن پاک کے حجم کے مانند ہے، (۴) شرح جامع صغیر، (۵) شرح جامع کبیر (۶) انشاء القہماء، (۷) شرح البخاری (۸) کتاب الامالی (۹) شرح ہدایہ وغیرہ۔

وفات..... آپ نے ۵ ربیع الثانی ۸۲۲ھ میں مقام کش میں وفات پائی اور بزبان اقبال یہ کہتے ہوئے

چھوڑ کر مانند یوتیر اچن جاتا ہوں میں رخصت اے بزم جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں

سبم قد میں مد فون ہو گئے۔

تاریخی غلطی..... نواب صدیق حسن خاں نے ”الخطبہ تذکر الصحاح السنۃ“ میں آپ کا سنہ وفات ۸۸۲ھ مانا ہے جو بڑی فحش غلطی ہے اور یہ دراصل صاحب کشف الظنون کی تقلید کرنے سے ہوئی ہے کیونکہ موصوف نے شرح بخاری کے تذکرہ میں یہی سنہ ذکر کیا ہے لیکن خود موصوف نے اصول بزدوی کے ذیل میں ۸۲۲ھ ہی ذکر کیا ہے علاوہ ازیں صاحب کشف تواریخ موالید علماء ووفیات فضلاء کے سلسلہ میں کچھ ہیں بھی متساہل فمن قلده تقلیدا بحنا من غیر ان نقلده نقدا فقد وقع فی الزلل والله العاصم عن الخطاء والنخل۔<sup>۱</sup>

هذا آخر ما اردته من جمع الاحوال والحمد لله على كل حال

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

پیغمبر ماہست شد ملک وجود از باعث او کون و مکال شد موجود

مرا از شفا بخش ندارد محروم خالق لقبش رحمت عالم فرمود

صلی اللہ علیہ و علی آلہ واصحابہ اجمعین

نزدیک تو چہ تخت فرستیم ز دور در دست ما ہمیں صلاقت و السلام

شکرہ خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا بر ہمتائے ہمت خود کامراں شدم

العبد الضعیف محمد حنیف گنگوہی